Imdad-ul-Fatawa
by
Ashraf ali (Thanavi)
V. I-IV

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

چون آیہ موصوفہ سوال کنندہ را بوجوب سوال فی الدین از اہل الذکر بالمطابقت و برو جوب جواب
بذمہ ایشان و بر وجوب عمل بران جواب کہ من حیث الذکر باشد بالالتزام و کفی بہ منویہ شان
الاستفتاء والافتاء ذی خیر بود نشن از اعظم مدارج دین از اجلی بدیہیات بلکہ مشاہدات اشاعت
بنا بر علیہ سطرے از جوابات بر بعضے سوالات مسمی بہ

امداد الفتاوی

معروف بہ

فتاوی اشرفیہ

کہ منقسم بر چہار جلد است و این جلد بین اولین از ان است از افادات جامع منقول و
معقول حاوی فروع و اصول فقیہ زمان مفسر دوران صاحب الشریعۃ والطریقۃ حضرت مولانا
الحافظ الحاج محمد اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ المولی۔ حسب ایماے معالی جناب
مولوی محمد عبد الاحد غفرلہ الصمد در ۱۳۲۹ھ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید
۱۳۲۹ھ
۱۹۱۱

تفسیر بیان القرآن

مصنفۂ سلطان المفسرین مقدام الراسخین جامع کمالات - منبع الحسنات - ماہر علوم قرآنیہ - صاحب الشریعۃ والطریقۃ بحر المعرفۃ والحقیقۃ - کاشف اسرار خفی وجلی مولانا حاجی محمد **اشرف علی** تھانوی دامت برکاتہم وفیوضہم خلیفۂ حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس تفسیر کی خوبیان جیسی چاہئیں ویسی توہماری زبان نہین جو بیان کیجا سکین شائقین اوس کے مطالعہ سے خود معلوم کرلینگے - ہان حضرات معلمین و متعلمین اور جملہ شائقین کو یہ **مژدہ** سناتے ہین کہ آپ لوگ اس تفسیر کا مدت سے شہرہ سنتے تھے وہ اب چھپنی شروع ہوگئی ہے اور **بارہ جلدون مین ختم ہے** چار جلدین چھپ گئی ہین اور پانچوین زیر طبع اور باقی جلدین مسلسل طبع ہوکر شائقین کے پاس پہونچتی رہین گی خریدارون کی سہولت کے لئے کم وبیش ڈھائی ڈھائی پارون کی ایک ایک جلد کردی گئی ہے - تقطیع ۲۰×۲۶ دو صفحہ کاغذ ولایتی (۱) قرآن مجید کا سلیس اور آسان ترجمہ کیا ہے جس مین قابل فہم ہونے کے ساتھ تحت لفظی کی بھی رعایت ہے اور بہ نسبت اتباع محاورہ کے تحت لفظی کی رعایت زیادہ ملحوظ رکھی گئی ہے (۲) نفس ترجمہ کے علاوہ جس مضمون کو ایسا ضروری دیکھا کہ اوس پر ترجمہ کی توضیح موقوف ہے یا کوئی شبہ خود قرآن مجید کے مضمون سے ظاہراً پیدا ہوتا تھا اوس کا جواب تھا یا مضمون قرآنی کسی مشہور تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتا تھا اوسکی تحقیق یا اس قسم کی کوئی ضروری بات تھی اوسکو ف بنا کر بڑھا دیا ہے (۳) شبہات کے جواب دینے مین صرف اون شبہات کو خاص کیا ہے جنکا منشا کوئی دلیل صحیح تھی جیسے کوئی آیت یا کوئی حدیث - یا کوئی امر ثابت بالعقل یا بالحس اور جنکا منشا کوئی امر صحیح نہین بلکہ وہ شبہ خود دعوی بلا دلیل ہے اسکے جواب مین چونکہ طلب دلیل کافی ہے اس لیے اس سے تعرض نہین کیا گیا اور بہت سے شبہات نفس تقریر ترجمہ سے مندفع ہوگئے ہین (۴) جن روایات پر تفسیر کو مبنی کیا ہے انمین التزام کیا گیا ہے کہ وہ صحیح روایتین ہون - (۵) جہان مفسرین کے متعدد اقوال ہین انمین سے جسکو روایت یا ذوق عربیت سے راجح سمجھا صرف اوسکو اختیار کرلیا گیا ہے سب کو نقل نہین کیا (۶) ہر جگہ تفسیر مین اتباع سلف صالح کیا ہے متاخرین کے اقوال کو جو سلف کے خلاف تھے نہین لیا - (۷) اختلافیات کی تفسیر مین صرف مذہب حنفی لیا گیا ہے (۸) جن آیات کی تفسیر مین مرفوع حدیث آئی ہے اوسکے مقابلہ مین کسی کا قول نہین لیا گیا (۹) قرآن مجید کی اول سے آخر تک ہر سورۃ اور ہر آیۃ کا ربط ما قبل کے ساتھ نہایت سہل اور قریب تقریر مین بالالتزام بیان کیا گیا ہے اور اکثر سورتون کے شروع مین ان سورتون کا خلاصہ بھی بیان کیا گیا ہے -

شائقین مطبع مجتبائی دہلی سے طلب فرمائین -

فہرست مضامین جلد اول امداد الفتاوی معروف بہ فتاوی اشرفیہ

خطبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد لاہلہ والصلوٰۃ علی اہلہا یہ مجموعہ ہے بعض فتاوی کا جو احقر نے وقتاً فوقتاً مختلف سوالات پر
لکھے ہین جس کے باعتبار احوال کمی وبیشی نظر اس احقر کے تین حصے جدا جدا تھے
ایک وہ جو زمانہ طالب علمی دیوبند مین بامر استاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
لکھے گئے تھے اور جنپر قریب قریب کل کے حضرت مولانا قدس سرہ کی تصحیح ہی تھی
یہ زمانہ ۱۳۰۱ھ تک کا ہے دوسرے وہ جو زمانہ مدرسی کانپور مین لکھے تھے
جس وقت کہ کسی محقق کی صحبت نہ تھی اور عوام کی حالت کا تجربہ بھی کم تھا اور یہ وقت
۱۳۱۵ھ کے اوائل تک کا ہے. تیسرے وہ جو زمانہ قیام وطن مین لکھے ہین جبکہ گاہ گاہ شرف
صحبت مقدام المحققین حجۃ اللہ علی العالمین حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف
ہوتا تھا اور عوام کیحالت کا تجربہ بھی اضافۃً بڑھ گیا تھا ہرچند کہ ان تینوں حصوں کی شان کا باہم
ممتاز ہونا مقتضی اسکو تھا کہ جدا جدا رہتے مگر چونکہ انکی ترتیب بحسب حوادث تھی ابواب
ابواب پر وہ مرتب نہوسکے اور رغبت عام وسہولت تام تبویب مین دیکھی گئی اسلیے اشاعت
کیوقت انکو بابا باب مرتب کرنا مناسب معلوم ہوا اور ترتیب زمان اکثر جگہ خود تاریخ اور سنہ سے

معلوم ہو جاویگی جو اکثر جوابون کے اخیر مین مرقوم ہے ۔ اور تنگی نظر یا غلطی تجربہ سے جن مضامین مین کچھ کمی تھی اوسکا تدارک ترتیب کے وقت نظر ثانی کرکے بقدر ضرورت کر دیا گیا اور سہولت کے لیے اسکی چار جلدین کر دی گئین پہلی جلد میں یہ مضامین ہین ۔ طہارت ۔ صلوۃ ۔ تجوید و قراءت جنائز ۔ زکوۃ و صدقہ ۔ صوم ۔ اعتکاف ۔ حج ۔ دوسری جلد مین یہ مضامین ہین نکاح ۔ رضاعت ۔ طلاق ۔ حضانہ ۔ نفقہ حدود ۔ ایمان نذور ۔ وقف ۔ ذبائح ۔ اضحیہ ۔ حظر و اباحۃ ۔ تیسری جلد مین یہ مضامین ہین ۔ بیع ۔ ربوا کفالت حوالہ ۔ ودیعت ۔ عاریت ۔ اجارہ ۔ دعوی ۔ قضاء ۔ شہادت ۔ غصب ۔ شفعہ ۔ رہن ۔ ہبہ ۔ شرکت قسمت ۔ مزارعت لقطہ ۔ وصیت ۔ فرائض ۔ مسائل شتی ۔ مسائل طاعون ۔ چوتھی جلد مین یہ مضامین ہین ما یتعلق بالتفسیر ۔ ما یتعلق بالحدیث ۔ سلوک ۔ رؤیا ۔ بدعات ۔ تقلید ۔ عقائد و کلام ۔ مناظرہ فرق باطلہ ۔ البحث علی الفلسفۃ الجدیدۃ رسالہ خطاب الندوہ مع مکاتیب کالج علی گڈھ بعض تحریرات مولانا خلیل احمد صاحب مناسبہ مقام ۔ اس مجموعہ کے متعلق یہ امور قابل تذکرہ ہین ۔

نمبر ۱ یہ مجموعہ ۱۳۲۵ھ کے ختم تک کے مسائل کا ہے اور ابتداء ۱۳۲۶ھ سے مستقلاً جمع کیے جا رہے ہین اونکی نسبت جو حق تعالی کو منظور ہو ۔ نمبر ۲ اس مدت مذکورہ مین جتنے مسائل لکھے گئے ہین یہ سب کا مجموعہ نہیں ہے بعض کسی وجہ سے نقل نہین ہو سکے بعضے غیر ضروری سمجھکر قصداً نقل نہیں کیے گئے اور ایسے بھی بکثرت ہیں بالخصوص زمانہ قیام کانپور کے جوابات تو قریب کل کے مدرسہ جامع العلوم ہی مین محفوظ ہین نمبر ۳ اسکے قبل اسکے بعض اجزاء بلا ترتیب ابواب دو حصے کرکے شائع ہو چکے ہین جو فتاوی اشرفیہ حصہ اول و حصہ دوم کے نام سے مشہور ہین وہ دونون حصے بھی اس مجموعہ مین موجود ہین مگر اونکے مضامین اسمین بوجہ تبویب کے منتشر ہو گئے ہین نمبر ۴ چونکہ پہلے نام سے جو کہ بعض دوستون نے رکھدیا تھا لینے کیوقت بھی اور سننے کے وقت بھی مجکو خجلت ہوتی ہے اسلیے اس مجموعہ کا نام اپنے مرشد علیہ الرحمۃ کے اسم مبارک پر امداد الفتاوی جسکا معنی لغوی کے اعتبار سے بھی مناسب ہونا ظاہر ہی رکھتا ہون اور چونکہ اسکے دو حصے اور نام سے شائع ہو چکے ہیں جنکے بعد اسی نام کے آیندہ حصون کا لوگون کا انتظار تھا محض اس پتہ لگنے کی مصلحت سے کہ اسکو نئی کتاب نہ سمجھین اس جدید نام کے ساتھ بقاعدہ ترجیح العقل علی الطبع لفظ معروف بہ فتاوی اشرفیہ اضافہ کیے جانے کو

گوارا کرتا ہون اور یہ گوارائی وسوقت تک محدود ہے جب تک اس جدید نام کی شہرت نہ ہو جاوے اور بعد شیوع کے اس کے مابعد حصون کے نیچے جنکی ابتدا ۲۶ ھ کے مسائل سے ہو سکتی ہے لوح پر صرف نام ہی لکھے جانے پر اکتفا کرنیکو پسند کرتا ہون ۵ چونکہ احقر کو فرصت بہت کم ہوتی ہے ہر مسئلہ کو اوسکے مناسب باب مین وضع اور نقل کرنے کا کام بعض احباب سے لینا پڑا جس میں بعض مسائل بعض ایسے ابواب میں موضوع ہو گئے کہ بہ نسبت انکے دوسرے ابواب سے زیادہ الصق و اوفق تھے اور چونکہ مبیضہ درست ہونے کے بعد اس کی اطلاع ہوئی جب اس کے تغیر و تبدل میں حرج عظیم تھا کتابت کا بھی وقت کا بھی صرف کا بھی اسلیے بحالہ چھوڑ دیا گیا اور بعض بعض جگہ جہاں خیال آگیا حاشیہ میں الصفحۃ مذکورہ کی طرف اشارہ بھی کر دیا کہ طبع مکرر میں کام آسکے ۶ اگر کسی مسئلہ میں غلطی معلوم ہو مؤلف کو اطلاع کر دیجاوے نیز علماء محققین کی مدد سے اصلاح کا بھی اختیار ہے اور اگر کوئی مضمون اکابر کی تحقیقات کے خلاف ہو تو ترجیح اکابر کے قول کو سمجھی جاوے۔ (الا نادرا ان شاء اللہ)۔ یا اگر اسی کے دو مسئلوں میں تعارض پایا جاوے تو متاخر التاریخ کو کہ اجوبہ کے ختم پر اکثر مقامات میں تاریخ پائی جاویگی راجح سمجھا جاوے اور جہاں تاریخ نہ ہو علماء سے مراجعت کی جاوے ۷ جو مضمون کسی عامی کی قوت فہم سے خارج ہو اوسکے مطالعہ کو ترک کر دیں اور اگر فہم سے خارج نہ ہو مگر کسی عارض سے اغلاق رہجاوے علماء سے حل کر لیں اپنی رائے پر اوس کے حل کرنے مین اعتماد نہ کریں۔ سب کے آخر میں سب منتفعین و ناظرین سے دعاء حسن قبول و حسن توفیق و حسن خاتمہ کی چاہتا ہون۔

زبرہ

اشرف علی التھانوی

لمنتصف ربیع الاولی ۱۳۲۷ھ من الہجرۃ

کتاب الطہارۃ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین دربارہ پاک ہونے چرم اس حیوان کے جو بقضائے اپنی فوت ہوا اور قوم چمار اُسکا گوشت حرام اپنی تصرف مین لاتے اور چرم کو اسکے دباغت دیکر جفت پاپوش وغیرہ طیار کرتے ہین جملہ مسلمانان اہل سنت وجماعۃ مین یہ امر رواج یافتہ ہے کہ بعد وضو کے پاؤن دھوکر اُسمین رکھتے ہین اس صورت مین پاؤن اسکا اور لباس مصلی کا پاک رہا یا نجس ہوا اور دباغت دادہ کا فر چرم اصل مردار کیونکر پاک ہوا۔

الجواب - سوائے خنزیر کے کہ وہ نجس العین ہے اور سوائے انسان کے کہ وہ مکرم و محترم ہے اور سب جانورون کا چرم دباغت سے پاک ہوجاتا ہی اگرچہ وہ جانور مردار ہو وکل اھاب دبغ فقد طھر وجازت الصلوٰۃ فیہ والوضوء منہ الاجلد الخنزیر والادمی لقولہ علیہ السلام ایما اھاب دبغ فقد طھر ہدایہ جلد اول ص۲۴ عن میمونۃ قالت اُھدی لمولاۃ لنا شاۃ من الصدقۃ فماتت فمر بھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الا دبغتم اھابھا فاستمتعتم بہ فقالوا یا رسول اللہ انھا میتۃ قال انما حرم اکلھا ابوداؤد جلد ثانی ص۲۱۳ اور بہت حدیثین اس مضمون کی ہین من شاء فلیرجع الی کتب الحدیث پس جب چرم مدبوغ پاک ہوا تو اسمین ڈالنے سے بھیگا پاؤن ناپاک نہین ہوتا۔

سوال - بہشتی زیور مین وضو مین مسواک کا مسنون ہونا بھی لکھا ہی حالانکہ فقہاء عورتون کے لیے علک کو قائم مقام مسواک کے لکھتے ہین لیکن تخصیص رجال کی کوئی دلیل پائی نہین جاتی احادیث مین ترغیب و فضیلت تمام بیان کی گئی ہے رائے عالی سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب - میرے نزدیک مسنونیت مسواک کی عام ہی لاطلاق الدلیل رہا اقامت علک کا مقام مسواک مین میرے نزدیک معنی اسکے جواز اقامتہ ہی نہ وجوب اقامتہ جو مستلزم ہو نفی مشروعیت سواک کو لعدم دلیل الوجوب فقط۔

سوال - بعد سقوط علقہ و مضغہ جو دم آویگا وہ دم نفاس ہوگا یا نہین۔

الجواب - نہین - فی الدر المختار والنفاس دم یخرج عقب ولد او اکثرہ ولو منقطعا

عضواً عضواً لا اقلہ - فقط

سوال - خروج وصعود ثدیین علامت بلوغ ہی یا نہین - یعنی اگر خروج ثدیین قبل حیض ہوجاوے اور غالب یون ہی ہوتا ہی تو وہ بالغہ قرار دیجاویگی یا نہین اگر بالغہ نہوگی تو بعد جماع اسپر غسل واجب ہوگا یا نہین - بینوا توجروا ؁

الجواب - یہ علامت بلوغ کی نہین ہان مراہقہ کی دلیل ہی - جماع سے اسپر غسل فرض نہین البتہ تعلیما واعتیاداً دیا اس پر تاکید غسل کی کیجاویگی - فی الدر المختار والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل فان لم یوجد فیہما شئ منہا فحتی یتم لکل منہما خمسۃ عشر سنۃ بہ یفتی وایضا فیہ لو کانا مکلفین ولو احدہما مکلفا فعلیہ فقط دون المراہق لکن یمنع من الصلوۃ حتے یغتسل ویؤمر بہ ابن عشر تادیبا فقط ۳ - ذیحجہ ۱۳۱۸ھ

سوال - جس وقت نہانا فرض ہوا اس وقت عورت کے بال کھلے ہوے رہتے پھر گوندھ لئے اسی صورت مین تو نہاتے وقت صرف جڑون کا تر کرنا کافی نہوگا اور چوٹی کھولکر نہانا واجب ہوگا نیز حیض سے نہاتے وقت بھی اصول شعر کا تر کرلینا اور بالون کا نہ بھگونا بھی غالباً کافی ہی غسل جنابت مین اور اس مین غالباً کوئی فرق نہین -

الجواب - فی الہدایۃ - ولیس علی المرءۃ ان تنقض ضفائرہا فی الغسل اذا بلغ الماء اصول الشعر اس سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ غسل کے وقت اگر بال مضفور ہون تو کھولنا واجب نہین خواہ حدث کے وقت مضفور ہون یا نہ ہون دوسرے مطلق غسل کا یہ حکم ہی خواہ وہ غسل جنابت ہو یا غسل حیض ہو فقط واللہ اعلم -

سوال - طہارت بیر مین امام محمد صاحب رح کا قول تین سو ڈول کا جو منقول ہی وہ معلول بعلت ثابت ہوچکی کہ انکے دیار مین اسی قدر پانی کنوون مین ہوتا تھا اب ہمارے دیار کے لوگ خواہ بدہمتی سے یا بے سامانی سے کل پانی کے اخراج مین بہت نالان ہین سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو کنوے ایسے ہین کہ جنکا پانی بوقت تمام یا بسہولت کل نکلسکتا ہے اونکی طہارت کا حکم بھی تین سو ڈول پر دیدینا ثابت ہی یا نہین پھر اگر امام محمد صاحب کے قول حجت لی جاے تو اوس وقت پر نظر کیون نہین ہوتی جو اونکو ملحوظ تھی -

الجواب - واقع مین علی الاطلاق تین سو ڈول کا فتوی مسلک حنفیہ ہی راجح بھی ہی کہ علت پر نظر کیجاوے

تحقیق بودن خروج ثدیین علامت بلوغ

الشقاق زنان بزرگردن بن موی سر وقت غسل

تحقیق قول امام محمد رح نسخ سہ صد دلو

کی جاوے لیکن چونکہ بعض کا فتویٰ علی الاطلاق ہے عوام کی آسانی کے لیے مرجوح قول لے لینا بھی جائز ہے کما صرحوا بہ اسلیے زیادہ تنگی ضروری نہین فقط واللہ اعلم - یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - کتے کا لب نجس ہے پھر کتے کا پکڑا ہوا شکار جسکی نجاست بذریعہ دندان دوران خون کے ساتھ تمام گوشت مین سرایت کر جاتی ہے کیونکر پاک ہوا علاوہ ازین یہ زہریلا جانور ہے جسکا زہر بوسیلہ دوران دم تمام گوشت مین پہونچ جاتا ہوگا تو اوسکا پکڑا ہوا شکار کیونکر حلال ہوگا حالانکہ زہر حرام ہے -

الجواب - اگر شبہہ کرنیوالا مسلمان نہین تب تو اسوجہ سے جواب لاحاصل ہے کہ کفار سے اصول مین گفتگو ہے فروع مین کیون تطویل کلام کیجاوے اور اگر وہ مسلمان ہے تو اوسکو اتنا جواب کافی ہے کہ دلیل شرعی سے جو امر ثابت ہو ہمکو اوسکی لم کی تفتیش اور طبعیات ظنیہ بلکہ وہمیہ کے معارضات کا جواب و تطبیق ہمکو ضروری نہین یہ جواب تو سائل صاحب کے لیے ہی باقی مین آپکا انتظار رفع کرنے کے لیے ایک جواب لکھتا ہون وہ یہ کہ دوران خون کے ساتھ جو کسی شئے کا اثر ساری ہوجاتا ہے اوسکی فاعل روح ہے اور جسوقت اوس صید پر صدمہ پہونچا ہے روح ہمہ تن حسب قاعدہ طبیہ اوس کے دفع کیطرف متوجہ ہوگئی اور اسی فعل مین سراپا مشغول ہوگئی اور یہ مسئلہ فلسفیہ ہے کہ ایک آن مین ایک فاعل دو فعل نہین کرسکتا بلکہ دفع کیساتھ ایصال اثر جمع نہین ہوسکتا ۱۲ اس سے دونون شبہے دفع ہوگئے - واللہ اعلم ۲۸ - جمادی الاخرے سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - وقت غسل کے عورت کو اپنی اندام نہانی کو بذریعہ انگشت تین مرتبہ پاک کرنا فرض ہے یا سنت اور بغیر اسطرح پاک کیے غسل جائز سمجھا جاسکتا ہے یا نہین بعض حضرات فرماتے ہین کہ اگر غسل کرنے سے پہلے اندام نہانی کو بذریعہ انگشت تین مرتبہ پاک نکیا جائیگا غسل سے ناپاکی دور نہوگی انکا یہ فرمانا صحیح ہے یا غلط -

الجواب - نہ فرض ہے نہ سنت اور اسکو ضروری کہنا غلط ہے فی الدر المختار ولا تدخل اصبعها فی قبلها به یفتیٰ واللہ اعلم - ۱۶ - شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - بول اور براز قبلہ کیطرف منھ اور پشت کرکے ممنوع ہے تو استنجا کرنا یعنی آبدست لینا قبلہ کی طرف منھ یا پشت کرکے کیسا ہے ؟

الجواب - چونکہ کوئی دلیل نہی کی نہین اسلئے جائز ہے - ۱۵ - شوال سنہ ۱۳۲۱ھ

احکام اسقاط حمل از نفاس و نماز و روزہ و دفن و کفن

سوال - دو ماہ کا اسقاط ہو گیا مضغہ گوشت جسمین نشانات صورت نمودار تھے گرا اسکا کیا حکم ہے دفن کرنا اور کفن لازم ہی یا نہین اور اس صورت مین جو خون قبل اسقاط یا بعد اسقاط جاری ہو وہ نفاس مین داخل ہی یا نہین نماز روزہ سے ایسی حالت مین کنارہ کش ہونا واجب ہی یا نہین کیونکہ پوری ولادت نہین ہے -

الجواب - فی الدر المختار باب الحیض فی احکام النفاس و سقط ظہر بعض خلقہ کید او رجل او اصبع او ظفر او شعر و لا یستبین خلقہ الا بعد مائۃ و عشرین یوما ولد حکما فتصیر المرأۃ بہ نفساء الی قولہ فان لم یظہر لہ شیئ فلیس بشیئ والمرئی حیض ان دام ثلثا وتقدمہ طہر تام والا استحاضۃ وفیہ باب صلوۃ الجنازۃ والا ای وان لم یستہل غسل وسمی عند الثانی وہو الاصح فیفتی بہ علی خلاف ظاہر الروایۃ اکراما لبنی آدم کما فی ملتقی البحار وفی النہر عن الظہیریۃ وان استبان بعض خلقہ غسل وحشر ہو المختار وادرج فی خرقۃ ودفن ولم یصل علیہ اھ فی رد المحتار مواخذا علی تقدیرہ بمائۃ وعشرین یوما ما نصہ ولکن یشکل علی ذلک قول البحران المشاہد ظہور خلقہ قبل ہذہ المدۃ الی قولہ ایضا ہو موافق لما ذکرہ الاطباء الخ وفیہ علی قولہ والا یستہل ما نصہ شمل ما تم خلقہ ولا خلاف فی غسلہ وما لم یتم وفیہ خلاف والمختار انہ یغسل ویلف فی خرقۃ ولا یصلی علیہ آھ روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی جزا جزاء بدن انسانی سے مثل ہاتھ یا پاؤن یا انگلی یا ناخن یا بال وغیرہ نمودار ہو گیا ہی تو وہ شرعاً بچہ ہی اور اُس کے بعد جو خون آیا وہ نفاس ہی اس لیے نماز ساقط ہو جاویگی اور روزہ دوسرے ایام مین قضا کرے گی اور اس صورت مین اُسکو غسل بھی دیا جاویگا اور ایک کپڑے مین لپیٹ کر بدون نماز دفن کر دیا جاویگا - اور اگر کوئی چیز ظاہر نہین ہوئی تھی تو وہ بچہ نہین ہی نہ اُسکے لیے غسل وکفن ہی نہ قاعدہ کے موافق دفن ہی البتہ چونکہ جزو آدمی ہی اس لیے زمین مین ویسے ہی دبا دینا چاہیے اور اس صورت مین وہ خون نفاس بھی نہین ہی بلکہ دیکھنا چاہیے کہ اس سے قبل حیض آئے ہوئے کتنا زمانہ ہوا اور یہ خون کئی روز آتا ہی اگر حیض آئے ہوئے پندرہ روز یا زیادہ ہو گئے ہوں اور یہ خون کم از کم تین روز آ ہوئے تو حیض ہی اور اگر ایک شرط بھی کم ہو جاوے تو استحاضہ ہی جسمین نماز روزہ سب صحیح ہی واللہ اعلم ۲۹ - ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال - اگر آفتاب ابر کی آڑ مین ہو اور دکھائی نہ دیتا ہو تو اُس طرف کو منہ کرکے پیشاب کرے یا نہین -

الجواب - فی رد المحتار والذی یظہر ان المراد استقبال عینہما مطلقاً لا جہتہما ولا ضوءہما وانہ لو کان ساتر یمنع عن العین ولو سحاباً فلا کراہۃ وان الکراہۃ اذا لم یکونا فی کبد السماء جلد اول صفحہ ۳۵ باب الاستنجاء اس سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ مین اُدھر منہ کرکے پیشاب کرنا درست ہے ۱۴ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال - اگر کسی کے نصف اول مین یا طرف ذکر پر قروح ہون اور پانی پڑنا نقصان کرے تو کیونکر نہاوے کیونکہ بدن پر پانی ڈالنے سے ضرور وہان پر بھی پہونچے گا - کیا اس کو تیمم کی اجازت ہے یا نہین -

الجواب - اوس صورت مین چونکہ اکثر بدن کا غسل متعذر ہے - لہذا تیمم جائز ہے فی الدر المختار تیمم لو کان اکثرہ مجروحاً وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح فی رد المحتار قولہ وبعکسہ وہو لو کان اکثر الاعضاء صحیحاً یغسل الخ لکن اذا کان یمکنہ غسل الصحیح بدون اصابۃ الجریح والا تیمم حلیۃ فلو کانت الجراحۃ بظہرہ مثلاً واذا صب الماء سال علیہا یکون ما فوقہا فی حکمہا فیضم الیہا کما بحثہ الشرنبلالی فی الامداد وقال لم ارہ وما ذکرناہ صریح فیہ اھ واللہ اعلم - ۱۲ جمادی الثانیہ ۱۳۲۲ھ

سوال - داد کے کھجلانے سے جو پانی نکلتا ہے وہ ناپاک ہے یا نہین پانی سے داغ پڑ جاتے ہین تو نماز جائز ہوگی یا نہین

الجواب فی رد المحتار عن المجتبیٰ الدم والقیح والصدید وماء الجرح والنفطۃ وماء البثرۃ والثدی والعین والاذن لعلۃ سواء علی الاصح اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی ناقض ہے - اور در مختار مین ہے وکذا کل ما خرج منہ موجباً لوضوء او غسل مغلظ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی نجس ہے اور نجس مغلظ اسلیے اُن داغونکا دھونا واجب ہے اور نجس مغلظ ایک درہم تک عفو ہے اسلیے وہ داغ اگر پھیلائو مین بقدر درہم کے زائد نہو نماز ہو جاویگی ۷ رمضان ۱۳۲۲ھ

سوال - اونی یا سوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار او جوربیہ ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخاً ویثبت علی الساق بنفسہ ولا یری ما تحتہ ولا یشف اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر اونی یا سوتی موزون مین یہ چند شرائط ہون تو اُنپر مسح جائز ہے - اول گاڑھے اور موٹے ایسے ہون

ع وجہ تعذر کی یہ ہے کہ اس صورت مین سر کو تو بلا تکلف دھو سکتا ہے اسلیے کل کا دھونا متعذر نہوا لیکن سر سے نیچے اگر اعلیٰ بدن دھوتا ہے تو اوس سے اسفل پر پانی پہونچتا ہے جو کہ مضر ہے اسلیے اکثر مین متعذر ہوا البتہ تکلف شدید کیا جاوے تو لیٹ کر ممکن ہے مگر ایسے تکلف کا شرع مین وجوب نہین اور گو دوسرا آدمی کسی عضو سہولت سے نصف اعلیٰ کو غسل دے سکتا ہے مگر قادر بقدرت غیر قادر نہین - یہ احقر کی تحقیق ہے لیکن اگر دوسرے علماء سے بھی تحقیق کر لیا جاوے تو بہتر ہے - ۱۲ منہ عفی عنہ

کہ صرف اُس کو پہنکر اگر تین میل یعنی بارہ ہزار قدم چلیں تو وہ پھٹیں نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر اُس کو پہنکر پنڈلی پر نہ باندھیں تو وہ گریں نہیں۔ تیسرے اُسمیں سے پانی نہ چھنے۔ چوتھے اُس کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آوے یعنی اگر آنکھ لگا کر اُسمیں سے دیکھے تو کچھ نہ دکھائی دے۔ ۱۳۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اس جگہ برف باران بادی بشدت ہوتی ہے۔ سردی بھی بکثرت ہوتی ہے۔ ہوا نہایت تند چلتی ہے وضو کرنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے حتی کہ دست و پا اکثر چند ساعت بالکل معطل رہتے ہیں اس حالت میں تیمم یا مسح سے نماز جائز ہوگی یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب التیمم او برد یھلک الجنب او یمرضہ ولو فی المصر اذا لم تکن لہ اجرۃ حمام ولا ما ید فئہ فی رد المحتار قید بالجنب لان المحدث لا یجوز لہ التیمم خلافا لبعض المشائخ الی قولہ وکانہ لعدم تحقق ذلک فی الوضوء عادۃ وفیہ ایضا نعم مفاد التعلیل لعدم تحقق الضرر فی الوضوء عادۃ انہ لو تحقق جاز فیہ ایضا اتفاقا آھ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر کہیں شاذ و نادر ایسی صورت ہو کہ وضو کرنے سے ہلاکت یا مرض کا غالب اندیشہ ہو اور گرم پانی کرنے کا بھی سامان نہ ہو نہ ایسا کوئی کپڑا ہو کہ اُسمیں لپٹ کر بدن گرم کر لیں ایسی صورت میں تیمم جائز ہے ورنہ جائز نہیں اور پاؤں دھونے کا بدل مسح خفین ہو سکتا ہے ۱۳۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اگر ایک کپڑا پاک کر کے نچوڑا اور وہ کپڑا تر پاک شدہ کسی ناپاک کپڑے یا بورئے پر یا زمین پر رکھا جاوے تو وہ تر کپڑا پاک کیا ہوا ناپاک ہوگیا یا نہیں۔

الجواب فی الدر المختار لف طاھر فی نجس مبتل بماء ان بحیث لو عصر قطر تنجس والا لا ولو لف فی مبتل بنحو بول ان ظھر نداوتہ او اثرہ تنجس والا لا اس سے معلوم ہوا کہ وہ ناپاک کپڑا بوریا وغیرہ اگر کسی نجاست سے ناپاک ہوا ہے تو اُس کے اثر کے آجانے سے یہ پاک کپڑا ناپاک ہو جاویگا ورنہ نہیں اور اگر وہ کسی نجاست سے ناپاک نہیں ہوا بلکہ ناپاک پانی وغیرہ سے ناپاک ہوا تھا تو اگر یہ کپڑا پاک نچوڑنے سے نچڑ سکتا ہے تو ناپاک ہوگیا ورنہ نہیں۔ ۲۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ فل بوٹ یعنی اُس بوٹ پر جس میں ٹخنے چھپے رہتے ہیں مسح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب المسح علی الخفین شرط مسحہ ثلثۃ امور الاول کونہ ساتر محل فرض الغسل القدم مع الکعب او یکون نقصانہ اقل من الخرق المانع فیجوز علی الزربول

لو مشدود الآن يظهر قدر ثلثة اصابع والثاني كونه مشغولاً بالرجل والثالث كونه مما يمكن متابعة المشي المعتاد فيه فرسخاً فاكثر اھ فی رد المحتار قوله مشدود الآن شده بمنزلة الخياطة وهو مستمسك بنفسه بعد الشد كالخف المخيط بعضه ببعض فافهم وفي البحر عن المعراج ويجوز على الجارموق المشقوق على ظهر القدم وله ازرار يشدها عليه تسده لانه كغير المشقوق وان ظهر من ظهر القدم شيئ فهو كخروق الخف قلت والظاهر انه الخف الذي يلبسه الاتراك في زماننا اھ چونکہ اس بوٹ میں تینوں شرطیں جواز مسح کی پائی جاتی ہیں جو روایت بالا میں مذکور ہیں اس لیے مسح اس پر جائز ہے البتہ بوجہ اس کے کہ بجائے جوتہ کے مستعمل ہوتا ہے اس لیے یا بوجہ نجس ہونے کے اور یا بوجہ سوء ادب کے بلا ضرورت اس سے نماز نہ پڑھنا چاہیے
واللہ تعالیٰ اعلم یوم الاضحیٰ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - غسل اناث وذکور کا قیاما وقعودا یکساں حکم ہے یا متخالف حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رض کا بیٹھکر غسل فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

الجواب - یکساں حکم ہے یعنی جائز دونوں ہیں اور قعود باعتبار اس کے کہ استر ہے افضل ہوگا مفسرین نے انی شئتم میں من قیام وقعود سے تعمیم کی ہے تو حالت غسل تو اس سے اہون ہے۔ ۵ محرم سنہ ۱۳۲۳ھ

سوال - کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ زاک یعنی پھٹکری ۲ تولہ کتھہ دو تولہ نیلا تھوتھہ ۶ ماشہ کا منجن بنایا گیا اور امراض دندان کو بہت مفید ہے لیکن مسی کی طرح سیاہ ہو جاتے ہیں۔ آیا یہ سیاہی مثل دھڑی مسی کے مخل وضو وغسل ہوگی۔

الجواب - جو چیز مانع وصول آب نہ ہو وہ مخل طہارت نہیں اسی طرح جو مانع ہو مگر ضرورت ہو وہ بھی مخل نہیں۔ فی الدر المختار ولا یمنع الطہارۃ ونیم وحناء ولو جرمہ بہ یفتی فی رد المحتار قولہ بہ یفتی صرح بہ فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسئلۃ الحناء والطین والدرن معللا بالضرورۃ وفی الدر المختار ولا طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وہو الاصح فی رد المحتار صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورۃ والحرج اھ پس اگر یہ سیاہی مانع وصول آب نہیں جیسا کہ غالب ہے تب تو ظاہر ہی ہے کہ مخل غسل نہیں اور اگر مانع ہونے کا بھی احتمال ہو تب بھی ضرورت ہے لہذا معفو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم - ۱۱ جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ہاتھی پر جو لوگ سوار ہوتے ہین تو ہاتھی چلتے ہین گرمی کے سبب سے سونڈھ کے ذریعہ سے پیٹ کا پانی نکالکر اپنے بدن پر چھڑکا کرتا ہی یہ اُس کی عادت ہی آیا وہ پانی پاک ہی یا ناپاک کیونکہ سوار ہونے والون کے کپڑون پر کم و بیش ضرور پڑتا ہی - فقط

الجواب ناپاک ہی - فی العالمگیریۃ - لعاب الفیل نجس کلعاب الفھد والاسد اذا اصاب الثوب بخرطومہ ینجسہ فتاوای قاضیخان صفحہ ۲۹ مطبع مصطفائی - واللہ اعلم و علمہ اتم - ۷ - رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین کہ پتہ (زہرہ) مچھلی کا پاک ہی یا ناپاک پتہ کا حکم فقہ مین مثل پیشاب کے لکھا ہی مگر مچھلی کے پیشاب کے وجود ہی مین شبہ ہی اور اگر ہو بھی تو بوجہ جانور آبی کے غالباً ناپاک نہو دوسرے یہ کہ مچھلی کا پتہ اگر پاک اجزاء مین شامل کرکے تیل نکالا جاوے تو بوجہ قلب ماہیت و دفع اجزاء نجسہ (مثل راکھ خاکستر عقرب و سرطان) جائز ہے یا نہین -

الجواب ناپاک فی الدر المختار کرہ تحریماً من الشاۃ سبع الحیاء والخصیۃ والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر فی رد المحتار ذکر الشاۃ اتفاقی لان الحکم لا یختلف فی غیرھا من الماکولات آھ ۔ جائز نہین یہ قلب ماہیت نہین بلکہ ایک خاص ترکیب سے اُسکے اجزاء کا لینا یا مرکب ہونے کے بعد مجموعہ نجس کا روغن لینا ہی بخلاف خاکستر کے کہ وہ بالکل ایک نئی چیز بعد استحالہ کے حادث ہوئی ہی اور یہ امر نہایت ظاہر ہی واللہ تعالیٰ اعلم - ۲۹ - رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال - شامی صفحہ ۲۲۱ جلد اول مین متنجس کی کئی قسمین کی ہین - (۱) جسمین نجاست جذب نہین ہوتی (۲) کم جذب ہوتی ہی (۳) بہت جذب ہوتی ہے قسم ثالث کی دو قسم ہین (۱) نچوڑنا ممکن ہی (۲) نچوڑنا ممکن نہین اگر بہت جذب ہوتی ہو اور نچوڑنا ممکن نہو تو محمد رح کے نزدیک طہارت کا کوئی طریق نہین اور ابو یوسف رح کے نزدیک طاہر ہو جاتی ہی کہ تین بار دھو کر خشک کرے جیسے نئے گھڑے وغیرہ سوال یہ ہی کہ روئی کس مین داخل ہی اور اُس کی طہارت کا کیا طریق ہی اور یہ کہنا ممکن ہی کہ یہ نچوڑی نہین جاسکتی اور جذب کثیر کرتی ہی -

الجواب - روئی ظاہراً قسم ثالث سے معلوم ہوتی ہی - بمنزلہ ثوب وغیرہ کے اور نچوڑنا ممکن بھی ہی جیسا کہ

ظاہر ہے۔ ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

سوال۔ شرح وقایہ مین ہی فعند ابی حنیفۃ تماما اللحیۃ ربعہا فرض اسکا کیا مطلب ہی آیا ڈارھی کا مسح بھی فرض ہے یا کہ فقط سر کا مسح فرض ہے ڈارھی کا مسح سنت۔

الجواب۔ اسمین تفصیل یہ ہی کہ اگر ڈارہی ایسی ہو جس کے اندر جلد وجہ کی نظر آتی ہو وہان تو اُس جلد کا بھی دہونا فرض ہے اور اگر جلد مستور ہو تو جس قدر حدود وجہ اور دائرہ وجہ سے نیچے لٹکی ہوا اُسکا مسح سنت ہے اور جو دائرہ وحدود وجہ کے اندر ہو کہ اگر اُن بال کو پکڑ کر کھینچا جاوے تو وجہ سے باہر نرہے تو اُسمین کئی روایتین ہین ایک روایت وہ بھی ہی جو شرح وقایہ مین ہی لیکن صحیح روایت یہ ہی کہ سب کا دھونا فرض ہی۔ ہکذا فی الدر المختار ورد المختار۔ فقط ۱۷۔ محرم ۱۳۲۴ھ۔

سوال۔ بڑے برتن مین پانی موجود ہی لیکن اُسمین سے نکالنے کی کوئی چیز نہین ہی اور ہاتھ اُس کا نجس ہے تو ایسی صورت مین کسطرح وضو کرے اور نماز پڑھے نماز کا وقت جاتا ہی آیا تیمم کرے اور نماز پڑھ لیوے یا کہ قضا کرے۔

الجواب۔ اگر دوسرا شخص موجود ہو اُس سے کہکر پانی نکلوا کر ہاتھ دھولے ورنہ اگر رومال اُسمین ڈالکر باہر نکالکر جو پانی اُس سے ٹپکے اُس سے ایک ہاتھ دھو سکے تو اس طرح کرے یا اگر اُس مین منہ جا سکے تو کلی لیکر اُس سے ہاتھون کو دھولے اگر یہ کچھ بھی ممکن نہو تو ایسی صورت مین تیمم کرکے نماز پڑھے اور اُس کا اعادہ نکرے۔ فی الدر المختار ص ۱۱۶ ولو لم یمکنہ الاغتراف بشیٔ ویداہ نجستان تیمم وصلی ولم یعید اور صورتین رد المحتار مین مذکور ہین۔ ۱۷ محرم ۱۳۲۴ھ۔

سوال۔ اگر کسی کا کپڑا نجس چوتھائی سے زیادہ ہی اور پانی وغیرہ نہین پاتا کہ دہووے ایسی صورت مین نماز جائز ہے اگر جائز ہے تو اعادہ نماز کا بعد کو کرے کہ نکرے۔

الجواب۔ اگر اس کے پاس اور کوئی کپڑا طاہر نہین ہی تو اسی مین نماز پڑھے اور اعادہ نکرے فی الدر المختار شروط الصلوۃ ولو کان ربعہٗ طاہرا صلی فیہ حتما اذا لربع کالکل اھ ۱۷۔ محرم ۱۳۲۴ھ

سوال۔ مین ۱۲ بجے دن کے خواب راحت مین تھا کہ یکایک میری آنکھ کھلی دیکھا مجھے حاجت غسل ہے

عہ وجہ الاستدلال ان السوال ظاہرہ کون النجس اجل من الکل وان کان اکثر من الربع وکون الطاہر اکثر من الربع فلہ حکم الربع بالاولی منہ

غسل کر کے ظہر کی نماز پڑھائی پھر جسوقت پیشاب کیا تو منی آئی مجھے وسوسہ آیا کہ مین نے جماعت با جنابت پڑھائی ہی اب مین نہایت پریشان ہون ۔

الجواب فی رد المحتار وکذا لو خرج منه بقية المنى بعد الغسل قبل النوم او البول او المشی الکثیر نهر ای لا بعده لان النوم والبول والمشی یقطع مادة الزائل عن مکانه بشهوة فیکون الثانی زائلا عن مکانه بلا شهوة فلا یجب الغسل اتفاقا زیلعی اس روایت سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ مین جب احتلام کے بعد[ع] پیشاب کر لیا گیا ہے پھر بعد غسل جو دھات نکلے اُس سے دوبارہ غسل واجب نہین ہوا پہلا ہی غسل صحیح ہے اور نماز وغیرہ سب درست رہی کچھ وسوسہ اور اندیشہ نکیا جاوے ۔

یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ فقہا نے اشیائے نجس کو بہت جگہ استہلاک کی وجہ سے طاہر سمجھا ہے جیسے صابون اور کہگل مین اگر بھوسہ سڑ گیا ہو اور گوبری حتی کہ در مختار مین تو یہانتک لکھدیا ہے کہ پانی اور مٹی مین جو چیز ظاہر ہوگی مرکب اُسی کے تابع ہوگا اگرچہ صاحب فتح نے اس کے خلاف کو ترجیح دی ہی لیکن بہر حال مسئلہ قابل گنجایش ہی پس آجکل ولایتی رنگون مین کہ علی الاغلب اسپرٹ شامل ہوتا ہے اگر گنجایش نکالی جاوے تو کیا ہی گوبری سے بڑھکر اس کی حالت نہین اور عموم بلوے اسکو مقتضی ہے کہ ولایتی کپڑے جسقدر آتے ہین سب انہی رنگو نمین رنگے ہوتے ہین سب کا دھوکر استعمال کرنا علی الخصوص جاڑے کی کچی چھینٹون کا استعمال مشکل ہے خصوصًا امام صاحب رح کے مذہب پر گنجایش بھی ہی کیونکہ اسپرٹ خمر عنبی سے نہین بنائی جاتی ہے اور امام

ع احقر مجیب کے ذہن مین ترتیب غلط یاد رہی کہ پیشاب کے بعد غسل کیا ہو حالانکہ سوال مین ہی کہ غسل کے بعد پیشاب کیا ہی اسلیے جواب اس طرز سے دیا گیا تھا اب موافق سوال کے جواب یہ ہی کہ وہ نماز تو ہو گئی کیونکہ خروج بعد مین ہوا ہی رہا غسل کے بعد جو منی آئی ہو اسمین تفصیل یہ ہی کہ اگر مشی کثیر کا اس کے قبل اتفاق ہوا ہی تو دوبارہ غسل واجب نہین ورنہ واجب ہی سائل اس سوال کے معلوم نہین اگر سائل اس مسئلہ کو دیکھے تو صحیح جواب سمجھکر یاد کرین اگر قاعدہ سے دوبارہ غسل واجب ہوا ہو تو جتنی نمازیں اسکے بعد پڑھی ہون اعادہ کرین اور جو پڑھائی ہون یاد کر کے پڑھنے والونکو اطلاع کر دین جو یاد نہ آوی معاف ہی پھر بھی ایک دو بار مجمع مین اعلان کر دین اور یہ اعادہ اس وقت تک کی نمازون کا ہوگا جب تک اسکے بعد فرض یا سنت غسل نہ کیا ہو اور اسکے بعد کی نمازون کا اعادہ نہین ۱۲ منہ

محمد رح کا مذہب اگرچہ مفتیٰ بہ ہو لیکن اسوجہ سے اُسپر فتوی نہ دیا گیا ہے کہ لوگ پرہیز کرین اس لیے خمر کا تو صحیح ہو اور استعمالاً محل بحث ہی احادیث نے بھی حرمت ثابت ہی نہ کہ نجاست باقی عموم بلوے کی یہ حالت ہی کہ پرہیز مشکل ہے خمی کہ چمڑہ جو جلدون مین لگایا جاتا ہی کہ قرآن مجید تک اس سے محفوظ نہین رہ سکتا

الجواب- فقہار کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب حقیقت مطہر ہے لیکن انقلاب وصف مطہر نہین ردالمحتار ج ۱ ص ۲۵ ۳ سو اس کو انقلاب حقیقت کہنا مشکل معلوم ہوتا ہی بل هو کالدبس لانه عصير جمد بالطبخ رد المحتار ص مذکور اور اسی کے صفحہ ۳۳۵ مین ہی ما يستقطر من دردی الخمر وهو المسمى بالعرقي في ولاية الروم نجس حرام كسائر اصناف الخمر اه پس اسپریٹ کا حال تو اس سے معلوم ہوا اب رہا مرکب سو در مختار کے اس جزئیہ مین تو بہت کلام ہی اور صحیح نجاست ہی ہی رہی ضرورت سو جب ہے کہ تحرز نہو سکے اور یہ مفقود ہی ردالمحتار ص ۳۳۴ مین ہی لو اصابه بلا قصد الخ یا کوئی ضروری شئے بدون اسکے نہ بن سکے رد المحتار ص ۳۶۱ مین ہی بخلاف السرقين اذا جعل في الطين للتطيين لا ينجس لان فيه ضرورة لانه لا يتهيأ الا به حلیہ البتہ یہ بات کہ یہ اشربہ منہیہ سے نہین بنتی محل گنجایش ہے اگر ثابت ہو جاوے تحقیق کیا جاوے۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال متعلق جواب مذکور

اسپرٹ کی نسبت ڈاکٹرون اور ڈاکٹری کتابون سے جہانتک تحقیق ہوا یہی ہی کہ گڑ یا جو کی شراب سے بنائی جاتی ہی- نیز اس مین عموم بلوے گوبری سے بدرجہا زائد ہی ادنیٰ امر یہ ہی کہ ہر تعلیم یافتہ کی جیب مین کچھ کچھ کاغذ و خطوط ہوتے ہین جو عموماً انگریزی روشنائی سے لکھے ہوتے ہین اور ڈاک خانہ شہر کا نام لکھتا ہی وہ تو عموماً انگریزی روشنائی ہوتی ہی بلکہ دیسی روشنائی بھی ولایتی کاجل سے طیار کیجاتی ہے جسکا حال مثل دیگر رنگون کے ہی کتابین جو پریس مین چھپتی ہین اب عموماً ولایتی روشنائی سے چھاپی جاتی ہین اور اب جہانتک علم ہی کوئی مطبع والا دیسی روشنائی سے کتاب نہین چھاپتا ان تمام سے احتیاط نہایت ہی دشوار ہے یون تو گوبری سے بھی احتیاط ممکن ہی مکانین پختہ پلاستر یا گچا کرا کے اسکی طرف سے بے توجہ رکھنا ممکن ہی گوبری کا فائدہ صرف یہ ہی کہ کہگل کے بعد شقاق کو روکتی ہی ممکن ہے کہ اُس شقاق مین مٹی بھری جاوے اسکی نسبت در مختار مین ہی لانه لا يتهيأ الا به اور ظاہر ہی کہ آجکل رنگ بغیر ولایتی پڑیا کے متعسر ہین غرض کہ اعلا گوبری سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے اور ضرورت اُس سے کسیطرح کم نہین نجس بھوسہ کی نسبت

تحقیق متعلق سوال جواب بالا

فقہاء نے تصریح کردی ہی کہ جب سڑکر کہگل مین ملجاوے تو انقلاب حقیقت سمجھا جاویگا اس سے بھی اسکی حالت
کم نہین ہی اسپر اگر نظر کیجاوے ممکن ہی غرضکہ ہر صورت مین اسکی نسبت آسانی معلوم ہوتی ہی۔

الجواب۔ انقلاب حقیقت تو اب تک میرے جی کو نہین لگا البتہ ضرورت و عموم بلوے واقعی
معلوم ہوتا ہے اور اشربہ منہیہ سے نہ بننے کا محل گنجایش ہونا یہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال۔ آپنے بہشتی زیور کے حصہ اول مین لکھا ہی بعد وضو کے انا انزلنا اور دعا پڑہنا چاہیے۔ اور
ملا علی قاری لکھتے ہین کہ اسکے ثابت ہونے کی حدیث موضوع ہی اور پڑہنا اسکا خلاف سنت ہی آیا
ہم کس کے قول کو تسلیم کرین اور آپنے کسی صحیح روایت سے لکھا ہو تو جواب دین۔

الجواب۔ منیۃ المصلی مین انا انزلناہ پڑھنے کو لکھا ہی اور شبہہ کا جواب یہ ہی کہ یہ نہین لکھا کہ اسکا پڑھنا
سنت یا ثواب ہی اور ملا علی قاری اگر خلاف سنت کہتے ہین تو جب کہ اسکو کوئی سنت سمجھے ورنہ کچھ حرج
نہین پس تعارض نرہا فی رد المحتار تحت قولہ واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال واما لو کان داخلا
فی اصل عام فلا مانع منہ لا لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام آہ ج ا ص ۱۳۳ فقط
واللہ تعالیٰ اعلم ۲۰۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ

تحقیق انا انزلناہ بعد وضو

اشتہار شکر تری ولایتی

بخدمت ہمہ مسلمانان و ہندوان واضح باشد کہ شکر تری ولایتی از چقندر و شلغم و تاڑ خرما تیاری شود و برائے
مقطر یعنی صاف کردن او استخوانہائے نرگاوان و ہمہ مردار جانوران و خون نرگاوان استعمال می کنند بدیں وجہ
برخلاف ہنود و مسلمان یعنی ہر دو مذہب ست ایمان ہر دو مذہب را غرق میکند نیز در رائے ڈاکٹران و حکیمان
مضر صحت ست و بیماری طاعون و ہیضہ پیدا میکند علاوہ ازین کروڑہا روپیہ از ہندوستان۔ پنجاب کشمیر
بدیگر ممالک میرود مردمان مفلس شدہ لہذا التماس ست کہ جملہ صاحبان اہل اسلام و ہندوان این ناپاک
شکر تری را مطلقاً ترک کنند کہ برائے مسلمانان و ہندوان (یعنی ہر دو مذہب) واقع حرام ست اگر سلامتی
ایمان بود ہر دو بکار ست شکر تری دیسی بخورند و ولایتی ترک کنند۔ المشتہر خواجہ ملک محمد حسن سوداگر کشمیر

تحقیق شکر ولایتی

سوال متعلق اشتہار مذکورہ۔ دانہ دار شکر جس کی کیفیت ترکیب صفائی اشتہار ہذا مین
بیان کی ہی آیا عندالشرع طاہر و حلال ہی یا نجس و حرام مہربانی فرماکر جواب مفصل و مدلل بیان فرمایئے۔
المرسل محمد عبد الرحمن از گوڑہ ضلع راولپنڈی

الجواب - جہانتک تحقیق ہوا ہڈی تو جلا کر استعمال کی جاتی ہو اور جلکر ہڈی پاک ہوجاتی ہو خواہ کسی جانور کی ہو البتہ بیلوں کا خون کہ دم مسفوح ہی بنص قطعی نجس ہو اور جس چیز مین ملیگا اُسکو نجس کردیگا گو کسی تدبیر سے پھر وہ مقطر اور خارج کرلیا جاوے - لیکن شکر کے اجزا تو اُس سے نجس ہوچکے ہین - اور بجالہا باقی ہین جیسے آٹا شراب مین گوندھ کر روٹی پکائی جاوے گو شراب آگ مین اڑجاتی ہو لیکن اجزائے دقیقہ کہ نجس ہوگئے تھے باقی ہین اس لیے یہ روٹی اُسکی نجس ہوگی کما صرح بہ فی الکتب الفقہیۃ واللہ اعلم مگر یہ جواب بر تقدیر ثبوت اس امر کے ہے ورنہ نہین ۲۴ - جمادی الاخرے ۱۳۲۴ھ

سوال - چلتے یعنی ہرٹ یا چرس والے کنوئے مین گوبر گرتا رہتا ہو پانی پاک ہو یا ناپاک بچنا ضروری یا نہین -

الجواب فی رد المحتار مسائل البیر و فی التاتارخانیۃ ولهذا ذکر محمد رحمہ فی الاصل روث الحمار والخثی (ای البقر والفیل) واختلفوا فیہ فقیل ینجس ولو قلیلا او یابسا وقیل لو یابسا فلا والاکثر ھم علی انہ لو فیہ ضرورۃ وبلوی لا ینجس والا ینجس اھ جلد اول ص ۲۲۷ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اُس سے بچنا مشکل ہو تو قلیل عفو ہے - ۱۴ محرم ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر جوتی کنوئین مین گرگئی اور وہ اب نہین نکلتی تو کیا کرنا چاہیے اور اگر نکل گئی تو کسقدر پانی نکالنا چاہیے -

الجواب فی الدر المختار ینزح کل ماءها بعد اخراجہ الا اذا تعذر کخشبۃ او خرقۃ متنجسۃ اگر نکل سکے تو نکالنے کے بعد اور اگر نہ نکل سکے تو بدون اُسکے نکالے ہوئے کل پانی نکالا جاوے اور اگر جوتی پاک تھی تو کوئی حرج نہین فقط - ۱۱ - ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال - ترکیب الصلوۃ مین لکھا ہے کہ دودھ یا روغن اگر ناپاک ہوجاوے تو اُسمین تین حصے پانی ملا کر آگ پر پکانا شروع کرے جب سب پانی جلجاوے صرف دودھ و روغن رہجاوے تو پاک ہوگیا درست ہے اُسکو استعمال کرے -

الجواب فی الدر المختار ویطہر لبن وعسل ودبس ودھن یغلی ثلاثا فی رد المحتار عن الدرر ولو تنجس العسل فتطہیرہ ان یصب فیہ ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود الی مکانہ والدھن یصب علیہ الماء فیغلی فیعلو الدھن الماء فیرفع بشیء ھکذا ثلث مرات اھ وھذا عند ابی یوسف

خلاف فالمیمن وھو اوسع وعلیہ الفتوی ج ۱ ص ۳۴۵ روایت ہذا سے معلوم ہوا کہ اس طریق سے پاک ہو جاویگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

سوال۔ کپڑے نجس کی طہارت کے لیے فقہاء نے نچوڑنا اسقدر شرط لکھا ہے کہ طاقت اُس سے زائد کی نہ ہو حتےکہ اس سے زائد طاقت والے کے لیے طاہر نہوگا یہ مسئلہ بہت مشکل ہے لازم آتا ہی کہ ایک کے دھوئے ہوئے کپڑے سے دوسرا نماز نہ پڑھ سکے۔

الجواب۔ فی الدر المختار ویطہر محل غیرھا ای غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل لو مکلفا والا فمستعمل طہارۃ محلھا الی قولہ طہر بالنسبۃ الیہ دون ذلک الغیر فی رد المحتار لان کل احد مکلف بقدرتہ ووسعہ ولا یکلف ان یطلب من ھو اقوی لیعصر ثوبہ مجموعہ عبارتین سے معلوم ہوا کہ اگر مستعمل کو غلبہ ظن زوال نجاست کا ہو تو اُس کے حق مین بھی پاک ہی اور اگر نہو مگر غاسل نے اپنی قوت پوری خرچ کی تھی تو غاسل کے حق مین پاک ہی مستعمل کے حق مین پاک نہین ہی اور چونکہ یہ صورت قلیل ہے لہذا کوئی مشکل لازم نہین آتی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۶۔ رجب ۱۳۲۵ھ

سوال۔ جنازہ کی نماز کے واسطے وضو کیا اُس وضو سے نماز فرض پڑھ سکتا ہے اگر نہین پڑھ سکتا تو کسو جہ سے بینوا توجروا

الجواب۔ پڑھ سکتا ہے۔ ۱۵۔ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ امام کو اندر نماز بعد تحریمہ یاد آیا کہ استنجا ڈھیلے سے کیا پانی نہین لیا تو اب کیا کرے۔

الجواب اگر نجاست مخرج سے متجاوز نہین ہوئی تو استنجا پانی سے سنت ہی اور اگر متجاوز ہو گئی تو اگر قدر درہم سے زائد نہین ہوئی تو دھونا واجب ہی اور اگر زائد ہو گئی تو دھونا فرض ہی۔ اور اگر نماز مین یاد آیا تو صورت اخیرہ مین نماز باطل ہو جائیگی [عہ] اور دوسری صورت مین مکروہ تحریمی ہوگی۔ اور پہلی مین مکروہ تنزیہی والغسل سنۃ ویجب ان جاوز المخرج نجس در مختار وفی موضع آخر منہ وعفی عن قدر درہم وان کرہ تحریما فیجب غسلہ وما دونہ تنزیہا فیسن وفوقہ مبطل فیفرض اھ واللہ اعلم

گزاردن نماز فرض بوضوئے جنازہ - یاد آمدن استنجا در نماز

عہ پس صورت اخیرہ مین نماز توڑ دے اور دوسری مین پوری کر کے اعادہ کر لے اور پہلی مین اعادہ بھی ضرور نہین ۱۲ منہ

سوال۔ شیر اور گرگ اور کتا وغیرہ جو جانور کہ مردار ہیں اُنکی کھال اور استخوان اور چربی وغیرہ کو استعمال مین مسلمان لوگ لاسکتے ہین یا نہین اگر لاسکتے ہین تو کس طریقہ سے فقط۔

الجواب۔ مردار جانورون کی کھال سوائے آدمی وخنزیر کے دباغت سے پاک ہو جاتی ہی اُسکا استعمال جائز ہی اور ہڈی اور پٹھہ اور سینگ اور بال اور اون سب پاک ہین انتفاع انسے جائز ہی اور چربی مردار کی ناپاک ہی اسکا کسیطرح استعمال نہ چاہیے ولا یبیع جلود المیتۃ قبل ان تدبغ ولا باس ببیعها والانتفاع بها بعد الدباغ ولا باس ببیع عظام المیتۃ وعصبها وصوفها وقرنها وشعرها ووبرها والانتفاع بذلک کله ۱۲ ہدایہ ج ۲ اص ۷ ۲ وکذلک الزیت اذا وقع فیه ودک المیت فان کان الزیت غالباً جاز بیعه وان کان الودک غالبا لم یجز والمراد من الانتفاع حال غلبۃ الحلال الانتفاع فی غیر الابدان واما فی الابدان فلا یجوز الانتفاع به کذا فی المحیط ۱۲ عالمگیری ج ۳ ص ۱۳۱ فقیل یا رسول اللّٰه ارأیت شحوم المیتۃ فانه یطلی بها السفن ویدهن بها الجلود ویستصبح بها الناس فقال لا هو حرام ۱۲ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۷ فقط ۱۹۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۱ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین متین ومفتیان شرع مبین کہ جھوٹا برتن کتے کا تین مرتبہ دھو ڈالنی سے پاک ہو جاتا ہی بموجب کتب فقہ کے چنانچہ ایک سند اسکی یہ بھی ہی کہ ابن عدی نے کامل مین ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت کی ہی کہ جسوقت کتا کسی کے برتن مین مونھہ ڈالدے پس چاہیے کہ اُسکو خالی کرے اور تین بار دھو ڈالے پس مطلب سائل یہ ہی کہ ظروف دھات مس وچاندی وغیرہ وظروف گلی وظروف لکڑی وظروف چینی یہ سب اقسام کے برتن تین مرتبہ دھو ڈالنے مین داخل ہین اور پاک ہو جاتے ہین یا نہین یا کچھ فرق وتفصیل انمین ہی بینوا توجروا۔

الجواب۔ جس برتن مین نجاست جذب نہو وہ تو صرف تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور جسمین جذب ہوتا ہو جیسا مٹی کا نیا برتن اور مانند اُسکے وہ بقول مفتے بہ تین بار دھونی اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہی اور خشک کرلینے سے مراد یہ ہی کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جاوے وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعها در مختار وان علم تشربه کالخزف الجدید والجلد المدبوغ بدهن نجس والحنطۃ المنتفخۃ بالنجس فعند محمد لا یطهر ابدا وعند ابی یوسف ینقع فی الماء ثلثا ویجفف کل مرۃ والاول اقیس والثانی

اوسع اھ وبہ یفتی درر ۱۲ شامی جلد اول صـ۲۲۱ واللہ اعلم ۲۴ شوال ۱۳۱۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین کہ گدے و رضائی مین نجاست غلیظہ پڑجاوے تو روئی نکالکر پاک کرنا شرط ہی یا کیا اور صبی و صبیہ کے پیشاب مین ما بین مدت رضاعت طہارۃ مثل پیشاب بالغین کے کرنا چاہیے یا کچھ فرق ہی۔

الجواب۔ روئی نکالنا شرط نہین بلکہ مع روئی تین بار دھو ڈالنا کافی ہی اور نچوڑنا کچھ ضرور نہین اگر دشوار ہو بلکہ تین بار پانی بہا دینا اور ہر بار تقاطر موقوف ہوجانا کافی ہی اور اگر نچوڑنا دشوار نہ ہو۔ تو تینون بار نچوڑنا چاہیے وقدر بغسل وعصر ثلاثا فیما ینعصر وبتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر در مختار قولہ ای غیر منعصر ای بان تعذر عصرہ کالخزف او تعسر کالبساط افادہ فی شرح المنیہ رد المختار جواب سوال ثانی۔ صبیہ اور صبی کا پیشاب نجاست غلیظہ ہی اگرچہ دودہ پیتا ہو وبول غیر ماکول ولو من صغیر لم یطعم در مختار اور احادیث نضح بول غلام کے محمول ہین ترک تکلیف شدید پر نہ طہارۃ پر یا نجاستہ خفیفہ پر کما فی محلہ واللہ اعلم۔

کتاب الصلوٰۃ

تغنی بالقرآن در نماز

سوال۔ اگر کوئی شخص قرآن شریف بطور راگ ادا کرے اُسکے پیچھے نماز درست ہے یا نہین۔

الجواب۔ اگر وہ پڑھنے والا محض تحسین صوت کرتا ہی تو عین خوبی ہی اور ایسے کے پیچھے نماز جائز بلکہ افضل ہے عن البراء بن عازب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن تزید القرآن حسنا رواہ الدارمی اور اگر حروف کو اسقدر گھٹاتا بڑھاتا ہو کہ جس سے الفاظ و معانی متغیر و غلط ہوجاوین تو ایسے کی نماز خود بھی نہین ہوتی[ع] مقتدیون کی تو اُس کے پیچھے کس طور ہوگی عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرؤا القرآن بلحون العرب واصواتہا وایاکم ولحون اھل العشق ولحون اھل الکتابین وسیجیء بعدی قوم یرجعون

[ع] یعنی جبکہ معنے مین بھی تغیر اور فساد ہوجاوے اور اگر صرف حروف گھٹ بڑھ جاوین اور معنے مین فساد نہ ہو تو گو نماز ہوجاوے گی مگر کراہت شدیدہ ہوگی ۱۲ منہ

بالقرآن ترجیع الغناء والنوح لایجاوز حناجرھم مفتونۃ قلوبھم وقلوب الذین یعجبھم شانھم رواہ البیہقی فی شعب الایمان ورزین فی کتابہ ۱۲ من المشکوٰۃ فی کتاب فضائل القرآن واللہ اعلم

سوال- اس مسئلہ مین علماء دین کیا ارشاد فرماتے ہین کہ درمیان عصر و مغرب سجدہ تلاوت و نماز جنازہ و قضاء فرض یا اور کوئی نماز کسی طرح کی ادا کرنا جائز ہے یا نہیین -

الجواب - درمیان عصر و مغرب قبل تغیر شمس سجدہ تلاوت و نماز جنازہ و قضاء فرض و وتر جائز ہے اور نوافل و سنن ممنوع ہین اور وقت تغیر شمس کے یہ سب چیزین ممنوع ہین تسعۃ اوقات یکرہ فیہا النوافل وما فی معناھا لا الفرائض ھکذا فی النہایۃ والکفایۃ فیجوز فیہا قضاء الفائتۃ وصلوۃ الجنازۃ وسجدۃ التلاوۃ کذا فی فتاوی قاضیخان (وقال بعد اسطر) منہا ما بعد صلوۃ العصر قبل التغیر ھکذا فی النہایۃ والکفایۃ ۱۲ عالمگیری جلد اول ص۵۱ ثلث ساعات لا یجوز فیہا المکتوبۃ ولا صلوۃ الجنازۃ ولا سجدۃ التلاوۃ اذا طلعت الشمس حتی ترتفع و عند الانتصاب الی ان تزول وعند احمرارھا الی ان تغیب عالمگیری جلد اول واللہ اعلم

سوال- کیا فرماتے ہین علماء شرع متین ان مسئلون مین (۱) کہ مسجد مین اگر دوہرا فرش مع مقتدیون و امام کے ہو تو درست ہی یا نہیین (۲) ایک امام جامع مسجد ہی اور وہ نماز کے فرائض او رواجبات و سنن و شکنندہ وغیرہ بخوبی جانتا ہی اور قرآن شریف صحیح خوان ہی مگر عالم نہیین ایک عالم وارد ہوا تو نماز وہ امام حی جو ہمیشہ قدیم سے موجود ہی پڑہاوے یا وہ عالم نووارد پڑھاوی اور وہ عالم بلا اجازت امام حی کے نماز پڑھاوے درست ہی یا نہیین اور نماز بغیر اجازت امام حی کے موجود ہوتے عالم کو پڑھانی درست ہی یا نہیین یا امام حی کو بلا اجازت عالم کے نماز پڑہانی درست ہی یا نہیین اور اس صورت خاص مین نماز ہو جاتی ہی یا نہیین -

الجواب- للسؤال الاول- دوہرے فرش پر نماز درست ہی وان یجد حجم الارض در مختار تفسیرہ ان الساجد لو بالغ لا یتسفل راسہ ابلغ من ذلک فصح علی طنفسۃ وحصیر وحنطۃ وشعیر وسریر طحطاوی جلد اول صـ۲۳۲ الجواب للسؤال الثانی صورت مذکورہ مین استحقاق امامت کا امام حی کو ہے وہی نماز پڑہاوے اسکو عالم کی اجازت کی کچھ حاجت اور ضرورت نہیین اور اُس عالم کو بغیر اجازت امام حی کے نماز پڑھانا نہ چاہیے - اور اگر پڑہاوے تو نماز جائز

ہو جاویگی[ع] باقی استحقاق امام حی کو ہے فی سنن ابی داؤد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤم الرجل فی بیتہ ولا فی سلطانہ ولا یجلس علی تکرمتہ الا باذنہ ص۸۷ وفیہ ایضاً قال علیہ السلام من زار قوماً فلا یؤمہم ولیؤمہم رجل منہم ص۹۵ دخل المسجد من ھو اولی بالامامۃ من امام المحلۃ فامام المحلۃ اولی کذا فی القنیۃ عالمگیری جلد اول ص۸۲ واللہ اعلم

سوال - مردے نیت چہار رکعت سنت خواہ نفل نمودہ یک رکعت با تمام رسانیدہ باداے رکعت دوم برخاست درین ضمن کسے تکبیر نماز فرض گفت اداکنندۂ نفل وسنت ہر چہار رکعت تمام نماید یا بر دو رکعت اکتفا سازد ودو رکعت باقی را قضا کند یا نے -

تکبیر شدن در اثنائے سنت

الجواب - اگر در اثناء سنت یا نفل تکبیر شد بر دو رکعت سلام دادہ در جماعت داخل شود راجح[ع] واشہر ہمین ست والشارع فی نفل لا یقطع مطلقاً ویتمہ رکعتین وکذا سنۃ الظہر وسنۃ الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الامام یتمہا اربعا علی القول الراجح لانہا صلوٰۃ واحدۃ ولیس القطع للاکمال بل للابطال خلافا لما رجحہ الکمال در مختار قولہ خلافا لما رجحہ الکمال حیث قال وقیل یقطع علی راس الرکعتین وھو الراجح لانہ یتمکن من قضائہا بعد الفرض ولا ابطال فی التسلیم علی الرکعتین فلا یفوت فرض الاستماع والاداء علی الوجہ الاکمل بلا سبب الخ اقول وظاہر الہدایۃ اختیارہ وعلیہ مشی فی الملتقی ونور الایضاح والمواہب وجمعۃ الدرر والفیض وعزاہ فی الشرنبلالیۃ الی البرہان وذکر فی الفتح حکی عن الغدی انہ رجع الیہ لما راٰہ فی النوادر عن ابی حنیفۃ رح وانہ مال الیہ السرخسی والبقالی وفی البزازیۃ انہ رجع الیہ القاضی النسفی وظاہر کلام المقدسی المیل الیہ ونقل فی الحلیۃ کلام شیخہ ابن کمال ثم قال وھو کما قال ہذا وما رجحہ المصنف صرح بتصحیحہ الولوالجی وصاحب المبتغی والمحیط ثم الشمنی وفی جمعۃ الشرنبلالیۃ وعلیہ الفتوی شامی مجتبائی جلد اول ص۴۷۹

ع یعنی مع الکراہتہ البتہ اگر یہ امام حی قرآن غلط پڑہتا ہو اور عالم صحیح پڑہتا ہو تو امام حی کی امامت درست نہین وہ عالم پڑہا وے - ۱۲ منہ

ع لیکن اگر کسے بر قول دیگر کہ اتمام اربع سنتہ در سنن عمل کند گنجایش دارد ۱۲ منہ

پس بعد نماز فرض اگر سنت بود بہر چہار قضا کند و اگر نفل بود ہیچ لازم نیاید وقضی رکعتاین لونوی اربعا غیر موکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ولقض فی خلال الشفع الاول او الثانی ای ولتشہد للاول والا یفسد الکل اتفاقا در مختار بالطحطاوی مصری صفحہ ۲۹۶ ج ا واللہ اعلم

سوال- کیا حکم ہے شریعت کا اسمین کہ مسجدون مین فضول باتین کرنا اور شوروغل مچانا اور اودہم مچانا اور لغویات بکنا کیسا ہی۔

الجواب:- مسجدین عبادت کے لیے بنائی گئی ہین انمین اگر عبادت مین لگا رہنا چاہیے یا کوئی دین کی بات ہو اسکا بھی مضایقہ نہین وہ بھی عبادت ہے مگر ایسی واہیات باتون کے واسطے بیٹھکین ہوتی ہین پس مسجد کو بیٹھک ٹھیرانا بہت بری بات ہے یہ لوگ قابل سزا کے ہین فی صحیح البخاری عن السائب ابن یزید قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت الیہ فاذا عمر بن الخطاب فقال اذہب فائتنی بہذین فجئتہ بہما فقال ممن انتما او من این انتما قالا من اہل الطائف قال لو کنتما من اہل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقول المساجد کلہا متساویۃ فی ہذا الحکم فقط ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ

سوال- ایک جامع مسجد کہ جس کا طول ۳۰ گز اور عرض ۱۲ گز ہے اگر چاہین کہ قرآن شریف دو جگہہ مسجد مذکور مین دو حافظ بیچ تراویح کے پڑہین اور درمیان مین کوئی آڑ روک ایسی کر دی جاوے کہ ایک دوسرے کی آواز سے حرج واقع نہ ہو آیا یہ جائز ہے یا نہین۔

الجواب- ایک مسجد مین دو جگہہ تراویح پڑہنا بشرطیکہ از راہ نفسانیت نہو اور ایک کا دوسرے سے حرج نہو جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ ایک ہی امام کے ساتھہ سب پڑہین فی البخاری عن عبد الرحمن

عہ یہ مطلب نہین کہ بیٹھک مین یہ علی الاطلاق جائز ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ علاوہ قباحت ذاتیہ کلام فضول کے یہ عارضی قباحت مزید ہے ۱۲ منہ عہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان یکون حدیثہم فی مساجدہم فی امر دنیاہم فلا تجالسوہم فلیس للہ فیہم حاجۃ رواہ البیہقی ۱۲ منہ عہ نعم المسجد النبوی اولی والحری باعتبار کون المتحدثین بقرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکن التساوی باعتبار اصل الحکم ثابت ۱۲ منہ

ابن عبد القارى انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة فى رمضان الى المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه ويصلى الرجل فيصلى بصلوته الرهط فقال انى ارى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم على ابى بن كعب الحديث جلد اول ص ۲۶۹ اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح متفرق پڑھنے والوں پر تشنیع نہیں فرمائی پس معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے اور ایک امام کے ساتھ پڑھنے کو افضل فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے واللہ اعلم ۲۲ - ذی الحجہ ۱۳ھ

سوال - چہ حکم ست اندرین صورۃ کہ دو سہ مردم بعد ادائے نماز فرض کہ امام بجماعۃ تراویح مشغول است دران مسجد حاضر شدند ان اشخاص نماز فرض بجماعۃ ادا نمایند یا علیحدہ علیحدہ خوانندہ شامل جماعۃ تراویح شوند و بازش نماز وتر را با امام بخوانند یا تنہا چونکہ امام را بجماعۃ فرض نیافتہ است۔

در بجماعت خواندن متخلف فرض را

الجواب - اگر دو سہ مردم بعد ادائے جماعۃ فرض کہ امام بتراویح مشغول است در مسجد آمدند فرادے فرادے فرض گذاردہ شامل امام شوند و نماز وتر با امام خوانند اگرچہ فرض با امام نیافتند ولو ترکوا الجماعة فى الفرض لم يصلوا التراويح جماعة لانها تبع فمصليه وحده يصليها معه در مختار اما لو صليت بجماعة الفرض وكان رجل قد صلى الفرض وحده فله ان يصليها مع ذلك الامام شامى جلد اول ص ۴۷۶ ولو لم يصلها اى التراويح بالامام او صلاها مع غيره له ان يصلى الوتر معه بقى لو تركها الكل هل يصلون الوتر بجماعة فليراجع در مختار قوله فليراجع قضية التعليل فى المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان يصلى الوتر بجماعة فى هذه الصورة لانه ليس بتبع للتراويح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله انتهى چلپى طحطاوى مصرى جلد اول ص ۲۹۷ ازین روایۃ معلوم شد کہ ہرگاہ نماز تراویح کہ تابع فرض ست متخلف جماعۃ فرض را بجماعۃ گزاردن جائز ست پس وتر کہ نہ تابع تراویح و نہ تابع عشا بجماعۃ گزاردن چگونہ روا نباشدؔ۔

عہ ونیز در صغیری بعبارۃ صریحہ ہمین حکم مذکور ست وھو ھذا واذا لم يصل الفرض مع الامام قيل لا يتبعه فى التراويح ولا فى الوتر وكذا اذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه فى الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه فى ذلك كله ۱۲ منہ

اتمام تشہد مسبوق در قعدہ اولیٰ

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کے ساتھ قعدۂ اولےٰ میں ملا اور قبل اس کے کہ مسبوق تشہد ختم کرے امام اُٹھ گیا تو مسبوق امام کی متابعت کرے یا تشہد ختم کرکے اُٹھے۔

الجواب۔ اس صورت میں مسبوق تشہد ختم کرکے اُٹھے بدون ختم کرنے تشہد کے نہ اُٹھے ہکذا فی ردالمختار عبارتہ ہذا قولہ لایتابعہ الخ ای ولو خاف ان تفوتہ الرکعۃ الثالثۃ مع الامام کما صرح بہ فی الظہیریۃ وشمل باطلاقہ مالو اقتدی بہ فی اثناء التشہد الاول او الاخیر فحین قام امامہ او سلم ومقتضاہ انہ یتم التشہد ثم یقوم۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وقت تکبیر اولیٰ

سوال۔ تکبیر اولےٰ کا ثواب کب تک حاصل ہوتا ہے یعنی تکبیر اولےٰ میں شریک نہیں ہوا بلکہ فاتحہ یا ختم سورہ قبل رکوع کے شریک ہوا تو ثواب تکبیر اولےٰ کا ملیگا یا نہیں۔

الجواب۔ اس میں کئی قول ہیں ایک تو مقارنۃ تکبیر امام کے یعنی دونوں ساتھ کہیں۔ دوسرے قبل فراغ ثناء امام کے تیسرے اگر مقتدی موجود تھا تو تین آیت پڑھنے سے پہلے اور اگر بعد میں آیا تو سات آیت پڑھنے سے پہلے چوتھے الحمد ختم کرنے سے پہلے پانچویں پہلی رکعت میں شریک ہوجانے سے وتظہر فائدۃ الخلاف فی وقت ادراک فضیلۃ تکبیرۃ الافتتاح فعندہ بالمقارنۃ وعندہما اذا کبر فی وقت الثناء وقیل بالشروع قبل قراءۃ ثلاث آیات لو کان المقتدی حاضرا وقیل سبع لو غائبا وقیل بادراک الرکعۃ الاولیٰ وہذا اوسع وہو الصحیح اھ وقیل بادراک الفاتحۃ وہو المختار خلاصہ ۱۲ شامی واللہ اعلم

حکم اقتدا بعد سلام امام

سوال۔ زید بعد ایک سلام امام کے شریک ہوا تو باقی نماز کے واسطے کب کھڑا ہوکر شروع کرے اور بعد لفظ سلام کے شرکت جماعۃ کی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ صورۃ مسئولہ میں شرکت امام کے ساتھ صحیح نہیں ہوئی پس تحریمہ از سر نو کہکر اپنی نماز تنہا پوری کرے تحریمہ اولےٰ باطل ہوگیا کیونکہ اقتداء موضع انفراد میں مفسد نماز ہے اور یہ موضع انفراد کا تھا کما فی الدر المختار فی واجبات الصلوۃ وتنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیۃ واللہ اعلم

حکم تسلیم مسبوق سہواً مع الامام

سوال۔ مسبوق نے امام کے ساتھ بھول کر سلام دونون طرف پھیر دیا اور اپنے یا دوسرے کے کہنے سے اُسی وقت یا کچھ توقف کر کے کھڑا ہو گیا۔ ان چارون صورتون مین سجدۂ سہو لازم ہی یا نہین

الجواب۔ اگر امام سے پہلے یا اُسکے ساتھ سہواً سلام پھیرا تو سجدۂ سہو لازم نہین جمیع صور مندرجہ سوال مین کیونکہ یہ ہنوز موتم ہے اور سہوِ موتم سے سجدہ لازم نہین اور اگر بعد سلام امام کے پھیرا تو سجدۂ سہو لازم ہے علے عموم الصور المذکورۃ ولا سجود علیہ ان سلم سہوا قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفردا حینئذ بحر ۱۲ شامی فی بحث سجود المسبوق سہوا ج ا ص ۹۹ ۴ه۔ اور اس مسبوق کو قبل کلام وتحویل عن القبلۃ بنا جائز ہے و یسجد للسہو ولو مع سلامہ للقطع مالم یتحول عن القبلۃ او یتکلم در مختار با شامی ج ا ص ۵۰۵۔ اور دوسرے کے کہنے سے کھڑے ہونے مین احتیاط یہ ہے کہ اُسکے کہنے کے ذرا بعد کھڑا ہو تاکہ قیام اپنی رائے سے ہو اُسکا امتثال نہ ہو کیونکہ نمازی کو غیر نمازی کے امتثال کا مفسد غیر مفسد ہونا مختلف فیہ ہے اگرچہ اصح عدم فساد ہی حتیٰ لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیا للزاہدی ومر یاتی فیہ در مختار ۱۲ قولہ ومر فی باب الامامۃ عند قولہ ویصف الرجال وقدمنا عن الشرنبلالی عدم الفساد وتقدم تمام الکلام ہناک ۱۲ شامی ج ا ص ۴۱۸ فقط واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

طریق اتمام رکعات مسبوق را بعد فراغ امام

سوال۔ جو شخص فرض ظہر یا عصر کی چوتھی رکعت مین شریک ہوا وہ تین رکعت باقی کس طور سے ادا کرے کس رکعت کے بعد جلسہ کرین اور کن رکعتون مین ختم سورۃ کرے کے رکعۃ بدون سورۃ کے پڑھے اور جو شخص تیسری رکعت مین شریک ہوا وہ دو رکعت باقی کس طور سے ادا کرے جو مغرب کی تیسری رکعت مین امام کے ساتھ شریک ہوا وہ اپنی دو رکعت باقی کس طور سے ادا کرے جلسہ اور ختم سورۃ کن رکعت مین کرے۔ فقط

الجواب جسکی کوئی رکعت امام کے ساتھ فوت ہو گئی ہو اس کو مسبوق کہتے ہین اُس کی باقی نماز حق قراءت مین اول ہوتی ہے اور حق تشہد مین آخر ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرہا فی حق تشہد در مختار پس

جو شخص ظہر یا عصر مین چوتھی رکعۃ مین شریک ہوا بعد فراغ امام کے کھڑا ہو کر ثنا و اعوذ پڑھکر فاتحہ و سورۃ پڑھے اور یہ رکعت پوری کر کے قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر وہ رکعت بھی فاتحہ و سورۃ سے پڑھکر پچھلی رکعت فقط فاتحہ سے پڑھکر نماز تمام کرے اور جو تیسری مین شریک ہوا وہ دونون رکعتین فاتحہ و سورۃ سے پڑھے اور اُن دونون کے بیچ مین جلسہ نہ کرے دونون کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے فارغ ہو۔ جو مغرب کی تیسری مین شریک ہوا وہ دونون مین فاتحہ و سورۃ پڑھے اور ہر رکعۃ پر بیٹھے فقط واللہ اعلم

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمار دین اس مسئلہ مین کہ اس جوار مین یہ معمول ہی کہ بعد خطبہ عید کے منبر سے اُتر کر مصلے پر بیٹھکر بعوض بعد صلوٰۃ عید دعا مانگتے ہین یہ فعل شرعًا کیسا ہی۔ بینوا توجروا

الجواب۔ کہین ثابت نہین اگرچہ دعا ہر وقت جائز ہے مگر یہ تخصیص بلا دلیل شرعی ہے البتہ بعد نماز کے آثار کثیرہ مین مشروع ہے اور دُبر الصلوٰۃ اوقات اجابت دعا بھی ہی۔ بہر حال بعد نماز دعا نکرنا اور بجائے اُسکے بعد خطبہ مقرر کرنا تغیر سنت ہی اور قابل احتراز و ہذا کلہ ظاہر واللہ تعالے اعلم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمار دین مسائل مفصلہ ذیل مین کہ خطبہ جمعہ مشتمل بر اشعار اردو فارسی وغیرہ کے پڑھنا کیسا ہے جائز ہے یا نہین اور اگر ہے تو بلا کراہت جائز ہے یا باکراہت اور درصورت جواز کے کہ بلا کراہت ہو اوسے کیا ہی اور کس طرح خطبہ کی عادت کرنی چاہیے یعنی اردو وغیرہ کے اشعار والا خطبہ پڑہا کرے یا فقط عربی کے الفاظ اور عبارات پر اقتصار لازم ہی کہ علی وجہ المسنون ادا ہووے اور طریقہ سلف صالحین اور عمل علمار عاملین کیا ہے۔

دوم یہ کہ قیام مروجہ مولد شریف کا منکر یا تارک کیسا ہے آیا کافر ہے یا خارج از سنت و جماعت۔ اور اس کی امامت جائز ہے یا نہین اور نیز زید کہ بوجہ اختلاف علمار کے کہ رحمت ہے درصورت شرکت مجلس مولد شریف اور قیام قاری کے اتباعًا للقائمین بلا اکراہ غیر طوعًا قیام کرتا ہی اور درصورت خود قاری ہونے کے قیام نہین کرتا ہے اور سائلین مسئلہ قیام سے بلا تامل یون کہدیتا ہی کہ مسئلہ معلوم مین اختلاف علما ہی لیکن میرے نزدیک مانعین کو ترجیح ہے اور قائین کو بھی علما کرام امت خیر الانام جانتا ہون اُنکو کسیطرح متہم نہین کرتا ہون آخر ہمیشہ سے علمار مین اختلاف ہے اور اسی بنا پر اتباعًا للقاری قیام کرتا ہون اور اگر میرے نزدیک قیام بالکل بے اصل ہوتا تو ایسی مجالس مین مجکو شرکت کی کون ضرورت تھی جسکا خلاصہ عقیدہ تساوی جانبین معلوم ہوتا ہے تو پھر ایسی صورت مین زید کو منکر

قیام قرار دیکر کافر یا خارج از سنت وجماعت کہکر زید کی امامت کو منع کر سکتے ہین یا نہین - یا زید مسلمان
ہی رہیگا اور اُس کی امامت بلا تأمل مثل دیگر مسلمانان قرار دیجاوے گی پھر اگر عمرو کہ مولوی بشیر الدین
صاحب قنوجی کے کہ عمل بالحدیث مین مشہور رہین اور قصص اُنکے معلوم ہین ہم عقائد لوگون اور مولوی
صاحب کے ہوا خواہون اور توابعین سے بلا تکلف ملاقات کرتا ہے اور سلام علیک بھی مثل دیگر
اشخاص کے کرتا ہے اور اِن کی موت وحیات ودیگر رسوم دنیوی وغیرہ مین شریک بلا تأمل ہوتا ہو
علاوہ ازین فساق ظاہر الفسق کی تعظیم وتکریم دنیوی اور پیام وسلام مین ملوث ہو لیکن بوجہ نفسانیت
کے حقیقت مین اور بوجہ مذکور بالا ظاہر مین زید کو کافر اور خارج از سنت وجماعت کہکر سلام علیک
کرنا منع اور اسکی امامت کو ناجائز کہتا ہے اور تمام مسلمانون کو اس ابلہ فریبی سے گمراہ کرتا ہے اور
ہر ایک مسلمان کو اُنکے عقیدہ مین گمراہ اور کافر ٹھیراکر موجب شر وفساد گوناگون ہوتا ہے تو ایسے شخص
کا کیا حکم ہے اور یہ مفتی ماجن ہے یا نہین اور بحکم حدیث صحیح کے وہ قول اسکا بہ نسبت زید کے مثل
فوارہ ہوتا ہے یا نہین اور کفر کہا ہوا اس کا اسی پر آتا ہے یا نہین درصورت عود کفر کے یا بزنا دُنفاق اس
کی امامت یعنی عمرو کی جائز ہے یا نہین اور ایسے شخص کا شرع مین کیا حکم ہے وجد اللہ بینوا ومن اللہ توجروا

الجواب واللہ سبحانہ الموفق للصواب اشعار فارسی وغیرہ خطبہ مین پڑہنا جائز ہین اسواسطے
کہ جب خطبہ بقدر تشہد مسنون کے زبان عربی مین پڑھا اور کچھ اشعار فارسی یا اُردو وغیرہ مین تو خطبہ
بقدر مسنون زبان عربی مین ادا ہوگیا اور اشعار فارسی وغیرہ واسطے تفہیم عوام کے اور پند ونصیحت
کے کچھ منافی خطبہ کے نہین پس جواز اشعار فارسی وغیرہ مین کچھ تأمل نہین اور اگر بالفرض خطبہ بالکل
کسی زبان مین سوائے عربی کے پڑھا جب بھی عند الامام ابی حنیفہ جائز ہوا اور اسی پر فتوے ہے قال
فی الدر المختار وکفت تحمیدۃ او تہلیلۃ او تسبیحۃ للخطبۃ المفروضۃ مع الکراھۃ وقالا
لابد من ذکر طویل واقلہ قدر التشہد الواجب انتہی وقال ایضاً وصح شروعہ بتسبیح
وتہلیل وسائر کلم التعظیم کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان وشرطا عجزہ و
علی ھذا الخلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوٰۃ انتہی وقال فی رد المحتار وشرطا عجزہ عن
التکبیر بالعربیۃ والمعتمد قولہ بل نسیاق مایفید الاتفاق علی ان العجز غیر شرط انتہی اور
ان اشعار فارسی وغیرہ پڑھتے ہین ،

جواب سوال مذکورہ از مولوی ارشاد حسین صاحب

کراہت نہین لیکن سلف صالحین اور علماء معتمدین سے منقول خطبہ تمامہ زبان عربی مین ہے اور یہی اولیٰ ہے بسبب موافقت سنت کے اور اسی کی عادت کرنا چاہیئے اور قیام تعظیمی ذکر مولد شریف کا منکر نہ کافر ہے اور نہ خارج ہے فرقۂ ناجیہ اہلسنت و جماعت سے پس اقتدا سے اُس کے منع کرنا بہت بُرا ہے نماز پیچھے اُسکے جائز ہے اور کافر کہنے والا اُس کا بھی کافر نہین مرتکب ہے امر قبیح کا نماز پیچھے اُسکے جائز ہے اور بلاشبہ ایسا شخص کہ بلاوجہ کسی مسلمان پر حکم کفر کا کرتا ہے داخل ہے حکم مفتی ماجن مین منع کرنا اور باز رکھنا اسکا ایسے امر سے مسلمانون پر لازم ہے۔ فقط۔ واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم۔ العبد محمد ارشاد حسین۔

اقول مستعیناً باللہ سبحانہ وتعالیٰ دونون جواب صحیح نہین واقعی خطبہ مین اشعار وغیرہ پڑہنا غیر مستحسن ہے اور مکروہ کے دو معنی ہین ایک بوجہ دلیل مستقل کے دوسرے بوجہ مخالفت سنت کے پس اگر اشعار مذکورہ تغنی کے ساتھ پڑھے جاوین تو مکروہ بالمعنے الاول ہے ورنہ بالمعنی الثانی یؤیدہ ما فی احکام النفائس وسئلت ایضا عما اعتادہ اکثر خطباء زماننا من قراءۃ الخطبۃ بالعربیۃ وتضمین بعض الاشعار الفارسیۃ او الھندیۃ ھل یجوز ذلک فاجبت بان قراءۃ الاشعار فیھا ان کان بالغناء الممنوع عنہ فی الشریعۃ فلاریب فی کراھتھا وان کان بالعربیۃ لما فی نصاب الاحتساب ھل یجوز للمذکر ان یقرء علی المنبر دوبیتی کما اعتادہ مذکرو زماننا فالجواب انہ ورد فی الحدیث

عہ اگر کراہت تحریمی کی نفی مقصود ہے تو صحیح ہے اور اگر کراہت تنزیہی کی نفی مقصود ہے تو صحیح نہین اور جب اسپر اصرار ہوگا تو کراہت مین شدت ہو جاویگی اور اوپر جو استدلال مین کہا گیا ہے کہ بقدر مسنون زبان عربی مین ادا ہو گیا الخ یہ اسلیے صحیح نہین کہ خطبہ اگر قصیر ہو تو وہ تمام خطبہ ہے اور اگر طویل ہو تو وہ بھی تمام خطبہ ہے جیسا قراءۃ مفروضہ مین تصریح ہے کہ اگر قدر فرض سے زائد قراءت ہو تو وہ مجموعہ فرض ہوگی اور امام صاحب کا رجوع جیسا صلوٰۃ مین ہے اسی کے حکم مین خطبہ کا ہونا بھی کتب فقہ مین مصرح ہے اور عبارت درمختار مین جو عجز کو غیر شرط کہا ہے تو نفس صحت یعنی ادائے فرض کے لیے نہ کہ جواز بلا کراہت کے لیئے ۱۲ اشرف علی عفی عنہ

عہ جواب اول کی تصحیح اُس کے اس جزو مقصود کے اعتبار سے ہے لیکن سلف صالحین الے قولہ عادت کرنا چاہیے۔ ۱۲ منہ

من أشراط الساعة ان توضع الاخیار و ترفع الاشرار وان تقرأ المثناة علی رؤس الناس و
المثناة هی التی تسمی بالفارسیة دوبیتی من صحاح الجوهری والفقه فی منعه انه غناء وانه
حرام فی غیر المنبر فما ظنک فی موضع یعد للوعظ والنصیحة قال العبد اصلحه الله وقد ظفرت
علی هذا الحدیث بعد ما کنت اجلس للعامة فی المنابر بتوفیق الله اکثر من ثلاثین سنة
فحمدت الله علی انی وان کنت لم اعلم بحرمة هذا الفعل ولکنی لم اذکر مثناة یعنی
دوبیتی قط فی منبر ما جلست فیه انتهی کلامه وان لم یکن بالغناء فالکراهة لکونه
مخالفا للسنة داخلا فی اصناف المبدعة وکذا قراءة بعض الخطبة بالعربیة وبعضها
بالفارسیة لا تخلو عن الکراهة للتقریرات السابقة فلیحفظ هذا کله فان الناس عنه غافلون
یرتکبون امرا شنیعا ویحسبون انهم یحسنون اور اہل سنت وجماعت سے خروج بسبب بدعت
کے ہوتا ہی اور بدعت کے معنے درمختار مین یہ لکھے ہین وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول
لا بمعاندة بل بنوع شبهة اھ اور صاحب ردالمحتار نے اس تعریف کو ابن حجر کی طرف نسبت
کیا ہے اور شمنی سے دوسری تعریف کہ صدق مین اسی کے مساوی ہے نقل کی ہی ما احدث علی
خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلعم من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان
وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما اھ اور قیام متعارف کا معروف ومتلقی عن الرسول ہونا کسی
دلیل سے کہ جسکی مخالفت جائز نہو مشکل ہے صراحتہً تو کہین ثبوت نہین وہو ظاہر رہا تواعد کلیہ سے
سو وہ متردد فیہ ہے فریق ثانی بھی کلیات سے استدلال کرتا ہی اور کسی طرح مثبت کو منکر پر ترجیح
نہین بلکہ مانع بظاہر موافق طرز سلف کا ہی ایسی حالت مین اگر فعل کا بدعۃ نہ ہونا بھی عرق ریزی سے
ثابت ہو جاوے تو مغتنم ہے نہ کہ عدم فعل کا بدعۃ وخلاف سنت ہونا۔

علی اننی راض بان احمل الهوی	واخلص منه لا علی ولا لیا

گر ترجیح مثبت کی بھی مسلم ہو تب بھی استحسان غایۃ ما فی الباب ثابت ہوگا نہ سنیت دوجوب
اور مستحب منصوص کا تارک قابل ملامت وخارج اہل سنت وجماعت سے نہین ہوتا چہ جائیکہ
مستحسن قیاسی اور قیاس بھی غیر مجتہدین کا جا فہم بلکہ جب فعل مستحب کو عوام جہلا ضروری سمجھنے لگین
تو اسکا ترک اولیٰ بلکہ ضروری ہو جاتا ہی اور ایسی حالت مین اس فعل کو فقہا مکروہ فرماتے ہین فے

الدر المختار وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجہلۃ یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ اھ فی الرد المحتار قولہ فمکروہ الظاہر انہا تحریمیۃ لانہ یدخل فی الدین ما لیس منہ ط اھ بہر حال زید کسی طرح مبتدع وخارج اہل سنت وجماعت سے نہیں البتہ عمرو اس تشدید وتکفیر وتبدیع وتجاوز عن حدود الشرع کے سبب سخت مبتدع ہے اس کی امامت مکروہ ہے فی الدر المختار یکرہ امامۃ مبتدع اھ اور مسلم سنی کو کافر یا بدعتی کہنا معصیۃ اور اسپر اصرار فسق ہے اور فاسق کی امامت بھی مکروہ ہے فیہ ایضاً وفاسق اھ پس عمرو کی امامت دو وجہ سے مکروہ ہے اور دو وجہ کراہت کے جمع ہونے سے کراہت اشد ہو جاویگی کما لا یخفی اور زید کی امامت بلا شبہ بلا کراہت جائز ہی اور تقریر بالا سے جب عمرو کی غلطی فاحش ثابت ہوئی اس کا ماجن ہونا بھی معلوم ہو گیا ایسے مفتی کو فتوی دینے سے ممانعت کرنا حاکم پر واجب ہو سے الدر المختار بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ اھ قولہ کتعلیم الردۃ الخ وکالذی یفتی عن جہل شرنبلالیۃ عن الخانیۃ رد المحتار ہذا ما عندی والعلم الحقیقی عند اللہ تعالی فقط کتبہ اشرف علی عفی عنہ من اصاب فقد اجاد واصاب فیما افاد حررہ محمد عبد الغفار عفا عنہ رب العباد بجاہ الرسول والہ الامجاد۔

الجواب صحیح شیر علی عفی عنہ قد اصاب من اجاب محمد صدیق دیوبندی۔

حکم تارک صلوٰۃ عمداً

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین حق بیچ اس شخص کے جو بلا عذر شرعی فرض نماز کو ترک کرے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔ اور اسکے ساتھ اختلاط اور ساتھ کھانا پینا اور بولنا کیسا ہے۔ اور اگر زوجین میں ایک ایسا ہو تو نکاح باقی رہیگا یا نہیں اور صحبت حلال ہوگی یا حرام اور اولاد کیسی ہوگی اور اگر بعد مرنے اس شخص کے زجراً اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں تو کیسا ہے۔ اور اگر نصیحت نماز سے برا مانے یا کوئی کلمہ استخفاف وانکار کا کہے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا فقط۔

الجواب۔ تارک الصلوٰۃ عمداً کے باب میں علما کے اقوال مختلف ہیں۔ صحابہ میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت عبد اللہ بن مسعودؓ وحضرت عبد اللہ بن عباسؓ وحضرت معاذ بن جبلؓ وحضرت جابر بن عبد اللہؓ وحضرت ابو الدرداءؓ وحضرت ابو ہریرہؓ وحضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اور غیر صحابہ میں سے۔ امام احمد بن حنبلؒ واسحاق بن راہویہؒ ونخعیؒ وایوب السختیانیؒ وابو داؤد طیالسیؒ

وابوبکر بن ابی شیبہ رح کا قول ہے کہ وہ شخص کافر ہوجاتا ہے اور حماد بن زید رح ومکحول رح وامام شافعی رح وامام مالک رح کے نزدیک کافر تو نہین ہوتا مگر قتل کیا جاوے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کفر اور قتل کا حکم نہین کیا جاتا مگر قید شدید مین رکھنا چاہیے اور خوب سزا دینا چاہیے اور اسقدر مارین کہ بدن سے خون بہنے لگے یہانتک کہ توبہ کرے یا اسی حالت مین مرجاوے (تفسیر مظہری ونفع المفتی ودر مختار) اور اُس سے اختلاط وخورونوش وگفتگو ترک کردینا چاہیے کہ اسوقت بجاے حبس اسقدر ممکن ہے اور حبس کی غرض بھی یہی ہے کہ تنگ ہوکر توبہ کرے (حدیث کعب بن مالک کی اسباب مین دلیل ہے) اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب بنی اسرائیل معاصی مین واقع ہوئے عالمون نے منع کیا وہ باز نہ آئے پس اُنکے پاس بیٹھنے لگے اور اُن کے ساتھہ کھانے پینے لگے پس اُنکے دلونکا اُنکے دلونپر اثر پڑگیا پس لعنت کی انپر اوپر زبان داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کے یہ اسوجہ سے ہوا کہ انہون نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ راوی کہتے ہین کہ آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے اُٹھ بیٹھے فرمایا کبھی تمکو نجات نہوگی جب تک اہل معاصی کو مجبور نہ کروگے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ اور بعض علماء نے اُس شخص کو کافر کہا ہے اُن کے نزدیک نکاح باقی نرہیگا اور صحبت حرام ہوگی اور اولاد ولد حرام ہوگی معاذ اللہ منہ اور زجر کے لیے اگر اہل علم وفضل اسکے جنازے کی نماز نہ پڑھین تو جائز ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدیون وقاتل نفس پر نماز نہ پڑھی تھی اور جیسا فقہاے حنفیہ نے قاطع طریق ومکابر وباغی وقاتل احد الابوین پر نماز نہ پڑھنے سے بغرض اُنکی اہانت کے منع کیا ہے (در مختار) اور امام مالک رح سے منقول ہے کہ اہل فضل فساق پر (جیسے بے نماز) نماز نہ پڑھین تاکہ اُنکو عبرت ہو (نووی شرح مسلم) اور اگر نماز سے تنفر یا اعراض ظاہر کیا یا تحقیر واستہزاء سے پیش آیا کافر ہوجائیگا کیونکہ اہانت حکم شرعی کی کفر ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ کتبہ اشرف علی عفی عنہ (اشرف علی ۱۳۰۰)

ہو العلیم الخبیر۔ صد آفرین مجیب مصیب کو کہ امر حق کو کریز قلم فرمایا جزاہ اللہ (از گروہ اولیا) سبحانہ خیر الجزاء۔ حررہ العبد الخامل محمد عادل عاملہ اللہ تعالی بفضلہ الشامل واصلح حالہ بلطفہ الکامل فی العاجل والآجل۔ صح الجواب۔ حررہ سید محمد احسان الحق عفی عنہ (سید محمد احسان الحق) (محمد عادل حاکم محکمہ شرعی)

ہو المصیب واقعی نماز کا ترک کرنیوالا بحیثیت ترک صلوٰۃ ایسی ہی زجر وتوبیخ کا مستحق ہے جو مجیب مصیب نے تحریر فرمایا ہے۔ کتبہ العبد الضعیف محمد علی عفی عنہ

عسہ مگر اور کسی شخص سے نماز پڑھوا دین ۱۲ منہ

ذلك الجواب لاریب فیه خررہ العبد الراجی غفران اللہ القوی محمد عبد الغفار اللکھنوی عفی عنہ الجواب صحیح والمجیب نجیح احمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ دارالعلوم کانپور

سؤالؑ - قرأۃ خلف الامام در نماز ماثورست یانہ وحنفیہ از چہ باتباعش کوشیدہ اند و در نماز جنازہ سورۂ فاتحہ خواندن ہم سنت ست یا مستحب یا مکروہ و ممنوع مسح گردن اندر وضو مستحب ست یا بدعت - بینوا توجروا

الجواب - خلص کلام درین باب آنست کہ احادیث باب بر سہ نوع منقسم ست بعضے دلالت بر وجوب دارد وبعضی دلالت بر جواز کما فی قولہ لا تقولوا الا بام القرآن وبعضے دلالت بر امتناع دارد کما ذکرہ الامام محمد فی موطاہ رجوع نمودیم باقوال وافعال صحابہ آنہا را مختلف یافتیم رجوع بقیاس نمودیم وجوہ ترجیح وتطبیق بعضے اختیار شتی بر آمد فکل اخذ بما رأے علماء حنفیہ احادیث وجوب را محمول بر مطلق قرأت عام از حقیقیہ وحکمیہ یعنی تبعاً للامام داشتند کما ہو مؤید ببعض الروایات مثل قولہ علیہ السلام من کان لہ امام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ الحدیث او کما قال وحرمت را بر جواز ترجیح دادند کما ہو مقرر فی اصولہم لئلا یلزم تکرار النسخ پس عمل بر دلائل وجوب در ضمن قرأۃ امام بدست آمد باقی ماند دلائل جواز و منع اگر جائز را ترک کنیم ملامتی نیست بخلاف ارتکاب ممنوع کہ محل خطر ست این ست مسلک حنفیہ - اما کلام در سنیۃ قرأۃ فاتحہ در صلوٰۃ جنازہ پس باید دانست کہ سنت بدو معنے اطلاق کردہ میشود یکے آنکہ احیاناً برائے بیان جواز وغیر آن از مصالح شرعیہ شارع علیہ السلام فعلے کردہ باشند وبدین معنے سنیت فاتحہ در صلوٰۃ جنازہ انکار کردہ نمیشود چنانکہ ابن عباس رض اقتصارا سنت فرمودہ اند دیگر آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقصد استحسان آن چیز عمل کردہ باشند چنانکہ اکثر اطلاق این لفظ بر ہمین معنے ست باین معنے در سنیت فاتحہ کلام ست امام صاحب رح نفی فرمودہ اند و دیگر فقہا باثبات کوشیدہ اند و اگر انصاف کنیم و قول ترمذی را بیاد آریم الفقہاء ہم اعلم بمعانی الحدیث از مجتہدان مطالبہ میرسد کہ این معنے از کجا تعیین کردند در حق شان استفتا و قلب در شرح صدر کافی ست پس رفتن امام صاحب بسوئے سنیت بالمعنی الاول و دیگر ائمہ بسوئے معنی

ؑ یہ تحقیق ما یتعلق بالا حادیث میں لکھنا زیادہ مناسب تھا - ۱۲ منہ

ف: تحقیق معنی احادیث قرأت خلف الامام و فاتحہ در نماز جنازہ و مسح گردن در وضو

ثانی گنجایش دارد از ایشان طلب دلیل بمنزلہ طلب دلیل ست از صیر فیان در حکم کردن بہ جودۃ ورداءۃ فضۃ وذہب فافہم والضعف علاوہ بران ابن عمرؓ کہ بشدید التفحص والاتباع از سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بود در جنازہ فاتحہ نمی خواند کما رواہ مالک رح فی موطاہ۔ این روایت ہم موید ابی حنیفہ رحمت مزید بران لفظ حدیث فاخلصوا لہ الدعاء رواہ ابن ماجہ مؤید ست مر رائے امام صاحب را کہ اصل صلوٰۃ جنازہ دعاست واخلصوا چگونہ اشارہ لطیف می کند کہ غیر دعا بدعا مشوب نکردہ شود از ہمین جا اگر بہ نیت ثنا و دعا خوانند اجازت میفرمایند وفعل شافعی اگر بر ہمین معنے محمول کردہ شود بجاست بہر حال شرح صدر مجتہدی وفعل ابن عمرؓ ولفظ اخلاص مؤید رائے امام ہمام ست چہ خوشتر کہ اگر خوانند بہ نیت دعا خوانند کہ عمل بالحدیث ہم میسر شود واز اختلاف کبراء دین ہم بیرون آیند واللہ اعلم۔ اما مسح گردن پس علما بر سہ شعب راہ گرفتند سنیت واستحباب وکراہت۔ اقرب الی التحقیق قول ثانی ست روایات حسان درین باب وارد شدہ کہ مفید استحسان عمل وثبت فضائل میتوان شد ذکر تلک الروایات وحید عصرہ المولوی عبدالحی اللکھنوی فی رسالۃ تحفۃ الطلبۃ فی مسح الرقبۃ واللہ اعلم فقط

سوال۔ کانپور احقر کا وطن اقامۃ تھا وہان سے قنوج گیا وہان سے یہان دگورکھپور، آیا حال مین تو اس وجہ سے کچھ تردد نہین پیش آیا کہ بوجہ نیت اقامۃ ہوجانے کے وہان بھی اتمام کرتا رہا لیکن اگر کوئی صورت ایسی ہی فرض کیجاے اور تسلیم کیا جاوے کہ ایک شخص کانپور وطن اقامۃ چھوڑکر اس نیت سے قنوج گیا کہ دو چار دن کے بعد گورکھپور آوے گا اور یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ کانپور سے قنوج مدۃ سفر نہین تو اب لوٹتے وقت قنوج وکانپور کے مابین قصر ہے یا نہین۔ احقر کے خیال مین یون آتا ہے کہ قصر ہونا چاہیے کیونکہ وطن اقامۃ یا سفر سے باطل ہوتا ہے یا دوسرے وطن اقامۃ سے یا وطن سے لہذا قنوج تک جانے سے کانپور کا وطن اقامۃ ہونا باقی رہا لہذا قنوج سے گو مدۃ سفر کا ارادہ ہے مگر بیچ مین وطن بھی ہے لہذا جب تک اوس سے تجاوز نہو تب تک سفر کا حکم نہ ہوگا جیسے کوئی شخص پانچ منزل کا قصد کرکے چلے اور دو منزل پر اوسکا وطن اصلی ملتا ہو تو بلا تجاوز وطن اصلی اوسپر مسافر ہونے کا حکم نہ ہوگا جو جناب والا کی رائے ہو اوس سے مطلع فرمادین۔

در بیان بطلان وطن اقامت بسفر

ع یعنی بلا التزام ۱۲

الجواب - بطلان بالسفر کے معنے بطلان بابتدار السفر ہین گو سفر انتہا تک نہ پہونچے پس جب اگر کہیں کے ارادہ سے سفر کیا تو کانپور وطن اقامت نہ رہا اور قنوج پہونچنے کے وقت جب تک پندرہ یوم کی نیت نہ ہو وطن اقامت نہوگا اس بنا پر یہ شخص سفر مین ہے تو کانپور آنے کے وقت جب تک پندرہ یوم کی نیت نہ ہو قصر کرنا چاہیے - قولہ قنوج تک جانے سے کانپور کا وطن اقامت ہونا باقی رہا - قولی ابتداء سفر شرعی سے کانپور وطن اقامت نہ رہا قولہ بیچ مین وطن اقامت ہے قولی - وطن اقامت دوسرے وطن اقامت سے باطل ہوجاتا ہے لہذا قنوج اقامت سابقہ سے وطن اقامت نہین ہے واللہ اعلم -

سوال - عورتین تشہد مین رفع سبابہ کرین یا نہ اگر انکے لیے بھی رفع کا حکم ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو بہشتی زیور مین لکھدینا چاہیئے - یہ امر زیادت تستر کے ضرور خلاف ہے لیکن کسی نے اس جگہ فرق بین الرجال والنساء نہین لکھا -

الجواب - چونکہ فقہاء نے باب صفۃ الصلوٰۃ مین التزام کیا ہے کہ جن احکام مین مرد اور عورت مین تفاوت ہے اسکی تصریح کردی ہے اور رفع سبابہ مین اسکی تصریح نہین ہے یہ دلیل ہے اسکی کہ یہ حکم مشترک ہی رہا شبہ زیادت تستر کے خلاف ہونے کا سو ضعیف ہے کیونکہ رفع یدین عند التحریمہ بالاتفاق مشروع و مسنون ہے اور یقیناً اسمین اشارہ بالسبابہ سے زیادہ کشف ہے - فقط

سوال - ایک شخص کا وطن اقامت کانپور ہے، وہان سے وہ سہارنپور کی نیت سے روانہ ہوا لیکن چونکہ کسی ضرورت سے اوناؤ جانا ضروری تھا لہذا اول اوناؤ گیا وہان سے کانپور ہوتا ہوا سہارنپور گیا تو اس صورت مین یہ شخص اناؤ مین امد جاتے آتے اناؤ اور کانپور کے درمیان مین قصر کرے یا اتمام میرا خیال یہ ہے کہ اتمام کرے اور جس وقت بعد واپسی از اناؤ کانپور سے بسوے سہارنپور روانہ ہوا اس وقت قصر کرے کیونکہ وطن اقامت یا تو وطن اصلی سے ساقط ہوتا ہے یا دوسرے وطن اقامت سے یا سفر سے اور اناؤ نہ تو وطن اصلی ہے نہ وطن اقامت اور بوجہ ہونے کانپور واپسی کا قصد ہے لہذا کانپور وطن اقامت باقی رہا اسلیے اناؤ کی آمد و رفت کا سفر شرعی غرنہین ہے واپسی کے وقت راہ مین اور کانپور آکر قصر نہ کرنا چاہیئے -

الجواب - چونکہ نیت اقامت مین یہ شرط ہے کہ وہ موضع صالح اقامت کا ہو اور مفازہ کو غیر صالح کہا گیا ہے لہذا یہ دیکھنا چاہیئے کہ اناؤ سے واپسی کے وقت کانپور کے ملند داخل ہو کر جاویگا خواہ ذیل سے اتر کر

ف رفع سبابہ در تشہد زنان ۱۲

ف معنی بطلان وطن اقامت بسفر

یا ریل ہی شہر کے درمیان مین نکلے گی یا کہ کانپور سے باہر باہر جاویگا اگر اندر ہوکر جاویگا تب تو کانپور سے اوناؤ چلتے وقت سفر کا ارادہ ہی نہین ہوا اور اس چلنے سے کانپور کا وطن اقامۃ ہونا باطل نہین ہوا جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر کانپور سے باہر باہر کو جانے کا ارادہ ہی تو جسوقت کانپور سے اوناؤ کو چلا ہی سفر کا ارادہ متحقق ہوگیا اور کانپور وطنِ اقامۃ نہ رہا اور کانپور کو لوٹنا اسلیے اسمین قادح نہین ہوا کہ مسافۃ محل اقامۃ نہین اور سفر مبطل لوطن الاقامۃ سے مراد انشاء السفر ہے نہ وجود السفر کما صرح بہ فی الدر المختار فقط واللہ اعلم

سوال - مین اپنی حالت پہلے عرض کرچکا ہون کہ قیام فتحپور کی بظاہر امید نہین نہ میرا کوئی مکان نہ وہان میرا کوئی اسباب دار مسکونہ کا ایک ثمن نانی صاحبہ کا ہے جو بطور وصیت مجکو ملسکتا ہی وہ بالکل ناکافی اور چونکہ وہان کوئی عزیز و قریب نہین سب غیر ہی غیر ہین اس لیئے مکان خریدنا بنوانا ایسا ہی ہی جیسے کہین پردیس مین بنوانا اسلیے کیا عجب ہی کہ اسی پر رائے قرار پائے کہ قنوج مین مکان تعمیر کیا جائے گو ابھی تک وہان کے قیام کی بھی کوئی مستقل رائے قائم نہین ہوئی اب دریافت طلب یہ ہی کہ فتحپور میرا وطن رہا یا نہین اور مین وہان جاکر قصر کیا کرون یا اتمام صرف اتنا تعلق میرا باقی ہے کہ نانی صاحبہ وہان رہتی ہین وبس نیز نانی صاحبہ کے وہان نہ ہونے کی صورۃ مین اگر کسی وجہ سے جانا ہو تو کیا حکم ہی ایسی حالت مین قنوج کا کیا حکم ہے قصر کیا کرون یا اتمام نکاح کرنے سے فقہا اتمام کا حکم دیتے ہین بشرطیکہ وہین قیام کا ارادہ ہو جائے حتی کہ اگر دو تین جگہہ نکاح کرے اور عورت کو وہان سے لانے کا ارادہ نہو تو تینون جگہہ اتمام کا حکم ہے اور میری حالت یہ ہے جو مذکور ہوئی لهذا تردد ہی رہا کرتا ہے کہ مجھپر قصر ہے یا اتمام -

الجواب - فتحپور یقیناً ایک زمانہ تک آپکا وطنِ اصلی رہچکا ہے اب جب تک دوسرے مقام کو وطنِ اصلی بنانے کا عزم نہ کیا جاویگا وہ بدستور وطن اصلی رہے گا اور چونکہ ابھی اسپر آپ کی رائے قرار نہین پائی لهذا فتحپور مین اتمام واجب ہی فی الدر المختار الوطن الاصلی یبطل بمثلہ وفیہ الاصل ان الشیء یبطل بمثلہ وبما فوقہ لا بما دونہ اھ اور اب تک مجکو اس مسئلہ مین شرح صدر نہین ہوا کہ صرف تزوج سے وہ جگہ اُسکے لیے وطنِ اصلی ہو جاتا ہے مین سمجھتا ہون کہ تزوج سے جبکہ اہل کو وہان سے لیجانے کا ارادہ نہو غالباً اس شخص کا بھی ارادہ اُسکو وطن اصلی بنانے کا اور خود ہمیشہ کے لیے بود و باش کرنے کا ہو جاتا ہے اس بنا پر اُسکو وطن بنانے کا سبب قرار دیدیا ہے ورنہ مدار خود اسکی نیت اتخاذ وطنِ اصلی پر ہے اگر میرا یہ سمجھنا صحیح ہے تب تو قنوج ہنوز آپ کا وطنِ اصلی نہین بنا اور اگر

مطلق تاہل سے وطنِ اصلی ہوجاتا ہے تو وطنِ اصلی مین تعدد ممکن ہے جیسا فقہا نے تصریح کی ہو اسکے وطن اصلی ہونے سے فتحپور کا وطنِ اصلی نہ ہونا لازم نہین آتا قاضی خان کی ایک جزئی میری مؤید ہے المسافر اذا جاوز عمران مصرہ الی قولہ ان کان ذلک وطنا اصلیا بان کان مولدہ وسکن فیہ اولم یکن مولدہ ولکنہ تاھل بہ وجعلہ دارا الخ اس مین تاہل کے بعد جعلہ دارا بڑہایا ہے جیسا کان مولدہ کے بعد وسکن فیہ بڑہایا ہی پس جسطرح صرف کان مولدہ بدون سکن فیہ کے وطن اصلی نہین بنتا اسیطرح تاہل بہ سے بدون جعلہ دارا کے وطن اصلی نہ ہوگا فافہم۔ ۱۸ ۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ زید ایک مسجد کا خطیب اور امام ہے اکثر اوقات وہی نماز پڑہاتا ہے اور بعض اوقات دوسرون سے پڑھواتا ہے جب یہ خطبہ پڑہنے کے لیے اپنی جگہہ سے اُٹھتا ہے تو بعض لوگ اُٹھ اُٹھکر اسکو سلام کرتے ہین اور اس سے مصافحہ کرتے ہین اور یہ سلام کا جواب دیتا ہوا اور مصافحہ کرتا ہوا منبر پر جا بیٹھتا ہی آیا طرفین کا سلام و مصافحہ ایسے وقت مین ممنوع و حرام ہے یا نہین اذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا کلام سے اسکی ممانعت و حرمت نکلتی ہے یا نہین ظاہر الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰة و کلام کی ممانعت ہے تو سلام و مصافحہ کی بدرجہ اولٰی ہوگی یہ اس صورة مین ہے جب خود زید نماز پڑہانے کو چلتا ہے۔ اور جب وہ دوسرون سے پڑھواتا ہے اسوقت بھی لوگ زید سے سلام و مصافحہ کرکر اپنی جگھون پر آبیٹھتے ہین البتہ جب خطبہ شروع ہوجاتا ہی تو لوگ ایسا نہین کرتے تاہم اثنا ہوتا ہی کہ اگر زید اثنائے خطبہ مین کسی کی طرف دیکھتا ہی تو دوسرا شخص ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرلیتا ہے کیا یہ اشارہ سے سلام کرلینا بھی ممنوع ہوگا ہر ہر صورة کا جواب ارشاد فرمایئے۔

الجواب۔ اذا خرج الامام مین ایک قول یہ ہی کہ خروج سے مراد صعود علی المنبر ہے چنانچہ عینی نے حاشیۂ ہدایہ مین نقل کیا ہی اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے پس اس سے پہلے سلام و مصافحہ ہر دو جائز ہین اور اشارہ چونکہ کلام نہین لہذا وقت خطبہ کے حرمت مین مثل کلام کے تو نہین ہے مگر چونکہ مشابہ کلام کے ہے اسلیئے کراہت سے خالی نہین بالخصوص جبکہ خود سلام کرنا بھی اشارہ سے مطلقاً ممنوع ہی حدیث مین ہے ومن مس الحصے (ای فی الخطبۃ)، فقد لغا رواہ مسلم جب مس الحصی سے ممانعت ہی کیونکہ اسمین مشغولی ہے غیر خطبہ کی طرف تو اشارہ سلام مین تو اس سے زیادہ مشغولی ہے اور حدیث مین ہی لیس منا من تشبہ بغیرنا لا تشبھوا بالیھود ولا بالنصاری فان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع

فا: جواز سلام قبل صعود علی المنبر

وتسلیم النصارىٰ الاشارۃ بالاکف رواہ الترمذی اس سے سلام بالید کی ممانعت مفہوم ہوتی ہے فقط واللہ اعلم - ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

بیان حکم نماز عید در عیدگاہ

سوال - زید عیدین کی نماز اپنی مسجد مین پڑھتا ہے عیدگاہ مین نہین پڑھتا اور جو کوئی عیدگاہ مین پڑھنے کا عادی ہے اسکو بھی روکتا ہی کبھی کہتا ہے نماز عیدین مسجد مین بھی جائز ہے چنانچہ فلان فلان مولوی صاحبون کا فعل اسکے جواز کی دلیل کافی ہے کبھی کہتا ہی جسکو مجھ سے محبت وتعلق ہو اور میرے کہنے کا کچھ پاس ولحاظ ہو وہ میری ہی مسجد مین نماز پڑھے کبھی کہتا ہے عیدگاہ مین تو بہت لوگ ہو جاتے ہین یہان بھی پچاس ساٹھ آدمی ہو جائین تو بہتر ہے کبھی کہتا ہی مسجد مین بھی خدا ہی کی نماز ہی اور عیدگاہ مین بھی خدا ہی کی نماز ہے جاہی جہان پڑھو - غرض مختلف طریقون سے عیدگاہ جانے سے روکتا ہی اور اسکے ملنے والون مین سے جو کوئی چلا جاتا ہے اُس سے ناخوش ہوتا ہے اور شکایت کرتا ہے اس شخص کے پاس ولحاظ سے بعض لوگ عیدگاہ جانے سے رک جاتے ہین - اگر یہ شخص عیدگاہ مین پڑھے یا دوسرون کو منع نہ کرے تو اس مسجد کے پڑھنے والے سب عیدگاہ ہی مین جائین ایسے شخص کا شرعاً کیا حکم ہی اور اس کی مسجد مین نماز عیدین پڑھنا کیسا ہی اور عموماً مسجدون مین نماز عیدین پڑھنا اور بلا عذر بارش وضعف وقتال وغیرہ عیدگاہ کو ترک کرنا کچھ گناہ ہے یا نہین -

الجواب - فی الدر المختار - والخروج الیہا ای الجبانۃ لصلوٰۃ العید سنۃ وان وسعہم المسجد الجامع ہو الصحیح اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز ایک بار کے کہ عذر بارش کی وجہ سے مسجد مین ادا فرمائی تھی ہمیشہ میدان ہی مین تشریف لیجاتے تھے حتےٰ کہ جنپر عذر شرعی سے نماز بھی نہ تھی اُنکے لیجانے کا اہتمام فرماتے تھے چنانچہ بکثرت احادیث وارد ہین پس جس امر کا حضور کو قولاً وفعلاً اہتمام ہو اُسکے خلاف کا قولاً وفعلاً اہتمام کرنا صریحاً مخالفہ سنت کی ہی جسکے گناہ ہونے مین کوئی شبہ نہین حدیث مین ہے فمن رغب عن سنتی فلیس منی - واللہ اعلم - ۱۸ - ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

بیان اداے سجدات تلاوت متعددہ

سوال - سجدۂ تلاوت کے اگر کئی سجدے ادا کرنے ہون تو ایک ہی مرتبہ بیٹھکر اُن سب کو ادا کر لینے چاہئین یا بار بار کھڑے ہو ہو کر علحدہ علحدہ ادا کرے اور کانون تک بھی ہاتھ لیجاوے یا نہین -

الجواب اگر ایک ہی مرتبہ بیٹھکر اُن سبکو ادا کر لے تو یون بھی جائز ہے مگر ہان بہتر یہی ہے کہ بار بار کھڑے ہو ہو کر علحدہ علحدہ ادا کرے اور ہاتھ کانون تک لیجانا کچھ ضرور نہین -

سوال۔ اگر چار رکعت کے درمیانی قعدہ مین سوائے التحیات کے اگر چند لفظ بھی درود شریف کے پڑھے جاوین تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ سہو کا سجدہ واجب ہوگا اگر اس قدر پڑھ لیا اللّٰھم صل علے محمد فقط۔

سوال۔ محراب مسجد کے علاوہ صحن مسجد مین محاذی محراب کھڑا ہوکر امام راتب کو جماعت کرانا جائز بلا کراہت ہے یا نہین اور فقہاء کرام جو قیام غیر محراب کو مکروہ لکھتے ہیں اسکے کیا معنے ہین اور گرمی تبدلِ جماعت کے لیئے عذرِ شرعی ہوسکتی ہے یا نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گرمیون کے ایام مین صحن مسجد مین جماعت کرانا ثابت ہے یا نہین بعض علمارمین رسم ہے کہ محراب مسجد مین کھڑے ہوکر جماعت کرانا ضروری جانتے ہین خواہ کیسی ہی تکلیف ہو اور طبیعت باقاعدہ نماز کی طرف متوجہ ہو یا نہ ہو اسکی کوئی سند ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی رد المحتار (تنبیہ) یفھم من قولہ اوالی ساریۃ کراھۃ قیام الامام فی غیر المحراب ویؤیدہ قولہ قبلہ السنۃ ان یقوم فی المحراب وکذا قولہ فی موضع اٰخر السنۃ ان یقوم فی المحراب وکذا قولہ وسط الصف الا تری ان المحاریب مانصبت الا وسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام آہ والظاھر ان ھذا فی الامام الراتب لجماعۃ کثیرۃ اعلا یلزم ھذا قیامہ فی الوسط فلو لم یلزم ذلک لا یکرہ تامل اس عبارۃ سے صاف معلوم ہوا کہ محاذی محراب صحن مین کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ہے بلکہ عبارت اخیرہ سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر محراب کے محاذ بھی نہو مگر صف کا وسط ہو تب بھی جائز ہے پس معلوم ہوا کہ قول فقہاء مین محراب سے مراد وسط مساجد یا وسط صف ہی اب گرمی کا تبدل مکان کے لیے عذر ہونا محتاج استفسار نرہا اور اس باب مین کوئی حدیث فعلی مرفوع نظر سے نہین گذری البتہ قولی حدیث غالبًا ابوداؤد مین ہے توسطوا الامام وسدوا الخلل اس سے بھی تائید حکم مذکور کی ہوتی ہی اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسجد مین بحالتِ سفر نماز پڑھنے سے استدلال کیا جاوے کہ وہان محراب ہی نہ تھی تو گنجائش ہے اور اس تقریر سے رسم مذکور فی السوال کا بے اصل ہونا بھی ظاہر ہوگیا۔

سوال۔ بسواری ریل کھڑے ہوکر یا بیٹھکر نماز ادا کرنا چاہیئے اگر کھڑے نماز ادا ہوجاتی ہے تو چھت ریل کی سر پر لگتی ہے۔ دوم یہ کہ جو تختہ جانب پورب ہے اور جانب پچھم کے تختہ کے درمیان مین فاصلہ

اسقدر ہے اور درمیان مین جگہہ بھی خالی ہے کہ اندیشہ گرنے کا ہی۔ سوم یہ کہ بحالت قیام ریل اتر کر نماز ادا کرنے مین یہ خیال ہے کہ ریل روانہ ہوجائیگی اور مال کا بھی نقصان ہوگا اور خود بھی رہ جاوینگے تو ان حالات مذکورہ مین کس طرح پر نماز ادا کرے۔

الجواب۔ نماز پڑہنے کے لیے ریل سے اترنے کی کوئی حاجت نہین ہے اگر ریل مثل سریر موضوع علی الارض کے ہے تو ظاہر ہے اور یہی صحیح بھی معلوم ہوتا ہے۔ وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیلهم بانها کالسریر در مختار قوله لو واقفه کذا قیده فی شرح المنیة ولم ار هلغیرہ یعنی اذا کانت العجلة علی الارض ولم یکن شئ منها علی الدابة وانما لها حبل مثلا تجرها الدابة نصح الصلوٰة علیها لانها حینئذ کالسریر الموضوع علی الارض ومقتضی هذا التعلیل انها لو کانت سائرة فی هذه الحالة لا تصح الصلوٰة علیها بلا عذر وفیه تامل لان جرها بالحبل وهی علی الارض لا تخرج به عن کونها علی الارض ویفیده عبارة التاتارخانیة عن المحیط وهی لو صلی علی العجلة ان کان طرفها علی الدابة وهی تسیر تجوز فی حالة العذر لا فی غیرها وان لم یکن طرفها علی الدابة جازت وهو بمنزلة الصلوٰة علی السریر اه فقوله وان لم یکن لها یفید ما قلنا لانه راجع الی الاصل المسئلة وقد قیده بقوله وهی تسیر ولو کان الجواز مقیدا بعدم السیر لقیده فتامل شامی ج ا ص ۴۷۱ اور اگر مثل عجلہ محمولہ علی الدابہ کے بھی مانی جاوے تب بھی بوجہ عذر کے اترنے کی کوئی ضرورت نہین اور عذر یہی ہے کہ چلتی ریل مین اتر نہین سکتا کھڑی ریل مین ریل کے چلدینے یا مال کے تلف ہونیکا اندیشہ ہے واما الصلوٰة علی العجلة ان کانت طرف العجلة علی الدابة وهی تسیر او لا تسیر فهی صلوٰة علی الدابة فتجوز فی حالة العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرها ومن العذر المطر وطین یغیب فیه الوجه وذهاب الرفقاء ودابة لا ترکب الا بعناء او بمعین در مختار فقوله المذکور فی التیمم بان یخاف علی ماله او نفسه او یخاف من فاسق شامی ج ا ص ۴۷۱ اگرچہ یہ بھی امید ہو کہ نماز کے وقت رہنے تک مجکو اتر کر پڑھنا ممکن ہے تب بھی ریل مین بہرحال پڑھنا جائز ہوگا کیونکہ عذر وقت شروع نماز کے معتبر ہے اگرچہ آخر وقت مین زوال اسکا متوقع ہو (تنبیہ) بقی شئ ولم ار من ذکره وهو ان المسافر اذا عجز عن النزول لعذر من الاعذار و کان علی رجاء زوال العذر قبل خروج الوقت کالمسافر مع رکب الحاج الشریف هل له ان

یصلی العشاء مثلاً علی الدابۃ او المحمل فی اول الوقت اذا خاف من النزول ام یؤخر الی وقت
نزول الحاج فی نصف اللیل لاجل الصلوٰۃ والذی یظھر لی الاول لان المصلی انما یکلف بالارکان
والشروط عند ارادۃ الصلوٰۃ والشروع فیھا ذلیس لذلک وقت خاص ولذا جاز لہ الصلوٰۃ
بالتیمم اول الوقت وان کان یرجو وجود الماء قبل خروجہ وعللوہ بانہ قد اداھا بحسب
قدرتہ الموجودۃ عند انعقاد سببھا وھو ما اتصل بہ الاداء اھ ومسئلتنا کذلک
شامی ج اصلک۲۸ البتہ ایسی صورۃ مین انتظار آخر وقت مستحب تک مستحب ہوگا وندب لراجیہ رجاء
قویا آخر الوقت المستحب ولو لم یؤخر وصلی جاز ان کان بینہ وبین الماء میل والا لا درمختار مع
الشامی صـ۱۶۶ پس ہرگاہ معلوم ہو کہ اُترنے کی کچھ حاجت نہیں تو اگر قیام پر قدرت نہو تو بیٹھکر پڑھنا
درست ہے خواہ کسی شکل سے بیٹھے او وجد بقیامہ الماشبد یہ اصلے قاعدا کیف شاء علی المذھب
درمختار صفہ ۵۰۴ صلی الفرض فی فلک جاریا قاعدا بلا عذر صح لغلبۃ العذر واساء وقالا لا یصح
الا لعذر وھو الاظھر برھان درمختار صـ۵۱۲ اور اگر رکوع وسجود بوجہ شرقی وغربی ہونے تحتوں کے متعذر
ہون تو اشارۂ سر سے ان دونوں کو ادا کرے اور سجدہ کو رکوع سے ذرا پست کرے وان تعذر اومأ
قاعدا ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ درمختار صفہ ۵۰۹ واللہ اعلم ۔ ۲۳ ۔ شوال سنہ ۱۳۰۴ھ

سوال ۔ دورہ کی صورت یہ ہی کہ پانسو چھ سو کوس کے علاقہ مین گشت کرنیکی نیت سے سفر کیا
جاویگا لیکن منزل عموماً چھ سات کوس پوربی یعنی ۱۴ یا ۱۵ میل پر ہوا کرے گی اور بعض مقامات پر دو
تین روز قیام بھی ہوگا تمام سفر مسلسل طے کیا جاویگا یعنی گو الیا ربعد اتمام گشت واپسی ہوگی کوچ و مقام
سب تجویز ہو گیا ہے ایسی صورتمین نماز قصر پڑھی جاوے گی یا پوری فقط ۔

الجواب ۔ نماز قصر ہوگی فقط ۱۵ ۔ شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ رمضان شریف مین کوچ کے دن کوچ شب کو ہوگا تراویح کیونکر پڑھین آیا نوافل کیطرح
سواری پر پڑھ سکتے ہین سواری ہاتھی کی ہوگی ۔

الجواب ۔ پڑھ سکتے ہین فی رد المحتار بخلاف سنۃ التراویح لانھا دونھا فی التاکد فیصح قاعدا

---

۲۸ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ریل مین بھی انتظار پانی کا آخر وقت مستحب تک بہتر ہے
ضروری نہین ۱۲ منہ

وان خالف المتوارث وعمل السلف کما فی البحر قلت وافادۃ المخالفۃ الکراھۃ وفی الدر المختار فمی صلوٰۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر الی قولہ وذھاب الرفقاء ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال - اور اگر کوچ آٹھ نو بجے رات کو شروع کریں تو تراویح تعداد مین کم پڑھ سکتے ہین یا نہین اور کہانتک کمی ہوسکتی ہے -

الجواب - جب سواری پر جائز ہے پھر کم کرنے کی ضرورت نہین جسقدر کوچ سے پہلے پڑھ سکین اُسکا بقیہ سواری پر پڑھ لین فقط ۱۵ - شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال اگر کیمپ کے مسلمان جماعت کثیر ہو جاوین یا آٹھ دس آدمی تک ہون جمعہ کی نماز حالت سفر مین پڑھ سکتے ہین یا نہین -

الجواب - جمعہ کے لیئے کم از کم چار آدمی شرط ہین اس سے کم مین جمعہ صحیح نہین اور چار اور زائد سے جائز ہے بشرطیکہ وہ جگہ قابل اقامت جمعہ کے ہو جیساکہ آگے[عہ] آتا ہے ایسی جگہ گو مسافر پر جمعہ فرض نہین لیکن پڑھ لے تو صحیح ہے فقط ۱۵ - شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال - کوٹھی رزیڈنٹی شہر سے علیحدہ ہے اور ہر جامع مسجد ایک میل سے تین میل کے فاصلہ تک ہے اس فاصلہ کے ملازمین کو کوٹھی سے بغیر تعطیل باہر نکلنے کی اجازت بھی نہین ایسی حالت مین کوٹھی کے احاطہ مین یا کسی مکان مین جمعہ پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ کیمپ کی آبادی تو ایع شہر مین ہی گا نون تو کہا نہین جاسکتا نماز جمعہ تو غالباً فرض ہو گی بغیر مسجد کے بھی ہوسکتی ہے یا نہین -

الجواب - اگر یہ جگہ توابع شہر سے ہو جیسا ظاہر ہے تو جمعہ اسمین صحیح ہے اور یہان کسیکو باہر نکلنے کی اجازت نہونا تو مضر نہین لیکن یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس حد کے اندر باہر والے بھی آسکتے ہین یا نہین اگر آسکتے ہین تب بلا تردد جمعہ جائز ہے اور اگر نہین آسکتے ہین تو جواز جمعہ مین تردد ہے اسلیئے مسافر کو اس صورۃ مین بہتر یہ ہے کہ ظہر پڑھے کیونکہ جمعہ مسافر پر فرض نہین تو غیر فرض کے لیئے تردد مین کیون پڑے اور جامع مسجد جمعہ کے لیے شرط نہین - وجہ التردد ما فی الدر المختار والاذن العام الی قولہ فلا یضر غلق باب القلعۃ لعدو اولعادۃ قدیمۃ وفی رد المحتار بعد نقل عدم جواز الجمعۃ ان منعوا عن الدخول ما نصہ قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا

عہ یعنی سوال آیندہ کے جواب مین ۱۲ منہ

ف عدم تنقیص عدد رکعات تراویح

ف اشتراط اربعہ مصلیان در صلوٰۃ جمعہ

ف جواز جمعہ [illegible]

فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانہ لا یتحقق التقریب کما افادہ التعلیل تامل وفیہ عن المنیۃ وکذا اسی لا یصح لو جمع فی قصرہ حشمہ ولو یغلق الباب ولو یمنع احدا الا انہ لو یعلم الناس بذلک اھ فقط ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

نماز در شغدف

سوال - شغدف پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں -

الجواب - فی الدر المختار فی صلوٰۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرھا ومن العذر المطر وطین یغیب فیہ الوجہ وذھاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء الی قولہ حتی لو کان مع امہ مثلا فی شق محل واذا نزل لم تقدر ترکب وحدھا جاز لہ ایضا کما افادہ فی البحر فلیحفظ اھ اس روایت سے ثابت ہوا کہ شغدف مین بعذر فرض پڑھنا جائز ہے اور اگر اترنا اور قافلہ کی معیت سب سہل ہو تو شغدف مین پڑھنا جائز نہین واللہ اعلم ۲۰ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال - اگر نماز مین ایک سجدہ بھول جائے تو کیا کرنا چاہیئے - بعد مرنے کے مرد اپنی بی بی کا منہ دیکھ سکتا ہے یا نہین اور قبر مین اتار سکتا ہی یا نہین - اور مقیم نے مسافر کی اقتدا قعدہ اخیرہ مین کی تو اب یہ مقیم مسبوق کس طریقہ سے نماز ادا کرے اور معصوم بچہ کی یعنی نابالغ کی نماز جنازہ پڑہائی اس مین سلام نہ پھیرا تو کیا نماز ہوگی یا نہین -

الجواب - جب یاد آوے اسیوقت ادا کرے پھر جس رکن سے اس سجدہ مین آیا ہے اسیکی طرف چلا جاوے اور آخر مین سجدہ سہو کرے فی رد المختار عن شرح المنیۃ لو ترک سجدۃ من رکعۃ ثم تذکرھا فیما بعدھا من قیام او رکوع او سجود فانہ یقضیھا ولا یقضی ما فعل قبل قضائھا مما ھو بعد رکعتھا من قیام او رکوع او سجود بل یلزمہ سجود السہو فقط - دیکھ سکتا ہے فی الدر المختار ویمنع زوجھا من غسلھا ومسھا لا من النظر الیھا علی الاصح منیہ اور قبر مین اتارنا جب محارم نہون زوج کو درست ہے لانہ مس من حائل - یہ مقیم بعد سلام امام کے کھڑا ہو کر اول دو رکعت بلا فاتحہ پڑھے اور ان دو رکعت مین اگر سہو ہو جاوے سجدہ سہو بھی واجب نہین بعد قعدہ کے پھر دو رکعت مع فاتحہ و سورت کے پڑہے اور ان دو رکعت مین اگر سہو ہو جاوے سجدہ سہو کرے فی الدر المختار صلوٰۃ الجنازۃ ورکنھا شیئان التکبیرات الاربع

والقیام وسننها ثلثة التحمید والثناء والدعاء فیها اھ روایۃ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ سلام پھیرنا فرض نہین لہذا نماز ہوگئی فقط واللہ اعلم - ۷ - شعبان ۲۱؁۱۳ھ

حاشیہ: حکم اجرت بر ختم قرآن در تراویح

سوال - ہمارے ملک مین چند سال سے رواج ہوگیا ہے کہ اکثر حفاظ تراویح مین ختم پڑہنے کے لیئے مساجد مین رمضان شریف مین مبلغ مقرر کرکے ختم کرتے ہین اگر کسی جا پر زیادہ مبلغ ملنے کی امید ہے تو بلا مقررہ پڑہ دیتے ہین اور یہ معلوم ہوجاوے کہ یہان زنہار مبلغ حاصل نہوگا بالکل اقبال نہین فرماتے یہ امر اجرت علی الطاعۃ جسکی حرمتہ ومنع شرع مین وارد ہے اسی مین داخل ہی یا نہین اور بعض علماء فقط کراہۃ ہی کہتے ہین اور بعض علماء جائز بتلاتے ہین فقہاء متاخرین امور اربعہ یعنی امامت واذان وتعلیم ووعظ مین ضرورۃً جائز ہی کہتے ہین سو اس ختم کو اسی باب امامت مین داخل کرکے امامۃ تراویح بھی جسمین ختم ہوا امامۃ سے خارج نہین کہتے ہین فقہاء کی عبارات سے یا اور کتب سے حرمتہ اجرت ختم قرآن بر تراویح کی تصریح کہین پائی نہ گئی سوائے قواعد وقیاس کے اگر نظر فیض منظر مین گذری ہو تو رقیم فرمانا کیونکہ ایصال ثواب قرءۃ کے منع مین جو اجرۃ سے واقع ہو فقہاء اسکے منع مین تشدد کیے ہین تراویح مین جو ایصال نہین محل تامل ہے کہتے ہین اور تعلیل فقہاء کی فی الامتناع تضییع حفظ القرآن کی جو تعلیم قرآن کی ہو حفظ قرآن مین بھی جاری ہے کہتے ہین کیونکہ ختم تراویح ترک کرین تو حفظ مین فتور وقصور واقع ہوگا اور کبھی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی سے جو تعلیم قرآن مین کہتے ہین در خانہ کسے رفتن واز صبح تا شام نشستن الخ کو محل اجارہ ٹھیرایا ہے اسکی اجرت کے لینے مین کسیطرح کا خلاف نہین کہتے ہین اور کہتے ہین گو کہ مبلغ کا دینا لینا واقع ہو مگر بطریق تبادل وتعاوض نہ ہو بطریق صدقہ یا ہدیہ ہو جو چاہے سو دے سکتے ہین اور یہ للہ پڑہ سکتے ہین اور اسکو اسطرح سے زبان سے تصریح کردیئے مین دوسرے احتمالات منعدم ہوجاتے ہین انتہٰے ان صور تو نمین حق اور مطابق واقع اور صحیح وجہ مدلل مطلوب ہی اور ان امور کے سوائے اکثر پڑہنے والون کی عادت یہ ہی کہ ترتیل اور قواعد تجوید سے عاری جلد طے کرنے کی طالب اور متعدد مقامونمین غلطی بتلانے والے جا بجا ٹوکتے ہین تو وہ کبھی لیتے یا گڑبڑاتے یا وقفہ کرلیتے پھر اپنے خیال مین آئے بعد مقام معین تک پڑھ لیکر نماز بلا سہو تمام کردینا اور اعراب والفاظ مین کلمات کفر کا لحاظ نرکھنا ایسے ختم مین امید اجر ہی یا موجب وزر بینوا توجروا **تتمۃ السوال** الفصل الثالث امور مبتدعۃ باطلۃ لا اصل لہا فی الشریعۃ

اكب الناس عليها على ظن انها قرب مقصودة وهذه كثيرة فلنذكر اعظمها منها وقف الاوقاف
اى النقود لتلاوة القرآن العظيم فى اجزاء قرآنية عين الواقف قرأتها فى مكان مخصوص او
لم يعين له مكانا اولان يصلى نوافل اولان يسبح اى يقول له سبحان الله كذا كذا اولان يهلل
اولان يصلى او اطلق فى ذلك كله ولم يذكر عددا ويعطى ثوابها لروح الواقف او لروح من
اراده وصل المسئلة صحيح فيمن قرأ القرآن او سبح او هلل او صلى كذا ركعة واهدى ثواب ذلك
لفلان الحى او الميت قال الوالد رح فى شرحه على شرح الدرر فى بيان الحج عن الغير اعلم ان
للانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوٰة او صوما او صدقة او قراءة قرآن او ذكرا او طوافا
او حجا او عمرة او غير ذلك عند اصحابنا كذا فى البحر اما قوله عليه الصلوٰة والسلام لا يصلى احد
من احد ولا يصوم احد عن احد فهو فى حق الخروج عن العهدة لا فى حق الثواب فان من صام
او صلى او تصدق وجعل ثوابه لغيره للاموات والاحياء جاز ويصل اليهم ثوابه عند اهل
السنة والجماعة كذا فى البدايع ثم فى البحر وبهذا علم انه لا فرق بين ان يكون المجعول له ميتا
او حيا والظاهر انه لا فرق بين ان يكون المجعول له ميتا او حيا والظاهر انه لا فرق بين ان
ينوى به عند الفعل للغير او يفعله لنفسه ثم بعد ذلك يجعل ثوابه لغيره لاطلاق كلامهم
ولم ار حكم من اخذ شيئا من الدنيا فيجعل شيئا من عبادته للمعطى وينبغى ان لا يصح ذلك
قال الوالد رحمه الله فيه نظر بل اطلاق ما سبق يقتضى الصحة انتهى ووجهه ان اخذ
الدراهم صدقة من المعطى واخذ الصدقة لا يمنع الثواب للمعطى ووجه الاول فى المتن
ان ثواب العبادة لا يدخل تحت عقد البيع لان ذلك مخصوص بالاعواض الدنيوية بهذا
السبب يبطل الوقف المشروط فيه ذلك لان بدل اخذ المعلوم من الوقف فى مقابلة فعل
الشرط الذى شرطها الواقف فهو كالبيع للثواب وان اعتبرنا وجه كونه صدقة على من
يقرأ لواقف القرآن او يصلى له الى آخره لا ان ذلك المعلوم عوض عن تلك القربة وثمن
لثوابها ولكنه بمنزلة ما اذا كان الوقف على امام الجامع او الخطيب ونحو ذلك فانه
شرط على من اتصف بذلك فهى صدقة من الواقف على صاحب هذه الوصف المذكور
لان الوقف ليفعل الموقوف عليه ذلك فى مقابلة اخذه للمعلوم المعين له ومنها الوصية

باتخاذ الطعام والضیافۃ یوم موتہ اوبعدھا وباعطاء دراھم معدودۃ لمن یطلب القرآن لروحہ اویسبح لہ اویھلل اوبان یبیت عند قبرہ اربعین لیلۃ اواکثر اواقل اوبان یبنی علی قبرہ بناء وکل ھذہ بدع منکرۃ ای انکرھا الشرع لمخالفتھا لمقتضاہ حیث اشتملت علی بیع ثواب الطاعۃ واخذ الشیء من الدنیا فی مقابلتہ والوقف والوصیۃ باطلان والماخوذ منھما حرام للاخذ وھو خاص بالتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا والمفھوم منہ ان الذی یاخذ ذلک لو تلی القرآن اوذکر اللہ تعالیٰ اوصلی کذا رکعۃ اوھلل اوکبر ونحو ذلک من انواع القربات لالاجل ما یاخذہ من المعلوم المعین لہ فی الوقف لمن فعل ذلک بل لوجہ اللہ تعالیٰ واخذ المعلوم صدقۃ علیہ من الواقف جاز وصح الوقف حینئذ وھو ما ذھبنا الیہ فیما تقدم فی حق جمیع الوظائف فی الاوقات کلھا ولیس الامر مخصوصاً لھذا النوع منھما انتھیٰ حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ ۱۲

عالمگیری کی عبارت یہ ہے واختلفوا فی الاستیجار علی قرأۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضھم یجوز کذا فی سراج الوھاج جلد ثالث فی کتاب الاجارۃ ۱۱۳۵ صفحہ رد المختار میں اس عبارۃ کی توجیہ علی قرأۃ القرآن کی جائے پر علی تعلیم قراۃ القرآن کی ضروری کہا ہو ورنہ جمیع فقہا کی تصریح کا خلاف ہی کہا ہو مدراس کے فاضل مولویصاحب صورۃ جواز کی اسطرح ترقیم فرماتے ہیں نزد فقہاء متقدمین حنفیہ اجارہ عبادات باطل ست لیکن متاخرین در اذان وامامت وتعلیم قرآن وغیرہ جائز داشتہ اند وامامت شامل میشود امامت نماز پنجگانہ وعیدین وتراویح را وبراخراج امامت تراویح سندی یافتہ نمیشود وانچہ فقہا در تعلیل جواز تعلیم قرآن میگویند کہ لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن در امامت تراویح نیز جاری میشود کہ برائے امامت تراویح قرآن را خوب حفظ میکنند وبدون حفظ جید امامت آن نمیتوانند ومعائنہ میشود کہ حفاظے کہ امامت تراویح نمیکنند یا ترک کردہ اند در حفظ آنہا قصور میباشد پس از مانع جواز شوند ہرگز امامت تراویح نخواہند کرد وقصور در حفظ قرآن خواہد شد بلکہ ترک حفظ خواہند نمود این وقتیست کہ امامت براجارہ واقع شود لیکن اگر اجارہ بر امور دیگر ورائے امامت واقع شود وامامت ضمناً واقع شود عدم جوازش وجہے ندارد ودر فتوئے شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ واقع شدہ است قاعدہ اجارہ آن ست کہ بر شیئے واجب ومندوب منعقد نمیشود وتعلیم قرآن فرض کفایہ است ومندوب علی العین پس محل اجارہ نیست آرے در خانہ کسے رفتن واز صبح تا شام نشستن واطفال او را

شبانی کردن فطلست، وزانسے تعلیم کہ بران اجارہ منعقد میتواند نشد انتہٰی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب اجارے کی دو قسم کرکے دوسری جہت میں تعمیم کا خیال ہو واللہ اعلم اور بھی اسی فتوے میں ہے واگر درمیان آنہا عقد اجارہ واقع نشود گو کہ بقاعدہ المعروف کالمشروط محمول براجارہ خواہد شد لیکن دران وقت نیت معاوضہ نداشتہ نیت صلہ و صدقہ وارد و براجارہ محمول نتواند شد خصوصاً اگر تصریح کند این روپیہا بطور صلہ و تبرع ست عبارت حدیقۃ الندیہ بر ہمین محمولست و در فتاوی عزیزیہ واقع شدہ است شخصے طلب علم دینی یا حفظ قرآن یا اشتغال بطاعت دیگر میخواہد لیکن از راہ تنگدستی و فقدان وجہ معاش فراغت اشتغال باین امور ندارد مردے دیگر صاحب مایہ ذمہ داری وجہ قوۃ او شود تا بفراغ بال مشغول بطاعت گردد درین صورت ہر دو را اجر کامل بر ہر طاعت او حاصل میشود قال تعالیٰ للفقراء الذین احصروا الآیۃ واعانت بر طاعت کہ در حدیث جابجا ممدوح واقع شدہ ہمین است لیکن این را اجرت گفتن مجاز ست انتہٰی واللہ اعلم۔

الجواب - قاعدہ کلیہ فقہیہ ہے کل طاعۃ یختص بہا المسلم لا یجوز الاستیجار علیہا عندنا اور دلیل نقلی اسکی یہ ہے لقولہ علیہ السلام اقرؤا القرآن ولا تاکلوا بہ اور عقلی یہ ہے لان القربۃ متی حصلت وقعت عن الحامل ولہذا تتعین اہلیتہ فلا یجوز لہ اخذ الاجر من غیرہ کما فی الصوم والصلوٰۃ ہکذا فی الشامیۃ المجلد الخامس صفحہ ۵۲ اور متاخرین نے چند فروع کو اس کلیہ سے استحساناً بعلت ضرورت بقاء و حفظ شعائر دین مستثنیٰ و مخصوص کرلیا ہے فی الدرالمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ و یفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان اھ فی رد المحتار و قد ذکرنا مسئلۃ تعلیم القرآن علی استحسان اھ یعنی للضرورۃ اھ جلد ۵ ص ۵۳ اس سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب حرمۃ استیجار علی الطاعۃ ہے اور استثناء بعض فروع کا خلاف اصل مذہب بعلت ضرورۃ مذکورہ ہی پس ماسوائے فروع مذکورہ کے بقیہ طاعات کا حکم اپنی اصل پر رہیگا قال فی الشامیۃ بعید العبارۃ الاولی المذکورۃ و قد اتفقت کلمتہم جمیعا علی التصریح باصل المذہب من عدم الجواز ثم استثنوا بعدہ ما علمتہ فہذا دلیل قاطع و برہان ساطع علی ان المفتی بہ لیس ہو جواز الاستیجار علی کل طاعۃ بل علی ما ذکروہ فقط مما فیہ ضرورۃ ظاہرۃ تبیح الخروج عن اصل المذہب من طرد المنع فان مفاہیم الکتب حجۃ ولو مفہوم لقب علی ما صرح بہ الاصولیون بل ہو منطوق

فان الاستثناء من ادوات العموم کما صرحوا بہ ایضاً اھ عبارۃ ہذا سے معلوم ہوا کہ ختم فی التراویح کی
تصریح بہ خصوصیت نہ پایا جانا (اگر مسلم ہو) مضر حکم حرمت استیجار نہیں کیونکہ اولاً مفہوم مخالف روایات
فقہیہ میں حجت ہے ثانیاً بوجہ عموم صدر کلام کے ماسوی المستثنیٰ کو اس ختم علی الاجرت کی حرمت منطوق و منصوص
ہے چنانچہ عبارۃ مذکورہ آنفاً اسپر دال ہے اور اگر قواعد کلیہ کے بعد بھی ہر جزئی کی تصریح خصوصیت
کے ساتھ ضروری ہوا کرے تو کسی سکر جدید الترکیب کی حرمت پر کل سکر حرام سے استدلال جائز نہوگا وہو
باطل دوسری تلاوۃ لایصال الثواب جسکی حرمت استیجار بالخصوص مصرح ہے اُسکی تعلیل میں حرمت کی تقریر میں
علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں فرمایا ہے ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان فالحاصل ان
ماشاع فی زماننا من قراءۃ الاجزاء بالاجرۃ لا یجوز لان فیہ الامر بالقراءۃ واعطاء الثواب
للآمر والقراءۃ لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیۃ الصحیحۃ فاین یصل الثواب
الی المستاجر ولولا الاجرۃ ما قرأ احد لاحد فی ہذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا
ووسیلۃ الی جمع الدنیا انا للہ وانا الیہ راجعون اھ کذا فی الشامیۃ صفحہ ۵۳ من المجلد الخامس
اور ظاہر ہے کہ یہ علت ختم فی التراویح میں بھی جاری ہے پس اشتراک علت سے یہ ختم بھی بالخصوص مصرح
ہوگیا کیونکہ ختم تراویح میں بھی مقصود ثواب ہی ہے ورنہ فی نفسہ شعائر دین سے نہیں اور لوگوں نے
اسکو مکسب بنالیا ہے پس اشتراک علت ثابت ہوگیا بہر حال خصوصاً لیا جاوے یا عموماً پھر عموم میں
مفہوماً لیا جاوے یا منطوقاً ہر طرح سے حرمت استیجار علی الختم ثابت ہوگئی اور اس سے زائد تصریح نہ ہونے
کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ یہ اُسوقت رسم فاسد نہ ہوگی ہر مصنف اپنے زمانہ کے مفاسد پر تنبیہ کیا کرتا ہے لیکن جب
دلیل حرمت کی قائم ہے تو ثبوت حکم متیقن ہے اب باقی رہا جواب توجیہات جواز کا سو جواز ہذا الختم کے لیے ضرورت
کی یہ تقریر جو سوال میں مذکور ہے محض فاسد ہے جسکا منشاء سوء تدبر ہے اور بنا بر ضرورۃ مزعومہ کے اسکو تعلیم
قرآن پر قیاس کرنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے کیونکہ تعلیم قرآن خود باعتبار اصل وضع کے موقوف علیہ ہے
تعلم کا جو موقوف علیہ ہے حفظ کا پس بحسب اس قاعدہ کے کہ موقوف علیہ کا موقوف علیہ موقوف علیہ
ہوتا ہے تعلیم موقوف علیہ ہے حفظ کا اور باعتبار عارض عادۃ کے یہ تعلیم موقوف ہے اخذ اجرت پر
پس اخذ اجرت موقوف علیہ ہوا حفظ کا بخلاف ختم مقیس کے کہ وہ باعتبار اصل کے موقوف علیہ
نہیں ہے حفظ کا بلکہ معاملہ بالعکس ہے کہ خود حفظ موقوف علیہ ہے ختم کا چنانچہ بدیہی ہے پس حفظ کا

توقف ختم پر ثابت نہوا غایت ما فی الباب ختم بواسطہ حفظ کے موقوف ہوا اُس اجرت پر جو بعوض تعلیم
لیجاتی ہے سو اوسکا جواز مفتیٰ بہ ہے اور ختم بلا واسطہ حفظ گو اسی اجرت پر موقوف ہی جو بمقابلہ ختم لیجاتی
ہے لیکن تعلیم پر قیاس اسلئے جائز نہیں کہ ختم مثل حفظ کے مہمات دین سے نہیں چنانچہ فقہاء نے
اُس کی سنت ہونے کی تصریح کی ہو بلکہ یہ بھی کہدیا ہے کہ اگر قوم پر ختم ثقیل ہو تو اُسکا ترک افضل ہے
فی الدر المختار و رد المحتار والختم مرۃ سنۃ ولا یترک لکسل القوم لکن فی الاختیار الافضل
فی زماننا قدر ما لا یثقل علیھم واقرہ المصنف وغیرہ الی قولہ ومن لم یکن عالما باھل
زمانہ فھو جاھل قولہ الافضل فی زماننا لان تکثیر الجمع افضل من تطویل القراءۃ الی قولہ
ولھذا قال فی البحر فالحاصل ان المصحح فی المذھب ان الختم سنۃ لکن لا یلزم منہ عدم
ترکہ اذا لزم منہ تنفیر القوم وتعطیل کثیر من المساجد خصوصا فی زماننا فالظاھر اختیار
الاخف علی القوم مجلد اول صفحہ ۴۳۹ ان روایات سے اُسکا ضروریات دین سے نہونا ظاہر ہے پس
جب ختم ضروریات سے نہوا تو اسکا توقف جس اجرۃ پر بعارض عادت مثبت و مسلّم ہوا اُسکا جواز علت
ضرورۃ سے کیسے ثابت ہو سکتا ہی بلکہ ایسی حالت مین اس ختم ہی کا اہتمام چھوڑ دیا جاویگا چنانچہ قاعدہ فقہیہ
مقررہ ہے اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ کذا فی
الشامیۃ المجلد الاول صفحہ ۶۷۱ پس جب اس سنت کی ادا سے ایک بدعۃ کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے تو
اس سنت ہی کو ترک کردینگے اور اگر کوئی شخص توقف حفظ علی الختم الموقوف علی الاجرۃ کی یہ توجیہ
کرے کہ مراد توقف الحفظ علی تصور الختم بالاجرۃ و توقعہ ہو سو اولا اس عادۃ کا فاشی اور شائع ہونا غلط
ہے ثانیاً تحصیل قرآن و حفظ کیوقت اکثر محصلین کو اسکی طرف التفات بھی نہین ہوتا اسیطرح اگر یہ توجیہ
کیجاوے کہ بدون اجرت کے ختم نہ کرینگے اور بدون ختم کے محفوظ نرہیگا سو اسکا بھی اولاً وقوع فاشیہ
ہونا غلط ہزاروں بندگان خدا سامعین کو دیکر اپنی بقاء حفظ کے لیے پڑھتے ہین ثانیاً یہ توقف دونوں توجیہون
مین باعتبار اصل وضع کے نہین ہے جیسا تعلیم مین تھا بلکہ اپنی سوء طمع سے ہے اگر اسکا اعتبار کیا جاوے
تو صوم و صلوٰۃ مین بھی اگر کسی زمان یا مکان مین اشتراط اجرت ہونے لگے اور بدون اسکے کوئی نہ پڑھے
تو چاہیے کہ اسی تقریر سے وہان بھی اخذ اجرت کے جواز کا حکم کر دیا جاوے فہو باطل بالاجماع والتنصیص
من الشارع والفقہاء اور تعلیم مین اس عادۃ کا اعتبار اس لیے کیا کہ تعلیم مین اسقدر مشغولی ہوتی

ہے کہ دوسرے طریق سے اکتساب معاش نہیں کرسکتا اور ہر شخص فارغ البال و مرفہ الحال نہیں بخلاف ختم
متنازع فیہ کے کہ اُس سے معیشت کے دوسرے طرق مختل نہیں ہوتے اسلیے عادۃ متعلقہ تعلیم شرعًا
معتبر و مخفف حکم ہوگی اور عادۃ متعلقہ ختم معتبر و مخفف حکم نہوگی فافہم اسیطرح اس ختم کو باب امامت
مین داخل کرنیکا دعوے اور اس بناء پر اُسکو مستثنیٰ سمجھنا محض باطل ہے کیونکہ ختم نہ عین امامت ہی نہ اُسکا
موقوف علیہ جزئیۃً یا لزومًا ہے کیونکہ امامت بلا ختم بھی متحقق ہوتی ہی کما ہو مدرک بالحس پس دعوے استثناء کی
اس بناء پر گنجایش نہوئی اور شاہ صاحب رح کے فتوی اولیٰ کو اس سے کچھ بھی مس نہیں کیونکہ یہ توجیہ جنس
کی مخصوص ہی صورۃ ضرورۃ کیساتھ اور جہان ضرورۃ مذکورہ نہو وہان یہ تاویل مقبول نہیں ورنہ طاعۃ کی ایک
فرد بھی نہ رہیگی جسپر حرمت استیجار کا حکم کیا جاوے کیونکہ یہ تاویل ہر جگہہ چل سکیگی علے ہذا فتوی ثانیہ کو اس
سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ اعانۃ علی الطاعۃ امر خیر ہے گو اسکو مجازًا اجرت کہا جاوے اور اُجرت علی الطاعۃ
امر خیر ہے اور مشاہدہ سے ثابت ہی کہ اسوقت جو رسم ہے وہ حقیقۃً اجرت ہی کما ہو ظاہر و سیاق قولہ ینبئہ
عن الامام الاستاذ و نیز اجرت کو ماول باعانت کرنا معلل ہے ضرورت کیساتھ اور یہان ضرورت نہیں کما مر
اور یہ تاویل کہ یہ حسبۃً للہ پڑھتے ہین وہ حسبۃً للہ دیتے ہین الخ بالکل انکار حسیات اور تاویل العمل بما لا یرضی
بہ العامل ہے جو شخص ان فاعلین کے معاملہ کو دیکھیگا اُسکو ہرگز شبہ نہ رہیگا کہ مقصود اصلی اجرۃ ہے اور
ایسی تصریح کہ فعل کے خلاف ہو اور متعاقدین کے نزدیک غیر مقصود ہو ہزل محض ہی جو شرعًا بجز مستثنیات
معدودہ کے قابلِ اعتبار نہیں قال الامام الاستاذ لا یطیب والمعروف کالمشروط اھ قلت وھذا
مما ینبغی الاخذ بہ فی زماننا لعلمھم انھم لا یذھبون الا باجر البتۃ کذا فی الشامیۃ المجلد
الخامس صفحہ ۵۲ فی تقریر مسئلۃ اخری او رجزناھا احتجاجًا بالعلۃ اور بعض بزرگون سے جو
یہ توجیہ نقل کی گئی ہی اُنکے زمانے مین ممکن ہے کہ نیات مین اسقدر فساد نہوگا ورنہ اس توجیہ کا غیر مقبول
ہونا ظاہر و باہر ہے اور حدیقہ مین جو بحر کی عبارت منقول ہے اوسکی نسبت شامی مین ردًا منقول ہے
وقد اغتر بما فی الجوھرۃ صاحب البحر فی کتاب الوقف وتبعہ الشارح فی کتاب الوصایا حیث
یشعر کلامھما بجواز الاستیجار علی کل الطاعات ومنھا القراءۃ وقد ردہ الشیخ خیر الدین الرملی
فی حاشیۃ البحر فی کتاب الوقف حیث قال اقول المفتی بہ جواز الاخذ استحسانًا علی تعلیم
القرآن لا علی القراءۃ المجردۃ کما صرح بہ فی التاتارخانیہ الخ جلد خامس صفحہ ۵۳ اور حسب قواعد

رسم المفتی چونکہ یہ قول مرجوح ہی لہذا اسپر عمل جائز نہوگا اور عالمگیریہ مین جو عبارۃ ہے اسکے متعلق علامہ شامی نے لکھا ہی والصواب ان یقال علے تعلیم القراٰن فان الخلاف فیہ کما علمت لا فی القراءۃ المجردۃ فانہ لا ضرورۃ فیہما فان کان ما فی الجوھرۃ سبق قلم فلا کلام وان کان عن عمد فھو مخالف لکلامھم قاطبۃ فلا یقبل وقد اطنب فی ردہ صاحب تبیین المحارم مستند الی النقول الصریحۃ الی اٰخر ما قال جلد خامس صفحہ ۵۲ اسیطرح بعض نے جو جواز القراءۃ علی القبر سے جواز استیجار پر استدلال کیا ہی اسکی بھی تغلیط محققین نے کی ہے قال الشامی وفیہ رد ایضًا علے صاحب البحر حیث علل البطلان بانہ مبنی علے القول بکراھۃ القراٰن علے القبر ولیس کذلک بل لما فیہ من شبھۃ الاستیجار علے القراءۃ کما علمت وصرح بہ فی الاختیار وغیرہ ولذا قال فی الولوالجیۃ ما نصہ ولو زار قبر صدیق او قریب لہ وقرأ عندہ شیئًا من القراٰن فھو حسن اما الوصیۃ بذلک فلا معنے لھا ولا معنے ایضًا لصلۃ القاری لان ذلک یشبہ استیجارہ علے قراءۃ القراٰن وذلک باطل ولم یفعل ذلک احد من الخلفاء اھ جلد خامس صفحہ ۵۳ ایکمقام پر شامی نے کہا ہی ولا ضرورۃ فی استیجار شخص یقرأ علے القبر او غیرہ اھ جلد خامس صفحہ ۶۷۷ اس غیرہ کے لفظ مین غیر قراءۃ علی القبر بھی داخل ہی جو تراویح کو بھی شامل ہے حاصل جواب یہ ہوا کہ رواج مذکور فی السوال محض باطل اور مخالف شرع ہی اور ایسا ختم ہرگز موجب ثواب نہین بلکہ موجب معصیت ہو واللہ اعلم رابع ذی الحجہ ۱۳۲۱ ہجری

سوال - ایک مقام پر دو مسجدین ہین ایک مین جمعہ ہوتا ہی ایک مین نہین جسمین جمعہ ہوتا ہے اُس کی مرمت وغیرہ کے لیے زید نے کچھ چندہ جمع کیا ہی جو حسب ضرورت خرچ ہوا اور کچھ بچ رہا اب جمعہ والی مسجد تو درست ہی مگر دوسری مسجد کی چار دیواری اور چھپے وغیرہ شکستہ ہین تو کیا وہ چندہ جو جمعہ والی مسجد کے لیے کیا گیا تھا اُسمین سے کچھ روپیہ اس مسجد مین خرچ کرنا جائز ہے یا نہین -

الجواب - چندہ اہل چندہ کی ملک سے خارج نہین ہوا اس لیے اُن لوگون سے اجازت لینا ضرور ہے البتہ جو دینے والے مجہول یا مفقود ہون اُنکے حصہ کی نسبت کمی توفیق دوسری مسجد مین صرف کردینا جائز ہے - ۲۷ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال - ہماری کتب فقہ مین ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کا اعادہ ضروری ہے

لیکن جب حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ مین بلوہ ہوا اور حضرات صحابہؓ نے بلوائیون کے پیچھے نماز پڑھنے کو حضرت عثمانؓ سے پوچھا تو آپ نے اجازت دی اور یہ نہیں فرمایا کہ پڑھکے پھر اعادہ کر لیا کرو حالانکہ بلوائیون سے زیادہ اور کون فاسق اور بدعتی ہوگا خصوص ایسے بلوائی جنہون نے خلیفہ برحق امیر المومنین داماد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم داخل عشرہ مبشرہ پر بلوہ کیا ہو۔

الجواب - یہ روایت مجھکو نہین ملی اگر حوالہ لکھا جاوے تو تحقیق کیجاوے البتہ درمختار مین یہ قاعدہ لکھا ہے واجبات صلوٰۃ مین کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتہا اور ردالمحتار مین اسکے عموم پر ایک قوی اعتراض کرکے تصحیح کے لیے یہ توجیہ کی ہے الا ان یدعی تخصیصہا بان مرادھم بالواجب والسنۃ التی تعاد بترکہ ما کان من ماھیۃ الصلوٰۃ واجزائہا - پس صلوٰۃ خلف الفاسق ونحوہ مین اول تو کوئی امر اجزاے صلوٰۃ مین سے مختل نہین ہوا اس لیے قاعدہ وجوب اعادہ کا جاری نہو گا دوسرے انفراد سے اُن کے ساتھ پڑھنا اولےٰ ہے اور اعادہ مین جو غالبا علی الانفراد ہوگا اولےٰ سے غیر اولےٰ کی طرف آنا ہے فی الدرالمختار صلے خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ وفی ردالمحتار افاد ان الصلوٰۃ خلفہما اولیٰ من الانفراد - فقط ۲۷ محرم ۱۳۳۲ھ

سوال - ڈاڑھی منڈانا یا شرط کھانا وغیرہ وغیرہ تو ایسے فسق ہین کہ جو صورت دیکھتے ہی یا سننے یا معاملہ سے معلوم ہوجاتے ہین مگر اخلاق ذمیمہ مثلاً - ریا - بخل - عجب - حسد - حُب جاہ - حب مال - بغض وغیرہ کا پتہ دو نمبر بن کو مشکلون سے چلتا ہے اور یہ اخلاق ذمیمہ بھی یقیناً فسق ہین کیا اگر کسی شخص مین ان اخلاق ذمیمہ مین سے کوئی خلق ذمیم ہو اور کسی مقتدی کو اسکا پتہ چلجاوے تو مقتدی کو نماز کا اعادہ واجب ہوگا یا نہین

الجواب - اعادہ مین تو اوپر[ع] کلام ہوچکا البتہ کراہت کا سوال کرنا چاہیے سو یہ صفات ذو وجہین ہین اسلیے انکے موصوف کا فسق یقیناً معلوم نہین ہوسکتا ہے - اور اصل مومن مین عدم فسق ہی لہذا اُن کی امامت مکروہ نہین - ۲۷ محرم ۱۳۳۲ھ

سوال - زید جو مولوی و عالم مشہور ہے جب نوافل وغیرہ بیٹھکر پڑھتا ہے تو سجدہ کرتے ہوئے سرین زمین سے نہین اوٹھاتا اپنے معتقدین واتباع کو حکم دیتا ہے کہ نفل بیٹھکر پڑھو تو سجدہ مین سرین زمین سے نہ اٹھاؤ ورنہ نماز فاسد ہوگی اور صحیح مسلم شریف کی حدیث واقعہ باب جواز النافلۃ قاعدا وقائما سے استدلال کرتا ہے

[ع] یعنی اوپر کے سوال کے جواب مین ۱۲ منہ

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا صلے قائما رکع وسجد وھو قائم واذا صلے قاعدا رکع وسجد وھو قاعد اور عبارت ذیل فقہ کی پیش کرتا ہے من صلے قاعدا فسجد لا یرفع الیتیہ وان رفع الیتیہ فسدت صلوٰتہ لان الیتیہ فی صلوٰۃ القاعد بمنزلۃ القدمین واذا رفع قدمیہ فی صلوٰۃ القائم فسدت الصلوٰۃ فکذا الیتیہ کذا فی المحیط چلپی والاصل ان المریض او غیرہ اذا صلے قاعدا لا یرفع الیتیہ کما لا یرفع رجلیہ فی السجدۃ واذا رفع رجلہ واحدا والیۃ واحدۃ لا تفسد کذا فی چلپی ابن الملک والمختار ان یقعد کما یقعد فی حالۃ التشہد وھو الذی اختارہ الفقیہ ابو اللیث وشمس الائمۃ السرخسی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اذا جاء وقت الرکوع والسجود یقعد کما یقعد فی التشہد کذا فی العینی شرح الہدایۃ ملا ۲۶ ج ا انتہی اب سوال یہ ہے کہ حدیث صحیح مسلم کے یہی معنے ہیں جیسے زید نے سمجھے ہیں کہ قائم اور قاعد کو ہیئت سجدہ میں رفع الیتین و عدم رفع الیتین سے فرق کرنا چاہیے اور عبارات فقہ کی تصحیح کریں کہ یونہیں واقع ہیں یا نہیں اور مفتی بہا ہیں یا نہیں جیسا کہ تعامل علماء اساتذہ اور شیوخ سے رفع الیتین فی السجدہ مشاہد ہے۔ بینوا باسناد الکتب المعتبرۃ عند الحنفیۃ۔ توجروا یوم الحساب۔

الجواب زید کے قول پر کوئی دلیل صحیح قائم نہیں حدیث مسلم میں اگر سجد وھو قاعد کے یہ معنے ہیں کہ سجدہ کے وقت بھی ہیئت قعود کی رہتی تھی سو اول تو یہ خود مقصود زید کے خلاف ہے کیونکہ زمین پر سر رکھنے سے ہیئت قعود کی باقی نہیں رہتی اور اگر بعض ہیئت مراد ہے تو وہ رفع الیتین کی حالت میں بھی حاصل ہے دوسرے لازم آتا ہے کہ اسی طریق پر اس حدیث کے اس جزو سجد وھو قائم کے بھی یہ معنے ہوں کہ سجدہ کے وقت قیام بھی رہتا تھا حالانکہ یہ بالاتفاق باطل ہے پس معلوم ہوا کہ حدیث کے یہ معنے نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اکثر ایسا کرتے تھے کہ رکوع و سجدہ کے قبل کھڑے ہو جاتے ہوں اور پھر قیام سے رکوع میں اور اس کے بعد سجدہ میں جاتے ہوں جیسا کہ گاہ گاہ ایسا بھی کرتے تھے جیسا کہ حدیث مذکور کے بعد ہی دوسری حدیث مسلم میں ہے قلت لعائشۃ کیف کان یصنع فی الرکعتین وھو جالس قالت کان یقرأ فیہما فاذا اراد ان یرکع قام فرکع رہگئیں عبارات کتب فقہیہ سو ان میں سے عبارت اولیٰ یعنی من صلے قاعدا اور عبارت ثانیہ یعنی والاصل الخ اول تو محتاج تصحیح نقل ہیں مستدل کو ان عبارتوں کا پورا پتہ تبلانا چاہیے کہ کہاں سے نقل کی ہیں تاکہ ماخذ سے مطابق کیا جاوے دوسرے

عہ یہ لفظ سمجھ میں نہیں آیا ۱۲

عبارت اولیٰ مین جو دلیل بیان کی ہو لان الیتنیہ فی صلوٰۃ القاعد الخ وہ دعوی مذکورہ پر منطبق نہین ہوتی کیونکہ یہ اگر حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل مین بجائے فاذا رفع قدمیہ فی صلوٰۃ القائم کے رفع قدمیہ فی السجود ہوتا ورنہ قید فی صلوٰۃ القائم سے لازم آتا ہو کہ صلوٰۃ قاعد مین رفع قدمین فی السجود مفسد صلوٰۃ نہو اور صلوٰۃ قائم مین ہو حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہو اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت مین فسجد ناقل یا کاتب کی غلطی ہو اور مطلب اس عبارت کا یہ ہو کہ حالت قیام حکمی مین رفع الیتین نکرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی مین کوئی شخص رفع قدمین کرے کہ مفسد صلوٰۃ ہو اس تقریر پر یہ اس بحث ہی سے خارج ہو اور عبارت ثانیہ مین تو لا یرفع الیتیہ کے ساتھ قید فی السجدہ کی بھی مذکور نہین پس اس سے بھی وہی مراد ہوگی کہ لا یرفع الیتنیہ فی القیام الحکمی اور آگے جو تشبیہ کے ساتھ فی السجدۃ مذکور ہے سو وہ محتمل ہو کہ صرف لا یرفع رجلیہ کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہ محض فساد مین ہو اگر یہ احتمال متعین بھی نہوتا ہم مستدل کو تو مضر ہو لانہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تیسرے متون و شروح و فتاوائے مشہورہ مین جو مطلقاً سجدۂ رجال کی ہیئت لکھی ہو وہ اس کے خلاف ہو اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہین پس اگر عبارات مذکورہ کی صحت نقل اور دلالت دونون مسلم بھی ہون تب بھی بوجہ تعارض روایات مشہورہ کے غیر مقبول اور غیر معمول بہا ہونگی اور اخیر عبارت عینی والمختار الخ بھی بوجہ موجود نہونے عینی کے منطبق نہین ہو سکتی غالباً اُس کی نقل مین بھی کچھ غلطی رہی ہوگی جیسا کہ ھات کا مہمل ہونا اُسپر دال ہو لیکن اس سے قطع نظر کرکے کہا جاتا ہو کہ اس کو مبحث سے کچھ مس نہین انمین صرف کیفیت قعود کا بیان ہو اور احتراز ہے تربع وغیرہ سے بہر حال برید کا نہ دعوی درست نہ استدلال صحیح واللہ اعلم۔ یکم جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ

(جواز تقدم مقتدی از خود وقت حدث امام در نماز)

سوال۔ زید امام نے نماز پڑھائی کسی رکعت مین اُسکو حدث ہوا چونکہ اُس کی پشت کے پیچھے کوئی مقتدی نماز پڑھانے کے لایق نہ تھا اس لئے اُس نے نماز چھوڑکر علیحدہ ہونا چاہا جماعت کے داہنے بائین طرف امام سے دس یا پندرہ نمازیون سے پرے ایک شخص نماز پڑھانے کے لایق کھڑا تھا وہ یہ دیکھکر کہ امام کا وضو ٹوٹ گیا سب نمازیون کے سامنے کو گذر کر امام کی جگہہ آ کھڑا ہوا اور نماز پڑھائی کیا اس صورت مین نماز سبکی صحیح ہوئی یا نہین فقط۔

الجواب۔ صحیح ہوگئی فی الدر المختار باب الاستخلاف ولم یتقدم احد ولو بنفسہ فی

رد المحتار اشار الی انہ یصیر خلیفۃ اذا قتدی بہ الامام واحد القوم او تقدم بنفسہ لما قدمناہ عن النہر فقط - یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

سوال - جب کہ امام مقیم یا مسافر سلام پھیر دیتا ہی تو باقی نماز رہنے والے مقتدیوں کو امام سے اور امام کو ان مقتدیون سے کچھ تعلق باقی نہین رہتا چنانچہ سلام پھیرنے کے بعد امام جو چاہے سو کرے امام کے فعل مقتدیون کی باقیماندہ نماز مین کچھ دخل اور اثر نہین رکھتے اور جبکہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیون کو اپنی باقی ماندہ نماز کی رکعتون مین الحمد اور سورت پڑھنا لازم ہی اور حدیثون مین وارد ہی کہ جس رکعت مین الحمد نہ پڑھی وہ رکعت نہین گو یہ حدیث امام اور منفرد کے حق مین تکمیل نماز کے واسطے ہی لیکن پھر کیا سبب کہ امام مسافر کے سلام پھیرنے کے بعد دو یا ایک رکعت باقی رہنے والا مقتدی اپنی باقی رکعتون مین الحمد اور سورت نہ پڑھے اور تین یا چار رکعت رہنے والا مقتدی یا کوئی رکعت نہ پانیوالا قاعدہ مین ملنے والا اپنی باقی رکعت مین الحمد اور سورت ضرور پڑھے نہ پڑھنے والے کی نماز صحیح ہو جانے کی دلیل حدیث صحیح سے ارقام فرمایئے۔

الجواب چونکہ بعد سلام امام مسافر کے مقیم مقتدی لاحق ہی اور لاحق بمنزلہ مؤتم ہی اس لیے اُس کے احکام مؤتم کے سے ہونگے فی الدر المختار فی احکام اللاحق وحکمہ کمؤتم فلا یاتی بقراءۃ ولا سہو ولا یتغیر فرضہ بنیۃ اقامتہ و یبدأ بقضاء مافاتہ عکس المسبوق اور مؤتم کا قرات نہ کرنا حدیث سے ثابت ہی اور لاحق کا مثل مؤتم ہونا قیاس صحیح سے ثابت ہی - یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

سوال - سنا ہی دہلی کی جامع مسجد مین تمام پتھر وغیرہ راجاؤن نے شاہی نذرانہ کا مال لگایا گیا ہی لہذا دہلی کی جامع مسجد مین نماز پڑھنی درست ہے یا نہین -

الجواب - اگر وہ لوگ حربی تھے تب تو یہ لینا جائز ہی تھا اور ایسے ہی مواقع اُسکے مصارف ہین نے رد المحتار باب المغنم وما اخذ منہم بلا حرب ولا قہر کالہدیۃ والصلح فہو لا غنیمۃ ولا فیٔ وحکمہ حکم الفیٔ لا یخمس و یوضع فی بیت المال اور اگر وہ ذمی تھے تو یہ ہدیہ جائز نہین ہو سکتا لیکن خود اسکا کیا ثبوت ہی کہ ایسا ہوا تھا شہرت عوام کا اعتبار نہین اور اُسوقت کے علماء سے نکیر کا منقول نہ ہونا مؤید ہی اس روایت کے غلط ہونے کو اسلیے ہر حال مین جامع مسجد دہلی مین نماز درست ہے یکم جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ

سوال عالمگیری مین لکھا ہی وفی الوتر ینوی صلوٰۃ الوتر کذا فی الزاہدی وفی الغایۃ انہ لا ینوی فیہ واجبا للاختلاف فیہ کذا فی التبیین مولوی کرامت علی جونپوری و مولوی امانت اللہ غازیپوری نے

اپنے رسالہ میں عربی نیت کے بیچ واجب اللہ تعالی لکھا - اب مین کیا کرون بندہ کے پاس کتابین بھی زیادہ نہین ہین اور بنگالہ مین مولوی کرامت علی کا غلبہ زور شور سے ہی سب واجب اللہ تعالی کہتے ہین فی الحال عرض فدوی کی یہ ہی کہ واجب کہنے سے نماز ہوگی یا نہ اور واجب کہنا افضل یا نہ اور واجب کہنے سے نماز مین خلل ہوگا یا نہ حضور از روے مہربانی تحریر فرماوین -

الجواب - فقہا نے تصریح کی ہے کہ ایک مذہب کے مقلد کو دوسرے مذہب کی رعایت خلافیات مین اولی ہے واجب نہین پس غایت مین جو علت لکھی ہے اسکا حاصل یہی رعایت مذہب نفاة وجوب ہی پس اسکی رعایت واجب نہین - اس لیے واجب کہنے سے بھی نماز ہو جاویگی اور نماز مین کچھ خلل نہوگا - ۱۶ - جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ

ف افضلیت قیام در نوافل

سوال - عوام الناس بعد نماز ظہر اور بعد نماز مغرب اور بعد نماز عشا دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھتے ہین اور بیٹھکر ادا کرنے کو بہ نسبت کھڑے ہو کر ادا کرنے کے افضل اور بہتر سمجھتے ہین یہ صحیح ہی یا غلط -

الجواب - فی الدر المختار عن البحر اجر غیر النبی صلے اللہ علیہ وسلم علے النصف الا بعذر انتہی ۱ھ ص ۹۴ احکام النوافل اس روایت کے اطلاق سے سب نوافل کا کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ثابت ہوتا ہے اس لیے عوام الناس کا سمجھنا غلط ہے - ۴ جمادی الاخرے ۱۳۲۲ھ

ف افضلیت قیام در نوافل بعد وتر

سوال - وتر کے بعد نفل دو رکعتین بیٹھکر ادا کرنا افضل اور بہتر ہی یا کھڑے ہو کر اور ان دونون مین سنت کیا ہے -

الجواب فی سنن ابن ماجة باب ماجاء فی الرکعتین بعد الوتر جالسا عن ابی سلمة قال حدثتنی عائشة قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوتر بواحدة ثم یرکع رکعتین یقرء فیھما وھو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع ان حدیث سے بالتخصیص ان نوافل بعد الوتر مین قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت ہوا رہا یہ کہ رکوع کے قبل جلوس فرماتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ قراءة طویل پڑھتے تھے اور آخر عمر مین ضعف پڑھ گیا تھا یہ جلوس اس عارض کی وجہ سے تھا اور جب قرب رکوع کا ہوتا تھا چونکہ وہ عارض مرتفع ہو جاتا تھا تو پھر کھڑے ہو جاتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مقصود اصل مین قیام تھا ورنہ جو لوگ بیٹھ کر پڑھنے کو افضل کہتے ہین وہ اس قیام کے بھی قائل نہین اور روایت مذکورہ کا اطلاق بھی اس کا مؤید ہے غرض عوام بلکہ خواص مین جو اس کے خلاف

مشہور ہے اُسکی کوئی دلیل نہین اور بعض رسائل اُردو فارسی مین جو لکھدیا ہی وہ کسی معتبر جگہہ سے نقل نہین کیا گیا واللہ اعلم ۴ - جمادی الاخرے سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - ایک شخص وضو کر کے آیا تو دیکھا کہ جماعت صبح کی کھڑی ہو گئی ہے اور مسجد اتنی بڑی نہین ہے کہ اگر ایک گوشہ مین سنتین پڑھی جاوین تو قراءۃ امام آواز نہ سنائی دے تاکہ تعمیل آیت واذا قرئ القرأن الآیہ کی ہو اب اُس آدمی کو کیا کرنا چاہیے ایک شخص کہتا ہی کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ اگر فجر کی سنتون سے کسی کو بوجہ فضائل کثیرہ کے شوق ہو تو اُسے چاہیے کہ حالت مذکورہ مین سنت کی نیت کر کے توڑ دے بعدہ جماعت مین داخل ہو جاوے بعد ادائے فرض فی الفور دو سنتین بوجہ فرض ہو جانے کے پڑھ لیوے آیا یہ کہنا اُنکا غلط ہے یا صحیح اور حالت مذکورہ مین شخص مذکور کو کیا کرنا چاہیے -

الجواب - ایسی حالت مین اگر مسجد کے دو درجے ہون تو امام جس درجہ مین ہو تو یہ شخص دوسرے درجہ مین ادا کرے اور اگر ایسا موقع بھی نہو تو کسی علٰحدہ جگہہ مین جسقدر دوری صف سے ممکن ہو وہان پڑھ لے اور یہ طریقہ جو سوال مین مذکور ہی بالکل ناجائز ہے اور امام محمد علیہ الرحمۃ پر تہمت ہی فی رد المحتار باب ادراک الفریضۃ والحاصل ان السنۃ فی سنۃ الفجر ان یاتی بھا فی بیتہ والا فان کان عند باب المسجد مکان صلاھا فیہ والا صلاھا فی الشتوی او الصیفی ان کان للمسجد موضعان والا فخلف الصفوف عند ساریۃ اھ وفی الدر المختار الباب المذکور ثم ما قیل یشرع فیہا ثم یکبر للفریضۃ او ثم یقطعھا ویقضیھا مردود بان درء المفسدۃ مقدم علی جلب المصلحۃ وفی رد المحتار تحت ھذا القول ان ما وجب بالشروع لیس فوق ما وجب بالنذر ونص محمد ان المنذور لا یؤدی بعد الفجر قبل الطلوع اھ ۱۱ - رجب سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - ایک مقام پر شاہی زمانہ کی تعمیر جامع مسجد ہی جسکو بادشاہی صوبہ حاکم وقت نے شہر کے آباد کرنے کے ساتھہ تعمیر کرایا تھا اور بعد ختم تعمیر جامع مسجد منصب امامت کو ایک مرد صالح کے سپرد فرمایا تھا چنانچہ اُس زمانہ سے آج تک اُسی امام کی اولاد مین پشت در پشت امامت منتقل ہو کر آئی ہے مگر عرصہ پانچ سات سال کا تخمینا گذرتا ہی کہ امام وقت نے کسی اخبار مین کچھہ مضامین بہ نسبت انتظامی قواعد طاعون شکایتی چھپوائے تھے جسکو بعض افسران سرکاری نے دریافت

کرکے بعض رؤسا شہر کو ہدایت فرمائی کہ امام مسجد کو بہتر ہوگا کہ علیحدہ کردیا جاوے چنانچہ حسب مصلحت وقت انکی جگہہ اُن کے حقیقی چچازاد بھائی کو منصب امامت پر مقرر کردیا چند سال اُنہون نے بھی کام کیا لیکن کچھہ عرصہ کے بعد اس کو اپنے حوائج ضروریہ کی وجہ سے اتفاقاً سفر درپیش ہوا جسکی وجہ سے اپنی جگہہ پر ایک مولویصاحب کو قائم مقام مقرر کردیا لہذا اب چند سال سے مولویصاحب موصوف امامت کرتے ہین اب کچھہ عرصہ کے بعد امام صاحب جامع مسجد نے جنہون نے مولویصاحب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا کسی جمعہ کو بقصد امامت کیا تو یہ امر مولویصاحب کو سخت ناگوار ہوا جسپر اُنہون نے اپنے چند معتقدین کے ذریعہ سے اس امر کی کوشش کی اور اب تک کر رہے ہین کہ یہ امامت ہمسے نہ نکلے اور ہمارے لیے ہمیشہ کو قائم رہے لیکن اکثر اہل شہر اپنے امام قدیم کو چھوڑنے اور مولویصاحب کی امامت قبول کرنے سے ناراض ہین اور کسی طرح اس کو پسند نہین کرتے گو مولویصاحب کو بمقابلہ امام قدیم کے علم مین زیادتی ضرور ہے لیکن اُنکے نزدیک سوائے اپنے چند ہم خیالون کے سلف سے اب تک جتنے عالم سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کرنیوالے گذرے ہین اور فی الحال موجود ہین اور نیز اُن کے پیرو عام مسلمان سب وہابی و بے دین ہین خاصکر آخر زمانہ کے عالم مثل مولٰنا شاہ محمد اسحٰق صاحب رح و مولٰنا اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی اور مولٰنا رشید احمد صاحب گنگوہی رح اور علماء دیوبند اور ندوہ کی شرکت کرنے والے عالمون کو ناجائز الفاظ سے یاد کرنا وظیفہ ہے اور باوجود ان سب باتون کے بعض صاحبون نے بنظر رفع شر مولوی صاحب کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ایک جمعہ کی نماز امام صاحب کے پیچھے پڑھ لیجیے اور آیندہ حسب دستور امام قدیمی کی جانب سے پڑہاتے رہیے اس کو بھی پسند نہین کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ ہم کو یزیدی بیعت نہین ہی حالانکہ امام صاحب کے عقائد اہل سنت والجماعۃ کے عقیدہ کے خلاف نہین ہین پس ایسی صورت مین استحقاق امامت امام قدیم کا ہی یا امامت کے طالب مولویصاحب کا حق ہی چونکہ اسبارہ مین دونون طرف سے کوشش ہو رہی ہی کون فرقہ خطا پر ہے اور کون حق پر۔ فقط

الجواب:- اول تو جب امام اول کے حقیقی چچازاد بھائی کو شہر کے اہل حل وعقد نے منصب امامت پر مقرر کردیا تھا تاوقتیکہ وہ معزول نہ کیے جاوین اور معزول کرنے والے بھی شہر کے اہل حل وعقد ہی ہون اُس وقت تک اگر یہ امام ثانی بمقابلہ ان عالم صاحب یعنی امام ثالث کے باعتبار صفات کے اولٰے بالامامۃ

بھی نہوتے تب بھی بوجہ اسبق فی النصب ہونے کے مستحق للامامت یہی تھے کیونکہ اعتبار اُن صفات کا
وقت نصب کے ہی نہ بعد نصب کے جیسا ردالمحتار مین ہی قولہ اعتبر اکثرھم لایظھر ھذا الا فی النصب
اور کسی کو نائب بنانے سے اصیل معزول نہین ہوتا۔ دوسرے سوال سے معلوم ہوتا ہی کہ امام ثالث بہت سے
علماے حقانی متبعین سنت کو بُرا کہتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہی کہ امام ثالث عقائد مین سنت کے خلاف ہین
یعنی مبتدع ہین اور بُرا کہنا خود عمل فسق ہے۔ اور فاسق اور مبتدع کی امامت مکروہ ہی فی الدرالمختار
و فاسق و اعمی و نحوہ الاعشی نھر الا ان یکون ای الفاسق اعلم القوم فھو الاولی و مبتدع
ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبھۃ
تیسرے سوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ اکثر اہل شہر مولویصاحب کی امامت سے ناراض ہین اور کسی طرح
اسکو پسند نہین کرتے۔ اور وجہ دوم سے یہ معلوم ہوچکا ہے کہ مولویصاحب مین ناراضی کے وجوہ بھی شرعی ہین
تو خود ایسی صورت مین امامت کرنا مکروہ ہی فی الدرالمختار و لو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ
لفساد فیہ او لانھم احق بالامامۃ منہ یکرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داود لا یقبل اللہ
صلوٰۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون وان ھو احق لا والکراھۃ علیھم جو تھے اگر امام ثالث مین کوئی
خرابی نہ بھی ہوتی تب بھی چونکہ اکثر لوگ امام سابق کی طرف ہین ایسی صورت مین اکثر ہی کا اعتبار ہے
فی الدرالمختار فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر
اکثرھم رہا امام ثالث کا عالم ہونا سو محض عالم ہونا موجب احقیت امامت نہین بلکہ اوسمین یہ بھی
شرط ہے کہ وہ شخص مطعون فی الدین نہ ہو ورنہ وہ احق للامامت نہین فی الدرالمختار والاحق بالامامۃ
الاعلم باحکام الصلوٰۃ فی ردالمحتار الاعلم بالسنۃ اولی الا ان یطعن علیہ فی دینہ لان الناس
لا یرغبون فی الاقتداء بہ۔ لہذا صورت مسئولہ مین استحقاق امامت کا امام قدیم کو حاصل ہی ان مولویصاحب
طالب امامت کا کچھ حق نہین۔ واللہ اعلم ۲۔ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ بعد پڑھے جانے تین آیت کے نماز فرائض مین امام کو اگر لقمہ لگے اور
مقتدی لقمہ دیدے تو نماز فاسد یا مکروہ تو نہین ہوتی اور اگر فاسد ہوئی تو کس کی ہوئی
اب مکرر پڑھنی چاہیئے۔

الجواب۔ فوراً بتلا دینا یا امام کو منتظر رہنا کہ مجھکو کوئی بتلا دے بہتر تو نہین ہی بلکہ بہتر یہ ہی کہ دوسری

جگہ سے پڑھنا شروع کردے یا اگر بقدر کافی پڑھ چکا ہو تو رکوع کردے لیکن پھر بھی اگر مقتدی نے بتلا دیا اور امام نے لے لیا تو نماز میں کسی کی خلل نہیں فی الدر المختار باب مایفسد الصلوٰۃ بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لایفسد مطلقا لفاتح واخذ بکل حال فی رد المحتار قولہ بکل حال ای سواء قرأ الامام قدر ماتجوز الصلوٰۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نھر ثم قال بعد اسطر تتمۃ یکرہ ان یفتح من ساعتہ کما یکرہ للامام ان یلجئہ الیہ بل ینتقل الی اٰیۃ اخری لایلزم من وصلھا مایفسد الصلوٰۃ او الی سورۃ اخرے او یرکع اذا قرء قدر الفرض کما جزم بہ الزیلعی وغیرہ وفی روایۃ قدر المستحب کما رجحہ الکمال بانہ الظاھر من الدلیل واقرہ فی البحر والنھر فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۵۔ شعبان سنہ ۱۳۲۲ھ

نماز خلف امرد

سوال۔ امرد لڑکے کے پیچھے نماز فرائض ہوسکتی ہے یا نہیں مراد یہ ہے کہ بالغ تو ہوگیا ہے مگر ڈاڑھی مونچھ کچھ نہیں آئی خواہ حافظ ہو یا علم دین کا پڑھنے والا ہو اور مقتدیوں کو بوجہ لڑکپن کے اُسکے امام ہونے میں اختلاف ہے۔

الجواب۔ اگر وہ خوبصورت ہے اور اُسکو نگاہ شہوت سے لوگوں کے دیکھنے کا احتمال ہے تب تو وہ اگر حافظ یا طالب علم بھی ہو تب بھی مکروہ ہے اور اگر یہ بات نہیں ہے صرف عوام کی ناپسندیدگی ہے تو اگر وہ سب مقتدیوں سے علم و قرآن میں اچھا ہو تو اُس کی امامت مکروہ نہیں اور اگر اتنی عمر ہوگئی ہے کہ اب ڈاڑھی بھرنے کی امید نہیں رہی تو وہ امرد نہیں رہا فی الدر المختار باب الامامۃ وکذا تکرہ خلف امرد فی رد المحتار انھا تنزیھیۃ ایضا والظاھر کما قال الرحمتی ان المراد بہ صبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ وھل یقال ھھنا ایضا اذا کان اعلم القوم تنتفی الکراھۃ فان کانت علۃ الکراھۃ خشیۃ الشھوۃ وھو الاظھر فلا وان کانت غلبۃ الجھل او نفرۃ الناس من الصلوٰۃ خلفہ فنعم فتامل وفیہ عن حاشیۃ المدنی شخص بلغ من السن عشرین سنۃ وتجاوز حد الانبات ولم ینبت عذارہ فھل یخرج بذلک عن حد الامرد الی قولہ فاجاب بالجواز من غیر کراھۃ آہ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ شعبان سنہ ۱۳۲۲ھ

تنحنح در نماز

سوال۔ نماز میں مطلقاً تنحنح جائز بلا کراہت ہے یا نہیں اور تحسین صوت کے لیے امام و مقتدی

تنحنح کریں تو کیا حکم ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار والتنحنح بحرفین بلا عذر اما به بان نشأ من طبعه فلا او بلا غرض صحیح فلو لتحسین صوته او لیهتدی امامه او للاعلام انه فی الصلوٰة فلا فساد علی الصحیح (جلد اول صفحہ ۶۴۲ باب المفسدات) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر تنحنح بلا اختیار ہو تو بھی جائز ہے اور اگر تحسین صوت کے لیے ہو تو بھی درست ہے اور امام اور غیر امام اسمیں برابر ہیں واللہ اعلم ۲- رمضان ۱۳۲۶ھ

سوال۔ نماز میں کھجلانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار وکره کفه ای رفعه ولو لتراب کمشمر کم او ذیل وعبثه به ای بثوبه وبجسده للنهی الا لحاجة فی رد المحتار قوله لحاجة کحك بدنه لشیء اکله واخرہ وسلت عرق یؤلمه ویشغل قلبه وهذا لو بدون عمل کثیر قال فی الفیض الحك بید واحدة فی رکن ثلث مرات یفسد الصلوٰة ان رفع یده فی کل مرة اه وفی الجوهرة عن الفتاوی اختلفوا فی الحك هل الذهاب والرجوع مرة او الذهاب مرة والرجوع اخری (جلد اول صفحہ ۶۶۹ مکروہات) اس روایت سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے کھجلانا جائز ہے جبکہ عمل کثیر تک نوبت نہ پہونچ جاوے اور عمل کثیر کی تفسیر میں اختلاف مشہور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲- رمضان ۱۳۲۶ھ

سوال۔ تشمیر ذیل یا پائجامہ بحفاظت دریدگی از تنگی یا عموماً جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ غالباً سوال کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بعضے آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ اکثر سجدہ میں جاتے ہوئے یا اس سے کھڑے ہوتے ہوئے پائینچے دامن وغیرہ کو سمیٹتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں پس اگر یہی مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر عمل کثیر تک نوبت نہ پہونچے تو مکروہ ہے۔ البتہ اگر حاجت شدید ہو تو کراہت نہیں دلیله مامر فی الجواب عن السوال السابق اور اگر کچھ اور مطلب ہے تو بیان کرنے پر جواب ممکن ہے واللہ اعلم ۲۰- رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

سوال (۱) ایک بستی میں قریب تین چار سو مسلمان مرد بالغ عاقل اور قریب تین سو مرد بالغ کافر مقیم ہیں اسمیں ایک بازار ہے جسمیں اشیاء ضروریہ ہمیشہ موجود رہتی ہیں اور منصفی تھانہ۔ ڈاکخانہ۔ تارخانہ شفاخانہ سب موجود ہیں اب یہ بستی شہر کہلا سکتی ہے یا نہیں اگر قریہ مانا جاوے تو ان مقیم مسلمانوں پر جمعہ فرض ہے یا نہیں اگر فرض نہ ہو تو وہاں جمعہ ادا کرنے سے صلوٰۃ ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں (۲) ہمارے

ملک برہما کی بستیون مین کہین کہین تو مسلمان مرد مکلف ہزار دو ہزار تک مقیم ہین مگر ایسی بستی بہت کہین اور ادنے درجہ مین بعضے قریہ مین دس بیس تک بھی موجود ہین اور جہان سو دو سو چار پانچسو مرد مکلف مقیم ہین ایسی بستیان بہت ہین بعضے قریہ مین سات آٹھ سو تک بھی مقیم ہین اب ان بستیون مین سے کوئی بستی بحکم شہر ہو سکتی ہی یا نہین اگر سب کو قریہ مانا جاوے تو ان بستیون کے مقیمون پر جمعہ فرض ہی یا نہین اگر فرض نہین ہی تو اُن قریون مین سے اگر کسی مین جمعہ ادا کیا جاوے تو اُن کے ذمہ سے صلوٰۃ ظہر ساقط ہوگی یا نہین اگر بڑے بڑے قریہ مین جمعہ صحیح ہو تو ان بستیون مین سے کونسی بستی بڑی کہلاویگی (۳) بعض قریہ زراعت وغیرہ کی وجہ سے فقط میل آدھ میل کے فاصلہ پر بسا ہی آپس مین ہر ایک کا نام بھی جدا جدا ہی مگر اطراف مین دونون ایک ہی نام سے مشہور ہین اب کیا دونون کو علیحدہ علیحدہ قریہ مانین گے یا دونون ملا کر ایک بڑی بستی مانی جاوے گی ان سب سوالون کے جواب مفصل اور مدلل سے ہم نابیناؤن کو رہنمائی فرماوین۔

الجواب — عبارت سوال سے تو ان آبادیون کی صورت و حالت اچھی طرح ذہن مین نہین آئی البتہ ایک دوست سے جو اُس نواح کے رہنے والے ہین تحقیق کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ گو آبادی وہان کی متفرق حصے ہو کر بستی ہی اور ہر حصہ کا نام بھی جدا ہی لیکن تاہم کئی کئی حصے ملکر اُن سب کا مجموعہ ایک نام سے مشہور ہے اور وہ حصہ پارہ کہلاتے ہین مثلاً دولت پور عرف مین ایک آبادی کا نام ہے جسمین چھوٹے چھوٹے کئی حصے ہین اور ہر حصہ بھی جدا نام سے موسوم ہی لیکن جس حصہ مین کوئی مسافر جانا چاہتا ہو پوچھنے پر بجائے اُس حصہ کے نام کے یہ کہتا ہی کہ دولت پور جاونگا اس سے ثابت ہوا کہ وہ پارے بجائے محلون کے ہین اور مجموعہ ان پارون کا ایک آبادی ہے گو اُن کے اندر باہم کسیقدر فصل بھی ہی لیکن ظاہر ہی کہ ایک آبادی کے اجزا مین کچھ فصل ہونا اُس آبادی کے واحد ہونے کے منافی نہین۔ جیسے عموماً جن شہرون کے متعلق انگریزی چھاؤنیان ہین اُن کی یہی حالت ہی اور بعض امصار و قصبات کی بلا چھاونی بھی خود یہ حالت ہی جیسے شاہجہانپور اور بعض قصبات ضلع سہارنپور و مظفر نگر کے کہ اُن کی متفرق آبادی کے مختلف حصے ہین اور درمیان مین میدان اور کھیت اور باغ فاصل ہین مگر جدا جدا آبادی نہین سمجھی جاتی سو ہمارے ان اضلاع میں جیسے بعض آبادیون کی حالت ہی اُس نواح مین اکثر آبادیان ایسی ہی ہین یہ حالت تو وہان کی کل آبادیون مین امر مشترک ہی پھر باہم ان مین ایک تفاوت

یہ ہے کہ ان ہی مجموعی آبادیون مین سے بعض مین تو تھانہ۔ ڈاکخانہ۔ منصفی وغیرہ ہو گو اس مجموعہ کے کسی خاص حصہ پارہ مین سہی ایسے مجموعہ آبادی کو محکمہ کہتے ہین اور بعض مین یہ چیزین نہین اور ان بعض کے رہنے والون کو جب کوئی حاجت تھانہ ڈاکخانہ وغیرہ کے متعلق واقع ہوتی ہو تو وہ اُن محکمون مین جاتے ہین اور ایک ایک محکمہ کے متعلق ایسی ایسی بہت آبادیان ہوتی ہین اور ایسی آبادیون کو گانو کے نام سے مشہور کرتے ہین پس اس حکایت مین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہو کہ اول قسم کا مجموعہ جو کہ وہان محکمہ کہلاتا ہے مصر ہو اور عرفاً لفظ محکمہ لفظ مصر کا مرادف ہو اور دوسری قسم کا مجموعہ قریہ ہے پس اس بناء پر مجموعہ آبادی قسم اول مین جمعہ صحیح ہے اور مجموعہ آبادی قسم ثانی مین جمعہ درست نہین اب مستفتی صاحب اپنی صورت مسئول عنہا کو اس قاعدہ پر خود تطبیق کرکے اُسکے موافق جواب سمجھ لین پس جہان جمعہ صحیح ہوگا وہان نماز ظہر ساقط ہو جاویگی اور جہان جمعہ صحیح نہین نماز ظہر فرض رہیگی اور اشتراط مصر کی روایات سے تمام متون و شروح و فتاوی مذہب حنفی کے مملو و مشحون ہین واللہ اعلم ۳ شوال سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ اگر اون غیر ذبیحہ سے موزہ بنایا جاوے تو اُسکو پہنکر نماز جائز ہوگی یا نہین خواہ جانور حلال ہو یا حرام۔

الجواب۔ نماز جائز ہے اور وہ طاہر ہے بجز خنزیر[ف] کے فی الدر المختار وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذہب وعظمہا وعصبہا وحافرہا وقرنہا الی قولہ طاہر آہ ۱۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ۔

سوال۔ زید کہتا ہو کہ ہندوستان کے قصبون مین جمعہ وعیدین حنفیہ کے نزدیک جائز نہین۔ کیونکہ جمعہ وعیدین کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہو اور قصبے کسی طرح شہر نہین نہ عرف عام مین نہ اور کسی عرف مین حدیث وفقہ حنفیہ مین دو لفظ آئے ہین یا مصر (شہر) کا لفظ یا قریہ (گاؤن) کا لفظ قصبہ کا لفظ کہین نہین آیا ہو قصبے مین دو حیثیتین ہین ایک حیثیت سے تو اُسے شہر یا مشابہ شہر کہسکتے ہین دوسری حیثیت سے گاؤن یا گاؤن کے مشابہ کہسکتے ہین کھینچ کھانچ کے شہر مین داخل کرتے ہین مگر یہ صحیح نہین بلکہ اُسے قریہ (گاؤن) مین داخل کرنا چاہیے چیز ہمیشہ ارذل کے تابع ہوتی ہو اعلیٰ کا ارذل کے تابع ہونے مین کچھ شک نہین بلکہ یقینی ہوتا ہو اور اعلیٰ کے تابع کرنے مین بے احتیاطی ہو اس لیے قصبون مین جمعہ وعیدین کو منع کرنا چاہیے۔ زید کا یہ کہنا کیسا ہو (۲) شہر اور قصبے اور گاؤن کی کیا تعریف

ف اور انسان کے بال کا استعمال بوجہ تکرم کے حرام ہے۔ ۱۲ منہ

ان کی تعریفون مین رقبے اور آبادی کو بھی دخل ہے یا نہین بعض حضرات کہتے ہین کہ جہان کا اتنا رقبہ
ہو اتنی آبادی ہو وہ تو گاؤن ہے اور جہان کا اتنا رقبہ اتنی آبادی ہو وہ قصبہ اور جہان کا اتنا رقبہ
اور اتنی آبادی ہو وہ شہر ہے اور رقبے اور آبادی کی مقدار معین کرتے ہین مگر اس کے ساتھہ ہی یہ
بھی کہتے ہین کہ تھوڑے رقبے اور تھوڑی آبادی کے گھٹ بڑھ جانے سے تعریفون مین فرق نہ آئے گا
خلاصہ یہ ہے جامع مانع تعریف نہین بتلاتے جو تعریف بتاتے ہین وہ ٹوٹ جاتی ہے یہ تو ہر حنفی جانتا ہے
کہ ہمارے مذہب کی روسے گاؤنمین جمعہ وعیدین جائز نہین۔ مگر گاؤن کی جامع تعریف نہ جاننے سے اور
تعریف مین رقبے اور آبادی کو داخل سمجھہ کے عمل کرنے سے اکثر خلط واختلاف وتنازع پیدا ہے اس لیے
جامع مانع تعریف کی اشد ضرورت ہے جو لوگ تعریفون مین معین رقبے اور معین آبادی کو داخل سمجھتے
ہین انکا استناد کسی حدیث وروایت فقہ سے ہے یا نہین (۳) ایک مقام عرف عام مین قصبہ
دوسرا گاؤن کہا اور سمجھا جاتا ہے لیکن یہ قصبہ اپنے رقبہ یا اپنی آبادی کے لحاظ سے اتنا چھوٹا ہے
کہ اسکو گاؤن سمجھنا اور کہنا مناسب تھا تو کیا اس قصبہ مین جمعہ وعیدین سے منع کرین گے علے
ہذا القیاس وہ گاؤن اپنے رقبے یا اپنی آبادی کے لحاظ سے اتنا بڑا ہے کہ اسکو قصبہ سمجھنا اور کہنا مناسب
تھا تو کیا اس گاؤنمین جمعہ وعیدین کی اجازت دین گے (۴) ضلع سلطانپور ملک اودھ مین سانخا
ایک مقام ہے اگر اس کی آبادی پر نظر ڈالی جاوے تو ایک چھوٹا گاؤن ہے مگر یہ عرف عام مین قصبہ
بولا اور لکھا جاتا ہے اور عرف عام ہی کے لحاظ سے غالباً سرکاری کاغذون مین بھی قصبہ لکھا جاتا ہے
اسکی حیثیت یہ ہے کہ یہان پختہ سڑک ہے سواری کو یکے ملتے ہین بازار ہے جو روزمرہ کی ضروری اشیاء
دیتا ہے آبادی سے باہر ہفتے مین غالباً دوبار بڑا بازار لگتا ہے جس مین باہر کی خرید وفروخت کرنے والے
آتے ہین نیل کا کارخانہ ہے ڈاکخانہ اور بہت بڑا ڈاکخانہ ہے یعنی برانچ پوسٹ آفس نہین ہے سرکاری ہسپتال
(شفاخانہ) ہے سرکاری اسکول ہے مگر آبادی کی کمی سے مڈل کلاس تک خواندگی نہین ہے جیسے عام طور پر
قصبون مین ہوتی ہے درجہ سوم تک خواندگی ہے جیسے دیہات مین ہوتی ہے تھانہ (پولیس اسٹیشن)
ہے۔ کانجی ہوس ہے تحصیل کی کچہری ہے منصفی کی کچہری ہے تحصیل کا خزانہ الگ ہے ڈاکخانہ کے متعلق سیونگ
بنک الگ ہے ڈاک بنگلہ بنا ہوا ہے جسمین حکام انگریزی اگر ٹھہرتے ہین اور مقامی حکام کے لیے علیحدہ پختہ سرکاری
مکان بنے ہوئے ہین پختہ تالاب ہے مسافرون کے ٹھہرنے کے لیے متعدد سرائین ہین دو مسجدین ہین ایک

مین جمعہ ہوتا ہی آبادی کے باہر عیدگاہ بنی ہوئی ہے خلاصہ یہ ہی کہ بڑے سے بڑے قصبے بین جو بانین آج کل کے عرف عام و عرف سرکار انگریزی کے لحاظ سے ہوتی ہین وہ سب بحیثیت مجموعی یہان بدرجہ اتم موجود ہین تو کیا آبادی کی کمی پر لحاظ کرکے اور اسکو قریہ اور گاؤن قرار دے کر یہان جمعہ و عیدین سے لوگون کو منع کرنا چاہیے یا عرف عام و مؤیدات عرف عام پر لحاظ کرکے جمعہ و عیدین کی اجازت دینا چاہیے (۵) اگر کوئی شہر یا قصبہ کسی وجہ سے بالکل خالی ہوجاوے اور کوئی آدمی وہان نہ رہجاوے اب اتفاق سے چند مسافر یا مقیم وہان آئین اور جمعہ یا عیدین پڑھین تو جمعہ و عیدین پڑھنا صحیح ہوگا یا نہین

الجوابات (۱) فی رد المحتار عن القہستانی وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق اھ جلد اول صفحہ ۸۳۶ یہ روایت صریح ہی قصبات کے محل جمعہ و عیدین ہونے مین اور مانع کے شبہ کا جواب یہ ہو کہ قصبہ عرف عام مین شہر نہونا غیر مسلم ہی ہمنے خود اہل عرف کو دیکھا ہی کہ کسی قصبہ کے گرد و نواح کے دیہاتی لوگ جب مطلق شہر بولتے ہین تو وہی قصبہ مراد ہوتا ہی اور قصبہ کے آنے جانے کو شہر کا آنا جانا محاورات مین بولتے ہین پس فقہ اور حدیث مین جو لفظ مصر آیا ہی وہ اس کو بھی شامل ہوا آگے تمام تقریر اس پر متفرع ہی اصل کے جواب سے فرع کا جواب بھی ہوگیا (۲) خود صاحب مذہب سے مصر کی یہ تعریف منقول ہی انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رساتیق وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم الخ اور جسقدر تعریفین فقہاء نے کی ہین سب کا مرجع و مآل یہی ہی کہ سب عنوانات مختلفہ ہین معنون واحد کے اور اس سے زیادہ جامع مانع تعریف جس سے تحدید تام ہوجاوے امر غیر مقدرہ فی النص ہین خود امام صاحب کے مسلک کے خلاف ہی لانہ زیادۃ فی الدین باقی رہی صرف رفع نزاع سو مثل دیگر غیر مقدرہ کے اسمین بھی نزد کے وقت اغلب رائے مبتلی بہ اور وقت تعارض آراء کے عدول ثقات کا قول معتمد و معتبر ہوگا اور جسکو نزاع ہی مقصود ہو اسکے لئے تعریف جامع مانع بھی کافی نہین (۳) تعریف بالا سے ظاہراً یہ مستفاد ہوتا ہی کہ رقبہ کی کم متصل یعنی مقدار یا آبادی کی کم منفصل یعنی شمار پر اسکا مدار نہین بلکہ ہیئت آبادی اس کا معیار ہی کما نقل فی الجواب عن السوال الاول من تقیید القری بالتی فیہا سکک واسواق اس بنا پر اگر ہیئت آبادی کی مثل شہر و قصبہ کے ہے محل جمعہ کہینگے ورنہ گاؤن سمجھینگے فاعتبروا (۴) عبارت سوال سے جو صورت اس مقام کی ذہن مین آتی ہی اُس کے اعتبار سے اس کو قصبہ کے حکم

مین سمجھنا ارجح ہے وقد مر فی الجواب عن السوال الثالث اعتبار ہیئۃ العمارۃ لا المقدار ونحوہ واللہ اعلم (۵) لانہ وان لم یعتبر حد خاص من العمارۃ لکن یشترط نفس العمارۃ کما فی الدر المختار وجازت الجمعۃ بمنی فی موسم الی قولہ ووجود الاسواق والسکک ولما مر فی الجواب من السوال الثانی من قولہ وفیہا والی الخ فدل علی اشتراط وجود الناس فیہا الحاکم للحکومات وھذا ظاہر جدا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم - ۱۶ - ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

تحقیق شرط وجود امام در جمعہ

سوال - نماز جمعہ کے انعقاد کے شرائط سے جو سلطان اور امام کا ہونا نزدیک احناف کے معتبر ہی اب زمانہ موجودہ مین یہ شرط نہین پائی جاتی تو اس صورت مین جمعہ ہو سکتا ہی اگر ہی تو وہ کیا اسباب ہین کہ احناف علماء نے اس شرط کو شرط نہ سمجھا بحوالہ کتب واقوال تحریر فرمائیے اگرچہ فی زماننا سب جگہہ جمعہ ہو رہا ہی۔

الجواب - فی الھدایۃ ولا یجوز اقامتھا الا للسلطان او لمن امرہ السلطان لانھا تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعۃ فی التقدیم والتقدم الخ وفی الدر المختار ونصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ روایت اولی سے معلوم ہوا کہ شرط وجود سلطان مقصود لذاتہ نہین ہی بلکہ بحکمت سد فتنہ کے ہی سو اگر تراضی مسلمین سے یہ حکمت حاصل ہو جاوے تو معنے یہ شرط مفقود نہوگی چنانچہ روایت ثانیہ مین اس کی تصریح موجود ہی البتہ جہان اور کوئی شرط صحت جمعہ کی مفقود ہو وہان جائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم - ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

حکم نماز در لباس بذلہ و مہنہ

سوال - جو اکثر کتابون مین لکھا ہی کہ اگر کسی شخص کے پاس قمیص اور ازار اور عمامہ موجود ہو تو اس کو صرف ازار یا صرف قمیص سے نماز پڑھنا مکروہ ہی یہ مسئلہ فقہ حنفی مین موجود ہے یا نہین۔

الجواب - فی الدر المختار وصلاتہ فی ثیاب بذلۃ یلبسھا فی بیتہ ومھنۃ ای خدمتہ ان لہ غیرھا والا لا وفسرھا فی رد المحتار عن شرح الوقایۃ بما یلبسہ فی بیتہ ولا یذھب بہ الی الاکابر والظاھر ان الکراھۃ تنزیھیۃ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جیسے لباس سے اہل وجاہت لوگون کے پاس کوئی جا سکتا ہی اس سے نماز پڑھنا مکروہ نہین اور اس سے کم حیثیت مین کراہت ہی لیکن تنزیہی ہی۔ واللہ اعلم ۱۲ - ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال - بعد دو روز عید کے معلوم ہوا کہ نماز باطل ہوگئی تو دوہرا دین یا نہین۔

الجواب - نہ دُہراوین توبہ کرین - فی الدر المختار باب العیدین ولا یصلیہا وحدہ ان فاتت مع الامام ولو بالافساد اتفاقاً فی الاصح کما فی تیمم البحر وفیہا یلغز ای رجل افسد صلوٰۃ واجبۃ علیہ ولا قضاء علیہ آہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - کوئی شخص برابر بارہ سال سے سیاحی کرتا ہے آج اس گاؤن مین کل اُس گاؤن مین رہتا ہے تو ہمیشہ قصر پڑھے یا نہین -

الجواب - اسمین تین صورتین ہین ۱ کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل یا زائد کے سفر کا قصد ہے اور کسی جگہہ پہونچکر پندرہ روز یا زائد قیام کا قصد نہین اس صورت مین قصر پڑھے ۲ کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل یا زائد کے سفر کا قصد ہے اور کسی جگہہ پہونچکر پندرہ روز یا زائد قیام کا قصد ہے اس صورت مین راہ مین قصر پڑھے اور اُس جگہہ ٹھہرنے مین پوری پڑھے ۳ کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل یا زائد کے سفر کا قصد نہین یعنی جس جگہہ سے اب چلا ہی نہ یہان سے چلنے کے وقت اور نہ اس کے قبل جس جگہہ سے چلا تھا اُس کے چلنے کے وقت بھی تین منزل کا ارادہ نہین ہوا تو پوری نماز پڑھے فی الدر المختار من خرج من عمارۃ موضع اقامتہ قاصداً ولو کافراً ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر مسیرۃ ثلثۃ ایام ولیالیہا صلی الفرض الرباعی رکعتین حتی یدخل موضع مقامہ او ینوی اقامۃ نصف شہر آہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - اگر گھوڑے پر سوار ہی اور کوئی آدمی ساتھ نہین اور نہ کوئی باندھنے کی چیز ہے اور خوف فرار بھی ہے یا رات ہوجانے کا خوف ہی تو نماز فرض گھوڑے پر پڑھ سکتا ہی یا نہین -

الجواب فی الدر المختار باب النوافل فی صلوٰۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم الی قولہ وذہاب الرفقاء ودابۃ لا ترکب الا بعناء او بمعین وفی رد المحتار بان یخاف علی نفسہ او مالہ الخ پس صورت مسئولہ مین جب اُترنے سے گھوڑے کے بھاگ جانے کا خوف ہی اور رات ہوجانے سے جان کا اندیشہ ہے تو فرض نماز گھوڑے پر درست ہے یہ حکم تو اُس صورت مین ہے کہ گھوڑے کے چلے جانیکا بہت غالب گمان ہو اور اگر ویسے ہی سا شبہ ہو تو گھوڑے پر نماز نہ پڑھے بلکہ زمین پر اُتر کر شروع کرے پھر اگر گھوڑا بھاگنے کو ہو تو نماز قطع کرکے اسکو پکڑے فی الدر المختار اخر مکروہات الصلوٰۃ ویباح قطعہا لنحو قتل حیۃ وند دابۃ وفور قدر وضیاع ما قیمتہ درہم

لہ اولغیرہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

ف۔ اجرت بر امامت

سوال۔ امام مسجد کے واسطے مقتدی کچھ مقرر کرین فطور مشاہرہ یا سالیانہ یا بلا تقرر و تعین کچھ دیا کرین تو نماز ایسے امام کے پیچھے جائز ہوگی یا مکروہ۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب الاجارۃ الفاسدۃ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والامامۃ والاذان اس سے معلوم ہوا کہ امام کو شرط کرکے بھی دینا درست ہے اور بلا شرط بدرجہ اولےٰ درست ہے پس نماز اس کے پیچھے مکروہ نہوگی۔ فقط واللہ اعلم ۲۔ ذی حجہ ۱۳۲۲ھ

ف۔ وقت عشار

سوال۔ کسقدر حصہ رات کا گذرنے سے وقت نماز عشا شروع ہوتا ہے۔

الجواب۔ غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد عشار کا وقت آجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۷۔ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

ف۔ وقت عصر

سوال۔ کسقدر حصہ دن کا گذرنے سے وقت نماز عصر شروع ہوتا ہے۔

الجواب۔ عصر کے متعلق کسی خاص حصہ دن کی نہ مجھکو تحقیق ہے نہ تجربہ ہے اتنی پہچان معلوم ہے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت ایک لکڑی ہموار زمین مین کھڑی کرکے اُسکا سایہ ناپ لین وہ مقدار سایہ کی اور اُس لکڑی سے دو حصہ اور سایہ جب ہوجاوے عصر کا وقت آگیا ہر موسم مین یہ قاعدہ کلیہ ہے واللہ اعلم۔ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ جواب اقامت کا مقتدی اور امام اور فارغ الصلوٰۃ سب دین یا فقط مقتدی۔

الجواب۔ امام اور مقتدی سب دین اور فارغ عن الصلوٰۃ بھی جواب دے فی الدر المختار ولو تکرر اجاب الاول وفی رد المحتار ویظہر لی اجابۃ الکل بالقول لتعدد السبب وھو السماع کما اعتمدہ بعض الشافعیۃ اھ قلت دل علی سببیۃ السماع فاذا وجد السماع وجد الاجابۃ ایّا من کان واللہ تعالیٰ اعلم ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ اگر خطبہ عیدین یا جمعہ مین امام کو خیال آیا کہ نماز فجر نہین پڑھی تو کیا کرے۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب الجمعۃ ولو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز وفیہ واذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام الی تمامہا خلا قضاء فائتۃ لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لا تکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ تو درست سمجھا وےگا

لیکن نماز جمعہ نہ پڑہا دی اگر صاحب ترتیب ہو بلکہ دوسرے سے پڑھوادے اور خطبہ عیدین مین یا د آوی تو کچھہ حرج نہین کیونکہ ترتیب خود فرائض و عیدین کی نماز مین بھی واجب نہین اور خطبہ مین تو کہین بھی واجب نہین ہوتی فی الدر المختار باب قضاء الفوائت الترتیب بین الفروض الخمسة والوتر اداء وقضاء لازم وفی رد المحتار ودخل فيه الجمعة فان الترتيب بينها وبين سائر الصلوات لازم فلو تذكر انه لم يصل الفجر يصليها ولو كان الامام يخطب ا سمعيل عن شرح الطحاوی اھ واللہ تعالیٰ اعلم ذیقعدہ ۱۳۲۲؁ھ

سوال جمعہ و عیدین مین امام اور ہوا ور خطیب دوسرا شخص ہو تو کچھہ مضائقہ تو نہین اگر عذر ہو مثلاً امام جماعت مین باعتبار تقوی طہارت قرارت قرآن وغیرہ کے افضل ہو اور خطبہ مین بوجہ عدم عربیت سخت غلطیان کرتا ہو تو ایسی صورت مین کیا حکم ہے۔

الجواب فی الدر المختار فی الشرط الخامس للجمعة لكن ينبغی انه لا يشترط اتحاد الامام والخطيب ثم دفع وعده بقوله فيما بعد لا ينبغی ان يصلی غير الخطيب الى قوله جاز هو المختار اس سے معلوم ہوا کہ بلا عذر بھی جائز ہی مگر خلاف اولی اور عذر سے خلاف اولی بھی نہ ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم محرم ۱۳۲۲؁ھ

سوال۔ خطبہ جمعہ و عیدین بیٹھکر جائز ہے یا نہین اگر خطیب ضعف کے سبب مجبور ہو تو کیا حکم ہی۔

الجواب فی الدر المختار ويسن خطبتان الى قوله وطهارة وستر عورة قائما اس سے معلوم ہوا کہ قیام خطبہ کا سنت مؤکدہ ہی اور اگر واجب بھی ہوتا تب بھی عذر مین ساقط ہوجاتا کقیام الصلوٰۃ اور عیدین کا خطبہ مثل خطبہ جمعہ کے احکام مین ہی پس عذر مین خطبہ جمعہ و عیدین بیٹھکر پڑہنا جائز ہے۔

سوال ۔ در ملک افغانستان این قاعدہ است کہ بفرمایش امیر صاحب خلد اللہ تعالیٰ ملکہ بتحریک بعض عالم در قری جمعہ قائم میکنند و برائی چار پنج قریہ یک خطیب از طرف بادشاہ مقرر باشد فقط اذن بادشاہ را از اشتراط مصر مغنی می پندارند درین علاقہ اگر کدام یکی بجمعہ حاضر نشود خطیب صاحب انکار میکنند گاہی نوبت بشکایت نزد حاکم ملک میرسد در صورت مذکورہ دو رکعت جمعہ از ظہر خلف میشود یا نہ و در تاخیر ازان بعذر وحیلہ آثم خواہند بود۔

الجواب۔ قال الشامی قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالی القاضی لہ ببناء وصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر وهذا اذا لم يتصل به حكم فان فی فتاوی الديناری اذا بنى مسجدا بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقا پس صورت مسئولہ جمعہ صحیح است لکن تعمیم تبدیل حکم است باذن امیر سابق غالبا نسبت بقرا فی خطبہ شرط است قال الشامی لا يبقى الى اليوم الاذن بعد موت السلطان الاذن بذلك الا اذا اذن به ايضا سلطان

زمانتا نصرہ اللہ ص ۸۴ واللہ اعلم۔ ۲۰ محرم ۱۳۲۳ھ

در حاضر شدن نماز بجرس

سوال۔ توقیر آواز اذان چہ قدر ست مصلیان چند بمقابلہ جرس سرکاری ہیچ توقیر اذان کہ نقارہ حاکم حقیقی ست نمی کنند تا جرس سرکاری کہ مقرر شدہ است آواز ندہد مسجد برائے صلوٰۃ نمی آیند چہ حکم ما بین مشرح مطلع فرمایند واجر توقیر کردن و ثنا دیب غیر توقیر کردن چہ قدر ست بینوا توجروا

الجواب۔ بر جرس آمدن و بر اذان نیامدن اگر بنا بر توقیر جرس و عدم توقیر اذان بودے ہر آئینہ امرے بس قبیح و شنیع بود لیکن جائے چنین دیدہ و شنیدہ نشد بلکہ در اصل مدار نماز بر وقت ست و از جملہ معرفات وقت جرس ہم ست چون معرفات و آلات دیگر مثل مقیاس کہ در دائرہ ہندیہ منتصب می باشد و فقہاء نیز اعتبارش کردہ اند پس ہر کہ بر جرس می آید نہ باین حیثیت کہ مقصودش خصوصیت جرس ست بلکہ باین حیثیت کہ او از معرفات وقت ست و بر مسلمانان بدگمانی کردن خود بے توقیری اہل اسلام است کہ از بے توقیری اذان اشد است واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۹۔ شوال ۱۳۲۳ھ

در مفسد بودن جلسہ استراحت

سوال۔ جلسہ استراحت مبطل نماز ہی پس حنفی کی نماز جلسہ استراحت کرنیوالے کے پیچھے ہو گی یا نہ۔

الجواب۔ اسکا مفسد نماز ہونا میری نظر سے نہیں گذرا لہذا مانع صحت اقتدا نہیں البتہ جو لوگ اس وقت تارک تقلید ائمہ ہیں بوجہ عدم مراعاۃ خلافیات کے نواقض وضو میں و نیز[عہ] بعدیہ افساد کے عوام میں ان کی اقتدا خلاف مصلحت و خلاف احتیاط ہی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۲۱۔ شوال ۱۳۲۳ھ

در ثنا و تعوذ مسبوق

سوال مسبوق رکعات جہریہ و خفیہ میں ثنا و تعوذ و تسمیہ تینوں پڑھے یا نہیں اور جب بعد فراغت کے اپنی بقیہ رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسوقت ثنا و تعوذ و تسمیہ تینوں پڑھے یا صرف تعوذ و تسمیہ پر قناعت کرے جو کچھ فرق اس مسئلہ کے متعلق رکعات جہریہ و سریہ میں ہو مطلع فرمایئے گا۔

الجواب فی الدر المختار قبیل باب الاستخلاف والمسبوق منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرء وان قرء مع الامام لعدم الاعتداد بہا لکراہتہا مفتاح السعادۃ فیما یقضیہ اھ مختصرا اس روایت سے دو امر مستفاد ہوئے ایک یہ کہ مسبوق امام کے ساتھ ثنا و تعوذ و تسمیہ

عہ و نیز اس لیے کہ یہ حضرات اکثر پیشاب کر کے کلوخ نہیں لیتے اور بوجہ ضعف قوۃ ماسکہ کے قطرہ آجانا غالب ہو جسکی بعض اوقات خبر بھی نہیں ہوتی پس جا بجا پانچ بار میں ظن غالب ہو کہ نجاست قدر درہم سے زیادہ پائجامہ میں لگ جاتی ہوگی جو مانع صلوٰۃ ہونے کی وجہ سے بنائی صحت امامت کی ہو ۱۲ منہ

نہ پڑھے دوسرے یہ کہ بعد فراغ امام کے جب اپنی بقیہ نماز پڑھنے کھڑا ہو سب چیزیں اور قراءت پڑھے اور جہری و سری اس حکم میں دونوں برابر ہیں لاطلاق الدلیل — واللہ تعالیٰ اعلم ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

سوال — مدرک جس وقت کہ امام رکوع میں ہی بعد تکبیر تحریمہ فوراً رکوع میں چلا جاوے یا ثنا پڑھکر یا بقدر اداے ثنا قیام کرکے رکوع میں جاوے اگر مدرک کو یہ بھی خوف ہی کہ بقدر اداے ثنا قیام کرنے پر رکوع نہیں پاسکتا تو کیا کرے یعنی یہ قیام فرض ہی یا صرف سنت مستحب۔

الجواب فی الدر المختار اول باب صفۃ الصلوٰۃ من فرائضہا التی لا تصح بدونہا التحریمۃ قائما وفیہ فی فصل یلیہ ویشترط کونہ قائما فلو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع وفی ہذا الفصل وہو مخیر بین قراءۃ الفاتحۃ وتسبیح ثلاثا وسکوت قدرہا وفی النہایۃ قدر تسبیحۃ وفی رد المحتار قولہ قدر تسبیحۃ قال شیخنا وہو الیق بالاصول حلیہ ای لان رکن القیام یحصل بہا لامران الرکنیۃ تتعلق بالادنی وفیہ فی مفسدات الصلوٰۃ ویفسدہا اداء رکن وہو قدر ثلث تسبیحات مع کشف العورۃ اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ میں قیام فرض ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ادنیٰ مقدار رکن کی ایک تسبیح یا تین تسبیح کی قدر ہی پس اس شخص کو تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہنا چاہیئے اور اتنی دیر کھڑا رہے کہ ایکبار یا تین بار سبحان اللہ کہسکے پھر رکوع میں جاوے اور ثنا پڑھنا یا ثنا کے قدر کھڑا رہنا ضروری نہیں البتہ یہ جو عادت ہے کہ اللہ اکبر کے ساتھ اول ہی سے رکوع میں پہونچ جاتے ہیں اُن لوگوں کی نماز نہیں ہوتی۔ ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

سوال — مسجد کے در میں بوقت جماعت لوگوں کا کھڑا ہونا کیسا ہی اور جب محراب ایسی گہری ہو کہ امام بالکل اُسمیں چھپ جاوے تو امام کا ایسی محراب میں کھڑا ہونا کیسا ہے۔

الجواب فی الدر المختار فی مکروہات الصلوٰۃ وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یشتبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہۃ وفی رد المحتار سواء کان المحراب من المسجد کما ہو العادۃ المستمرۃ او لا کما فی البحر وفیہ عن الواجبیۃ اذا لم یضق المسجد بمن خلف الامام لا ینبغی لہ ذلک لانہ یشبہ تباین المکانین وفیہ بعد صفحۃ

وحکی الحلوانی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم وفی ردالمحتار باب الامامۃ فی الکلام علی الصف الاول ھکذا ویعلم منہ بالاولی ان مقصورۃ دمشق التی ھی فی وسط المسجد خارج الحائط القبلی یکون الصف الاول فیھا مایلی الامام فی داخلھا وما اتصل بہ من طرفیھا خارجا عنھا من اول الجدار الی آخرہ فلا ینقطع الصف ببنائھا کما لا ینقطع بالمنبر الذی ھو داخلھا فیما یظھر آھ ان روایات سے چند امور معلوم ہوئے اول امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا کہ قدم بھی اندر رہیں مکروہ ہے۔ دوم یہ کہ اگر ضرورت ہو تو مکروہ نہیں تیسرے یہ کہ انقطاع صف موجب کراہت ہے پس جماعت کا درون کے اندر کھڑا ہونا موجب انقطاع صف ہے اس لیے مکروہ ہوگا ویتاید بحدیث رواہ الترمذی عن عبدالحمید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الامراء فاضطرنا الناس فصلینا بین الساریتین فلما صلینا قال انس بن مالک کنا نتقی ھذا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن ضرورت میں یہ بھی جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم۔ ۱۷۔ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

سوال (۱) اگر سورہ کا فرون پڑھکر انا اعطینا یا لایلاف وغیرہ پڑھے تو ترتیب قرآنی کے خلاف پڑھنے میں نماز ہوگی یا نہیں اور اگر سجدہ سہو کر لے تو کراہت جاتی رہے گی کہ نہیں (۲) اول رکعت میں انا اعطینا دوسری رکعت میں اذا جاء پڑھے تو نماز مکروہ ہوگی کہ نہیں اسلئے کہ اُس نے چھوٹی سورت ایک درمیان میں چھوڑکر کے پڑھی سجدہ سہو کرنے سے نماز کی کراہت جاتی رہیگی کہ نہیں (۳) اول رکعت میں چھوٹی سورت پڑھے دوسری میں بڑی سورت پڑھے تو نماز مکروہ ہوگی کہ نہیں اور سجدۂ سہو سے نماز ٹھیک ہوگی یعنی کراہت جاتی رہے گی کہ نہیں۔

(ف) حکم فصل بسورۂ قصیرہ وقراءت خلاف ترتیب بلا لزوم سجدۂ سہو

الجواب (۱) فی الدرالمختار فصل القراءۃ ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوسا اس سے معلوم ہوا کہ نماز ہوگی اور سجدہ سہو لازم نہیں خصوص جبکہ بلاقصد ہوا ہو تو کراہت بھی نہیں (۲) فی الدرالمختار ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ فی ردالمحتار اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ شرح المنیۃ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی سورت درمیان میں چھوڑنا جو مکروہ ہے اُسکا مطلب یہ ہے کہ اول سورت سے بڑی نہو بس

صورت مسئولہ میں چھوٹی سورت پڑھنا موجب کراہت نہیں ہوئی البتہ دوسری رکعت کا طویل ہونا موجب کراہت ہوا کما فی الدر المختار ایضاً واطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہاً لیکن سجدۂ سہو لازم نہیں (۳) مکروہ بمعنے خلاف سنت ہی لما مر فی الجواب عن السوال الثانی لیکن سجدہ سہو واجب نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۔ ۲ ۔ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

سوال ۔ فرض ظہر میں پہلے دونوں رکعتوں میں ضم سورہ نہیں کیا دونوں رکعت اخیرہ میں ضم سورت کرے یا کہ نہیں اور سجدہ سہو کرے یا نہیں فقط ۔

الجواب ۔ کرنا جائز ہے اور واجب ہونے میں اختلاف ہی لیکن سجدہ سہو ہر حال میں ہی کیونکہ واجب ترک ہوا فی الدر المختار بحث القراءۃ ولو ترک سورۃ اولی العشاء مثلاً قرأ ھا وجوبا وقیل ندبا وفی رد المحتار ویسجد للسہو لو ساھیا ولیعم الرباعیۃ السریۃ آھ ۱۷ ۔ محرم ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ عورت دودھ والی وضو سے ہو اور وہ اپنے لڑکے کو دودھ پلاوے یا دودھ اُس کا آپ سے جاری ہو یا وہ نماز میں ہووے اور لڑکا دودھ پیوے دودھ نکلے یا نہ نکلے اُس کی نماز کے واسطے اور وضو کے واسطے کیا حکم ہے ۔

الجواب ۔ دودھ پلانے سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اگر نماز میں ہو اور بچہ دودھ پی لے اور دودھ نکل بھی آوے تو نماز جاتی رہے گی اور اگر دودھ نہ نکلے تو نماز نہ جاویگی فی رد المحتار عن التاتارخانیۃ مص صبی ثدیہا وخرج اللبن تفسد صلوتہا ج ۱ ص ۶۵۳ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۲۵ محرم ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ اگر کوئی شخص جماعت میں امام کے پیچھے دوسری تیسری چوتھی رکعت میں آکر ملا تھا اور امام کو اتفاقاً چار رکعت پوری ہونے کے بعد سہو ہو گیا اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا اور مقتدیوں کو بھی یاد نہ آیا کسی نے لقمہ نہ دیا اور سب کھڑے ہو گئے اب اُس امام کے یاد آنے تک وہ شخص جو بعد میں کسی رکعت میں آکر ملا تھا اُس امام کی متابعت کرے یا اپنی پوری رکعتیں کرکے فارغ ہووے

الجواب ۔ فی الدر المختار باب سجود السہو وان قعد فی الرابعۃ مثلاً قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائماً صح ثم الاصح ان القوم ینتظرونہ فان عاد تبعوہ وان سجد للخامسۃ سلموا لانہ تم فرضہ اذلم یبق علیہ الا السلام آہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر امام رابعہ

پر بیٹھکر کھڑا ہوا ہے تو مسبوق منتظر رہے اگر وہ لوٹ آوے تو اُس کے ساتھ سلام تک رہے ورنہ اپنی نماز پوری کرے اور اگر وہ رابعہ پر نہیں بیٹھا تو بھی انتظار کرے اگر قبل سجدہ خامسہ کے لوٹ آوے تو بھی سلام تک رہے اور اگر نہ لوٹا تو سب کی نماز باطل ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم ۹- صفر ۱۳۲۴ھ

سوال- کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں نماز کے واسطے وقت کا مقرر کرنا اور اُس وقت مقررہ پر نماز کا پڑھنا یا پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں-

ف پابندی اوقات مقررہ [illegible] برائے نماز و ضبط اوقات بذریعہ گھڑی وغیرہ

الجواب- عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰة رواه البخاری وعن رافع بن خديج قال كنا نصلی العصر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم تنحر الجزور فتقسم عشر قسم ثم تطبخ فناكل لحما نضيجا قبل مغيب الشمس متفق عليه وعن رافع بن خديج قال كنا نصلی المغرب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فينصرف احدنا وانه ليبصر مواقع نبله متفق عليه وعن النعمان بن بشير رضـ قال انا اعلم بوقت هذه الصلوٰة العشاء الاخرة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليها لسقوط القمر لثالثة رواه ابوداؤد والدارمی وعن رافع بن خديج قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر رواه الترمذی وعن ابی سعيد قال صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الحديث وفيه قال صلى الله عليه وسلم لولا ضعف الضعيف وسقم السقيم لاخرت هذه الصلوٰة رواه ابوداؤد والنسائی وعن ام سلمة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اشد تعجيلا للظهر منكم وانتم اشد تعجيلا للعصر منه رواه احمد والترمذی وعن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان الحر ابرد بالصلوٰة واذا كان البرد عجل رواه النسائی وعن ابن مسعود قال كان قدر صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر فی الصيف ثلثة اقدام الی خمسة اقدام وفی الشتاء خمسة اقدام الی سبعة اقدام رواه ابوداؤد والنسائی ان روایات سے چند امور مستفاد ہوئے اوّل باوجود وسیع ہونے اوقات صلوٰۃ کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اکثر اوقات معینہ پر نماز پڑھنے کا تھا اور اُس کے خلاف کسی عارض سے ہوتا تھا- دوم مدار تعیین فضل وقت اور مقتدیوں کے حال کی رعایت تھا سوم صحابہؓ میں بھی اسطرح

تعیین معمول بنفی پس اب جو مساجد مین تعیین ہوتی ہو اُسکا مضائقہ نہین ہی جو روایات مذکورہ سے مستفاد ہوا۔ رہا گھنٹہ گھڑی یعنی انضباط اوقات پہ سے بکام لینا سو وہ خود مقصود نہین بلکہ مقصود اوقات مخصوص ہین اور وہ محض شناخت اوقات کا ایک آلہ ہے جو سہولت کے لیے معتبر سمجھا جاتا ہے جیساکہ بعض اوقات تحری قلب کو معیار قرار دیتے ہین اصل مین گھنٹہ گھڑی تحری قلب مین معین و معاون ہے پس یہ طریقہ متعارف بلا تکلف و بلا تردد جائز بلکہ مستحسن و موافق سنت ہے۔ واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم۔ ۲۹۔ صفر ۱۳۲۴ھ۔

سوال۔ مدت سے اس بات مین شک ہے کہ جمعہ ہمارے محلہ مین جو کہ شہر اکبرآباد سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہی اور بالکل دیہات ہے اور ہم لوگون کو تمام اشیا ضروری استعمال کی شہر ہی سے لانا پڑتا ہے جائز ہے یا نہین اور پھر لوگ جو چار رکعت نماز جمعہ کے پڑھ لیتے ہین یہ کیسا ہی چنانچہ مین بھی ایک بزرگ کے کہنے سے اپنے محلہ مین بعد ادائے جمعہ چار رکعت فرض بھی پڑھ لیتا ہون امید کہ جواب شافی سے مطلع فرمایئن۔

الجواب۔ فی الدر المختار او فناؤہ وھو ما حوله اتصل به اولا کما حررہ ابن الکمال لاجل مصالحه كدفن الموتی ورکض الخیل فی رد المحتار وان اعتبرت التکیة قریة مستقلة ففی مصر علے تعریف المصنف ان روایات سے مفہوم ہوا کہ اگر یہ مقام جس کی نسبت سوال ہی مستقل آبادی شمار کیجاتی ہے تب تو بوجہ قریہ ہونے کے اُسمین جمعہ جائز نہین اور اگر مستقل آبادی نہین سمجھی جاتی بلکہ شہر کے متعلق قرار دیجاتی ہے اور شہر کے مصالح عامہ اُس سے متعلق ہین جیسے گھوڑ دوڑ اور چاندماری اور لشکر کا پڑاؤ اور گورستان ومثل ذلک تو اُسمین جمعہ جائز ہے اور پھر ظہر احتیاطی کی ضرورت نہین واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۴۔ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

سوال۔ اگر کسی کو ایسا مرض ہو کہ اگر وہ صبح کو جامع مسجد جمعہ کے دن جانا چاہے تو جاسکتا ہی اور اگر دوپہر کے وقت یا ایسے جانا چاہے تو نہین جاسکتا اسوجہ سے کہ آجکل دھوپ سے اُسکو سخت مضرت ہوتی ہے تو ایسے شخص کو جمعہ پڑھنے کے لئے صبح کو جانا واجب ہی یا نہین یا جمعہ اُس سے معاف ہے۔

الجواب۔ فی رد المحتار تحت قول الدر المختار فی اعذار ترك الجماعة وبرد شدید ما نصه لم یذکر الحر الشدید ایضا ولم ار من ذکرہ من علمائنا ولعل وجهه انما الحر الشدید انما

یحصل غالباً فی صلوٰۃ الظہر وقد کفینا مؤنتہ بسنیۃ الابراد نعم قد یقال لو ترک
الامام ھذہ السنۃ وصلی فی اول الوقت کان الحر الشدید عذرا تامل وفی اعذار
ترک الجماعۃ من الدر المختار ووحل وثلج ونحوھما فی رد المحتار ای کبرد شدید کما قدمناہ
فی باب الامامۃ اس سے معلوم ہوا کہ اگر دھوپ سخت مضر ہو اور چھتری کی حفاظت کافی نہ ہو تو ترک
جمعہ کے لیے عذر ہوگا - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم - ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال - ایک امر قابل دریافت ہے وہ یہ کہ باب البسملۃ میں امام عاصم رح کے نزدیک بین السورتین بسملہ
ضروری ہے اور امام ابوحنیفہ رح کے مذہب میں تراویح کے اندر ہر سورۃ پر بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی تو اب
اس صورت میں بروایۃ حفص عن العاصم الکوفی رح ختم کلام مجید پورے طور پر کیونکر ہوگا اس لیے کہ بسم اللہ
ایک غیر معین سورۃ کے اول میں پڑھی جاتی ہے اور باقی ایکسو تیرہ سورۃ کے اول میں نہیں پڑھی جاتی
ختم کلام مجید میں امام عاصم کے قول پر عمل کرنا ضروری ہے اور اگر امام ابوحنیفہ رح کے رائے پر عمل کیا جاوے
تو ختم کلام مجید ناقص ختم ہوتا ہے خارج از نماز امام عاصم رح کے قول پر عمل کرنے میں کوئی دشواری نہیں
اندر نماز کے بسم اللہ پڑھنا احناف کے نزدیک پکار کر ہر سورت کے شروع میں جائز ہے یا نہیں اگر احناف
کے نزدیک جائز ہے تو اسپر عمل کرنا فی زماننا کوئی حرج تو نہیں -

الجواب - بسم اللہ کے باب میں ایک مسئلہ قراءۃ کے متعلق ہے اور ایک مسئلہ فقہ کے متعلق عاصم رح
کا قول اول مسئلہ کی تحقیق ہے اور امام ابوحنیفہ رح کا قول دوسرے مسئلہ کی تحقیق حاصل مسئلہ اولے کا
یہ ہے کہ گو بسم اللہ ہر سورۃ کا جزو نہ ہو - مگر باوجود عدم جزئیت روایۃً اُس کا پڑھنا ہر سورت پر منقول ہے
پس اگر کوئی شخص ہر سورت پر نہ پڑھے تو اُس کی قرات اُس روایت کے موافق نہ ہوئی گو کوئی جزو متروک
نہ ہوا ہو جب کہ کم از کم ایک سورۃ پر پڑھ لے اور دوسرے مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ گو روایۃً ہر سورت پر
بسم اللہ منقول ہو لیکن ہر سورت کا جزو نہیں ہے بلکہ جزو مطلق قرآن کا ہے اگر ایک جگہ بھی پڑھ لے تو
قرآن پورا ختم ہو جاویگا گو اُس روایت کے موافق اس کی قرائت نہ ہو پس امام عاصم رح اور امام ابوحنیفہ
کے قول میں کوئی تخالف نہیں کیونکہ دونوں کی نفی اور اثبات کی حیثیتیں جدا جدا ہیں اور حیثیات
کے بدلنے سے تعارض جاتا رہتا ہے یہ جب ہے کہ ہر سورۃ پر بسم اللہ نہ پڑھے اور اگر پڑھ لے
تو شبہہ کی گنجائش ہی نہیں اور امام صاحب کے بھی خلاف نہیں کیونکہ امام صاحب تسمیہ کو

ہر سورت پر ضروری نہین کہتے یہ نہین کہ جائز نہین کہتے درمختار یا ردمختار مین ہر سورت پر تسمیہ کو حسن کہا ہی رہا ہر جگہ پکار کر پڑھنا یہ بلاشبہ احناف کے خلاف ہی اور امام عاصم بھی جہر کو ضروری نہین کہتے صرف تسمیہ کو ضروری کہتے ہین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۶۔ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ یہ نیت امام کی جائز ہے یا ناجائز نویت ان اصلی للہ تعالیٰ رکعتی صلوٰۃ الفجر فرض اللہ تعالیٰ انا امام لمن حضر ولمن یحضر اقتدیت بالقران متوجہا الی جہۃ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر یعنی اقتدا کیا قرآن پر اور پڑہا نماز پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کے آیا یہ نیت جائز ہے یا نہین اور یہ نیت امام کے لیے ضروری ہے یا نہین۔

الجواب ۔ اس شخص سے دریافت کیا جاوے کہ قرآن کے ساتھ اقتدا کرنے سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے سے کیا مراد ہے اگر اس کا یہ مطلب ہی کہ بالمعنی المتعارف قرآن کا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کر رہا ہون اور یہ دونون مجھکو نماز پڑہا رہے ہین تب تو اس کا فساد اور بطلان ظاہر ہی قرآن تو امام بن ہی نہین سکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالفعل اس کو نماز نہین پڑہا رہے ہین پس اس صورت مین خود اس شخص ہی کی نماز نہوگی لان الانفراد فی موضع الاقتداء مفسد کعکسہ ص ۴۴۳ شامی ولانہ نوی الاقتداء بمعدوم وھو لایجوز شامی ص ۴۴۳ جب اس کی نماز نہوگی تو اورون کی بھی اس کے پیچھے نہ ہوگی اور اگر اس شخص کا یہ مطلب ہی کہ مین حسب تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسب امر قرآن نماز پڑہتا ہون تو یہ مطلب صحیح ہے لیکن اس کو نماز کی اقتدا کہنا یہ ایک اصطلاح مخترع ہی اس صورت مین نماز ہو جاویگی لیکن ایسے الفاظ سے خواہ مخواہ شورش ہوتی ہے چھوڑ دینا ان کا واجب ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ قول محقق اور معتبر باعتبار موافقت فقہ وحدیث دربارہ جماعۃ ثانیہ آپ کے نزدیک کیا ہے مگر بحوالہ احادیث اور اقوال فقہاء و نیز بحوالہ کتب تحریر ہو اور نیز قطع نظر حالت موجودہ لوگون کے بلکہ نفس مسئلہ محقق ہو اور اگر حالت موجودہ لوگون کے اعتبار سے جماعۃ ثانیہ کی کراہتہ یا عدم کراہتہ ہو تو اوس کے لیے علیحدہ ارقام ہو ہندوستان کے محقق علماء مثل حضرت مولانا مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی وحضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری وحضرت مولانا مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری وجناب مولانا مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی وجناب مولوی مشتاق احمد صاحب سہارنپوری وجناب مولوی سید

جمال الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بلا کراہت جائز فرماتے تھے مگر غالب گمان یہی کہ جو لوگ جماعۃ اولیٰ کے پابند ہوں انکے لیے بلا کراہت فرماتے تھے۔

الجواب فی جامع الآثار لهذا العبد الحقیر هكذا كراهة تكرار الجماعة فی المسجد عن ابی بكرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل من نواحی المدینة یرید الصلوٰة قد صلوا فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم رواه الطبرانی فی الكبیر والاوسط وقال الهیثمی رجاله ثقات قلت ولو لم یكره لما ترك المسجد وعن ابراهیم النخعی قال قال عمر رض لا یصلی بعد صلوٰة مثلها رواه ابن ابی شیبة قلت واقرب تفاسیره حمله علی تكرار الجماعة فی المسجد وعن خرشة الحران عمر رض كان یكره ان یصلی بعد صلوٰة الجمعة مثلها رواه الطحاوی واسناده صحیح قلت دل علی كراهة تكرار الجمعة خاصة وفی حاشیة تابع الآثار وما ورد من قوله علیه السلام من یتصدق لا یدل علی جواز التكرار المتكلم فیه وهو اقتداء المفترض بالمفترض اذ الثابت به اقتداء المتنفل بالمفترض ولا یحكم بكراهة بل ورد فی جوازه حدیث اخر من قوله علیه السلام اذا صلیتما فی رحالكما ثم اتیتما صلوٰة قوم فصلیا معهم واجعلا صلوتكما معهم سبحة كما هو ظاهر وما رواه البخاری تعلیقا عن انس محمول علی مسجد الطریق او نحوه لما نقل فیه انه رض اذن واقام وهو مكروه عند العامة اه اما الروایات الفقهیة فی هذا الباب ففی الدر المختار ویكره تكرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا موذن فی رد المحتار قوله ویكره ای تحریما لقول الكافی لا یجوز والمجمع لا یباح وشرح الجامع الصغیر انه بدعة كما فی رسالة السندی قوله باذان واقامة عبارته فی الخزائن اجمع مما ههنا ونصها یكره تكرار الجماعة فی مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلی بهما فیه اولا غیر اهله او اهله لكن بمخافتة الاذان ولو كرر اهله بدونهما او كان مسجد طریق جاز اجماعا كما فی مسجد لیس له امام ولا موذن ویصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی كل فریق باذان واقامة علی حدة كما فی امالی قاضیخان اه ونحوه فی الدرر والمراد بمسجد المحلة ما له امام وجماعة معلومون كما فی الدرر وغیرها الی ان قال ولان فی الاطلاق هكذا تقلیل الجماعة معنی فانهم لا یجتمعون

اذا علموا انها لا تفوتهم ثم قال بعد سطر ومقتضی هذا الاستدلال کراهة التکرار فی مسجد المحلة
ولو بدون اذان ویؤیده ما فی الظهیریة لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیه اهله یصلون
وحدانا وهو ظاهر الروایة آه وهکذا مخالف لحکایة الاجماع المار آه ج ا ص وفیه ما نصه وفی آخر
شرح المنیة وعن ابی حنیفة رح لو کانت الجماعة اکثر من ثلثة یکره التکرار والا فلا وعن ابی یوسف رح
اذا لم تکن علی الهیئة الاولی لا تکره والا تکره وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الهیئة کذا
فی البزازیة وفی التاتارخانیة عن الولوالجیة وبه ناخذ ج ا ص ۴۱۰ وفیه قوله الا فی مسجد علی طریق
هو ما لیس له امام ومؤذن راتب فلا یکره التکرار فیه باذان واقامة بل هو الافضل خانیة
ج ا ص ۴۱۰ روایات فقہیہ مذکورہ سے چند صورتین اور اونکے احکام معلوم ہوئے۔

صورۃ اولی مسجد محلہ مین غیر اہل نے نماز پڑھلی ہو صورۃ ثانیہ مسجد محلہ مین اہل نے بلا اعلان اذان یا
بلا اذان بدوجہ اولی نماز پڑھی ہو صورۃ ثالثہ وہ مسجد طریق پر ہو صورۃ رابعہ اوس مسجد مین امام مؤذن
معین نہون صورۃ خامسہ مسجد محلہ ہو یعنی اوسکے نمازی اور امام معین ہون اور اونہون نے اوسمین اعلان
اذان کی صورت نماز پڑھی ہو۔ پس صور اربعہ اولی مین تو بالاتفاق جماعۃ ثانیہ جائز بلکہ افضل ہے جیساکہ
افضلیت کی تصریح موجود ہے اور صورت خامسہ مین اگر جماعۃ ثانیہ بہیئت اولی ہو تب بالاتفاق مکروہ
تحریمی ہی جیساکہ ردمختار مین تحریمی ہونے کی تصریح ہی اور اگر ہیئت اولی پر نہین یہ محل کلام ہی امام
ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ نہین اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہی جیسا ظہیریہ مین اسکا ظاہر
روایت ہونا مصرح ہی البتہ ایک روایت امام صاحب سے یہ ہی کہ اگر تین سے زیادہ آدمی ہون مکروہ
ہی ورنہ مکروہ نہین یہ تو خلاصہ ہوا روایات کے مدلول ظاہری کا اب آگے دو مسلک ہین یا تو امام صاحب رح
اور امام ابو یوسف کے اقوال کو متعارض کہا جاوے یا دونون مین تطبیق دیجاوے اگر متعارض کہا
جاوے تو حسب رسم المفتی والمختلف فیما اختلفوا فیه والاصح کما فی السراجیة وغیرها انه یفتی
بقول الامام علی الاطلاق ثم بقول الثانی الی قوله وصحح فی الحاوی القدسی قوة المدرک
الخ هکذا فی الدر المختار امام صاحب کے قول پر عمل ہوگا اگر سراجیہ کے قاعدہ کو ترجیح دیجاوے تب
تو ظاہر ہے۔ اور اگر حاوی قدسی کے قاعدہ کو ترجیح دیجاوے تب بھی امام صاحب کی دلیل نقلی حدیث
ہے جو اول نقل ہوئی ہی اور دلیل قیاسی ردالمحتار سے فلان فی الاطلاق الخ معلوم ہوچکی ہی جس کی

تو وہ ظاہر ہی اور جو محدثین امام صاحب کی دلیل سے ظاہر اً متعارض ہین اون سب کا جواب کافی
شافی تابع الآثار سے گذر چکا ہی اور اگر بعض کی حکایت اجماع علی الجواز سے شبہ ہو کہ امام صاحب نے
حکم بالکراہتہ سے رجوع کرلیا ہوگا تو شامی نے بعد نقل روایۃ ظہیریہ کے عدم ثبوت اجماع کی تصریح کردی
ہی پس یہ استدلال قطع ہوگیا اور اگر امام صاحب رح اور ابو یوسف رح کے اقوال مین تطبیق دیجاوی تو وجہ
تطبیق یہ ہوسکتی ہی کہ امام صاحب تو کراہتہ تنزیہیہ کے مثبت ہین اور امام ابو یوسف کراہتہ تحریمیہ کے نافی
ہین قرینہ اسکا یہ ہی کہ درمختار مین جو مسجد محلہ مین اذان کے ساتھ جماعۃ ثانیہ کو مکروہ کہا ہی اوسین شامی
نے تصریح کردی کہ کراہتہ تحریمیہ مراد ہی پس اوسکے مقابلہ مین جو دوسری صورتون مین عدم کراہتہ کا حکم ہوگا
اوسی کراہتہ مذکورہ کی نفی ہوگی پس کراہتہ تنزیہیہ کی نفی محتاج دلیل مستقل ہی جیسا کہ صور اربعہ اولی مین افضلیت اُن
کی تصریح بالاستقلال کراہتہ تنزیہیہ کی نفی پر دال ہی پس صور اربعہ اولی مین نفی کراہت سے کراہت تحریمیہ
منتفی ہوگئی اور حکم افضلیت سے کراہتہ تنزیہیہ منتفی ہوگئی اور مندوبیت ثابت ہوگئی بخلاف صورۃ متکلم فیہا
کے کہ اوسمین انتفاء کراہتہ تحریمیہ کے دلیل تو قائم ہے لیکن انتفاء کراہتہ تنزیہیہ کی کوئی دلیل
نہین اور ظاہر روایۃ مین کراہتہ کا اثبات ہی پس کراہتہ تحریم منتفی ہوئی اور کراہتہ تنزیہ ثابت رہی پس امام
صاحب کے اثبات اور امام ابو یوسف کی نفی مین کوئی تعارض نرہا اور اگر یہ شبہہ ہو کہ جاز اور یباح وغیرہ
عبارات سے کراہتہ تنزیہیہ منتفی معلوم ہوتی ہی تو اوس کا جواب یہ ہی کہ لفظ جائز کبھی مکروہ کو بھی شامل ہوتا ہی
کذا فی رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۲ اور جیسا درمختار مین اذان صبی جائز بلا کراہت کہا ہی اور شامی نے کہا ہی کہ مراد نفی
کراہت تحریمیہ کی ہی اور تنزیہی ثابت ہی ج ۱ ص ۴۰۶ و نیز حکایت اجماع جس مین تقدیر تعارض پر کلام ہوا ہے
اس تقریر تطبیق پر بحالہا رہ سکتی ہی کہ نفی کراہت تحریمیہ پر اجماع ہی۔ اور اگر ثبوت کراہتہ تنزیہیہ سے قطع نظر بھی
کیجاوے اور اباحۃ بالمعنی المتبادر مان لی جاوے تب بھی چونکہ ندب تو استحباب نہ دلیل سے ثابت نہ ابو یوسف رح
سے منقول اس لیے نفی کراہتہ سے ثبوت ثواب کا لازم نہ آویگا جیسا رد المحتار مین جماعۃ فی التطوع مین
صرف مسنون نہونے سے ثواب کی نفی کی ہی گو بعض صور تو نمین مباح بھی ہی ج ۱ ص ۱۴۱ پس غایۃ ما فی
الباب ایک فعل مباح ہوا جس مین نہ ثواب نہ عقاب اور امام صاحب کراہتہ کے قائل تب بھی اسلم اور
احوط اسکا ترک ہی ہوا کیونکہ فعل مین تو احتمال کراہت کا ہی اور ترک مین کوئی ضرر محتمل نہین حتی کہ حرمان ثواب
بھی نہین پس ترک ہی راجح ہوا یہ سب تحقیق ہو باعتبار حکم فی نفسہ کے اور اگر مفاسد اس کے امام ابو یوسف رح

کے روبرو پیش کیے جاتے تو یقیناً کراہۃ شدیدہ کا حکم فرماتے لیکن چونکہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور علمار محققین کے فتوے بھی مختلف ہین اس لیے کسی کو کسی پر نکیر شدید وطعن زیبا نہین ۔ واللہ اعلم ۱۰ جمادی الاولیٰ

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ سجدہ تحیۃ جو صوفیاء کرام رضؓ مین علی منہج التعظیم لاعلی سبیل العبادۃ مروج اور جسکی اباحت کے قائل ہین جائز ہے یا نہین قرآن شریف سے اسکی حرمت ثابت ہی یا نہین امم سابقہ مین یہ سجدہ مباح تھا چنانچہ سورہ یوسف مین موجود ہی بعدہ کوئی آیت اس کے نسخ مین وارد نہین ہوئی خبر واحد سے قرآن شریف کی آیۃ کا نسخ جائز نہین پھر شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کا یہ فرمانا کہ ہماری شریعت مین حرام ہی صحیح ہے یا نہین شاہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ احادیث کثیرہ اس کی حرمت مین موجود ہین وہ احادیث کونسی ہین اور اُن کے خبر واحد ہونے پر جو شبہہ بظاہر وارد ہوتا ہی اُس کا کیا جواب ہی بعض عالم فرماتے ہین کہ اس کی حرمت پر اجماع ہوچکا اگر اجماع ہوچکا تو اصحاب طریقت نے اس کو کیون مباح سمجھا چنانچہ سلطان الاولیا والمشائخ فرماتے ہین کہ مین اباحت اصلیہ کی وجہ سے اسکو منع نہین کرتا ان سب کا جواب مع حوالہ کتب معتبرہ متقدمین ونیز اجماع کس کا معتبر ہے قلمبند فرمایا جاوے ۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ وہ حدیث مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء مین ترمذی سے بروایت ابوہریرہ رضؓ اور ابو داؤد سے بروایت قیس بن سعدؓ اور احمد سے بروایت معاذ بن جبل رضؓ مذکور ہے جس سے نہی عن سجدۃ التحیۃ ثابت ہی اور سجدہ عبادت کا احتمال ہی نہین ہوسکتا کیونکہ وہ غیر اللہ کے لیے شرک محض ہونے کی وجہ سے بالذات قبیح ہی اسمین احتمال جواز یا احتمال استیذان صحابہؓ ممکن نہین پس یقیناً سجدہ تحیہ ہی اُن احادیث کا مدلول ہی پس نہی کا مدلول حدیث ہونا یقیناً ثابت ہوگیا ۔ رہا شبہہ حدیث کے خبر واحد ہونے کا اور قرآن کے قطعی ہونیکا سو ایک جواب تو وہی ہی جو مستفتی نے نقل کیا ہی یعنی اجماع کے انضمام سے حکم حدیث قطعی ہوگیا رہا اسپر شبہہ اہل طریقت کے خلاف کا سو اول تو یہ امر بدلائل ثابت ہوچکا ہی کہ اجماع مین ہر اختلاف مضر نہین بلکہ جو کسی مجتہد کا اختلاف ہو اور وہ بھی مستند الی الدلیل الشرعی ہو سو اس مسئلہ مین اختلاف کرنے والے نہ مجتہد ہین نہ کسی دلیل معتد بہ کی طرف استناد ہی دوسرے اس اختلاف سے پہلے اجماع منعقد ہوچکا ہی چنانچہ سلف مین کسی سے خلاف منقول نہین اور یہ ثابت ہوچکا ہی کہ اختلاف مؤخر اجماع مقدم مین قادح نہین بہر حال یہ اختلاف اجماع مذکور مین مخل نہین ہوسکتا گو اختلاف کری

والے پر بھی بوجہ لغزش کے ملامت نکرینگے اور معذور سمجھینگے دوسرا جواب یہ ہی کہ اس بات مین اگرچہ ثبوتاً ظنی ہے مگر دلالۃً قطعی ہے اور سباب مین قرآن اگرچہ ثبوتاً قطعی ہے مگر دلالۃً ظنی ہے کیونکہ بعض اہل تفسیر نے اُن آیات مین سجدہ کی تفسیر انحنا رسے کی ہے پس سجدہ حقیقیہ قطعاً مراد و مدلول نہوا اور یہ ثابت ہوچکا ہی کہ دلیل کی یہ دونون قسمین یعنی قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ او ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ اثبات حکم مین ظنی ہوتی ہین پس ایک ظنی دوسرے ظنی کا ناسخ ہوسکتا ہی تیسرا جواب یہ ہی کہ کتب اصول حدیث مین یہ قاعدہ مذکور ہے کہ اگر طرق و رواۃ حدیث مین اتنا تعدد ہو کہ عقل تواطؤ علی الکذب کو تجویز نہ کرسکے تو وہ حدیث متواتر ہوجاتی ہی کیونکہ تواتر مین کوئی عدد خاص معتبر نہین بلکہ اوسکی حد یہی ہی جو مذکور ہوئی پس اس بنا پر حدیث مذکور مین تواتر کے قائل ہونے کی گنجایش ہے پس یہ بھی قطعی ہوگئی اور ایک قطعی دوسرے قطعی کا ناسخ ہوسکتا ہی اور قرآن مجید کی آیت وان المسٰجد للہ اپنے عموم سے نیز موٴید اسکی ہی ورنہ احادیث بھی کافی ہین جیسا گذرا اور سب سے اخیر بات مقلد کی شفا کے لیے یہ ہی کہ مقلد کے ذمہ اثبات بالدلیل نہین اُسکے لیے متبوعین فی المذہب کا قول بس ہے پس جب اس کی حرمت کتب فقہ مین منصوص ہی اب اسمین کیا کلام ہوسکتا ہی ورنہ یہ صریح ترک تقلید ہی واللہ اعلم ۹۔ شوال المکرم سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ بعد ادائے صلوٰۃ جمعہ جو لوگ چار رکعت بوجہ اشتباہ ادائے جمعہ وفقدان بعض شرائط جمعہ پڑھتے ہین اُنکا ادا کرنا احتیاط ہی یا ادا نکرنا احتیاط ہی یا خواص کو درست ہی اور عوام کو نہین یا خواص و عوام دونون کو درست ہی نفس مسئلہ کیا ہی اور آجکل کے اعتبار سے کیا حکم ہی۔

الجواب۔ ردالمحتار مین بعد ایک بحث طویل کے بہت اچھا فیصلہ کیا ہی نعم ان ادی الی مفسدۃ لاتفعل جہاراً والکلام عند عدمہا ولذا قال المقدسی نحن لانامر بذلک امثال ہذہ العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبۃ الیہم آہ اور چونکہ اسمین کہا گیا ہی کہ لانامر العوام اس لیے مین بھی کہتا ہون لو اترجم ہذہ العبارۃ لانی لا ادل علیہا العوام لان الدلالۃ نوع من حملہم علیہ واللہ اعلم ۱۔ جمادی الاولی سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال۔ مقتدیون کے پیچھے جائے نماز اور امام کے نیچے نہو تو نماز کیسی ہی اور برعکس اس کے ہو تو نماز کیسی ہی

الجواب۔ جزئی نظر سے نہین گذری البتہ امام نیچا اور مقتدی اونچے کھڑے ہون اسکو مکروہ تنزیہی

در مسئلہ احتیاط الظہر بعد الجمعہ

در بودن مقتدیان بر جائے نماز دون الامام یا بالعکس

کہنے کی وجہ امام کی بے توقیری کو لکھا ہے اس علت کے اشتراک سے صورۃ مسئولہ کی شق اول مین بھی کراہت کا گمان ہوتا ہے لیکن اگر کوئی عذر ہو تو مضائقہ نہین ہے - ۲۰ - جمادی الاولے ۱۳۲۴؁ھ

سوال سورۂ فاتحہ مقتدی کو امام کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہین بمذہب امام اعظم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کونسی آیت شریفہ کے حوالے سے منع فرمایا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے الحمد نہ پڑھے۔

الجواب- امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ممانعت ہے اور گو آیۃ **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا** سے اسپر استدلال ممکن ہے اور علماء نے کیا ہے مگر اصل استدلال احادیث صحیحہ سے ہے چنانچہ صحیح مسلم مین اذا قرء فانصتوا حدیث صحیح موجود ہے وجہ استدلال اطلاق ہے قراءۃ کا پس جہری سری اور فاتحہ و غیر فاتحہ سبکو شامل ہے بندہ نے رسالہ اقتصاد دین اور مسئلون کے ساتھ یہ مسئلہ بھی ذرا تفصیل سے لکھدیا ہے - ۱۶ - رجب ۱۳۲۴؁ھ

سوال- سورہ فاتحہ شریفہ آیات قرآنی ہین یا نہین اور اگر آیات قرآنی ہین تو اس آیت شریفہ کا کیا مطلب ہے **ولقد اٰتیناك سبعا من المثانی والقرآن العظیم**۔

الجواب- فاتحہ کے آیات قرآنی ہونے مین کیا شبہ ہے اور آیۃ مذکورہ مین قرآن عظیم سورۃ فاتحہ ہی کو فرمایا ہے اور اسمین عطف ایک صفت کا دوسری صفت پر ہے باوجود اتحاد ذات کے جیسے کہا جاوے جاءنی زید العالم والعاقل پس معنے یہ ہین کہ ہمنے آپ کو ایسی چیز دی جسمین دو صفتین ہین ایک صفت یہ کہ وہ سبع مثانی ہے دوسری صفت یہ کہ وہ قرآن عظیم ہے سبع مثانی کہنے کی وجہ مشہور ہے اور قرآن عظیم اس کو اس اعتبار سے فرمایا کہ اسمین اجمالاً تمام قرآن کے مضامین موجود ہین اخرج ہذا التفسیر البخاری مرفوعًا عن ابی سعید بن المعلی واللہ اعلم ۱۶ رجب ۱۳۲۴؁ھ

سوال- نماز ریل مین کسطرح پڑھنا چاہیے مین بعض مرتبہ کھڑے ہو کر پڑھتا ہون اس طرح کہ ایک تختہ کی طرف کھڑا ہوتا ہون اور دوسرے تختہ پر سجدہ کرتا ہون ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ سجدہ مین گھٹنے پاؤ کے زمین مین نہین لگتے ہین - لہذا نماز نہین ہوتی حدیث شریف مین ہے کہ سات چیزین زمین مین بوقت سجدہ کے لگنا چاہیے - چنانچہ اول سات مین سے ایک گھٹنے بھی ہین اور اسیوجہ

عـہ ماتیعلق بالحدیث سے زیادہ اوفق ہے ۱۲ منہ

عـہ ماتیعلق بالتفسیر کے زیادہ مناسب ہے ۱۲ منہ

سے میت کے گھٹنوں میں کا فور لگایا جاتا ہے ان کی رائے میں اسطرح پڑھنا چاہیے کہ ایک تختہ پر بیٹھے مثل نماز پڑھنے والے کے اور دوسرے تختہ پر سجدہ کرے مگر اس صورت میں قیام جو فرض ہے ترک ہوتا ہے لہذا جناب کی کیا رائے ہے کیا گھٹنے کا لگنا زمین میں بوقت سجدہ کے لازم ہے۔

الجواب فی رد المحتار نظافوت الروایات عن ائمتنا بان وضع الیدین والرکبتین سنۃ ولم تزد روایۃ بانہ فرض ج ۱ ص ۵۲۱ اس روایت سے ثابت ہوا کہ زانو لگانا فرض نہیں بلکہ واجب بھی نہیں اور قیام فرض ہے پس آپ کا طریقہ صحیح ہے اور ان صاحب کا قول بالکل غلط ہے واللہ اعلم ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

سوال۔ بلا اہتمام نوافل کے جماعت علاوہ تراویح کے جائز ہے یا نہیں اور اسمیں آدمیوں کی کچھ تعداد شرط ہے یا نہیں۔

(جماعت نوافل)

الجواب فی الدر المختار ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد وفی رد المحتار اما اقتداء واحد بواحد او اثنین بواحد فلا یکرہ وثلثۃ بواحد فیہ خلاف بحر اہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں اگر مقتدی ایک یا دو ہوں تو کراہت نہیں اور اگر چار ہوں تو مکروہ ہے اور اگر تین ہوں تو اختلاف ہے ۲۲۔ رمضان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ در دیار پنجاب وخراسان بوقت ساختن مساجد صیفی وشتوی زیر صف میان ہر دو جدار ستون مید ہند و بوقت صف بستن مصلیان آن ستونہا میان صف می آیند وجاے یک مصلی بگیرند بعض علماء فرمایند کہ این حائل کعدم الحائل ست پس فرجات الشیطان متحقق شد ویدخل فیہ الشیطین کانہا حذف بر ومطلق وبعض می سرایند کہ حیلولت ستون درمیان صف مثل ایستادن مصلے شدہ و در فرجات شیطان داخل نشد چہ دخول شیطان بر آنصورت است کہ قصداً فرجہ در صف میان دو کس گذاشتہ شود واین آمدن ستون حالت اضطراری ست نہ اختیاری چاینقدر از چوب کہ سر بر جدران نہادہ شود نادر بلوجود دست الضرورات تبیح المحظورات درین امر ہر چہ ارشاد شود واجب العمل خواہد لکہ گر قول بعض اول درست شود تا ستونہا را از مساجد کشیدہ صورتی دیگر کردہ شود واگر قول بعض ثانی درست شود تا از وسواس عبادین باشیم امادر ینصورت جزئیہ نوشتہ شود بحوالہ کتاب وصفحہ وباب تا کہ بر مخالف حجت تو گفتہ شود

(دخل ستون اندر صف)

الجواب۔ این جزئیہ تصریحاً از نظر نگذشتہ و نہ ذخیرہ کتب نزد خود دارم کہ دران تتبع نمایم لیکن انچہ از کلیات و نظائر فہمیدہ ام آنست کہ اگر از آمدن ستونہا میان صف تحرز بوجہی ممکن باشد تحرز باید کرد زیراکہ مراصتہ در صفوف ماموربہ است وحیلولۃ سواری مفوت مراصتہ است واگر تحرز ممکن نباشد پس امر واسع است کمافی رد المحتار الجلد الاول صفحہ ۵۹۵ قال فی البحر تکلموا فی الصف الاول قیل ہو خلف الامام فی المقصورۃ وقیل ما یلی المقصورۃ وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث لانہ یمنع العامۃ عن الدخول فی المقصورۃ فلا تتوصل العامۃ الی نیل فضیلۃ الصف الاول ثم قال ویعلم منہ بالاولی ان مثل مقصورۃ دمشق التی ہی فی وسط المسجد خارج الحائط القبلی یکون الصف الاول فیہا ما یلی الامام فی داخلہا وما اتصل بہ من طرفیہا خارجا عنہا من اول الجدار الی اخرہ فلا تنقطع الصف ببنائہا کما لا تنقطع بالمنبر الذی ہو داخلہا فیما یظہر وصرح بہ الشافعیۃ اھ قلت ویؤید التفسیر المذکور ما روی الترمذی فی باب کراہۃ الصف بین السواری عن عبد الحمید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الامراء فاضطرنا الناس فصلینا بین الساریتین فلما صلینا قال انس بن مالک کنا نتقی ہذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث فلینظر فی قولہ اضطرنا وقولہ نتقی یحتمل التفصیل الذی ذکر

سوال۔ اگر سہوا تعدیل صلوٰۃ ترک شود برائے جبر نقصان فقط اعادہ واجب ست یا خیار ین مابین سجدہ سہو و اعادہ ہست بینوا توجروا۔

الجواب فی الدر المختار ولہا واجبات لا تفسد بترکہا وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ وان لم یعدہا یکون فاسقا اثما وفیہ وتعدیل الارکان وفی رد المحتار ج ۱ ص ۴۸۴ فیمکث فی الرکوع والسجود وفی القومۃ بینہما حتی یطمئن کل عضو منہ ہذا ہو الواجب عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ حتی لو ترکہا او شیئا منہا ساہیا یلزمہ السہو اھ ازین روایات حاصل شد کہ در صورت مسئول عنہا سجدہ سہو واجب باشد مخیر درمیان سجدہ سہو و اعادہ نباشد آرے اگر سجدہ سہو نکرد اعادہ واجب ست علی التعیین واللہ اعلم ۲۶۔ شوال ۱۳۲۴ھ

سوال۔ صلوٰۃ مغرب میں امام نے سہواً دو رکعت پر سلام پھیرا اور سلام ہی پھیرنے میں اسکو شبہہ ہوا کہ شاید دو رکعت پڑھیں مگر عدم تیقن اور اس شبہہ کی مرجوحیت کے باعث توجہ نہ کی سلام پھیرنے کے

بعد مقتدی نے کہا دو رکعت ہوئین مقتدی کے اس قول سے اسکا شبہہ راجح ہوا اور امام فوراً کھڑا ہوگیا سب مقتدی بھی کھڑے ہوگئے اور تیسری رکعت پر سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لیا نماز ہوئی یا نہین اگر ہوئی تو اس مقتدی متکلم کی بھی ہوئی یا نہین اسی مین یہ بات بھی معلوم ہوتی ہی کہ تکلم عند الاحناف مطلق مفسد صلوٰۃ ہی خواہ لاصلاح الصلوٰۃ ہو یا نہین - ذوالیدین کی حدیث کس حدیث سے منسوخ ہے -

الجواب - اس قسم کی جزئیات مین فروع مختلف لکھی ہین کما یظہر من مطالعۃ الدر المختار و رد المحتار صفحہ ۵۹۶ و ۶۵۰ و ۶۷۳ لیکن اس باب مین طحطاوی نے خوب فیصلہ کیا ہی جس سے سب فروع بھی متفق ہوجاتی ہین شامی نے صفحہ ۵۹۷ مین اس طرح نقل کیا ہی ثم قال لو قیل بالتفصیل بین کونہ امتثل امر الشارع فلا تفسد و بین کونہ امتثل امر الداخل مراعاۃ لخاطرہ من غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکان حسنا اھ پس جب امام کا شبہہ راجح ہوگیا تو امر شارع کے سبب سے وہ کھڑا ہوا ہی اس لیے اس کی اور مقتدیون کی سبکی نماز ہوگئی بجز کلام کرنے والے مقتدی کے کہ اسکی نماز بوجہ کلام کے فاسد ہوگئی جیسا حنفیہ کا مذہب مشہور اور متون مین مذکور ہی اور حدیث کے متعلق بحث اس مسئلہ مین یہ ہی کہ مسلم مین یہ تین حدیثین نہی عن الکلام مین وارد ہین ایک معاویہ بن حکم اسلمی کی جسمین یہ ارشاد ہوا ہی ان هذه الصلوٰۃ لا یصلح فیها شیء من کلام الناس قلت عموم شیء لکونہ نکرۃ و وقوعہ تحت النفی یشمل کل کلام بای وجہ کان عامداً او ناسیاً او لاصلاح الصلوٰۃ دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نجاشی کے پاس سے آنیکے وقت فقلنا یا رسول اللہ کنا نسلم علیک فی الصلوٰۃ قال ان فی الصلوٰۃ شغلا تیسری زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی کنا نتکلم فی الصلوٰۃ الی قولہ فامرنا بالسکوت و نهینا عن الکلام قلت اطلاق الکلام فی الحدیث الاخیر و کذا کونہ منافیاً لشغل الصلوٰۃ فی الذی قبلہ یعم کل کلام اور یہ تینون حدیثین بوجہ اشتمال علی النہی کے حدیث ذوالیدین سے ظاہرا معارض ہین اب مسلک مشہور علمای حنفیہ کا یہ ہی کہ قصہ ذی الیدین کو نہی عن الکلام سے مقدم کہتے ہین اس لئے قصہ ذی الیدین کو منسوخ اور نہی عن الکلام کو ناسخ قرار دیتے ہین ایک شبہ مشہور ہی کہ رجوع عن الحبشہ ابتدا مین ہوا ہی اور قصہ ذی الیدین مین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ موجود تھے اور انکا اسلام بعد خیبر کے ہوا ہی پس حدیث نہی کی مقدم ہی اور حدیث کلام کی موخر ہے پس نسخ صحیح نہین - اور حنفیہ نے جوابدیا ہے کہ ابوہریرہ کا قصہ مین موجود ہونا مسلم نہین - اور سند منع یہ ہے کہ

کہ ذوالیدین بدر مین شہید ہوئے ہین اور بدر خیبر سے بہت پہلے ہی تو ابو ہریرہ رضہ اُس قصہ مین کس طرح موجود ہو سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رضہ کسی اور سے روایت کرتے ہین پس ممکن ہے کہ یہ قصہ حدیث نہی عن الکلام سے مقدم ہوا ور منسوخ ہو باقی ابو ہریرہ رضہ کا یہ قول کہ بینما انا اصلی یا صلی بنا یا صلے لنا محمول ہے معنے صلے بالمسلمین اور روایۃ بالمعنی پر پھر اسپر یہ شبہہ ہوا ہے کہ مقتول بالبدر ذوالشمالین ہین نہ کہ ذوالیدین پھر اسکا جواب دیا ہے کہ دونون نام ایک ہی کے ہین پھر اس پر شبہہ ہوا کہ امکان تقدم سے وقوع تقدم لازم نہین آتا جواب یہ ہی کہ مبیح اور محرم مین جب تعارض ہوتا ہی بدلیل مذکور فی الاصول مبیح کو مقدم رکھکر منسوخ کہا جاتا ہی یہ مختصر کلام ہے جو جانبین سے پیش کیا جاتا ہی اور اس احقر کا مسلک ان سب دعوون سے قطع نظر کر کے یہ ہی کہ آپ کا کلام فرمانا خصوصیات مین ہی ہو سکتا ہی اور صحابہ رضہ کا کلام رسول کے ساتھ تھا اور کلام مع الرسول مفسد صلوٰۃ نہین جیسا بعض علما رنے اُس حدیث مین لکھا ہی کہ آپنے ابی بن کعب کو پکارا تھا پھر بعد نماز کے آپ نے یہ آیت یاد دلائی استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم الآیۃ یا کلام بالا بیا ، ہو جیسا ابو داؤد مین ہی اور مدعوا اہی نغم عدم فساد بالکلام مع الرسول اور انبیا کو نووی رح نے شرح مسلم صفحہ ۲۱۴ مین نقل کیا ہے واللہ اعلم۔

سوال۔ امام کے سہو قعدہ پر مقتدی بجاے سبحان اللہ کے التحیات للہ کہے جو تعلیم ہی یا یون کہے اُٹھ بیٹھ جاؤ تو نماز ہو گئی یا نہین۔

الجواب۔ سبحان اللہ اور التحیات دونون جائز ہین اور یہ تعلیم و تلقین التحیات کی نہین ہی بلکہ تذکیر ہے البتہ یہ کہنا درست نہین کہ بیٹھ جاؤ اور اگر یہ کلمہ کہدیا تو اُس کی نماز تو فاسد ہو جاویگی اور امام کی نماز مین جواب سوال سابق مین تفصیل آچکی ہی کہ امر شارع سمجھکر عمل کیا تو مفسد صلوٰۃ نہین اور اگر محض اسکی خاطر سے اس کے کہنے پر عمل کر لیا تو مفسد صلوٰۃ ہی۔

سوال۔ مسافر امام کے ساتھ مقیم مقتدی سلام پھیر دے اور امام یون کہے کہ کھڑے ہو جاؤ یا نماز پوری کرو اور وہ بلا اعتماد علی ظنہ کھڑا ہو جس کا یہ مطلب ہے کہ محض امام کے کہنے سے یا برابر والے کے بتلانے اور تعلیم کرنے سے تو مفسد صلوٰۃ ہی یا نہین۔

جواب۔ وہی تفصیل ہی جیسے سوال بالا کے جواب مین گذری ہے فقط۔

سوال۔ نوافل پڑھنا بہتر ہے یا قضا نمازین۔

الجواب فی رد المحتار عن المضمرات الاشتغال بقضاء الفوائت اولیٰ واھم من النوافل الا سنن المعروضۃ وصلوٰۃ الضحیٰ وصلوٰۃ التسبیح والصلوٰۃ التی رویت فیھا الاخبار اھ ای کتحیۃ المسجد والاربع قبل العصر والست بعد المغرب ج ا ص ۶۷۸ اس سے معلوم ہوا کہ قضا نمازیں پڑھنا نفل سے بہتر ہیں بجز سنن مؤکدہ اور اُن نوافل کے جنکا ذکر اوپر کی عبارت میں ہے فقط ۱۴- محرم ۱۳۲۵ھ

سوال- اگر منفرد نے نماز جہری شروع کی تھی اور کچھہ قرارۃ خفی کر چکا تھا کہ کسی نے اُسکی اقتدا کی تو جو پڑھ چکا ہے اُس کے اعادہ بجہر کرنے میں اختلاف ہی اگرچہ شامی نے عدم اعادہ کو ترجیح دی ہی لیکن درمختار و بحر وغیرہ سے اعادہ مرجح معلوم ہوتا ہی یا کہ امام غلطی سے قرارۃ خفی تھوڑی کر چکا تھا کہ اُس کے بعد خیال آیا تو بھی اختلاف عدم اعادہ کی صورت میں تو ظاہر ہے کہ سجدہ سہو صورت اولیٰ میں واجب نہ ہوگا اور صورت ثانیہ میں اگر مقدار ما یجوز بہ الصلوٰۃ پڑھ چکا ہی تو واجب ہوگا لیکن بر تقدیر اعادہ کیا حکم ہے فقہا نے لکھا ہی جیسا کہ عالمگیری میں تصریح ہے اگر اکثر فاتحہ پڑھکر اعادہ کرے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو آیا سجدہ واجب ہوگا یا نہیں صورت اولیٰ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اعادہ بقصد ہوا ہی اس لیے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا اس لیے کہ سجدہ سہو قصد سے واجب نہیں ہوتا لیکن صورت ثانیہ میں بھی یہی حکم ہوگا یا کہ یہ کہا جا سکتا ہی کہ اگرچہ اعادہ کی وجہ سے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا لیکن جب مقدار ما یجوز بہ الصلوٰۃ سہوا خفی کر چکا ہے تو سجدہ سہو واجب ہو چکا ہی اور اس تلافی سے وہ رفع ہوگا یا رفع ہو جاوے گا شامی نے عدم اعادہ صورت اولیٰ میں ترجیح دیتے ہوے لکھا ہی کہ اعادہ فاتحہ سے سجدہ واجب ہوتا ہی اسلیے اعادہ نکرنا چاہیے

الجواب- اقرب الی الفقہ عدم اعادہ ہے دونوں صورتوں میں اور اگر اعادہ کر لیا تو صورۃ اولیٰ میں سجدہ واجب نہ ہونا چاہیے اور شامی کا یہ مطلب نہیں کہ اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہو جاویگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ اسمیں تاخیر الواجب عن محلہ لازم آتا ہی جو بصورت سہو موجب سجدہ سہو ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسمیں ترک واجب لازم آتا ہے اور ترک واجب مکروہ ہے تو اعادہ میں تعمد ترک واجب اور فعل مکروہ کا لازم آویگا اس لیے اعادہ نہ چاہیے کہ موجب ارتکاب مکروہ ہے اور فی نفسہ موجب سجدہ سہو گو اس جگہ بوجہ تعمد کے سجدہ سہو لازم نہ آوے اور اعادہ کی تقدیر پر صورت ثانیہ میں ظاہر ہی کہ سجدہ سہو واجب ہو چکا ہے اور کوئی اُسکا رافع پایا نہیں گیا سو وجوب اُسکا بحالہ رہیگا اور وجوب اعادہ سے سقوط سجدہ سہو لازم نہیں جیسا ضم سورۃ بھولکر رکوع میں چلا گیا تو بعض فقہا نے کہا ہی کہ رکوع سے لوٹکر

سورت ملالے مگر سجدہ سہو پھر بھی لازم ہے مین نے یہ جواب درایتہ سے لکھا ہے روایات تلاش کرنے کا وقت نہین ملا کتابین بھی میرے پاس نہین ہین - فقط ۱۶ - محرم ۱۳۲۵ھ

سوال - سرکاری ملازم جو دورہ کرتے ہین انکو نماز قصر جائز ہے یا نہین طریق غیر معروف سے اپنی آسایش کے موافق دیہات کا دورہ وطن سے وطن تک ۴۶ کوس یا تین یوم کی پوری مسافت ہوجاتی ہے اور یہی اُن کے سفر کی غایت ہے یعنی بصورت دائرہ جسمین وطن کے علاوہ کسی شہر کو غایت سفر نہین کہہ سکتے -

الجواب - فی الدرالمختار من خرج من عمارة موضع اقامته قاصدا مسیرة ثلثة ایام ولیالیها اس شخص پر یہ صادق آتا ہے کہ تین روز کی مسافت کا قصد کرکے نکلا ہے مثلاً جس ذرہ وطن واپس آیا ہے اس روز کے قبل جس منزل پر اسنے قیام کیا ہے وہ اُس کے وطن سے جس رستہ سے یہ وہان پہونچا ہے تین روز یا زیادہ کی مسافت ہے گو دوسرے رستہ سے نزدیک ہو مگر چونکہ اعتبار اُس رستہ کا ہے جس رستہ سے وہان پہونچا ہے جیسا درمختار مین ہے ولو موضع طریقان احدهما مدة السفر والاخر اول قصر فی الاول لا الثانی لہذا صورت مسئولہ مین قصر کرے گا فقط ۱۵ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال - زید وطن سے مظفرنگر کا عازم ہوکر چلا اور قصد ہے کہ دو یوم مین واپس ہوجائیگا وہان پہونچکر ضرورت محسوس ہوئی کہ سہارنپور ہوآئے اور سہارنپور سے واپس میرٹھ ہو لیا میرٹھ سے مظفرنگر سفر شرعی نہین اور نہ مظفرنگر سے سہارنپور ہان میرٹھ سے سہارنپور سفر ہے پس سفر کے دو ٹکڑے علیحدہ مستقل نیت سے مظفرنگر سے روانگی کے وقت سفر بنین گے یا نہین یعنی سہارنپور سے میرٹھ آتے وقت تو سفر کا حکم ہوہی گا مظفرنگر سے سہارنپور تک بھی حکم سفر ہوگا یا نہین -

الجواب فی الدرالمختار ومن طاف الدنیا بلا قصد لم یقصر فی ردالمحتار قوله بلا قصد بان قصد بلدة بینه وبینها یومان فلما بلغها بدأله ان یذهب الی بلدة بینه وبینها یومان وهلم جرا قال فی البحر وعلی هذا قالوا امیر خرج مع جیشه فی طلب العدو ولم یعلم این یدرکهم فانه یتم وان طالت المدة او المکث اما فی الرجوع فان کانت مدة سفر قصر آه اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ شخص مظفرنگر سے سہارنپور جاتا ہوا قصر نکرے گا اور سہارنپور سے میرٹھ آتے ہوئے قصر کریگا فقط - ۱۸ - صفر ۱۳۲۵ھ

تحقیق تعیین نیت واجب در وتر

سوال۔ نماز وتر کی نیت مین لفظ واجب کہا جاوے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار بحث النیۃ ولابد من التعیین عند النیۃ لفرض او واجب انه وتر الخ وفی رد المحتار ای لایلزمه تعیین الوجوب ثم اعلم ان مافی شرح العینی من قوله واما الوتر فالاصح انه یکفیه مطلق النیۃ مشکل لان ظاهره انه یکفیه نیۃ مطلق الصلوٰۃ کالنفل الا ان یحمل علی ماذکرناه من اطلاق نیۃ الوتر الخ اس سے معلوم ہوا کہ نیت وتر مین اگر تعیین بعنوان واجب نہوتا ہم یہ تعیین ضرور ہے کہ یہ وتر ہے اور مطلق صلوٰۃ کی نیت کافی نہین فقط ۲ صفر ۱۳۲۵ھ

حکم جماعت ثانیہ

سوال۔ حنفیہ کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ ہی اور حدیث مین ہی عن ابی سعیدؓ قال جاء رجل وقد صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایکم یتجر علی ھذا فقام رجل وصلی معه رواہ الترمذی صفحہ ۵۹ اصح المطابع وفی البخاری عن انس تعلیقا وابی یعلی موصولا انه جاء انس الی مسجد قد صلی فیه فاذن واقام وصلی جماعۃ۔ لہذا اس حدیث کا کیا جواب ہی اور مسجد محلہ اور مسجد بازار اس حکم مین برابر ہین یا کچھ فرق ہی اگر فرق ہے تو اسکی کیا دلیل ہے۔

جواب ابوسعیدرضؓ کی حدیث مین متنفل نے مفترض کی اقتدا کی اور کلام اُس جماعت ثانیہ مین ہی جہان دونون مفترض ہون فلاحاجۃ فیه اور انسؓ کا فعل ممکن ہے کہ مسجد طریق مین ہو چنانچہ تکرار اذان اس کا قرینہ ہے کیونکہ مجوزین جماعت ثانیہ بھی تکرار اذان کو منع کرتے ہین۔ فقط

تحقیق مذہب حنفیہ در دعا بین السجدتین

سوال عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول بین السجدتین اللھم اغفر لی وارحمنی واجبرنی واھدنی وارزقنی رواہ الترمذی ص ۶۸ مطبوعہ اصح المطابع حنفیہ نے اس کو نوافل پر محمول کیا ہے اس کی دلیل قوی کیا ہے۔

الجواب روی الشیخان عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم للناس فلیخفف مشکوٰۃ باب ما علی الامام وفی رد المحتار تحت قول الدر المختار ولیس بینھما ذکر مسنون ما نصه بل فیه اشارۃ الی انه غیر مکروہ اذ لو کان مکروھا لنھی عنه وعدم کونه مسنونا لاینافی الجواز کالتسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ بل ینبغی ان یندب الدعاء بالمغفرۃ بین السجدتین الخ وفیه عن الحلیۃ ان ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد والجماعۃ والماموم محصورون لایتثقلون بذلک جلد اول ص۵۲۵ ان روایات کے

استیعاب کے بعد معلوم ہوجاویگا کہ حنفیہ مکتوبات مین اور جماعت مین بھی مطلقاً منع نہین کرتے بلکہ جب قوم پر ثقیل ہو جو خود حدیث متفق علیہ مین مصرح ہی اور سنیت کی نفی سے مؤکدہ کی نفی مقصود ہی سو اسمین کسی حدیث سے تعارض نہین واللہ اعلم ۱۵۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال۔ عن ابی ہریرۃ رضؓ قال اشتکے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشقۃ السجود علیہم اذا تفرجوا فقال استعینوا بالرکب۔ حنفیہ اسکو نوافل پر محمول کرتے ہین اس کی کیا دلیل ہے رواہ الترمذی ص ۶۸ مطبوعہ اصح المطابع

الجواب روی مسلم عن البراء بن عازبؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجدت فضع کفیک وارفع مرفقیک وعن عائشۃ رضؓ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد لو شاءت بھمۃ ان تمر بین یدیہ لمرت مشکوۃ باب السجود یہ دونون حدیثین صاف نفی کررہی ہین استعانت بالرکب کی پس تطبیق کے لیے واجب ہوگا کہ نوافل پر محمول کیا جاوے یا ضرورت ومشقت پر چنانچہ خود حدیث مین اسکا قرینہ واضح ہی فقط ۱۵۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤمنا فینصرف علی جانبیہ جمیعا علی یمینہ وعلی شمالہ کذا فی الترمذی ص ۷۰ مطبوعہ اصح المطابع صغیری شرح منیۃ مین انصراف بنماز عصر وفجر مین قرار دیاہے اس تخصیص کی کیا دلیل ہے۔

الجواب۔ فی رد المحتار عن البدائع ان المقصود من الانحراف ھو زوال الاشتباہ اسے اشتباہ انہ فی الصلوٰۃ ج ۱ ص ۵۵۴ قلت ویؤیدہ ما رواہ مسلم عن السائب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا ان لا نوصل بصلوٰۃ حتے نتکلم او نخرج مشکوۃ باب السنن وما رواہ ابوداؤد عن ابی رمثۃ فی حدیث طویل انہ قام الرجل الذی ادرک معہ ای مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التکبیرۃ الاولی من الصلوٰۃ بشفع فوثب عمر فاخذ بمنکبیہ فھزہ ثم قال اجلس فانہ لم یہلک اہل الکتاب الا انہ لم یکن بین صلوتہم فصل فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصاب اللہ بک یا ابن الخطاب مشکوۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ اس روایت سے حکمت انحراف کی معلوم ہوئی کہ زوال اشتباہ ہی اور جن نمازون کے بعد تطوع مشروع ہی وہان زوال اشتباہ تبدل مکان کرکے تطوع شروع کرنے سے ہوسکتا ہی اور جس نماز کے بعد تطوع نہین جیسے فجر اور عصر وہان

ازالہ اشتباہ انحراف سے سہل ہے اس لیے اِن دو نمازون کی تخصیص کی گئی لیکن تخصیص بایں معنے نہین کہ ان مین مؤکد ہوا اورون مین مشروع نہ ہو فی رد المحتار عن المنیۃ ان کان فی صلوٰۃ لا تطوع بعدھا فان شاء انحرف عن یمینہ او یسارہ او ذھب الی حوائجہ او استقبل الناس لوجھہ وان کان بعدھا تطوع وقام یصلیہ یتقدم او یتاخر او ینحرف یمینا او شمالا او یذھب الی بیتہ فیتطوع ثمہ آہ ج ۱ ص ۵۵۷ - ۱۵ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

تحقیق سنن قبل العشاء

سوال - قبل از عشا، چار سنت کس حدیث سے ثابت ہین شیخ دہلوی رح نے لمعات مین لکھا ہی کہ مین نے کوئی حدیث اس مضمون کی نہین دیکھی فقہا نے اسکو کہان سے ثابت کیا -

الجواب [عہ] - شاید ظہر یا عصر پر قیاس کیا ہو فقط واللہ اعلم - ۱۵ - ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

ادنی درجہ اخفاء قراءۃ سری

سوال - نماز مین قراءۃ کو قاری نہ سُنے نماز نہین ہوتی بہشتی زیور مین لکھا ہی اسکا کیا مطلب ہے، اکثر نمازی اپنے پڑھنے کو بوجہ شور و غل کے نہین سُن سکتا یا بہرا ہی کیونکہ ہر چیز کے دو درجے ہین ایک اعلی اور ایک ادنی مثلاً جہر کا اعلی درجہ یہ ہے کہ قاری کی قراءۃ کو دور کے لوگ بھی سُن لین اور ادنے یہ کہ قریب جو کھڑا ہے وہ سُن سکے اور سرّی قراءۃ کا اعلی درجہ یہ ہی کہ قاری کی قراءت قاری ہی سُنے اور دوسرا نہ سُنے اگرچہ برابر کھڑا ہوا اور ادنی درجہ یہ ہی کہ قاری کی زبان اور حلق کو حرکت ہو اور قاری خود نہ سُنے مگر قلبی دھیان رہے کہ مین یہ پڑھ رہا ہون چونکہ حنفیہ کرام کے یہان جن نمازون مین جہر نہین ہی بہت آہستہ پڑھنا اولی ہے وہ کونسا درجہ ہی ادنے یا اعلی اور اس طرح سے کہ نمازی کے حلق اور زبان کو حرکت ہو اور کان نہ سُنے تو نماز ہو جاویگی یا نہین -

الجواب فی الدر المختار فصل القراءۃ و ادنی الجھر اسماع غیرہ و ادنی المخافتۃ اسماع نفسہ اور رد المحتار مین اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کرکے اصح وارجح کہا ہے اور چونکہ اس مین احتیاط بھی

[عہ] اس تحریر کے بعد صغیری دیکھنے سے اس مسئلہ کا جواب جو عبارت ذیل منقول عن الصغیری سے ظاہر ہوتا ہی معلوم ہوا وہ عبارت یہ ہی - وقال الحلبی رح فی الغنیۃ اما الاربع قبل العشاء فلم یذکر فی خصوصھا حدیث لکن یستدل بعموم ما رواہ الجماعۃ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بین کل اذانین صلوٰۃ بین کل اذانین صلوٰۃ ثم قال بعد الثالثۃ لمن شاء فھذا مع عدم المانع من التنفل قبلھا یفید الاستحباب لکن کونھا اربعاً یتمشی علی قول ابی حنیفۃ رح لانھا الافضل عندہ

لہذا بہشتی زیور کے مولف نے اسکو اختیار کیا اور ایک قول کرخی کا ہے صرف تصحیح حروف کافی ہے گو خود بھی نہ سُنے اور بعض نے اسکی بھی تصحیح کی ہے کذا فی رد المحتار پس احوط تو ہندوانی کا قول ہے باقی نماز کرخی کے قول پر عمل کرنیوالے کی بھی ہو جاوے گی واللہ اعلم ۲۷۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ایک صاحب اکثر سہو کا سجدہ بلا تشہد کرتے ہین اور تشہد کا ثبوت حدیث صحیح نص صریح سے مانگتے ہین۔

الجواب۔ فی الحدیث المتفق علیہ عن ابن مسعود رض قال علیہ السلام اذا شک احدکم فی صلوتہ فلیتحر الصواب فلیتم علیہ ثم لیسلم ثم یسجد سجدتین متفق علیہ و ایضاً فی المتفق علیہ مرفوعاً حتے اذا قضے الصلوٰۃ وانتظر الناس تسلیمہ کبر و ہو جالس فسجد سجدتین وفی حدیث الترمذی عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلے بہم فسہی فسجد سجدتین ثم تشہد ثم سلم کذا فی المشکوٰۃ حدیث اول مین فلیتم علیہ سے تشہد قبل سجدہ سہو ثابت ہے کیونکہ بدون تشہد کے صلوٰۃ ناقص ہے اسی طرح حدیث ثانی سے کیونکہ بدون تشہد کے انتظار سلام کا نہین ہو سکتا اور حدیث ثالث سے تشہد بعد سجدہ سہو ثابت ہے پس مجموعہ سے مجموعہ ثابت ہو گیا[ؔ] فقط واللہ اعلم یکم ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

سوال مسجد کے درمین امام کو کھڑا ہونا کیسا ہے دلیل سے بیان فرماوین۔

الجواب فی الدر المختار مکروہات الصلوٰۃ وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقاً وان لم یشتبہ حال الامام الخ وفی رد المحتار اقتصر علیہ فی الہدایۃ واختارہ الامام السرخسی وقال انہ الاوجہ الخ ج ا ص ۶۷۵ امام کا مسجد کے درمین اس طرح کھڑا ہونا کہ پاؤن بھی اندر ہون مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۷۔ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

سوال۔ جن گاؤن اور قریون مین سو سو پچاس پچاس نمازی نماز مین ہون اُن کا جمعہ قائم کرنا مستحسن

[ؔ] پھر رحمۃ مہداۃ مین ابوداؤد و نسائی کی روایت سے ایک حدیث نظر سے گذری جسمین مجموعہ تشہدین مصرح ہے وعن عبداللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا کنت فی صلوٰۃ فشککت فی ثلاث او اربع واکثر ظنک علی اربع تشہدت ثم سجدت سجدتین وانت جالس قبل ان تسلم ثم تشہدت ایضا ثم تسلم ص ۵۳ منہ

ہے یا نہیں نہ فرض اور واجب تجربہ ہے ثابت ہے کہ ان کو جمعہ کی عظمت اور وقعت ہے اُس کے ادا کرنے سے اور پنجگانہ نماز کا بھی شوق رہتا ہے ورنہ کسل اور سستی ہو جاتی ہے حتی کہ نمازیں چھوڑ دیتے ہیں ایسی حالت میں اگر اُن کو کوئی منع کرے تو مصیب ہے یا مخطی اور ایسے وقت پر حنفیہ کو مذہب شافعی جواز جمعہ فی القریٰ اور گاؤں پر عمل کرنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب - فی الدر المختار نواقض الوضوء لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہبہ وفی رد المحتار فی بعض المسائل لوافتی بہ ای بمذہب مالک فی موضع الضرورۃ الخ ان روایات سے معلوم ہوا کہ دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا یا تو اُسوقت جائز ہے جب اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آوے اور یا موضع ضرورت میں جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جمعہ میں نہ تو کوئی ضرورت ہے اور جو مصلحتیں لکھی ہیں یہ حد ضرورت کو نہیں پہونچیں کیونکہ ضرورت کی حقیقت یہ ہے کہ بدون اُس کے کوئی ضرر لاحق ہونے لگے اور ضرر سے مراد حرج اور تنگی اور مشقت ہے سو یہ اُمور متحقق نہیں اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے اول نفل کی جماعت دوم نوافل نہار میں جہر سوم غیر لازم کا التزام چہارم ترک جماعت فرض ظہر پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر شرائط جواز جمعہ سے ہے شرائط وجوب سے نہیں پس یہ احتمال بھی دفع ہو گیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز تو ہو جاویگا لہذا صورت مسئولہ میں جمعہ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک ممنوع اور نا جائز ہے۔ واللہ اعلم ۱۶- ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

سوال - غیر مقلد کے پیچھے حنفی کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور کیسی ہوتی ہے۔

الجواب - غیر مقلد بہت طرح کے ہیں بعضے ایسے ہیں کہ اُنکے پیچھے نماز پڑھنا خلاف احتیاط یا مکروہ یا باطل ہے چونکہ پورا حال معلوم ہونا فی الفور مشکل ہے اسلیے احتیاط یہی ہے کہ اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۱۴- جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

سوال - ایک حافظ قرآن صحیح پڑھتا ہے مگر نماز کا پابند نہ تھا کبھی پڑھ لیتا تھا اور اکثر چھوڑ دیا کرتا تھا اب وہ ماہ رمضان میں تراویح کی نماز پڑھانا چاہتا ہو ایسے حافظ کے پیچھے اُن لوگوں کی نماز جو برابر نماز کے پابند میں بلا کراہت ہوگی یا بکراہت اگر مکروہ ہوتی ہوا اور وہ اسوقت توبہ کرے کہ اب نماز ہم نہیں چھوڑیں گے اور جتنی نمازیں قضا ہو گئی ہیں اُنکی قضا پڑھینگے تو کراہت زائل ہو سکتی ہے یا نہیں۔

حکم اقتدا بغیر مقلدین

حکم اقتدا با بے نمازی طلب توبہ

الجواب - توبہ سے کراہت زائل ہوجاویگی کیونکہ علت کراہت کی فسق ہے اور توبہ سے فسق زائل ہوجاتا ہے اور مطالب بالحقوق رہنا موجب فسق نہیں ہے وہذا ظاہر فقط ۲۴ - شعبان ۱۳۲۵ھ

سوال - ایک حافظ الثغ ہے اور نماز کی پابندی کے باب مین اُس کا حال بھی مثل حافظ مذکور الصدر[عہ] کی ہے بجائے چھوٹے سین کے بڑے شین اور بجائے جیم کے ز یا ذ یا بالعکس اُس کی زبان سے ادا ہوتے ہین باوجود کوشش مزید کے وہ ادائے حروف مذکورہ پر قادر نہین ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح قرآن صحیح پڑھنے والون کی درست ہوگی یا نہین

الجواب - امامت الثغ کی غیر الثغ کے لیے مختلف فیہ ہے کما فی الخانیۃ الشامیۃ پس احقر کے نزدیک فرائض و وتر مین عدم جواز کا حکم احوط ہے اور تراویح مین جواز کا حکم اوسع ہے - واللہ اعلم - ۲۴ - شعبان ۱۳۲۵ھ

فیصلہ و محاکمہ درمیان دو فتوی مختلف متعلق شبینہ متعارفہ

حامداً و مصلیاً - دونون فتوے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ درحقیقت دونون مین اختلاف لفظی ہے کیونکہ حکم جواز کا متعلق نفس عمل کے بشرط خلو من المفاسد کے ہے اور حکم منع کا درصورت لزوم و اقتران مفاسد کے ہے اور دونون حکم صحیح ہین اور حکم واقعی نہایت ظاہر ہے کہ اگر مفاسد نہون تو جائز ہے اور اگر مفاسد ہون تو جائز نہین اب صرف یہ امر باقی رہگیا کہ آیا اسوقت مفاسد غالب ہین یا نہین سو یہ امر متعلق ہے مشاہدہ کے اور بنظر انصاف مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہہ مفاسد غالب ہین مثلاً اگر تراویح کے بعد یہ عمل ہو تو نفل کی جماعت مجمع کثیر کے ساتھہ ہونا جو کہ مکروہ ہے اور اگر تراویح مین ہو تو امام کو جو تخفیف صلوٰۃ کا حکم ہے اُس کی مخالفت لازم آنا اور قرا کا ترتیل و تجوید کو جلدی کی وجہ سے ترک کرنا اور اکثر فخر و نمود کا قصد ہونا اور کہین عوض مالی کی امید ہونا اور سامعین کا اکثر استماع قرآن کے آداب کو ضائع کرنا و مثل ذلک مما یطول ذکرہ اور قاعدہ فقہیہ ہے کہ جس امر جائز بلکہ مندوب مین جو کہ شرعاً اہتمام کے ساتھہ مطلوب نہو مفاسد کا غلبہ ہو اُسکو ترک کردیا جاتا ہے خواہ وہ مفاسد فاعلین کے اعتبار سے ہون یا دوسرے عوام ناظرین کے اعتبار سے ہون - اس لیے زمانہ مین اس عمل کا ترک کرنا مناسب بلکہ کہین کہین واجب ہے روایات ذیل اس تقریر کی مؤید ہین - فی الدر المختار مکروھات الصلوٰۃ و ترکہا ای قلب الحصی اولی فی رد المحتار لانہ اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ کان ترک السنۃ

[عہ] یعنی جو کہ سوال سابق مین مذکور ہوا ہے -

زاجماعلی فعل البدعة اھ وفی الدر المختار الافضل فی زماننا قدر ما لا یثقل علیھم فیہ
ای یکرہ ذلک ای النفل بالجماعة ، لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد الی
قوله وفی الاشباہ عن البزازیة یکرہ الاقتداء فی صلاۃ رغائب وبراءۃ وقدر ولبعید
ھذا ولا ینبغی ان یتکلف کل ھذا التکلف لامر مکروہ وفی رد المحتار تحت ھذا القول
فلو ترک امثال ھذہ الصلوات تارک لیعلم الناس انه لیس من الشعار فحسن اھ وظاھرہ
انه بالنذر لم یخرج عن کونه اداء النفل بجماعة وفی الدر المختار بحث سجدۃ الشکر لان
العامة یعتقد ونھا سنة اوواجبة وکل مباح یودی الیه فمکروہ اھ وفی ھذا کفایة
انشاء الله تعالیٰ لمن کان له قلب اوالقی السمع وھو شھید والله تعالیٰ اعلم بحقایق الامور
فقط ۱۹۔ رمضان ۱۳۲۵ھ

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ لفظ عطاء جو قرآن مین آیا ہے وہ موقع انعام و
جزائے اعمال صالحہ مین آیا ہی اگر کوئی شخص اس لفظ کو غلطی سے موقع عذاب مین پڑھے تو نماز
فاسد ہوگی یا نہ یا اعادۂ نماز مستحب ہوگا یا نہ۔

(۸) قرأت لفظ عطاء در محل عذاب

الجواب فی فتاوی قاضیخان وان تغیر المعنے بان قرأ ان الابرار لفی جحیم وان الفجار
لفی نعیم او قرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحٰت اولئک ھم شر البریة او قرأ وجوہ
یومئذ علیھا غبرۃ اولئک ھم المؤمنون حقا تفسد صلوته لانه اخبر بخلاف ما
اخبر الله به چونکہ صورت مسئولہ مین بھی ظاہرا تغیر فاحش ہوگیا لہذا مقتضا قاعدہ کا فساد ہی لیکن
احقر کے نزدیک اس کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ اسکو تہکم پر محمول کیا جاوے جیسے فبشرھم بعذاب الیم
اور اسکا مقتضا عدم فساد ہے اول کا مقتضا وجوب اعادہ ہے نہ کہ ثانی کا والاول احوط والثانی اوسع
۲۰۔ رمضان ۱۳۲۵ھ

سوال ۔ اگر سنت مؤکدہ کے قعدۂ اخیرہ کو فراموش کرکے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو یہ سنتین
مؤکدہ مبدل بنفل ہوجاوینگی یا نہ جیسا کہ فرائض مین اگر قعدۂ اخیرہ نکیا اور ایک رکعت اور پڑھ لی تو فرائض
مبدل بنفل ہوجاتے ہین اور اعادہ نماز ضروری ہوگا یا مثلاً کسی نے دو تراویح مین قعدہ اخیرہ نکیا بلکہ
بھول سے تیسری رکعت ملالی بعد کو یاد آیا اور چوتھی رکعت پڑھکر سجدہ سہو کیا تو اب یہ دو رکعت تراویح

(۹) ترک قعدہ اخیرہ در سنن مؤکدہ

سبدل بنفل ہو جاوینگی اور ان کا اعادہ ہوگا یا نہ مع حوالہ کتب فقہ ارقام ہو۔

الجواب فی فتاوی قاضیخان المجلد الاول صفحہ ۱۱۱ اذا صلی الامام اربع رکعات بتسلیمۃ واحدۃ ولم یقعد فی الثانیۃ فی القیاس تفسد صلوتہ وھو قول محمد وزفر رحمہما اللہ ویلزمہ قضاء ھذہ التسلیمۃ وھو روایۃ عن ابیحنیفۃؒ وفی الاستحسان وھو اظہر روایتین عن ابی حنیفۃؒ وابی یوسفؒ لا تفسد واذا لم تفسد اختلفوا فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف انہا تنوب عن تسلیمۃ او تسلیمتین قال الفقیہ ابو اللیث تنوب عن تسلیمتین لان الاربع لما جاز وجب ان تنوب عن تسلیمتین کمن اوجب علی نفسہ ان یصلی اربع رکعات بتسلیمتین فصلی اربعا بتسلیمۃ واحدۃ ذکر فی الامالی عن ابی یوسف انہ یجوز فکذا ھہنا وکذا لو صلی الاربع قبل الظہر ولم یقعد علی راس الرکعتین جاز استحسانا انتہی قلت ویلزمہ سجدتا السہو اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ سنت مؤکدہ اور تراویح ہر دو صحیح ہوگئیں واللہ اعلم ۱۲۔ رمضان ۱۳۲۵ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز باجماعت قائم ہے اور پہلی صف تمام ہو چکی ہے اب یہ شخص صف میں کس مقام سے مصلی کو کھینچکر اپنے ساتھ ملاوے اگر وسط صف سے کھینچے تو بظاہر ولا تذروا فرجات الشیطان کا خلاف لازم آتا ہی اور جو کنارہ صف سے کھینچے اور وہیں کھڑا ہو جاوے تو توسطوا الامام کا خلاف ہوتا ہے اور جو کنارہ صف سے کھینچکر وسط صف میں لاوے تو حرکت زیادہ ہوتی ہی اور نیت باندھکر کھینچنا بہتر ہے یا خارج نماز سے کھینچے فقط

الجواب۔ تصریح تو ملی نہیں لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وسط صف میں سے کھینچ لے رہا یہ کہ لا تذروا الخ کے خلاف لازم آتا ہے سو فرجات بند کرنے کا حکم اصطفاف کے وقت ہی اور اثناء صلوٰۃ میں اگر کسی عارض ضروری سے درمیان میں فرجہ ہو جاوے تو ایسے فرجات کی کراہت کی کوئی دلیل نہیں چنانچہ امام کا اگر وضو ٹوٹ جاوے اور اُس کو استخلاف کی حاجت ہو یا کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جاوے اور وہ چلا جاوے ظاہر ہے کہ اس صورت میں فرجہ موجب کراہت نہیں اسی طرح صورت مسئولہ میں بھی وہ عارض ضروری اقامت ہے سنت کی اور تحرز ہے قیام خلف الصف وحدہ سے لہذا کراہت نہ ہوگی البتہ جو شخص اس کے بعد جماعت میں حاضر ہو اُس کو چاہیے کہ اُس فرجہ کو بند کردے گو مرجحہ مصلی

لازم آوے کیونکہ ضرورت شرعی کے وقت یہ بھی مکروہ نہین یہ تو تحقیق ہے اس حکم جذب المصلی کی لیکن درمختار وردالمحتار مین مصرح ہے لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولیٰ لغلبۃ الجھل علی العوام فاذا جرہ تفسد صلوتہ اھ ج ۱ ص ۶۷۰ اور کھینچنا نیت باندھکر اور قبل نیت باندھنے کے ہر طرح درست ہے فی العالمگیریۃ الفصل الخامس من الباب الخامس من کتاب الصلوٰۃ فجاء ثالث وجذب المؤتم الی نفسہ قبل ان یکبر للافتتاح حکی عن الشیخ الامام ابی بکر بن طرخان انہ لا یفسد صلوٰۃ المؤتم جذبہ الثالث قبل التکبیر او بعدہ الخ واللہ اعلم ۲۲ رمضان ۱۳۲۵ھ

سوال - ظہر کی چار سنتین جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہین جماعت کے فوت ہونے کی وجہ سے اگر اُن کے پڑھنے کی نوبت نہ آوے تو بعد اداے فرض ان چار سنتون کی نیت قضا کی کی جاویگی یا ادا کی۔

الجواب - ان سنتون مین ادا کی نیت ہوگی کیونکہ وقت ظہر باقی ہے صرف ترتیب بدلی ہے فقط واللہ اعلم ۱۸ - شوال ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر جمعہ کے روز عید الفطر یا عید الضحےٰ ہو تو جمعہ کی نماز واجب رہتی ہے یا نہین -

الجواب - دونون واجب ہین فی ردالمحتار اما مذھبنا فلزوم کل واحد منھما اھ ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ

سوال - قعدہ اخیرہ مین بعد تشہد کے امام نے سلام پھیر دیا درود نہین پڑھا مقتدی نے اللہ اکبر کہا اب امام پھر تشہد پڑھکر سجدہ سہو کرے یا کہ بلا تشہد سجدہ سہو ادا کرے یا کہ سجدہ سہو نہ کرے -

الجواب - خروج بفعل مصلی چونکہ فرض ہے اسمین تاخیر ہوئی اس لیے سجدہ سہو واجب ہے اور اسیطرح واجب ہے جس طرح اسکا طریقہ مشروع ہے یعنی تشہد کے بعد کیونکہ جو تشہد پڑھا جا چکا ہے وہ قبل سہو ہوا تھا لہذا وہ کافی نہوگا فقط یکم ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال - زید پنجاب سے بارادہ سیاحی بنگالہ کو آیا اور ایک پرگنہ مین بارادہ اقامت چھہ ماہ ٹھیرا اس صورت سے کہ دو روز ایک موضع مین وعظ کیا دو روز دوسرے مین اس صورت سے پانچ چھہ ماہ ایک پرگنہ مین جو دس بارہ کوس کی وسعت مین ہے گذارتا ہے کیا اس صورت مین قصر کریگا یا نہ

الجواب - قصر کریگا - فی الدر المختار فیقصر الی ان قولہ او نوی فیہ لکن بموضعین مستقلین کمکۃ ومنی الخ واللہ اعلم - ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال - زید آبی ملک مین ایک مسقف کشتی مین مع اپنے نوکر چاکر و اہل و عیال کے رہتا ہے اور جس وقت

مین وعظ کرتا ہے اُس کے قریب دریا مین کشتی جا لگاتا ہے دن مین وعظ کرکے رات کو واپس کشتی مین آجاتا
اور کبھی کشتی سے باہر موضع مین بھی پانچ سات روز گذارتا ہی مگر مقیم کشتی ہی مین رہتا ہو تو کیا اس صورت
میں اہل اخبیہ مین داخل ہوکر پوری نماز پڑھیگا یا قصر مالابد کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری نماز پڑھیگا
داور جو کہ ہمیشہ میدان مین رہا کرتے ہین اور کسی جگہہ اقامت نہین کرتے ہین مگر دس پانچ روز تو اُن لوگون
کو حکم ہے کہ ہمیشہ نماز اقامت کی پڑہین قصر نکرین ہان جسوقت یکبارگی ۴۸ کوس چلنے کا ارادہ کرین تو اُسوقت
قصر پڑھین، مگر اہل اخبیہ مین اور مقیم فی السفینہ مین اتنا فرق ہے کہ اہل اخبیہ مثل کنجر بنجارے بدو کے
ہمیشہ بیابان مین آبادی سے دور رہتے ہین اور مقیم فی السفینہ کبھی قریب موضع کے متصل اور کبھی بفاصلہ
ایک میل کبھی دو تین میل وعلے ہذا توبس اسمین وہ واعظ اور نوکر اُس کے کیا قصر پڑہین گے یا کامل عالمگیری
مین متاخرین کا اس مسئلہ مین اختلاف بیان کیا ہے۔

الجواب - قصر کرے گا۔ فی الدر المختار فیقصر الی قوله او نوی فیه لکن فی غیر صالح کبحر الخ فی
رد المختار قال فی المجتبیٰ والملاح مسافر الا عند الحسن و سفینته ایضا لیست بوطن آہ بحر
وظاهره ولو کان ماله واهله معه فیها ثم رایته صریحا فی المعراج اور چونکہ اہل بحر کا حکم مثل
اہل اخبیہ کے نہین لہذا عالمگیری مین جو اہل اخبیہ کے باب مین اختلاف منقول ہے یہان اُس سے
کچھ تعلق نہین - ۱۲ - ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال - زید جس ملک مین وعظ کرتا ہو وہان کے قریب کے مثلاً دس بارہ کوس کے دور کے لوگ ملاحون
مین نوکر رکھتا ہی اور اُن کے علاقہ کے قریب قریب پندرہ بیس کوس مین برس روز تک سیاحی کرتا ہی بصورت
مذکورہ بالا اُن کی نماز کا حکم تابع صاحب السفینہ کے ہوگا یا وہ ہمیشہ کامل پڑھا کرین گے اور اُس مین یہ بھی
ہے کہ جس وقت وہ لوگ نوکری چھوڑکر مکان کو چلے جائین تو اُن کا مانع کوئی نہین۔

الجواب - تبعیت اجیر کی مشروط دو شرط سے ہی ایک یہ کہ اُس کا خروج اپنے وطن سے مسافت قصر
کی نیت سے ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ ماہانہ یا سالانہ تنخواہ پر نوکر ہو صرح به فی رد المختار عن التتارخانیة پس ان
ملاحون کا حکم اسی قاعدہ سے نکال لیا جاوے چونکہ سوال مین دونون امر مبہم ہین لہذا جواب مجمل ہوسکا
۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال - زید اپنے مکان و مولد سے سو کوس جاکر پندرہ روز مقیم رہا پھر وہان سے دوسرے ملک کو

جانے کا قصد کیا تو وہان سے کیا تین منزل کا قصد قصر کے واسطے معتبر ہوگا یا مطلق نکلنا وہان سے معتبر ہوگا یا مطلق خواہ دو چار کوس ہی جائے تو قصر کرے۔

الجواب - مطلق نکلنا معتبر نہین بلکہ مسافت قصر کی نیت سے نکلنا مبطل قصر ہوگا فی الدر المختار ویبطل وطن الاقامۃ الی قولہ وبانشاء السفر اہ والسفر المعتبر ھو السفر الشرعی فقط۔ واللہ اعلم ۱۲ - ذیقعدہ ۱۳۰۵ھ

سوال - جمعہ کے خطبون کے درمیان مین یا آخر بطور وعظ خطبہ کا ترجمہ کردینا جائز ہے یا نہین۔

الجواب - جائز ہے[ب] ہٰکذا یستفاد من العالمگیریۃ۔ واللہ اعلم - ۶ - رمضان ۱۳۱۹ھ

سوال - نماز مین دو سورتین اسطور پڑھنا کہ درمیان مین ایک سورت چھوٹ جائے مثلاً اول مین سورۂ فتح یعنی اذا جاء دوسری مین سورۂ اخلاص پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب - اگر درمیان مین بڑی سورت چھوٹ جاوے جسمین[ف] دو رکعت ہوسکین جائز ہی چھوٹی ناجائز واللہ اعلم ۲ - رمضان ۱۳۱۹ھ

سوال - زید نے بوجہ تہیدستی و غریب الوطنی کے عمر کی نوکری کی لیکن عمر بوجہ ہرج ہونے کام کے زید کو مہلت نماز جمعہ پڑھنے کی نہین دیتا ہی اور زید مجبور ہے آیا اس حالت مین نماز ظہر مجبوراً پڑھنے سے فرض جمعہ کا اُس سے ساقط ہوتا ہے یا نہین

الجواب - مستاجر یعنی آقا کو جائز نہین کہ اجیر یعنی نوکر کو نماز جمعہ سے کہ فرض ہے منع کرے اور نہ اجیر کو اُسکا چھوڑنا جائز ہے اور اگر باوجود اسکے جمعہ مین حاضر نہ ہوا اور ظہر پڑھ لیا تو جمعہ ساقط ہوجائیگا لیکن ترک جمعہ سے گنہگار رہوگا البتہ اگر اجیر کو جمعہ مین آنے جانے سے چوتھائی دن خرچ ہوگیا تو چوتھائی

ب تفصیل اسکی آگے آتی ہے یہان سے تیرہ چودہ سرخیون کے بعد اوسکی سرخی یہ ہے - دراثنار خطبہ ترجمہ وغیرہ کردن ۱۲ منہ

ف یہ مین نے یاد سے لکھا تھا مگر پھر کوئی روایت اسکی مساعد نہین ملی تتبع سے معلوم ہوا کہ مطلب اس کا کہ بڑی سورت کا بیچ مین چھوڑنا جائز ہے یہ ہے کہ وہ سورت پہلے سے بڑی ہو کہ اوسکے پڑھنے سے دوسری رکعت پہلی رکعت سے طویل نہو جاوے جیسا اذا جاء کے بعد سورۂ تبت پڑھنے مین یہی امر لازم آتا ہے کذا فی رد المختار فصل القراءۃ ۱۲ منہ

اُجرت اُسدن کی کم کردی جائیگی اما اگر اس سے کم صرف ہو تو پوری اُجرت واجب ہے ولا یمنع فی تعلیم علم کاتب ومبعض واجیر ویسقط من الاجر بحسابه لو بعید والالا درمختار قوله ولجیر مفاده انه لیس للمستاجر منعه وهو احد قولین وظاهر المتون یشهد له کما فی البحر قوله بحسابه لو بعیدا فان کان قدر ربع النهار حط عنه ربع الاجرة ولیس للاجیران یطالبه من الربع المحطوط بمقدار اشتغاله بالصلوٰة تاترخانیة رد المحتار والله اعلم ۱۹ صفر ۱۳۰۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ ایک قصبہ مین نماز عید الضحیٰ دو مقام پر ہوتی ہے عیدگاہ مین اور جامع مسجد مین اور ہر دو جگہہ جماعت کثیر ہوتی ہے چند لوگ نماز پڑہنے کے لیے عید الضحیٰ کی طرف چلے عیدگاہ کے قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ نماز عید الضحیٰ ہوگئی وہان سے واپس پلٹے اور طرف جامع مسجد کے چلے اور جب یہان آئے تو جامع مسجد مین بھی نماز نہ ملی اور نماز کا وقت ابھی بہت باقی ہے پس یہ سب لوگ ہم و ما ور لوگ جنکو نماز نہین ملی سب ملکر کسی مسجد مین اسی قصبہ کے نماز عید الضحیٰ ساتھ جماعت و امام کے پڑہین تو یہ نماز انکی قضا مین شمار کیجاویگی یا ادا مین اور ان لوگون نے نماز قبل زوال کے پڑھی ہی

الجواب - صورۃ مذکورہ مین نماز عید صحیح ہوگئی وتؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا - درمختار اور ادا ہوگی کیونکہ ادا کہتے ہین واجب کو اسکے وقت مین کرنے کو ثم الاداء فعل الواجب فی وقته درمختار اور وقت عیدین کا ارتفاع شمس سے قبل زوال تک ہے ووقتها من ا. رتفاع الزوال باسقاط الغایة درمختار پس جب زوال سے پہلے پڑھے تو اپنے وقت مین واقع ہوئی اسلئے ادا ہوگی - والله اعلم ۲۶ ذیحجہ ۱۳۰۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ نماز عید الضحیٰ قصبہ ہسوہ مین روز سہ شنبہ ۱۰ ذیحجہ کو ہوئی اور شہر فتحپور مین کہ اس قصبہ سے تین کوس ہے وہان نماز عید الضحیٰ بروز چہار شنبہ ۱۱ ذیحجہ کو ہوئی چند شخص نمازی اس قصبہ کے کسی مقدمہ مین ماخوذ ہوکر عدالت فتحپور مین گئے اور بروز سہ شنبہ بسبب مقدمہ کے فتحپور مین رہے اور بروز چہار شنبہ ۱۱ ذیحجہ وقت صبح وہ لوگ قصبہ ہسوہ مین آگئے پس ان سب بارہ تیرہ آدمیون نے ایک شخص کو امام کیا اور نماز عید الضحیٰ ۹ بجے دن ۱۱ ذیحجہ چہار شنبہ کو پڑھی موافق شہر فتحپور کے تو یہ نماز ان کی درست ہوئی یا نہین یہ نماز عید الضحیٰ کی نماز مین شمار ہوگی یا نفل مین بینوا توجروا -

الجواب - تاخیر نماز عید الضحیٰ کی بارھوین تک اگر بعذر ہو تو بے کراہتہ اگر بے عذر ہو تو بکراہتہ جائز ہے لکن ھنا یجوز تاخیرھا الی اٰخر ثالث ایام النحر بلا عذر مع الکراھۃ وبہ بد ونہا درمختار پس صورت مسئولہ مین نماز بلا کراہتہ صحیح ہوئی اور نفل شمار نکیجاویگی - واللہ اعلم ۲۶ - ذیحجہ ۱۳۱۲ھ

(رفع یدین در دعا بعد اذان)

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین وخلفائے شرع متین اس مسئلہ مین کہ دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کر بعد اذان کے کیسا ہے -

الجواب - بالتخصیص دعائے اذان مین ہاتھ اوٹھانا تو نہین دیکھا گیا مگر مطلقا دعا مین ہاتھ اٹھانا احادیث قولیہ فعلیہ مرفوعہ وموقوفہ کثیرہ شہیرہ سے ثابت ہے من غیر تخصیص بدعاء دون دعاء پس دعائے اذان مین بھی ہاتھ اٹھانا سنت عہ ہوگا لاطلاق الدلائل وعن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی الدعاء حتی یریٰ بیاض ابطیہ وعن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجہہ بیدیہ رواھما البیہقی وعن عکرمۃ عن ابن عباس قال المسئلۃ ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوھما الحدیث رواہ ابو داؤد کلھا فی المشکوٰۃ کتاب الدعوات ووراء ھا احادیث متکاثرۃ متوافرۃ فی ھذا الباب یفضی ذکرھا الی الاطناب - ۲۷ - ذیحجہ ۱۳۱۲ھ

(مواقع مسنونیہ اذان)

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین کہ کون کون مقام و واقعات آندھی وغیرہ مین اذان سنت ہے اور کہان کہان بدعت ہے -

الجواب - ان مواقع مین اذان سنت ہی - فرض نماز - بچہ کے کان مین - وقت ولادۃ - آگ لگنے کے وقت - جنگ کفار کے وقت - مسافر کے پیچھے - جب شیاطین ظاہر ہوکر ڈرائین - غم کے وقت - غصہ کے وقت - جب مسافر راہ بھول جاوے - جب کسی کو مرگی آوے - جب کسی آدمی یا جانور کی بدخلقی ظاہر ہو اسکو صاحب ردالمحتار نے اپنی کتاب مین ذکر کیا ہی اور بعض بزرگون کا عمل وقت عموم امراض و خوف غرق کے بھی دیکھا ہی لیکن کوئی روایت عہ نہین دیکھی اور آندھی کے وقت تو اذان دیکھی سُنی نہین گئی البتہ

عہ یہ مطلب نہین کہ افضل ہوگا بلکہ یہ مطلب ہی کہ سنت کے خلاف نہ ہوگا باقی ظاہراً افضل عدم رفع معلوم ہوتا ہے لعدم النقل ۱۲ منہ

عہ اس لیے نہ چاہیے بالخصوص جبکہ عوام کا اعتقاد اسمین حد فساد تک پہونچا ہوا ہے ۱۲ منہ

فقہا نے نماز اسوقت لکھی ہے اور دیگر اوقات مین بھی لکھی ہے کسوف اور خسوف آندھی - تاریکی دن کو -
روشنی شدید رات کو خوف غنیم - زلزلہ بجلی - برف - بارش جو تھمتی نہو - عموم امراض - استسقا اسکو صاحب
درمختار نے ذکر کیا ہے اور تعمیم کی ہے کہ جو آیات اللہ موجب تخویف ہون اسوقت نماز پڑھنا چاہیے
ویؤیدہ قولہ علیہ السلام اذا رأیتم من ھذہ الافزاع شیئا فافزعوا الی الصلوٰۃ واللہ اعلم

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین کہ مقتدی کو بعد ادائے فرائض نماز کے کب تک شرکت مستحب ہے
جمع درمیان مغربین وظہرین مین کوئی حدیث صحیح آئی ہے یا کیا بعد رکوع سجدہ مین جاتے کے وقت پہلے
ہاتھ ٹیک کر جاوے یا گھٹنا ٹیک کر جاوے -

وضع رکبتین قبل الیدین در سجدہ

الجواب - بعد ادائے فرائض کے اگر جماعت پاوے ظہر اور عشا مین شرکت بہتر ہے اور فجر اور عصر
اور مغرب مین نچاہیے فی الدر المختار ومن صلے الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت
لکراھۃ النفل بعد الاولین وفی المغرب احد المحظورین البتیراء او مخالفۃ الامام - جمع
بین الصلوٰتین مین احادیث بہت مختلف ہین بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر ہی مین جمع فرمائی ہے عن
عبد اللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلوٰتین فی السفر بعض سے
حضر وسفر وعذر وغیر عذر مین ہر طرح جائز معلوم ہوتا ہے عن ابن عباس قال صلے بنا رسول اللہ
صلعم الظہر والعصر جمیعا فی غیر خوف ولا سفر وفی روایۃ فی غیر سفر ولا مطر پھر سفر مین بعض
حدیث سے جمع تقدیم معلوم ہوتی ہے روی الترمذی عن ابی الطفیل عن معاذ انہ علیہ السلام
کان فی غزوۃ تبوک اذا ارتحل قبل زیغ الشمس اخر الظہر الی العصر فیصلیھما جمیعا واذا
ارتحل بعد زیغ الشمس صلے الظہر والعصر ثم سار ومثلہ فی العشائین بعض سے جمع تاخیر عن ابن
عمر انہ کان اذا جد بہ السیر جمع بین المغرب والعشا بعد ما یغیب الشفق ویقول ان رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا جد بہ السیر جمع بینھما لیکن یہ کل احادیث دال ہین

---

[1] عبارت مخبوط ہے اسوقت مطلب سوال کا یہ سمجھا گیا تھا کہ جو شخص اپنی فرضی نماز پڑھ چکا ہو اور
پھر جماعت ہوتی دیکھے تو کس کس نماز مین شریک ہو جانا بہتر ہے ۱۲ منہ

[2] سوال ۲ و ۳ کا ما یتعلق بالحدیث مین مندرج ہونا اولیٰ تھا منہ

جمع حقیقی و وقتی پر اور بعض احادیث سے جمع صوری و فعلی ثابت ہوتی ہے عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلعم فی السفر یوخر الظھر و یقدم العصر و یؤخر المغرب و یقدم العشاء والروایات کلہا فی الطحاوی مگر یہ سب اختلاف ماسوا عرفہ اور مزدلفہ میں ہے اور وہ دونون جمع اتفاقی ہین پس اضطراب احادیث کا تو یہ حال ہے اور ادھر نصوص قطعیہ و احادیث و اخبار کثیرہ فرضیت و تعیین اوقات و محافظت صلوٰۃ و ادائے نماز بر اوقات کثرت سے وارد قال اللہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا و قال حافظوا علی الصلوات وفی الحدیث وصلے ھن بوقتھن رواہ احمد و ابوداؤد و مالک والنسائی و روی مسلم قولہ علیہ السلام انما التفریط فی الیقظۃ بان توخر صلوٰۃ الی وقت الاخرے وھذا قالہ وھو فی السفر قالہ الشامی لہذا حنفیہ نے احادیث مضطربہ سے نصوص محکمہ پر عمل ترک نہین کیا بلکہ حتی الوسع سبکو جمع کیا اور تاویل ہین کہا کہ جمع سے مراد جمع صوری ہی سفر مین بھی اور حضر مین بھی اور حدیث جمع تقدیم مروی عن ابی الطفیل کو ترمذی نے غریب اور حاکم نے موضوع کہا اور ابوداؤد نے کہا لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم ھکذا فی رد المحتار اور بر تقدیر ثبوت احتمال ہے کہ بعد زیغ شمس کے آخر ظہر تک قیام فرماتے ہون اور حدیث تاخیر محمول قرب خروج وقت پر ہوا ور تفصیل مبسوطات اور مطولات مین ہے البتہ ضرورت شدید مین تقلید للشافعی جمع کرلینا مع شرائط مقررہ مذہب شافعی جائز ہے ولا باس بالتقلید عند الضرورۃ درمختار فی بحث الجمع واللہ اعلم احادیث اسمین مختلف مین کہ پہلے سجدہ مین گھٹنے رکھے یا ہاتھ وائل بن حجر سے وضع الرکبتین قبل الیدین مروی ہوا اور ابوہریرہ سے دو روایتین ہین ایک روایت مذکورہ دوسرے اسکا عکس امام طحاوی فرماتے ہین کہ ابوہریرہ کے روایات بوجہ تعارض کے مرتفع و ساقط ہوئین وائل بن حجر کی حدیث تعارض سے سالم رہی لہذا اسکو ترجیح دیگئی اور یہی عمل حنفیہ کا ہی

سوال - اگر امام نے سجدہ تلاوت نماز مین سہو کیا اور جب یاد آیا تو اخیر رکعت مین یا دوسری رکعت مین ادا کیا پس سجدہ سہو اوسپر واجب ہوا یا نہین اور اگر سجدہ تلاوت بعد فراغ نماز کے یاد آیا تو پھر اس نقصان کا کسطرح کرے آیا دوسرے شفع تراویح مین سجدہ تلاوت ادا کرے یا نماز کا مع قراءۃ و سجدہ تلاوت اعادہ کرے -

الجواب - سجدہ تلاوت علی الفور واجب ہو اور معنے علی الفور کے یہ ہین کو دو یا تین آیت سے

زائد فصل نہو پس جب اپنے فعل سے سہواً تاخیر ہوگئی تو جب یاد آوے اوسی وقت ادا کرلے اور بوجہ
ترک واجب کے بنا بر مذہب مختار کے سجدہ سہو اوسپر واجب ہوگا وھی علے التراخی ان لم تکن
صلوتیۃ فعلے الفور لصیر ورتھا جزءً فیھا ویاثم بتاخیرھا ویقضیھا مادام فی حرمۃ الصلوٰۃ
ولو بعد السلام فتح اھ درمختار قولہ فعلے الفور تفسیر الفور عدم طول المدۃ بین التلاوۃ و
السجدۃ بقرأۃ اکثر من ایتین او ثلاث علے ماسیاتی حلیہ قولہ ویأثم بتاخیرھا ولذا کان
المختار وجوب سجود السھو لو تذکرھا بعد محلھا کما قدمناہ فی بابہ عند قولہ بترک
واجب اھ رد المحتار اور اگر بعد فراغ یاد آیا سو اگر عمداً چھوڑا تھا تو اوسکا تدارک بجز استغفار کے کچھ نہین
اور اگر سہواً چھوٹ گیا تھا سو اگر علے الفور اوس شخص نے بعد تلاوت آیۂ سجدہ کے رکوع کرکے سجدہ
نماز کا کیا تھا تب تو سجدۂ تلاوت بھی ادا ہوگیا اگرچہ نیت نہ کی ہو اور اگر اسطرح ادا نہین ہوا پس اگر
کوئی عمل منافی نماز کے ہنوز صادر نہین ہوا تو اوسیوقت ادا کرکے سجدہ سہو کرے ورنہ بجز استغفار
کے کچھ چارہ نہین اور اعادۂ شفعہ سے کچھ نہین ہوتا کیونکہ اگر اوسمین سجدہ کیا بھی تو اس شفعہ اولے سے
تو خارج ہے ولو تلاھا فی الصلوٰۃ سجدھا فیھا لا خارجھا لما مر وفی البدائع واذا لم یسجد اثم
فتلزمہ التوبۃ درمختار قولہ واذا لم یسجد اثم الخ افاد انہ لا یقضیھا قال فی شرح المنیۃ و
کل سجدۃ وجبت فی الصلوٰۃ ولم تؤد فیھا سقطت ای لم یبق السجود لھا مشروعا لفوات محلہ اھ
اقول وھذا اذا لم یرکع بعدھا علے الفور والا دخلت فی السجود وان لم ینوھا کما سیاتی
وھو مقید ایضاً بما اذا ترکھا عمداً حتی سلم وخرج من حرمۃ الصلوٰۃ اما لو سھواً وتذکرھا
ولو بعد السلام قبل ان یفعل منافیاً یأتی بھا ویسجد للسھو کما قدمناہ اھ رد المحتار
واللہ اعلم ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین کہ کسقدر ستر مصلی اندر نماز کے مکشوف ہوجاوے تو نماز باطل ہوتی ہے

الجواب - ربع عضو اگر کھل جاوے اور بقدر ادائے ایک رکن کے کھلا رہے نماز باطل ہوجاتی ہے
یہ تو جب ہے کہ ایک جگہ سے اسقدر کھل جاوے اور اگر دو جگہ سے تھوڑا تھوڑا کھلا ہے تو اگر ایک عضو
مین دو جگہ کھلا ہے تو اگر دونون کو ملاکر بقدر ربع اوس عضو کے ہوجاوے تب بھی نماز باطل ہوجاویگی
اور اگر ایک عضو مین ایک جگہ سے دوسرے عضو مین دوسری جگہ سے تھوڑا تھوڑا کھل رہا ہے تو ان

دونون عضو مین جو چھوٹا عضو ہے اگر اوسکے ربع کی برابر دونون جگہ ملاکر ہوگئی تب بھی نماز باطل ہے و یمنع کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ ویجمع بالاجزاء لو فی عضو واحد والا فبالقدر فان بلغ ربع ادناها کاذن منع در مختار مختصرا واللہ اعلم

سوال - اگر امام نیت اقتدا یعنی نماز مقتدیون کی نہ کرے تو نماز ہوگی یا نہین اور کسکی نیت کرنا اوسپر چاہیے

فی نیت امامت

الجواب - اگر امامت کی نیت نہ کرے گا تو امامت کا ثواب نہ ملیگا پس حصول ثواب امامت کے لیے تو امامت نیت ضرور ہے رہا صحت صلوٰۃ مقتدی کے لیے پس اگر مقتدی مرد ہے تو ضرور نہین اور اگر عورت ہو تو اگر وہ کسی مرد کے محاذی ہے تب اوسکی صحت نماز کے لیے نیت امامت ضروری ہی اور اگر محاذی نہین تو اسمین اختلاف ہے اور جنازہ مین بالاجماع اور جمعہ اور عیدین مین بنا بر قول صحیح نیت اوسکی اقتدا کی شرط نہین والامام ینوی صلوٰتہ فقط ولا یشترط لصحۃ الاقتدا نیۃ امامۃ المقتدی بل لنیل الثواب لو ام رجالا وان ام نساء فان اقتدت بہ المراۃ محاذیۃ لرجل فی غیر صلوٰۃ جنازۃ فلا بد لصحۃ صلوتہا من نیۃ امامتہا وان لم تقتد محاذیۃ اختلف فیہ فقیل یشترط وقیل لا کجنازۃ اجماعا وکجمعۃ وعید علی الاصح در مختار واللہ اعلم

سوال - بعض موحد مومنین پیچھے بدعتی کے نہین کرتے یہ کیسا ہے اور بعض کا قول ہے کہ پڑھ لیوے مگر دوبارہ نماز اپنی اعادہ کر لیوے -

فی اقتدا بمبتدع و عدم اعادہ

الجواب ہرچند کہ مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے کما فی الدر المختار ومبتدع مگر تنہا پڑھنے سے جماعت کے ساتھہ پڑھنا افضل ہے وفی النہر صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ در مختار وفی رد المحتار افاد ان الصلوٰۃ خلفہما اولی من الانفراد اھ اور اعادہ ہرچند کہ وقت ترک سنت کے مستحب ہی لیکن بشرطیکہ[1] اعادہ مین ترک سنت لازم نہ آوے اور یہان اعادہ مین ترک جماعت کہ سنت ہے لازم آتا ہی پس اعادہ کچھ ضرور نہین -

سوال - زید بعد ایک سلام امام کے شریک ہوا باقی نماز کیواسطے کب کھڑا ہو کر شروع کرے اور بعد لفظ سلام کے شرکت جماعت کی جائز ہے یا نہین -

فی حکم اقتداء بعد سلام امام

الجواب - صورت مسئولہ مین شرکت امام کے ساتھہ صحیح نہین ہوئی پس تحریمہ از سر نو کہکر اپنی نماز

---

[1] یہ اوسوقت بہی ذہن مین آیا اور اصل دلیل یہ ہے کہ جو سنت نماز مین داخل ہے اسکے ترک سے اعادہ ہے یہان ایسا نہین ۱۲ منہ

ن ترجمہ خطبہ بزبان اردو

تنہا پوری کرے تحریمہ اولے باطل ہوگیا کیونکہ اقتدا موضع انفراد مین مفسد نماز ہے اور یہ موضع انفراد کا تھا لما فی الدالمختار فی واجبات الصلوٰۃ وتنقضی قدوۃ بالاول قبل علیکم علے المشہور عندنا وعلیہ الشافعیہ واللہ اعلم - ۳ - جمادی الثانی ۱۳۰۵ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ خطبہ جمعہ مین قرآن شریف اور احادیث کی عبارت پڑھکے اسکا ترجمہ زبان ہندی مین سمجھانا جائز ہے یا نہین -

الجواب - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے ابتک امت مین یہی تعامل و توارث رہا کہ خطبہ مین اور کوئی غیر چیز لاحق نہین کرتے اسلیے فقط خطبہ عربی پر اکتفا کرنا چاہیے ترجمہ وغیرہ کرنا بہتر نہین ہان اگر کوئی نصیحت مناسب وقت کسی واقعہ درپیش شدہ مین کردے جائز ہے یکرہ للخطیب ان یتکلم فی حال الخطبۃ الا ان یکون امرا بمعروف کذا فی فتح القدیر عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۵ ویروی رجوعہ فی اصل المسئلۃ الی قولہما وعلیہ الاعتماد والخطبۃ والتشہد علے ہذا الاختلاف ۱۲ ہدایہ اقول فلما ثبت الرجوع عنہ فی القراءۃ بالفارسیۃ ثبت فی الخطبۃ بہا فقط واللہ اعلم

ن شبینہ در رمضان

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ کلام مجید شب بھر مین ختم کرنا جسکو عرف مین شبینہ کہتے ہین خواہ ایک حافظ صرف ختم کرے خواہ چند حفاظ جمع کرکے پورا کرین جائز ہے یا نہین حسب الشرع موافق مذہب حنفیہ بیان فرماؤ مع سند عبارت فقہاء وغیرہم بینوا توجروا

الجواب - ظاہر حدیث سے ممانعت معلوم ہوتی ہی کہ تین روز سے کم مین قرآن ختم کیا جاوے - فی المشکوٰۃ عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لم یفقہ من قرء القرآن فی اقل من ثلث رواہ الترمذی وابو داؤد والدارمی ۱۲ اسی بنا پر بعض علما نے اس شبینہ کو مکروہ فرمایا ہے لیکن عادت سلف کی ختم قرآن مین مختلف منقول ہوئی ہے حتی کہ بعض بزرگون نے ایک شب و روز مین تین ختم کیے اور بعض نے آٹھ ختم کیے اسلیے مطلقاً تین روز سے کم مین ختم کرنیکو مکروہ کہنا نامناسب ہے بلکہ اقرب الی التحقیق یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر شبینہ مین قرآن صاف صاف پڑھا جاوے اور حفاظ کو ریا مقصود نہو کہ فلان نے اسقدر پڑھا اور فلان نے اسقدر اور جماعت کسلمند نہو اور حاجت سے زیادہ روشنی مین تکلف نہ کرین اور تراویح مین پڑھین اور قصد حصول ثواب کا ہو

جائز ہے[ع] اور حدیث مذکور کے معارض نہین کیونکہ علت منع عدم تفقہ ہے اور جب ایسا صاف پڑھا جاوے کہ تفقہ و تدبر ممکن ہو تو ممنوع نہین چنانچہ عادت بعض سلف کی تحریر ہو چکی یہ جرأت نہین ہو سکتی کہ انکے فعل کو مکروہ کہین چنانچہ حدیث مذکورہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہرہ المنع من ختم القرآن فی اقل من ھذہ المدۃ ولکنھم قالوا قد اختلف عادات السلف فی مدۃ الختم فمنھم من کان یختم فی کل شھرین ختمۃ[ع] وآخرون فی کل شھر وفی کل عشر وفی سبع الی اربع وکثیرون فی ثلث وکثیرون فی یوم ولیلۃ وجماعۃ ثلث ختمات فی یوم ولیلۃ وختم بعض ثمانی ختمات فی یوم ولیلۃ والمختار انہ یکرہ التاخیر فی الختمۃ اکثر من اربعین یوما وکذا التعجیل من ثلثۃ ایام والاولی ان یختم فی الاسبوع والحق ان تختلف باختلاف الاشخاص ۱۲ط ولمعات مختصرا[بعبہ]۔ اور اگر اتنی جلد پڑھین کہ حرف تک سمجھ مین نہ آوے نہ زیر کی خبر نہ زبر کی نہ غلطی کا خیال نہ تشابہ کا اور فقط ریاکاری مقصود ہو اور جماعت بھی ادھر ادھر گری پڑی ہو یا حاجت سے زیادہ روشنی ہو یا تراویح پڑھکر جماعت نوافل مین پڑھین یہ بیشک مکروہ ہے لقولہ تعالیٰ ورتل القرآن ترتیلا ولقولہ واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یراؤن الناس الخ ولقولہ ان اللہ لا یحب المسرفین۔ ولقول الفقہاء ان جماعۃ النوافل مکروھۃ واللہ اعلم۔ ۲۲ رجب روز جمعہ ۱۳۰۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ کمپ میرٹھ لال کرتی بازار مین دو مسجدون یعنی میدہ والی اور شیخ الہی بخش والی مین ہمیشہ سے جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور اب قریب ایک ماہ سے کچھ چند اشخاص نے بوجہ نفسانیت چند اشخاص کوٹھی کے صدر مین مسجد کوئلہ والی مین جمعہ پڑھنا شروع کر دیا ہے اور موجد لوگ اپنا کار و بار چھوڑکر ہمہ تن درستی مسجد کوئلہ والی مین مصروف ہین اس مسجد مین جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہین اور اگر یہ جمعہ بوجہ نفسانیت بھی ہو تو اس مسجد مین جمعہ پڑھکر لال کرتی مین تین جگہ جمعہ کرنا کیسا ہے۔

[بعبہ] یہ حکم ہے فعل کا فی نفسہ لیکن ہمارے زمانہ مین مفاسد عادۃً مثل لازم کے ہو گئے ہین لہذا منع ہی کرنا احوط ہے ۱۲ منہ

[ع] ورویٰ الطحاوی بسندہ عن عبداللہ بن زبیر انہ قرء القرآن فی رکعۃ وعن سعید بن جبیر انہ قرء القرآن فی رکعۃ ... [illegible]

الجواب - اول تو اسی مین اختلاف ہے کہ ایک بستی مین کئی جگہہ جمعہ جائز ہے یا نہین اگرچہ واسطے دفع حرج کے اکثر علماء اسیطرف ہین کہ جائز ہے پھر مجوزین تعدد اسمین مختلف ہین کہ آیا دو جگہہ سے زیادہ بھی جائز ہے یا نہین اگرچہ بوجہ اطلاق دلیل راجح یہی ہے کہ جائز ہے وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب وعلیہ الفتوی شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعا للحرج وعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمتہ وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ درمختار وبہ اندفع مافی البدائع من ان ظاھر الروایۃ جوازھا فی موضعین لا فی اکثر وعلیہ الاعتماد شامی مصری جلد اول صفحہ ۵۴۱ یہ سب اختلاف اوس صورت مین ہے کہ ازراہ نفسانیت نہو ورنہ کسی کے نزدیک جائز نہین اگرچہ سقوط واجب ہو جائیگا پس صورت مسئولہ مین اگر ازراہ نفسانیت بھی نہ ہوتا جب بھی بہتر نہ تھا کیونکہ خواہ مخواہ اختلاف علما مین پڑنا کون ضرور ہے دوسری وجہ جواز تعدد دفع حرج ہے کہ ایک مسجد مین دور و دراز سے سبکا آنا دشوار ہوگا اور لال کورتی جیسی چھوٹی جگہ مین یہ بھی حرج نہین فاذا فاتت العلۃ فات المعلول چہ جائیکہ یہ تفریق ازراہ نفسانیت ہو تو بہت بیجا ہے اور مشابہت ہے اہل مسجد ضرار کے ساتھہ کہ جنکی شان مین ہے والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المؤمنین الخ اعاذنا اللہ منہ وجمیع المسلمین - ہان جس جگہہ پہلے سے جمعہ ہوتا ہے اگر وہان کوئی خرابی شرعی ہو اور اوسکا تدارک بجز کنارہ کشی کے ممکن نہو تو بیشک اس علحدگی مین کچھہ مضائقہ نہین واللہ اعلم - ۱۳ - شعبان ۱۳۱۲ ہجری -

سوال - اذان مین حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح مین رخ یمین وشمال کرتے ہین تو اقامت مین یا جو بچہ کے کان مین اذان کہتے ہین اونمین بھی مونہ پھیرنا چاہیے یا نہین -

الجواب - التفات یمین ویسار جیسا اذان مین مسنون ہے ویسا ہی اقامت مین اور ایسے ہی بچہ کے کان مین ویلتفت فیہ وکذا فیہا مطلقا وقیل ان المحل متسعا یمینا ویسارا فقط فلا یستدبر القبلۃ بصلاۃ وفلاح ولو وحدہ او لمولود لانہ سنۃ الاذان مطلقا درمختار با شامی ج ا ص ۲۵۹ مورخہ ۱۳ - جمادی الاول ۱۳۱۳ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک شخص نے نماز مین سبح اسم ربک مین اسم کے میم کو زیر پڑھہ دیا آیا نماز درست ہوئی یا فاسد -

ف التفات در اقامت وصلاۃ وقت اذان در اذان مولود - ف لحن در سبح اسم ربک مین اسم

الجواب - جس غلطی سے قرآن کے معنے مین تغیر فاحش آجاوے اُس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے ورنہ نہین ہوتی تو اسم کے میم کو زیر پڑہنے سے معنے مین کوئی فساد نہین ہوا اسلیے نماز درست ہوگئی اذا لحن فی الاعراب لحنا لا یغیر المعنی بان قرأ لاترفعوا اصواتکم برفع التاء لا تفسد صلوته بالاجماع عالمگیری ج ا ص ۸۰ فقط واللہ اعلم۔

حکم بیع باذان اول جمعہ وقت تعدد اذان

سوال - جمعہ کے روز جسوقت اذان خطبہ کہی جاوے اُسوقت تو بیع و فروخت منع ہے آیا کل شہر پر حکم یکسان ہے یا مختلف کیونکہ اذان کسی مسجد مین پیشتر ہوتی ہے کسی مین بعد کو ہر محلہ کی مسجد کے موافق حکم علیحدہ علیحدہ ہے یا کل شہر کیلیے حکم یکسان ہے۔

الجواب - جو بیع مخل سعی ہو وقت اذان اول جمعہ کے مکروہ ہے اور اگر چندجا اذان کہی جاوے تو ظاہر یہ ہے کہ اذان اول کے ساتھ کراہت ثابت ہوجاویگی - اگرچہ اسکے روایۃ صریحہ احقر نے نہین دیکھی لیکن تعدد اذان مین اجابۃ اذان اول کو لکھا ہے اس قیاس پر وجوب سعی و کراہت بیع بھی اذان اول پر چاہیے خواہ مسجد محلہ مین ہو یا غیر مین ولو تکرر اجاب الاول درمختار قوله اجاب الاول سواء کان موذن مسجدہ او غیرہ شامی ج ا ص ۳۶۶ اور اس حکم مین سب اہل شہر یکسان ہین البتہ جنپر جمعہ واجب نہین وہ مستثنےٰ ہین انکو بیع جائز ہے وکرہ البیع عند الاذان الاول وقد خص منه من لاجمعة علیه درمختار با شامی ج ا ص ۱۳۲ - ۱۴ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ

تخلف جماعت باوجود امام موافق یا مخالف

سوال اگر بعد اذان مغرب کے باوجود موجود ہونے امام کے چھہ سات منٹ توقف کیا جاوے بعذر یا بغیر عذر کے آیا جائز ہے یا نہین۔

الجواب - تخلف جماعت سے خواہ مغرب مین ہو یا دوسرے وقت مین بے عذر بہت برا ہے کما ورد لایتخلف عنها الا المنافق البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو یا امام موافق المذہب کا انتظار ہو تو جائز ہے مثلاً شافعی امام پہلے پڑھتا ہو اگر حنفی کے انتظار مین بیٹھا رہے

ع‍ - عبارت واضح نہین اوسوقت مطلب یہ سمجھا گیا تھا کہ امام نماز شروع کرادے پھر بھی کوئی شخص علیحدہ بیٹھا رہے یہ کیسا ہے جواب اسی پر منطبق ہے - اور اگر سوال کا یہ مطلب ہو کہ امام اور جماعت سب کے سب کسی وجہ سے ٹھیرے رہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جبتک وقت مستحب باقی رہی تاخیر جائز ہے مغرب مین بھی اذان سے نماز کا اتصال واجب نہین ۱۲ منہ

کچھ حرج نہیں ولوکان لکل مذھب اماما کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمھور المؤمنین من اھل الحرمین والدمشق ومصر والشام ولا عبرۃ بمن شذ منھم شامی ج ا ص ۳۹۵ واللہ اعلم ۔ ۱۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۰۳ھ

سوال ۔ ای علمائے دین ومفتیان شرع متین فرض ظہر وعصر مین قراءت شفع اولے مین فرض ہے یا اخرے مین یا مطلق دو رکعتون مین اگر اولے مین فرض ہے تو جس شخص نے اخرے مین قراءت قصداً ترک کیا اسکی نماز صحیح ہوگی یا نہین اور جس شخص نے سہواً ترک کیا اسپر سجدہ سہو واجب ہے یا نہین ۔ اگر کسی شخص نے شفع ثانی مین قصداً یا سہواً سورہ یا بعض سورہ فاتحہ کے بعد پڑھا تو اسپر کس صورت مین سجدۂ سہو واجب ہے کس صورت مین نہین اگر کسی شخص نے شفع اولے مین قصداً یا سہواً ضم سورہ ترک کیا تو وہ شخص کس صورت مین شفع ثانی مین سورہ قضا کریگا اور بر تقدیر قضا کے نماز سری وجہری دونون مین قضا کریگا یا ایک مین اور کس صورت مین اسپر سجدہ سہو واجب ہوگا ۔ نماز صبح مین ضم سورہ رکعتین مین واجب ہے یا رکعت واحدہ مین نماز ظہر مین ضم سورہ کن رکعتون مین واجب ہے جو سنت چار رکعت کی ہے اسمین قراءت چارون رکعت مین فرض ہے یا شفع اولے یا ثانی یا بعض مین اور ضم سورہ کل رکعتون مین واجب ہے یا بعض مین اور کے رکعت مین ترک ضم سورہ سے سجدہ واجب ہوتا ہے جو شخص فرض ظہر یا عصر کی چوتھی رکعت مین شریک ہوا وہ تین رکعت باقی کسطور سے ادا کرے کے رکعت کے بعد جلسہ کرے کن رکعتون مین ضم سورہ کرے کے رکعت بدون سورہ کے پڑھے اور جو شخص تیسری رکعت مین شریک ہوا وہ دو رکعت باقی کس طور سے ادا کرے جو مغرب کی تیسری رکعت مین امام کے ساتھ شریک ہوا وہ اپنی دو رکعت باقی کس طور سے ادا کرے جلسا ور ضم سورہ کن رکعت مین کرے فقط جواب لبند کتاب تحریر ہو بینوا عند اللہ توجروا

الجواب ۔ فرض نماز مین دو پہلی رکعتون مین قراءت واجب ہے اخیرین مین اختیار ہے خواہ قراءت پڑھے یا تسبیح کہے یا ساکت رہے والقراءۃ فی الفرض واجبۃ فی الرکعتین وھو مخیر فی الاخریین ھدایہ پس اخیرین مین اگر قصداً قراءت ترک کرے تو نماز صحیح ہے اور اگر سہواً ترک کرے جب بھی قول راجح پر نماز

عہ یہ ایک قول ہے اور اس وقت راجح معلوم ہوا اور بہت سے محققین اس انتظار کو منع کرتے ہین البتہ انتظار اس وقت ہے جب وہ شافعی مراعات خلافیات کی نکرتا ہو ۱۲ منہ

جمیع ہے اور سجدہ سہو واجب نہین ولهذا لا يجب السهو بتركها في ظاهر الرواية هدايه اور شفع ثانی مین قصداً یا سہواً فاتحہ کے بعد سورہ یا بعض سورہ کے ملانے سے سجدہ سہو واجب نہین یہ خلاف اولی ہے واكتفى فيما بعد الاوليين بالفاتحة فانها سنة في ظاهر الرواية ولو زاد لا باس به درمختار فكان الضم خلاف الاولى رد المحتار اگر شفع اولے مین قصداً ضم سورہ ترک کیا تو ترک واجب عمداً ہوا نماز مکروہ تحریمی ہوگی اعادہ واجب ہوگا اور سجدہ سہو کافی نہین اور اگر سہواً ایسا کیا تو اخرین مین بعد فاتحہ کے سورہ پڑھے اور جہری نماز مین فاتحہ و سورہ ہر دو جہر سے پڑھے وان قرء الفاتحة ولم يزد عليها قرء في الاخريين الفاتحة والسورة وجهر ويجهر بهما هدايه اور سجدہ سہو واجب ہوگا اور سری اور جہری دونون کا ایک حکم ہے نماز صبح مین دونون رکعتون مین قرأت فرض ہے اور ظہر و عصر کے شفعہ اولے مین فرض ہے لما مر من الهداية ان القراءة في الفرض واجبة في الركعتين سنن رباعیہ مین چارون رکعت مین قراۃ فرض ہے والقراءة واجبة في جميع ركعات النفل هدايه اور ضم سورہ بھی چارون مین واجب ہے اگر ایک مین بھی سہوا ترک کریگا سجدہ سہو واجب ہوگا جسکی ایک دو رکعت امام کے ساتھ فوت ہوگئی ہو اسکو مسبوق کہتے ہین اسکی باقی نماز حق قراۃ مین اول ہوتی ہے اور حق تشہد مین آخر ويقضي اول صلوته في حق قراءة واخرها في حق تشهد درمختار پس جو شخص ظہر یا عصر مین چوتھی رکعت مین شریک ہوا بعد فراغ امام کے کھڑا ہو کر ثنا و تعوذ پڑھ کر فاتحہ و سورہ پڑھے اور یہ رکعت پوری کر کے قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر وہ رکعت بھی فاتحہ و سورہ سے پڑھکر پچھلی رکعت فقط فاتحہ سے پڑھکر نماز تمام کرے اور تیسری مین شریک ہوا وہ دونون رکعتین فاتحہ و سورہ سے پڑھے اور ان دونون کے بیچ مین جلسہ نہ کرے دونون کے بعد قعدہ اخیرہ کر کے فارغ ہو جو مغرب کی تیسری مین شریک ہوا وہ دونون مین فاتحہ و سورہ پڑھے اور ہر رکعت پر بیٹھے واللہ اعلم۔

التجويد وما يتعلق به

قرآن مجید مین ضاد پڑھنے پر لوگون نے مختلف ڈھنگ اختیار کیے ہین بہت لوگ دواد پڑھتے ہین بہت لوگ صاف دال پڑھتے ہین بہت لوگ ظا یا ذا پڑھتے ہین بہت لوگ عجب خلط کرتے ہین کہ کہین تو دواد پڑھتے ہین اور کہین صاف دال پڑھ دیتے ہین اور ان خلط کرنے والون کی تعداد دنیا مین بہت معلوم

تحقیق ضاد و ظاء

ہوتی ہے - یہی لوگ ہین جو اپنے پڑہنے کو حنفیون کے طریقے کے موافق سمجھتے ہین باقی پڑہنے والون کو اپنے
زعم مین غیر مقلد جانتے ہین - اس مین شک نہین کہ ضاد کو دواد یا دال یا ظا یا زا یا ذال پڑہنا سب ہی
غلط ہین مگر جو شخص جسطرح پڑہتا ہی اُسی کو موافق قواعد تجوید جانتا ہی اور دوسرے طریقے سے پڑھنے والونکو
غلطی پر بتاتا ہے اور اوسکی نماز کو فاسد خیال کرتا ہے عوام کی تو کچھ شکایت نہین اُن بیچارون کا تو شین قاف
تک درست نہین ہوتا یہ بلا آج کل کے حفاظ - اور حضرات علما مین دیکھتا ہون - اعراب کہین معروف
پڑھتے ہین کہین مجہول وقف کرتے ہین اور سالس نہین توڑتے اظہار و اخفا بالکل نہین کرتے - ترقیق
و تفخیم کے نام سے بھی اچھی طرح واقف نہین - حروف قلقلہ و استعلا وغیرہ کسی سے آگاہ نہین اُسپر چال
کہ ایک فریق دوسرے فریق کی نماز کو باطل بنا رہا ہی اور سارا جھگڑا ہیر پھیر کر صرف ضاد ہی پر آرہا ہی جسطرح
ضاد کو ضاد پڑھنا قواعد تجوید کے موافق ہے اوسیطرح اور باتین بھی ہین مگر یہ بات سمجھ مین نہین آتی کہ اور
باتو نمین جھگڑا کیون نہین کیا جاتا بعض حضرات علما یہ فرما دیتے ہین کہ حروف کو اونکے مخارج سے ادا
کرنا چاہیے و بس - یہ بات بھی جی کو نہین لگتی کیونکہ جسطرح حروف کو اونکے مخارج سے ادا کرنا مامور بہ ہی
اوسیطرح تجوید کی اور باتین بھی مامور بہ ہین پھر صرف ایک قاعدہ پر عمل کرنے اور باقی کو ترک کرنے سے
نماز کیونکر صحیح یا کامل ہو جائے گی شاید دونون کے مامور بہ ہونے مین کچھ فرق ہو ہمکو مین نہین جانتا
بعض حضرات فرماتے ہین کہ ضاد کو دواد پڑھنے پر اجماع منعقد ہو گیا ہی - یہ بات میرے جی کو تو نہین لگتی
کیونکہ بعض ماہرین فن کو سنا ہے وہ تو دواد نہین پڑہتے بعض حضرات ورتل القرآن ترتیلا کی رو سے
فن تجوید سیکھنے کو واجب فرماتے ہین اگر یہ بات صحیح ہے تو بڑی مشکل ہے لاکھون نمازین برباد ہوئین اور
ہوتی ہین اور ہونگی کیونکہ یہ فن سخت مشکل ہے حضرات علما مین ہزارون نہین کہین دو چار مجود نکلین گے مگر
جو لوگ واجب فرماتے ہین یہ نہین بتاتے کہ کس قدر مقدار واجب ہے بعض زور مین آکے یہہ کہدیتے ہین
کہ حروف کے مخارج کا ادا کرنا اتنی مقدار واجب ہے لیکن ان سے اس بات پر اگر کوئی دلیل نقلی طلب
کرے تو فضول باتین بنانے لگتے ہین اپنی ذاتی رائے کے سوا کچھ جواب نہین بن آتا امید کرتا ہون کہ ضاد
کے متعلق جو عرض کیا گیا ہے غور سے ملاحظہ فرما کر کافی و شافی جواب مرحمت ہو تا کہ قلب کو تسکین ہو اور
اوسکے مطابق اعتقاد و عمل رکھا جائے -

الجواب فی فتاوی قاضیخان وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل

بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد فقرء الطالحات مکان الصالحات تفسد صلوته عند الکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثرهم لا تفسد صلوته اھ وفیها ایضًا ولو قرأ والعادیات ظبحًا بالظاء تفسد صلوته اھ وفیها وکذا لو قرأ غیر المغضوب علیهم بالظاء او بالذال تفسد صلاته ولو قرأ الظالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلوته ولو قرأ الدالین تفسد صلوته اھ ولو قرء ونخل طلعها هضیم قرء بالظاء او بالذال تفسد صلوته اھ وفیها ایضًا ولسوف یعطیك ربك فترضی قرء فترظی بالظاء تفسد صلوته اھ وفیها کیدهم فی تضلیل قرء بالظاء قال بعضهم لا تفسد اھ وفیها ومن یضلل الله قرء بالظاء لا تفسد صلوته اھ وفیها الذی فرض علیك القرآن قرء بالظاء تفسد صلوته اھ وفیها ائذا ضللنا قرء بالظاء ظللنا لا تفسد صلوته وهو قراءة فمن فرض فیهن الحج قرء بالظاء فرظ او بالذال تفسد صلوته اھ ان روایات میں تدبر کرنے سے چند امور معلوم ہوتے ہیں

ایک یہ کہ فساد صلوٰۃ اوس وقت ہے جب بلا مشقت دو حرفوں میں تمیز کر سکے اور ضالین کو دال سے پڑھنا مفسد صلوٰۃ اسی بنا پر ہے اور ظاہر ہے کہ جسطرح سے ضالین کو اکثر لوگ پڑھتے ہیں وہ دال نہیں ہے جس سے بلا مشقت امتیاز ممکن ہے البتہ اگر کوئی شخص خالص دال پڑھے گا تو اسکی نماز کو فاسد کہا جاویگا۔ اور جسطرح سے اکثر پڑھنا اسکا متعارف ہے گو بوجہ مشق نہ کرنے کے وہ صحیح نہیں ہو مگر صحیح حرف کو سننے والا اس امر کو پہچان سکتا ہے کہ یہ طریق متعارف اسکے مشابہ ہے اسطرح کہ تمیز دونوں میں شاق ہے حتی کہ جس شخص کو ضاد کے مخرج صحیح سے مشق کرائی جاتی ہے اور اوسکو پڑھکر سنایا جاتا ہے وہ ادا کرنے کے وقت کبھی کبھی اس متعارف طریق کو ادا کر بیٹھتا ہے اور دونوں میں اوسکو تمیز دشوار ہوتی ہے اس لیے اس طریق متعارف کو داخل دال کر کے مفسد صلوٰۃ کہنا بعید ہے۔ دوسرا امر یہ معلوم ہوا کہ ضاد کی جگہ ظا پڑھنے کو مفسد صلوٰۃ عند الاکثر کہنا علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ اوس وقت ہے جبکہ بلا عمد ہو ورنہ وہ بھی مفسد صلوٰۃ ہے ورنہ والعادیات ضبحا اور مغضوب علیهم اور هضیم اور فترضی اور فرض میں ظا پڑھنے کو مفسد صلوٰۃ نہ کہا جاتا چنانچہ مدار عدم فساد کا عدم امکان الفصل الا بمشقة کو ٹھہرانا اسکی دلیل ہے کیونکہ عموماً آدمی پڑھے گا جو فصل بلا مشقت کر سکتا تھا بس حاصل اسکا یہ ہوگا کہ جس شخص سے بلا مشقت

فصل ممکن نہ ہوا ور وہ ضاد پڑھنے کا قصد کرتا ہے مگر ظا نکل گیا اسکی نماز صحیح ہو جاوے گی اور اسکے تعمد کی اجازت کو جزئیات مذکورہ فساد صلوٰۃ کی رد کرتی ہیں فافہم تیسرا امر یہ معلوم ہوا کہ ولاالضالین میں ظا کا پڑھنا جو مفسد نہیں ہے اسکی بنا یہ نہیں ہے کہ ضاد کی جگہہ عمداً ظا کا پڑھنا جائز ہے ورنہ مغضوب علیہم اور ضالین میں کیا فرق تھا کہ مغضوب علیہم میں تو ظاء کو مفسد بتا رہے ہیں اور ضالین میں غیر مفسد بلکہ مبنی اس کا یہ ہے کہ ضالین میں فساد معنے نہیں ہوتا جیسا قاموس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظل بالظاء کے معنے لیل اور جنح اللیل اور سواد السحاب کے بھی ہیں پس ظالین کے معنے مثلاً داخل فی الظلمات ہونگے جو حاصل ہے ضلال بالضاد کا یا یہ افعال ناقصہ ظل یظل سے ہوگا بمعنے الکائنین اور خبر مقدر ہوگی فی ضلال یا فی غضب بقرینہ مغضوب علیہم کے جیسا ائذا ظللنا بالظاء کی قراءت میں بھی یہ توجیہ ہوگی جیسا آگے مذکور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاضیخان نے والعادیات ضبحا وغیرہ میں تو ظاد کو مفسد کہا اور جہاں جہاں مادہ ضلال کا آیا ہے جیسے ومن لضیلل اللہ اور ائذا ضللنا اسمین غیر مفسد کہا ورنہ اسکے کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہر جگہہ عدم فساد اسی مادّہ کے ساتھہ خاص کیا گیا چنانچہ ائذا ضللنا میں خود ظللنا بالظاء کا ایک قراءۃ ہونا بھی نقل کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس قراءۃ کی رعایت سے ہر جگہہ اس مادہ میں تاویل صحۃ معنی کی گئی ہے اس وجہ سے مفسد نہیں کہا اور ہر چند کہ تضلیل میں جو اسی مادہ سے ہے بعض کا قول لاتصح نقل کیا ہے مگر اس قول کو اپنی طرف منسوب نہ کرنا بعض مجہول کی طرف نسبت کرنا خود قرینہ ہے کہ یہ ان کا مختار نہیں ہے پس بنا مذکور پر ارجح یہاں بھی عدم فساد ہوگا فتدبر و تشکر اور تجوید کی مقدار واجب صرف تصحیح حروف اور رعایت وقوف ہے اس طرح کہ تغیر مراد نہ ہو جاوے باقی مستحسن فی فتاوے قاضیخان وان تغیر المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرء لا الہ ویقف ثم یبتدء بقولہ الا ھو الی قولہ قال عامۃ العلماء لا تفسد صلوتہ لما قلنا وقال بعضھم تفسد صلوتہ اھ قلت لا اختلاف فی الفساد یوجب الوجوب اسی بناء پر اکثر لوگوں نے اس واجب کو حاصل کر رکھا ہے اور بہت سے تارک بھی ہیں مگر نماز انکی بھی اکثر علماء کے قول پر ہو جاتی ہے البتہ المیسور کو اسکے ترک سے احتراز واجب ہے فی فتاوے قاضیخان فان کان لا ینطق لسانہ فی بعض الحروف الی قولہ لا یؤم غیرہ کذا الرجل اذا کان لا یقف فی مواضع الوقف اھ واللہ اعلم ۱۲۔ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ

سوال۔ بکر ایک مسجد کا امام ہے اور حافظ قرآن بھی ہے مگر قرآن بہت غلط پڑھتا ہے بعض الفاظ

امامت غلط خوان قرآن

ایسے پلیٹ کے پڑہتا ہے کہ اگر کسی کو پہلے سے وہ الفاظ یاد نہون تو سمجھ مین نہ آئین اس کے علاوہ بعض جگہ زبر کو ایسا بڑھا دیتا ہے کہ الف پیدا ہو جاتا ہے مثلاً فعفروا کو فعا قروا اور قد افلح کو قدا فلحا وغیرہ پڑہ جاتا ہے بعض جگہ ساکن کو متحرک پڑہ دیتا ہے مثلاً اہدنا الصراط المستقیم کو اہدنا بکسر ہا بعض جگہ متحرک کو ساکن پڑہ دیتا ہے مثلاً الم ترکیف فعلَ کو الم ترکیف فعْل بسکون عین پڑہتا ہی اسکے علاوہ جابجا درمیان مین وقف کر دیتا ہے اور وقف کے وقت آخر لفظ کو ساکن نہین پڑہتا بلکہ ہمیشہ متحرک پڑہتا ہی اور پھر آگے چلتا ہے جس لفظ پر وقف کیا ہے اوسکو دوبارہ نہین پڑہ لیتا ایسے حافظ قرآن کے پیچھے نماز پڑہنا کیسا ہے اگر اسکے پیچھے نماز مکروہ یا ناجائز ہو مگر لوگ اوسکو امام بنائین تو اوس شخص کو کیا ترک جماعت کرنا چاہیے جو اس قسم کی سب غلطیون سے بچتا ہو۔

الجواب۔ فی فتاوی قاضیخان اما الخطاء فی الاعراب اذا لم یغیر المعنے لا تفسد الصلوٰۃ عند الکل وان غیر المعنے تغیرا فاحشا فسدت صلوٰتہ فی قول المتقدمین واختلف المتاخرون فی ذلک وما قالہ المتقدمون احوط وما قالہ المتاخرون اوسع انتہی مختصرا وفیہا ایضًا واما ترک المد ان لم یغیر المعنے کما فی قولہ انا انزلناہ انا اعطیناک لا تفسد صلوٰتہ اھ قلت وکذا المد فیما لیس فیہ کما ہو ظاہر۔ پس جو غلطیان سوال مین مذکور ہین چونکہ مغیر معنے نہین اسلیے نماز ہو جاوے گی جو شخص ایسی غلطیون سے محفوظ ہے اوسکو ترک جماعت نہ چاہیے واللہ اعلم ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال۔ الف تثنیہ کا جیسے الف ذاقا الشجرۃ وقالا الحمد للہ الذی کا اور واو جمع کا جیسے وقالوا الحمد للہ وافعلوا الخیر کے درج کلام مین ساقط ہوتا ہے یا نہین اور اسکو پڑہنا چاہیئے یا نہین۔

الجواب۔ اسباب مین کوئی معتبر سند میری نظر سے نہین گذری البتہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب رحمہ نے اپنے بعض رسائل مین موقع التباس مین الف تثنیہ کے کسی قدر اظہار کو لکھا ہے مگر واو جمع مین نہین لکھا مگر چونکہ اسپر کوئی دلیل قائم نہین کی لہذا میرا معمول نہین اور التباس تو بعض جگہ واو جمع مین بھی ہے جیسے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن حالانکہ وہان کوئی قائل نہین اور رفع التباس کے لیے قرینہ سباقیہ وسیاقیہ کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال۔ کیا یہ صحیح ہے کہ اخفا مین نون ساکن یا تنوین کو اسطرح ادا کرے کہ کچھ نون ساکن یا تنوین نکلے اور کچھ وہ حرف نکلے جو نون ساکن یا تنوین کے بعد ہے مثلاً زنگون اور زنگت وغیرہ۔

(تحقیق اثبات ورسقاط الف ذاقا وغیرہ)

(تحقیق اخفاء)

الجواب ۔ صحیح ہے کیونکہ حقیقت اخفا کی بین الاظہار والادغام ہے اور اظہار میں نون خالص ہوتا ہے اور ادغام میں بالکل نہیں رہتا گو غنہ ہو سو یہ بین بین ہوگا۔ فقط

۲۵ ۔ رجب ۱۳۲۱ھ ہجری

سوال اذیعدون فی السبت اذ ظرف ہے القریہ کا یعنی واسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر میں جو قریہ ہے اوسمیں مضاف محذوف ہے اذیعدون ظرف ہے اوس مضاف کا تو اذ کو قریہ سے فصل کرنا ناجائز ہوا یعنی بحر کو اذ سے ملا کر پڑھنا چاہیے پھر بحر پر وقف کیا علماء نے تحقیق لکھدیا ہے یا کوئی وجہ ہے تو بیان کریں یہ تو سورہ اعراف میں ہوا۔ اسیطرح سورہ مومنون میں اعناب پر وقف لازم کہتے ہیں حالانکہ یہ وقف بھی قبیح ہے کیونکہ جنات مفعول ہے انشانا کا یقینا اور وشجرۃ تخرج معطوف ہے جنات پر معطوف اور معطوف علیہ میں فصل کرنا خصوصًا جب مفردات ہوں جملے ہوں ناجائز ہے تو انشانا سے للآکلین تک وقف کرنا جائز ہوا تو اعناب پر بھی وقف ناجائز ہوا ناجائز کو لازم کہنا معاذ اللہ سخت گناہ بلکہ اگر دیدہ و دانستہ کہے تو کافر ہو جاوے مثال اکل اجنبیہ ناجائز ہے اور اگر کوئی اسکو واجب کہے تو کافر ہو جاوے گا باتفاق المسلمین ؟

الجواب ۔ اول چند مقدمات سمجھ لینے چاہئیں **مقدمہ اول** ۔ رؤس آیات کے علاوہ کہ وہ مثل قراۃ سبعہ کے توقیفی ہیں اور ادنمیں جو اختلاف ہے وہ بناء علی اختلاف الروایات ہے اور باقی جتنے اوقاف ہیں سب امور اجتہادیہ و ذوقیہ ہیں اور ذوق لسانی سے ہر لغت میں یہ فصل و وصل مواقع مختلفہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور اونمیں اختلاف بناء علی اختلاف التفسیر والتاویل والاعراب ہے مثل اختلاف مسائل قیاسیہ حنفیہ و شافعیہ کے اسی بناء پر اوقاف کے باب میں ائمہ قرات کی اصطلاح جدا جدا ہیں چنانچہ بعض کے نزدیک یہ انواع ہیں۔ تام اتم کافی اکفی حسن احسن صالح اصلح قبیح اقبح اور امام سجاوندی کی یہ اصطلاحیں ہیں مطلق جائز مجوز مرخص اور اس مطلق کی ایک قسم لازم ہے اور بعض کی یہ اصطلاحیں ہیں تام شبیہ بتام ناقص شبیہ بناقص حسن شبیہ بحسن قبیح شبیہ بقبیح چنانچہ یہ سب اصطلاحیں منار الہدی میں موجود ہیں جنکے علوانات و معنونات و مواضع تعیین سب

مختلف ہین **مقدمہ دوم** وقف لازم مین لزوم بمعنے وجوب یا فرضیت نہین ہے بلکہ بمعنے استحسان موکد ہی اور مدار اس لزوم کا ایہام پر ہے اگر وصل موہم ارادہ غیر مراد ہو وہان وقف لازم سمجھا جاتا ہے۔ **مقدمہ سوم** اسیطرح وقف قبیح مین قبح بمعنے لزوم کفر یا معصیت نہین بلکہ بمعنی عدم استحسان ہے اور مدار اس قبح کا بھی ایہام پر ہے جہان فصل موہم ارادہ غیر مراد ہوتا ہے وہان وقف قبیح سمجھا جاتا ہے چنانچہ ہر دو مقدمہ کی دلیل منار الہدی مین ہے

اذا علمت هذا عرفت بطلان قول من قال لا يحل لمن يومن بالله واليوم الآخر ان يقف على سبعة عشر موضعا فان وقف عليها وابتدأ ما بعدها فانه يكفر ولم يفصل والمعتمد ما قاله العلامة النكزاوی انه لا كراهة ان جمع بين القول والمقول لانه تمام قول اليهود والنصارى والواقف على ذلك كله غير معتقد لمعناه انما هو حكاية قول قائلها حكاها الله عنهم ووعيد الحقه الله بالكفار والمدار في ذلك كله على القصد وعدمه وما نسب لابن الجزری من تكفير من وقف على تلك الوقوف ولم يفصل ففي ذلك نظر نعم ان صح عنه ذلك حمل على ما اذا وقف عليها معتقدا معناه فانه يكفر سواء وقف ام لا الى اخر ما قال واطال وفيه ايضا القبيح وهو ما اشتد تعلقه بما قبله لفظا ومعنى ويكون بعضه اقبح من بعض نحو ان الله لا يستحيی فويل للمصلين فانه يوهم غير ما اراده الله تعالى فانه يوهم وصفا لا يليق بالباری سبحانه وتعالى ويوهم ان الوعيد بالويل للفريقين وهو لطائفة مذكورين بعده الى اخر ما قال واطال وفي الجزرية وليس في القرآن من وقف وجب ولا حرام غير ما له سبب وقال الملا على قاری فی شرح البيت وحاصل معنى البيت بكماله انه ليس في القرآن وقف واجب يأثم القاری بتركه ولا وقف حرام يأثم بوقفه لانهما لا يدلا على معنى فيختل بذهابهما الا ان يكون لذلك سبب يستدعى تحريمه وموجب يقتضى تحريمه وكان يقصد على ما من الله والى كفرت ونحوهما كما سبق من غير ضرورة اذ لا يقصد ذلك مسلم واقف على معناه واذا لم يقصد لا يحرم عليه لا الوصل ولا الوقف فی مبناه اور بنا برعلی المقدمۃ الاولی ممکن ہے کہ انہی ایہام مین آرا قرا مختلف ہون **مقدمہ چہارم** ہر اجتہادیہ مین اختلاف کرنے سے تفضیل یا تفسیق نہین ہو سکتی ورنہ تمام مجتہدین پر عافیت تنگ

ہو جاویگی **مقدمہ پنجم** فی منار الہدی یظلمون کاف شرہا جائز وفیہ ایضا واعناب جائز ومثلہ کثیرۃ ومنہا تاکلون کاف علی ان قولہ وشجرۃ منصوب بفعل مضمر تقدیرہ وانشانا شجرۃ وانبتنا شجرۃ ولیس بوقف ان عطفت شجرۃ علی جنات وحینئذ لا یوقف علی واعناب ولا علی کثیرۃ ولا علی تاکلون **مقدمہ ششم** فی البیضاوی اذ یعدون فی السبت یتجاوزون حدود اللہ تعالی بالصید یوم السبت واذ ظرف لکانت او حاضرۃ وللمضاف المحذوف ای خبر القریۃ او بدل منہ بدل الاشتمال **مقدمہ ہفتم** ایضا فی البیضاوی لکم فیہا فی الجنت فواکہ کثیرۃ الی قولہ وشجرۃ عطف علی جنات وقرءت بالرفع علی الابتداء **مقدمہ ہشتم** فصل جیسا سکوت سے ہوتا ہے ویسا ہی بلکہ اوس سے بڑھکر کلام سے ہوتا ہے ۔

مقدمہ نہم قولہ تعالی فی سورۃ الزخرف وقیلہ یا رب فی کتاب المکرر قرأ عاصم وحمزۃ بخفض اللام وکسر الہاء والباقون بنصب اللام وضم الہاء فی الکشاف فی تفسیر الآیۃ المذکورۃ وذکر فی النصب عن الاخفش انہ حملہ علی ام یحسبون انا لا نسمع سرہم ونجواہم وقیلہ وعنہ وقال قیلہ وعطفہ الزجاج علی محل الساعۃ کما تقول عجبت من ضرب زید وعمرا وحمل الجر علی لفظ الساعۃ **مقدمہ دہم** چونکہ علم وقوف نہایت دقیق علم ہے جسمین بہت سے علوم کی ضرورت ہے اس لیے بدون جمع اون آلات وعلوم کے محض تھوڑی سی مناسبت ودرسی علوم کے اوسمین کلام جائز نہین جیسا جمیع اجتہادیات کا حال ہے بعد تمہید ان مقدمات کے جواب سمجھنا چاہیے کہ سوال کے دونون موقعون مین جو وقف لازم ہے وہ سجاوندی کے قول پر ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ وصل مین ایہام ہے واسئلہم کے عامل ہونے کا سورہ اعراف مین اور ایہام ہے اعناب کے موصوف اور جملہ لکم فیہا فواکہ کثیرۃ کے صفت ہونیکا حالانکہ دونون امر خلاف مراد قرآنی ہین کیونکہ واسئلہم کے عامل ہونے مین توصریح فساد معنی قرآنی ہین بوجہ متغایر ہونے زمانہ واسئلہم اور یعدون کے اور اعناب کے موصوف ہونے مین تخصیص لازم آوے گی جملہ وصفیہ کی موصوف مذکور کے ساتھہ حالانکہ معنی وہ صفت عام ہے نخیل واعناب دونون کی یا جنات کی جو کہ مشتمل ہے دونون پر پس اس ایہام کی وجہ سے ان وقفون کو لازم کہا گیا (بحکم مقدمہ دوم) رہا شبہہ ان کے قبیح ہونے کا سو وہ اس وجہ

سے مدفوع ہے کہ قبیح جیسا کہ اوپر گذرا وہ ہے جہاں وقف سے ایہام فساد معنی کا ہو (بحکم مقدمہ سوم) اور یہاں یہ امر نہیں ہے اسلیے کہ اگر کلام الٰہی اسی آیت میں یہیں تک نازل ہوتا تو یقینی اور ظاہر بات ہی کہ معنے میں کوئی قبح نہ تھا بخلاف امثلہ وقف قبیح کے کہ وہاں اگر کلام ختم کردیا جاتا تو سخت ایہام لازم آتا جیسا تامل کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے پس شبہ اسکے قبیح ہونے کا مطلقاً مدفوع ہے اور اگر محض فصل کو موجب قبح کہا جاوے سو اول تو یہ تفسیر قبیح کی کسی نے کی نہیں اور اگر اس جدید اصطلاح کو تسلیم بھی کرلیا جاوے تو وقف کرنے ہی پر کیا موقوف ہے خود موضع ثانی میں فاصل ہونا اتنے بڑے کلام کا لکم فیہا فواکہ کثیرۃ ومنہا تاکلون لزوم قبح کے لیے کافی ہونا چاہیے (بحکم مقدمہ ہشتم) بلکہ ایسا قبح تو قرآن مجید میں صدہا جگہہ لازم آئیگا مثلاً آیۃ مذکورہ وقبلہ میں کہ بنا بر قراءت نصب کے جوکہ قراءت متواترہ ہے حسب اختیار اخفش جو نحو میں امام جلیل ہے قیلہ کا عطف سرہم ونجواہم پر تجویز کیا گیا ہے جس میں عامل ومعمول میں سات آیات توقیفیہ اجماعیہ فاصل ہیں اور حسب قول زجاج ساعۃ پر عطف تجویز کیا گیا ہے کہ جسمیں دو آیات کا فصل ہے (بحکم مقدمہ نہم) پس اگر فصل مطلقاً موجب قبح ہو تو ان ائمہ اجلہ نے اتنی قبائح کا لزوم قرآن میں کیسے گوارا کیا علاوہ اس کے جو بنا و شبہات کی ہی کہ اذ یبعدون میں اذ ظرف ہے اوس مضاف کا الخ یا شجرۃ مفعول ہے انشانا کا الخ اسمیں خود کلام ہوسکتا ہے اسلیے کہ یہ توجیہ بھی ممکن ہے کہ عامل اذ کا محذوف ہو مثلاً کانت حاضرۃ یا وقعت القصۃ یا مثل اسکے جیسا قرآن میں اسکے نظائر بکثرت موجود ہیں یا اذ بدل ہو قریہ کا (بحکم مقدمہ ششم) اسیطرح شجرۃ میں ایک انشانا مقدر ہو جیسا قراءۃ رفع میں یقیناً کلام مبتدا ہے (بحکم مقدمہ پنجم وہفتم) پس بہرحال لزوم قبح کا کوئی مبنی نہیں پایا جاتا اور بعد اللتیا واللتی اگر خواہ مخواہ کوئی قبح کا قائل ہی ہو اور کسی کو اسمیں شرح صدر ہی ہو تو اسکی یہ تحقیق اپنے نفس پر حجۃ ہوسکتی ہے **قائلین** باللزوم پر جنکا مستند دلیل صحیح ہے حجۃ نہیں (بحکم مقدمہ اول) پھر مس اجنبیہ پر جوکہ حرام قطعی اجماعی ہے قیاس کرنا امر اختلافی اجتہادی کا اول تو غفلت ہے معنی لازم وقبیح سے پھر بوجہ فارق قطعیت واجتہادیت کے کس طرح صحیح ہوگا (بحکم مقدمہ چہارم) چنانچہ صاحب منار نے کانت حاضرۃ البحر پر وقف ہی قرار نہیں دیا اور ما عناب پر وقف جائز مانا

(بحکم مقتدی منہم) لیکن اس قسم کا اختلاف جیسا صاحب منا ہنے امام سجاوندی کے ساتھ کیا ہے ہم جیسون کو کہ نہ استعداد علم ہے اور نہ وہ ذکا نہ وہ سلامت نظر جائز نہیں (بحکم مقتدی منہم) فقط واللہ اعلم یکم شعبان ۱۳۲۱ھ ہجری

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین موافق فقہ حنفی کے کہ آج کل عموماً کیا علماء اور کیا عوام جیسا کہ آنجناب پر بھی روشن ہے علم تجوید سے بالکل ناواقف ہین یعنی کسی استاد واقف سے نہین سیکھتے بلکہ بطور خود بعض حروف مین فرق کرکے بلا خیال مخرج وصفات پڑھتے ہین مثلاً س اور ص کے لغزیات اور ط مین حالانکہ ماہرین فن تجوید لکھتے ہین کہ باوجود تمیز کے حروف اپنے مخرج سے ادا نہین ہوتے خصوصاً حرف ض کہ یہ تو عموماً خواہ عرب خواہ عجم کوئی بھی اس حرف کو اس کے مخرج سے نہین نکالتا بعض مشابہ ظا اور بعض مشابہ بالذال پھر بعض صاف دال پڑھتے ہین بعض دال مفخم۔ بعض کے پڑھنے مین ایک واؤ بھی سمجھ مین آتا ہی تو ایسی حالت مین کیا حکم ہے آیا یہ لوگ معذورین کے حکم مین ہین اور حروف کو سیکھنا اور ان کو مخارج مع صفات کے ادا کرنا انپر فرض اور ترک سے گنہگار ہین کیونکہ مخارج حرفون کے مشترک ہوتے ہین مگر فرق صفات سے ہوتا ہے یا بوجہ عموم بلوی مطلقاً صحت نماز کا فتوی دیا گیا ہے اگر دیا گیا ہی تو دلیل تحریر فرما دیجیے اب ایسی حالت مین اگر کوئی شخص حروف کو عمدہ طریقہ سے مخرج سے نکالے اور حرف ضاد کو بھی مخرج سے نکالے اگرچہ صورت اس کی مشابہ بالظاء ہو تو ایسے شخص کی نماز ان لوگون مذکور الصدر کے پیچھے کہ جو بطور خود حروف کو تمیز کرکے پڑھتے ہین اور حرف ضاد کو دال بسیط یا مفخم کرکے یا مشابہ بالظاء پڑھتے ہین صحیح ہوگی یا نہین خاصکر جبکہ یہ شخص جو واقف تجوید ہے واقف مسائل ضروریہ صلوۃ بھی ہو اور دوسرا شخص عالم فقہ وحدیث ہو مگر قراءت اس کی موافق قواعد تجوید نہو بلکہ مثل قراءت مروجہ اس زمانہ کے ہو اگر اس واقف تجوید کی نماز صحیح نہ ہوئی تو دقت مقتدی ہونے اس قاری کے امام کی اور بقیہ مقتدیون کی بھی نماز درست ہوگی یا نہین جیسا کہ جب امی کی اقتدا قاری کرے اسوقت کسی کی بھی نماز نہین ہوتی نہ امام کی نہ مقتدیون کی احقر کو ان عبارات فقہا سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ باوجود اہل علم کہلانے کے امامت کے قابل نہین اور سیکھنا تجوید کا فرض ہے اور اس کے ترک سے ہر وقت گنہگار ہین آیا یہ فہم احقر کا

ان عبارات سے صحیح ہی یا نہیں انه بعذ بذل جهده دائما ای فی اٰناءِ اللیل واطراف النهار
فما دام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر فصلوته جائزة وان ترك جهده فصلوته فاسدة قال
فی الذخیرة وانه مشکل عندی لان ماکان خلقة فالعبد لایقدر علی تغییره کالامی فلا یؤم
الا مثله ولا تصح صلوته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه او ترك جهده او وجد قدر
الفرض مما لا لثغ فیه هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالثغ کذا فی رد المحتار باب الامامة اس سے معلوم
ہوتا ہی کہ جب الثغ جو فطرةً معذور کیا معنے بلکہ مجبور ہے معاف نہیں کیا گیا بلکہ دواماً اُس پر سیکھنا اور
کوشش کرنا فرض ہے یہانتک کہ جبتک سیکھتا رہیگا تو نماز درست ہوگی ورنہ نماز فاسد ہوگی
اور بعد کوشش کے بھی وہ امی ہی جب ایسا معذور فطری معذور نہیں تو جو شخص کہ باعتبار فطرت
مجبور نہیں فقط اپنے تساہل سے سیکھنے کا قصد نہیں کرتا کیوں معذور شمار کیا جاوے اور کیوں نماز
اُسکی صحیح ہو اور کیوں گنہگار نہو البتہ شامی کا ذخیرہ کی عبارت کا نقل کرنا شبہہ پیدا کرتا ہی کہ شاید اس
حکم کی تصحیح میں کچھ کلام ہی اگلی عبارت اس سے زائد تصریح کرتی ہی وکذا من لا یقدر علی التلفظ
بحرف من الحروف وذلك کالرحمن الرحیم والشیطان الرجیم والالمین ایاك نأبد ونستئین
وانأمت فکل ذلك حکمه ما مر من بذل الجهد دائما فلا تصح الصلوٰة اب اس حکم میں وہ
لوگ بھی داخل ہیں یا نہیں جو حرف ضاد کو مخرج سے نہیں نکالتے اگر نہیں تو کیا دلیل ہی پھر فقہا،
کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ حرف ضاد کو ظاء سے زیادہ مناسبت ہی نہ ذال سے جیسا کہ شامی
کے زلة القاری میں ہی وان لم یمکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین فاکثرهم
علی عدم الفساد لعموم البلوی دوسری جگہہ ہے وفیها اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج
وقربه الا ان فیه بلوی العامة کالظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ قاضیخان
میں ہی لو قرأ الظالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلوته ولو قرأ الدالین بالدال تفسد ان
عبارتوں سے جہانتک معلوم ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ مشابہ بالدال پڑھنے سے فاسد ہے اور مشابہ بالظاء
پڑھنے سے بعض کے نزدیک فاسد نہیں مگر قاعدہ متقدمین کے مطابق صحیح نہیں تو ایسی صورت
میں جو شخص کہ حرف ضاد کو مخرج سے نکالتا ہی اُس کی نماز آج کل کے علماء کے پیچھے جو اکثر دوال
پڑھتے ہیں صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے ہوتے امام کس کو بنانا چاہیے مکرر امور مسئولہ کو

مختصراً عرض کرتا ہوں (۱) تجوید واجب کی کیا مقدار ہے آیا مطلقاً تمیز بین الحروف یا ادار الحروف من المخارج مع الصفات (۲) امی عند الشرع کون ہے اور قاری کون ہے (۳) حرف ضاد مخرج سے نہ نکالنے والے خواہ ظا پڑھیں یا مشابہ بالدال پڑھیں امی ہیں یا نہیں (۴) جو شخص کہ ضاد کو مخرج سے نکالتا ہے اسکی نماز شخص مذکور کے پیچھے ہوگی یا نہیں اگر نہ ہوگی تو وقت مقتدی ہونے اس قاری کے امام دواد پڑھنے والے کی اور مقتدیوں کی نماز بھی ہوگی یا نہیں (۵) دواد پڑھنے والا عالم امام افضل ہے یا قاری جو مسائل ضروریہ صلوٰۃ سے واقف ہو (۶) سائل ایک عبارت رسالہ قرأت کی نقل کرتا ہے کہ جو حوالہ دیتا ہے فتح القدیر اور وسیلۃ السعادۃ کا بدانکہ دانستن وخواندن قرآن بہ تجوید کہ آن عبارت از دادن حروف نہا است حق الحروف فرض عین ولازم ست برہر کس کہ قرآن خواند از برائے آنکہ بہ تجوید نازل شدہ وہمچنین از آنحضرت علیہ السلام بوسائط اساتذہ منقول شدہ چنانکہ در شرح مقدمہ جزری آوردہ اگرچہ فقہاء عظام بسبب آنکہ نماز فرض عین است در زلۃ وخطا کردن از تجوید وسعت کردہ نماز جائز داشتہ اند اما بہ ترک امامت اینچنین کس فرمودہ اند معلوم است کہ معنی زلت وخطا فعلی ناشایستہ بے اختیار از کسے کہ دانائے آن باشد صادر شدن است نہ آنکہ چیزی را کہ نداند اورا زلۃ گویند چنانکہ در وسیلۃ السعادۃ کہ یکی از کتب فقہ معتبر ست آوردہ کسیکہ از ادائے حروف ورعایت قواعد قرآنی عاجز باشد برا ولازم است باقی عمر در شب وروز در تعلیم قرآن بکوشد والا نماز وی جائز نیست کما فی فتح القدیر لابن الہمام تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آجکل جو غافل از علم تجوید عالم وجاہل ہو رہے ہیں انکی نماز نہیں ہوتی اور امامت تو ہرگز نہ کرے تو امامت ایسے شخص کی جائز ہے یا نہیں (۷) قاری عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ تلفظ الضاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ ضاد معجمہ سب حروف سے مخرج جدا رکھتا ہے اگر اپنے مخرج سے نہ نکلا اور کسی حرف کے مخرج سے نکلا ظا یا دال وغیرہ سے تو وہی ہوگیا نہ کہ ضاد رہا اور اگر کسی حرف معتبرہ سے نہ نکلا تو شمار حروف سے نہ رہا بلکہ مہمل ہوگیا جیسے رضی وغیرہ علماء نے لکھا ہے کہ وہ کلام بالکل مہمل ہوگیا (۸) پھر فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ ہر شخص بطور خود جس طرح چاہے قرآن پڑھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ہم قرآن کو اپنی زبان میں ترجمہ کرلیں تاکہ ہمکو پڑھنا آسان ہو فرمایا کہ ہرگز نہیں بلکہ قرآن پاک انہیں حروف منزل پر رہی ہاں

تفسیر اپنی زبان مین کرو۔ حضرت علیؓ نے ترجمہ جائز نرکھا پھر تبدیل حروف کس طرح جائز ہوگی
کہ تحریف صریح قرآن کی ہے جب بہدایت قرآن و حدیث ممانعت پڑہنے لہجہ عجم کی معلوم ہوئی
تب بمقابلہ اس کے اقوال بعض مفسرین مثل تفسیر کبیر وغیرہ کے کہ انسان مکلف ساتھ تمیز حرف
ضاد کے غیر اپنے سے نہین ہی سنا نہ جاویگا بلکہ اس جگہہ قول حضرت علیؓ اور امام ابو عمرو دانی
کا کہ امام قرارت اور تجوید کے تھے مقبول ہوگا کہ ان بزرگون نے کس طرح تاکید تصحیح و تجوید کی فرمائی
ہے غرضکہ فن قرأت جدا ایک فن ہے کہ مدار اُس کا محض نقل اور روایت آنحضرت سے ہی اور
قیاس کو بالکل دخل نہین ہے اور جو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ زمانہ صحابہ مین اہتمام تجوید نتھا
اُسکی وجہ یہ ہی کہ سب صحابہؓ عربی تھے اور بعض صحابہؓ جو عجمی تھے اُنہون نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے صحیح کرلیا تھا اور جو صحابہؓ باوجود تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی سعی کے
اُن کی زبان نے مطاوعت نہ کی اور قابو مین نہ آئی وہ معذور تھے غرض ایسے مضمون
بزرگ امام ابو عمرو دانی اور ملا علی قاریؒ کی کتابون کو دیکھو کہ یہ لوگ قرارۃ کے امام تھے اور محدث
مفسر و فقیہ تھے اور یہ لفظ خاص عرب کا ہے نہ عجم کا اپنی زبان پر جو عجم کو آسان تھا وہ ادا کرلیا
اور عرب خاص کچھ جو دو ایک گھر ہین وہ ابتک صحیح پڑھتے ہین اسوقت کے عرب کا ادائے
حروف لائق استدلال نہین (۹) پھر فرماتے ہین کہ ضاد کا مخرج چھوڑکر کسی اور حرف کے
مخرج سے قصداً ادا کرنا تو حرام ہے بلکہ بعید نہین کہ کفر ہو اور اگر قصد ادا کرنے ضاد صحیح کا کیا پھر سبقت
لسانی سے غلطی ہوگئی اس صورت مین امیدوار معافی حق تعالی کا ہے اور اگر بسبب عدم مطاوعت
زبان کے ہے اور زبان قابو مین نہین ہے تو سیکھنے صحیح ضاد تک اور مشق کرکے صاف کرنے
تک معاف ہی اور جو اُستاد سے سیکھا بھی نہین اور جان بوجھکر اسیطرح غلط پڑھتا رہا تو اول گنہگار
غلط خوانی کا۔ اور دوسرا گنہگار ترک واجب کا اور اگر سیکھا بھی اور صحیح نہ پڑھ سکا تو پھر یہ شخص
معذور ہے اور یہ شخص امی ہوگا اور پہلے سیکھنے سے معذور ہوگا اور روایات فقہیہ جواز نماز
کی معذور کے حق مین ہین نہ کہ کاہل کے (۱۰) پھر فرماتے ہین جواز صلوۃ غلط خوان مین فقہا مین
اختلاف ہی اور اصح عدم جواز موافق اس قاعدہ اصولیہ کے ہی اذا دار الامر بین الحظر والاباحۃ
فالفتوی علی الحظر دوسرے یہ کہ سند اور قیاس مسئلہ قرارت کا بابت مسئلہ فقہ کے درست نہین

تیسرے یہ کہ جواز و عدم جواز قرارت کے معنے اور ہین کہ صحت قرآن ہے اور جواز و عدم جواز صلوٰۃ کے معنے اور ہین کہ برارۃ الذمہ ہے پس جب محمول مختلف ہوا تو قیاس مع الفارق ہوا اور وہ باطل ہے چوتھے یہ کہ جواز و عدم جواز بیچ روایت فقہیہ کے محمول ہے جواز نماز پر غرض ہم سب سے درگذرے اور قطع نظر کرتے ہین کہ قاضیخان اور شامی اور سب روایات کو فقہاء زلۃ القاری اور غلط خوان کے ذکر مین لائے ہین بسبب عدم مطاوعت زبان اور عموم بلوی جواز کا حکم دیا گیا ہے پھر جس نے فتوی دیا ہے جواز نماز کا اُس شخص کا حکم ہے کہ جس کی زبان قابو مین نہو اور بعد سیکھنے کے غلط پڑھے تمام ہوئی عبارت قاری صاحب کی لہذا گذارش ہے کہ ان عبارات کے مخالف جو حدیث یا عبارت فقہ واسطے جواز نماز و امامت ایسے شخص کے ہو تحریر فرماوین فقہاء زمان حال کا فتوی تو جو کچھ ہی وہ ظاہر ہے مگر چونکہ قاری صاحب بھی اس زمانہ کے محدث و فقیہ و مفسر تھے تو قاری صاحب نے کیون مخالفت کی اسواسطے دلیل کی ضرورت ہی کہ کیونکر نماز ایسے شخصون کی ہوتی ہے اور گنہگار کس درجہ کے ہوتے ہین (۱۱) اگر کوئی شخص اُستاد ماہر سے تجوید سیکھنا شروع کرے تو اثنا تعلیم مین لائق امامت ہی یا نہین (۱۲) اگر جواز نماز و امامت ہے اور پھر بھی کوئی شخص ماہر تجوید بوجہ اس کے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اول یہ کہ اقوال متقدمین و متاخرین مین اختلاف ہے دیگر یہ کہ قاری عبدالرحمن صاحب مرحوم و دیگر علماء حال کا اختلاف ہے اسواسطے احتیاط پر عمل کرے اور اعادہ اُس نماز کا جو امام غیر مجود و قاری کے پیچھے پڑھی ہے کرے بوجہ بچنے اختلاف کے تو یہ جائز ہے یا نہین (۱۳) اور اعادہ نماز فجر و عصر کا بموجب نمبر مذکورہ کے کرسکتا ہے یا نہین۔

الجواب - امر اول - تتبع روایات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہی کہ زلۃ القاری کے چند اقسام ہین اور اکثر اقسام مین روایات توسع کی موجود چنانچہ وہ اقسام یہ ہین خطا[۱] فی الاعراب - ابدال[۲] حرف بحرف تخفیف[۳] مشدد - تشدید[۴] مخفف - زیادت[۵] حرف - نقص[۶] حرف - وصل[۷] حرف بکلمہ - قطع[۸] بعض الکلمۃ عن بعض - وقف[۹] و ابتدا - ترک[۱۰] مد - زیادت[۱۱] کلمہ - نقص[۱۲] کلمہ - تقدیم[۱۳] - تکریر[۱۴] کلمہ - تبدیل[۱۵] کلمہ - اور روایات یہ ہین فی رد[۱] المختار واما المتاخرون کابن مقاتل وابن سلام واسمٰعیل الزاہد وابی بکر البلخی والہندوانی وابن الفضل والحلوانی فاتفقوا علی ان الخطأ فی الاعراب لا یفسد لو اعتقاده

لکثر ان الناس لا یمیزون بین وجوه الاعراب قال قاضیخان وما قالہ المتاخرون اوسع وما قالہ المتقدمون
احوط وفیہ قال فی الخلاصۃ الاصل فیما اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی الی قولہ قال القاضی ابو عاصم
ان تعمد ذلک یفسد وان جری علی لسانہ او لا یعرف التمییز لا تفسد وہو المختار حلیہ وفی البزازیۃ وہو اعدل
الاقاویل وہو المختار وفیہ قولہ او تخفیف مشدد وقال فی الفتح عامۃ المشایخ علی ان ترک المد والتشدید
کالخطأ فی الاعراب اھ قلت وقدم بعدم الفساد فی الخطأ فی الاعراب آنفا فی الروایۃ الاولیٰ وفیہ
قولہ وعکسہ قال فی شرح المنیۃ وحکم تشدید المخفف کحکم عکسہ فی الخلاف والتفصیل وفیہ قولہ او بزیادۃ حرف
قال فی البزازیۃ ولو زاد حرفا لا یغیر المعنی لا تفسد عندہما وان غیر افسد وبعد اسطر لکن فی المنیۃ وینبغی ان
لا تفسد ثم قال اقول والظاہر ان مثل زرابیب ومثانین یفسد عند المتاخرین ایضا اذ لم یذکروا فیہ
خلافا وفیہ قولہ او نقص حرفا اما ان یغیر المعنی او لا فان غیر تفسد الی قولہ وان لم یغیر لا یفسد اجماعا وفیہ
قولہ او وصل حرف بکلمۃ الخ قال فی البزازیۃ انہ لا یفسد وفی المنیۃ لا یفسد علی قول العامۃ وفیہ بعد اسطر
واما قطع بعض الکلمۃ فافتی الحلوانی بانہ مفسد وعامتہم قالوا لا یفسد لعموم البلوی فی انقطاع النفس والنسیان
وعلی ہذا لو فعلہ قصدا ینبغی ان یفسد وبعضہم قالوا ان کان ذکر الکلمۃ کلہا مفسدا فذکر بعضہا کذلک و
الا فلا قال قاضیخان وہو الصحیح والاولی الاخذ بہذا فی العمد وبقول العامۃ فی الضرورۃ وفیہ قولہ او وقف
وابتدأ قال فی البزازیۃ الابتداء ان کان لا یغیر المعنی تغییرا فاحشا لا یفسد الی قولہ وان غیر المعنی لا یفسد
عند عامۃ المشایخ لان العوام لا یمیزون وفیہ قولہ الا تشدید رب عزاہ فی الخانیۃ الی ابی علی النسفی ثم قال
وعامۃ المشایخ علی ان ترک التشدید والمد کالخطأ فی الاعراب لا تفسد فی قول المتاخرین وفیہ قولہ ولو
زاد کلمۃ اعلم ان الکلمۃ الزائدۃ اما ان تکون فی القرآن او لا وعلی کل اما ان تغیر او لا فان غیرت افسدت
مطلقا وان لم تغیر فان کان فی القرآن لم تفسد فی قولہم والا لا تفسد وعند ابی یوسف تفسد وفیہ
قولہ او نقص کلمۃ قال فی شرح المنیۃ وان ترک کلمۃ من آیۃ فان لم تغیر المعنی لا تفسد وان غیرت فانہ
یفسد عند العامۃ وقیل لا والصحیح الاول وفیہ قولہ او قدمہ قال فی الفتح فان غیر فسدت والا فلا
وفیہ قولہ وکذا لو کرر کلمۃ قلت ظاہرہ ان الفساد منوط بمعرفۃ ذلک فلو کان لا یعرفہ الی قولہ ینبغی عدم
الفساد وکذا لو لم یقصد شیئا وفی الدر المختار کما لو بدل کلمۃ بکلمۃ وغیر المعنی نحو ان الفجار لفی جنات لہ
ہی یفسد ان روایات سے معلوم ہوا کہ بجز زیادت ونقص حرف یا کلمہ یا تقدیم یا تبدیل کلمہ کے جبکہ یہ سبب مغیر معنی ہوں

اور جمیع اقسام مین اقوال توسع کے پائے جاتے ہین امر دوم فی المقدمۃ الجزریۃ ع والاخذ بالتجوید حتم لازم ٭ من لم یجود القرآن آثم ٭ وہو اعطاء الحروف حقہا ٭ من صفۃ لہا ومستحقہا ٭ ورد کل واحد لاصلہ ٭ واللفظ فی نظیرہ کمثلہ ٭ شعر اول سے تجوید کا وجوب اور ثانی سے رعایت صفت کا اور ثالث سے رعایت مخارج کا ماہیت تجوید ہونا ثابت ہی پس مجموعہ روایات بالا و اشعار ہذا سے معلوم ہوا کہ جواز بمعنے صحت صلوۃ اور جواز بمعنے رفع اثم دونون متلازم نہین نہ صحت صلوۃ مستلزم رفع اثم کو ہے اور نہ وجود اثم مستلزم فساد صلوۃ کو ہے امر سوم فی الدر المختار ولا غیر الالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحر من المجتبی وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما کالامی فلا یؤم الامثلہ ولا تصح صلوتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ فی رد المختار ان یحسن ما یلثغ ہو بہ او یحسن القرآن وہذا مبنی علے ان الامی اذا امکنہ الاقتداء یلزمہ وفیہ کلام ستعرفہ ثم قال بعد اوراق تحت قول الدر المختار بخلاف حضور الامی بعد افتتاح القاری اذا لم یقتد بہ وصلی منفردا فانہا تفسد فی الاصح اہ مالخصہ وہو مخالف لما قبلہ الذی صححہ فی الہدایۃ فان ما قبلہ شامل لما اذا شرع امعا او افتتح الامی اولا ثم القاری او بالعکس الی قولہ والتحقیق الاول الذی فی الہدایۃ الخ اس سے الثغ کا مثل امی کے ہونا اور امی کی نماز کا منفردا صحیح ہونا علی الراجح معلوم ہوا اب بعد تحقیق امور ثلثہ مویدہ بالدلائل والروایات کے جاننا چاہیئے کہ حروف کے صحیح نہ ادا کرنے مین ابدال حرف بحرف ہے جس کا حکم بضمن تحقیق امر اول عبارت خلاصہ سے معلوم ہو چکا کہ تغییر معنی کی تقدیر پر تعمدًا موجب فساد صلوۃ ہے اور عدم تمیز یا جریان علی اللسان کی صورت مین مفسد نہین ہے پس جو لوگ بوجہ مشق و ریاضت نہونے کے اُن مین تمایز نہین کر سکتے اُن کی نماز صحیح ہو جاتی ہی اور باین معنے معذور ہین لیکن یہ ضرور نہین کہ بمعنے عدم اثم بھی معذور ہون جیسا امر دوم مین بیان کیا گیا بلکہ تصحیح مین سعی کرنا اُس کے ذمہ واجب ہی اور ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ادا کرنے والے کی نماز ایسے شخص کے پیچھے صحیح نہوگی جبکہ معنے مین تغیر آجاوے گو خود بالمعنی المذکور معذور سمجھا جاوے اور مقتضا قواعد کا یہ ہے کہ اُس حالت خاص مین ایسے قاری کے شریک صلوۃ ہوتے ہوے اور مقتدیون کی نماز بھی اس غلط خوان کے پیچھے صحیح نہوگی جیسا امر سوم سے مفہوم ہوتا ہے لیکن یہ کہنا کہ اگر اُس نے تصحیح کی کوشش نہین کی تو خود

اس شخص کی نماز بھی صحیح نہین غلط ہے جیسا امر سوم مین احقر نے اسکی تصریح کردی ہے اور ظاہر
بھی ہے کیونکہ اُمی مین کسی نے نہین کہا کہ اگر وہ سعی نہ کرے تو اسکی نماز صحیح نہین پس جب یہ
شخص مثل اُمی کے ہے تو اس کے عدم صحت صلوٰۃ کی کوئی وجہ وجیہ نہین معلوم ہوتی پس حکم فساد
صلوٰۃ کا میرے نزدیک مأول ہے کسی تاویل مناسب کے ساتھ رہا یہ امر کہ ظالین سے نماز
فاسد ہوگی ذالین سے ہوجاویگی اس کا مبنیٰ یہ سمجھنا کہ ظاؔ اور ضاؔد مین مشابہت ہے اور قاضیخان
کے جزئیہ سے اسکو مؤید کرنا اور اس بنا پر یہ حکم کرنا کہ ہر جگہ ظاؔ پڑھنا چاہیے یہ صحیح نہین کیونکہ
قاضیخان ہی مین دوسرے جزئیات اس مبنیٰ کو منہدم کرتے ہین چنانچہ مجھکو یاد پڑتا ہے کہ
اس مین غیر المغظوب علیہم اور والعادیات ظبحا پڑھنے کو مفسد صلوٰۃ کہا ہے اسوقت کتاب[1] موجود
نہین ورنہ علی الجزم لکھا جاتا لیکن ایسے جزئیات اسمین بالیقین مذکور ہین پس اگر مبنیٰ مذکور
صحیح ہوتا تو اس باب مین جمیع مواد ضاد کے برابر ہوتے اور اس فرق کی کوئی وجہ نہوتی پس معلوم
ہوا کہ اس کی کوئی اور وجہ ہے جسکو احقر نے اپنی بعض تحریرات[2] مین ذکر بھی کردیا ہے اور فقہاء
کا حکم عدم فساد بالنظار کا اس صورت مین ہے جب عمداً نہو چنانچہ وان لم یکن الا بمشقۃ کہنا خود
اس کی دلیل ہے اور اگر عمداً ہو تو فساد مین شبہہ نہین چنانچہ دوسری جزئیات[3] قاضیخان کی اس
پر مبنی ہین اور امر اول کی تحقیق مین خلاصہ سے اس کی تصریح کی گئی ہے اور وہ عبارت مطلق ہے
کسی حرف کے ساتھ مقید نہین غرض تقریر مذکور سے معلوم ہوا کہ قصداً ایسا نہ کرے اور اگر بلا قصد
بوجہ عدم مشق پڑھا گیا خواہ پھر کچھ ہی ادا ہو تو خود اُس کی نماز ہوجاویگی لیکن صحیح خوان کی امامت
نہ کرے بلکہ صحیح خوان جو مسائل ضروریہ سے واقف ہو وہ احق بالامامت ہے جیسا سب اُمور
مفصل ومدلل بفضلہ تعالیٰ مرقوم ہوچکے اس تقریر سے اجمالاً اکثر سوالات کا جواب نکل آیا مگر
سہولت کے لیے سب سوالات باقیہ کا جواب فرادیٰ فرادیٰ لکھا جاتا ہے۔

ع۱ ادار الحروف من المخارج مع الصفات کما من الجزریۃ ع۲ جسکو قدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ یاد نہو

---

[1] یہ روایات اس باب التجوید کے سوال اول کے جواب مین مذکور ہین اب جزم ہوگیا ۱۲ منہ

[2] اس سے مراد وہی جواب سوال اول اس باب التجوید کا ہے۔ ۱۲ منہ

[3] یہ جزئیات اس باب التجوید کے سوال اول کے جواب مین منقول ہین ۱۲ منہ

وہ امی ہے اور جسکو صحیح یاد نہو کالامی ہے مـ۳ کالامی ہین مـ۴ نہین اور نہین مـ۵ قاری جو مسائل ضروریہ
سے واقف ہو امامت مین اقدم ہے مـ۶ خود تو اسکی نماز صحیح ہے کما مر فی الامر الثالث البتہ صحیح
خوان کا امام نہ بنے مـ۷ مـ۸ مـ۹ ہذا وجوب مسلم ہے اور اسکی ترک سعی مین گناہ بھی ثابت لیکن عدم
صحت صلوٰۃ غیر مسلم ہے جیسا امر ثالث مین بیان ہوا اور امر اول مین روایات مذکور ہو چکین اور
جبکہ یہ مسائل اختلافی ہین تو بعض روایات کو لینے مین نہ قاری صاحب پر ملامت ہے نہ دوسرے پر
مـ۱۱ جبتک صحیح نہو جاوے کالامی ہے مـ۱۲ احتیاط جائز ہے مـ۱۳ جب اس نے روایات عدم
صحت پر عمل کیا تو فجر اور عصر کا اعادہ بھی جائز ہے - واللہ اعلم و علمہ اتم - ۱۰ ربیع صفر سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - جناب والا احقر نے جب سے کاتب فتوے کو دیکھا ہے جسکو مولوی کفایت حسین صاحب نے دربارہ قرأت حضور والا کے پاس سے منگایا ہے اسیوقت سے سخت پریشان ہون اگرچہ حکم صاف ہے مگر واسطے تسکین خاطر کے اس کے متعلق چند امور دریافت کرتا ہون جبکہ یہ بات قرار پائی کہ تجوید فرض ہے اور خاصکر حرف ضاد کو مخرج سے نہ نکالنے والے مثل اُمّی کے ہین اور ایسے شخص کی اقتداء اگر قاری جو اس حرف کو مخرج سے نکالتا ہی کریگا تو نماز کسی کی بھی نہوگی تو اب ایسی حالت مین اگر یہ قاری جماعت علماء مین ہو تو کیا کرے آیا انکو اطلاع کرے مگر اسمین سخت سوء ادبی ہے اور صورت نقلی ہے اور بعض جگہہ اندیشہ فساد ہے یا اطلاع نہ کرے تو انکے موافق فتوے کے سبکی نماز فاسد ہے یا یہ شخص جماعت مین شریک نہو اور ترک جماعت کرے غرض کیا کرے حضور مجھکو جو تشویش لاحق ہے وہ بہت سخت ہے کہ جس کا زبان تک لانا نہایت گران ہے -

الجواب فی الدر المختار ولا غیر الالثغ به ای بالالثغ علی الاصح الی قوله وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او لا یقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار وفی رد المحتار قوله علی الاصح ای خلافا لما فی الخلاصة عن الفضلی من انها جائزة لان ما یقوله صار لغة له ومثله فی التاتارخانیة وفی الظهیریة وامامة الالثغ لغیره تجوز وقیل لا و نحوه من الخانیة عن الفضلی وظاهره اعتمادهم الصحة وکذا اعتمده صاحب الحلیة قال لما اطلقه غیر واحد من المشائخ من انه لا ینبغی له ان لا یؤم غیره وکما فی خزانة

الاکمل وتکرہ امامتہ اتفاقا ولکن الاحوط عدم الصحۃ کما مشی علیہ المصنف و فیہ بعد اسطر شتۃ ، وسئل الخیر الرملی اما اذا کانت اللثغۃ یسیرۃ فاجاب بانہ لم یرھا لائمتنا وصرح بھا الشافعیۃ بانہ لوکانت یسیرۃ بان یاتی بالحرف غیر صاف لم تؤثر قال وقواعدنا لاتاباہ اھ وبمثلہ افتی تلمیذ الشارح المرحوم اسمعیل الحائک مفتی دمشق شامی ج۱ ص۳۹۲ مجتبائی فی العالمگیریۃ وان جری علی لسانہ او کان لایعرف التمییز لاتفسد وھو اعدل الاقاویل المختار ھکذا فی الوجیز لکردری ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس طرح اکثر عوام الناس بلکہ بہت سے خواص بھی قرآن پڑھتے ہین اس طرح کے پڑھنے والون کی امامت مین بھی گنجایش ہے اور عموم بلوی کی وجہ سے ان روایات پر عمل جائز ہے اس لیے میرے نزدیک صورت مسئولہ مین نماز صحیح ہو جاتی ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال ۔ ضاد کو کسطرح پڑہنا چاہیئے اور اکثر فقہاء کا قول کیا ہے اور اکثر کتب دینیات مین اس ذکر مین کیا لکھتے ہین ۔

الجواب فی الجزریۃ والضاد من حافتہ اذ ولی الاضراس من ایسر او یمناھا جب مخرج معلوم ہو گیا تو ضاد کے ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اُس کے مخرج سے نکالا جاوے ۔ اب اس نکالنے سے بوجہ عدم مہارت خواہ کچھ ہی نکلے عفو ہے اور اگر قصداً دال یا ظاء پڑھے وہ جائز نہین جیسا بعض نے دال پڑھنے کی عادت کرلی ہے اور بعض نے فقہاء کے کلام مین دیکھکر کہ ضاد مشابہ ظاء ہے ظاء پڑہنا شروع کر دیا حالانکہ مشابہت کی حقیقت صرف مشارکت فی بعض الصفات ہی اور مشارکت فی بعض الصفات سے اتحاد ذات لازم نہین آتا رہا قاضیخان کی اُس جزئی سے کہ لو قرء ولا الظالین لاتفسد صلوتہ ظاء پڑہنے کی اجازت سمجھ لینا اُس کو دوسری جزئیات قاضیخان کی رد کرتی ہین وھی ھذہ ولو قرء والعادیات ظبحا بالظاء تفسد صلوتہ اھ وکذا لو قرأ غیر المغضوب علیھم بالظاء او بالذال تفسد صلوتہ وامثال ذلک من الفروع المتعددۃ واللہ اعلم ۔ ۱ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ بخدمت مخدومی مکرمی جناب مولنا دام مجدہم ۔ بعد سلام مسنون التماس ہی کمترین بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہے اور آپ کے مزاج کی خیریت مطلوب ہی ۔ یہان ضاد اور ظا کا بہت

جھگڑا ہے ایک فریق ضاد پڑھتا ہے اور دوسرا ظا اور اسمین اسقدر غلو ہے کہ ایک دوسرے کے
پیچھے نماز نہین پڑھتا ضاد والے بہت سی فقہ کی روایتون کے موافق ظا پڑھنے سے نماز فاسد
کہتے ہین ظا والے ضاد کو محض غلط حرف اور تراشیدہ عوام سمجھکر اُس کے پڑھنے والے کے پیچھے
نماز نہین پڑھتے عرب مین آپ نے بھی دیکھا ہے کہ سب ضاد پڑھتے ہین اور ظا کو کوئی جانتا
بھی نہین پھر یہ بات بھی نہین کہ عوام اور ناواقف پڑھتے ہون بلکہ واقفین فن بھی ضاد ہی پڑھتے
ہین چنانچہ اکثر قراء عرب اور مصر وغیرہ کو اسی طرح پڑھتے سُنا قاری عبداللہ صاحب جو اس فن
سے اچھی طرح واقف ہین اُنکی خدمت مین رہنے کا اتفاق ہوا اور کچھ مشغلہ تجوید کا بھی رہا وہ بھی
ضاد ہی پڑھتے ہین کوئی جھگڑا اس معاملہ مین عرب مین نہین پایا یہان آکر یہ جھگڑا دیکھا تو بعض
قراءۃ اور صرف وغیرہ کی کتابین دیکھنے کا اتفاق ہوا جس سے ایک خلجان طبیعت مین ہی اس
لیے کہ اکثر کتب فقہیہ اور قراءۃ سے معلوم ہوا کہ ضاد کی صورت ظا اور زا وغیرہ سے مشابہ ہی اور جس طرح
پر کہ ہم لوگ اور عرب وغیرہ پڑھتے ہین اس کا کوئی ثبوت ٹھیک طور پر معلوم نہین ہوتا اس لیے
کہ اکثر کتب فقہیہ قاضی خان وغیرہ مین لکھا ہی کہ جن دو حرفون مین تمیز مشکل ہو جیسا کہ ض اور ظ
انمین سے اگر ایک کو دوسرے کی جگہہ پڑھے تو نماز درست ہوتی ہی اس سے بھی معلوم ہوتا ہے
کہ ض صوت مین ظ کے مشابہ ہے اور اسکا صحیح تلفظ ظاد ہے پھر انہین کتب فقہ مین یہ بھی لکھا ہے
کہ بہت جگہہ ض کی جگہہ ظ یا ظ کی جگہہ ض پڑھے گا تو نماز درست نہوگی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
دونون بالکل مغایر ہین یہ بظاہر تعارض کی صورت معلوم ہوتی ہی مگر اس کا جواب تو یہ سمجھہ مین
آتا ہے کہ عدم جواز صلوٰۃ اُس جگہہ ہے جہان پر معنون مین تغیر فاحش ہوتا ہو اور جہان پر تغیر نہوتا
ہو وہان نماز درست ہی پھر قراءت کی کتابون کو دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ض اور
ظ مین بہت سی صفتین مشترک ہین حرف ض مین استطالت ہی اور ظ مین نہین باقی مطبقہ اور
مصمتہ اور مستعلیہ رخوہ مجہورہ ہونے مین دونون مشترک ہین بخلاف دال کے جس کے مشابہ ض
پڑھا جاتا ہے کہ ض اور د مین اکثر صفتین مخالف ہین اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ض اور ظ
قریب المخرج اور متحد الصوت ہین اگرچہ قریب المخرج ہونے سے اتحاد صوت لازم نہین آتا مگر ائمہ
قراءۃ کی تصریحات سے متحد الصوت ہونا معلوم ہوتا ہے مثلاً رعایہ مین جو امام ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ

کی کی تصنیف ہے مذکور ہے الضاد حرف یشبہ لفظہ فی السمع بلفظ الظاء الخ پھر ضاد کا
جو مخرج لکھا ہے کہ حافۂ لسان اضراس کو لگا کر نکالا جاوے اس سے بھی ظاد نکلتا ہے ض اگر
نکالا جاتا ہے تو اطراف لسان ثنایا علیا کو لگ جاتی ہے جو لام کا مخرج ہی ٹھیک طور پر مخرج
سے نکالا جاتا ہی تو ظاد نکلتا ہے پھر ض کی صفات مین سے ایک رخوت بھی ہے حالانکہ ضاد نکالا
جاتا ہے تو رخوت یعنی جریان صوت اس مین پیدا نہین ہوتا جیساکہ اور حروف رخوہ مثلاً س ز
ظ وغیرہ مین بلکہ ض کے ادا کرنے مین صوت بند ہو جاتی ہی اور بطور شدیدہ کے ادا ہوتا ہے بخلاف
اس کے جس وقت ظاد ادا کیا جاتا ہے یعنی ہمزہ مفتوح اس کے اول مین لگا کر جو مخرج کے دریافت
کرنے کا طریقہ ہے صوت نکالی جاتی ہے تو اسمین رخوت یعنی جریان صوت برابر رہتا ہی اس
سے بھی معلوم ہوا کہ ضاد صوت مین مشابہ ظ کے ہے پھر رعایہ مین لکھا ہے فلیحفظ بترقیق اللام
فی اللفظ فان دخلها التفخیم فیؤدی الی الاطباق فیصیر عندها ظاء او ضاد الانها
اخت الظاء فی المخرج وقریبۃ من الظاء اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ض اور ذ اور ظا
صوت مین مشابہ ہین تفسیر کبیر مین لکھا ہے الا انه حصل فی الضاد انبساط لاجل رخاوتها
وبهذا السبب یقرب مخرجه من مخرج الظاء شاہ صاحب تفسیر عزیزی مین فرماتے
ہین بدانکہ فرق میان مخرج ضاد وظا بسیار مشکل است ۔ شرح قصیدہ نونیہ مین ہے لان الظاء
تشارك الضاد فی الاوصاف المذکورۃ غیر الاستطالۃ فلذلك اشتد شبهها به
وعسر التمییز واحتاج القاری فی ذلك الی الریاضۃ لاتصال بین مخرجیهما پھر تمہید
مین لکھا ہے لولا الاستطالۃ واختلاف المخرجین لکانت ظاءً دوسری جگہہ کہتے ہین فمثال
الذی یجعل الضاد ظاء کالذی یبدل الصاد سینا ایسے ہی امام محمد مرعشی کے رسالہ
اور جهد المقل وغیرہ مین لکھا ہے کہ اگر ض کو صحیح طور پر ادا کیا جاویگا تو اسکی آواز ظا کے مشابہ ہوگی
پھر جهد المقل اور رعایہ مین صاف تصریح ہے کہ الضاد والظاء والذال والزاء المعجمات الکل
متشارکۃ فی الجهر والرخاوۃ متشابهۃ فی السمع شعلہ شرح شاطبی مین لکھا ہے ان هذه
الثلاث ای الضاد والظاء والذال متشابهۃ فی السمع والضاد لاتفترق عن الظاء
الا باختلاف المخرج وزیادۃ الاستطالۃ فی الضاد ولولاهما لکانت احداهما عین الاخری

ان سب سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ض کی آواز ظ کے مشابہ ہے جس طرح پر ہم پڑھتے
ہین جسکو دال مطبقہ کہنا چاہیئے اس کا کسی کتاب مین ذکر نہین ہے طوالت کے خوف سے بہت
سے دلائل چھوڑ دلئے ورنہ بہت صاف طور پر سب کتابون سے واضح ہوتا ہے کہ ض کی صوت
ظ کے مشابہ ہے۔ شاہ صاحب تفسیر عزیزی مین تحریر فرماتے ہین - بدانکہ فرق مخرج ضاد وظاء
بسیار مشکل است یہ اشکال اُسیوقت ہوتا ہے جبکہ ض کو مشابہ ظا پڑھا جاوے اور جسطرح پر اسکا
پڑھنا متعارف ہی اس طرح پر اگر پڑھا جاوئے تو فرق کرنا کچھ بھی مشکل نہین شیخ جمال مکی علیہ
الرحمۃ اپنے فتوے مین لکھتے ہین کہ ضاد کو ظا پڑھنا لغت اکثر اہل عرب کا ہی امام رازی تفسیر
مین فرماتے ہین فثبت بما ذكرنا ان المشابهة بين الضاد والظاء شديدة وان التميز
عسير واذا ثبت هذا فنقول لو كان هذا الفرق معتبرا لوقع السؤال عنه في زمان
رسول الله صلى الله عليه وسلم او في ازمنة الصحابة لاسيما عند دخول العجم في
الاسلام فلما لم ينقل وقوع السؤال عن هذه المسئلة علمنا ان التميز بين هذين
الحرفين ليس في محل التكليف انتهى مختصراً اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ظا اور ض
مین فرق کرنے کی کچھ ضرورت ہی نہین امام غزالی احیاء العلوم مین فرماتے ہین وفرقة اخرى
تغلب عليهم الوسوسة في اخراج حروف الفاتحة وسائر الاذكار من مخارجها
فلا يزال يحتاط في التشديدات والفرق بين الضاد والظاء وتصحيح مخارج الحروف في
جميع صلوته لا يهمه غيره ولا يتفكر فيما سواه ذاهلا عن معنى القرآن الخ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ بات کوئی جدید نہین بلکہ علماء ہمیشہ سے ضاد کو مشابہ ظا کے پڑھتے ہین اور انمین فرق
کرنے کو فضول سمجھتے ہین یہ ضاد مروج کوئی جدید ایجاد ہے پچھلی کتابون مین اسکا کہین پتہ نہین
آخر یہ کہان سے آیا اور پھر تمام امت اس غلطی مین کیسے مبتلا ہوئی عامیانہ جواب تو یہ ہوسکتا ہے
کہ تمام عرب اور مکہ اور مدینہ والے سب اس طرح پڑھتے ہین مگر ایک محقق آدمی اسقدر تصریحات کتب
جدیدہ وقدیمہ کے سامنے اس امر کو کیسے تسلیم کرسکتا ہے خصوصاً اسوقت کہ عربون کی زبان نہایت
خراب ہوگئی ہے اور بجائے ق کے گ اور اسیطرح بہت سے غلط الفاظ بولتے ہین اگرچہ قرآن
شریف مین عرب لوگ غلطی نہین کرتے مگر ترکون کو خود سنا ہے کہ قرآن شریف مین بھی ک کی جگہہ

ٹھیک بولتے ہین اگر ضاد مروجہ صحیح ہو تو پھر اس کے کیا معنے صاحب نشر لکھتے ہین لیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ فان السنۃ الناس فیہ مختلفۃ وقل من یحسنہ فمنہم من یخرجہ ظاء ومنہم من یمزجہ بالذال الخ یہ دشواری اسیوقت ہوسکتی ہے جسوقت کہ ض کو مشابہ ظا پڑھا جاوے ورنہ ضاد پڑھنے مین کچھ بھی دشواری نہین صاحب جہد المقل کہتے ہین منہم من یجعلہا ظاء الخ ھذا لیس بعجیب لثبوت التشابہ وعسر التمییز بینہما فانہ (ای الضاد ۱۲) یشارک الظاء فی صفاتہا کلہا ویزید علیہا بالاستطالۃ فلولا اختلاف المخرجین والاستطالۃ فی الضاد لکانت ظاء ا ملا علی قاری رح شرح جزریہ کے اس شعر کے تحت مین والضاد باستطالۃ ومخرج + میز عن الظاء وکلہا تجی تحریر فرماتے ہین لما کان تمییزہ عن الظاء مشکلۃ بالنسبۃ الی غیرہ امر الناظم بتمییزہ نطقا ۱۲ شرح کیمیاے سعادت مین امام غزالی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہین کہ فرق درمیان ضاد و ظا بجا آرد و اگر نتواند روا باشد غرض ان تصریحات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ض اور ظ مین صرف استطالت کا فرق ہے اور مخرج کا ورنہ دونون متحد الصوت ہین اور دوسرے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظا اور ض مین ایسا فرق ہے جیسا کہ س اور ص مین اور ت اور ط مین پھر کیا وجہ ہے جو سواے عام کے طور پر کوئی بھی اس طرح نہین پڑھتا بلکہ دمطبقہ پڑھتے ہین جسکا کہین پتہ نہین معلوم ہوتا غیر مقلدین اس طرح پر پڑھتے ہین اور یہ دلائل اُن ہی لوگون کے ہین اور بظاہر قوی معلوم ہوتے ہین مین یہ نہین عرض کرسکتا کہ واقع مین یہ دلائل قوی ہین یا ضعیف ہین مین اپنی محدود واقفیت کی بنا پر عرض کرتا ہون آپ کو فقط اسی غرض سے لکھتا ہون کہ آپ اس فن سے بھی واقف ہین اور کتب فقہ سے خوب واقف ہین چونکہ اُن لوگون کے یہ دلائل ہین اور بظاہر قوی معلوم ہوتے ہین اور ض جسطرح پر کہ ہم آپ پڑھتے ہین اسکا کہین پتہ نہین معلوم ہوتا یہ حوالے اکثر کتب قراءۃ کے تھے اب فقہ کی کتابون کی طرف خیال فرماوین صاحب درمختار لکھتے ہین ولو زاد کلمۃ او نقص کلمۃ او حرفا او قدمہ او بدلہ باخر الی ان قال اما مالیشق تمییزہ کالضاد والظاء فاکثرہم لم یفسدہا فتاوی عالمگیریہ اور فتاوی قاضیخان مین ہے فان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان کان الفصل بین الحرفین بلا مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلوتہ عند الکل وان کان لا یمکن

الفصل الا بمشقة کالضاد مع الظاء والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ
فیه قال اکثرهم لا تفسد علی ہذا اکثر کتب فقہ سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جن دو حرفوں میں
فرق کرنا آسان ہو اُن کے آپس میں بدل جانے سے اگر معنے بگڑ جاویں گے تو سب کے نزدیک نماز
فاسد ہو جاوے گی اور جن میں فرق کرنا مشکل ہے اُن کے آپس میں بدل جانے سے نماز نہیں ٹوٹتی
اس بنا پر اگر ضاد کی جگہ دال پڑھی جاوے جیسا کہ اکثر لوگ پڑھتے ہیں نماز فاسد ہو جانی چاہیے
پھر علماء حرمین شریفین کے بعض فتوے بھی اسی مضمون کے دیکھے گئے چنانچہ شیخ احمد دحلان
مرحوم شیخ العلماء مکہ معظمہ تحریر فرماتے ہیں ولو ابدل الضاد بغیر ظاء لم تصح قراءته قطعا انتہی
فتوے میں شیخ جمال حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن سلمة قال لا تفسد لانه قل من یفرق بینهما
مفتی عنایت احمد صاحب نے البیان الجزل فی الترتیل میں لکھا ہے کہ ایک بلائے عام اس
زمانہ میں یہ ہوگئی ہے کہ ضاد کو بصوت دال پڑھتے ہیں مشتبہ الصوت دال کا اسکو کر دیا ہے کہ
دال پُر نہیں وہ پُر ہے سو یہ بات جملہ کتب قراءة اور تفسیر کے خلاف ہے سب کتابوں میں ض کا
مشتبہ الصوت ہونا ظا سے ثابت ہے نہ د سے مفتی صدر الدین صاحب مرحوم کا ایک فتوی
ہے اُسمیں تحریر فرماتے ہیں۔ از مدتی درمیان مسلمانان این شہر و مضافات آن نزاعی در ضاد معجمہ
افتادہ است بعضے ضاد معجمہ را مشابہ دال مفخمہ می خوانند بعضے مشابہ ظا معجمہ بلکہ اکثر عوام ہند
ضاد معجمہ را در قرآن بہ نہجے ادا می کنند کہ مشابہ بہ حرف و بلکہ عین دال میشود و فرق از دال اینقدر
می کنند کہ ضاد را بصوت دال مفخم و آواز پر می برآرند و این خود خطا و غلطی فاحش ست بچند وجوہ
اس کے بعد چند وجوہ اس کی غلطی کی لکھکر فرماتے ہیں۔ پس ازین صاف ظاہر ہویدا گردید کہ ضاد
معجمہ ہمان ست کہ با ظا معجمہ مشابہت دارد نہ آنکہ مخرج آن قریب مخرج دال ست چنانچہ عوام
مردم ہندوستان بلکہ بعضے از خواص ہم می خوانند چہ دال با ضاد تخالف و تباین تمام دارد و
در صفات و فرق درمیان این ہر دو سہل است مشکل و دشوار نیست بخلاف ظا معجمہ الخ اس کا
مطلب بھی وہی ہے کہ ض کو مشابہ ظ کے پڑھنا چاہیئے۔ ایک دوسرا فتوی اور ہے جس پر نواب
قطب الدین خانصاحب اور مفتی صدر الدین صاحب کے دستخط ہیں اُسمیں بھی یہی لکھا ہے
چنانچہ مفتی صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔ و ساکنان این دیار در دال و ضاد فرق نمیکنند و جاہل

اندوبے نمبیر۔ پھر ایک فتوی غدر سے پہلے کا ہے جسپر مولوی نوازش علی صاحب اور میر محبوب علی
صاحب اور خواجہ ضیاءالدین صاحب اور مولوی عبدالرب صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب
کی مہرین ہین اُس مین بھی یہی ہے کہ ض بہت مشابہ ہے ظ سے اور دال کے نہین ایک فتوی
مولوی عبدالحی صاحب کا بھی مین نے دیکھا ہے جس مین لکھا ہے کہ ض کو مشابہ د پڑھنے سے
نماز مین خلل ہوتا ہے اور اس کو مشابہ ظا پڑھنا صحیح ہے مین نے بہت وقت آپکا ضائع
کیا آپ معاف فرماوین چونکہ یہان پر اس کا بہت زیادہ چرچا ہے اور صرف اسی کی وجہ
سے عداوت دشمنی اور پارٹی قائم ہوگئی اور ہر ایک نے دوسرے کے پیچھے نماز ترک کردی
اسی وجہ سے محض اپنے اطمینان کے واسطے آپ کو تحریر کیا گیا آپ کو تکلیف توبیشک ہوگی مگر
بہت لوگون کا نفع ہوگا آپ بہت مفصل اور مدلل جواب اس کا تحریر فرماوین اگر کوئی رسالہ اس
کا مرتب ہوجاوے تو غالباً بہت لوگون کو فائدہ ہوگا کچھ زیادہ جلدی نہین بآسانی جب آپ
تحریر فرماسکین مگر بہت محقق اور مدلل بات ہونی چاہیے جسکو مخالف بھی تسلیم کرے مین تو
بیشک جو کچھ آپ تحریر فرماوینگے اُسکو تسلیم کرونگا مجھے ابتک اپنے مفید مطلب صرف اس
قدر معلوم ہوا ہے کہ شافیہ۔ جاربردی وغیرہ مین ایسے ض کو جو مشابہ ظا ریا بین بین پڑھا جاوے
مستہجن اور غیر فصیح لکھا ہے یہ بات بیشک ایسی تھی کہ دل کو لگتی مگر اس قدر تصریحات اور
دلائل قاطعہ کے سامنے یہ بات کیسے پیش کی جاسکتی ہے پھر وہ لوگ کہتے ہین کہ مستہجن اُسوقت
ہوسکتا ہے جسوقت اس کے مخرج اور صفات کا پورے طور پر لحاظ نکیا جاوے اگر اوس کے مخرج
اور صفات سے ادا کیا جاوے تو مستہجن نہین ہوگا اور علی سبیل التسلیم ض مستہجنہ بھی ض ہے
بخلاف اس کے کہ مشابہ دال پڑھا جاوے اس لیے کہ وہ ضاد ہی نہین بہر نہج ض مستہجنہ دال
اور مشابہ دال سے بہتر ہوگا اگر آپ کے نزدیک بھی مشابہ دال پڑھنا غلط ہے تو جواز صلوۃ اس سے
بلوائے عام کے بنا پر ہوگا یا کیسے اگر بلوائے عام اس مین ہے تو عوام کے سوا جو لوگ اس کو صحیح
پڑھ سکتے ہین وہ اس کو کسطرح پڑھین حرمین اور عرب کا اتباع کرکے ضاد پڑھین یا دلائل
قویہ کو دیکھکر ظاد پڑھین اگرچہ اس دفتر بے معنے کے پڑھنے مین آپ کا بہت سا وقت خرچ ہوگا
مگر اللہ تعالی نے آپ کو اسی کام کے واسطے بنایا ہے کہ آپ خلق اللہ کو ہدایت کرین اس ض

اور ظا کی دلدل مین بہت مخلوق پھنسی ہوئی ہے آپ ضرور سہارا لگاوین اور مظلومون کی مدد کرین بہت سی باتین مین نے بخوف طوالت چھوڑ دین جو خود آپ کو ادنی توجہ سے معلوم ہو جاوینگی مین نے اس خلجان رفع کرنے کے واسطے اپنے دل سے بہت مشورہ لیا مگر آپ کے سوا دوسری طرف طبیعت رجوع نہین ہوئی اس لیے حتی الوسع آپ میرے خلجان کے رفع کرنے مین دریغ نہ فرماوینگے۔ فقط والسلام

جواب۔ ضاد کے باب مین عوام کو چھوڑکر خواص و اہل علم کی حالت کو تتبع کرنے سے بعد استقرائی چھ صورتین پائی جاتی ہین۔ اول ض و ظ مین مخرج ہی مین تمیز نہ ہو یعنی ضاد کو صاف مخرج ظا سے نکالا جاوے دوم مخرج مین تمیز ہو لیکن صوت مین بالکل تمیز نہو یعنی نکالا تو جاوے اپنے مخرج صحیح سے لیکن دونون کی صوت مین تشابہ تام ہو جس کو اتحاد صوت کہا جاتا ہے سوم مخرج و صوت دونون مین تمیز ہو مگر اقرب الی الظا ہو یعنی نکالا بھی جاوے مخرج صحیح سے اور دونون کی صوت مین تشابہ تام نہو بلکہ من وجہ دون وجہ ہو لیکن غالب مشابہت صوت ظا کی ہو اور یہ تینون صورتین تشبیہ بالظا کی ہین۔ چہارم ضاد و دال مین مخرج ہی مین تمیز نہو گو تفخیم کا فرق کر لیا جاوے یعنی ضاد کو صاف مخرج دال سے نکالا جاوے۔ پنجم مخرج مین تمیز ہو لیکن صوت مین تمیز نہو یعنی نکالا تو جاوے اپنے مخرج صحیح سے لیکن دونون کی صوت مین تشابہ تام ہو ششم مخرج و صوت دونون مین تمیز ہو مگر اقرب الی الدال ہو یعنی نکالا بھی جاوے مخرج صحیح سے اور دونون کی صوت مین تشابہ تام بھی نہو بلکہ من وجہ دون وجہ ہو لیکن غالب مشابہت صوت دال کی ہو اور یہ تینون صورتین تشبیہ بالدال کی ہین اب اختلاف کرنے والون مین سے اکثر نے تو صورت اول و چہارم کو لیکر اختلاف کر رکھا ہے اور ان دونون صورتون کا باطل ہونا ایسا بدیہی ہے کہ محتاج بیان نہین کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک حرف کا دوسرے حرف کے مخرج سے نکلنا عادۃً محال نہے اور بعض نے اختلاف مین صورت دوم اور پنجم کو لے رکھا ہے اور یہ لوگ اہل اختلاف مین محقق شمار کئے جاتے ہین اور تامل کرنے سے یہ دونون صورتین بھی صحیح نہین معلوم ہوتین کیونکہ انپر کوئی دلیل قائم نہین ہوئی اور مطلق تشابہ تشابہ تام مین منحصر نہین بلکہ اس کے خلاف پر دلیل قائم ہے چنانچہ خود سوال ہی مین جہد المقل سے نقل کیا ہے

لثبوت التشابه وعسر التمييز بينهما اور عسر تمیز خود بتلا رہا ہی کہ تمیز تو ہے مگر عسیر ہے ورنہ عسر تمیز
نہ رہیگا بلکہ عدم التمیز ہوجاویگا ھف اور جب ظا ء سے متمیز ہے باوجودیکہ دونون صفات کثیرہ
و قرب مخرج مین متشارک ہین تو د سے بدرجہ اولی متمیز ہوگا کیونکہ عسر تمیز کو جہد المقل مین معلل اس
علت کے ساتھ کیا ہے فانه يشارك الظاء فی صفاتها کلها اور ارتفاع علت علت ہی
ارتفاع معلول کی پس عدم مشارکت دال کی صفات مین دلیل ہوگی عدم عسر تمیز کی پس تشابہ تام
منتفی ہوگیا وہذا ہو المطلوب اب صورت سوم و ششم باقی رہگئی جن مین تردد ہوسکتا ہے لیکن سوم
حق معلوم ہوتا ہے کہ صوت مین تغیر ہے مگر بہ نسبت دال وغیرہ کے اشبہ بالظاء ہے تمیز کے لیے
جہد المقل کا عسر تمیز کا حکم کرنا اور اشبہیت کے لیے اس کو متشارک الصفات کہنا دلیل کافی ہی
جیسا ابھی دونون کی تقریر گذر چکی ہے جب ان سب صورتون مین سے صورت سوم کا حق ہونا
متعین ہوگیا تو اب سوال مین جس قدر شبہات لکھے ہین ان مین سے کوئی اس صورت کو مضر
نہین چنانچہ قاضیخان مین عسر تمیز کو لکھا ہے سو اس مین خود تمیز کا اثبات ہے اور عسر کا سبب
اشبہیت ہے آگے کتب قراءۃ سے اشتراک فی الصفات ثابت کیا ہے اس سے بھی اشبہیت ثابت
ہوتی ہے نہ کہ اتحاد آگے رعایہ کی عبارت لکھی ہے يشبه لفظه فی السمع الخ سو اس کا تحقق مطلق اشبہیت
سے بھی ہوسکتا ہے تشابہ تام و اتحاد لازم نہین آگے مخرج سے نکالنے پر دعوی ظاد نکلنے کا کیا ہے یہ
مسلم نہین البتہ اشبہ بالظاء نکلتا ہے آگے رخوت سے استدلال ہے یہ بصورت دال نکالنے کو مضر ہے
نہ مطلق تمیز عن الظاء کو آگے رعایہ کی عبارت نقل کی ہے فليحفظ الخ اس سے بھی مطلق
تشابہ ثابت ہوتا ہے نہ اتحاد فی الصوت اور اگر شاید اس تردید سے شبہہ ہو فیصیر عند ہا ظاء او ضادا
سو اس کی وجہ یہ ہی کہ اگر تفخیم ذال مین مخرج کی پوری حفاظت کی تب تو ظاء بن جاویگی اور اگر مخرج
بھی محفوظ نہ رہا بجائے طرف لسان کے حافہ لسان ہوگیا تو ضاد بن گیا چنانچہ اس تردید کے بعد
اسکا یہ کہنا لانها اخت الظاء فی المخرج الخ مؤید اسکا ہے آگے تفسیر کبیر کی عبارت ہے الا انه حصل
الخ اسمین بھی اتحاد پر کوئی دلالت نہین اور مشابہت کا انکار نہین آگے شاہ صاحب کا قول ہی
سو عسر تمیز خود مسلم ہے مگر اتحاد کو غیر مستلزم آگے شرح قصیدہ نونیہ کی عبارت ہی اسمین بھی عسر تمیز
و اشتداد شبہ مذکور ہے جو مضر نہین آگے تمہید کی عبارت ہی اسمین صرف استطالۃ و اختلاف مخرجین

فارق ہونا بیان کیا ہے سو یہی مبنی ہے تمیز بینہما کا اس سے تمیز فی الصوت کی نفی کہان ہوئی اسی طرح دوسری عبارت مین مشابہت کا اثبات ہے تمیز کی نفی نہین آگے مرعشی کا مضمون جو اُس مین بھی مطلق مشابہت کا حکم ہے آگے جہد المقل اور رعایہ سے جو نقل کیا ہے اُس مین بھی مطلق تشابہ فی السمع مستلزم نفی تمیز کو نہین آگے شرح شاطبی کی عبارت ہے اُسمین مطلق تشابہ فی السمع وافتراق فی المخرج والاستطالۃ کا اثبات ہے اس سے بھی اتحاد صوت لازم نہین آتا اگر نفی واستثناء دال علی الحصر سے شبہ ہو کہ اسمین افتراق فی الصوت کی بھی نفی ہوگئی ورنہ حصر باطل ہوگا سو جب کہ یہ مسلمات مین سے ہے کہ الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ سو جو شخص افتراق فی المخرج کو ملزوم افتراق فی الصوت کا مانیگا وہ کہدیگا کہ اس حصر مین مجموعہ ملزوم و لازم کے غیر کی نفی ہے نہ کہ لازم کی شاہ صاحب کا قول سوال مین مکرر ہو گیا ہے اسکا جواب اوپر گذر چکا آگے شیخ جمال و امام رازی و امام غزالی رحمہم اللہ تعالی کے اقوال سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ضاد و ظا مین فرق کرنے کی ضرورت ہی نہین اول تو یہ تصریحات کتب فن کے خلاف ہین چنانچہ خود سوال ہی مین جزریہ کا شعر والضاد الخ منقول ہے جسمین تمیز کا امر کیا ہے و در منہاج التجوید از رعایہ آوردہ ولا بد للقاری من التحفظ بلفظ الضاد حیث وقعت الی ان قال ومتی فرط فی ذلک اتی بلفظ الظاء او الذال آہ واز نشر گفتہ فلیحذر من قلبہ الی الظاء واز احیاء العلوم در ربع اول آوردہ دیجتہد فی الفرق بین الضاد والظاء واز شرح مقدمہ جزری ان الضاد اعسر الحروف علی اللسان فلیحسن برعایتہا ای لا تکون متشابہۃ بالظاء والذال والزاء اھ وملا علی قاری در شرح مقدمہ جزری گفتہ لیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنہم من یخرجہ ظاء ومنہم من یخرجہ دالا مہملۃ او معجمۃ ومنہم من یخرجہ طاء مہملۃ ومنہم من یشبہہ دالا ومنہم من یشبہہ بالظاء المعجمۃ لکن لما کان تمییزہ من الظاء مشکلا بالنسبۃ الی غیرہ امر الناظم بتمییزہ لفظا اھ ان تصریحات کے مقابلہ مین ان حضرات کا قول کہ خود متابعین اہل فن سے ہین ائمہ فن سے نہین ہین حجت نہوگا دوسرے آگے سوال مین خود غزالیؒ کا قول نقل کیا ہے فرق درمیان ضاد و ظا ر بجا آرد یہ قول سابق کے معارض ہے تیسرے محمول ہو سکتا ہے معذور پر چنانچہ رازی نے اول لکھا ہے ان

المشابہۃ شدیدۃ وان التمیز عسیر پھر اذا ثبت کہکر اسکو متفرع کیا ہے اور کیمیا ے سعادت مین عبارت بالاکے بعد کہا ہے واگر نتواند روا باشد آگے نشر اور جہد المقل وغیرہما کی عبارت ہے اُن سے یہی عسر تمیز معلوم ہوتا ہے نہ کہ عدم تمیز بلکہ جزریہ مین توامر بالتمیز کی تصریح ہے آگے ذال پڑھنے کی وجہ پوچھی ہے سو ہم خود اس صورت کو صحیح نہین کہتے ہین اسلیے ہم کو مضر نہین آگے غیر مقلدین کے پڑہنے کی نسبت لکھا ہے اگر مقصود اُنکے پڑہنے کی تصحیح ہے تب تو جہانتک دیکھا سنا ہے یہ لوگ اول صورۃ پڑہتے ہین یعنی ظاء خالص کے مخرج سے پڑہتے ہین جسکا غلط ہونا اوپر گذر چکا ہے اور نیز اسکا غلط ہونا قاضیخان ؒ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس مین غیر المغضوب مین ظا پڑہنے کو مفسد صلوۃ لکھا ہے اور نیز رسالہ محو الفساد صـ۴۲ مین امام ابو عمرو دانی سے نقل کیا ہے وقد کان بعض الفقہاء من اصحابنا لا یقرء الصلوۃ خلف من لم یمیز الضاد من الظاء وذلک لذلک لانقلاب المعنی وفساد المراد بلکہ اکثر بجاے مخرج ظاء کے مخرج زاء سے پڑہتے ہین بلکہ خود ظاء کو بھی مخرج زاء سے پڑہتے ہین جس کا غلط ہونا اور زیادہ ظاہر ہے اور اگر مقصود ترجیح دینا ہے سو صورت چہارم پر ترجیح مسلم ہے اور پنجم و ششم پر غیر مسلم کیونکہ ان دونون مین مخرج تو صحیح ہے اور ظاء خالصہ مین تو مخرج ہی باقی نہین رہا اور ظاہر ہے کہ حقیقت حرف مین مخرج کو بہت زیادہ دخل ہے آگے درمختار و عالمگیری و قاضیخان کی عبارتین ہین ان مین دو حکم ہین اول عسر تمیز سو مسلم ہے مگر نفی تمیز کو مستلزم نہین دوسرا حکم فرق درمیان حروف عسر التمیز و حروف یسیر التمیز کے صحت و عدم صحت صلوۃ مین سو اول تو بعض جزئیات اس کے معارض ہین چنانچہ مغضوب علیہم مین ظاء کا مفسد صلوۃ ہونا قاضیخان سے گذر چکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف عسیر التمیز مین بھی تبدیل مفسد ہے اور نیز قاضیخان مین ہے ولو قرء یعوذون بوجال یعودون بالدال لاتفسد صلوتہ اور تھوڑی دور بعد ہے ولو قرء وماھو علی الغیب بظنین بالذال لاتفسد صلوتہ جب ص اور ذ بظنین مین عدم فساد مین مساوی ہوئے اور دا اور ذ یعوذون مین عدم فساد مین مساوی ہوئے اور مساوی کا مساوی مساوی ہے پس دا اور ضاد مساوی ہوگئے پس یہان حروف یسیر التمیز مین بھی تبدیل مفسد نہوئی اور قطع نظر قیاس مساوات سے بلاواسطہ بھی یعوذون مین دال اور ذال کی تبدیل کو مفسد کہنا مستلزم ہے اس حکم کو کہ حرف یسیر التمیز کی تبدیل بھی مفسد نہین ہوتی

کیونکہ دا اور ذ مین تمیز بہت آسان ہے پس یہ جزئیات اس قاعدہ کے سراسر خلاف ہوئین
دوسرے بعض فقہار نے حروت یسیر التمییز مین بلوے عامہ کی وجہ سے فتوی جواز کا دیا ہے چنانچہ
شامی نے زلۃ القاری مین تصریح کی ہے پس تبدیل ض بالدال مین بھی حکم فساد کا متیقن نہین ہوسکتا
اس کے بعد شیخ احمد دحلان کا قول ہے لم تصح الخ یہ بناءً علی بعض الاقوال ہے جسکا التزام لازم
نہین آگے محمد بن سلمہ کا قول ہے اس کا مضر ہونا ظاہر ہے آگے علمار دہلی و لکھنؤ کے اقوال
ہین سو صورت سوم کو کچھ مضر نہین جس کی صحت کا التزام کیا گیا ہے رہا قصہ استہجان کا اسوقت
یہ شبہہ تو نہایت ضعیف ہی کہ تصریحات کے سامنے پیش کرنے کی قابل نہین اگر اسکی دلالت
مقصود پر تسلیم کر لی جاوے تو اس شبہہ کا جواب بہت صاف ظاہر ہے کہ یہ احکام ماخوذ مین
ائمہ عربیت سے اور قرار ان احکام مین خود ان ائمہ کے تابع ہین اور شافیہ و جاربردی وغیرہما
مین اقوال ائمہ عربیت کے جمع کیے گئے ہین اس لیے اسکو سب پر ترجیح ہوگی اور دوسرون کے
اقوال کو اس کی طرف راجع کرین گے۔ اسیطرح یہ عذر کہ جب مخرج و صفات کا لحاظ نہو تب
مستہجن ہے یہ بھی نہایت بارد ہے کیونکہ اسوقت تو یہ ماہیت ض ہی سے خارج ہو جاوے گا
نہ کہ ض مستہجن رہے کیونکہ منجملہ مسلمات ہے ثبوت الشئ للشئ فرع ثبوت المثبت لہ اور
جب مثبت لہ یعنی ض ہی باقی نرہا تو اس کے لیے استہجان کیسے ثابت ہوگا اور آخر کا عذر
مبنی ہے عذر اول پر چنانچہ تصریحًا کہا گیا ہے کہ ض مستہجنہ بھی ض ہے الخ سو مبنی کا انہدام
ابھی ہو چکا ہے اور اگر تقریر کو اسطرح بدلا جاوے جس طرح بعضون نے کہا ہے کہ ظاد کو
اس لیے ترجیح ہے کہ وہ کوئی حرف تو ہے اور دال مفخم تو کوئی حرف ہی نہین یہ البتہ کسیقدر
معقول امر ہے لیکن اسکا معارضہ اسطرح ہوسکتا ہے کہ د مفخمہ گو کوئی حرف نہین مگر دوسرے
حروف ظار وغیرہ سے ممتاز تو ہے اور اس لازم مین ض کا شریک ہے اور ظار وغیرہ مین تو
امتیاز بھی نہین اور امتیاز خود فی نفسہ مطلوب ہے اس لیے اسکو ظار پر ترجیح ہوگی تو اس معارضہ
کا جواب مرجح اول کے ذمہ رہیگا اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ ہم اسکی ترجیح کے قائل ہین
صرف دلیل کا حال دکھلانا مقصود ہے ورنہ ہمارا مسلک تو صورت سوم ہے جیسا اوپر بیان
ہوا پس دلیل استہجان پر ان شبہات مین سے کوئی شبہہ واقع نہوسکا البتہ خود مجھکو یہ شبہہ ہے

کہ شاید ہین ہین باعتبار مخرج کے ہو یعنی اگر حافۂ لسان واضراس سے استطالت کے ساتھ ادا ہو تو ض فصیح ہے اور اگر طرف لسان وثنایا سے ادا ہو تو ظا ہے اور اگر حافہ واضراس سے بلا استطالۃ ادا ہو تو ضاد مشتبہ بین ہے کیونکہ اس صوت مین یہ مخرج بین مخرج الضاد الفصیحۃ وبین مخرج الظا رہوگا تو یہ بین بین مخرج ہین ہوا نہ صوت مین اس لئے مدعا پر دال نہین اس شبہہ کا جواب مین نے بہت سوچا مگر نہ کوئی کتاب پاس ہے نہ کوئی ماہر فن قریب ہے اور مین خود ماہر نہین اس لیے اس شبہہ کو ماہرین کے حوالہ کرتا ہون بہر حال ابتک جسقدر نظر وفکر نے کام دیا اُس سے صورت ثالثہ کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور عوام کو د کے مخرج سے پڑہنا اور غیر مقلدین وغیرہم کا ظا کے مخرج سے پڑہنا محض غلط ثابت ہوتا ہے رہا جواز وفساد صلوٰۃ کا سو ہر چند کہ اسمین روایات فقہیہ سخت متخالف ومتعارض ہین مگر ظاہرا ان سب کی نماز ہو جاتی ہے کیونکہ قصد سب کا ض ہی ادا کرنے کا ہے صرف غلطی طریق ادا کے سمجھنے مین ہے متاخرین فقہاء کے قول سے اسی طرح کی وسعت معلوم ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ اپنی قدرت کی موافق مشق تو کرے تیسری صورت کی باقی نماز غیر مشاق کی تو ہر طرح ہو جاتی ہے اور مشاق کی زبان سے بھی اگر بلا قصد غلط نکل گیا اُس کی بھی نماز ہو جاتی ہے البتہ اگر مشاق ہو کر اس قصد سے پڑھے کہ مین ظا پڑہتا ہون یا دال پڑہتا ہون اُس کی نماز بلاشبہہ فاسد ہے فی الشامیۃ عن الخزانۃ الاکمل قال القاضی ابو عاصم ان تعمد ذلک تفسد وان جری علی لسانہ اولا یعرف التمیز لا تفسد وھو المختار حلیہ وفی البزازیۃ وھو اعدل الاقاویل وھو المختار اھ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۲ جمادی الاخرے سنہ ۱۳۲۲ھ

تحقیق اثبات یا سقوط الف تثنیہ در قالا الحمد

سوال۔ پارۂ انیس ۱۹ مین جو رکوع ہے ولقد اتینا داؤد وسلیمان علما وقالا الحمد للہ الذی غرض یہ ہے کہ لفظ قالا الحمد مین الف کھینچا جاویگا یا نہین قالال ہی یا قالل ہے اگر قالل ہے تو صیغہ تثنیہ کا نرہے گا اور اگر قالال ہے تو اجتماع ساکنین ہوگیا یہان حافظون سے معلوم کیا تو اختلاف ہے کوئی قالال کہتا ہے اور اکثر قالل کہتے ہین تو حضور اس کی تصحیح فرما دین۔

الجواب۔ مین الف نہین پڑہتا ہون اور نہ آجتک الف پڑہنے کی کوئی دلیل ملی اور یہ شبہہ عجیب ہے کہ تثنیہ نرہے گا کیا تثنیہ کا الف کسی عارض سے لفظا ساقط نہین ہو سکتا ورنہ لازم آتا ہے کہ سورہ بنی اسرائیل کے آخر مین قل ادعوا اللہ مین بھی واو ظاہر کرکے پڑہا کرین ورنہ

جمع نہ ہیگا حالانکہ وہاں تو پڑھنے کا کوئی بھی قائل نہیں اگر کسیکو شبہہ التباس کا ہو تو خصوصیت مقام اسکا دافع ہے ورنہ قل ادعوا اللہ مین بھی التباس بمفرد کا اعتبار کرنا چاہیے اگر سمع عن القراء سے استدلال کیا جاوے تو اس کے خلاف بھی مسموع عن القراء ہے ۔ ۲۴ ۔ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

الفتوی المتعلقة بالضاد فيه كلام في مواضع

الاول قوله في الجواب عن السوال الاول ضاد معجمہ را بامتیاز مخرج خود مائل بصوت ظاء معجمہ تلفظ باید کرد قلت اگر مراد این ست کہ امتیاز درمیان این ہر دو محض باعتبار مخرج است و در صورت اصلا تماثل نیست فلا دلیل علیہ والحکم بالتشابہ فی کتب القراءة لایستلزم الحکم بالتشابہ التام بل یمکن تحققہ فی ضمن التشابہ الغیر التام واگر مراد اینست کہ در صوت ہم امتیاز میباید کرد پس عبارت برائے این مقصود کافی نیست بالخصوص باعتبار بعضے عوام کہ شیفتہ ظاء خالصہ خواندن ہستند ایشان این عبارت را بر موافق ہوائے خود محمول خواہند داشت الثانی قوله في الجواب عن السوال الثاني باعث تعسر امتیاز درمیان ہر دو یعنی ضاد و دال بالاتفاق مفسد صلوة خواہد شد الخ اقول فی رد المحتار مانصہ وفی التتارخانية عن الحاوی حکی عن الصفار انه کان یقول الخطأ اذا دخل فی الحروف لایفسد لان فيه بلوى عامة الناس لانهم لايقيمون الحروف الا بمشقة اھ وفيها اذا لم يكن بين الحرفين اتحاد المخرج ولا قربه الا ان فيه بلوى العامة كالذال مكان الصاد او الزاء المحض مكان الذال والظاء مكان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ اھ قلت فينبغي على هذا عدم الفساد في ابدال الثاء سينا والقاف همزة كما هو لغة عوام زماننا فانهم لا يميزون بينهما ويصعب عليهم جدا كالذال مع الزاء ولاسيما على قول القاضی ابی عاصم وقول الصفار پس در حکایت اتفاق کلام است وشک نیست کہ بعضے عوام چنانکہ در ابدال ضاد معجمہ بظاء خالصہ مبتلا ہستند ہمچنین بعضے بلکہ اکثر در ابدالش بدال گرفتار اند پس عموم بلوی در ہر دو جا مشترک است و حسب روایت رد المحتار ہر دو در عدم فساد متساوی اند وانچہ از قاضیخان وغیرہ فساد در ابدال بدال نقل کردہ شدہ است خود قاضیخان در مغضوب علیہم والعادیات ضبحا ابدال ضاد بظاء را مفسد گفتہ فکان الابدالان متساویین الثالث قوله فی الجواب عن السوال الثالث بلا قصد واختیار عین

ظاء بزبان جاری شود یا فرق نمی شناسد الخ اقول این صحیح است لیکن اکتفاء بر ذکر شق واحد عوام را باینوجہ مضر است کہ اہل ظاء قصداً واختیاراً ظاء میخوانند ایشان از قید عدم قصد واختیار قطع نظر کردہ بر ظاء خالصہ خواندن تمسک خواہند کرد آرے اگر شق ثانی ہم تصریحاً مذکور بودے کہ در حالت قصد چنانکہ عوام زمان می کنند جائز نیست پس احتمال این اضرار نماندے باز فرق نشناختن مشترک است میان دال وظاء از ضاد پس صحت صلوٰۃ حکم مشترک بیباید بود وممکن است کہ منشا این ہمہ کلام عدم مہارت احقر در تجوید باشد لیکن برائے دستخط نہ کردن عذر ہمی کافیست قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما لیس لک بہ علم وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا تشہد حتی تری مثل الشمس فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۔ ۷۔ رجب ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ چہ میفرمایند علماء دین وشرع متین درین مسئلہ بروز عید الفطر نماز بوجہ نزاع لفظ ض مشابہ د وض مشابہ ظ در دو مقام علیحدہ علیحدہ نماز شدہ یعنی دو جماعت اول ض مشابہ د علیحدہ جماعت دوم ض مشابہ ظ علیحدہ ۔ مابین فریقین نقیض ست کہ نماز شما درست نشدہ یکے با دیگرے متنازع اند اجیبوا وبینوا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۔ فی مجالس الابرار ... وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد الخ وفیہ لو قرء غیر المغضوب بالظاء او بالذال تفسد صلوٰتہ ولو قرء الظالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلوٰتہ ولو قرء الدالین بالدال تفسد صلوٰتہ از روایت اولی معلوم شد کہ ضاد اشبہ است بظاء از دال واز روایت ثانیہ مفہوم گشت کہ قصداً ظاء خواندن وہمچنان دال خواندن جائز نیست پس واجب است کہ قصد تصحیحش کردہ شود وباوجود قصد صحیح خواندن غلطی عفو ست لعموم البلوے پس مفسدہ نزاع ازین ہر دو اقبح واشنع است چنین امور را موجب تفریق بین المسلمین نمودن وبال عظیم ست باید کہ امامی را کہ از سابق مقرر ست خواہ مشابہ بالدال خواندہ باشد یا مشابہ بالظاء ہمہ مسلمانان بروے متفق باشند ان الاختلاف خیر لکن الخلاف شر واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۹۔ شوال ۱۳۲۳ھ

سوال ۔ مدرسہ قرأت کی خدمت کیا کیا فضیلتیں رکھتی ہیں اور یہ علم آیا واجب ہے یا مستحب

الجواب ۔ قال اللہ تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوی اس سے ہر امر خیر کی اعانت کا امر

اور فضل ثابت ہی البتہ احیانا خیر من شر منضم ہوجاتا ہے اُس کی اصلاح واجب ہی اور اس علم کے تین شعبے ہین تصحیح حروف بقدر امکان و رعایت وقوف بایں معنے کہ جہان وقف کرنے سے معنے مین فساد و اختلال ہو وہان وقف نہ کرے اور اضطرار مین عفو ہے لیکن ایک دو کلمہ کا اعادہ کرلینا احوط ہے یہ دونون امر تو واجب ہین علی العین اور جس کو سعی کرنے پر بھی حصول سے یاس ہوجاوے وہ معذور ہے اور ایک شعبہ اختلاف قراۃ ہے یہ مجموع اُمت پر واجب علی الکفایہ ہے اگر بعضے جاننے والے موجود ہون یا بعض ایک قراۃ کے حافظ ہون بعض دوسری قراۃ کے تو یہ واجب سبکے ذمہ سے ادا ہوجاتا ہی ایک شعبہ ادغام و تفخیم و اظہار و اخفا وغیرہا کی رعایت ہے یہ مستحب ہے یظہر ہذا کلہ من المراجعۃ الی کتب الفقہ والقراۃ فقط واللہ اعلم ۱۲- ذیقعدہ ۲۵ سنہ ۱۳ھ

ثبوت اوقاف کلام مجید

سوال- یہجو رموز اوقاف قرآن شریف مین موجود ہین اور معمول بہا قُرا کے ہین اُنکا کہین سے ثبوت مثل آیت و سنت و اجماع و قیاس ہے یا نہین اور جو شخص انپر قصداً عمل نہ کرے اُسکے حق مین کیا حکم ہے۔

الجواب[1] - آیات و اوقاف کلام مجید کے کتاب و سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہین اما الکتاب فقال اللہ تعالی ورتل القرآن ترتیلا فرمایا حضرت مرتضی علی کرم اللہ وجہہ نے کہ معنے ترتیل کے یہ ہین کہ تجوید حروف کی اور پہچاننا وقفونکا از مختصر التجوید مصنفہ قاری قادر بخش مرحوم فی الصراح ترتیل ہموار خواندن و آرمیدہ و پیدا خواندن وقال تعالی ولقد آتیناک سبعا من المثانی (سبع آیات[2]) وہی الفاتحۃ بیضاوی ۱۲ اما السنۃ فعن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قراتہ یقرء الحمد للہ رب العالمین ثم یقف الرحمن الرحیم ثم یقف ترمذی ج ۲ ص ۱۳۰ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سورۃ من القرآن ثلاثون آیۃ شفعت لرجل حتی غفر لہ وہی تبارک الذی بیدہ الملک ترمذی جلد ۲ ص ۱۲۶ وفی الحدیث[3] من ضمن ان یقف علی عشر مواضع فی القرآن ضمنت لہ بالجنۃ کذا فی الدرۃ از نہایات البیان

[1] اس مبحث مین احقر کی ایک تحریر مبسوط ہے جو رسالہ اثبات وقف لازم کے اخیر مین چھپی ہے ۱۲ منہ

[2] آیت بھی وقف بالمعنی الاعم مین داخل ہے ۱۲ منہ۔

[3] یہ حدیث کتب حدیث مین نظر سے نہین گذری ۱۲ منہ

مصنفہ قاری سید محمدی دہلوی مرحوم - اور اجماع اسلئے کہ آجتک سلف وخلف مین سے کسی نے
اسمین خلاف نہین کیا بلکہ ہمیشہ اس فن مین تصنیفات فرماتے رہے کما یعلم من مطالعۃ رسائل
القراءۃ اور قیاس یہ کہ کلام مین مواضع ومواقع وصل وفصل ہوا کرتے ہین تو منجملہ رعایات حسن
کلام کے انکی بھی رعایت ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اہل زبان کو اسمین کچھ تکلف اور مشقت نہین
ہوتی اور غیر زبان والے کو دشواری پڑتی ہے اسلیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاجت اسکی تعلیم
وتعلم کی نہ تھی جب قرآن شریف تمام ملکو مین پھیلا اور انکی زبان عربی نہ تھی اسلیے خلط ملط کرنے
لگے اور بے موقع اور غلط پڑہنے لگے انکے لئے علمای سلف نے اعراب قرآن ورموز اوقاف تجویز
فرمائے اور ضبط کیے تا انکو سہولت ہو پس ثبوت اسکا ادلہ اربعہ شرعیہ سے ہے اور حتی الوسع اسکی رعایت
ضروری ہے کہ بعض جا خلاف کرنے سے معنے بگڑ جاتے ہین چنانچہ سورۃ براءۃ مین آیۃ واللہ لا یہدی
القوم الظالمین پر ٹھہرنا لازم ہے اور اگر یہان نہ ٹھہرین اور الذین آمنوا وہاجروا کے ساتھ ملادین
تو بالکل معنے فاسد ہو جاوین گے کما لا یخفی وکفی قدوۃ بما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما رآہ المسلمون
حسنا فہو عند اللہ حسن اور جو قصداً اسکے خلاف کرے وہ مخالف جماعت ہے واللہ اعلم ۱۲ محرم سنہ

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین کہ جو شخص حرف ض معجمہ کو اسکے مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہو
وہ شخص حرف مذکور کو بصورۃ ظای منقوطہ کہ دونون حرف مفخم اور مشتبہ الصوت ہین جیسا کہ کتب قراءۃ
وتفسیر وفقہ مثل جزری وفتح العزیز واتقان وفتاوای قاضی خان وفتح القدیر وغیرہ مین مصرح ہے
اور صفات مین بھی مانند رخوہ واستعلاء واطباق وغیر آن متحد کما بحث عنہ فی موضعہ پڑھے یا بصورت
دال مہملہ کہ جو مرقق وغیر مشتبہ الصوت وبعض صفات متضادہ ضاد معجمہ مثل شدت وانخفاض و
انفتاح کے ساتھ متصف ادا کرے جیسا کہ فی زماننا اکثر اشخاص پڑھتے ہین بینوا توجروا

الجواب - یہ تو ظاہر ہے کہ تغایر مخارج تغایر حروف خارجہ پر دلالت کرتا ہے اور تغایر مخارج ضاد
ودال وذال وظا مجمع علیہ اور مصرح بہ ہے کما لا یخفی پس یہ دلیل ہے اسپر کہ ذات ضاد اور ہے اور
ذات ظا ودال اور جب تغایر ذاتی ثابت ہو گیا تو اب ضاد کو ظا یا دال پڑھنا ایسا ہے جیسا ہا کو تا
ثا کو جیم حا کو خا وہذا باطل بالاجماع فکذا ذلک - اما اتحاد صفات سے اتحاد موصوف لازم نہین جیسا
جیم اور دال کو صفات جہر وشدت وانفتاح وانخفاض واصمات وقلقلہ مین متحد ہین باوجود اتحاد

فتوی

اوصاف مذکورہ کے پھر ان دونون مین زمین آسمان کا تفاوت ہے وعلی ہذا القیاس اور علاوہ ازین یہ کہ جیسا ضاد وظا مین تشابہ تام ہے اور صرف تغایر فی المخرج و استطالت فارق ہے اسیطرح ضاد ودال مین تقارب بلیغ ہے کہ محض[منہ] تغایر فی المخرج والطباق فاصل ہے کما صرح بہ فی المفتاح الرحمانی فی علم القراءۃ لولا الاطباق فیہما لکان الصاد سینا والطاء تاءً والظاء ذالاً والضاد دالاً انتھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ ظا کو ذال کے ساتھ اور ضاد کو دال کے ساتھ قرب تام ہے کہ فقط اطباق ممیز ہے بلکہ باعتبار مخرج کے ضاد کو دال کے ساتھ زیادہ قرب ہے بہ نسبت ظا کے جیسا شافیہ مین ہے والضاد المعجمۃ اول حافۃ اللسان ومایلیھا من الاضراس واللام ما دون طرف اللسان الی منتھاہ ومافوقہ والراء منھما مایلیھا والنون منھما مایلیھا والطاء والدال المھملتین والتاء المثناۃ طرف اللسان واصول الثنایا العلیا والصاد والزاء والسین طرف اللسان والثنایا السفلی والظاء والذال والثاء طرف اللسان وطرف الثنایا العلیا الی ان قال کل مخرج قدم ذکرہ فھو اقرب الی الصدر مما بعدہ وکذا کل حرف سبق ذکرہ فھو اقرب الیہ مما بعدہ انتھی پس جسوقت ضاد کے بعد دال کا ذکر کیا اور دونون کے درمیان چار حرف یعنی لام را نون طا مذکور ہین اور ظا کا سب کے بعد ذکر کیا اور درمیان اوسکے اور ضاد کے نو حرف یعنی لام را نون طا دال تا صاد زا سین مذکور ہین معلوم ہوا کہ ضاد ودال مین زیادہ قرب ہے بہ نسبت ضاد وظا کے پس متحقق ہوا کہ جیسا ضاد کو ظا کے ساتھ تشابہ ہے ویساہی[عہ] یا زیادہ دال کے ساتھ ہے اور جیسا دال کے ساتھ تغایر ذاتی ہے ویساہی ظا کے ساتھ۔ پس ضاد کو ظا ودال دونون کے ساتھ اقل درجہ برابر نسبت ہوئی اور دونون جواز وعدم جواز مین متساوی[عہ] الاقدام ہین اگر ضاد کو ظا پڑھنا جائز تو دال بھی پڑھنا جائز اور اگر دال پڑھنا جائز نہین تو ظا پڑھنا بھی جائز نہین اور اول یعنی ضاد کو بصوت دال وظا پڑھنا بالاجماع باطل ہے پس ثانی متعین ہو گیا۔ کہ کسیکی صوت مین پڑھنا جائز نہین ونیز بتصریح ائمہ قراءت یہ ضاد محض مشابہت[عہ] ظا سے حروف مستہجنہ مین سے ہو جاتا ہے فی الشافیۃ والضاد الضعیفۃ مستھجنۃ انتھی وفی النظامیۃ شرح الشافیۃ

عہ حصر اضافی ہے پس اس سے نفی استطالت کی نہ سمجھی جاوے ۱۲ منہ عہ یعنی باعتبار قرب مخرج کے نہ کہ صفات وصوت کے ۱۲ منہ عہ یعنی باعتبار اداء التعمد کے ۱۲ منہ للعہ یعنی مشابہت تبدیل مخرج سے

والضاد الضعیفة ای التی تکون بین الضاد والظاء وقال فی الکفایة شرح الشافیة والضاد الضعیفة بین الضاد والظاء انتہی اور حروف مستہجنہ کا قرآن شریف مین پڑہنا جائز نہین کما فی رسالة تبعید الضاد عن صوت الظاء کانت ثلاث الضاد ضعیفة مستہجنة محرمة فی القراءة والتلاوة انتہی پس ہرگاہ بوجہ استہجان کے مشابہ ظا کے پڑہنا جائز نہین تو بعینہ ظا پڑہنا کیونکر جائز ہوگا بلکہ اگر عمداً پڑہیگا تو اوسکی نماز کی صحت و فساد مین اختلاف ہے اور مفتی بہ فساد صلوۃ ہے قال فی الخانیة والخلاصة الاصل فیما اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینہما بلا مشقة تفسد والا یمکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المہملتین والطاء مع التاء قال اکثرہم لا تفسد وفی خزانة الاکمل قال القاضی ابو عاصم ان تعمد ذلک تفسد وان جری علی لسانہ او لا یعرف التمییز لا تفسد وہو المختار حلیہ وفی البزازیة وہو اعدل الاقاویل وہو المختار انتہی پس تحقیق مذکور سے واضح ہوگیا کہ ضاد کو دال یا ظا پڑہنا ناجائز و تحریف صریح ہے وقد ورد فیہ ما ورد قال اللہ تعالی یحرفون الکلم عن مواضعہ الآیہ بلکہ حتی الوسع اوسکے مخرج سے نکالنے کا قصد کرے خواہ نکلے یا نہ نکلے صحیح نکلے یا غلط ظا نکلے یا دال مہملہ یا غیر ان دونو تکا شرعاً وہ معذور اور مصیب ہوگا لقولہ تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا الآیہ بلکہ باوجود تکلف اور مشقت کے اگر ادا نہ ہوگا تب بھی دو اجر ملین گے اجر مشقت و اجر قراءت عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الماہر بالقرآن مع السفرة الکرام البررة والذی یقرأ القرآن ویتتعتع فیہ وہو علیہ شاق لہ اجران متفق علیہ لیکن اوسکے سیکھنے مین کوشش کرنا ہمیشہ واجب ہے لقولہ تعالی ورتل القرآن ترتیلا - در تفسیر حسینی تحت این آیت آوردہ واز مرتضی علی رضی اللہ عنہ نقل کردہ اند کہ مراد بترتیل حفظ وقوف ست و ادائے حروف انتہی - اور رتل وجوب کے لیے ہے اسکی تعمیل مین سعی کرنا واجب ہے اور اگر جہد و طلب مین کوتاہی کریگا گنہگار رہوگا لما مر من الامر المذکور ولما فی الدر المختار فی بحث عدم جواز اقتداء غیر الالثغ بالالثغ ہکذا وحرر الحلبی وابن الشحنة انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما کالامی وفی الشامی قولہ دائما ای فی آناء اللیل واطراف النہار فما دام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیہ فصلاتہ جائزة وان ترک جہدہ فصلاتہ فاسدة کما فی المحیط وغیرہ قولہ حتما ای بذلا حتما فہو مفروض علیہ

انتھے یہ حکم تھا اتنغ کا جو قادر نہو تکلم نہین و بار بار اور یہی حکم ہے اوس شخص کا جو کسی خاص حرف مثل ضاد وغیرہ کے تلفظ پر قادر نہو لما فی الدر المختار وکذا من لایقدر علے التلفظ بحرف من الحروف اھ وفی الکلام سعۃ لا یتحملہ المقام واللہ الہادی الی الصواب وہو المنعام فقط ۲۶ رجب روز یکشنبہ ۱۳۲۲ھ

باب الجنائز

ف کلوخ وسرمہ براے میت

سوال مُردہ کو غسل کیوقت کلوخ لینا شرعاً مسنون ہے یا نہین؟ مُردہ کو سرمہ استعمال کرنا جائز ہے نہین؟

الجواب فی الدر المختار ویمسح بطنہ رفیقا وما خرج منہ یغسلہ آہ اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے موضع استنجا پر اگر نجاست حقیقی لگی ہو اسکا دھونا مشروع ہے اور کلوخ کا مسنون ہونا کسی دلیل سے ثابت نہین فی رد المحتار التزیین بعد موتہا والامتشاط وقطع الشعر لایجوز نہر اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کو سرمہ لگانا بھی جو کہ زینت ہے ناجائز ہے فقط واللہ اعلم ۱۴ رمضان ۱۳۲۲ھ

ف عدم جواز تکفین زن از دست مرد

سوال - عورت کو کفن مرد پہنائیگا یا عورت -

الجواب - یہ مسئلہ بہت ظاہر ہے جب مرد کے لیے عورت کو دیکھنا اور مس کرنا جائز نہین تو لامحالہ کفن عورت ہی پہنادیگی واللہ تعالی اعلم ۱۷ - جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۲ھ

ف مسنونیت وضع مردہ در قبر بر پہلوے راست

سوال - مردہ کو قبر مین لٹانا داہنی کروٹ پر مسنون ہے قبلہ رخ یا چت لٹاکر فقط چہرہ کعبہ کی طرف کردینا - یہان کے بعض علما، اول کو مسنون کہتے ہین اسمین کیا تحقیق ہے اور ہدایہ مین یوجہ الیہا کے کیا معنے ہین -

جواب فی الدر المختار ویوجہ الیہا الی قولہ وینبغی کونہ علی شقہ الایمن فی رد المحتار عن الحلیۃ بخلاف ما اذا کان بعد اقامۃ اللبن قبل اہالۃ التراب فانہ یزال ویوجہ الی القبلۃ عن یمینہ اھ یہ روایات صریح ہین اسمین کہ مردہ قبر مین داہنے کروٹ پر قبلہ رخ لٹایا جاوے پس ہدایہ مین یوجہ الیہا بھی اسی پر محمول ہوگا واللہ تعالی اعلم ۱۱ - رمضان سنہ ۱۳۲۲ھ

ف حکم نماز بر جنازہ رافضی

سوال یہان پر ایک جماعت اہل تسنن نے بمع اپنے امام کے ایک رافضی کے میت کی نماز پڑہی آیا اس امام پر اور ان پڑہنے والون پر کیا حکم لگایا جائیگا بعض انکو فاسق کہتے

ہین - اور مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی نے تحریر کیا ہے کہ کچھ حرج نہین -

الجواب - رافضی دو قسم کے ہین ایک وہ جنکے عقائد حد کفر تک پہونچ گئے ہون ایسے شخص کے جنازہ کی نماز اصلا درست نہین کیونکہ شرائط صلوۃ جنازہ سے اسلام میت کا ہے - اور دوسرا وہ جنکے عقائد صرف حد بدعت تک ہون اُسکا حکم یہ ہے کہ اگر اُسکے جنازے کی نماز کسی نے نہ پڑھی ہو تب تو پڑھ لینا چاہیئے کیونکہ جنازہ مسلم کی نماز فرض علی الکفایہ ہے اور اگر کسی نے پڑھ لی ہو مثلا اُسکے ہم مذہب لوگ موجود ہین اور وہ پڑھ لین گے تو اس صورت مین اہل سنت ہرگز نہ پڑھین - کما روی احمد و ابو داؤد عن ابن عمر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشہدوھم کذا فی المشکوٰۃ فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۲۱ - ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ

حکم مرده را که بلا غسل و کفن دفن کرده شود

سوال - مردہ کو غسل وکفن دیکر دفنانا لازم و فرض مگر کوئی وجہ یا موقع ایسا ہو کہ بے غسل وکفن ویسے ہی دبا دیا یا دفن کر دیا بعد اسکے علم ہونے کے اُسکی نماز و غسل وکفن کا کیا تدارک ہوگا آیا اُسکو نکال کر غسل وکفن دیکر نماز پڑھی جاوے اور دفن کرین یا نہ نکالا جاوے اور نماز پڑھین -

الجواب فی رد المحتار اما لو دفن بلا غسل ولم یہل علیہ التراب فانہ یخرج ویغسل ویصلی علیہ جوھرۃ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بے غسل وکفن اگر دفن ہو گیا تو نکالا نہ جاوے ویسے ہی قبر پر نماز پڑھ لے فقط واللہ اعلم ۹ صفر ۱۳۲۴ھ

جواز کفن رنگین برائے زنان

سوال بعض حدیث اور فقہی روایتون سے میت عورت کو رنگین کپڑے کا کفن دینے کا جواز معلوم ہوتا ہے لیکن اولے اور بہتر ان ہی روایات سے سفید ہے اصح کون سمجھا جاویگا اور اگر رنگین ہی دیوے تو سارا کفن رنگین ہو یا کفن مین سے چند کپڑے رنگین اور چند سفید ہون اسکی بابت تشفی کافی ہو -

الجواب فی الدر المختار ولا بأس فی الکفن ببرود وکتان وفی النساء بحریر ومزعفر ومعصفر لجوازہ بکل ما یجوز فیہ حال الحیوٰۃ واحبہ البیاض او ما کان یصلی فیہ اھ اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ بہتر تو عورتون کے لیے بھی سفید ہے لیکن رنگین بھی جائز ہے - خواہ کل

کفن رنگین ہو یا بعض اور اصح کو توجب پوچھا جاوے کہ روایات میں تعارض ہو اور جائز اور اولٰے میں کوئی تعارض نہیں فقط ۷- ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال ایک ہی وقت دو میتوں کی تیاری ہوئی اور قبر بھی دونوں کی تیار ہے پر صغائی کے قریب ہے لیکن ایک میت آگئی اور دوسری میت کی پختہ تیاری کی خبر پر انتظار کیا اور پھر دونوں کو ایک ہی دفعہ جنازہ پڑھکر دفن کیا تو کیسا ہوا حالانکہ کئی جنازوں کا ایک دفعہ بوقت حاضری پڑھنا درست ہے لیکن اسقدر توقف کی بابت تشریح ہو جاوے آیا یہ انتظار جائز ہے یا نہیں۔

الجواب فی الدر المختار وکرہ تاخیر صلوٰتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم اس سے معلوم ہوا کہ محض دوسری میت کے انتظار میں ایک جنازہ کی نماز میں تاخیر کرنا بدرجہ اولیٰ مکروہ ہے فقط ۲۰- ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال حاجیے جامہائے احرام خود را بدین نیت نگاہداشت کہ بعد مردنش ازان کفن او سازند بعضے مردم تھانہائے پارچہ در آب زمزم ترکردہ ہمین غرض نگاہ می دارند آیا از روئے سنت سنیہ یا آثار سلف صالحین برائے این امور سندے بہم میرسد یا نہ در صورت ثانیہ بدعت حسنہ یا سیئہ خواہد بود یا چہ۔

الجواب - جزئیہ مصرحا از نظر نگذشتہ لیکن حکم فقہا بکراہت استنجا از ماء زمزم دلیل صریح ست بر وجوب احترام او و دیگر جا تصریح کردہ اند بوجوب صیانت اشیاء محترمہ از تعریض برائے صدید میت و نجاست او چنانچہ امر اول در کتاب الطہارت وکتاب الحج از در مختار وامر ثانی در کتاب الجنائز از رد المحتار مصرحا مذکور ست واز مجموعہ مستفادمی شود کراہت این فعل البتہ اگر چیزے باشد کہ صیانتش واجب نباشد و بوجہ من الوجوہ ازان رجائے برکت باشد لاباس بہ است فقط واللہ اعلم ۴- جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

سوال[1] - ابن ماجہ ودار قطنی ودارمی ومسند احمد وغیرہا میں یہ حدیث موجود ہے عن عائشۃ رض قالت رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم من جنازۃ من البقیع فوجدنی وانا اجد صداعا وانا اقول وا راساہ قال بل انا یا عائشۃ وا راساہ قال وما ضرک ان مت

[1] یہ سوال بتعلق بالحدیث کے زیادہ موافق تھا ۱۲ منہ

قبلی فغسلتكِ وكفنتكِ وصليت عليكِ ودفنتكِ الحديث اس سے صراحۃً ثابت ہے کہ
زوج زوجہ کو بعد ممات غسل دیسکتا ہے ونیز ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ
کو بعد وفات غسل دیا تھا مگر حنفیہ بغیر کسی حدیث کے عدم جواز کے قائل ہین محض رائے سے کہتے ہین
کہ بعد وفات زوجہ کے نکاح فسخ ہوجاتا ہے پس حنفیہ کا کلام باطل ہے بچند وجوہ (اول) زوجیت
دوجین مین تقابل تضایف ہے زوجیت حقیقیہ اگر بعد وفات زائل ہوگئی تو طرفین سے اور
زوجیت حکمیہ اگر باقی رہے گی تو طرفین سے زوجہ کی جانب سے ثبوت اور زوج کی جانب
سے انتفا ممکن نہین (دوم) چونکہ حق ارث طرفین سے جاری ہے اسوجہ سے زوجیت حکمیہ
طرفین سے باقی ہے (سوم) جسطرح بعد ممات زوجہ کا اطلاق قرآن مین آیا ہے زوج کا اطلاق
بھی موجود ہے پس زوجہ یا زوج کو مثل اجنبیہ یا اجنبی کہنا صحیح نہین۔ (چہارم) امام ابوحنیفہ کے
نزدیک حدیث ضعیف رائے سے بڑھکر ہے کیا وجہ محض رائے سے حدیث ترک کیجاتی ہے باقی
جو حنفیہ حدیث وقصہ فاطمہ کا یہ جواب دیتے ہین کہ مراد تہیہ غسل یا امر بالغسل ہے ونیز قرابت رسول
بعد وفات باقی ہے کما جاء فی الحدیث کل نسب وسبب منقطع یوم القیمۃ الا سببی ونسبی
اخرجه الطبرانی والبیهقی والحاکم اولاً بغیر قرینہ صارفہ معنے حقیقی ترک کرنا درست نہین ثانیاً
قرابت عامہ مومنین بعد وفات باقی رہتی ہے قال اللہ تعالی هم وازواجهم فی ظلال علی الارائك
متكئون وقال تعالی لهم فيها ازواج مطهرة ثالثاً اگر قرابت رسول باقی رہتی ہی تو چاہیے سید
اپنی زوجہ سیدہ کو بعد ممات غسل دے سکے کیا حنفیہ اسکے قائل ہین رابعاً جواز عقد ازدواج کے
سبب رسول پاک ہین پس سببی ہین عامہ مومنین داخل ہوگئے ان اعتراضات کا جواب مدلل تحریر
فرمائیے ونیز تحریر فرمائیے کہ وقت ارث کب ہے قال فی الاشباہ اختلفوا فی وقت الارث فقال
مشائخ العراق فی اخر جزء من اجزاء حیوۃ المورث وقال مشائخ بلخ عند الموت وفائدۃ
الاختلاف فی ما لو قال الوارث لجاریۃ مورثه اذا مات مولاك فانت حرۃ فعلی الاول
تعتق لا علی الثانی اور سبب ارث زوجیت ہی یا موت زوجین اگر یون کہا جاوے زوجیت حقیقیہ
وحکمیہ مین قبلیت وبعدیت ذاتیہ ہے تعلق ارث کا بعد زوال زوجیت حقیقیہ کے وقبل عروض زوجیت
حکمیہ کے ہوجاتا ہے تو صحیح ہے یا نہین اور زوجہ کی جانب سے اگر زوجیت حقیقیہ بعد وفات

تا زمان عدت باقی ہو اور زوج کی جانب سے زائل بلکہ زوجیت حکمیہ عارض تو اسمین کیا حرج ہی
تضایف کے لیے مطلق زوجیت کا تعقل کافی ہے قرآن شریف مین ازواج وزوج کا اطلاق
بیوہ پربہت ہے۔ مگر شوہر پر بعد وفات زوجہ کے کہین زوج کا اطلاق نہین معلوم ہوتا اس سے
پتہ چلتا ہے کہ زوجہ کی جانب سے تا بقاے عدت زوجیت حقیقیہ باقی رہتی ہے۔

الجواب۔ اول بطور مقدمہ کے اتنا عرض کردینا ضرور ہے کہ مسئلہ مبحوث عنہا ظنیات سے ہی نہ کہ قطعیات سے لہذا کسی ظنی الدلالۃ یا ظنی الثبوت سے اسکا معارض ہونا مستلزم اسکے بطلان کو نہین۔ اب اسکے بعد شبہات کا جواب لکھتا ہون بفضلہ تعالیٰ وحولہ وقوتہ (قولہ) اس نے صراحۃً الخ۔ (اقول) صراحۃ سے مراد اگر محتمل تاویل ہے تو مضر نہین اور اگر غیر محتمل تاویل ہی تو مسلم نہین بالخصوص جبکہ احتمال تاویل کا ارجح و اقرب بھی ہو شرعاً وعقلاً دلیل شرعی عنقریب آتی ہی جو کہ متمسک ہے حنفیہ کا اور دلیل عقلی یہ ہے کہ اکثر اکابر ایسے امور کے متولی بنفسہ کم ہوتے ہین چنانچہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ سے یہ امر متیقن ہے کہ آپ جنائز کا صرف اہتمام ہی فرماتے تھے اپنے دست مبارک سے کفن و دفن کا کام نہین کرتے تھے حتی کہ آپ کی بعض اولاد کا بھی آپ کے سامنے انتقال ہوا وہان بھی تولیت بنفسہ کہین منقول نہین (قولہ) نیز ثابت ہی کہ حضرت علی رض الخ (اقول) اولاً اس روایت کے رجال قابل تحقیق ہین ثانیاً احتمال ہے کہ وہان بھی غسل کی اسناد مجازی ہو ثالثاً احتمال خطاء اجتہادی کا باقی ہے چنانچہ شامی کی اس عبارت سے ان احتمالات کی مع احتمالات اُخر کے تقویت ہوتی ہے قال فی شرح المجمع لمصنفہ فاطمۃ رض غسلتہا ام ایمن حاضنتہ صلی اللہ علیہ وسلم فتحمل روایۃ الغسل لعلی رض علی معنی التہیئۃ والقیام التام باسبابہ ولئن ثبتت الروایۃ فہو مختص بہ الا تری ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ لما اعترض علیہ بذلک اجابہ بقولہ اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فاطمۃ زوجتک فی الدنیا والآخرۃ فادعاؤہ الخصوصیۃ دلیل علی ان المذہب عندہم عدم الجواز پس ان احتمالات کے ہوتے ہوئے اس روایت سے خصم پر کیسے احتجاج ہو سکتا ہے (قولہ) مگر حنفیہ الخ (اقول) جب فسخ نکاح یقیناً مدلول قرآن وحدیث ہے تو اس سے استدلال کرنا عین استدلال بقرآن وحدیث ہے اور دلیل شرعی موعود یہی ہے

اور اسکو رائے کہنا اگر بمعنے رائے محض کے ہی تو غیر مسلم ہے اور اگر بمعنے رائے ماخوذ من القرآن والحدیث ہے تو غیر مضر ہے ایسی رائے سے تو مخالف کی دلیل بھی خالی نہین چنانچہ اوپر معلوم ہوچکا اور تکبیر ابن مسعودؓ کا مؤید اس دلیل کا ہے (قولہ) حنفیہ کا کلام الخ (اقول) ستعلم بطلان الحکم ببطلانہ (قولہ) زوجیت الخ (اقول) تضایف کے خلاف توجب لازم آتا ہے کہ جس حالت مخصوصہ مین ایک کی زوجیت کا حکم کیا جاتا ہے اسی حالت مین دوسرے کی زوجیت کی نفی کیجاتی حالانکہ ایسا نہین کیونکہ وفات زوج کے وقت عدت مین ہر ایک کے لیے بقاء زوجیت کا حکم کیا گیا ہے اور بقیہ صورین دونون سے نفی کیجاتی ہے اس شبہہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے تضایف کی حقیقت مین غور نہین کیا (قولہ) چونکہ حق ارث الخ (اقول) بقاء من وجہ سے بقاء من وجہ آخر لازم نہین آتا وبعد التسلیم یہ مقتضی ہوگا اباحت غسل کو اور حلت نکاح اخت زوجہ بمجرد وفات الزوجہ للزوج مقتضی ہے حرمت غسل الزوجۃ المیتۃ للزوج الحی کو اور اصول مین متقرر ہوچکا ہے کہ وقت تعارض حرمت اور اباحت کے حرمت کو ترجیح ہوتی ہے (قولہ) زوج کا اطلاق الخ (اقول) یہ اسکو مضر ہے جو اس اطلاق سے استدلال کرے جواز غسل الزوج المیت للزوجۃ الحیۃ پر ورنہ اطلاق بالمعنے المجازی باعتبار ما کان مستعمل ومحتمل ہے (قولہ) حدیث ضعیف الخ (اقول) یہ تصحیح نقل کا محتاج ہے (قولہ) حدیث ترک الخ (اقول) تفسیر بالتہیہ سے ترک کہان لازم آیا (قولہ) قرابت رسولؐ الخ (اقول) جواب اسمین منحصر نہین کما علمت سابقا پس اسمین خدشات کا وجود مضر نہین (قولہ) بغیر قرینہ الخ (اقول) قرینہ صارفہ موجود ہے اور وہ نکاح کا من کل الوجوہ فسخ ہوجانا ہے جو کہ مدلول نص کا ہے کما قد علم سابقا (قولہ) ثانیا وثالثا ورابعا (اقول) ان خدشات کا غیر مضر ہونا اوپر معلوم ہوچکا (قولہ) وقت ارث کب ہی الی آخر الکلام (اقول) اصل مقصود مین ان تدقیقات وتعمقات کی کوئی حاجت نہین ولیکن ہذا آخر المرام فی ہذا المقام واللہ تعالی ہو العلیم لکل معلوم خاص او عام ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال - وقت غسل کے منہ مردہ کا کس طرف ہووے -

الجواب - غسل کے وقت تختہ پر مردہ کو رکھنے کی دو صورتین لکھی ہین ایک تو قبلہ کی جانب پاؤن کرکے لٹانا دوسرے قبلہ کی طرف منہ کرنا جیسے قبر مین رکھتے ہین اور دونون صورتون مین سے جو صورت ہوسکے جائز ہے وکیفیۃ الوضع عند بعض اصحابنا الوضع طولا کما فی حالۃ المرض اذا اراد الصلوٰۃ

(۵) در صورت [illegible] وقت غسل

بایماء ومنهم من اختار الوضع کما یوضع فی القبر والاصح انه یوضع کما تیسر کذا فی الظهیریة عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۵ مگر زیادہ مستحسن صورت ثانیہ ہے کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ خانہ کعبہ قبلہ ہے زندونکا بھی اور مردونکا بھی روی ابو داؤد ان رجلا سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الکبائر فقال هی تسع وذکرها الی ان قال واستحلال البیت قبلتکم احیاء وامواتا والله اعلم ۱۹ صفر سنہ ۱۳۱۱ھ

سوال۔ وقت لیجانے جنازہ کے سر آگے کیا جاوے یا پیر فقط

الجواب۔ جنازہ لیجانے کے وقت مردہ کا سر آگے رکھنا چاہیے وفی حالة المشی بالجنازة یقدم الرأس کذا فی المضمرات عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۹۔ والله اعلم ۱۹ صفر سنہ ۱۳۱۱ ہجری

سوال۔ حمل جنازہ کسطرح چاہیے۔

الجواب۔ میت اگر چھوٹا بچہ ہے تو ایک آدمی اپنے ہاتھونپر اوٹھاوے تو کافی ہی اور اگر بڑا بچہ یا بالغ ہے تو اسکو چارپائی پر رکھکر چار آدمی اوٹھاوین پھر اسمین ایک تو نفس سنت ہے اور ایک کمال سنت ہے نفس سنت تو یہ ہے کہ بلا ترتیب چارون پایون کو پکڑ کر دس دس قدم چلے او کمال سنت یہ ہے کہ اول جنازہ کے سرہانے کی داہنی جانب کو داہنے کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر پائنتی کے داہنے جانب داہنے کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر سرہانے کے بائین جانب بائین کندھے پر رکھکر دس قدم چلے پھر پائنتی کے بائین جانب بائین کندھے پر اور جنازہ کے لیجاتے وقت سر میت کا آگے رکھے اور جنازہ کو ذرا لپک کر لیجلے لیکن دوڑے نہین۔ مسئلة فی حمل الجنازة اربعة من الرجال اذا حملوه علی سریر اخذوه بقوائمه الاربع ثم ان فی حمل الجنازة شیئین نفس السنة وکمالها اما نفس السنة فهی ان تاخذ بقوائمها الاربع علی طریق التعاقب بان تحمل من کل جانب عشر خطوات وهذا یتحقق فی حق الجمیع واما کمال السنة فلا یتحقق الا فی واحد وهو ان یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنازة فیحمله علی عاتقه الایمن ثم الموخر الایمن علی عاتقه الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقه الایسر ثم الموخر الایسر علی عاتقه الایسر وذکر الاسبیجابی ان الصبی الرضیع او الفطیم او فوق ذلک قلیلا اذا مات فلا بأس بان یحمله رجل واحد علی یدیه ویتداوله الناس بالحمل علی ایدیهم وان کان کبیرا یحمل علی الجنازة ویسرع بالمیت وقت المشی بلا خبب وفی حالة المشی بالجنازة یقدم

الراس عالمگیری کلکتی ج ۱ ص ۲۲۹ مع اختصار یسیر ۲۳ جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین کہ بعد دفن جنازہ الٓم سے المفلحون تک قبر میت پر انگشت ٹیک کر سرہانے میت کے پڑھنا جائز و مسنون ہے یا کیا - بینوا توجروا

الجواب بعد دفن اول سورہ بقر اور آخر اوسکا قبر پر پڑھنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ فکان ابن عمر یستحب ان یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورة البقرة وخاتمتها رد المحتار ج ۱ ص ۶۰۱ اور انگشت رکھنا عاجز کی نظر سے نہین گذرا فلیحقق اور نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر کے سرہانے اول سورہ بقر اور پائتی پر آخر اوسکا پڑھنا ثابت ہے فقد ثبت انہ علیہ السلام قرأ اول البقرة عند راس المیت واٰخرها عند رجلیه رد المختار ج ۱ ص ۶۰۵ اور قراءة اول بقر سے مفلحون تک اور آخر سے آمن الرسول ختم تک ہے فلیحفظ - واللہ اعلم

سوال - دس نفر مرد اور دس نفر لڑکے اور دس نفر عورت ایک دفعہ مرے تو نماز جنازہ یکجا پڑھنا چاہیے یا علٰحدہ علٰحدہ بینوا توجروا

الجواب جب بہت سے جنازے جمع ہو جاوین تو اولی تو یہ ہے کہ ہر ایک کی نماز علٰحدہ پڑھی جاوے اور افضل کی تقدیم افضل ہے اور اگر سبکی ایک نماز پڑھنا چاہین جب بھی جائز ہے - پھر دو صورتون سے جسکو چاہین اختیار کرین پہلی صورت یہ کہ انکی ایک صف بنائی جاوے اسطور سے کہ ایک کا پاؤن دوسرے کے سر سے متصل ہو یا ایک کا سر دوسری میت کے کندھے سے متصل ہو اس صورت مین امام افضل کے سامنے کھڑا ہو دوسری صورت یہ کہ انکو آگے پیچھے رکھے کہ سبکا سینہ امام کے مقابل رہے اسطرح کہ امام کے قریب مرد کو رکھے اسکے پیچھے نابالغ لڑکا اسکے پیچھے خنثی اسکے پیچھے بالغ عورت اسکے پیچھے نابالغ لڑکی واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰة اولی وان جمع جاز ثم ان شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند افضلهم وان شاء جعلها صفا مما یلی القبلة واحدا خلف واحد بحیث یکون صدر کل جنازة مما یلی الامام لیقوم بحذاء صدر الکل وان جعلها درجا فحسن لحصول المقصود فیقرب منه الافضل الیٰ اٰخر ما قال فی درالمختار - واللہ اعلم

ف یہ دونون روایتین کتب حدیث مین تلاش کرنیکا اتفاق نہین ہوا ۱۲ منہ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین کہ نماز جنازہ چارپائی پر رکھکر یا زمین پر جنازہ رکھکر یا کسی شے پر سنت ہے اور مقتدی وامام جوتہ اوتار کر پڑہین یا اوپر جوتہ یا اندر جوتہ کے پاؤن رکھکر پڑھی جاوے بینوا توجروا

الجواب جنازہ کا امام کے روبرو رکھا جانا ضرور ہے خواہ چارپائی پر ہو یا زمین پر فی الدر المختار ووضعه امام المصلی فلا تصح علی غائب ومحمول علی نحو دابة اھ لیکن ادب چارپائی پر رکھنا ہے قیاسا علی حالة الحمل فی الدر المختار وان کان کبیرا حمل علی الجنازة اھ جواب سوال ثانی اگر جوتہ پاک ہے یا ناپاک تھا لیکن پاک ہوگیا یعنی اگر نجاست ذی جرم لگی تھی اور ملنے چلنے سے جھڑ گئی یا غیر ذی جرم تھی اور تین بار دھو ڈالا اس صورت مین جوتہ پہنکر بھی پڑھنا جائز ہے ویطھر خف ونحوه کنعل تنجس بذی جرم بدلك والا جرم لها فیغسل در مختار اور اگر ناپاک ہے خواہ اوپر سے یا اندر سے یا نیچے سے تو پہنکر درست نہین فی الدر المختار هی طهارة بدنه من حدث وخبث وثوبه وكذا ما يتحرك بحركته او يعد حاملا له اھ اور اگر اوتار کر پڑھتا ہے سو اگر اندر سے یا اوپر سے نجس ہے تب تو جائز نہین لنجاسته موضع قدمیه اور اگر اوپر اور اندر سے پاک ہے اور نیچے سے ناپاک ہے پس بنا بر قیاس قول امام ابو یوسف رح کے جائز نہین اور بنا بر قیاس قول امام محمد رح کے جائز ہے اور فتوی اکثر علما کا قول محمد رح پر ہے لیکن احتیاط قول ابو یوسف مین ہے فی الدر المختار وصلاته علی مصلی مضرب نجس البطانة اھ فی رد المحتار ثم هذا قول ابی یوسف وعن محمد یجوز الی ان قال وظاهره ترجیح قول محمد رح وهو الاشبه ورجح فی الخانیة فی مسئلة الثوب قول ابی یوسف بانه اقرب الی الاحتیاط وتمامه فی الحلیة اھ واللہ اعلم

سوال آجکل قبر مین لکڑی رکھنے کا علی العموم دستور ہے حالانکہ فقہا نے آجر اور خشب دونون کو ممنوع لکھا ہے البتہ بانس کی اجازت دی ہے اور علۃ ممانعت استحکام بیان کی ہے تو کیا یہ عمل مروج ناجائز ہے۔ اس کی ممانعت کرنی چاہیے - نیز اس علت پر پتھر رکھنا بھی درست نہ ہونا چاہیئے جو کہ کانپور مین رواج پاتا جاتا ہے نیز بانس مین بھی مثل خشب ہی کے استحکام ہے اوس کو اس حکم سے کیون مستثنی کیا۔

الجواب فی الدر المختار والخشب لو حول المیت اما فوقه فلا یکره ابن ملك اس سے معلوم ہوا کہ خشب کا اوپر رکھنا جائز ہے جیسا آجکل اوپر ہی رکھنے کا دستور ہے البتہ میت کے پہلو مین جس جگہ

لحد پر کچی اینٹ لگائی جاتی ہے وہاں خشب نہ چاہیئے ظاہر روایۃ تو یہی ہے اور خشب اور حجر ایک حکم میں ہیں لہذا اوسکا بھی یہی حکم ہوگا رہا فرق قصب اور خشب مین کہ حول میت خشب مکروہ ہے نہ قصب ظاہر ہے کہ خشب استحکام بناء کیلیے ہے قصب گو بناء مین کام آتا ہے مگر اوس سے استحکام نہین ہوتا جیسا ظاہر ہے اور بعض لوگون نے کراہت کو صرف آجر کے ساتھ خاص کیا ہے کما قال العینی فی حاشیۃ الہدایۃ علی قولہ ثم بالاجر اثر النار فیکرہ تفاؤلا ما نصہ اشارۃ الی انہ فرق بعضھم فی الاجر والخشب فی التعلیل فکرہ الاجر دون الخشب اھ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ خشب حول میت بھی جائز ہے اور حجر کا حکم خشب مین ہونا اوپر معلوم ہوتا ہے اور اس تعلیل کا بھی مقتضی یہی ہے فقط واللہ تعالی اعلم۔ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

کتاب الزکوۃ والصدقۃ

(۱) احکام نوٹ در زکوۃ وغیرہ

سوال نوٹ پر زکوۃ ہے یا نہین نوٹوں پر جمیع احکام دراہم و دنانیر کے جاری ہونگے یا نہین ؟

الجواب نوٹ حقیقت مین سند ہے روپیہ کی اور اوس روپیہ پر ہر وقت اسکو قدرۃ ہے جب چاہے حاصل کرلے پس نوٹ خود گو مال نہین ہے مگر جس روپیہ کی وہ سند ہے وہ مال ہے اور بوجہ مقدور التحصیل ہونے کے ضمار مین داخل نہین لہذا اوس پر زکوۃ واجب ہوگی اور احکام مختلف ہین بعض جاری ہونگے بعض نہین بالتعیین سوال ہو تو جواب دیا جاوے مثلاً دس روپیہ کو کوئی چیز خریدی اور مشتری نوٹ دینے لگے تو بائع پر جبر نہوگا کہ ضرور اسکو لے اسمین مثل دراہم و دنانیر کی نہین ہے اور وجوب زکوۃ مین ہے جیسا گذرا فقط ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۲۱ ہجری

(۲) احکام گوٹہ وغیرہ در زکوۃ وبیع

سوال گوٹا۔ کمخواب۔ کلابتون۔ سلور کی چاندی۔ بچے بنارسی دوپٹے۔ تاش وغیرہ وغیرہ ان تمام پر زکوۃ ہوگی یا نہین اور انکی خرید و فروخت مین احکام بیع صرف کی ملحوظ ہونگے یا نہین ؟

الجواب تاش معلوم نہین کیا چیز ہے باقی سب چیزون پر زکوۃ ہے اور انکی بیع مین احکام بیع صرف کے جاری ہونگے یعنی جتنی چاندی ہے اوس قدر مین نسیہ و تفاضل جائز نہوگا اور یہ اوس تقدیر پر ہے جبکہ سلور چاندی ہو گو ادنے درجہ کی سہی اور اگر کوئی اور چیز ہے تو حکم بدل جاویگا فقط ۵ شعبان ۱۳۲۱ھ

ع بعد مین تحقیق ہوا کہ یہ چاندی نہین ہے ۱۲ منہ

سوال فقہا جو تحریر فرماتے ہین کہ اگر غش غالب ہو تو غش ہوگا اور اگر ذہب وفضہ غالب ہوا تو یہ ہوگا اسکے کیا معنی ہین بعض غش ایسا ہوتا ہے کہ بغیر گلاے علیحدہ نہین ہوتا اور بعض ہوسکتا ہے دونون مراد ہین یا ایک دوسرے یہ امر کہ غش کا لحاظ و اعتبار اوس زیور کے لحاظ سے ہے کہ جسمین وہ موجود ہے یا نصاب کے لحاظ سے بھی مثلاً ایک زیور مین غش غالب ہے اور اور زیور خالص ہین اگر وہ زیور بوجہ غلبہ غش ساقط الاعتبار کیا جاے تو باقیماندہ زیورون کی مقدار زکوٰۃ کی نصاب کو نہین پہونچتی یا یہ صورۃ کہ اوس ناقص زیور مین جسقدر خالص چاندی اندازہ کیجاوے اور دیگر زیور مقدار نصاب کو پہونچتے ہین یا خالص زیور بقدر نصاب ہے اور یہ غالب الغش مقدار سے زائد ہے تو ان سب صورتون مین کیا کیا جاویگا آیا جس زیور مین غش ہے اوسکی غالبیت اور مغلوبیت کے احکام اوسی زیور کے اعتبار سے ہونگے یا دیگر زیورون کے لحاظ سے ؟

الجواب۔ ذہب وفضہ کیساتھ غیر ذہب وفضہ کے مخلوط ہونے کی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ دونون متمیز ہون اور گلاکر نہ ملائے گئی ہون اسمین تو مجموعہ کا ایک حکم نہوگا ذہب وفضہ کی مقدار مین ذہب وفضہ کے احکام جاری ہونگے اور غیر ذہب وفضہ مین اوسکے احکام جاری ہونگے مثلاً بیع صرف و زکوٰۃ صرف مقدار ذہب وفضہ مین معتبر ہوگی مجموعہ مین نہ ہوگی دوسری صورۃ یہ کہ کہ ایکدوسرے سے متمیز نہون اور گلاکر دونون کو ایک کردیا ہو اس مین فقہا رحمہم نے کہا ہے کہ غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر غالب ذہب یا فضہ ہو تو مجموعہ کو سب احکام مین ذہب وفضہ کہا جائیگا اور اگر غالب دوسری چیز ہے تو مجموعہ کو دوسری چیز کی حکم مین کہین گے اوسمین جسقدر ذہب وفضہ ہے اوسمین بھی احکام ذہب وفضہ کے جاری نہونگے نہ اوسپر زکوٰۃ ہوگی نہ احکام بیع صرف اوس مین معتبر ہونگی اس سے سب سوالون کا جواب نکل آیا اگر کسی حکم مین شبہہ رہے پھر دریافت کرلیا جاوے فقط ۱۵۔ شعبان سنہ ۱۳۲۱ ہجری

سوال مقدار نصاب تولہ اور سکہ انگریزی کے وزن سے کسقدر پر ہوگا چاندی سونا دونون ؟

الجواب مشہور قول ۵۲ ۔ تولہ چاندی اور ۷۔ تولہ سونا لکھنؤ کے تولہ سے جسکی حساب سے روپیہ ۱۱۔ ماشہ کا ہوتا ہے فقط ۱۵۔ شعبان سنہ ۱۳۲۱ ہجری

سوال مہر موجل جسکے دینے کا بالفعل ارادہ نہ ہو مانع زکوٰۃ ہے یا نہین ؟

الجواب اسمین اختلاف ہے علامہ شامی نے اسکو نقل کرکے لکھا ہے زاد القهستانی عن الجواهر والصحیح انه غیر مانع پس صحیح یہی ہوا کہ مانع وجوب نہین فقط ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ ہجری

سوال تنخواہ اور رشوت دونون مخلوط ہین ان پر زکوٰۃ ہوگی یا نہین ؟

الجواب مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی فی الدر المختار لو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه فتجب الزکوٰۃ الی قوله لان الخلط استهلاک اھ فقط ۱۵ ۔ شعبان ۱۳۲۱ھ ہجری

سوال اگر گوٹا و کلابتون وغیرہ پر زکوٰۃ ہو اور وہ کپڑون پر لگی ہوئی ہون تو اندازہ کیا جاویگا یا نہین

الجواب اندازہ کیا جاویگا اور احتیاط یہ ہے کہ اندازہ سے کچھ زائد سمجھا جاوے فقط ۱۵ شعبان

سوال کمخواب مین غالب پارچہ ہوتا ہے اوسکا علیحدہ اعتبار رہوگا یا دیگر اشیاء کے لحاظ سے

الجواب غالب کے یہ معنی نہین جیسا کہ اس سوال سے چار سوال پہلے مذکور ہوا اسلیے اسمین جسقدر چاندی ہوگی اوسپر زکوٰۃ واجب ہے فقط واللہ اعلم ۔ ۱۵ شعبان ۱۳۲۱ھ ہجری

سوال جو جانور صدقہ نافلہ کی نیت سے ذبح کیا جاوے اوسکی کھال مین جو فقرا اور مساکین کا حق ہے اسطور پر تصرف کرنا کہ کھال بیچکر کھال کے دامون سے دوسرا جانور صدقہ کی نیت سے لیا جاوے اور اوسکو ذبح کرکے کھال کی قیمت کی بجاے فقرا اور مساکین کو گوشت تقسیم کیا جاوے درست ہے یا نہین ؟ صدقہ نافلہ کے لیے چند لوگون نے چندہ کرکے جانور خریدا اور چندہ دینے والون مین بعض لوگ فقیر اور محتاج بھی ہین تو اب اس جانور کا گوشت ان فقرا اور محتاج لوگون کو جو چندہ مین شریک ہین دینا کیسا ہے اگر درست نہین ہے تو یہ حیلہ جواز کے لیے کافی ہوسکتا ہے یا نہین کہ مثلاً پانچ آدمی ایک ایک روپیہ کے شریک ہین تو گوشت کے پانچ حصہ کرکے ایک حصہ مثلاً زید کا ایک حصہ عمرو کا ایک فلان کا فلان کا علیحدہ علیحدہ کردیا گیا اور زید کے حصہ سے عمرو کو اور عمرو کے حصہ سے زید کو گوشت دیا گیا ؟

الجواب ۔ درست ہی ہے قبل تقسیم اگر ایسا کیا تو اس مین جسقدر خود اس شخص کا حصہ ہے جس کو گوشت دیا گیا ہے وہ صدقہ نہوگا اور بعد تقسیم اگر ایک نے دوسرے کو دیدیا سب کا صدقہ ادا ہوجاویگا لیکن اگر پہلے سے یہ شرط ٹھہرالی تو ثواب کی امید نہین بلکہ اگر اس شرط کے خلاف کرنے سے جبر یا نزاع کا احتمال ہو تو معصیت ہوگی ۔ ۱۵ شوال ۱۳۲۱ھ ہجری

(۱) معنی حولان حول بر نصاب

سوال ایک شخص کی آمدنی روزمرہ کی ہے وہ روپیہ بنک مین بمدامانت بلا سودی جمع کرتا جاتا ہے مثلاً ماہ جنوری سے دسمبر تک آمدنی معتدبہ قابل زکوٰۃ ہوگئی آخر ماہ دسمبر تک اسکا حساب زکوٰۃ کیونکر کیا جاوے کسی آمدنی پر گیارہ ماہ گذرے کسی پر دس کسی پر دو چار بلکہ کسی پر دو چار دن اسی آمدنی سے خرچ ہوتا رہا مگر اختتام سال پر باوجود خرچ کے وہ قابل زکوٰۃ ہے لیکن کسی آمدنی پر سال پورا نہین گذرا جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ؟

الجواب جسوقت سے وہ ذخیرہ بقدر نصاب ہوگیا ہو اوس تاریخ سے سال شروع ہوگا اور اس سال کے ختم پر جسقدر اسوقت موجود ہوگا بشرطیکہ نصاب سے کم نہو سب پر زکوٰۃ واجب ہوگی گو ہر جزو پر سال نگذرا ہو اور گو درمیان سال کے نصاب سے کم رہگیا ہو فی الدر المختار وشرطہ کمال النصاب ولو ساعۃ فی طرفی الحول فلا یضر نقصانہ بینہما اھ ۳- ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۱ ہجری

(۲) عشر باغات کیسے دیا جاوے

سوال- باغات کی زکوٰۃ کسطرح دینا چاہیے آیا باغات کی پیداوار مین سے عشر یا نصف عشر دینا چاہیے عام باغات جبتک تیار نہین ہوجاتے بیچے جاتے ہین جب تیار ہوگئے پھر ان کو نہین بیچتے حاصل یہ کہ پیداوار اور پھلنے کے وقت ان مین پانی نہین دیا جاتا پھر بعض لوگ باغات کی فصل فروخت کر ڈالتے ہین تو کیا عشر یا نصف عشر کی مقدار فصل نہ فروخت کرنا چاہیے بلکہ اس کو مصارف زکوٰۃ مین دیدینا چاہیے یا فصل کی قیمت مین سے عشر یا نصف عشر دینا چاہیے اگر قیمت مین سے دینا چاہیے تو اس مین تو عشر یا نصف عشر زکوٰۃ نہین بلکہ چالیسوان حصہ زکوٰۃ ہے مع حولان حول کی شرط الگ ہے چونکہ اکثر لوگ باغات کی زکوٰۃ سے غافل ہین اس کے مفصل جواب سے مطمئن فرماوین-

الجواب فی رد المحتار اختلفوا فی وقت العشر فی الثمار والزرع فقال ابوحنیفۃ رح وزفر رح یجب عند ظہور الثمرۃ والامن علیہا من الفساد وان لم یستحق الحصاد اذا بلغت حدا ینتفع بہا وقال ابو یوسف عند استحقاق الحصاد وقال محمد اذا حصلت وصارت فی الجرین وفی الدر المختار ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتری ولو بعدہ فعلی البائع اھ ان اقوال مختلفہ مین میرے نزدیک امام ابویوسف کا قول اعدل ہے اس بنا پر پختگی ثمرہ کے وقت جس کے پاس وہ باغ ہو اسپر عشر واجب ہوگا خواہ پھل دے یا اوس کی قیمت

بشرطیکہ بیع باطل نہوئی ہو ورنہ بائع کے ذمہ ہوگا کیونکہ اُس کی ملک سے خارج نہین ہوا اور پانی
نہ دینے کو اس مین کوئی دخل نہین بارانی زمین وباغ مین بھی عشر ہے اور اگر دام دیگا تو وہ زکوٰۃ یہ
کی نہوگی بلکہ حق عشر کا بدل ہوگا پس اس مین کوئی شبہ نہین اور اگر کوئی ابو یوسف رح کا قول نقل
تو جس قول کو لیگا اُس کے موافق وجوب عشر کا وقت دیکھا جاویگا۔ ۲۶۔ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال۔ اپنے حقیقی یا علاتی یا اخیافی یا رضاعی بھائی یا بہن یا بھانجے یا بھانجی یا بھتیجے یا
بھتیجی یا ماموں یا خالہ یا پھوپھی یا سالہ یا سالی یا ساس کو خواہ بالغ ہون یا نابالغ زکوٰۃ وفطرہ دینا
جائز ہے یا نہین؟

الجواب۔ جائز ہے اگر وہ نابالغ ہے تو اُسمین یہ بھی شرط ہے کہ اُسکا باپ غنی نہو اگرچہ ماں غنی ہو
فی الدر المختار ولا الی طفلہ بخلاف ولدہ الکبیر وابیہ وامرأتہ الفقراء وطفل الغنیۃ فیجوز لانتفاء
المانع اھ قلت الضمائر فی طفلہ وولدہ وابیہ وامرأتہ راجعۃ الی الغنی کما فی الشامیۃ ۲۶ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال۔ ایک شخص وطن اصلی مین کم رہتا ہے وطن اقامت مین زیادہ رہتا ہے تو زکوٰۃ کہان
کے لوگون کو دینا چاہیے۔

الجواب فی رد المحتار ویعتبر فی الزکوٰۃ مکان المال کما ھا واختلف فی صدقۃ الفطر کما
یاتی اھ اس روایت پر جس مال کی زکوٰۃ دی ہے وہ مال جسجگہ موجود ہو وہان کے لوگ حق ہین
الا بعارض فضلوہ اور اگر پھر بھی دوسری جگہ بھیجدے تو بھی ادا ہو جاویگی۔ فقط واللہ اعلم ۲۶ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال۔ اگر ایک شخص اپنے وطن کے غربا ومساکین کو زکوٰۃ یا فطرہ مین سے بعض یا اکثر حصہ دے
اور بعض یا اکثر حصہ غیر وطن کے غربا ومساکین کو دے تو بلا کراہت جائز ہے یا نہین اور وطن کا
لفظ عام ہے خواہ اصلی ہو خواہ اقامت۔

الجواب زکوٰۃ کا حکم تو اس سے پہلے جواب مین گذر چکا اور فطرہ مین ادا کرنیوالے کا مکان معتبر
ہے وہان کے لوگ احق ہونگے اور بلا عذر مذکور التفصیل نقل مکروہ ہوگا فی الدر المختار وفی الفطرۃ
مکان المودی عند محمد رح وھو الاصح لان رؤسھم تبع لراسہ اھ ۲۷ محرم ۱۳۲۲ ہجری

سوال اگر کسی شخص نے زکوٰۃ مین کچھ روپیہ نکالا مگر وہ روپیہ مصارف مین صرف نہین کیا بلکہ
اس روپیہ کا کپڑا یا غلہ یا اور کوئی چیز لیکر مصارف کو دیدی تو کیا زکوٰۃ ادا نہوگی اور دوبارہ زکوٰۃ

دینا پڑیگی۔

الجواب- ادا ہو جاویگی لان البدل فی حکم الاصل عند الحنفیۃ بشرطیکہ مال خرید شدہ اُتنی قیمت کا ہو مشتری کو کسی نے ٹھگ نہ لیا ہو ورنہ بقدر قیمت بازار زکوۃ ادا ہوگی- ۲۷ محرم ۱۳۲۲ھ

ت تحقیق حیلۂ تملیک

سوال- تملیک کرانے کا حیلہ جو اکثر مدارس اسلامیہ میں کیا جاتا ہے اس میں نیت یقیناً اچھی نہیں ہوتی گو از روئے فقہ صورۃً جائز ہے کیوں نہو کیا اللہ تعالی جو نیت اور دلون کے ارادہ کو دیکھتا ہے ایسا کرنے سے راضی ہوگا اور حیلہ کرنے والا مواخذہ آخرت سے بری سمجھا جاویگا-

الجواب قطع نظر ورع سے میرے نزدیک قاعدہ فقہیہ کی رو سے بھی یہ زکوۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ تملیک رکن زکوۃ ہے اور تملیک میں جب عاقدین ہازل ہون تملیک نہیں ہوتی اور صورت متعارفہ میں دونون بشہادت قرائن قویہ معترف ہین کہ تملیک مقصود نہیں فی الدر المختار وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم فی رد المحتار وفی التعبیر بثم اشارۃ الی انہ لو امرہ اولا لا یجزی لانہ یکون وکیلا عنہ فی ذلک اھ ثم نظرت فیہ ونظرت فی ذلک النظر فبقی الحکم سالما فقط ۲۷ محرم

ت عشر در زمین مالک محصول

سوال- زید ایک شخص کی زمین میں زراعت کرتا ہے اور مبلغ ۲ روپے فی بیگھہ کرایہ اس شخص زمیندار کو دیتا ہے اور زید کو کبھی کبھی آبپاشی ہر سال میں کرنی پڑتی ہے اسمین جو غلہ پیدا ہوگا اُس کی زکوۃ کس قدر اور کس طرح دے۔

الجواب فی الدر المختار ویجب (العشر) فی مسقی سماء وسیح ونصفہ فی مسقی غرب ودالیۃ وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ وقواعدنا لا تاباہ ولو سقی سیحا وبآلۃ اعتبر الغالب ولو استویا فنصفہ وقیل ثلثہ ارباعہ آہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر آبپاشی پانی خرید کر کرتا ہے تو بیسوان حصہ پیداوار کا دے اور اگر مفت کے پانی سے کرتا ہے تو کنوئین سے آبپاشی کرنے مین بھی بیسوان حصہ دے اور نہر سے کرنے مین دسوان حصہ دے جب کہ زمین عشری ہو یعنی کسی کافر سے نہ لی گئی ہو اور جس سال آبپاشی نکرنی پڑے اُس سال دسوان حصہ دے اور جو دو قسم کی آبپاشی ہو تو جو غالب ہو اُس کا اعتبار ہے اور اگر دونون مساوی ہون تو کل مین کا ایک بیسوان حصہ اور ایک چالیسوان حصہ دیا جاویگا۔

(۱) تحقیق عشر زمین اجارہ

سوال - زید کی زمین کا عمرو ۵ من غلہ فی بیگھہ ہر سال دیکر زراعت کرتا ہے باقی غلہ اپنے لیتا اور زید اس غلہ سے ۲ فی بیگھہ سرکار کو دیتا ہے تو زید اس غلہ کی زکوۃ کسطرح دے -

الجواب فی الدر المختار والعشر علی الموجر کخراج موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولهما ناخذ وفی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیهما بالحصة وفی رد المختار بعد کلام طویل فان امکن اخذ الاجرة کاملة یفتی بقول الامام والا فبقولهما لما یلزم علیه من الضرر الواضح الذی لا یقول به احد اھ اس بنا پر بندہ صاحبین کے قول پر فتوی دیا کرتا ہے پس صورت مسئولہ مین اس غلہ کی زکوۃ زید کے ذمہ نہین

(۲) صدقہ فطر و فدیہ صلوۃ از برنج

سوال (۱) ہمارے ملک بنگالہ مین علے العموم ہر کس وناکس کے واسطے خورش چانول ہے اور کوئی غذا ہمارے یہان ماکول نہین ہے پس اس صورت مین ہم لوگ نصف صاع چانول سے صدقہ فطر ادا کر سکتے ہین یا نہین بحوالہ کتب فقہ تحریر فرماوین (۲) ہمارے بنگالیون کی غذا علی العموم چانول ہے پس ہم لوگ نصف صاع چاول سے میت کے فوت نماز کا فدیہ ادا کر سکتے ہین یا نہین

الجواب فی الدر المختار باب صدقة الفطر ومالم ینص علیه کذرة وخبز ویعتبر فیه القیمة پس اگر کوئی شخص صدقہ فطر مین چانول ادا کرنا چاہے تو اس چانول کا کوئی وزن یا پیمانہ معتبر نہین بلکہ وہ چانول اسقدر ہو کہ قیمت مین برابر نصف صاع گیہون یا ایک صاع جو کے ہو جاوے مثلاً اُس وقت صدقہ فطر ادا ہوگا اور اگر کسی نے نصف صاع چانول دیدیا اور وہ قیمت مین اشیاء مذکورہ سے کم ہوا صدقہ ادا نہ ہوگا (۲) فی الدر المختار یعطی لکل صلوۃ نصف صاع من بُر کالفطرة وکذا حکم الوتر والصوم فی رد المحتار قوله نصف صاع من بر ای او من دقیقه او سویقه او صاع من تمر او زبیب او شعیر او قیمته اس سے معلوم ہوا کہ نماز وروزہ کے فدیہ مین وہی مقدار دی جاتی ہے جو صدقہ فطر مین دی جاتی ہے پس اگر چانول فدیہ مین دینا چاہے تو اس مین بھی وہی شرط ہے جو سوال اول کے جواب مین مذکور ہوئی واللہ اعلم - ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

(۳) زکوۃ مال حرام

سوال - رشوت سے حاصل کئے ہوئے روپیہ پر زکوۃ واجب ہے یا نہین آجکل عام مسلمان جیسے رشوت وکسب حرام پر جری ہین زکوۃ دینے سے بھی اسی بنا پر مستغنی ہین کہ نا جائز مال پر زکوۃ ہی نہین حالانکہ خود استعمال کرتے ہین تامل نہین کرتے اور وہ قریبی رشتہ دار جو مفلس ومصرف زکوۃ ہین

اور اتفاقاً یہ روپیہ ان کو ملے پس اگر زکوٰۃ کی نیت پر اُن کو دیا جاوے تو کیا مضائقہ ہے۔

الجواب فی الدر المختار لو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه فتجب الزکوٰۃ فیه ویورث عنه لان الخلط استهلاک اذا لم یمکن تمییزه الخ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی واللہ اعلم ۲۷۔ محرم ۱۳۲۳ھ

حکم چرم قربانی و مدارس

سوال چرم قربانی مدارس میں دینا یا اُس کی قیمت جائز ہے یا نہیں اور درصورت جواز متولی کو مدرسہ کی ضرورت کے واسطے چرم کو بیچکر کتابیں فرش وغیرہ بنانا یا خریدنا بلا تملیک جائز ہے یا نہیں

الجواب۔ مدارس میں مصارف مختلف ہیں مصرف جائز میں صرف کرنے کے لئے مدارس میں دینا درست ہے اور متولی وکیل ہے مالک کا جو تصرف مالک کو درست ہے متولی کو بھی درست ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ یا تو کھال کسی حاجتمند طالب علم کو مثلاً دیدے یا خود کھال کی کوئی چیز بنوالی جاوے جیسے کتابوں کی جلدیں یا ڈول وغیرہ بنوالے یا خود کھال کے عوض اگر مل سکے ایسی چیز بدل لے جو باقی رہکر کام آسکے جیسے فرش وکتاب ولباس وامثال ذالک اور یہ سب صورتیں قبل بیع ہیں اور اگر کھال کو بعوض روپیہ کے بیچ ڈالا تو اُسوقت بجز اس کے کہ کسی حاجتمند کو تملیکاً دیدے اور کسی محل میں صرف کرنا اُسکا جائز نہیں سوان داموں سے کتابیں یا فرش وغیرہ خریدنا درست نہوگا اور اگر ایسا کیا تو ان چیزوں کا تصدق واجب ہوگا اور اگر تصدق کے وقت کسی وجہ سے ان کی قیمت کم ہو جاوے تو اُس کمی کا اپنے پاس سے ضمان دینا ہوگا اور وہ ضمان بھی تصدق کیا جاویگا فی الدر المختار ویتصدق بجلدها او یعمل منه نحو غربال وجراب و قربة وسفرة ودلوا و یبدله بما ینتفع به باقیا کما مر لا بمستهلک کخل ولحم ونحوه کدراهم فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه اھ وفی رد المختار کما مر ای فی اضحیة الصغیر وقال فی اضحیة الصغیر وما بقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینه کثوب وخف فی رد المحتار ظاهره انه لا یجوز بیعه بدراهم ثم یشتری بها ما ذکره ویفیده ما ذکره عن البدائع وفی رد المحتار قبیل باب الرجوع فی الهبة والصدقة کالهبة وقال فی الدر المختار فی بدء کتاب الهبة هی تملیک العین مجانا الخ قلت فافاد اشتراط التملیک فی الصدقة فحیث ما وقع التصدق یجب فیه التملیک فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ

ف: عدم جواز دادن چرم قربانی در اجرت

سوال میری بستی مین فقیر مسجد کا ہمیشہ پانی بھرتا ہے اور اسکو بعوض اجرت زمین دیگئی ہی اور چمڑے قربانی کے بھی وہ اسی حق مین شمار کرتا ہے اور اکثر لوگ دیتے بھی ہین مگر مین نہین دیتا ہون بلکہ فروخت کرکے غربا و مساکین کو تقسیم کردیتا ہون تو ایسے فقیر کو چرم قربانی دینا جائز ہے یا نہین اور قربانی کامل طور سے ادا ہوگی یا نہین۔

الجواب - اجرت مین جلد قربانی کی دینا جائز نہین گو قربانی مین خلل نہین آتا لیکن بقدر قیمت جلد کے اس شخص پر مساکین کو تصدق کرنا واجب رہیگا۔ واللہ اعلم رمضان ۱۳۲۳ھ

ف: زکوٰۃ در دین لگان بر کاشتکار باشد

سوال - کسی شخص کا کچھ روپیہ لگان کا کاشتکار کے ذمہ قرض ہے تین سو روپیہ سے زائد ہے اس کی زکوٰۃ کسوقت دینی چاہیے اور اس روپیہ مین حولان حول کا ہونا شرط ہے یا نہین فقط

الجواب فی الدر المختار واعلم ان الدیون عند الامام ثلثة قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکوٰتہا اذا تم نصابا وحال الحول الخ- فی رد المحتار قولہ وحال الحول ای ولو قبل قبضہ فی القوی والمتوسط وبعدہ فی الضعیف فی الدر المختار الدین القوی کقرض وبدل مال تجارۃ وفی العالمگیریۃ رجل اجر ارضہ ثلث سنین کل سنۃ ثلثمائۃ درہم فحین مضی ثمانیۃ اشہر ملک مائتی درہم فینعقد علیہ الحول فاذا مضی حول بعد ذلک فعلیہ زکوٰۃ خمسمائۃ الخ ان روایات کی بنا پر صورت مسئولہ مین زکوٰۃ فرض ہے اور حولان حول بھی شرط ہے جو وقت مطالبہ کا حسب معاہدہ ہے اسوقت سے حولان حول کا اعتبار ہوگا پھر اسمین دو اختیار ہین خواہ ہر سال پر دیدے خواہ جتنا جتنا وصول ہوتا رہے اس کی زکوٰۃ مع سالہاے گذشتہ کے دیتا رہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۶ صفر ۱۳۲۴ھ

ف: زکوٰۃ دادن غیر مالک نصاب را

سوال - ایک شخص کے پاس کچھ زیور مگر نصاب سے کم ہے اس شخص کو اگر کوئی شخص زکوٰۃ دینا چاہے تو کس مقدار تک یہ شخص لے سکتا ہے۔

الجواب فی الدر المختار وکرہ اعطاء فقیر نصابا او اکثر اس روایت سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور فی السوال کو اسقدر لینا تو بلا کراہت جائز ہے جس کو لے کر وہ اب بھی صاحب نصاب نہ ہوجاوے اور زیادہ لینا مکروہ[1] ہے واللہ اعلم۔ ۸- ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

---

[1] لیکن اگر یہ شخص مقروض ہو یا عیال زیادہ رکھتا ہو کہ قرض ادا کرکے یا عیال کی حوائج مین صرف کرکے نصاب نہ رہیگا پھر مکروہ نہین کذا فی الدر المختار ۱۲ منہ

سوال ایک جماعت آدمی کا صدقہ فطر ایک شخص کو دینا یا ایک آدمی کا فطرہ شخص واحد کو یا برعکس یعنی شخص واحد کا فطرہ جماعت پر تقسیم کرے۔

الجواب فی الدر المختار وجاز دفع کل شخص فطرته الی مسکین او مساکین علی المذہب کما جاز دفع صدقة جماعة الی مسکین واحد بلا خلاف اھ ومثلہ فی رد المحتار اس سے معلوم ہوا کہ سوال کی دونوں صورتیں جائز ہیں فقط واللہ اعلم ۲۰ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال - رواج اس ملک کا یہ ہے کہ ثواب رسانی مردہ کے لیے وارثوں نے اپنی اپنی ہمت کے موافق طعام پختہ کھلاتے ہیں اور روپیہ پیسہ وغیرہ صدقہ کرتے ہیں اوس طعام پختہ اور روپیہ وغیرہ کے مستحق کون کون ہیں فقیر مسکین یتیم وطالب علم وغیرہ غریب غربا تو انگر سودخوار بے نمازی کو دعوت کرکے کھلانا کیسا ہے۔

الجواب - یہ صدقہ نافلہ ہے ہر ایک کے لیے جائز ہے لیکن زیادہ اولی مساکین کے لیے ہے اور اگر شہرت کے قصد سے ہو سبکو بچنا واجب ہے فقط۔

سوال - ایک مدرسہ میں دو مد قائم ہیں ایک مد زکوٰۃ اور صدقات اور فدیہ وغیرہ کی آمدنی جمع ہوتی ہے دوسرا مد عام اغراض جسمیں یک مشت امدادی رقم اور دوامی چندہ اور تقریبات شادی وغیرہ کی رقومات آتی ہیں مد زکوٰۃ صدقات و فدیہ وغیرہ میں سے یتامی اور مساکین کی خوراک اور پوشاک وغیرہ کی ضروریات پوری کیجاتی ہیں اور عام اغراض میں سے تنخواہ مدرسین و دیگر ملازمین اور کرایہ مکان مدرسہ اور فرش و صفائی و چھپائی اشتہارات وطبع کیفیت وڈاک وغیرہ میں خرچ ہوتا ہے مدرسہ کے ذمہ بابت خریداری زمین کچھ روپیہ قرض ہے جس کا قرض ہے اُسنے اپنا روپیہ طلب کیا اور مدرسہ میں عام اغراض میں اسقدر روپیہ نہیں جو اس کے قرض کو پورا کردے اور جو روپیہ مد زکوٰۃ میں موجود ہے وہ اسقدر ہے کہ قرضدار کا قرض دیکر کسیقدر روپیہ روپیہ بھی بچتا ہے صرف یہ دریافت طلب ہے کہ مد عام اغراض میں جسقدر روپیہ موجود ہے قبل وہ روپیہ دیا جاوے اور باقی جو کسر رہے اگر مد زکوٰۃ میں سے قرض لے کر دیا جاوے درست ہی یا نہیں اور تحویلدار نے بوجہ اسقدر معلوم ہونے کے کہ شاید مد زکوٰۃ میں سے لینا درست نہ ہو زکوٰۃ میں سے روپیہ دینے میں تامل کرنا چاہا بلکہ اراکین کے سامنے یہ بھی کہا کہ یہ درست نہ ہوگا مگر نہ مانا بلکہ یہ

ضمون صدقہ فطر جماعت یا جماعت کو ... مصارف صدقہ نافلہ ... عدم جواز قرض از مدزکوۃ برائے مدرسہ

کہاکہ درست ہے تم زکوٰۃ مین سے قرض دیدو اُن کے اصرار کرنے سے تحویلدار نے روپیہ مد زکوٰۃ سے دیدیا یہ گناہ تحویلدار کے ذمہ ہوا یا نہین اور یہ امر درست ہے یا نہین یعنی زکوٰۃ مین سے قرض لینا درست یا نادرست لہذا براہ عنایت جواب عنایت فرمایئے۔

الجواب فی رد المحتار عن الزیلعی ان علی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصه وله ان یستقرض من احدها لیصرفه للاخر الخ ج ۲ ص ۹۲ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام المسلمین یعنی سلطان اسلام کو اسطرح ایک مد سے دوسرے مد کے لیے قرض لینا اور اُسمین آمدنی ہونے کے وقت ادا کرنا جائز ہے اور غیر امام کے لیے جائز نہین پس صورت مسئولہ مین یہ تصرف جائز نہین ہوا اور تحویلدار اسکا ذمہ دار ہے اور دوسرون پر تحریک و اعانت کا اثر عائد ہوگا فقط

۱۷ - ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۵ ہجری۔

زکوٰۃ از خلاف جنس

سوال - کیا فرماتے ہین علمار دین اس مسئلہ مین کہ اگر کسی مال مین زکوٰۃ واجب ہو تو آیا اُسمین سے ادا کرنا اُسکا ضرور ہے یا خلاف جنس مین سے بھی ادا کردے تو ادا ہو جاتا ہے جیسے کسی کے ذمہ سونے چاندی کی زکوٰۃ مین ایک روپیہ واجب ہوا اور وہ اس روپیہ کا کپڑا خرید کر کسیکو دیدے تو زکوٰۃ ادا ہو جاویگی یا نہین۔

الجواب زکوٰۃ خلاف جنس سے بھی ادا ہو جاتی ہے وہ خلاف جنس قیمت مین واجب کی برابر ہونا چاہیے واجمعوا انه لو ادی من خلاف جنسه اعتبرت القیمة شامی جلد ثانی صفحہ ۳۰ پس صورت مسئولہ مین زکوٰۃ ادا ہو جاویگی کیونکہ رکن زکوٰۃ کا تملیک ہے وہ پایا گیا فی الدر المختار فلو اطعم یتیما ناویا الزکوٰۃ لا یجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم کما لو کساه ای فانه یجزئه لو کساه شامی جلد ۲ بشرط ان یعقل القبض صفحہ ۳ جلد ثانی وقال الشامی هذا سطر ففی الکسوة لاشك فی الجواز لوجود الرکن و هو التملیک فقط جمعہ اخیرہ رمضان سنہ ۱۳۱۳ھ

زکوٰۃ مکانات کرایہ

سوال چہ میفرمایند علمار دین اندرین مسئلہ کہ بر مکانات و دکانات کہ زائد از سکونت ہست و بر آن کرایہ گرفتہ می شود آیا زکوٰۃ واجب ست یا نہ بینوا توجروا

الجواب زکوٰۃ برینہا واجب نیست زیراکہ نامی شدن نصاب از شرائط زکوٰۃ است و مکانات عقارا نامی نیستند۔

ف البتہ اگر کوئی شخص یہی تجارت کیا کرے کہ مکان خرید لیا اور بیچ دیا تو مثل مال تجارت اُن مکانات کی قیمت مین بھی زکوٰۃ لازم ہے ۱۲ منہ

وغیرہ نامی نیستند دمنہا کون النصاب نامیا عالمگیری جلد اول صکا۱ کالفی ثیاب البدن
واثاث المنزل ودور السکنے ونحوھا درمختار قوله ونحوھا کحوانیت وخانات یستغلہا
طحطاوی مصری جلد اول ص۳۹۲ ذی قعدہ سنہ ۱۳ھ

سوال اگر سفر مین کوئی مالدار طالب علم یا کوئی شخص صاحب نصاب ہو خواہ بقدر نصاب
اُسکے ساتھ ہو یا نہو اُسکو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہین۔

الجواب ابن السبیل مالک نصاب خواہ طالبعلم ہو یا غیر طالبعلم جب اُسکے پاس خرچ نہ رہے
زکوٰۃ لینا بقدر حاجت جائز ہے اگر فقیر ہو تو حاجت سے زیادہ بھی جائز ہے وابن السبیل وھو
کل من له مال لامعه درمختار وفی الشامی عن الفتح ولایحل له ان یاخذ اکثر من حاجته اور بعض
فقہانے جو طالب علم کے لیے مطلقاً اخذ زکوٰۃ جائز رکھا ہے کمافی الدر المختار ان طالب العلم یجوز
له اخذ الزکوٰۃ ولو غنیا الخ وہ غیر معتمد ہے کمافی الطحطاوی وھذا الفرع مخالف لاطلاقھم
الحرمة فی الغنی ولم یعتمدہ اھ پس قول مرجوح پر افتا، باطل ہے کما بین فی رسم المفتی واللہ اعلم۔
۲۹- محرم سنہ ۱۳ ہجری

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین ان مسائل مین اول کسی شخص نے ایک انجمن تجارت متفقہ
مین کچھ زر داخل کر کے شرکت حاصل کی شریک کو انجمن کے کاروبار تجارت و خرید و فروخت
مال و انتظام و اہتمام مین کسی قسم کی مداخلت نہین مہتمم و سربراہ کار ششماہی خواہ سالتمام
پر حسب قاعدہ معینہ زر منافع شرکا کے پاس بھیجدیتا ہے ایسی صورت مین زر منافع پر جو شریک
کو وصول ہو زکوٰۃ واجب ہے یا زر اصل و منافع دونوں پر۔ دوم زر زکوٰۃ تعلیم اطفال مسلمانان
مین صرف کرنا درست ہے یا نہین عام اس سے کہ تعلیم علوم دینی ہو یا دنیوی مثلاً زکوٰۃ دینے
والے کو محض ہمدردی قومی اور حب اسلامی سے یہ مقصود ہے کہ مسلمان جو بوجہ عدم حصول
اُن علوم کے کہ فی زماننا آلہ کسب معاش سمجھے جاتے ہین افلاس مین بسر کرتے ہین اُن علوم
سے ماہر ہوجائین اور اونپر نوکری گورمنٹ اور معاش کا دروازہ کھلجائے اور اس ذریعہ سے
اونکی فلاکت و تنگدستی دور ہو پھر حاجات دنیوی سے فارغ البال ہو کر اگر توفیق ایزدی رفیق ہو
تو اون سے دینی امور کی امداد کی بھی امید ہے پس زر زکوٰۃ بے مایہ اطفال کے خور و نوش یا

کتابون کی خرید یا معلمون و مدرسون و ناشرون کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر یا ضروری سامان نشست و برخاست و اسباب استراحت اطفال داخل مدرسہ مین صرف کرنا جائز ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ سوال اول۔ صورت مسئولہ مین آخر سال مین جس قیمت کا سرمایہ اُسکے حصہ کا اور جسقدر اُسپر منافع ہو دونون مین زکوٰۃ واجب ہے فی الدر المختار نام ولو تقدیرا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ والمستفاد وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل ۱۲ وفی عرض تجارۃ قیمۃ نصاب ۱۲ واللہ اعلم جواب سوال دوم۔ ادار زکوٰۃ مین چونکہ تملیک شرط ہے لہذا مصارف مذکورہ مین صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہین ہوسکتی البتہ جواز کا یہ حیلہ[ع] ہے کہ اولاً کسی مستحق کی تملیک کردی جاوے پھر وہ اپنی طرف سے ان مصارف مین صرف کردے لیکن اُس مستحق کو صرف نہ کرنے کا بھی اختیار ہے یصرف الی کلھم او بعضھم تملیکا لا الی بناء مسجد وکفن میت وقضاء دینہ وثمن ما یعتق لعدم التملیک وھو الرکن وقدمنا ان الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ ان یفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم ۱۲ واللہ اعلم

سوال۔ اگر کوئی زیور برس دو برس آدمی کے پاس رہے اور وہ پاس سے جاتا رہے یعنی کھویا جاوے تو اُسکی زکوٰۃ دینا لازم ہے یا نہین۔

حکم زکوٰۃ در مال مفقود

الجواب۔ اگر خود کھودیا یعنی خرچ کردیا تب تو سالہاے گذشتہ کی زکوٰۃ واجب رہیگی بخلاف المستھلک بعد الحول لوجود التعدی اور اگر خود گم ہوگیا تو سالہاے گذشتہ کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی ولا فی ھالک بعد وجوبھا اور اگر بعد گم ہونے کے مل گیا تو دیکھنا چاہیے اگر اُسکے سال زکوٰۃ پورا ہونے کے بعد ملا اُن ایام گمگشتگی کی زکوٰۃ لازم نہ آے گی ولا فی مال مفقود وجدہ بعد سنین رہا آیندہ کے لیے زکوٰۃ کا آنا اُسکا یہ حکم ہے کہ اگر سوانے اسکے اُس شخص کے پاس پہلے سے اس قسم کا نصاب ہے تو اُس کے ساتھ اسکی زکوٰۃ بھی دیجاویگی اور اگر نصاب سے کم ہے تب پانے کے وقت سے سال کامل گذرنا شرط ہوگا والمستفاد وسط الحول یضم

ع لیکن یہ حیلہ اگر محض ضابطہ ہی پورا کرنے کو کیا ہے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر تملیک واقعی ہوئی ہے تو اسکو حیلہ کہنا مجاز ہے اور زکوٰۃ ادا ہوجاوے گی ۱۲ منہ

الی نصاب من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل قولہ الی نصاب قید بہ لانہ لوکان النصاب ناقصا وکمل بالمستفاد فان الحول ینعقد علیہ عند الکمال شامی اور اگر سال کے اندر مل گیا سو بھی دیکھنا چاہیے اس کے پاس سوائے اسکے اور مال بھی اس قسم کا ہے یا نہیں اگر نہیں تو وقت پانے سے جب ایک سال گذر جاوے تب زکوٰۃ لازم آوے گی اور اگر اور مال بھی ہے کہ دونوں ملکر نصاب زکوٰۃ یا زائد ہو جاوے تو اسکی زکوٰۃ بھی مال باقی کے ساتھ دیجاوے گی وشرط کمال النصاب فی طرفی الحول فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ھلک کلہ بطل الحول درمختار واللہ اعلم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ

سوال کیا فرماتے ہیں علماے دین کہ زکوٰۃ مفروضہ کا مسئلہ زیور مستورات پر جاری ہو سکتا ہے یا کیا مواضع و دیہات کے منافع سالانہ پر زکوٰۃ ہے یا کہ قیمت مواضع پر زکوٰۃ دینا چاہیے۔ جو ظروف مثل دیگھا و لگن وغیرہ کلاں ہوں اور سال بھر میں اونہیں کبھی کبھی استعمال ہوتا ہو اور ہمیشہ روزمرہ مستعمل نہوتے ہوں تو ایسے ظروف مستعملہ میں شامل ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب سوال اول۔ جو زیور پہننے کے لیے نہو بلکہ اجارہ یا تجارت یا اتفاق وقت حاجت کے لیے ہو یا ممنوع الاستعمال ہو اوسمیں تو باتفاق مجتہدین زکوٰۃ فرض ہے۔ زیور مستعمل مباح الاستعمال میں ائمہ مختلف ہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوسمیں بھی فرض ہے لعموم قولہ تعالیٰ والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم الآیۃ وقولہ علیہ السلام فی الرقۃ ربع العشر ولخصوص ما ورد فیہ وھو ما روی الترمذی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان امرأتین اتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی ایدیہما سواران من ذھب فقال لہما تؤدیان زکوتہ قالتا لا فقال لہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتحبان ان یسورکما اللہ بسوارین من نار قالتا لا قال فادیا زکوتہ۔ وما روی مالک وابو داؤد عن ام سلمۃ قالت کنت البس اوضاحا من ذھب فقلت یا رسول اللہ اکنز ھو فقال ما بلغ ان یؤدی زکوتہ فزکی فلیس بکنز واللہ اعلم

جواب سوال ثانی۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر نصاب نقود میں سے ہے اوسمیں زکوٰۃ مطلقا واجب ہے اور اگر دواب میں سے ہو اور سائمہ ہے تب بھی زکوٰۃ لازم ہے اور اگر غیر نقود و سوائم ہو تو نیت تجارت سے زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں بل لا بد مع الحول من شئ آخر وھو الثمنیۃ

کمافی الثمنین ای الذہب والفضۃ او السوم کمافی الانعام او نیۃ التجارۃ فی غیر ماذکرنا۔ شرح وقایہ۔ پس مواضع اگر واسطے تجارۃ کے ہین توبعد حولان حول اونکی قیمت و منافع پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔ اور اگر اجارہ کے لیے ہین یا اپنے مصارف کے لیے ہین پس خود اونمین تو زکوٰۃ واجب نہین وکالحوانیت والعقارات شامی اور ایسے ہی اگر منافع یا کرایہ جنس غلات سے ہو البتہ اگر زر کرایہ یا منافع نقود مین سے ہو اور اوسپر سال بھر گذر جاوے اوسمین زکوٰۃ واجب ہے لما مر من وجوب الزکوٰۃ فی النقدین مطلقا واللہ اعلم۔ جواب سوال ثالث۔ ظروف مستعلہ حاجت اصلیہ مین داخل ہین اونمین زکوٰۃ نہین ولابد ان یکون فاضلا من حاجتہ الاصلیۃ کالاطعمۃ والثیاب واثاث المنزل۔ شرح وقایہ واللہ اعلم

سوال۔ قربانی کی کھالون کا روپیہ آیا ہوا تنخواہ مدرسین مین دینا جائز ہے یا نہین اور طلبہ کو بطور انعام کے دینا جائز ہے یا نہین ہندو ہون یا مسلمان غنی ہون یا فقیر فقط

الجواب۔ فقہانے تصریح فرمائی ہے کہ جب تک کھال فروخت نہو ہر شخص کو اس کا دیدینا اور خود بھی اُس سے منتفع ہونا جائز ہے اور جب فروخت کردی تو اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اور تصدق کی ماہیت مین تملیک ماخوذ ہے اور چونکہ یہ صدقہ واجب ہے اس لیے اُسکے مصارف مثل مصارف زکوٰۃ کے ہین پس مدرسین کی تنخواہ مین اس کا صرف کرنا جائز نہین البتہ غریب مسلمان طالب علم جو زکوٰۃ کا مصرف ہوسکے اس کو بطور انعام یا امداد خوراک و پوشاک تملیکا دیدینا جائز ہے اور ہندو اور غنی اُس کے مصارف نہین۔ فقط

حکم چرم قربانی در مدارس

سوال[a] دین مہر بشرط نیت ادامانع وجوب زکوٰۃ واضعیہ ہے یا نہین۔

الجواب دین مہر کے مانع زکوٰۃ ہونے مین اختلاف ہے درمختار مین تو مانع کہا ہے موجل معجل ہر دو کو اور طحطاوی نے دو قول بیان کیے ہین معجل مانع ہے موجل مانع نہین اگر عزم ادا ہو مانع ہو ورنہ نہین لانہ لایعد دینا پس کل تین قول ہین اور طحطاوی نے قہستانی سے قول ثانی کی ترجیح تصحیح نقل کی ہے مگر میرے نزدیک قول ثالث قابل ترجیح ہے واللہ اعلم

حکم دین مہر از وجوب زکوٰۃ

[a] یہی مسئلہ اس کتاب الزکوٰۃ کے شروع مین یعنی اسکے پانچوین سوال و جواب مین آچکا ہے یہ جواب اوس جواب سابق کے لیے بمنزلہ تفصیل ہے ۱۲ منہ

سوال - منی آڈر کے ذریعہ سے کسی فقیر کو زکوٰۃ بھیجنے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہین وجہ شک یہ ہے کہ فقہا نے تو یہ تصریح کی ہے کہ کافر کو وکیل بنانا ادا زکوٰۃ مین جائز ہے مگر یہان اہل ڈاکخانہ صرف وکیل ہی نہین بلکہ یہ عقد داخل قرض ہوکر یہ صورت قرار پا لی کہ کافر دیون سے یون کہا کہ ہمارا یہ قرض زید کو دیدینا اور دل مین یون نیت کی کہ ہم زکوٰۃ مین دلاتے ہین لہذا مسئلہ دو وجہ سے مشکوک ہوا ایک تو یہ کہ حوالہ سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہین دوم کافر کے اسطرح دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہ آج کل مدارس مین اسکا بہت دستور ہے -

الجواب فی الدر المختار مسائل متفرقة من کتاب الهبة تملیك الدین ممن لیس علیه الدین باطل الا فی ثلث حوالة او وصیة واذا سلطه ای سلط المملك غیر المدیون علے قبضه ای الدین فیصح حینئذ ومنه مالو وهبت من ابنها ما علے ابیه فالمعتمد الصحة للتسلیط اس جزئیہ ومنہ مالو وہبت الخ سے معلوم ہوا کہ صورۃ تسلیط مین بالفعل تملیک ہوتی ہی ورنہ صحۃ کو تسلیط سے معلل نہ کیا جاتا کیونکہ قبض حسی کے وقت تو صحۃ ہبہ مین کوئی تردد ہی نہین پھر اوسمین ترجیح صحت کے کوئی معنے نہین اس سے ثابت ہوا کہ خود تسلیط تملیک ہے گو قبل قبض اس تسلیط سے عزل جائز ہو لعدم تمام العقد کما لو قال وہبت ولم یقبل الآخر قبلت یصح رجوعہ ومع ذلک ہو تملیک ویصح نیۃ الزکوٰۃ عندہ وان لم یوجد وقت قبول الموہوب لہ پس جب تسلیط تملیک ہے اور تملیک کے وقت نیت ادا زکوٰۃ کافی ہے اور منی آڈر بھیجنے مین یقیناً تسلیط ہے لہذا روانگی منی آڈر کے وقت نیت کافی ہے اب دونون وجہ شک کی جاتی رہین کیونکہ یہان حوالہ سے زکوٰۃ ادا نہین ہوئی اور نہ کافر کے دینے سے بلکہ مزکی کی تسلیط سے کما ذکر مفصلا - فقط -
واللہ اعلم - ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال - زید نے عمرو سے کہا کہ مین کچھ کتابین زکوٰۃ مین دینا چاہتا ہون اوس مین سے کسی کتابین مسماۃ ہندہ کو دینے کا ارادہ ہے تم کسی طرح اوس سے پوچھ لو کہ یا اوسکے پاس بھیجدی جاوین یا تم اوسکی جانب سے وکالۃً قبضہ کر لو ہندہ اوس شہر مین نہ تھی اتفاق سے بکر آیا تو عمرو نے یہ ذکر کرکے کہا کہ ہندہ سے پوچھکر مجکو اطلاع دینا غلطی سے بکر نے بجاے ہندہ کے زینب سے پوچھکر عمرو کو لکھ بھیجا کہ مین فروخت نہین کر سکتی تم قبضہ کرکے فروخت کر دو خط مین بکر نے

ہندہ زینب کسی کا نام نہین لکھا عمرو یہ سمجھا کہ مین ہندہ کا وکیل ہون اور کتابین لے کر بیچ ڈالین جب قیمت بکر کے پاس بھیجکر لکھا کہ یہ ہندہ کو دیدو تو بکر نے اطلاع دی کہ مین نے تو زینب سے پوچھا تھا اور تم نے زینب ہی کے بارہ مین مجھ سے کہا تھا غرض زید نے اپنے خیال مین کتابین ہندہ کو دین اور عمرو نے اپنے نزدیک بھی اوسی کی جانب سے قبضہ کیا بکر سے اتفاقاً غلطی ہوگئی تو اب زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہین اور قیمت کتب کس کو دینا چاہیئے اس مسئلہ مین بڑا تردد ہے۔

الجواب ۔ یہان جب واقع مین عمرو کسی کا وکیل نہین ہے اس لیئے یہ بیع کتب حق زید مین تصرف فضولی ہے پس اگر زید نافذ رکھیگا نافذ ہو جاویگی اور قیمت ملک زید ہوگی اور بجائے کتب اب زکوٰۃ روپیہ کے متعلق سمجھی جاوے گی پس اگر وہ روپیہ ہنوز قبض زینب مین نہین پہونچا تو زید کو اختیار ہے جسکو چاہے دیدے اور اگر قبض زینب مین پہونچگیا ہے اور بعینہ باقی ہے تو اب زید کی نیت کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر باقی نہین رہا تو زید عمرو سے رجوع کرے اور عمرو بکر سے اور بکر زینب سے کیونکہ یہ سب تصرفات حق غیر مین ہوئے اسلئے یہ تصرفات فسخ کیے جاوینگے اور ہر شخص اپنے عاقد سے رجوع کرے گا اور اگر زید نے بیع مذکور کو نافذ نہین کیا تو ان رجوعات مذکورہ کے بعد عمرو وہ کتابین مشتری سے واپس لیکر اوسکو روپیہ ثمن کا واپس کردے اور کتابین لاکر زید کو دے پھر زید یہ کتابین زکوٰۃ مین جسے چاہے دے فقط

حرمت زکوٰۃ بر سادات

سوال ۔ سید صاحب نصاب ہو اور اوسکے اعزہ مین غریب و محتاج ہون اور کوئی ذریعہ اونکی امداد کا بجز زکوٰۃ کے نہ ہو ایسی حالت مین سید صاحب نصاب کو اپنے اعزہ غریب کو زکوٰۃ مین سے دینا درست ہے یا نہین تاکہ اونکی حاجت روا ہو جاوے اسیطرح دیگر اقوام شیخ مغل پٹھان صاحب نصاب اگر کسی غریب سید کو زکوٰۃ مین سے دیدیں تو درست ہے یا نہین کیونکہ آجکل سیدون کی حالت بوجہ نہونے ذریعہ معاش کے بہت سقیم ہو رہی ہی اور بیت المال بھی نہین ہے کہ جس سے امداد کی جاوے مفصل بدلائل حدیث و فقہ ارقام فرمایا جاوے۔

الجواب بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہین خواہ دینے والا بھی بنی ہاشم سے ہو یا اور کوئی ہو لقولہ علیہ السلام لابی رافع مولی القوم من انفسہم وانا لاتحل لنا الصدقۃ اوردہ فی التیسیر عن ابی داؤد والترمذی والنسائی واللفظ لہما وفی الہدایۃ ولا تدفع الی بنی ہاشم الخ قلت ولا تغتر بما یذکر

من جوازہا لہم لسقوط عوضہا وہو الخمس لانہ قیاس فی مقابلۃ النص او لا ثم ہذا القیاس نفسہ لا یتم لانہ علیہ السلام علل حرمتہا بکونہا اوساخ الناس لا بتعویض الخمس ہہنا وانما ہی حکمۃ مستقلۃ فی مشروعیۃ حکم الخمس فلما لم یکن علۃ لم یلزم من ارتفاع الخمس ارتفاع حرمۃ الزکوٰۃ فتامل حق التامل اور خدمت سادات کی ہدایا وصدقات نافلہ سے ممکن ہے اور وہ اونکے لیے حلال ہے فی الہدیۃ بعد الروایۃ المذکورۃ بخلاف التطوع فقط

تحقیق صوم رجب

کتاب الصوم

سوال ابن ماجہ مین باب صیام اشہر الحرم مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو فرمایا کہ صم اشہر الحرم اور اوسی باب مین ہے ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم نہی عن صیام رجب ان دونون حدیثون مین صورت تطبیق کیا ہے۔

الجواب۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جاہلیت رجب کی تعظیم مین غلو کرتے تھے چنانچہ رسم عتیرہ اسپر شاہد ہے جسکو حدیث لا فرع ولا عتیرۃ سے منسوخ کیا گیا بالخصوص قبیلہ مضر سب سے زائد اس امر مین مبالغہ کرتے تھے حتی کہ اُنکی طرف رجب کی اضافت کی جاتی تھی جیسا کہ احادیث مین ترکیب رجب مضر اسپر دال ہے پس اسطور پر تخصیص کے ساتھ رجب کی تعظیم شعار جاہلیت کا تھا۔ چونکہ احتمال تھا کہ بعض لوگ جو رجب کی تعظیم کرتے تھے اور اب مشرف باسلام ہوگئے تھے شاید وہ لوگ یا اونکی دیکھا دیکھی اور لوگ اوسطرح کی تعظیم کے قصد سے اسمین روزہ نہ رکھنے لگین اسلیے شارع علیہ السلام نے اسکی نفی فرما دی جسطرح بعض احادیث مین صوم یوم السبت سے نہی آئی ہے حالانکہ اطلاق دلائل سے ونیز اجماع سے اوسکا جواز ثابت ہے وہان بھی یہی وجہ ہے کہ یہود کے دیکھا دیکھی تخصیص صوم کو ذریعہ تعظیم نہ بنالین اسیطرح صیام رجب کی نہی کو سمجھنا چاہیے پس اس حیثیت سے تو یہ منہی عنہ ٹھہرا دوسری حیثیت رجب مین صرف شہر حرام ہونے کی ہے جو اسمین اور بقیہ اشہر حرم مین مشترک ہے پہلی حیثیت سے قطع نظر کر کے صرف اس دوسری حیثیت سے اوسمین روزہ رکھنے کو مندوب فرمایا گیا پس دونون حدیثون مین تعارض نہ رہا لاختلاف المحلین کما ذکرنا فقط۔

سوال خبر تار دربارہ افطار شوال یعنی عید الفطر کرنے کے لئے موجب للعمل ہے یا نہیں بسند صحیح ارشاد فرمایئے۔

الجواب تار دلالت وضعیہ غیر لفظیہ میں مشابہ خط کی ہے اور اس فرق کے لحاظ سے کہ خط میں خود علامت ممیزہ موجود ہے اور تار میں مفقود ہے بہ نسبت خط کے توپ و طبل وغیرہ کی زیادہ مشابہ ہے اور خط امور ملزمہ میں باستثناء مواضع معدودہ ضرورت شدیدہ بشرط امن من التزویر مثل فرامین شاہی وغیرہا کے بدون اقرار کاتب یا قیام بینہ حجۃ نہیں اور امور غیر ملزمہ میں اگر قرائن صدق وصحت کی مجتمع ہوں جس سے نسبت الی الکاتب مظنون ہو جاوے حجۃ ہے ورنہ نہیں اور توپ وغیرہ کا حکم بھی ایسے امور میں یہی ہے کہ ظن صحت میں معتبر ہے ورنہ نہیں پس خبر ہلال افطار میں کہ ہمارے دیار میں بوجہ والی مسلم نہونے کے محض اخبار پر بلا اشتراط شہادۃ او سکا مدار نہونے میں مثل اخبار ہلال صوم کے امور غیر ملزمہ سے ہے اگر فقدان علامت تار دہندہ و توسط غیر مسلم کسی شخص کے اعتبار سے مانع غلبہ ظن ہوا وسکو مطلقاً عمل جائز نہیں اور جسکے اعتبار سے مانع نہو مثل نطق کے صحو میں اخبار کثیرہ متواترہ اور غیم میں اخبار معدلین پر عمل جائز ہے اور خبر واحد پر کسیطرح عمل جائز نہیں۔ والدلائل علی الدعاوی المذکورۃ ھذہ۔ فی الدر المختار بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم وفی رد المحتار قولہ لانہ لیس بملزم لان لہ ان لا یعطیھم الامان بخلاف کتاب القاضی فانہ یجب علی القاضی المکتوب الیہ ان ینظر فیہ ویعمل۔ ولابد للملزم من الحجۃ وھی البینۃ فتح ج ۴ ص ۵۴۶ مطبوعہ مصر وفی رد المحتار وذکر فی الکفایہ اخر الکتاب عن الشافی ان الصحیح مثل الاخرس فاذا کان مستبینا مرسوما وثبت ذلک باقرارہ او ببینۃ فھو کالخطاب ج ۴ ص ۵۴۲ وفی رد المحتار وقدمنا اول القضاء استظھار کون علۃ العمل بما لہ رسوم فی دواوین القضاۃ الماضیین ھی الضرورۃ وھھنا کذلک فانہ یتعذر اقامۃ البینۃ علی ما یکتبہ السلطان من البراءات لاصحاب الوظائف ونحوھم وبعض المطوعدینۃ وان ابن الشحنۃ وابن وھبان جزما بالعمل بدفتر الصراف ونحوہ لعلۃ امن التزویر کما جزم بہ البزازی والسرخسی وقاضیخان قال ان علۃ العلۃ فی الدفاتر السلطانیۃ اولی کما یعرفہ من شاھد احوال اھالیھا حین نقلھا ج

وفی رد المحتار قال البیری المراد من قوله لایعتمد ای لا یقضی القاضی بذلک عند المنازعة لان الخط مما یزور و یفتعل کما فی مختصر الظهیریة وبعد اسطر قال الشیخ ابو العباس یجوز الرجوع فی الحکم الی دواوین من کان قبله من الامناء ای لان سجل القاضی لایزور عادة حیث کان محفوظا عند الامناء بخلاف ما کان بید الخصوم وبعد اسطر وصرح ایضا فی الاسعاف وغیره بان العمل بما فی دواوین القضاة استحسان والظاهر ان وجه الاستحسان ضرورة احیاء الاوقاف ونحوها عند تقادم الزمان بخلاف السجل الجدید لامکان الوقوف علی حقیقة ما فیه باقرار الخصم او البینة فلذا لایعتمد علیه اھ ج ۴ ص ۳۵۴ وفی الهدایة کتاب الشهادة ثم التزکیة فی السر ان یبعث المستورة الی المعدل فیها النسب والحلی والمصلی ویرد المعدل وکل ذلک فی السر کیلا یظهر فیخدع او یقصد وفیها بعد اسطر واذا کان رسول القاضی الذی یسئل عن الشهود واحدا جاز الی قوله ولهما انه لیس فی معنی الشهادة الخ قوله المستورة اسم للرقعة التی یکتبها القاضی ویبعثها سرا بید امینه الی المزکی سمیت بذلک لانها تستر عن نظر العوام کفایة وفی رد المحتار یتسحر بقول عدل وکذا بضرب الطبول وبعد اسطر لا یجوز اذا لم یصدقه ولا بقول المستور مطلقا وبالاولی سماع الطبل او المدفع الحادث فی زماننا لاحتمال کونه لغیره ولان الغالب کون الضارب غیر عدل فلابد حینئذ من التحری فیجوز لان ظاهر مذهب اصحابنا جواز الافطار بالتحری وبعد سطر وقد یقال ان المدفع فی زماننا یفید غلبة الظن وان کان ضاربه فاسقا لان العادة ان الموقت یذهب الی دار الحکم اخر النهار فیعین له وقت ضربه ویعینه ایضا للوزیر وغیره واذا ضربه یکون ذلک بمعاینة الوزیر واعوانه للوقت المعین فیغلب علی الظن بهذه القرائن عدم الخطأ وعدم قصد الافساد ج ۲ ص ۹۹ و ۱۰۶ وفی رد المحتار وکون المدعی والکاتب ذمیین یقوی شبهة التزویر وبعد اسطر وقلما یشتبه الخط من کل وجه الخ ج ۴ ص ۵۴۹ وفی الدر المختار ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلین مع العلة للضرورة وبعد اسطر وقبل بلا علة جمع عظیم الخ واللہ اعلم ۲ شوال سنہ ۱۳۲۱ ہجری

سوال حقہ مفطر صوم ہے یا نہیں اگر ہے تو کس وجہ سے اور روزہ حقہ سے افطار کیا جا سکتا ہے

یا نہین روزہ مین کوئی نقص تو نہین آوے گا۔

الجواب فی الدر المختار او ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان الی قولہ فلیتنبہ لہ فی رد المختار وبہ علم حکم شرب الدخان ونظمہ الشرنبلالی فی شرحہ علی الوہبانیۃ بقولہ ؎ ویمنع من بیع الدخان وشربہ ۔ وشاربہ فی الصوم لاشک یفطر ۔ ویلزمہ التکفیر لو ظن نافعا ۔ کذا دافعا شہوات بطن فقرروا ۔ اس روایت مین تصریح ہے کہ حقہ پینا مفسد صوم ہے اور موجب کفارہ رہا خود اس سے افطار کرنا جو شخص بعذر پیتا ہے اس کے لیے مکروہ نہین اور جو محض شوقاً وشغلاً پیتا ہے اس کے لیے مکروہ ہے ۔ ۱۰۔ رمضان ۱۳۲۲ھ

ف انتظار خبر رویت در یوم شک

سوال ۲۹۔ شعبان کو باوجود نہونے ابر و باد کے چاند نہین دکھائی دیا اس صورت مین انتظار کرنا کہ اگر کل چاند کی خبر ہو گی تو نیت روزہ کی کرلین گے ورنہ نہین جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ بعض اقوال پر مطلع صاف ہونے پر بھی انتظار منقول ہے لیکن زیادہ مناسب حالت عوام کے دوسرے قول پر فتوی دینا ہے کہ اسمین انتظار نہ کرین فی الدر المختار ولا یصام یوم الشک ہو یوم الثلاثین من شعبان وان لم یکن علۃ ای علی القول بعدم اعتبار اختلاف المطالع لجواز تحقق الرؤیۃ فی بلدۃ اخری واما علی مقابلہ فلیس بشک ولا یصام اصلاً اھ فقط واللہ اعلم ۔ ۱۰۔ رمضان ۱۳۲۲ھ

ف منتہائی وقت سحر

سوال ۔ ماہ رمضان المبارک کی رات مین کسقدر حصہ رات کا باقی رہتا ہے کہ اسوقت تک سحری کھانا درست ہے۔

الجواب ہیئت کے قاعدہ سے طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک عہ سحری کھاسکتی ہین اور فقہاء نے احتیاط کی ہے کہ غروب سے طلوع تک کل وقت جتنا ہے اسکو سات پر تقسیم کرین چھٹہ حصہ مین سحر کھاسکتے ہین ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

ف رد استدلال بر رمضان بر خسوف شوال

سوال آپ نے شاید عید کے متعلق غور نہین فرمایا چاند گرہن دوشنبہ کی شب کو ہوا یعنی اتوار کی ۳۰ تاریخ تھی تو عید جمعرات کی ہوئی اور ٹھیک ہوئی جن لوگون نے بدھ کی عید کی انکی حساب سے چاند گرہن پندرھوین شب کو ہوا جو کسی طرح ممکن نہین۔

عہ بعض مواسم مین اس سے بھی زیادہ گنجایش ہے یہ احتیاطاً لکھدیا ۱۲ منہ

الجواب فی شرح الچغمینی ص ۹۰ واذا بعد عن الشمس مقدارا قریبا من اثنی عشر جزء واقل منه بقلیل او اکثر کذلک علی اختلاف اوضاع المساکن فان المسکن اذا کان مدار القمر فیه اقرب الی الانتصاب یکون رؤیة الهلال فیه اسرع بل الرؤیة تختلف فی مسکن واحد ایضا بسبب قرب القمر و بعده واختلاف عروضه وکونه فی اجزاء مختلفة من فلک البروج وغیر ذلک وایضاً فیه ص ۹۲ وانما لا یختلف حد القرب والبعد فی الخسوف باعتبار جهتی العقدة واختلاف البقاع کما یختلف فی الکسوف لان الخسوف امر عارض للقمر فی ذاته بخلاف الکسوف فانه امر یعرض للشمس بالنسبة الی الابصار اھ وفی الحاشیة للامام لا یختلف وجودا وعدما بحسب البقاع وان اختلف قدرا بسبب وقوع کله او بعضه فی دائرة مخروط ظل الارض عبارت اولیٰ مین تصریح ہے کہ رویت قمر باختلاف مساکن مختلف ہوتی ہے اور عبارت ثانیہ مین مصرح ہے کہ خسوف قمر اختلاف مساکن سے مختلف نہین ہوتا اور تاریخ کا مدار رویت پر ہے پس فرض کرنا چاہیئے کہ ایک جگہہ شام یکشنبہ کو رویت ہوئی اور غرہ دوشنبہ کا ہوا اور دوسری جگہہ شام دوشنبہ کو رویت ہوئی اور غرہ سہ شنبہ کا ہوا اور اس کا ممکن ہونا اوپر مذکور ہوچکا تو اگر چاند گرہن شب دوشنبہ کو ہوا تو لامحالہ وہ اسی وقت سب جگہہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہ شب غرہ دوشنبہ والون کے حساب سے پندرہوین ہوگی اور غرہ سہ شنبہ والون کے نزدیک چودھوین ہوگی۔ پس ثابت ہوگیا کہ ہیئت کے قاعدہ سے بھی چاند گرہن پندرہوین شب کو ہونا ممکن ہے۔ پس اس بنا پر خسوف کا واقع ہونا کسی تاریخ کی تعیین کی دلیل نہین ہوسکتی پس خسوف کی بناء پر تو شبہہ کی کوئی گنجایش نہین البتہ یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ جب رویت مختلف ہوسکتی ہے تو ایک جگہہ کی رویت دوسری جگہہ معتبر نہونا چاہیئے سو یہ مسئلہ خود مختلف فیہ ہے بعض ائمہ مجتہدین نے ہر جگہہ کی رویت اسی جگہہ کے لیے معتبر رکھی ہے جیسا قیاس کا مقتضا ہے البتہ ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا اعتبار نہین کیا سو اعتبار کی نفی سے وقوع کا انکار لازم نہین آتا۔ باقی یہ کہ کیون نہین اعتبار کیا سو وہ ادلہ شرعیہ سے شارع کی غرض یہی سمجھے وہ ادلہ یہ ہین صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته اور نحن امة امیة لا نکتب ولا نحسب ونحو ذلک سو یہ ایک

انتظامی امر ہے اس مین کسی حقیقت کا انکار نہین کیا گیا اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے نصف النہار ہر جگہ کا مختلف ہے مگر انتظامی سہولت کے واسطے ہندوستان بھر کی ریلوی گھڑیون کو ایک خاص نصف النہار کے مطابق رکھکر حساب وغیرہ مین اسی کا اعتبار و لحاظ کیا جاتا ہے واللہ اعلم

۲۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۲ھ

ف در وجوب قضا صوم از انزال بتقبیل ولمس

سوال - ایک شخص نے نیت روزہ رمضان کی کی اور علی الصباح اتفاقیہ طور پر زوجہ سے اختلاط کیا حالت اختلاط مین بحالت بے اختیاری انزال ہو گیا اسی وقت اس نے غسل کیا اور نماز صبح باجماعت ادا کی اور تمام دن روزہ سے رہا ایسی حالت مین اس شخص کو قضا اور کفارہ دونون دینا چاہیئے یا صرف قضا کرے یا قضا و کفارہ دونون معاف ہین کیا صبح صادق سے طلوع آفتاب تک وہی احکام ہونگے جو بعد طلوع آفتاب یا غروب کے ہین -

الجواب فی الهداية ولو انزل بقبلة او لمس فعليه القضاء دون الكفارة اس سے ثابت ہوا کہ اگر بوس و کنار سے انزال ہو جاوے تو اس روزہ کی قضا لازم آوے گی کفارہ نہو گا- لیکن اس روز بھی کھانا پینا دن بھر جائز نہ ہو گا اور یہ جواب اس صورت مین ہے کہ سوال مین اختلاط سے مراد بوس و کنار ہو اور اگر مراد صحبت و جماع ہے تو دوسرا جواب ہے کہ قضا و کفارہ دونون لازم ہین جیسا کہ ظاہر ہے اور طلوع صبح صادق کے بعد کے وقت کا وہی حکم ہے جو طلوع آفتاب کے بعد کا حکم ہے واللہ اعلم ۱۱- رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۴ھ

ف تحقیق در شیوع تعجیل خبر رویت از مقامات مختلفہ ...

سوال بعالیخدمت جناب مولنا حافظ محمد اشرف علیصاحب ادام اللہ تعالی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ - انجمن نے اس دفعہ ہندوستان کے مشہور بلاد و امصار مین جو اس ملک کے ہر طرف واقع ہین مثلاً کلکتہ - مدراس - بمبئی - پشاور - بنگلور - گوالیار - دہلی - میرٹھ - سہارنپور - ڈیرہ اسمعیل خان - سرینگر وغیرہ مین سرشتہ خطوط اور تار برقیان رویت ہلال کے بارے مین روانہ کین تاکہ سب جگہہ رمضان سے غرہ ایک روز کا قرار پاوے چنانچہ اس کی تعمیل مین بموقع رویت ہلال رمضان المبارک ۲۰ تار برقیان و ۷ خطوط در باب رویت ہلال بروز جمعہ موصول ہوئے صرف کلکتہ و پشاور مین بسبب محیط آسمان ہونے کے رویت نہو سکی تمام ہندوستان مین شنبہ کے غرہ کے تصدیق ہو گئی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر انجمن کی طرف سے ایسا انتظام

ہمیشہ کے لیے مقرر کر دیا جاوے تو یہ کچھ بہت بڑا مفید امر ہے یا نہیں اور صرف استفتاء ذیل کے جواب پر موقوف ہے اس دفعہ حیدر آباد سندھ کے علاقہ مورو مین اتوار کو روزہ ہوا چنانچہ مقام مذکور مین اطلاع دی گئی ہے کہ ایک روزہ کی قضا دینی چاہیئے اس لیے گذارش ہے کہ استفتاء ذیل کا جواب ۲۵ رمضان تک عنایت ہو جاوے تاکہ بصورت جواز بموقع عید اس کی تعمیل ہو سکے دیگر علماء کرام کی خدمت مین مضمون ہذا کے علیحدہ استفتاء ارسال کئے گئے ہین جوابات موصول ہونے پر مشتہر بھی کر دئے جاوین گے۔ پولیٹیکل سکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور

استفتاء یہ ہے

مسئلہ ذیل یعنی بحالات ذیل جناب کے نزدیک شریعت غراء محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مفتی بہ جواب کیا ہے اگر ایسا انتظام کیا جاوے کہ رویت ہلال کے لیے ہندوستان کے مختلف بڑے مقامات سے رویت کی خبر بذریعہ تار برقی منگوائی جاوے اور ایسی تار برقیان۔ شرقی غربی۔ شمالی۔ جنوبی۔ امصار ہندوستان سے بتعداد دس پندرہ بیس حاصل کیجائین اور ان کی کثرت اور تواتر اور مختلف اور متقابل اطراف سے جن مین صدہا کوس کا باہمی فاصلہ ہو دو چار گھنٹہ مین ایک جیسے کثیر خبرونکا موصول ہو جانا معمولی دنیوی عقل کے مطابق شائبہ کذب کو قطعاً محو کر دیتا ہے اور صداقت کا علم عام عقل کے مطابق تو ہو جاتا ہے لیکن شرعی قواعد کے موافق ایسی تار برقی کی خبرون پر عزہ قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں بہر دو شق اگر مطلع صاف ہو تو نہ ہو تو اور یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہ تارین اُن لوگون کی طرف سے پہونچین گی جن کے ساتھ پہلے خط و کتابت کے ذریعہ سے یہ بات قرار پا چکے گی کہ فلان تاریخ فلان وقت رویت کی بابت خبر بھیجین گے اور وہ ایسے مسلمان ہون جو قابل وثوق معتبر شاہد ہون۔

الجواب ایسی صورت مین یہ خبر متواتر شرعاً بھی معتبر ہے خواہ مطلع صاف ہو یا نہ ہو لیکن اگر دوسری جگہہ یہ خبر بذریعہ تار یا خط بھیجی جاوے جیسا خط مصحوب سے معلوم ہوتا ہے[عہ] سو وہان چونکہ یہ خبر تواتر کے ذریعہ سے نہین پہونچی اور جس طریق سے پہونچی ہے وہ شرعاً موجب اور حجت نہین ہے

عہ یعنی اس عبارت سے "مقام مذکور مین اطلاع دی گئی ہے کہ ایک روزہ کی قضا دینی چاہیئے" اور ظاہر ہے کہ یہ ایک تار ہوگا ۱۲ منہ

اس لیے وہاں والوں کے حق میں قابل عمل نہ ہوگی وہذا کلہ ظاہر۔ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ

جواب بالا کے ساتھ ذیل کے مضمون کا خط لکھا گیا تھا

مکرم بندہ۔ السلام علیکم جواب مسئلہ کا تو لکھ چکا اب اپنی رائے بطور مشورہ کے عرض کرتا ہوں اس کے قبول و عدم قبول کو اپنے ارکان کے قبول پر رکھیے وہ یہ ہے کہ اول تو جب ثابت ہوا کہ یہ خبر دوسری جگہ قابل عمل نہوگی تو اس صورت میں اطلاع کرنا ہی بیکار ہے لیکن اگر دوسرے علماء کا فتوے بھی اس کے قابل عمل ہونے پر ہو جاوے اور علماء انجمن کے نزدیک وہ فتوی راجح بھی ہو تب بھی بچند وجوہ یہ انتظام مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اول بے ضرورت انجمن پر اتنے مصارف کا بار ڈالنا اگر یہ رقم کسی مہم کام میں صرف کی جاوے تو کیسی خوبی ہے۔ دوم مجھ جیسے آدمیوں کی نیت بھی اس انتظام میں خالص ہونا مشکل ہے شہرت و رفعت کا شائبہ ضرور ہو جاتا ہے میں آپ کو نہیں کہتا سوم سب کا ماننا مشکل سو اس صورت میں مسلمانوں میں بیحد اختلاف اور تفرق واقع ہوگا چہارم انجمن میں جب یہ رسم ہو جاویگی پھر آیندہ آنیوالے ارکان ممکن بلکہ غالب ہی کہ تحقیق و ایصال خبر میں اتنی احتیاط نکریں اور بانی اس کے اسوقت کے لوگ ہونگے واللہ اعلم اس کو خاتمہ تحقیق نہ سمجھا جاوے ہمارے مولنا غلام احمد صاحب اور دیگر علماء و ارکان انجمن کے نزدیک جو امر طے ہو جاوے مبارک ہوگا خواہ اس کے موافق ہو یا اس کے خلاف۔

سوال ایک شخص کو بعض اوقات یہ بات پیش آتی ہے کہ جسوقت گھوڑے پر سوار ہو کر اسکو دوڑاتا ہے تو شرمگاہ حرکت کر کے منی کود کر خارج ہوتی ہے حسب اتفاق ایک روز ماہ رمضان میں روزہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر ایک جگہ جاتا تھا یہی واقعہ پیش آیا اس بارہ میں جو حکم شرع شریف ہو مطلع فرمائیے گا کیا کفارہ ہوگا یا قضا۔

الجواب۔ اسپر نہ قضا ہے نہ کفارہ بلکہ اسکا روزہ صحیح اور باقی ہے فی الدر المختار او احتلم او انزل بنظر او بفکر اھ قلت وھذا المسئول عنہ دونہ کما ھو ظاھر واللہ اعلم و ایضا فی الدر المختار او مس فرج بھیمۃ او قبلھا فانزل الی قولہ لم یفطر اھ قلت و ھذا المسئول عنہ دونہ ایضا ۱۸ رمضان ۱۳۲۵ھ

سوال وقت نماز مغرب کا اور افطار صوم کا بمجرد غروب آفتاب کے ہو جاتا ہے یا کچھ دیر بعد

جب پہاڑ بفاصلہ چھ سات کوس بجانب مغرب واقع ہو اور آفتاب پہاڑ کے پیچھے ہو جاوے تو وقت نماز مغرب وافطار صوم ہو جاتا ہے یا نہین۔

الجواب وقت افطار وصلوٰۃ مغرب کا بمجرد غروب شمس کے ہو جاتا ہے کچھ دیر کی ضرورت نہین اگرچہ جانب مغرب پہاڑ واقع ہو کیونکہ غروب کے یہ معنے نہین کہ دنیا مین کہین آفتاب نظر نہ آوے ایسا تو ممکن نہین کہین غروب ہوتا ہے کہین طلوع بلکہ غروب کے معنے یہ ہین کہ ہمارے افق سے غائب ہو جاوے اور مشرق مین تاریکی نمودار ہو ہان اگر کوئی شخص پہاڑ پر کھڑا آفتاب دیکھ رہا ہے اسکو افطار حلال نہین کیونکہ اسکے افق سے غائب نہین ہوا والمراد بالغروب غیبوبۃ جرم الشمس بحیث یظھر الظلمۃ فی جھۃ المشرق قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل اللیل من ھھنا فقد افطر الصائم ای اذا وجدت الظلمۃ حسًا فی جھۃ المشرق فقد ظھر وقت الفطر شامی کلکتی ج ۲ ص ۳۰ مجادی الاولی ۱۳۲۰ھ

سوال ای علماء دین ومفتیان شرع متین صائم رمضان کو سوراخ بینی وگوش یا آنکھ مین کوئی شئے مائع مثل تیل یا عرق یا پانی وغیرہ کے یا کوئی چیز خشک مثل سفوف وغیرہ کے دوا اگر ڈالنا اور سر مین یعنی سالو تقویت دماغ کے لیے تیل یا کوئی عرق یا پانی وغیرہ ڈالنا اور پانی کے اندر حدث کرنا اور غوطہ لگانا اور غرارہ کرنا اور سر پر یا اور کہین ضماد لگانا اور زخم عمیق مین سر پر ہو یا پیٹ مین یا اور کہین مرہم یا عرق یا تیل وغیرہ دوا اگر ڈالنا جائز ہے یا نہین اور بر تقدیر عدم جواز کے اگر کوئی صائم باوجود علم عدم جواز کے عمدًا یا خطأً یا بلا علم عدم جواز کے عمدًا یا خطأً ان امور مین سے کسی امر کا مرتکب ہوا تو اسپر کس صورت مین کفارہ کس صورت مین قضا اور کس صورت مین نہ کفارہ ہے نہ قضا۔

الجواب۔ سوراخ بینی وگوش مین دوائی تر ڈالنا مفسد صوم ہے اور کفارہ واجب نہین ومن احتقن او استعط او اقطر فی اذنہ افطر ولا کفارۃ علیہ (ھدایہ) اور خشک مین اگر وصول یقینی ہو تو مفسد ہے والا لا کما بحثہ الشامی اور آنکھ مین کوئی دوا ڈالنا اور سر مین لگانا مفسد نہین ولا باس بالکحل ودھن الشارب (ھدایہ) اور پانی پہونچانا مواضع مذکورہ مین علی الاصح مفسد نہین ولو اقطر فی اذنہ الماء او دخلھا لا یفسد صومہ ہدایہ اور پانی مین حدث کرنے اور

غوطہ لگانے سے کچھ نہین ہوتا البتہ اگر پانی اندر پہونچ گیا تو فاسد ہو جاویگا ولو بالغ فی الاستنجاء حتی بلغ موضع الحقنۃ فسد وھذا قلما یکون ولو کان فیوءث داءعظیما درمختار اور کفارہ لازم نہ آویگا کما فی مسئلۃ الاحتقان فی الہدایۃ علی ہذا القیاس غرغرہ کرنے مین اگر پانی حلق سے اوتر گیا تو فاسد ہوگا والالا اور سر وغیرہ پر ضماد کرنا جائز ہے قیاسًا علی العین ودہن الشارب اور اگر زخم سر وشکم اسقدر عمیق ہے کہ ام الدماغ یا جوف تک پہونچا ہو تو اُنمین دواے تر ڈالنے سے روزہ جاتا رہیگا ولو داوی جائفۃ او آمۃ فوصل الی جوفہ او دماغہ افطر ھدایہ اور باقی زخمون مین دوا ڈالنا مفسد نہین خشک مین تفصیل مذکور ہے اور صور مذکورہ مین سے جنمین روزہ فاسد نہین ہوا اُنمین نہ قضا ہے نہ کفارہ اور جنمین فاسد ہوگیا اُنمین قضا ہے کفارہ نہین اگر عمدًا ہو خواہ علم مسئلہ کا ہو یا نہو لان الجہل لا یعتبر فی ضروریات الدین اور اگر ناسیًا ہو تو روزہ باقی رہتا ہے کیونکہ جب اکل وشرب جو اکمل مفطرات اور موجب کفارہ ہین وقت نسیان مفسد نہین تو غیر اسکا بدرجہ اولے وقت نسیان مفسد نہوگا واللہ اعلم ۲۴ شوال ۱۳۱۷ھ

سوال ایک شخص کی جاڑے کے رمضان مین شب کو بہ نیت صوم حجرہ کے اندر اپنی زوجہ کے پاس آنکھ کھلی تو بخیال شب جماع کیا باہر آکر دیکھا تو صبح ہوگئی تھی پس اُن دونون نے اس خیال سے کہ روزہ صحیح نہین ہوا پانی پی لیا اس صورتمین اُن دونون پر کفارہ ہے یا صرف قضا اور اسی صورتمین اگر وہ دونون پانی نہ پیتے تو اُنپر کفارہ تہا یا صرف قضا یا روزہ صحیح ہوجاتا

الجواب - جب بظن شب جماع کیا اور بعد مین صبح طالع دیکھی یہ روزہ صحیح نہین ہوا لیکن تمام دن کھانا پینا نہ چاہیے اور کفارہ لازم نہ آئیگا واذا تسحر وھو یظن ان الفجر لم یطلع فاذا ھو قد طلع امسك بقیۃ یومہ ولا کفارۃ علیہ ہدایہ فی الدر المختار فی موجبات القضاء او جامع علی ظن عدم الفجر اگر دنمین پانی پی لیا تارک تعظیم رمضان کا ہوا کفارہ لازم نہین قضا ہر صورت مین لازم ہے خواہ پانی پیا یا نہ پیا واللہ اعلم ۱۲ شوال ۱۳۱۷ھ

سوال - اگر کوئی صائم رمضان دریا مین تیر رہا ہے اور دھوکے سے بلا اختیار باوجود یاد روزہ کے یہ شخص کئی بار پانی پی گیا تو اُسپر کفارہ ہے یا صرف قضا -

الجواب باوجود یاد ہونے روزہ کے بلا قصد جب پانی پی گیا تو یہ شخص مخطی ہے اُسپر قضا

ہے ولو کان مخطیا او مکرها فعلیه القضاء هدایه فی موجبات القضاء من الدر المختار وان افطر خطاء بان تمضمض فسبقه الماء واللہ اعلم۔

سوال۔ اگر کسی صائم رمضان کی ناک کی طرف سے حالت استنشاق مین باوجود یاد صوم کے خطاءً یا عمداً دماغ تک پانی پہونچ گیا یا دماغ تک نہ پہونچا مگر اتنی دور تک کہ اُسکو بہت تکلیف ہوئی تو اُسپر کس صورت مین کفارہ ہے کس صورت مین قضا اور کس صورت مین نہ کفارہ نہ قضا۔

الجواب۔ ناک کی راہ سے پانی پہونچانے سے بروایت متون روزہ نہین جاتا قیاسا علے ادخالہ الاذن واللہ اعلم ۱۳۱۰ھ

سوال۔ بہت سے لوگ شب رمضان مین شب کو بہ نیت صوم پان کھاکر لیٹ گئے اتفاق سے سب کو نیند آگئی سب کے سب بدون کلی غرارہ کیئے ہوئے پان مُنہ مین لیئے ہوئے سو گئے صبح کو جاگے تو کسیکی مُنہ مین کل پان اور کسی کے چنے سے زیادہ اور کسی کے موہنہ مین بقدر چنے کے اور کسی کے موہنہ مین بقدر ماش کے اور کسی کے موہنہ مین صرف ایک دو پتّی باقی ہے اور کسی کے موہنہ مین کچھ بھی نہین لیکن شب کو کلی غرارہ نہین کیا تھا تو اس صورت مین کس کس کا روزہ صحیح ہوگا اور کس کس پر قضا واجب ہے اور جسکا روزہ صحیح نہین ہوگا اُسنے اگر افطار کر ڈالا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور جسکا روزہ صحیح ہوگا اگر اُسنے لاعلمی سے افطار کر ڈالا تو اُسپر کفارہ ہے یا قضا۔

الجواب اگر سوتے وقت پان موہنہ مین لے کر سوئے اور صبح تک موہنہ مین رہا زدنہ جاتا رہے گا جس صورت مین پان موہنہ مین نہ پایا تو ظاہر ہے کہ نگل گیا اور یہی کہا جاوے گا کہ بعد صبح کے نگلا ہے لان الحادث یضاف الی اقرب الاوقات علی ما فی قواعد الفقہ اور اگر پان سالم بھی پایا تب بھی غالب[ع] ہے کہ اُسکا عرق ضرور حلق مین گیا ہوگا دلیل اُسکی یہ ہے کہ حکما واطبا اصل السوس وغیرہ موہنہ مین ڈالکر سونے کو تبلاتے ہین اگر عرق نہین پہونچتا تو اُس سے کیا نفع جب وصول ثابت ہو گیا تو حالت نوم مین افطار کرنے سے قضا لازم آتی ہے او شرب نائما در مختار فی موجبات القضاء اور اگر سونے سے پہلے پان تھوک دیا اور غرغرہ نہین کیا تو اگر موہنہ مین بقدر نخود یا زیادہ تھا اور سوتے مین نگل گیا موجب قضا ہے اور جو اُس سے قلیل ہو مفسد نہین

ع صرف اس جزو مین قدرے شبہ ہے دوسرے علماء سے تحقیق کر لیا جاوے ۱۲ منہ

ولو اکل لحما بین اسنانه فان کان قلیلا لم یفطر وان کان کثیرا یفطر والفاصل مقدار الحمص و
مادونها قلیل هدایہ اور افطار صحیح الصوم وفاسد الصوم کا گذر چکا فتذکر البتہ باوجود صحت
صوم کے افطار کر ڈالا تو کفارہ و قضا ہر دو لازم ہین لان ظنه لیس بمستند الی دلیل شرعی واللہ اعلم

(فسخ نیت صوم)

سوال کسی نے شب رمضان مین صوم رمضان کی نیت کی یا غیر رمضان مین شبکو یا دنکو صوم
نفل کی نیت کی اب وہ شب کو یا دن کو بعذر یا بلا عذر نیت فسخ کرسکتا ہے یا نہین اور اگر نیت
صوم کو شب کو یا دن کو بعذر یا بلا عذر فسخ کرکے افطار کرلیا تو اُسپر کفارہ ہے یا صرف قضا۔

الجواب فسخ نیت رات کو ممکن ہے کہ افطار کا عزم کرلے اور دن کو جب روزہ شروع ہوگیا
اب فسخ لغو ہے ولا یبطل بالمشیة (ای قوله انشاء الله) بل بالرجوع عنها بان یعزم لیلا
علی الفطر ونیة الصائم الفطر لغو در مختار پس صوم رمضان مین اگر شب کو نیتہ کرکے فسخ کردی
اور دن کو افطار کیا تو صرف قضا لازم آوے گی ومن اصبح غیر ناو للصوم فاکل لا کفارة علیه
ہدایہ اور اگر دن کو فسخ کرکے افطار کیا تو کفارہ لازم آویگا لما مر ان نیة الصائم الفطر لغو اور اگر
غیر رمضان مین شب کو نیت فسخ کردی تو نہ قضا ہے نہ کفارہ لما مر انها تبطل بالرجوع لیلا اور
دن کو فسخ کیا تو قضا لازم آوے گی لانها لغو کما مر اور صوم معین الوقت مین بلا عذر فسخ جائز نہین
اور غیر معین الوقت مین جائز ہے واللہ اعلم ۱۳ شعبان سنہ ۱۳۲۰ھ

(افطار غیر ناوی الصوم)

سوال۔ جس شخص نے شب رمضان کو نہ نیت صوم کی کی نہ عدم صوم کی تو دنکو اوسے
کھانا پینا جائز ہے یا نہین اور اگر کچھ نہ کھایا پیا تو اُسکا روزہ صحیح ہوگا یا نہین اور اگر افطار کرلیا
تو اُسپر قضا ہے یا کفارہ۔

الجواب۔ اگر صائم رمضان نے قبل زوال تک نیت نہ کی تو روزہ اُسکا صحیح نہین ہوا
اگرچہ دن کو بھوکا پیاسا رہا لیکن کھانا پینا بوجہ حرمت وقت کے جائز نہین اور اگر کھالیا
تو صرف قضا لازم آوے گی لما مر ان من اصبح غیر ناو الخ واللہ اعلم ۱۳ شعبان سنہ ۱۳۲۰ھ

(صوم یوم عرفہ للواقفین)

سوال صوم یوم عرفہ واقفین عرفہ کے واسطے جائز ہے یا نہ (فی الجواب عن الاسئلة السابقة) حدیث سے تو ثابت ہے کہ عرفہ مین
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار کیا کما فی الترمذی افطر النبی صلی اللہ علیه وسلم بعرفة وارسلت
ام الفضل الیه بلبن فشرب اسیطرح اکثر حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ واقفین

عرفہ کے لیئے روزہ رکھنا اچھا نہین لیتقوی بہ الرجل علے الدعا ء اور جو بعض اہل علم نے روزہ کو اونکے واسطے جائز رکھا کیا اسپر ہمارا عمل ہے اسکی تحقیق تحریر کرین گے۔

الجواب صوم یوم عرفہ حاجی کے لیئے اگر اندیشہ ضعف کا نہو بلا کراہت مستحب ہے اگر اندیشہ ضعف کا ہو مکروہ ہے۔ فی الدر المختار فی الصیام المستحبۃ وعرفۃ ولو لحاج لم یضعفہ اھ قولہ لم یضعفہ صفۃ لحاج ای ان کان لا یضعفہ عن الوقوف بعرفات ولا یخل بالدعوات محیط فلو اضعفہ کرہ رد المختار جلد ۲ صفحہ ۸۳۔ واللہ اعلم اقول وعلیہ یحمل افطار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتحریضہ علیہ مطلقا ۲۰ ذی الحجہ روز جمعہ سنہ ۱۳۲۰ھ

باب الاعتکاف

سوال ۔ جن مساجد کا اندر کا درجہ تو بھر اوپر بنا ہوا اور صحن دو کانون پر ہو یہ تو معلوم ہو کہ صحن مین نماز پڑہنے سے مسجد کا ثواب تو نہین ملیگا دریافت کرنا یہ ہے کہ جو شخص اندر کے درجہ مین اعتکاف کرے اُس کو جماعت سے نماز ادا کرنے کو صحن مسجد مین آنا کیونکہ جماعت اکثر اوقات آج کل باہر ہی ہوتی ہے ، مفسد اعتکاف ہوگا یا نہین اور صاحبین اور امام صاحب سے جو اختلاف مفسد اعتکاف مسجد سے نکلنے مین کہ ایک ساعت اور ایک وقت نماز کامل خارج مسجد سے رہے منقول ہے اسمین کونسا قول راجح تر ہے۔

الجواب اول تو اگر دو کانین مسجد کے لیے وقف ہون تو بعض روایات فقہیہ کی رو سے اس سطح کو مسجد کہنے کی گنجایش ہے ضرورت جماعت مین اُس روایت پر عمل جائز ہے اور دوسرے اگر قول راجح ہی لیا جاوے کہ اوسکا حکم مسجد کا نہین تاہم معتکف کو ضرورت کی وجہ سے خروج عن المسجد جائز ہے خواہ وہ ضرورت طبعی ہو یا دینی اور ادراک جماعت مثل ادراک جمعہ ضرورت دینیہ ہے اس لیے خروج جائز ہے تیسرے جب پہلے سے معلوم ہے کہ مجھکو یہان تک آنا پڑے گا تو گویا نیت استثنا کی ہوگئی اور استثنا کے وقت خروج جائز ہے ۔ چوتھے صاحبین کے قول کو بعض نے ترجیح دی ہے کما فی الدر المختار فقط ۲۰۔ رمضان سنہ ۱۳۲۵ھ

نوٹ: جن مساجد کے اندر ... [illegible]

کتاب الحج

پان در احرام

سوال احرام کی حالت مین معتاد شخص کو پان کھانا کیسا ہے پان سے لبون کی زینت ہوجاتی ہے اور پان مین ایک قسم کی خوشبو بھی ہے اور اگر پان مین الائچی اور خوشبو دار تنباکو بھی ہو وس کا کھانا کیسا ہے اور غیر معتاد کو پان کھانا بلحاظ زینت یا بغیر لحاظ زینت کیسا ہے۔

الجواب فی العالمگیریۃ الطیب کل شئ لہ رائحۃ مستلذۃ ویعدہ العقلاء طیبا کذا فی السراج الوھاج وفیھا ولو کان الطیب فی طعام طبخ وتغیر فلا شئ علی المحرم فی اکلہ سواء کان یوجد رائحتہ اولا کذا فی البدائع وان خلطہ بمایوکل بلا طبخ فان کان مغلوبا فلا شئ علیہ غیرانہ ان وجدت معہ الرائحۃ کرہ وان کان غالبا وجب الجزاء وفی الدرالمختار وثوب صبغ بماله طیب کورس وعصفر لا یعد زوالہ بحیث لا یفوح فی الاصح روایات بالا سے معلوم ہوا کہ پان چونکہ داخل طیب نہین گو موجب زینت ہے منافی احرام نہین اور الائچی مثل اوسکے طیب ضرور ہین مگر چونکہ پان وتماکو مین مغلوب ہین لہذا وہ بھی جنایت نہین گو خالی از کراہت بھی نہین اور جنایات مین عادۃ وعدم عادۃ مین تفاوت نہین حتی کہ تداوی جو ضرورت مین عادۃ سے بڑھکر ہے اگر طیب وغیرہ سے ہو جنایۃ ہے گو معصیت نہو فقط۔ واللہ اعلم۔ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

خوف ضرر بچہ عذر در تاخیر حج زن نیست

سوال ایک شخص مستطیع حج فرض کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اوسکی بی بی جو مستطیع ہے اوسکے ساتھ حج کرنا چاہتی ہے شوہر کہتا ہے چونکہ تمہاری رضاعت وحضانت مین میرا فرزند ششماہہ ہے ریل جہاز اونٹ کی سواری پر جانا ہی خوف ہے کہ لڑکے کو ضرر پہونچے تم اپنا ارادہ ملتوی رکھو انشاء اللہ تعالی ہم بڑے لڑکے کے ساتھ حج کروادینگے دریافت طلب یہ امر ہے کہ صورت مسئولہ مین ششماہی بچہ کے ضرر کا خوف تاخیر حج کے لیے عذر شرعی ہوسکتا ہے یا نہین اور شوہر اگر بی بی کو روکدے تو شرعا ماخوذ ہوگا یا نہین؟

الجواب جزئی تو تلاش کرنے سے نہین ملی مگر بمقتضائے قواعد شرعیہ جواب یہ ہے کہ چونکہ رضاع اور تربیت زوج پر واجب ہے نہ عورت پر رضاعت وحضانت حق لہا ہے حق علیہا نہین الا فی بعض الصور لہذا زوج کو اس عذر سے جائز نہین کہ زوجہ کو حج سے منع کرے اور بچہ پر اول تو

کوئی ضرر مظنون نہیں اور علی سبیل التسلیم مرد کسی عورت کو ارضاع کے لیے نوکر رکھے اور بچہ کو چھوڑ جائے اور تالم بمفارقۃ الولد عذر شرعی نہیں ہے اور اگر بچہ کو ساتھ لیجانے میں اس بچہ کا کوئی ضرر مظنون نہیں تو یہ امر یعنی ماں سے جدا کرکے اوسکا گھر چھوڑ جانا جائز نہیں لان فیہ اتلاف الحق للمرأۃ من الرضاعۃ والحضانۃ واللہ اعلم ۲۔ رجب سنہ ۱۳۲۱ھ ۔

سوال۔ ایک زمیندار کے پاس چار سو پانچ سو روپیہ کے منافع کی جائداد ہے مگر اہل وعیال کے خرچ ایسے ہیں کہ سال میں کچھ بھی بچت نہیں ہوتی تو آیا اس پر حج واجب ہے۔

الجواب فی رد المحتار صفحہ ۴۰ جلد ثانی وفی التتارخانیۃ عن الصغری لہ دار یسکنہا لکن تزید علی حاجتہ بان لا یسکن الکل یحل لہ اخذ الصدقۃ فی الصحیح وفیہا سئل محمد عمن لہ ارض یزرعہا او حانوت یستغلہا او دار غلتہا ثلثۃ آلاف ولا تکفی لنفقتہ ولنفقۃ عیالہ یحل لہ اخذ الزکوٰۃ وان کانت قیمتہا تبلغ الوفا وعلیہ الفتوی وعندہما یحل لہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس شخص پر حج واجب نہیں واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۴۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کچھ قرض دام کرکے دکان کی تھی اس سے بحمد اللہ مصارف ضروریہ پورے ہوجاتے تھے لیکن پس انداز کچھ نہ تھا اور یہ خیال تھا کہ اس قدر کچھ ہو جاوے کہ سفر حج کے لیے کافی ہو متنائے قلبی تھی کہ حق تعالی اس مراد کو پہونچا دیں لیکن نہ ہوا اب امسال پانچسو روپیہ ترکہ ماموں صاحب سے ملے ہیں اور یہی سرمایہ کل ہے جس سے تجارت کرتا ہے اور مصارف ضروریہ کو اس کی آمدنی غالبا کافی ہوجاوے گی اور اسوقت نقد روپیہ بالکل موجود نہیں ہے البتہ اتنا مال تجارت ہے کہ اسکو فروخت کرکے سفر ہو سکتا ہے اور خانہ داری کے لیے بھی کافی ہوگا مگر بعد واپسی کوئی سامان ظاہری نظر نہیں آیگا ایسی حالت میں مشورہ مناسب سے مطلع فرمایا جاوے۔

الجواب حالت کذائیہ میں سفر حج مناسب نہیں فی الدر المختار وحررفی النہر انہ یشترط بقاء راس المال لحرفتہ ان احتاجت لذلک والا لا فی رد المحتار کتاجر ودھقان ومزارع کما فی الخلاصۃ وراس المال یختلف باختلاف الناس بحر قلت والمراد ما یمکنہ الاکتساب بہ قدر کفایتہ وکفایۃ عیالہ لا اکثر لانہ لا نہایۃ لہ اھ ج ۲ ص ۲۳۲ فقط واللہ اعلم ۱ شوال سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ سفر زیارت روضہ منورہ کے باب میں پہلا قول کتب فقہ میں مستحب و افضل مستحبات

لکھا ہے اور اس کے ساتھ بلحاظ قول بعض فقہا علیہم الرحمۃ کے بل واجب لکھا ہے اور حضرت مولانا مرشدنا قطب عالم حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز بھی اپنے فتوی مین مستحب ہی تحریر فرماتے ہین لیکن جناب مولانا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی قائل وجوب کے ہے اسمین قوت کسکو ہے اور محققین حنفیہ رحمہم اللہ کا مسلک اس باب مین کیا ہے۔

الجواب فی رد المحتار عن اللباب والفتح وشرح المختار انہا قریبۃ من الوجوب لمن لہ سعۃ اھ اس سے قول بالوجوب کے معنے واضح ہو گئے یعنی ہی تو مندوب مگر اور مندوبات سے زیادہ مہتم بالشان جس کو قرب وجوب سے تعبیر کیا پس دونون قول منطابق ہو گئے واللہ اعلم ۱۳۲۵ھ

سوال- کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مدرسہ اشرفیہ راندیر کا ایک طالبعلم رویت ہلال کی گواہی دوسرے کی قبل عید الضحی کے نامنظور رکھتا ہے اور موافق ذہن اپنے کے اُسپر دلیل عبارۃ شامی کی جو کہ ذیل مین لکھی گئی ہے پیش کرتا ہے تو یہ موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں یفہم من کلامہم فی کتاب الحج ان اختلاف المطالع فیہ معتبر فلا یلزمہم شئی لو ظہر انہ رئی فی بلدۃ اخری قبلہم بیوم وہل یقال کذلک فی حق الاضحیۃ لغیر الحاج لم ارہ والظاہر نعم اھ مختصرا

الجواب- قیاس تو مقتضی ہے اسکو کہ اختلاف مطالع معتبر ہو مگر حنفیہ نے بنا بر قول علیہ السلام لانکتب ولا نحسب الحدیث اسکا اعتبار نہین کیا کہ خالی حرج و رعایت قواعد ہیئۃ سے نہ تھا پس مقتضے حدیث مسطور کا یہ ہے کہ اختلاف مطالع مطلقاً معتبر نہو نہ قبل وقوع عبادۃ نہ بعد وقوع عبادۃ بلکہ ہر مقام کی رویت ہر مقام کے لیے کافی ہو جائے چنانچہ قبل وقوع تو کہین بھی اعتبار نہین کیا گیا اور جو بعض مواقع مین جیسے بعض صور حج مین بظاہر اعتبار کیا بھی گیا۔ ورائے ناقص مین وہ اعتبار اختلاف مطالع کا نہین لاطلاق الحدیث بلکہ عمل اس حدیث پر ہے الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحی یوم تضحون الحدیث اوکما قال چنانچہ صاحب ہدایہ نے مسئلہ حج مین اسی کو دلیل ٹھہرایا حیث قال وفی الامر بالاعادۃ حرج اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے ہر چند کہ بناء عدم قبول شہادۃ کے اعتبار اختلاف مطالع پر ٹھہرائی ہے مگر اسکو کسی سے صراحۃً نقل نہین فرمایا بلکہ یفہم من کلامہم کہا جسکے معنی یہ ہین کہ اُنکے کلام سے یہ اعتبار مستخرج ہوتا ہے تو اصل حنفیہ کے نزد

ف اسکا درج ہونا کتاب الصوم مین انسب تھا ۱۲ منہ

(حاشیہ: اختلاف مطالع در حج وغیرہ)

کل اہلہ مین عدم اعتبار اختلاف مطالع ٹھہرا کما ہو ظاہر من اطلاقاتہم اور استنباط علامہ شامی کا مسئلہ حنفیہ مین اسی بنا پر ہے کہ اُنہون نے عدم قبول شہادۃ کو بعض مسائل حج مین مبنی بر اعتبار اختلاف مطالع ٹھہرایا حالانکہ عند التامل یہ امر غیر صحیح ہے بلکہ بنا اس عدم قبول کی وہی حرج ہے پس جب بنا ہی صحیح نہین تو مبنی کیونکر صحیح ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ کتب مذہب کے خلاف ہو پس صورۃ مسئولہ مین رد شہادۃ صحیح نہین واللہ اعلم - ۶ - ربیع ثانی روز پنجشنبہ سنہ ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر شوہر عورت کو نان نفقہ کچھ نہین دیتا اور نہ کسیطرح کی خبرگیری کرتا ہے وہ اپنے میکہ مین رہتی ہے اور وہی اُس کی خبرگیری کرتے ہین تو اگر اُس کے بھائی وغیرہ جو اُس کی خبرگیری کرتے ہین حج کو جاوین تو یہ عورت بلا اجازت شوہر حج کو جا سکتی ہے یا نہین اس عورت پر حج فرض نہین ہے بلکہ وہی لوگ اُس کا سفر خرچ بھی برداشت کرین گے اگر یہان اکیلی رہتی ہے تو کوئی اُسکا خبرگیران نہین رہتا اور شوہر سے خوف ہے -

الجواب اس عورت کے حق مین سفر حج ایسا ہے جیسا دوسرا سفر کہ اُس کے میکہ والون کو پیش آوے اور بضرورت اس عورت کو اُن کے ہمراہ رہنا پڑے اور یہ جائز ہے پس وہ بھی جائز ہے واللہ اعلم ۱۷ - رجب سنہ ۱۳۲۵ھ

جلد اول تمام ہوئی

دوسری جلد عنقریب اِس کے ہمراہ شروع ہوتی ہے

سنہ ۱۳۲۹ھ

فہرست مضامین جلد دوم امداد الفتاویٰ معروف بفتاویٰ اشرفیہ

مضمون	صفحہ

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ مسماۃ اللہ بندی ایک لڑکی بعمر نو سال ہے والدین مسماۃ مذکور کے فوت ہوگئے ہین باپ کو مرے ہوئے تین برس اور والدہ کو مرے ہوئے آٹھ مہینے ہوئے مسماۃ مذکورہ کے دو پھوپھی کے بیٹے غلام محمد و الٰہی بخش صحیح و سالم اور نانا کے تایازاد بھائی کے چار بیٹے رحیم بخش - کلو - قدرا رودھا اور تین بیٹیان عید و سوندھی - شبو اور مان کی ایک خالہ زاد بہن اللہ دی اور ایک خالہ زاد بھائی نانو موجود ہین اسوقت مسماۃ اللہ بندی زیر حفاظت و پرورش رشتہ داران مادری یعنی نانا کے تایازاد بھائی کے اولاد کے ہے [1] اب مسماۃ مذکورہ کا حق ولایت نکاح کس فریق کو حاصل ہی [2] اور اگر ولایۃً نکاح کیا جاوے تو حق رخصت کرانے کا شوہر کو فوراً حاصل ہوجائے گا یا منکوحہ کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاویگا [3] اور اگر منجانب شوہر مہر ادا کیا جاوے تو وہ مہر کسے دیا جاوے گا اور لڑکی کس کی حفاظت مین رہے گی [4] اور حد بلوغ عورت کیا ہے [5] اور باپ یا مان نابالغہ کے واسطے نکاح اپنی دختر کے کسی کو وصیۃً ولی کرسکتے ہین یا نہین اور وہ وصیت کہانتک نافذ ہوگی [6] اور میعاد حضانت کیا اور کس کو حق حضانت حاصل ہے بینوا توجروا -

ف حق ولایت نکاح
ف حق رخصت
ف قبض مہر
ف حد بلوغ زن
ف وصیت نکاح
ف حق و مدت حضانت

الجواب - صورت مذکورہ مین حق ولایت نکاح دونون رشتہ دارون پھوپھی کی اولاد غلام محمد و الٰہی بخش کو ہے ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادھم شمنی در مختار **قولہ** وبہذا الترتیب اولادھم فیقدم اولاد العمات ثم اولاد الاخوال ثم اولاد الخالات ثم اولاد بنات الاعمام طحطاوی جلد اول صہ ۳۹ اور حق حضانت اُس لڑکی کی مان کی خالہ زاد بہن اللہ دی

کو ہو کیونکہ یہ ماں کی طرف کی رشتہ دار قریب ہے والاصل فی ذلک ان ھذہ الولایۃ تستفاد من قبل الامہات فکانت جہۃ الام مقدمۃ علی جہۃ الاب کذا فی الاختیار شرح المختار عالمگیری جلد ثانی ص۵۴۰ اور مسمی نانو اور نانا کے تایازاد بھائی کی اولاد رحیم بخش کلو قدرا روڈھا عید و سوندھی شبو کو نہ حق ولایت نکاح ہے نہ حق حضانت ہے اور اس صورت مین میعاد حضانۃ دختر کی اُس کے قابل[ع] شہوت ہونے تک ہے ومن سوی الام والجدۃ احق بالجاریۃ حتی تبلغ حدا تشتھی ھدایہ جلد اول ص۴۱۵ پھر جو اُس کا ولی نکاح ہو اُس کی حفاظت مین رہے واذا کانت البالغۃ بکرا فللاولیاء حق الضم وان کان لا یخاف علیھا الفساد اذا کانت حدیثۃ السن عالمگیری جلد ثانی ص۵۴۸ اور اگر اُس کا نکاح کیا جاوے تو وہ لڑکی اگر بسبب قوۃ وجسامت کے قابل شوہر کے پاس رہنے کے ہو شوہر کو فوراً رخصت کرا لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اس قابل نہین تو انتظار بلوغ کا کیا جاوے گا المرأۃ ان کانت صغیرۃ مثلھا لا توطأ ولا تصلح للجماع فلا نفقۃ لھا عندنا حتی تصیر الی الحالۃ التی تطیق الجماع سواء کانت فی بیت الزوج او فی بیت الاب ھکذا فی المحیط عالمگیری جلد ثانی ص۵۶۰ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب صغرِ سن باوجود شوہر کے گھر مین آجانیکے اُسپر نفقہ واجب نہین ہوتا تو شوہر کو اُس کے حبس کا اختیار بھی نہ ہوگا اور اگر منجانب شوہر مہر ادا کیا جاوے تو اگر لڑکی اُسوقت بالغہ ہو تو خود قبضہ کرے اور جو نابالغ ہو تو جو ولی نکاح کا ہے وہی اُس کا قبضہ کرے امرأۃ زوجت بنتھا وھی صغیرۃ وقبضت صداقھا ثم ادرکت فان کانت الام وصیتھا فلھا ان تطالب امھا الصداق دون زوجھا وان لم تکن الام وصیتھا لھا ان تطالب زوجھا والزوج یرجع الی الام وکذا فی غیر الاب والجد من الاولیاء ۱۲ والوصی یملک ذلک علی الصغیرۃ وفی البنت البالغۃ حق القبض لھا دون غیرھا عالمگیری جلد ثانی ص۳۳۱ پھر جب وہ بالغ ہو جاوے ولی اُس کا مہر اوسکے حوالے کرے اور بلوغ دختر کی کوئی مدت معین نہین مگر نو برس سے پہلے بالغ نہین ہو سکتی اور پندرہ برس سے پیچھے نابالغ نہین رہ سکتی اور علامت اُسکے بلوغ کی حیض وغیرہ ہے اگر کچھ علامت ظاہر نہو تو بعد سترہ برس کے کہ وہ اپنے کاروبار میں ہشیار ہو جاوے حکم بلوغ کا دیا جاویگا اور اُسکا مہر حوالے کیا جاویگا وان حاضت الجاریۃ او احتلم الغلام او تاخر فاستکمل الغلام تسع عشر سنۃ والجاریۃ سبع عشر سنۃ واونس منھما الرشد واختبروا بالحفظ لاموالھما والصلاح فی دینھما دفعت الیھما اموالھما۔ عالمگیری

ع یعنی ایسی عمر تک کہ اسکو دیکھکر مرد کو اُسکی طرف میلانِ قلب ہونے لگے ۱۲ منہ

جلد ثانی صلا او رعباپ یا ماں نابالغہ کے واسطے نکاح اپنی دختر کے کسیکو وصی نہیں کرسکتے والوصی لا ولایۃ لہ فی نکاح الصغیر والصغیرۃ سواء اوصی الیہ الاب او لم یوص الا اذا کان الوصی ولیھما فح یملک الانکاح بحکم الولایۃ لا بحکم الوصایۃ کذا فی المحیط عالمگیری جلد ثانی صہ ۲۹۲ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۸ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

نکاح زن مفقود

سوال - چہ میفرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین درین باب کہ مسمی زید حنفی المذہب زوجۂ خود راکہ او نیز مذہب حنفی میدارد بوطن خود گذاشتہ بسفر رفت عرصہ بست سال گذشت کہ مفقود الخبر است حالا زوجۂ زید مذکور معذور وازنان وپارچہ وغیرہ تنگ وعاجز آمدہ نکاح از دیگرے میخواہد پس این امر شرعاً جائز ونافذے تواند شد یا چہ - اگر جائز است بچہ طور از کتب فقہ بیان فرمایند وبعد[لہ] آمدن شوہر او چہ صورت خواہد شد وہم بصورت تامل وتجاہل خوف ست کہ مرتکب فعل شنیع بر سبیل اعلان خواہد بود بینوا توجروا -

الجواب - درین مسئلہ مذہب امام اعظمؒ آنست کہ تا عمر نود سال انتظار زوج کردہ شود پیش ازین نکاح بمردے جائز نیست ومذہب امام مالکؒ وامام شافعیؒ آنست کہ بعد چہار سال از گم شدنش عدۃ وفات یعنی چہار ماہ وده روز تمام کردہ اگر بمردے دیگر نکاح کند جائز ست لیکن اگر ضرورت شدید وخوف فتنہ باشد عمل بمذہب امام مالک وشافعی رحمہما اللہ جائز ست باینطور کہ از کدامی عالم شافعی المذہب یا مالکی المذہب فتوی گرفتہ نکاح کند باز زوج اول را ہیچ دعوی نرسد خلافا لمالک فان عندہ تعتد زوجۃ المفقود عدۃ الوفاۃ بعد مضی اربع سنین وھو مذھب الشافعی القدیم (وقال بعد سطور) وقد قال فی البزازیۃ الفتوی فی زماننا علی قول مالک وقال الزاھدی کان بعض اصحابنا یفتون بہ للضرورۃ واعترضہ فی النھر وغیرہ بانہ لا داعی الی الافتاء بمذھب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذھبہ وعلی ذلک مشی ابن وھبان فی منظومتہ ھناک شامی جلد ثالث ص۳۳ واللہ اعلم ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ

استفتاء متعلق طلاق زن منکوحہ بدون اجازت زوج

سوال - کیا بلا حصول طلاق منجانب خاوند بی بی یا اوسکا ولی ایسی صورت یا کسی حالت میں کہ بی بی خود یا ولی اُسکا عدم موجودگی وبلا اجازت شوہر وعدم رضامندی اُن اشخاص کے کہ جنکی حفاظت میں ہے

لہ وقت تحریر جواب ذہن ازین جزو سوال ذہول شدہ وجوابش آنست کہ این نکاح ثانی باطل گفتہ خواہد شد وزن بسوئے زوج اول واپس خواہد گشت ۱۲ منہ **لہ** مگر شرط آنست کہ قضاء قاضی مسلم نیز باین فتوی منضم شود فتوی محض کافی نیست ۱۲ منہ

بجبر چلی جاوے یا اپنے مکان پر لیجاوے مستحق پانے دین مہر و واپسی اسباب جہیز کے شوہر سے ہوسکتے ہیں۔

الجواب۔ مہر مثل دیگر دیون کے شوہر پر دین لازم ہے اور دین نشوز سے ساقط نہین ہوتا تو اگر عورت بلا اجازت شوہر اپنے والدین کے گھر چلی گئی بوجہ نافرمانی کے گنہگار ہوئی لیکن مہر کا استحقاق باطل نہین ہوا اور اسباب جہیز کا واپس کرنا یہ بات عرف کے متعلق ہے اگر عرفاً جہیز کو دختر کے ملک کرتے ہون تو وہ اسباب اُسکا مملوک ہی اپنی چیز کی واپسی کا اختیار ہے اور اگر عرفاً شوہر کی ملک کرتے ہون تو واپس کرنا عورت کو تو جائز نہین اور ولی کا واپس کرنا رجوع فی الہبہ ہی جو اُسکا حکم ہی وہی اس کا جو شرائط و موانع اُسکے ہین وہی اسکے اور واپس کرنا مکروہ ہوگا جو عرفاً دونو نکا مملوک کرتے ہون تو شئی مشترک ہی بغیر تقسیم[1] واپسی درست نہین فقط ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ

سوال شوہر لی بی کو ولی بی بی سے مصلحتہً بوجہ شر یا فساد کے اپنے مکان پر نہ آنے دینے اور بکثرت نہ ملنے دینے کا اختیار رکھتا ہے یا نہین فقط۔

الجواب۔ والدین کے ملنے سے تو نہ روکین ہر ہفتہ مین ایکبار ملنے دین اور دیگر محارم سے اگر ایکسال مین ایکبار سے زیادہ نہ ملنے دین جائز ہے اور جو آنے مین کچھ شر یا فتنہ و فساد ہوتا ہو روکنا جائز ہے مرد کو اسکا اختیار ہے لیکن دور سے دیکھنے اور بولنے کو منع نکرین وله ان یمنع والدیها و ولدها من غیره واهلها من الدخول علیها لان المنزل ملکه فله حق المنع من دخول ملکه ولا یمنعهم من النظر الیها وکلامها فی ای وقت اختار والما فیه من قطیعة الرحم ولیس له فی ذلك ضرر وقیل لا یمنع من الدخول والکلام وانما یمنعهم من القرار لان الفتنة فی اللباث وتطویل الکلام وقیل لا یمنعها من الخروج الی الوالدین ویمنعهما من الدخول علیها فی کل جمعة وفی غیرهما من المحارم التقدیر بسنة وهو الصحیح ہدایہ صفحہ ۴۲۱ واللہ اعلم ۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۱ ہجری۔

سوال۔ زید اپنی زوجہ کو اُسکی مان کے گھر جانے سے روکتا ہے اور نہین جانے دیتا اس سبب سے کہ بظن غالب جانتا ہی کہ وہان بے پردگی ہوگی اور پردہ شرعی غیر محارم سے نہین ہوتا اور اُسکی والدہ درپے تفریق زوجہ کے ہی اور اجازت دیتا ہی کہ اُسکی مان میرے گھر مین آکر اپنی لڑکی کو دیکھ جایا کرے پس اس صورت مین زید کو اپنی زوجہ کو اُسکی مان کے گھر جانے سے روکنا شرعاً جائز ہے یا نہین اور اُس کی مان

---

[1] البتہ تقسیم یا تنایؤ یعنے باری باری سے منتفع ہونے کا مطالبہ جائز ہے ۱۲ منہ۔

وغیرہ کو جبر طلب کرنے پر جائز ہے یا نہیں فقط۔

الجواب۔ اگر مان باپ لڑکی کے پاس آسکتے ہون تو زوج کو برمذہب مختار مطلقاً اختیار ہے کہ اُسکو اُنکے گھر نہ جانے دے بلکہ وہ خود آکر لیجایا کرین اور خصوصاً اگر خود فتنہ[1] و احتمال پردہ دری کا ہو تو اُسوقت تو اذن دینا جائز نہین اگر دیگا عاصی ہوگا ولا یمنعها من الخروج ای الوالدین فی کل جمعة ان لم یقدرا علی اتیانها علی ما اختارہ فی الاختیار فی هامشه هکذا نعم ماذکرہ الشارح اختارہ فی فتح القدیر حیث قال وعن ابی یوسفؒ فی النوادر تقیید خروجها بان لا یقدرا علی اتیانها فان قدرا لا تذهب وهو حسن وقد اختار بعض المشایخ منعها من الخروج الیهما واشار الی نقله فی شرح المختار والحق الاخذ بقول ابی یوسف اذا کان الابوان بالصفة التی ذکرت والا ینبغی ان یاذن لها فی زیارتهما فی الحین بعد الحین علی القدر المتعارف اما فی کل جمعة فهو بعید فان فی کثرة الخروج فتح باب الفتنة خصوصاً اذا کانت شابة والزوج من ذوی الهیأت بخلاف خروج الابوین فانه ایسر انتهی ۱۲ شامیؒ جلد ۲ صـ ۶۶۴۔ وایضاً فی الدرمختار فی باب النفقة ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة وان اذن کانا عاصیین انتهی اقول انما الکاتب علة العصیان انما هی خوف الفساد فمتی خیف الفساد عصی بالاذن پس صورت مسؤلہ مین روکنا زید کا اپنی زوجہ کو جائز ہے اور اُسکی مان وغیرہ طلب پر جبر نہین کرسکتی واللہ اعلم۔

سوال۔ بکر نے اپنی لڑکی کا نکاح جسکی عمر تیرہ برس کی ہوچکی تھی جبراً عمرو کے ساتھ کردیا باوجودیکہ لڑکی نے قبل نکاح صاف کہدیا کہ مین ہرگز ہرگز عمرو سے راضی نہین ہون مگر بکر نے بلا مرضی واطلاع بطور خود نکاح عمرو کے ساتھ کردیا اب بعد نکاح بھی لڑکی کا وہی کلام ہے جو قبل نکاح تھا اب یہ نکاح جو بکر نے اپنی لڑکی کا عمرو کے ساتھ کردیا جائز ہوا یا نہین اور مدت ولایت کی شرع شریف مین کہان تک لیجاتی ہے جواب صاف ارقام ہو۔

الجواب۔ اگر وہ لڑکی بالغ ہے اور جسوقت اُسکے باپ نے اُس سے اذن طلب کیا یا نکاح ہوجانیکی خبر پہونچی اُسنے انکار کردیا تو یہ نکاح جائز نہین ہوا کیونکہ ولایت اجبار ولی بلوغ تک ہی اور اگر نابالغ ہی یا باوجود بالغ ہونیکے وقت طلب اذن[2] یا بلوغ خبر ساکت ہوگئی تو نکاح[3] ہوگیا اور قبل نکاح یا بعد نکاح کے انکار کا اعتبار نہین۔

---

[1] اُسوقت میرے پاس شامی مجتبائی تھی مصری نہ تھی یہ اُس کے صفحے ہین ۱۲ منہ [2] یعنی جبکہ نکاح کرنے والا یا اذن لینے والا ولی ہو ۱۲ منہ [3] یعنی جبکہ استیذان ولی کے وقت سکوت کیا ہو ۱۲ منہ۔

البتہ اگر باپ کے ہوتے کسی اور نے اذن چاہا تو محض سکوت دلیل رضا نہین جب تک زبان سے اذن ندے اس صورت مین بھی نکاح نہوگا ولا یجوز للولی اجبار البکر البالغة علی النکاح فاذا استاذنها الولی فسکتت او ضحکت فهو اذن وان فعل هذا غیر الولی لم یکن رضا حتی تتکلم به ولو زوجها فبلغها الخبر فسکتت فهو علی ماذکرنا هدایہ اور بلوغ لڑکی کا احتلام اور حیض اور حاملہ ہونیسے ثابت ہوتا ہی اور اگر ان علامات مین سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو پندرہ برس کی عمر ہونے پر بلوغ کا فتوی دیا جاویگا البتہ اگر وہ لڑکی خود کہے کہ مین بالغ ہون اور ظاہر حال اُسکا مکذب نہو اُسکی تصدیق کیجاوے گی والجاریة بالاحتلام والحیض والحبل وان لم یوجد فیهما شیٔ فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة به یفتی فان راهقا فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبهما الظاهر درمختار واللہ اعلم ۲۴ ذی قعدہ پنجشنبہ ۱۳۰۳ھ۔

سوال۔ گونگے کا نکاح کس طریق سے کیا جاوے۔

الجواب۔ اگر وہ لکھنا جانتا ہو تو لکھکر ورنہ اشارہ سے جب منظور کرلے اور قبول کیلئے سر سے یا ہاتھ سے اشارہ کرے نکاح صحیح ہے۔ واذا کان الاخرس یکتب کتابا او یومی ایماء یعرف به فانه یجوز نکاحه وطلاقه وعتاقه وبیعه وشراءه ہدایہ جلد ثانی واللہ اعلم۔

نکاح اخرس

سوال۔ زید اپنی زوجہ زبیدہ کو اپنے پاس سفر مین لیجانا چاہتا ہی اور وہ انکار کرتی ہے کسی نے فتوی دیا ہے کہ زید کا حق کسیطرح زبیدہ پر نہین اور زبیدہ کو اختیار ہے کہ اپنا جہیز واپس کرلے اور یہ دونون لشکری ہین سیر و سفر کرنا انمین کچھ عیب نہین یہ درست ہے یا نہین۔

بردن زوجہ در سفر

الجواب۔ اگر مہر پورا یا جسکا سردست دینا یا کسی مدت پر دینا مشروط ٹھہرا تھا دے چکاہے یا بعد طلاق و موت کے مہر مانگنے کا اور اس سے پہلے نہ مانگنے کا دستور[1] ہوا اور کچھ مہر نہ دیا ہو تب تو زید کو اختیار ہے جہان چاہے لیجائے بشرطیکہ تنگ کرنے کے ارادہ سے نہ لیجائے اور اگر مہر باوجود شرط سردست دینے کے کلاً یا بعضاً ادا نہین کیا یا بقصد تنگ کرنیکے اُسکو لیجاتا ہے تب سفر مین لیجانے کا اختیار نہین ولها منعه من الوطی والسفر بها ولو بعد وطی وخلوة رضیتهما لاخذ مابین تعجیله من المهر کله او بعضه

[1] بشرطیکہ نوسال سے کم نہو ۱۲ منہ ۱۳۲۵ھ فقہاء نے یہ عبارت لکھی ہے الا التاجیل بطلاق او موت جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ شرط ٹھہرائی کہ قبل موت یا طلاق کے نہ مانگا جاویگا احقر نے المعروف کالمشروط پر نظر کرکے یہ لکھدیا کہ دستور ہوا الخ پھر اس مین شبہ پڑگیا کہ شاید وہ حکم جو فقہاء نے لکھا ہو صریح تاجیل کی صورت مین ہو پس ناظرین علماء سے اسکی مکرر تحقیق کرلین ۱۲ منہ۔

او اخذ ما یعجل لمثلها عرفا به یفتی لأن المعروف کالمشروط ان لم یوجل او یعجل کله فکما شرط لان الصریح یفوق الدلالة الا اذا جهل الاجل جهالة فاحشة فیجب حالا - غایة - الا التاجیل بطلاق او موت فیصح للعرف بزازیة ویسافر بها بعد اداء کله موجلا او معجلا اذا کان مامونا علیها والا یؤد کله او لم یکن مامونا لا یسافر بها به یفتی درمختار اور جہیز کی واپسی مبنی عرف پر ہی اگر دختر کی ملک ہوا اختیار ہی اگر داماد کی ملک ہوا اختیار نہین اگر دونون کی ملک ہو بعد تقسیم اختیار ہے واللہ اعلم ۲۷ رشوال ۱۳۱۰ھ

نابالغہ کا نکاح بدون ولی

سوال - چہ میفرمایند علماء دین اندرین مسئلہ کہ عرصہ چند برس کا ہوتا ہے کہ ایک عورت نے اپنی دختر نابالغہ کو باقرار خانہ دامادی ساتھ ایک لڑکے برادری کے بلا رضامندی اپنے شوہر کے نکاح کر دیا اور کل خرچہ شادی طرفین کا اپنے پاس سے صرف کیا باندازہ دو صد روپیہ ہوگا باوجودیکہ خاوند اُس عورت کا وقت شادی کے موجود تھا الا بوجہ بدطینتی وزبان درازی عورت کے دم نہین مار سکتا سوائے خاموش رہنے کے بلکہ اس بارہ مین بارہا شوہر مانع ہوا کہ عبث دختر کو ساتھ ایسے لڑکے کے بیاہ کرتی ہو آخر ایک روز سوائے ہاتھ تغابن وافسوس ملنے کے کچھ ہاتھ نہ آویگا باوصف باین ہمہ فہمایش سیب فراز تاہم بدذات اُس بدذات کے اثر پذیر نہ ہوا علاوہ آن بترش روئی وغصہ عورت مذکور کہتی ہے کہ تم چپ رہو تمہارا اسمین دخل نہین وہ بیچارہ دم بخود اور بروقت نکاح ہونے کے نکاح پڑھانیوالے نے مہر کے بارہ مین استفسار مرد سے نہین کیا پس اندرین صورت نکاح بدون اجازت باپ کے درست وقائم رہا یا نہین بینوا توجروا -

الجواب - اس صورت مین نکاح صحیح نہین ہوا کیونکہ نابالغہ کا نکاح بدون ولی نہین ہوتا اور باپ کے ہوتے مان کو ولایت نہین پہونچتی ویجوز نکاح الصغیر والصغیرة اذا زوجهما الولی بکرا کانت الصغیرة او ثیبا والولی هو العصبة هدایه فان لم یکن عصبة فالولایة للام درمختار ۲۷ رذی الحجہ روز جمعہ ۱۳۰۴ھ

حقوق زوجین

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین کہ زوج پر زوجہ کے حقوق دنیا و آخرت کے کسقدر ہین اور زوجہ کے ذمہ کیا کیا حق ہین بالعکس دنیا و آخرت کے کیا کیا حقوق ہین -

الجواب - زوج پر زوجہ کے یہ حقوق ہین حسن[۱] خلق - برداشت کرنا ایذا کا مگر باعتدال - اعتدال[۲] کرنا غیرة مین یعنی نہ بدگمانی کرے نہ بالکل غافل ہو جاوے - اعتدال[۳] خرچ مین یعنی نہ تنگی کرے نہ فضول خرچی کی اجازت دے - احکام[۴] حیض وغیرہ کے سیکھ کر اُسکو سکھلانا اور نماز اور احکام دین کی تاکید رکھنا اور بدعات اور منہیات سے منع کرنا - اگر کئی[۵] عورتین ہون اُنکو برابر رکھنا حقوق ہین - بقدر[۶] حاجت اُس سے

وطی کرنا۔ بدون اجازت عزل نکرنا۔ بدون ضرورت طلاق ندینا۔ بقدر کفایت رہنے کو گھر دینا۔ اُسکے محارم اقارب سے اُسکو ملنے دینا۔ اُسکا راز ظاہر نکرنا جماع وغیرہ کا۔ حد سے زیادہ نہ مارنا۔ اور مثل انکے۔ اور حقوق زوج کے یہ ہین۔ ہر امر مین اُسکی اطاعت کرنا بشرطیکہ معصیت نہو۔ اُس کے مقدور سے زیادہ نان ونفقہ طلب نکرنا۔ بدون اجازت شوہر کے کسی کو گھر مین نہ آنے دینا۔ بدون اُسکی اجازت گھر سے نہ نکلنا۔ بدون اجازت اُس کے کسی کو کوئی چیز اُسکے مال سے ندینا۔ نفل نماز و نفل روزہ بدون اجازت اُسکے نہ پڑھنا نہ رکھنا۔ اگر صحبت کے لیئے بلاوے بدون مانع شرعی کے اُس سے انکار نکرنا۔ اپنے خاوند کو بوجہ افلاس یا بدصورتی کے حقیر نہ سمجھنا۔ اگر کوئی امر خلاف شرع خاوند مین دیکھے ادب سے منع کرنا۔ اُسکا نام لیکر نہ پکارنا۔ کسی کے روبرو خاوند کی شکایت نکرنا۔ اُسکے روبرو زبان درازی نکرنا۔ اُسکے اقارب سے تکرار نہ کرنا۔ اور مثل انکے جانبین کے حقوق کثیرہ ہین جو اسوقت ذہن مین مستحضر ہوئے لکھے گئے ہذا ما اخذت من احیاء العلوم وغیرہ واللہ اعلم کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

اشتراط قیام زوج بمکان زوجہ وقت نکاح

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت مین کہ ہندہ وبکر نابالغ کا نکاح بولایت زید وعمرو ہوا تھا بروقت نکاح ولیین سے یہ شرط قرار پائی تھی کہ بکر آج سے زید کے مکان پر بطور متبنی ہمیشہ بود وباش وسکونت اختیار کریگا بصورت نہ بود وباش اختیار کرنے کے ولی ہندہ مختار فسخ نکاح کا ہے ہندہ وبکر ابتک نابالغ ہین خلوت صحیحہ نہین ہوئی اور اب ولی بکر یعنی عمرو تعمیل شرط سے انکار کرتا ہے پس زید ولی ہندہ کو اختیار فسخ نکاح حاصل ہے یا نہین۔

الجواب۔ قال اللہ یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود وقال تعالیٰ واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا وقال تعالیٰ ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بین الناس وقال تعالیٰ ولا تواعدوھن سرا الآیات۔ آیتین اولین آمر ہین ساتھ وفاے عہود کے مطلقا اور آیتین اُخرین مخصص عہود کی ہین ساتھ

عہ جواب مین اس شبہ کا دفع باقی رہگیا کہ اسکو امر بالید مین داخل کیا جائے سو اُسکا حل یہ ہے کہ اول تو اُسمین اختیار طلاق کا ہوتا ہے نہ کہ فسخ کا دوسرے اُسمین تقید بالمجلس ہے اور یہان مجلس مخالفت شرط مین طلاق کو اختیار نہین کیا گیا اور عموم پر کوئی لفظ دال نہین تیسرے اُسمین یہ شرط ہے کہ یا تو بعد نکاح ہو یا نکاح کے اندر ہو تو اُسمین خاص قیود ہین مقید جا اذا ابتدأت بالمرأۃ فقالت زوجت نفسی منک علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال الزوج قبلت اما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا یصیر الامر بیدہا کما فی البحر عن الخلاصۃ والبزازیۃ شامی آخر باب الامر بالید اور سوال سے یہ صورت معلوم نہین ہوتی پھر اصل الکلام مین لفظ نفس مذکور ہو یہان یہ بھی نہین ۱۲ منہ

عہود مشروعہ کے وہذا ظاہر روی ابن الجوزی بسندہ عن عائشۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلمون
عند شروطهم ما وافق الحق من التفسیر المظہری وفی الصحیحین ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل وان
کان مائۃ شرط فقضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق ان دونون حدیثون سے معلوم ہوا کہ جو شرط خلاف شرع نہ ہو
اُسکا پورا کرنا واجب ہے اور جو خلاف شرع ہو اُسکا پورا کرنا واجب نہین یہ حکم تو مطلق عہود کا ہے اور یہی حکم خاص
شروط مین ہے یؤیدہ عموم قولہ تعالی اذا تراضوا بینهم بالمعروف وفی البخاری فی باب الشروط فی المهر عند عقدۃ
النکاح وقال عمر مقاطع الحقوق عند الشروط ولک ما شرطت وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق الشروط
ان توفوا به ما استحللتم به الفروج وفی باب مالا یجوز من الشروط فی عقدۃ النکاح ولا تسأل المرءۃ اختها لتستکفی
انائها الحدیث ان دونون حدیثون سے ثابت ہوا کہ غیر مشروع شرط ٹھہرانا جائز نہین اور مشروع واجب الوفا
ہین اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ صورت مسئولہ مین شرط مذکور جائز ہے یا نہین اگرچہ نظر الی ظاہر العرف جائز معلوم
ہوتی ہے مگر عند التحقیق درست معلوم نہین ہوتی کیونکہ جبراً لڑکے کو خسر وغیرہ کے پاس رہنے مین صبی اور اُسکے
محارم مین تفریق لازم آتی ہے وقد اخرج الترمذی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من فرق بین والدۃ وولدہا
فرق اللہ بینه وبین احبته یوم القیامۃ دوسری یہ شرط مقتضے عقد کے خلاف ہے اور ایسی شرط لازم نہین ہوتی
قال القسطلانی تحت حدیث احق الشروط الخ والمراد شروط لا تنافی مقتضے عقد النکاح بل تکون من مقاصدہ کشرط
العشرۃ بالمعروف وان لا یقصر شئی من حقوقها اما شرط یخالف مقتضاہ کشرط ان لا یتسری علیها ولا یسافر بها
فلا یجب الوفاء به بل یلغو الشرط ویصح النکاح بمهر المثل فهو عام مخصوص لانه یخرج منه الشروط الفاسدۃ انتهی۔
تیسری یہ شرط لڑکے پر لازم نہین کیونکہ اولاً اُسکی رضا مندی محتمل ثانیاً غیر معتبر لتقدم الآیۃ ثالثاً وہ غیر مکلف
لقوله علیه السلام رفع القلم عن ثلاثۃ وعد منهم الصبی حتی یحتلم اور ولی صبی پر بھی واجب نہین کیونکہ وہ اُسپر
قادر نہین لکونہ فعل غیرہ وقد قال اللہ تعالی لا تکلف الا نفسک الآیۃ ولا وجوب بدون الموجب علیه
پس اول تو اس شرط کی صحت ہی مین کلام ہے کما عرفت مگر باوجود فساد شرط کے نکاح مین کوئی نقصان نہین۔
فی الدر المختار ومالا یبطل بالشرط الفاسد القرض والهبۃ والصدقۃ والنکاح الخ وفی الرد المحتار
والمراد بقول الشارح ما یصح فی نفسه ویلغو الشرط وایضاً فی الدر المختار ولکن لا یبطل النکاح بالشرط الفاسد
وانما یبطل الشرط دونه اھ پس صورت مسئولہ مین ولی صبیہ کو اختیار فسخ کا نہین یہ جب ہے کہ صلب عقد مین
شرط ہوئی ہو مثلاً کہا ہو کہ مین اس شرط سے نکاح کرتا ہون کہ یہ لڑکا میرے گھر رہے اور دوسرے نے کہا ہو

زمین نے یہ نکاح اس شرط سے قبول کیا اور اگر قبل نکاح یا بعد نکاح ٹھہری ہو وہ شرط نہین ہے بلکہ وعدہ ہے اُسوقت اس وعدہ کا موثر نہ ہونا نکاح مین زیادہ ظاہر ہے اور اس صورت مین بدرجہ اولی مختار ہوگا البتہ جب لڑکی بالغ ہو اگر یہ ولی باپ یا دادا نہین ہے تب لڑکی باعتبار خیار بلوغ کے بشرط قضار قاضی مختار فسخ کی ہے اور اگر نکاح کرنے والا باپ یا دادا ہے تب بھی اختیار نہین ولکن الکلام دھو معروف واللہ اعلم وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام وان کان یکفی سطر واحد فی کشف الابھام لان المستفتی امرنا بھذا بالزام والعلم عند اللہ العلام وھو فی والجد اذا کرام وان جب المستفتی العزیق فی بحار الاثام المدعو باشرف علی عفا عنہ الرحمن السلام

ترتیب اولیاء نکاح

سوال - ولی اقرب نکاح مین کون ہو سکتا ہے اور ولی ابعد کون کون ہے اور کسکو ولایۃ تمام مذکورہ بالا حاصل ہے -

الجواب - ولی نکاح عصبہ بنفسہ ہوتا ہے بترتیب ارث وحجب یعنی اولاً جزء ثانیاً اصل ثالثاً جزء اصل قریب رابعاً جزء اصل بعید در صورت عصبہ ہونے کے ولایت مان کو ہے پھر دادی کو بعض نے بالعکس کہا ہے پھر بیٹی پھر پوتی پھر نواسی پھر پوتے کی بیٹی پھر نواسی کی بیٹی اسی طرح آخر فروع تک پھر حقیقی بہن پھر علاتی پھر اخیافی بہن بھائی پھر ذوی الارحام اول پھوپھی پھر ماموں پھر خالہ پھر چچازاد بیٹی پھر اسی ترتیب سے اُنکی اولاد پھر مولی الموالاۃ درمختار مین بتفصیل موجود ہے فلیراجع الیہ واللہ اعلم

جواز نکاح ثیبہ بغیر اذن ولی

سوال - بیوہ ثیبہ بلا اذن ولی کے نکاح کرے تو درست ہے یا نہین -

الجواب - اگر وہ بیوہ بالغہ حرہ ہے تو اُسکا نکاح بلا اذن ولی جائز ہے لیکن اگر غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم پر کر لیا تو ولی کو تعرض پہونچتا ہے فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی ولہ الاعتراض فی غیر الکفو درمختار

ادعیہ وقت زفاف

سوال - کیا فرماتے ہین علماء کہ جب دولہن کو اپنے گھر لاوے تو بوقت صحبت وخلوۃ صحیحہ کون کون امر زوج پر سنت ہے اور کون کون دعا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور کوئی نماز بھی پڑھنا چاہیئے اور کیا کیا برکت ورحمت نازل ہوتی ہے ایسے عامل سنت پر -

الجواب سنت یہ ہے کہ اول اُسکے موے پیشانی پکڑ کر اللہ تعالے سے برکت کی دعا کرے اور بسم اللہ کہکر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا جُبِلَتْ عَلَیْہِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَیْہِ اور جسوقت ارادہ صحبت کا کرے یہ کہے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا یہی دعا

---

۱ سلم الاب کچھ بھی ہم الام سے کہ ابنہ بینۃ عدم تمکین خود کچھ نہین کرسکتا بلکہ قضار قاضی شرط ہے ۱۲ منہ -

کی برکت یہ ہے کہ زوجہ ہمیشہ تابع رہیگی دوسری دعا کی یہ برکت ہے کہ اگر اولاد ہوگی صالح ہوگی اور ضرر شیطان سے محفوظ رہے گی زاد المعاد اور نماز پڑھنا کسی حدیث مین تو دیکھا نہین مگر بعض علما سے سنا ہے کہ اول دو رکعت شکریہ پڑھ کر اللہ تعالی کا شکر کرے کہ تونے مجھکو حرام سے بچایا اور حلال عنایت فرمایا پھر بعد اُسکے ادعیہ مذکورہ پڑھے۔

سوال وقت نکاح قاضی کو نام زوجہ کا ایکر مجمع عام مین پکار کر ایجاب وقبول کرانا چاہیئے یا کیا اور جو بدون نام لینے زوجہ کے ایجاب وقبول کرادے تو نکاح درست ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ شرط جواز نکاح یہی کہ منکوحہ زوج اور شاہدین کے نزدیک مجہول نرہے بلکہ اپنے غیر سے متمیز ہو جاوے خواہ کسی طرح سے امتیاز ہو پس اگر منکوحہ حاضر ہے تو اُسکی طرف اشارہ کردینا کافی ہے اور اگر غائب ہے تو اگر بدون تصریح نام کے بعض قیود سے اُسکی تعیین ممکن ہو تو نام لینے کی حاجت نہین اور اگر اوصاف سے تمیز نہ ہو تو اُسکا نام لینا ضرور ہے بلکہ اگر اُسکے نام سے بھی تعین نہو تو باپ دادے کا بھی ضروری ہے حاصل یہ ہو کہ رفع ابہام ہو جاوے فی الدر المختار ولا المنکوحۃ مجہولۃ وفی رد المحتار قلت وظاهرہ انہا لو جرت المقدمات علی معینۃ وتمیزت عند الشهود ایضاً یصح العقد وہی واقعۃ الفتوی لان المقصود نفی الجہالۃ وذلك حاصل بتعینہا عند العاقدین والشهود وان لم یصرح باسمہا کما اذا کانت احدہما متزوجۃ ویؤیدہ ما سیاتی من انہا لو کانت غائبۃ وزوجہا وکیلہا فان عرفہا الشهود وعلموا انہ ارادہا کفی ذکر اسمہا والا لابد من ذکر الاب والجد ایضا الی اخر ما قال واطال واللہ اعلم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا تھا اور جسوقت ہوا تھا اُسوقت ہندہ نابالغ تھی اور جب ہندہ بالغ ہوئی تو زید سے راضی نہین ہے اور باکراہ اپنے قرابت دار کے زوجیت مین زید کے رہی مگر دو ڈھائی برس تک زید سے مطلق صحبت وہم بستری چھوڑ دیا اور بعد اُسکے جسکو عرصہ دو ہفتہ کا ہوتا ہے زید نے بوجہ نا اتفاقی کے ہندہ کو روبرو دو آدمی کے ایک وقت مین بیک جلسہ اسطرح پر طلاق دی کہ چونکہ مین تمسے راضی نہین ہون اور تم ہماری خلاف مرضی افعال مین مبتلا رہتی ہو اسلئے مین نے تمکو طلاق دیا اور اس لفظ کو اسوقت ہین تین مرتبہ تکرار کیا تو ایسی حالت مین طلاق از روئے مذہب حنفی کے ہوا یا نہین اور اب ہندہ چاہتی ہے کہ دوسرے شخص سے نکاح کرے

ع۵ یس سنت سمجھ کر نہ پڑھے محض شکر کے طور پر مضائقہ نہین ۱۲ منہ

تو فرمائیے کہ ہندہ نکاح اپنا ساتھ دوسرے شخص کے کتنے روز مین کر سکتی ہے آیا بعد گذرنے عدت کے
یا فی الفور طلاق ہونے سے اور از روے مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عدت کسقدر زمانہ گذرنے پر ختم
ہوتی ہے اگر عدت تین حیض کے گذرنے پر ختم ہوتی ہی تو جس عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اُسکی عدت کا کسطرح پر
حساب کیا جائے گا چنانچہ ہندہ کا ایسا ہی حال ہو کہ بوجہ پیدا ہوتے لڑکی کے حیض نہین ہوتا ہی اور عورتون سے
تحقیق کیا گیا ہی تو ایسا ظاہر ہوا ہے کہ جب تک لڑکا دودھ مان کا نہین چھوڑتا ہے یعنی دو برس ڈھائی برس
تک عورت کو حیض نہین ہوتا ہے اور جو عورت ہندہ کو لڑکی ہوئی ہی وہ دوسرے شخص سے جس سے
اسوقت ہندہ نکاح کرنا چاہتی ہے پیدا ہوئی تو ایسی حالتین بھی رعایت عدت کی کیجاویگی یا نہین اگر عدت کی تمامت
ہوگی تو کون تاریخ سے کون تاریخ تک۔

الجواب۔ جب ہندہ بالغ ہوئی اور زید سے راضی نہین تو اگر ہندہ کا نکاح اُسکے باپ یا دادا نے کیا ہے تو
اُسکو فسخ کا اختیار نہوگا بلکہ نکاح باقی رہیگا اور پھر جب زید نے تین طلاق دی تو طلاق پڑگئی اور مغلظہ ہوگئی اور
عدت اُسکی وقت طلاق سے تین حیض ہی خواہ کتنے ہی دنون مین پورے ہون کیونکہ وہ حیض سے مایوس
نہین ہوئی ایک عارض کی وجہ سے بند ہے جب تک حیض سے مایوسی نہین ہوتی تب تک عدۃ حیض کے
ساتھ معتبر ہوتی ہے پس بعد گذرنے تین حیض کے دوسرے سے نکاح جائز ہوگا خواہ جس سے لڑکی ہوئی ہی اُس سے
نکاح کرنا چاہے یا اور کسی سے قبل انقضاء عدۃ جائز نہین اور اگر ہندہ کا نکاح اُسکے باپ دادا نے نہین کیا تھا
کسی دوسرے نے کیا تھا تو بعد بلوغ اسکو اختیار فسخ کا ہی سو اگر بالغ ہوتے ہی اُس نے کہدیا کہ مین
راضی نہین تو نکاح[1] ٹوٹ گیا اور یہ فسخ طلاق نہین ہے تو بعد نکاح ٹوٹنے کے زید محض اجنبی ہوگیا اس کی
طلاقین واقع نہین ہوئین نہ اُسپر عدۃ لازم جس سے چاہے نکاح کرلے اور اگر بالغ ہوتے ہی نہین کہا بلکہ
اُسوقت ساکت ہوگئی اور پھر کہا کہ مین راضی نہین سو اگر زید نے ہندہ کے بلوغ سے پہلے اُس سے صحبت
نہین کی جب تو نفس سکوت سے نکاح لازم ہوگیا اس صورت مین بھی زید کی طلاقین واقع ہونگی اور عدت
لازم ہوگی اور اگر بلوغ سے پہلے صحبت کا اتفاق ہوا ہی پھر نفس سکوت سے نکاح لازم نہین ہوا جب تک رضا
کی تصریح نہ کرے خواہ زبان سے یا دلالت حال سے۔ اور جب ناراضی بیان کرے تو نکاح فسخ ہوگیا اور اب
عدۃ کی ضرورت نہین حاصل یہ کہ جن صورتونمین نکاح لازم ہوگیا ہی اُنمین تو زید کی طلاقین[2] پڑین اور عدت لازم ہے

[1] اسمین یہ بھی شرط ہے کہ اس کہنے کے بعد قاضی مسلم کے یہان نالش کرے اور وہ فسخ کرے ۱۲۔ [2] یعنی بشرط قضاء قاضی ۱۲ منہ۔

اور جن صورتون مین نکاح فسخ ہوگیا اُنمین نہ طلاق پڑی نہ عدت لازم۔ فان زوجھما الاب او الجد فلا خیار لھما بعد بلوغھما وان زوجھما غیر الاب والجد فلکل واحد منھما الخیار اذا بلغا ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ ثم عندھما اذا بلغت الصغیرۃ وقد علمت بالنکاح فسکتت فھو رضا وان لم تعلم بالنکاح فلہا الخیار حتی تعلم فتسکت ثم خیار البکر یبطل بالسکوت ولا یبطل خیار الغلام ما لم یقل رضیت او یجیٔ منہ ما یعلم انہ رضا وکذلک الجاریۃ اذا دخل بھا الزوج قبل البلوغ ثم الفرقۃ بخیار البلوغ لیس بطلاق۔ ہدایہ ج ۱ ص ۲۹۷ وطلاق البدعۃ ان یطلقہا ثلاثا بکلمۃ واحدۃ او ثلاثا فی طہر واحد فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وکان عاصیا ہدایہ ج ۱ ص ۳۳۵ وقال اللہ تعالی والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء الایۃ ولو رأت ثلثۃ دما ثم انقطع فعدتھا بالحیض وان طال الی ان ایست کذا فی الغیاثیۃ عالمگیری ج ۲ ص ۴۲۵ واللہ اعلم
۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۱۰ھ۔

فرق درمیان منکوحہ و مملوکہ

سوال[1]۔ جبکہ زرخرید کنیز کے ساتھ مباشرت کرنا روا ہی تو پھر عقد کی کیا ضرورت ہی۔ پھر کیون تعین کیا جاتا ہے۔ زوجہ منکوحہ اور کنیز زرخرید مین کیا فرق ہے۔

الجواب۔ اللہ تعالی نے انسان کو محتاج بقار نوع کا پیدا کیا ہے اور بقار نوع بدون مصاحبت مرد وزن کے غیر ممکن ہی پس احتیاج بقار نوع مقتضی ہوئی اصطحاب مرد وعورت کو اس اصطحاب کی کئی صورتین ہین ایک تو یہ کہ نہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ مختص ہو نہ کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ بلکہ ہر مرد کو ہر عورت سے صحبت حلال ہو اور ہر عورت کو ہر مرد کا متمکن کردینا مباح ہو۔ دوسری یہ کہ مرد عورت کے ساتھ مختص ہو اور عورت مرد کے ساتھ یعنی ایک عورت ایک مرد کے پاس رہے۔ تیسری یہ کہ مرد تو عورت کے لئے مختص ہو یعنی سوائے اُس مرد کے دوسرے مرد کو صحبت حلال نہو لیکن عورت اُسکے لئے منفرد و مختص نہو بلکہ تعدد نسوان جائز ہو۔ چوتھی اسکا عکس یعنی عورت مرد کے لئے منفرد ہو یعنی سوائے اُس عورت کے دوسری سے صحبت حلال نہو اور مرد منفرد نہو بلکہ تعدد رجال جائز ہو ان چارون صورتون مین پہلی اور چوتھی صورت تو بالکل خلاف عقل ہی کیونکہ مرد مین بالطبع شہوت وغیرہ رکھی ہے اور درصورت تعدد رجال کے یقیناً اُنمین تجادل وتقاتل کی نوبت پہونچے گی اور یہ امر مخل تمدن وعمارۃ عالم ہے لہذا یہ دونون صورتین حرام ٹھہرین۔ دوسری صورت بالکل موافق عقل ہی کہ اُسمیں نہ عورتون مین عناد و فساد کا احتمال نہ مردون مین وہ جائز ٹھہری۔ تیسری صورت

[1] یہ سوال اسرار شریعت کے متعلق ہی جو ایک مستقل فن ہی یا تو مسائل بہشتی مین اسکا درج ہونا مناسب تھا یا کلام مین ۱۲ منہ

اگرچہ بظاہر خلاف عقل معلوم ہوتی ہی کیونکہ وہ مقتضی ہے طرف تنازع و تمانع عورتون کے یہ بھی جائز نہ ہوتی لیکن چونکہ عورتون کو بوجہ ضعف قوۃ علمیہ و عملیہ مردون کی برابر تمدن مین دخل نہین اس لئے اُنکے بغضا و شحنا کو مضر نہین سمجھا گیا اور جتنا کچھ ضرر کا احتمال تھا اُسکا تدارک وحدۃ قہریہ زوج کے ساتھ کیا گیا کہ اُسکو قوام و حاکم بنایا کہ ان دونون کو سلک اتفاق صوری مین منسلک رکھے لہذا یہ صورت بھی جائز ٹھہری۔ پس مدار عدم جواز کا عدم اختصاص رجال اور مناط جواز کا اختصاص رجال ہوا پس اختصاص رجال ایک امر مطلوب و مطمح نظر ٹھہرا اس اختصاص کی صورتین عقلاً متنوع و متعدد ہین لیکن بشہادت فطرت سلیمہ عادلہ اس سے بہتر کوئی صورت معلوم نہین ہوتی کہ مرد و زن سے بواسطہ یا بلا واسطہ اس اختصاص کا اقرار علی رؤس الاشہاد لیا جائے تاکہ دوسرے مردون کی طمع اُس عورت سے قطع ہو جائے اور نوبت جدال و قتال کی نہ پہونچے اس صورت کا نام شرعاً عقد نکاح ہے اور چونکہ یہ اختصاص بوجہ ترجیح اس مرد کے اور ابنار جنس پر ایک امر مہتم بالشان ہے اُسکے اظہار اہتمام و ایضاح اعتنار کے لئے قدرے مال مرد کے ذمہ واجب کیا گیا جسکا صرف و بذل عرفاً دلیل اہتمام مبذول علیہ کی ہی تاکہ اختصاص کی ایک وجہ وجیہ متعین ہو جائے اور بباعث ارغبیۃ واحبیۃ مال و تعذر انفاق اُسکے دیگر ابناء نوع اس اختصاص پر غبطہ نہ کرین اسکا نام مہر ہے پس یہ متممات اختصاص مین سے ہوا اسی وجہ سے یہ رسم قبل بعثت رسول اللہ صلعم کے بھی عرب مین شائع تھی اور شارع نے بھی اُسکو برقرار رکھا۔ و نیز فائدہ نکاح کا معاشرت و معاونت ہی تام نہین ہوتا جب تک کہ ہر ایک کو دوسرے کیطرف سے توطین نفس حاصل نہو اور یہ اطمینان نہو کہ یہ مجھسے جدا نہو گا پس مرد کی دلجمعی تو اس طور سے کی گئی کہ عورت کے ہاتھ سے اختیار فراق کا سلب کر لیا گیا اب عورت کی توطین کی یہ صورت تو نہین ہوسکتی کہ مرد کو بھی مجاز و مختار فراق کا نہ بنایا جائے کیونکہ اس صورت مین عورت کا اسیر ہو جائیگا اور یہ منافی اُسکی قوامیت کی ہی پس مناسب ہوا کہ اسکے ذمہ کچھ مال واجب کیا جائے کہ عادۃً بوقت فراق کے اُسکا مطالبہ شدت سے ہوتا ہی پس ہر وقت مرد کو اندیشہ رہیگا اگر مین اسکو چھوڑ دونگا تو اپنے حق کا سخت تقاضا کریگی اور اس خیال سے بدون کسی ضرورت شدیدہ کے فراق پر اقدام و جرأت نہ کریگا یہ صورت توطین عورت کی ہی پس یہ دوسری مصلحت ہوگی مشروعیۃ مہر کی۔ و نیز منکوحہ جو لخت جگر و پارۂ دل اپنے اولیا کی ہی اُسکا مفت سفت مالک ہو جانا موجب یا دست حزن اُنکے کا ہو پس قدرے مال کہ بالطبع محبوب و مرغوب ہے اُسکے عوض مین مرد کے ذمہ واجب ٹھہرایا گیا کہ موجب شکیبائی اولیا کا ہو کہ ایک محبوب ہمارا گیا ایک محبوب اُسکا گیا یہ تیسری مصلحت ہوئی مشروعیۃ مہر کی و نیز مجانا تملک مین ابتذال و ارتذال بضع کا ہے جو منافی تکرم بنی آدم کا ہی لہذا اظہار اشرف المحل مال واجب کیا گیا کہ اُسکی قدر و خطر ظاہر ہو یہ چوتھی مصلحت ہے مشروعیۃ مہر کی۔ و نیز توافق

زوجین کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی مراعات و مدارات کیا کرے اور طبعاً رعایت محسن کی بہت ملحوظ ہوتی ہے بحیثیت مرد کی تو بوجہ تحمل نفقہ و کسوت اسکی کے محسن ہے نہ بحیثیت عورت کی بسبب عاجز و اسیر ہونے کے غیر مقدور لہذا مہر و بال واجب کیا گیا اور اگر عورت محسن بننا چاہے تو اپنا حق یا اس سے موخر کرے یا کلا یا بعضا معاف کرے اور یہ احسان جالب رعایت مرد کا ہو یہ پانچوین مصلحت ہوئی مشروعیۃ مہر مین ۔ جب معلوم ہوچکی وجہ ضرورت عقد نکاح و مہر کی اب سننا چاہیے کہ اپنی مملوکہ سے عقد و مہر کی ضرورت کیون نہین صرف مالک ہوجانا کافی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہوچکا کہ ضرورت عقد اور اسکے تتمہ یعنی مہر کی بنا بر اختصاص مذکور کے ہے پس جس جگہ یہ اختصاص مقصود ہوگا خواہ حرہ سے یا کسی کی کنیز سے وہان عقد بھی ضروری ہوگا جہان یہ اختصاص مقصود نہوگا عقد کی بھی ضرورت نہوگی اور کنیز کے مالک ہونے سے مثل دیگر اموال تجارت کے مقصود صرف ملک رقبہ ہے یہ اختصاص جو موضوع ملک المتعہ ہے مقصود نہین ورنہ چاہیے تھا کہ جس جگہ یہ مقصود حاصل نہوتا تملک ہی جائز نہو جیسا کہ منکوحہ مین چونکہ اختصاص ملک متعہ مقصود ہے اس لئے جو عورت محل حل وطی کا نہو جیسے محارم و معتدۃ الغیر و ذوات الزوج وغیرہ اس عورت سے نکاح ہی صحیح نہین لان الشئ اذا خلا من مقصودہ انتفی حالانکہ باوجود عدم حل وطی کے بھی تملک جائز ہے جیسے رضاعی بہن کو یا مشترکہ یا مجوسیہ کو یا غلام کو خریدنا کہ شرعاً محل حل وطی کے نہین جب باوجود حرمت وطی کے بھی تملک جائز ہے تو معلوم ہوا کہ مقصود اس سے اختصاص مذکور نہین و نیز اگر اختصاص مقصود ہوتا تو مملوکہ کا چند مالکون مین مشترک نہونا جائز نہ ہوتا جیسا کہ منکوحہ واحدہ کا ناکحین متعددین کے نکاح مین آنا بوجہ مذکور بالا جائز نہین حالانکہ شرکت اسکی ملک مین جائز ہے ۔ و نیز اگر اختصاص مقصود ہوتا تو چاہیے تھا کہ اپنی مملوکہ کا درصورت بقاء ملک کے کسی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہو جیسا کہ اپنی منکوحہ کا درصورت بقاء نکاح کے کسی سے نکاح جائز نہین کہ منافی اختصاص ہے حالانکہ اپنی مملوکہ کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے پس جب معلوم ہوا کہ اس سے وہ اختصاص مقصود نہین لہذا نہ عقد کی ضرورت نہ اسکے تتمہ یعنی مہر کی حاجت اگر کسی جگہ مملوکہ سے وطی حلال ہے تو بتبعاً لملک الرقبہ حلال ہے خواہ وہ ملک رقبہ بالمال ہو مثل بیع کے یا بلا مال ہو مثل ارث و ہبہ کے کیونکہ اضعف اقوی کے تابع ہوتا ہی بشرطیکہ کوئی مانع نہو اور تفصیل اسکے موانع کی کتب فقہ مین مع الدلیل مذکور ہے بعد سننے اس تقریر کے گمان ہے کہ ناظرین نے تینون سوالون کا جواب سمجھ لیا ہوگا مگر بقدر ضرورت ہم بھی اس تقریر کو ان سوالون پر منطبق کردین پس سمجھنا چاہیے کہ سوال اول سے اگر یہ غرض ہے کہ جب اپنی کنیز کے ساتھ صرف [illegible]

مباشرت جائز ہے پھر اُس سے عقد نکاح کی کیا حاجت ہے تو ہم ابھی ثابت کر چکے ہین کہ اپنی کنیز سے خواہ وہ زرخرید ہو یا مجاناً اُسکی ملک مین آگئی ہو بوجہ نہ مقصود ہونے اختصاص مذکور کے عقد کی کوئی ضرورت نہین البتہ اگر کہین تملک مین شبہہ ہو تو احتیاطاً بوجہ شبہہ مقصودیت اختصاص کے نکاح کرنا اولےٰ ہے۔ فی الدر المختار وحرم نکاح المولی امتہ والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ نعم لو فعلہ المولے احتیاطا کان حسنا اھ اور اگر یہ غرض ہے کہ غیر کی کنیز کے ساتھ عقد کی کیا حاجت ہے یا یہ غرض ہے کہ جیسے کنیز کا تملک حل وطی کے لئے کافی ہے علی ہذا القیاس منکوحہ کو مہر دیدینا کافی ہو حاجت نکاح کی نہو تو ان دونون سے عقد ضروری ہونے کی وجہ وہی مقصودیت اختصاص ہے۔ یہ جواب ہوا پہلے سوال کا۔ دوسرا سوال تعین مہر کا ہے اُسکی پانچ وجوہ اوپر مذکور ہو چکین۔ تیسرا سوال بھی مثل اول کے مجمل ہے اگر اُس سے غرض فرق پوچھنا ہے ان دونون کے معنی مین تو وہ فرق ظاہر ہے کہ منکوحہ مملوکہ بملک متعہ ہوتی ہے اور امتہ مملوکہ بملک رقبہ۔ اور اگر غرض دریافت کرنا اس فرق کا ہے کہ کنیز تو خریدنے سے حلال ہو جاتی ہے اور منکوحہ سوق مہر سے بدون عقد کے حلال نہین ہوتی تو بنا اس فرق کی وہی مقصود ہونا ملک متعہ کا منکوحہ مین اور مقصود ہونا ملک رقبہ کا نہ ملک متعہ کا امتہ مین ہے جسکو ہم تین دلیلون سے اوپر ثابت کر چکے ہین اور اگر ان سوالات سے کچھ اور مقصود ہے تو بیان لازم ہے کہ اُسکا جواب بھی انشاء اللہ تعالیٰ دیا جائے۔ ہذا ما القی فی القریحۃ واللہ اعلم بحقیقۃ اسرار الشریعۃ ۱۳۰۴ھ

عدم حرمت مصاہرہ بمس مبہم

سوال۔ زید کی عمر گیارہ سال تین مہینے یا کچھ کم وبیش غرض بارہ سال سے کم تھی ایک مکان مین دو پلنگ بچھے ہوئے تھے ایک پلنگ پر زید کی چچی لیٹی ہوئی تھی اور دوسرے پلنگ پر زید کا چچا لیٹا ہوا تھا اور زید اپنے چچا کے پاس لیٹا ہوا تھا پچھلی رات جو زید بیدار ہوا تو چچا کو اپنی چچی کی چارپائی پر دیکھا زید نے یہ کہکر کہ کیا کر رہے ہو اپنا ہاتھ اُن کی چارپائی پر ڈالا تو وہ ہاتھ شاید چچا کے بدن پر لگا یا شاید چچی کے بدن پر لگا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان ہی ایام مین ایک روز دن کو ایک مکان مین زید کا چچا اور چچی دونون موجود تھے زید جو اچانک گھر مین گیا تو دیکھا کہ چچا اور چچی دونون ایک چارپائی پر ہین اور چچی کا بدن بالکل ننگا نظر آیا تو زید یہ حالت دیکھکر باہر گیا تھوڑی دیر کے بعد دیوار کے اوپر کو زید نے جھانکا تو اُسوقت بدن وغیرہ چچی کا کچھ نظر نہین پڑا کیونکہ اُسوقت زید کا چچا ہم بستری مین مصروف تھا یہ نہین دیکھا اب زید جوان ہو گیا اور زید کا رشتہ اسی چچی کی لڑکی سے ہوا ہے تو اب شریعت سے کوئی حد زید پر قائم نہین ہوئی کہ جس سے نکاح جائز نہو مفصل جواب مع دلائل شرعیہ

بیان فرمائیے۔

الجواب - فی الشامیة عن الفتح مس المراهق کالبالغ وعن البزازیة المراهق کالبالغ حتی لو جامع امرأته اولمس بشهوة تثبت حرمة المصاهرة اه وبعد سطر لابد فی کل منهما من سن المراهقة واقله للانثی تسع وللذکر اثنا عشر الخ جلد ثانی صـ۴۲۶ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بارہ برس سے کم عمر والے لڑکے کا لمس وغیرہ قابل اعتبار نہین علاوہ اس کے صورت مسئولہ مین خود بھی شک ہے کہ بچی کو ہاتھ لگایا نہین اور برہنہ بدن دیکھنا جب تک کہ فرج داخل کو نہ دیکھے موجب حرمت نہین غرض کسی طرح یہ لمس موجب حرمت مصاہرت نہین اس لئے زید کا نکاح اس بچی کی دختر سے جائز اور درست ہے فقط ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

سوال - مین نے اپنی دختر نابالغہ کا عقد نکاح ایک شخص کا ظاہر بصلاح وطریقہ اسلام دیکھکر اس کے پسر سے کردیا اور اطمینان کے لئے ہر قسم کے شرائط عہد وپیمان کرلئے میری دختر جب اُن کے گھر گئی تو تمام شرائط اُنھون نے توڑ دیئے لڑکے کی والدہ غیر مردون کے سامنے آتی ہے اور خلوت مین بے حیائی کے کام کرتی ہے تحقیق کیا تو تمام محلہ کے ہمسائے اُسکے گواہ پائے اور وہان وہ لڑکا اپنی والدہ اور غیر مردون کے پیام پہونچانے اور بلانے مین درمیانی ہے غرض باپ بیٹے دونون دیوثی کے کام مین شریک ہین جب مین بخوبی اس امر سے واقف ہوا کہ میری بیٹی کو جو قاری صاحب مشہور و مغفور کی حقیقی نواسی ہے اس کے خاوند نے غیر مردون کے سامنے کیا اور وہی بے حیائی کا پیشہ اس سے بھی کرانا چاہتا ہے مین نے اُسکو گھر بٹھالیا میری لڑکی قرآن شریف مع ترجمہ پڑھتی ہے اور چند کتابین پڑھ چکی ہے اب آپ کی کتاب اصلاح الرسوم شروع کی ہے جب میری لڑکی صـ۹ پر پہونچی اور سطر تین پڑھی کہ اگر نابالغہ کا نکاح ولی نے غیر کفو سے کردیا سوا گر باپ دادا نے کسی مصلحت ضروری سے کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ ظاہر اکوئی امر خلاف مصلحت نہ ہو ورنہ صحیح نہو گا تو مجھکو جرات ہوئی کہ آپ کی خدمت مین یہ عریضہ لکھا مجھکو اپنی لڑکی اُن کے یہان بھیجنا اور اُس کے ساتھ رکھنا منظور نہین ہے اور لڑکا یہ کہتا ہے کہ ہم یونہی سڑائین گے اور طلاق ہرگز نہ دین گے فارغخطی نہین دیتا اب مین کیا کرون اگر پہلا نکاح صحیح نہو تو مین اُس کا نکاح کسی نیک آدمی سے کردون یا کیا تدبیر کرون کہ میری لڑکی اب بالغہ ہے وہ اس بلا سے نجات پائے اور اُس کا نکاح کسی مرد صالح سے ہوجاوے اور مین گنہگار اور کسی قسم کے مواخذہ مین گرفتار نہون۔

الجواب - عبارت اصلاح الرسوم کی بوجہ اختصار کے مجمل ہے اس مسئلہ مین بہت اختلاف اور تفصیل ہے

ملخص اُسکا یہ ہے کہ اُسمین چند شرطین ہین اول صغیرہ کا باپ جس نے نکاح کیا ہو وہ اس نکاح کے قبل سے ناعاقبت اندیش اور بدشفقت مشہور ہو اُسوقت یہ نکاح باطل کہا جائے گا دوسرے باطل ہونے کے یہ معنی ہین کہ باطل کرنے کے قابل ہے تیسرے باطل کرنے کا طریق یہ ہو کہ قاضی یعنی حاکم مسلم کے اجلاس مین مقدمہ پیش ہو اور وہ حکم فسخ کا کردے چوتھے اس ابطال کی شرط یہ ہو کہ وہ صغیرہ بالغ ہوتے ہی فوراً یہ کہے کہ مین اس نکاح پر رضامند نہین ہون۔ پانچوین بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حق ابطال اُسوقت ہے جبکہ عقد کے وقت زوج نے دعوی صالح ہونے کا کیا ہے اور اگر اس سے سکوت کیا پھر اُسکا حال خلاف ظاہر ہوا تو حق فسخ حاصل نہین ہے اور یہ سب شرطین امام صاحب کے مذہب کے موافق ہین کہ اُنکے نزدیک نکاح کرنا باپ کا غیر کفو سے صحیح ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک بالکل صحیح نہین ہوتا پس صورت مسئولہ مین ظاہراً یہ شرائط مجتمع نہین ہین اگر واقعی اجتماع ان شرائط کا نہین ہے تو امام صاحب کے نزدیک اسمین کچھ نہین ہوسکتا البتہ اگر کسی حاکم مسلمان کے یہان یہ مقدمہ پیش کیا جاے اور وہ کسی عالم سے فتوی حاصل کرکے صاحبین کے مذہب پر حکم کردے یعنی زبان سے کہدے کہ مین نے یہ نکاح فسخ کردیا تو نکاح باطل ہو جائے گا گو وہ حاکم کسی سلطان غیر مسلم کا مقرر کیا ہوا ہو یا کسی طریق سے زوج کو رضامند کرکے خلع یا طلاق کی تدبیر کیجائے والدلیل علی الشرائط الخمسة المذکورة

هذه العبارات فی الدر المختار باب الولی وللولی انکاح الصغیر والصغیرة ولزوم النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منهما سوء الاختیار مجانة او فسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا فی رد المحتار والحاصل ان المانع هو کون الاب مشهورا بسوء الاختیار فاذا لم یکن مشهورا بذلک ثم زوج بنته من فاسق صح وان تحقق بذلک انه سیئ الاختیار الی قوله ولو کان المانع مجرد تحقق سوء الاختیار بدون الاشتهار الخ وبعد اسطر ثم اعلم ان ما مر عن النوازل من ان النکاح باطل معناه سیبطل کما فی الذخیرة لان المسئلة مفروضة فیما اذا لم ترض البنت بعد ما کبرت کما صرح به فی الخانیة والذخیرة وغیرهما وعلیه یحمل ما فی القنیة الخ وفی الدر المختار باب الکفاءة فی جزئیة الا اذا اشترطوا الکفاءة او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علی ذلک ثم ظهر انه غیر کفو کان لهم الخیار وفیه هما خیار الفسخ بالبلوغ الی قوله بشرط القضاء اه وفیه وبطل خیار البکر بالسکوت ولا یمتد الی اٰخر المجلس اه قلت وما فی البزازیة زوج بنته من الرجل ظنه مصلحا لا یشرب مسکرا فاذا هو مدمن فقالت بعد الکبر لا ارضی بالنکاح ان لم یکن ابوها یشرب المسکر ولا عرف به وغلبة اهل بیتها مصلحون فالنکاح باطل اتفاقا اه محمل فیه قوله ظنه مصلحا علی اخبار الزوج بانه مصلح بناء علی ما مر من قول الدر المختار الا اذا

شرطوا الکفاءۃ الخ ویحمل قولہ باطل علی معنی انہ سیبطل کما مر من تاویل عبارۃ النوازل فافہم وفی ردالمحتار عن شرح المجمع ان تزویج الاب الصغیر والصغیرۃ من غیر کفو وبغبن فاحش جائز عندہ لا عندھما اھ واللہ تعالی اعلم ۲ صفر ۱۳۲۲ھ

سوال - فی زماننا اکثر بیوہ عورتین اپنے جیٹھ اور دیور اور سسر لڑکر علیحدہ ہو جاتی ہین اور پھر وہ اپنی نابالغہ لڑکیون کا نکاح بلاحصول اذن جیٹھ وسسر ودیور وغیرہ ورثاء کے اپنی مرضی کے موافق جہان چاہین کر دیتی ہین شرعاً ایسے نکاح درست ہین یا حرام پھر ایسے نکاحون سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ اپنے باپ دادا چچا تائے کے متروکہ مین سے حصہ لینے کی مستحق ہین یا نہین -

الجواب - اگر یہ لڑکی جس کا نکاح ہوا ہے بالغ ہے اور تصریحاً اُس نے اجازت دیدی ہے یا سنکر سکوت کیا لیکن صحبت کے وقت رضامند ہے تو نکاح ہو گیا ورنہ نکاح نہین ہوا فی الدر المختار وھو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر الخ وفیہ فان استاذنھا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتھا بل لابد من القول کالثیب البالغۃ الی قولہ او ھو فی معناہ کطلب مھرھا وتمکینھا من الوطی اور جس صورت مین نکاح صحیح ہی میراث بھی ملیگی اور جس صورت مین صحیح نہین میراث نہ ملیگی - واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم یکم جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

سوال - بہشتی زیور حصہ چہارم ص۱۵ مین انصاری کو کفو شیخ وسید وعلوی لکھا ہے فقہاء نے قریش کے بعض قبائل کو آپس مین ایک دوسرے کے لیے کفو لکھا ہے اور قریش کے علاوہ دیگر قبائل کو آپسمین شیخ سید علوی - قریشی ہین کیا انصار بھی قبیلہ قریش سے تھے اگر قریش ہین تو خیر ورنہ مشکل ہے -

الجواب - انصار قریش مین سے تو نہین ہین چنانچہ عالمگیری کی عبارت سے بھی تائید ہوتی ہے غیر القرشی من العرب لا یکون کفوا للقریشی والعرب بعضھم اکفاء لبعض الانصاری والمھاجری فیہ سواء کذا فی فتاوے قاضیخان لیکن باوجود قریشی نہونیکے چونکہ عالمگیری مین قول صحیح اسیکو کہا ہے کہ عرب سب باہم کفو ہین اس لئے قریشی وانصاری کفو سمجھے جائین گے عبارتہ ھکذا والصحیح ان العرب کلھم اکفاء کذا ذکر ابو الیسر فی مبسوطہ کذا فی الکافی اس کے تھوڑی دور آگے یہ جزئیہ ہے قالوا الحسیب کفو للنسیب اور وجہ اُسکی یہ ہو کہ اعتبار کفاءۃ کا دفع عار کے لئے ہے اور مدار عار کا عرف پر ہے اور عرفاً انصاری برابر قریشی کے سمجھا جاتا ہے اور متقدمین کے زمانہ مین مساواۃ نہوگی اس لیے اختلاف زمان سے یہ حکم بدل گیا بہرحال مسئلہ بہشتی زیور کا صحیح ہے -

۸ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

حصول کفاءت بقدرت مہر معجل یا قدرت بر مہر معجل و نفقہ

سوال - بہشتی زیور حصہ چہارم صـ۱ سطر ۱ مین لکھا ہی کہ جو مہر معجل دے سکے وہ بڑے بڑے دولتمند کا کفو ہی کیا صرف مہر معجل پر قدرت کافی ہے یا اُس کے ساتھ نان و نفقہ کی قدرت بھی ضرور ہے کتب درسیہ مین نفقہ کی کی قدرت کو بھی شرط لکھا ہے -

الجواب - مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ کل مہر پر قدرت شرط نہین پس مقصود نفی کرنا ہی اشتراط قدرت مہر موجل کی نہ کہ نفقہ کی اس لئے تعارض نہین البتہ اگر صحت نامہ مین بعد لفظ مہر معجل کے لفظ (اور نفقہ) بڑھا دیا جائے تو زیادہ توضیح ہو جاوے - ۶ رجمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

شرائط صحت دعوی زن بلوغ را

سوال - زن ہژدہ سالہ منکوحہ بولایت غیر اب وجد فی الصغر منکر زوم نکاح می گوید کہ مارا حالا حیض اول آمدہ اعتبار کردہ شود یا نہ و عورات خانہ و محلہ گواہی دہند کہ حیض او را از چند سال سے آید و سینہ و جسدش ہم فی البدیہہ می نماید کہ از چند سال بالغہ است یا زنے صغیر بریان زخم زدہ میگوید کہ مارا دم حیض است و پارچہ خون آلودہ نمودہ مردم شاہد پارچہ دیدہ تحقیق نکردہ گواہی دادند یا خود آن زن گفت کہ مارا حیض نے آید و خون پارچہ کسے گفتہ این زن بدفن قبول کردند -

الجواب - فی الدر المختار کتاب الحجر فان راھقا فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر و فی الدر المختار باب العدۃ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبھا الزوج قبل قولھا مع حلفھا وفیہ قبیل فصل الحداد وکذبتہ فی مدۃ تحتملہ لم تسقط نفقتھا ولہ نکاح اختھا عملا بخبرھما بقدر الامکان وفی رد المختار یعمل بخبرھما بقدر الامکان بخبرہ فیما ھو حقہ وحق الشرع وبخبرھا فی حقھا اھ وفی الدر المختار باب الشھادۃ للولادۃ الی قولہ وعیوب النساء فیما لا یطلع علیہ الرجال امرأۃ الخ وفیہ باب الولی زوجھا ابوھا فقالت انا بالغۃ والنکاح لم یصح وقال الاب او الزوج بل ھی صغیرۃ فان القول لھا ان ثبت ان سنھا تسع وکذا لو ادعی المراھق بلوغہ ولو برھنا فبینۃ البلوغ اولی وفی رد المختار واستشکل بعض المحشین تصور البرھان علی البلوغ قلت وھو ممکن بالحبل او الاحبال او سن البلوغ او رویۃ الدم او المنی کما فی الشھادۃ علی الزنا وفی رد المختار بعد قول الدر ھذا قالت عند القاضی او الشھود ادرکت الان وفسخت فانہ یصح کما یاتی بیانہ ۔ از مجموعہ روایات بوضوح پیوست کہ در بلوغ قول زن معتبر است ہر گاہ صدقش محتمل باشد و وقت اختلاف او را حلف دادہ شود البتہ اگر بینہ شرعیہ بر کذبش قائم شود قول بینہ معتبر باشد و بینہ دو مرد یا یک مرد و دو زن باشد زیرا کہ اطلاع بر دم حیض بطریقے کہ زنان را ممکن است مردان را نیز ممکن و قول امام صاحب در اکثر بلوغ ہجدہ سال است پس بنا بر علی ہذہ

الروایات این ہجدہ سالہ دختر دہ سالہ را تصدیق کردہ شود بشرطیکہ کم از نہ سال نباشد فقط واللہ تعالے اعلم
۹ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال - درمختار باب الرجعۃ مین ہے ولو خافت ان لا یطلقہا تقول زوجتك نفسی علی ان امری بیدی اب اگر کوئی شخص اپنی لڑکی بکر بالغہ کا نکاح اسطور سے کرنا چاہے تو کس طور سے کرے آیا باپ لڑکی سے یون اجازت لے کہ مین تیرا نکاح اس شرط پر کرتا ہون کہ امر طلاق تیرے ہاتھ مین رہے اور وہ لڑکی اُسکو سنکر سکوت کرے پھر یہ شخص اس شرط کے ساتھ اُس کا عقد کردے تو لڑکی کو اختیار رہے گا یا نہین یا باپ کو اختیار رہے گا یا لڑکی باپ سے اپنی زبان سے کہے کہ میرا نکاح اس شرط سے کردو اور پھر باپ اس شرط سے کردے یا کوئی اور صورت اس امر کے واسطے تحریر فرمائین غرض جہانتک ہو سکے لڑکی کے کلام کی کم ضرورت ہو۔

الجواب - فی الدر المختار باب تفویض الطلاق مشافھتہ او اخبارا فی رد المحتار قولہ مشافھتہ ای فی الحاضرۃ او اخبارا فی الغائبۃ اھ قلت دل علی ان التفویض یجوز للحاضرۃ والغائبۃ وفی رد المحتار باب الامر بالید تحت قولہ وینبغی الخ لانہ یصح ان یجعل الامر بید اجنبی وانکانت بالغۃ الی قولہ قلت علی انہ اذا جعل امرھا بیدھا یکون فی معنی التعلیق علی اختیارھا نفسہا فلا یصح من ابیہا ولو کانت صغیرۃ وکذا لو جعلہ بید ابیہا لا یصح منہا ولو کانت کبیرۃ لعدم وجود المعلق علیہ اھ قلت دل علی امرین احدھما ان التفویض یجوز لغیر الزوجۃ والثانی ان من فوض الیہ یکون الامر بیدہ لا بید غیرہ ودل ایضا علی ان صحۃ التفویض لا یتوقف علی اذن المرأۃ وفی الدر المختار باب تفویض الطلاق لا تطلق بعدہ ای المجلس الا اذا زاد متی شئت الخ قلت دل علی ان بقاء الاختیار بعد المجلس لا یکون الا بدلیل العموم وفی الدر المختار قبیل فصل المشیئۃ نکحہا علی ان امرھا بیدھا صح فی رد المحتار قولہ صح مقید بما اذا ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید او علی انی طالق فقال الزوج قبلت اما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا یصیر الامر بیدھا کما فی البحر عن الخلاصۃ والبزازیۃ وفی رد المحتار تحت قول الدر المختار المذکور فی السوال ھکذا قولہ وتمامہ فی العمادیۃ حیث قال ولو قال لھا تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك او مضافا الیہ ولم یوجد واحد منہما بخلاف ما اذا ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی ان امری بیدی الخ لان الامر صار بیدھا مقارنۃ لصیرورتہا منکوحۃ اھ نہر وقدمناہ قبیل فصل المشیئۃ والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأۃ لا اذا ابتدأ الرجل

ولکن الفرق خفی نعم یظہر علی القول بان الزوج ھو الموجب تقدم او تاخر والمرأۃ ھی القابلۃ کذلک تامل اھ
قلت دل صریحا علی ان صحۃ اشتراط التفویض فی النکاح مقید بما اذا ابتدئی من الزوجۃ - ان سب روایات
کے مقتضا سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ مین اگر لڑکی کا باپ پہلے کہے کہ مین اپنی لڑکی کا تیرے ساتھ اس
شرط سے نکاح کرتا ہون کہ امر اُس کا میرے ہاتھ مین ہو یا اُس لڑکی کے ہاتھ مین ہو کہ جب چاہون یا جب
چاہے طلاق دیدون یا طلاق لیلے اور زوج کہے مین نے قبول کیا نکاح بھی ہو جاویگا اور امر بالید بھی ثابت
ہوجاوے گا اگر باپ کے ہاتھ مین اختیار دیا ہے وہ مختار ہوگا لڑکی نہ ہوگی اور اگر لڑکی کے ہاتھ مین اختیار دیا ہے
وہ مختار ہوگی باپ نہوگا اور اس اختیار کی شرط ٹھہرانے مین باپ کو لڑکی سے پوچھنے کی حاجت نہین فقط
۲۳ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال - ایک عورت عاقلہ بالغہ مسلمان ہوئی ہے اور نکاح کیا چاہتی ہے اور اُس کا زوج حاضر نہین ہے
اور نہ اُسکا کچھ پتہ ونشان ہے کہ عرض اسلام کیا جاوے اس صورت مین اسکا نکاح درست ہے یا نہین بعد
اسلام اگر انتظار ضروری ہے تو کس قدر انتظار ہونا چاہئیے بعد انتظار تو اُسکا کچھ حق نہ رہے گا یعنی اُسکے زوج کا -

الجواب - اگر اُس کو حیض آتا ہے تو بعد اسلام کے تین حیض آنیکا انتظار کرنا چاہئیے اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل
کا انتظار چاہئیے اور اگر نہ ذات حیض ہے اور نہ حاملہ تو تین ماہ گذرنے دینا چاہئیے اس کے بعد نکاح اُسکا درست[1]
ہے - فی الدر المختار باب نکاح الکافر ولو اسلم احدھما ثمہ ای فی دار الحرب لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضی ثلثۃ
اشھر قبل اسلام الاخر وفی رد المحتار قولہ او تمضی ثلثۃ اشھر ای ان کانت لا تحیض لصغر او کبر کما فی البحر و
حاملا فحتی تضع حملھا ح عن القھستانی لیکن اگر اس مدت کے گذرنے کے قبل اتفاقاً پہلا زوج مسلمان
ہوجاوے تو پھر دوسرا نکاح درست نہین اُسی سے نکاح باقی ہو لما مر من الدر المختار من قولہ قبل اسلام الاخر
فی رد المحتار قولہ لم تبن حتی تحیض الخ افاد بتوقف البینونۃ علی الحیض ان الاخر لو اسلم قبل انقضائھا فلا بینونۃ
واللہ تعالی اعلم ۶ رجب ۱۳۲۲ھ

سوال - ایک شخص نے ہندہ سے اول عقد کیا بعد عرصہ کے اُسکی حقیقی بہن سے نکاح کیا تو یہ نکاح جائز
ہوا یا نہین اور اگر درست ہو گیا تو فسخ نکاح کیونکر ہو یا دونون کو طلاق دے یا صرف دوسری کو مہر وغیرہ ادا کرکے
طلاق دیدے اور زوجہ سابقہ اُسکی بدستور زوجہ بنی رہیگی یا اُسکو بھی طلاق دینا واجب ہے تا عدت سکنی نفقہ

[1] اسکی اور زیادہ تفصیل بیان سے آگے نومسلمون کے بعد اُس مسئلہ کی یہ سرخی ہو - عدت نومسلمہ بعد اسلام ۱۲ منہ -

بھی دینا پڑے گا یا نہیں۔

الجواب - فی الدر المختار ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشہود بالوطی ولم یزد علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولو لم یسم او جھل لزم بالغا ما بلغ ویثبت لکل واحد منھما فسخہ وتجب العدۃ من وقت التفریق او متارکۃ الزوج فی رد المحتار عن البزازیۃ المتارکۃ فی الفاسد بعد الدخول لا تکون الا بالقول کخلیت سبیلک او ترکتک (ج ۲ ص۵۷۴ الی ص۵۷۶ باب المہر) وفی رد المحتار عن البحر انہ قدم فی النکاح الفاسد من باب المہر ان المراد بعدۃ العدۃ عدۃ المتارکۃ فلا عدۃ علیھا بموتہ الا الحیض بعد الدخول وانہ لا احداد ولا نفقۃ فیھا وانہ تحرم علیہ امرأتہ لو تزوج اختھا فاسدا الی انقضاء العدۃ اھ (صفحہ ۱۰۰۷ جلد ثانی باب العدۃ) ان روایات سے یہ امور معلوم ہوئے عـ۱ یہ نکاح جائز نہیں ہوا عـ۲ طلاق دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر دخول نہیں ہوا صرف جدا ہوجانا کافی ہے اور اگر دخول ہوگیا تو مرد زبان سے کہدے کہ میں نے اُس کو علیحدہ کردیا عـ۳ اگر صحبت ہوئی تو مہر مثل واجب ہوگا کہ مقدار میں مہر مقرر سے زائد نہو اور اگر صحبت نہیں ہوئی تو مہر واجب نہ ہوگا عـ۴ اگر دخول ہوا تو عدت واجب ہوگی ورنہ نہیں عـ۵ اس عدت میں نفقہ سکنی واجب نہوگا عـ۶ جب تک یہ عدت نگذر جائے اپنی زوجہ سے صحبت درست نہیں عـ۷ زوجہ نکاح سے خارج نہوگی نہ اُس کو طلاق دینا واجب ہے، واللہ اعلم۔ ۲۰ رمضان ۱۳۲۲ھ

اعتبار شہوت عند المس برائے حرمت مصاہرت

سوال - زید کا ایک رشتہ ایک جگہ ہوا ہی زید ایک روز چانولوں کا نمونہ باہر سے گھر لے گیا اور اپنے خسر صاحب کو چانول اپنے ہی ہاتھ میں لئے دکھا رہا تھا اتنے میں زید کی خوشدامن بھی آگئی اُسنے بھی چانول زید ہی کے ہاتھ میں سے اُٹھا کر دیکھے بس تو زید کے دل میں کچھ ذرا وسوسہ سا پیدا ہوا تھا اور شہوت وغیرہ کچھ نہیں تھی تو یہ لمس میں داخل ہو کر کچھ شرعی حد تو قائم نہیں ہوئی یعنی زید کا نکاح جو اُس خوشدامن کی دختر سے ہوگا اُس میں کچھ فرق تو نہیں ہے۔

الجواب - فی الدر المختار والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدھما وحدھا فیھما تحرک آلتہ او زیادتہ یفتی وفی امرأۃ وشیخ کبیر تحرک قلبہ او زیادۃ فی رد المحتار قال فی الفتح ثم ھذا الحد فی حق الشاب اما الشیخ والعنین فحدھا تحرک قلبہ او زیادتہ لو کان متحرکا لا مجرد میلان النفس فانہ یوجد فیمن لا شہوۃ لہ اصلا کالشیخ الفانی ثم قال ولم یحدوا الحد المحرم منھا ای من المرأۃ واقلہ تحرک القلب علی وجہ یشوش الخاطر اھ وفی الدر المختار واصل

الممسوسة بشهوة واصل ماسته وفروعهن فی رد المحتار قوله واصل ماسته ای بشهوة قال فی الفتح وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان یصدقها ویقع فی اکبر رائه صدقها۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ زید کی تندرستی اگر ایسی ہے کہ شہوت کے وقت اس کا آلہ منتشر ہوتا ہے تو وقت مس کے انتشار آلہ اگر ہوا ہو تو اس کو شہوت کہا جائے گا اور اگر انتشار نہین ہوا تو شہوت نہ کہا جائے گا اور اگر اس کی تندرستی ایسی نہین ہو تو اگر قلب کو ایسی حرکت ہوئی کہ طبیعت مشوش ہوگئی تو شہوت کہین گے ورنہ نہین کہینگے یہ تو زید مین حد شہوت ہی اسیطرح اگر اس خوشدامن کو مس کے وقت قلب مین حرکت ہوگی تو اُس کی شہوت ثابت ہوگی غرض زید یا خوشدامن انہین سے کسیکے اندر بھی شہوت پائی گئی تو لڑکی حرام ہوگئی ورنہ حلال ہوگی اور خوشدامن کا حال اُسکے بیان سے معلوم ہوسکتا ہی اگر کسی قرینہ سے اس کا شبہہ ہو تو دریافت کرنا ضرور ہے ورنہ کچھ حاجت نہین واللہ اعلم۔ ٢ ذی الحجہ ١٣٢٢ھ

نکاح سنیہ با شیعی

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ہندہ سُنّی المذہب عورت بالغہ کا نکاح زید شیعی مذہب کے ساتھ برضائے شرعی باپ کی تولیت مین ہوگیا اس نکاح کو عرصہ گذر گیا یہانتک کہ ہندہ کے بطن سے زید کی اولاد بھی ہوئی اب ہندہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ شیعہ سبّیہ کافر ہین اس لئے نکاح کا انعقاد نہین ہوتا اور جماع بحکم زنا ہوتا ہے پس ہندہ اُسی علم کے وقت سے مباشرت سے محترزہ ہے اور چاہتی ہے کہ نکاح فیما بین الزوجین فسخ ہوجائے علماء شریعت غرا سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ سنی وشیعہ کا یہ تفرق مذہب نکاح جیسا کہ ہندوستان مین شائع ہی عند الشرع صحیح ہوتا ہے یا نہین اور عورت بوجہ جہالت مسئلہ یا شیعی مرد کے تقیۃً اپنے آپکو سنی ظاہر کرنے کی بناپر اگر شیعہ کے نکاح مین چلی جائے تو مسئلہ سے واقف ہونے یا خاوند شیعہ کے خیالات تشیع اور تبرا اور سب الشیخین علی الاعلان ظاہر ہونے پر اپنے نفس کو اُس کی زوجیت سے نکالنے کی مجاز ہی یا نہین نیز اسی حالت مین پیدا ہونے والی اولاد پر کیا حکم لگایا جائیگا۔

الجواب۔ فی الدر المختار وتعتبر الکفاءة دیانة ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحة الخ وفیه لو زوجوها برضاها ولم یعلموا بعدم الکفاءة ثم علموا لا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءة او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علی ذلک ثم ظهر انه غیر کفو کان لهم الخیار ولوالجیة فلیحفظ۔ روایت اولی کی بنا پر یہ نکاح غیر کفو سے ہوا ولم یثبت کون السب کفرا اور روایت ثانیہ کی بنا پر جب زوجہ اور اولیاء دونون نکاح غیر کفو پر رضامند ہون نکاح لازم ہوجاتا ہی اور غیر کفو ہونے کا علم نہو جب بھی نکاح ہوجاتا ہے البتہ اگر تصریحاً کفاءة شرط ٹھہری تھی یا زوج نے زبان

سے تصریحاً خبر دی تھی کہ میں سنی ہوں اس صورت میں یہ نکاح باوجود انعقاد کے لازم نہیں ہوا لیکن لابد للفسخ من وجود قاضی شرعی اور باقی سب صورتوں میں حق فسخ نہیں ہے اور چونکہ نکاح منعقد ہو گیا لہذا اولاد سب ثابت النسب اور صحبت حلال ہے۔ واللہ اعلم ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ

سوال - ایک نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں ماں نے کر دیا کیونکہ باپ بھائی چچا وغیرہ کوئی رشتہ دار نہیں ہے ابھی لڑکی بالغ نہیں ہوئی مگر معلوم ہوا کہ لڑکا جس کے ساتھ نکاح کیا گیا ہے نہایت آوارہ بدچلن اور شیعہ مذہب ہے اس نکاح کو لڑکی کے جوان ہونے پر اجازت دینے پر موقوف کہیں گے یا ولی نہ ہونے کی وجہ سے غیر کفو ہونے کی وجہ سے باطل و کالعدم یا سنی شیعہ کے تفرقہ کی وجہ سے نکاح کا انعقاد ہی نہ ہوگا اگر شق ثالث ہو تو کیا مطلق شیعہ کا سنی سے نکاح نہیں ہو سکتا خواہ تفضیلیہ ہو یا سبیہ یا غالیہ۔ حالانکہ تفضیلیہ پر کفر کا فتوی نہیں اور سبیہ کی تکفیر بھی مختلف فیہ ہے اور نیز ممکن ہے کہ مرد اپنا نکاح قائم رکھنے کی وجہ سے تقیۃً اپنے آپکو سنی یا کم سے کم شیعہ تفضیلیہ بتائے (یہ صورت واقع ہوئی ہے خاوند نہایت ظالم اور ان یتیم بچوں کو مارتا پیٹتا ہے جن کی ماں نے دھوکا کھا کر اس کے نکاح میں دیدیا ماں مفارقت چاہتی ہے اور خاوند ضد پر کمر بستہ)۔

الجواب - فی الدر المختار وان کان المزوج غیرھما ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی الی قولہ لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح لکن لھما خیار الفسخ الی قولہ یشترط القضاء للفسخ وفیہ ایضا فی باب الکفاءۃ وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان اولا علی الظاھر نھر روایت اولی سے معلوم ہوا کہ ماں اگر غیر کفو سے نکاح کردے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ شیعی بوجہ فسق اعتقادی کے کفو سنیہ کا نہیں لہذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا وفی ما انعقد یحتاج الی قضاء القاضی وھو من لہ ولایۃ ولا ولایۃ للعلماء فھم لیسوا بقضاۃ وکذا لا ولایۃ للاجنبی الذی لیس من الاقسام المدونۃ للعصبۃ کما ھو مبسوط فی کتب الفقہ فافھم ۲۷ محرم ۱۳۲۳ھ

سوال - کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ بالغہ ثیبہ سے دو شخصوں کے سامنے اولاً خطبہ نکاح پڑھوایا بعدہ ایک کاغذ ہندہ کے سامنے رکھدیا اور اسمیں یہ لکھا تھا کہ یا زید زوجت نفسی منک علی ما ئتی درھم اور کہا کہ اسکو بلند آواز سے تین بار پڑھ چنانچہ ہندہ نے بلند آواز سے اس کو پڑھا اور زید نے قبلت کہا اور ان دونوں شخصوں نے سنا اور ہندہ اور وہ دونوں شخص اس کو نہیں جانتے ہیں کہ زوجت نفسی منک نے

عقد نکاح منعقد ہوتا ہے پس اس صورت مین بموجب قول صاحب شرح وقایہ کے کزوجنی فقال زوجت ان لم یعلما معناہ وایضا سامعین معا لفظہما وبموجب حدیث شریف جد ہن جد وہزلہن جد کے عقد نکاح منعقد ہوگیا یا نہین

الجواب۔ سوال مجمل ہے لیکن ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عورت نے جو کاغذ لکھا ہوا پڑھ دیا نہ تو اُس کو خطاب کرنا مقصود ہی اور نہ اُس کو یہ معلوم ہے کہ اس سے نکاح ہوجاتا ہے اور گواہون کا اس امر کو نہ جاننا خود سوال مین مصرح ہے پس خطاب نہونے سے تو وہ انشا ہی نہین صرف حکایت ہی ایک عبارت کی اس طور پر تو اگر ایسے الفاظ بھی کہین جس کے معنے جانتے ہوتے تب بھی نکاح نہوتا نہ قضاءً نہ دیانۃً جیساکہ ظاہر ہی اور اسی طرح اس لفظ کا مفید نکاح ہونا جب معلوم نہو تو بھی بعض علماء کے نزدیک نکاح بالکل نہین ہوتا اور شرح وقایہ وغیرہ کی عبارۃ کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے معنی مفصل ومفسر معلوم نہون نہ یہ کہ اس کا مفید نکاح ہونا بھی معلوم نہو اور بعض نے جو نکاح اس صورت عدم علم افادہ نکاح مین جائز کہا ہے تو صرف قضاءً نہ دیانۃً اور یہان ضرورت ہے صحت دیانۃً کی ورنہ وہ اُس شخص پر حرام رہے گی گو قاضی تفریق پر جبر نکرے اسی طرح شہود کا اتنا سمجھنا کہ یہ مفید نکاح ہی علی الراجح شرط ہے یہان یہ بھی مفقود ہی بہرحال یہ نکاح اصلاً صحیح نہین ہوا ہرگز ہرگز اسکو حلال سمجھنے کی جرأت نکیجائے اور جو شخص ایسے حیلے کرنا چاہے وہ شخص قابل تعزیر ہے اور قابل احتراز وترک ملاقات کیونکہ اس سے ڈر ہے کہ باب اضلال کسی وقت اس سے مفتوح ہو نعوذ باللہ تعالی من شر کل غوی مغوی فی ردّ المحتار تحت قول الدر المختار ولا یشترط لکن قید فی الدر عدم الاشتراط بما اذا علما ان ہذا اللفظ ینعقد بہ النکاح ای وان لم یعلما حقیقۃ معناہ قال فی الفتح لو لقنت المرأۃ زوجت نفسی بالعربیۃ ولا تعلم معناہ وقیل الی قولہ وقیل لا کالبیع کذا فی الخلاصۃ وبعدہ بسطرین واقعۃ فی الحکم الی قولہ ینبغی ان یکون النکاح کذلک وفی الدر المختار شاہدین الی قولہ فاہمین انہ نکاح علی المذہب بحر ونقل تصحیحہ صاحب رد المحتار عن التبیین والجوہرۃ والظہیریۃ والخانیۃ الی قولہ ویحمل القول بالاشتراط علی اشتراط فہم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فہم معانی الالفاظ بعد فہم ان المراد عقد النکاح۔ اور ہزل سے یہ مراد نہین بلکہ معنی یہ ہین کہ علم معنے وقصد تکلم تو ہی لیکن ترتب اثر کا قصد نہین اسکو ہزل کہتے ہین۔ واللہ اعلم ۱۵ رمضان ۱۳۲۳ھ

تفصیل سوال سابق

تفصیل سوال سابق۔ ہندہ بیوہ بالغہ ہے اسکے کوئی اولاد نہین ہے بلکہ خلوت تک شوہر اول سے نہین ہوئی خود نمازی ہے اور قرآن شریف بھی پڑھی ہے اس کا باپ بے نمازی ہے بلکہ تاڑی پیا کرتا ہی اور نکاح ثانی کردینے کو نہایت معیوب سمجھتا ہی اور کہتا ہی کہ ثانی نکاح کرنا رذیلون کا کام ہی اور خود اُس بے اسبارہ مین

گفتگو کرتا ہے اُس سے آمادہ جنگ ہوجاتا ہی ہندہ زید کے گھر آیا جایا کرتی ہے پس زید نے ایک روز دو شخصون کے سامنے اُس سے خطبہ نکاح پڑھوایا بعد اُسکے ایک کاغذ سامنے رکھدیا جس مین لکھا تھا کہ یا زید زوجت نفسی منك علی مأتی درہم اور ہندہ سے کہا تو اسکو بلند آواز سے تین بار پڑھ چنانچہ ہندہ نے ویسا ہی کیا اور خود قبلت کہا اور بعد کچھ دن کے ہندہ کے سامنے زید نے وہی خطبہ مذکور جو پڑھوایا تھا رکھدیا اور کہا کہ اسکو تمنے فلان روز پڑھا تھا اُس نے کہا کہ ہان پھر وہی کاغذ مذکور رکھدیا اور کہا کہ اسکو بھی تمنے پڑھا تھا اُسنے کہا کہ ہان پھر زید نے اُس سے یہ کہا کہ یا زید زوجت منك نفسی کے یہ معنی ہین کہ اے زید مین نے تجھسے نکاح کرلیا پس تو میری عورت ہوگئی اور مین تیرا شوہر ہوگیا ہندہ اسپر ساکت ہوگئی اور کچھ جواب زید کو نہین دیا اور جسطرح اول زید کے گھر آیا جایا کرتی تھی اُسی طرح اب بھی آتی جاتی ہے زید آدمی محتاط ہی فاسق اور فاجر نہین ہی پس نکاح منعقد ہوا یا نہین اور زید اسکا اعلان کرسکتا ہی یا نہین کہ ہمارا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ ساکت ہونے سے صحت نکاح لازم نہین آتی اور اگر زید اسکو رضا سمجھتا ہی تو گویا وہ عورت نکاح پر راضی ہی تو پھر اس حیلہ سے کیا فائدہ جس کا موجب نکاح نہ ہونا ثابت کردیا گیا ہی جب وہ راضی ہے تو اُس سے صاف طور گفتگو کرکے اب نکاح کرلیا جائے جہالت کی رسم خوب موقوف ہوجائے گی اور حیلہ مخترعہ مین اول تو نکاح نہ ہونا ثابت ہی پھر اُس سے رسم جہالت کی کیا موقوف ہوگی اُس جہالت سے بڑھکر دوسری جہالت یعنی مکر و فریب کا رواج ہوگا پھر جب اُس عورت کا باپ ایسا ہی تو لامحالہ وہ فساد ہر طرح کریگا خواہ حیلہ سے نکاح ہو یا صاف طور پر ہو پھر حیلہ کرنے مین کیا نفع ہی جب زید ایسا محتاط ہی تو افسوس ہی اتنی بڑی بے احتیاطی کے حیلہ سے منتفع ہونا چاہتا ہی لہذا میری وہی تحقیق ہی جو پہلے لکھ چکا کہ یہ نکاح درست نہین ہوا زید کو واجب ہے کہ ہندہ کو آمد و رفت سے روک دے ورنہ اندیشہ معصیت کا ہی فقط واللہ تعالی اعلم اتم ۲۸ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس امر مین کہ اس ملک مین چند برس سے یہ رواج ہوگیا کہ مثلاً زید غریب ہے اپنی دختر کے نکاح مین کچھ خرچہ کر نہین سکتا ہی جو رواج ہے ملک کے موافق اپنے محلہ دارون کو کچھ پان و شربت وغیرہ خورونوش مین جو خرچ پڑتا ہی اور وہ بیچارہ اپنی دختر کو اس خرچہ کی وجہ سے شادی نہین دے سکتا تو کیا کرتا ہی کہ مثلاً دسوین شعبان کو اپنے چند رشتہ دار اور نوشہ کے چند اقربا، و رشتہ کے بھی باہم جمع ہوکر نکاح کی تاریخ بیسوین شعبان کو مقرر کرتے ہین اور زیورات چاندی و سونے کے اور کپڑا و مہر معجل و غیر معجل وغیرہا سب کے سب فیصلہ توثیق کے ساتھ کرلیتے ہین اور جو روپیہ مہر کی عوض ہوگا نصف معجل و نصف غیر معجل سب بات کا اُس و نوشہ مین

تاریخ مذکور بندوبست عہد وپیمان نے سے ہو جاتا ہے تو آخری وقت اُس دسوین تاریخ جلسہ والے لڑکی کے باپ
کے نوشہ کی طرف کے آدمیون سے کہتے ہین کہ جو نصف مہر معجل تھا بیسوین تاریخ بوقت عقد نکاح آپ لوگ دیجئے
وہ روپیہ اگر آج ساتھ ہو تو دیدیجئے یا کہ چار پانچ روز کے اندر دیدیجئے تاکہ مین اُسی روپیہ سے کچھ رواج کے
موافق حسب حیثیت خود تیار کرون غرض کچھ عہد و توثیق کروا کے جس سے شادی ہونے کا اطمینان و تسکین
ہو جائے کر کے تاریخ عقد مقررہ کے قبل وہ روپیہ دیدیتے ہین اس شرط پر اگر خدانخواستہ کچھ فتنہ و فساد کی وجہ
سے نکاح نہین بھی ہوا تو روپیہ واپس دیا جائے گا اور بعضے لوگ عقد کے روز بھی اپنی لڑکی کا مہر معجل وصول
کر لیتے ہین توان صورتون مین اول یہ کہ دختر باکرہ بالغہ ہو یا نابالغہ اگر اپنے والد ماجد یا قاضی کو منع نکرے تو باپ
دادا قاضی کو لیکر لڑکی مذکورہ کی شادی مین یا اپنے تصرف مین کرین تو یہ جائز ہے یا نہ بر تقدیر اول بعد تصرف کے
پھر واجب الادا ہے یا نہ دوم اگر دختر بالغہ مانع ہو تو اگر باپ تصرف کرے تو کیا حکم ہو اور لڑکی کسی صورت مین وصول
کر سکتی ہو یا نہ سوم پہلے عقد کے جیسا بیان ہوا لینا جائز ہے یا نہ اور بعد عقد کے مہر لینا کیسا ہی اور اسی روپیہ سے
اگر آدمیونکو کھلاوے تو کھانا کیسا اور اگر قرض حسنہ کے طور پر اپنی لڑکی سے لیکر کھلاوے تو کھانا کیسا ہی اور ولی مثل برادر و برادر عم وغیرہ جایہ
لوگ کیا لے سکتے ہین اگر اپنے تصرف مین کرے تو جائز ہی یا نہ اور اُسی طور پر محلہ دارون کو قرض اُس سے لیکر کھلانا جائز ہی یا نہ بینوا توجروا

الجواب - فی الدر المختار خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوہا فما بعث للمہر یسترد عینہ او قیمتہ
ہالکا وفیہ اخذ اھل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یستردہ لانہ رشوۃ وفی رد المحتار الحظر والاباحۃ والدعوۃ
تقصد بہا التطاول او انشاء الحمد وما اشبہہ فلا ینبغی اجابتہا الخ ان روایتون سے معلوم ہوا کہ جو کچھ لیا جاتا
ہو اگر وہ مہر مین سے نہین تب تو رشوت اور حرام ہے اُس کا کھانا کھلانا سب ناجائز ہے اور زوج کو اُس کے
استرداد کا حق ہے اور اگر وہ مہر مین لیا گیا ہی تو اگر وہ دختر صغیرہ ہی تو اُس کی ملک مین تصرف کرنا گو اُس کے اذن
سے ہو حرام ہے اُس کا کھانا کھلانا بھی ناجائز ہے اور اگر وہ بالغہ ہے سو اگر اُسکے بلا اذن ہے تب بھی یہی حکم ہی
مگر نابالغہ تو اُسکا مطالبہ باپ سے کرے گی اور بالغہ اسکا مطالبہ زوج سے کریگی اور اگر اُسکے اذن سے ہی تو اگر وہ
اذن محض ظاہری ہے طیب خاطر سے نہین ہی تب قضاءً مطالبہ تو کسی سے نہین کر سکتی لیکن یہ تصرف حرام ہی اور
کھانا کھلانا سب ناجائز اور اگر بطور فرض محال عادی طیب خاطر سے ہی تو بوجہ اس کے کہ ایسے مواقع پر اکثر قصد تفاخر
و ناموری کا ہوتا ہے پھر بھی کھانا کھلانا سب ممنوع ہی البتہ اگر یہ خرابی بھی نہ ہوتی تو اس اخیر صورت مین جائز ہو جاتا۔
واللہ تعالیٰ اعلم ۱۶ رمضان ۱۳۲۲ھ

حکم تعلیق بلفظ باطل و تفصیل صور تعلیق کتابتاً

سوال - ایک شخص نے اپنا نکاح اس شرط پر کیا کہ اگر مین کہین بے رائے اپنی بی بی یا خسر کے چلا جاؤن تو نکاح باطل ہی ایک بار ایسا بھی ہوا کہ ایک روز کے واسطے اپنے خسر بی بی سے اجازت لیکر مکان پر چلا گیا بعد پندرہ روز کے آیا اور ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ اپنے خسر یعنی بی بی کے والد سے کہا کہ آپ کی مرضی ہو تو مین اپنی بی بی کو لیکر علحدہ رہون یہین یا اپنے مکان پر لیجاؤن اس پر نہ اُس کی بی بی اور نہ اُس کا خسر راضی ہوا کچھ شخصون نے اُس کے خسر کو سمجھایا مگر جب بھی راضی نہین ہوا جو لوگ کہ سمجھانے آئے تھے کہا تمھاری بی بی ہے جسطرح سے چاہو لے جاؤ بہرکیف اُس شخص نے اپنی بی بی کو بلا رضامندی اپنے خسر اور اپنی بی بی کے کھینچ کر اُٹھا کر زبردستی لے گیا اور کچھ روز سے اپنے مکان پر وہ شخص ہی اور اُسکا مکان چار کوس کے قریب پر ہی آیا یہ نکاح باطل ہوا یا نہین اور نکاح کے وقت جو شرط لکھی گئی تھی اُسکی نقل یہ ہی - بنام فلان ولد فلان از طرف فلان کے ہم نے فلان صاحب کی لڑکی مسماۃ فلان سے نکاح کر لیا ہے اگر بے رائے زوجہ یا خسر صاحب کے ہم چلے جائین تو نکاح باطل ہو جائے اگر چلے جائین تو مہر دین دین اور از طرف خسر کے یہ ہی کہ بعد ہمارے کل کا اختیار مسماۃ فلان (یعنی دختر) کا ہی اور فلان فلان گواہ شرط کے وقت ہین -

الجواب - الروایۃ الاولی فی الدر مختار باب الصریح ومن الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی والحرام یلزمنی وعلی الطلاق وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف الروایۃ الثانیۃ فی رد المحتار باب الکنایات ما نصہ وسیاتی وقوع البائن بہ ای بقولہ حرام بلا نیۃ فی زماننا للتعارف الی اخر ما قال واطال وختمہ علی قولہ وکونہ التحق بالصریح للعرف لاینافی وقوع البائن بہ فان الصریح قد یقع بہ کتطلیقۃ شدیدۃ ونحوہ کما ان بعض الکنایات قد یقع بہ الرجعی مثل اعتدی واستبرئی رحمک وانت واحدۃ والحاصل انہ لما تعورف بہ الطلاق صار معناہ تحریم الزوجۃ وتحریمہا لایکون الا بالبائن الروایۃ الثالثۃ فی در المختار التعلیق شرطہ الملک کقولہ لمنکوحتہ او معتدتہ ان ذھب فانت طالق او الاضافۃ الیہ کان نکحت امراۃ او ان نکحتک فانت طالق کما لغا ایقاعہ الطلاق مقارنا لثبوت ملک کانت طالق مع نکاحک اھ پس شرطنامہ مین جو لفظ باطل لکھا گیا ہی عرف مین اس سے طلاق مفہوم ہوتی ہے اس لئے یہ صیغہ طلاق کا ہوگا دلت علیہ الروایۃ الاولی اور طلاق مین بھی بائن کو مفید ہوگا دلت علیہ الروایۃ الثانیۃ لیکن چونکہ یہ طلاق معلق ہے بغیر نکاح کے ساتھ اور اس صورت مین نکاح کے بعد تعلیق مؤثر ہو سکتی ہی دلت علیہ الروایۃ الثالثۃ اور کاغذ لکھنا یا اُسکا حوالہ کرنا بمنزلہ تکلم بالطلاق کے ہی اس لئے دیکھنا چاہیئے کہ کاغذ کب لکھا اور کب دیا اگر نکاح کے بعد لکھا ہے تو حکم یہ ہی کہ بلا اجازت چلے جانے سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر لکھا تو بعد نکاح

سے پہلے لیکن دیا ہے نکاح کے بعد تو بھی یہی حکم ہے کہ طلاق بائن ہو جائے گی اور اگر نکاح کے قبل دیدیا ہے تو اُس کا کوئی اثر نہو گا اور اصلا طلاق نہ پڑے گی اور اگر بالکل لفظ قبول کے ساتھ ہی دیا ہو گو عادۃً یہ مستبعد ہو تب بھی طلاق واقع نہو گی روایت ثالثہ اس پر بھی دال ہے خلاصہ جواب یہ کہ اگر یہ کاغذ نکاح کے بعد لکھا ہو یا نکاح کے بعد دیا ہے تب تو طلاق بائن ہو گئی اور اگر نکاح کے قبل دیدیا ہے یا معاً دیا ہے تو طلاق نہو گی فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۰ ر ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

عدت زن مسلم بعد اسلام

سوال ہندہ برہمنی مسلمان ہو گئی ...... خاں اُس سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو کیا عدت ہندو عورت کو پوری کرنا ضروری نہیں۔

الجواب۔ اگر اُس کو حیض آتا ہو تو تین حیض اور اگر کسی وجہ سے حیض نہیں آیا تو تین ماہ گذرنے کے بعد شوہر اول کا نکاح اُس سے ٹوٹے گا اب اس نکاح ٹوٹنے کے بعد پھر بھی عدت ہو گی فی الدر المختار ولو اسلم احدھما ثمہ لم تبن حتی تحیض ثلاثا او تمضے ثلثۃ اشھر قبل اسلام الآخر فی رد المحتار وھل تجب العدۃ بعد مضی ھذہ المدۃ الخ۔ واللہ تعالےٰ اعلم ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

اعتبار کفاءت در بعض اقوام عجم و عدم اعتبار نسب مادر در کفاءت

سوال۔ ہندوستان میں جو اقوام پٹھان راجپوت وغیرہ ہیں اُنکے یہاں سخت عار ہو کہ ایک قوم دوسرے کے یہاں نکاح کرے مثلاً قوم افغان اگر تیلی کتنا ہی امیر ہو کبھی نکاح نہیں کرتا ہے اگر ایسا واقعہ کہیں ہوجاتا ہو تو اُسے خاندان سے گرا ہوا سمجھتے ہیں ہاں شہروں میں جہاں کی آبادی پنج میل ہو مثل دہلی وغیرہ کے وہاں کے لوگ جتھہ اور برادری کا کچھ خیال نہیں کرتے ہیں اور فقہ کی کتب میں لکھا ہے کہ نسب کا اعتبار سوائے عرب کے اور قوم میں نہیں ہے کیونکہ عجمی ضائع النسب ہیں اب سوال یہ ہو کہ جو قوم عجمی ہیں اپنے نسب پر فخر بمقابلہ دوسری قوم کرتے ہیں اور دوسرے کو اپنا برابر نہیں سمجھتے ہیں بموجب رواج اور عرف اُن میں کفاءۃ کا مسئلہ جاری ہوگا اور جو شخص ماں باپ کی جانب سے اشرف ہو اور ایک شخص باپ تو اُسکا اچھا ہے اور ماں ادنی خاندان کی ہو اگرچہ نسب میں باعتبار باپ کے وہ اچھا شمار ہوگا مگر نجیب الطرفین کا غیر کفو شمار ہو گا یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب الکفاءۃ واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما الخ فی رد المحتار افاد ان الاسلام لا یکون معتبرا فی حق العرب لانھم لا یتفاخرون بہ وانما یتفاخرون بالنسب الخ وفی رد المحتار ویؤخذ من ھذا ان من کانت امھا علویۃ مثلا وابوھا عجمی یکون العجمی کفوا لھا وان کان لھا شرف ما لان النسب للاٰباء ولھذا جاز دفع الزکوۃ الیھا فلا یعتبر التفاوت بینھما من جھۃ شرف الام ولم ار من صرح بھذا واللہ اعلم ج ۲ ص ۵۲۳ وفی رد المحتار

عن الفتح تحت قول الدر المختار فمثل حائك الخ ما نصه ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور معه وعلى هذا ينبغي ان يكون الحائك كفوا للعطار بالاسكندرية لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصا البتة الخ ج ۲ ص ۵۲۰ وفی رد المحتار تحت قول الدر المختار واما اتباع الظلمة فاخس من الكل ما نصه لاشك ان المرءة لا تتعير به فی العرف الى قوله لان المدار ههنا على النقص والرفعة فی الدنيا ج ۲ ص ۵۲۸ - پس جب مدار عار وعدم عار پر ہی اور اقوام مذکورہ مین ایک کو دوسرے سے تعلق عقد کرتے ہوئے عار ہے پس مسئلہ کفارت کا جاری ہوگا اور روایت ثالثہ سے معلوم ہوا کہ مان کا فی نفسہ اعتبار نہین اور نیز ہمارے عرف مین ایسا زیادہ اعتبار نہین کیا جاتا چنانچہ مشاہد ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۵ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال - فدوی نے ایک نکاح مسمی زید کا ساتھ صالحہ بی بی کے بدین صورت پڑھا پہلے تقریباً ستر آدمی مردانہ وزنانہ مسمی مصاحب موچی بہنوئی صالحہ بی بی کے گھر مین جمع ہوئے اور مسماۃ صالحہ بی بی جس کی عمر چھبیس۲۶ برس کی ہوگی کوٹھے غربی کی چھت پر جو تقریباً چار فٹ اونچا ہوگا بیٹھی تھی اور اُس کے پاس ایک وکیل اور دو گواہ اس لئے بھیجے گئے کہ تیرا نکاح ساتھ فلان ولد فلان قوم موچی کے کیا جاتا ہے تو اُسنے تین بار کلمہ شہادت پڑھکر باواز بلند کہا کہ میرا نکاح پڑھو جس کو نیچے والی مجلس کے لوگون نے بھی سُنا پھر وکیل اور گواہ کوٹھے سے اُترکر مجلس مین آئے اور مجھہ نکاح خوان کو اجازت نکاح کرنے کی دی اور مین نے ایجاب مسماۃ صالحہ بی بی کا سنکر حسب طریقۂ شرعی ایکسو روپیہ ڈبل رائج الوقت مقرر کرکے فلان ولد فلان کو قبول کرایا اور نوشہ نے قبول کرلیا اسپر شیرینی تل وشکر تقسیم ہوئی پھر اس کے بعد صالحہ بی بی کی بہن اور بہنوئی نے نوشہ کو کہا کہ اب ہم سامان چندروز مین کرکے تمہاری منکوحہ تمہارے ساتھ کردینگے تم اپنے گاؤن کے چند آدمی ہمراہ لانا اور اپنی منکوحہ کو لیجانا پھر وہ نوشہ اپنے گاؤن کی طرف چلا گیا عرصہ دو ماہ کے بعد صالحہ بی بی کو کوئی بدراہ کرکے لیگیا اور اُس کو یعنی صالحہ بی بی کو سکھلا دیا کہ تم کہدو کہ مین نے اجازت نکاح کی نہین دی اُسنے انکار کردیا اور کہا کہ خونجود نکاح کرلیا اب سوال یہ ہی کہ آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہین -

الجواب - عورت کا یہ کہنا کہ میرا نکاح پڑھو ترجمہ ہے زوجنی کا اس کے ایجاب ہونے مین اختلاف ہولیکن توکیل ہونا یقینی ہے پھر جب وکیل نے نکاح پڑھا یہ ایجاب قایم مقام ایجاب اصل کے ہوا اور نوشہ نے قبول کیا ایجاب وقبول دونون متحقق ہوگئے پس نکاح یقیناً صحیح ہوگیا یہ اُس وقت ہی جب کہ عورت اُس اجازت دینے کا اقرار کرے اور اگر انکار کرتی ہو تو حکم یہ ہی کہ اگر کسی ایسے مسلمان شخص کے پاس مقدمہ آوے جو سلطنت کی

جانب سے حاکم ہو یا مرد و عورت دونون رضامند ہوکر اُس کے پاس مقدمہ لے آئین اور وہ گواہون سے حکم کردے تو اُس کا انکار موثر نہ ہوگا اور اگر دونون صورتون مین سے کوئی صورت نہین صرف علمار کا فتوی ہی ہے تو شوہر کو ان گواہون کے بیان پر عورت کو لیجانا درست نہین فی الدر المختار گز وجنی الی قولہ فانہ لیس بایجاب بل ہو توکیل وفیہ وقیل ہو ایجاب واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

جواب اشکال در حل نکاح با زنان نصاری زمانہ ہذا

سوال۔ نصاری جو تثلیث کے علی العموم قائل ہین مشرک ہین کہ نہین اگر مشرک ہین تو اُن کی عورتون سے نکاح کیونکر جائز ہوا قولہ تعالی ولا تنکحوا المشرکات الخ اور اگر یہ مشرک نہین ہین تو تثلیث کا قائل ہوکر ان کا موحد ہونا سمجھ مین نہین آتا جواب شافی سے تسکین فرمائیے۔

الجواب مشرک کی دو قسمین ہین ایک وہ جس کا مذہب سماوی نہو دوسرا وہ جو سماوی مذہب کا معتقد ہو گو اُسمین تحریف کرکے شرک کا قائل ہوگیا ہو پس آیت لا تنکحوا المشرکات مین ممانعت قسم اول سے نکاح کرنے کی ہی اور آیت والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم مین دوسری قسم سے نکاح کی اجازت ہے پس نہ نصاری کا موحد ہونا لازم آیا اور نہ آیت لا تنکحوا کے خلاف مشرکات سے نکاح حلال ہونا لازم آیا لیکن اس زمانے مین جو نصاری کہلاتے ہین وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاری ہین مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہین ایسون کے لئے یہ حکم جواز نکاح کا نہین ہی فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

وجوب عدت در تفریق از نکاح فاسد

سوال۔ ہندہ کا پہلا نکاح زید سے ہوا نکاح کے چند برسون بعد زید کا انتقال ہوگیا اور مرتے وقت ایک پسر کلو پانچ مہینہ کا چھوڑا زید کی عدت کے اندر ہی ہندہ کا دوسرا نکاح عمرو سے ہوا باوجودیکہ عمرو جانتا تھا کہ زید کو مرے ہوئے ایک ماہ گذرا ہے اور عدت کے مسئلہ سے بھی واقف تھا مگر لوگون کے مجبور کرنے سے اُس نے نکاح کرلیا اور ہندہ بلا اعادۂ نکاح دو برس تک عمرو کے تحت مین رہی کوئی اولاد عمرو سے نہین ہوئی اب ہندہ نے خود عمرو سے طلاق کی درخواست کی عمرو نے مجبوراً کہا کہ اگر تم ہمارا مہر بخشدو تو ہم تمکو طلاق دیدین ہندہ نے سبھون کے سامنے مہر بخشدیا اور اُسیوقت عمرو نے یون کہا مین نے طلاق دیا مین نے طلاق دیا مین نے طلاق دیا۔ پھر ہندہ عمرو سے علیحدہ ہوگئی اور عمرو کی عدت کے اندر ہی یعنی عدت کے ایکماہ گذرنے پر بکر سے اپنا نکاح کیا مسئلہ عدت سے دونون ناواقف تھے یعنی ہندہ و بکر دونون نہ جانتے تھے کہ کتنے دنون کی عدت ہوتی ہے ہندہ کا حیض کلو کے پیدا ہونے کے بعد ہی سے بند تھا اور اب دو ماہ سے حیض ماہوار آنا شروع ہوا ہی یعنی ہندہ کے تیسرے نکاح کے ایک ماہ پہلے سے حیض ماہوار آنے لگا ہو ہندہ کلو کے پیدا ہونیکے بعد اب تک حاملہ نہین ہوئی۔ الف۔ کیا ہندہ کا نکاح عمرو سے کسی صورت سے جائز تھا یا اعادہ نکاح کی ضرورت بھی

ب۔ اگر ہندہ کا نکاح عمرو سے ناجائز تھا تو کیا بکر کا نکاح بلا عمرو کی عدت گذرے جائز ہوگیا ج اگر ہندہ کا نکاح عمرو سے جائز تھا تو کیا بکر کا نکاح بالکل ناجائز ہوگا اور بکر کو ہندہ سے عمرو کی عدت گذرنے تک علیحدہ کرا دینا ضروری ہے اور کیا عمرو کی عدت گذرنے کے بعد بکر کو پھر اعادہ نکاح کی ضرورت ہے

الجواب۔ فی الدر المختار سبب وجوبہا (ای العدۃ) عقد النکاح المتأکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوۃ فی رد المختار عقد النکاح ای ولو فاسدا بحر وفیہ مبدأ العدۃ فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما او المتارکۃ وبذلک یزول منشؤہا الذی ہو النکاح الفاسد ج ۲ ص ۹۸۶ وفی الدر المختار فی النکاح الفاسد وفیہ المتارکۃ وفیہ ومنہ الطلاق ص ۱۰۰۱ وفی رد المختار ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدۃ الی قولہ ونکاح المعتدۃ ص ۹۹۹

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عمرو سے جو ہندہ نے نکاح کیا وہ فاسد ہے اور تفریق واجب تھی اور جب اُس نے طلاق دی تو اب تفریق ہوگئی اور اب تفریق کے وقت پھر عدت واجب ہوئی جب ہندہ نے پھر عدت کے اندر بکر سے نکاح کیا یہ بھی نکاح فاسد ہے اور تفریق واجب ہے اب بکر و ہندہ دونون پر واجب ہے کہ جدا ہوجاوین اور وقت تفریق عمرو سے جب پورے تین حیض گذر جائیں اب جس سے چاہے نکاح کرلے اس تقریر مین سب مسئلون کا جواب ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

اختلاف زوجین در قدر مہر وقت قیام نکاح

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ بحالت قیام نکاح زوج اور زوجہ مین تعداد مہر مین اختلاف ہوا زوج کم بیان کرتا ہے اور زوجہ زیادہ بیان کرتی ہے اور دونون نے اپنے اپنے تائید قول مین گواہ پیش کئے اور زوجہ نے اپنے مہر مثل کی تعداد اپنی ظاہر کی ہوئی تعداد سے بھی زیادہ ثابت کرائی تو اس حالت مین کس کا قول صحیح سمجھا جائے۔

الجواب۔ شوہر کا قول معتبر ہوگا فی الدر المختار وان کان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح الی قولہ ان اقاما البینۃ فبینتہا مقدمۃ ان شہد لہ مہر المثل وبینۃ مقدمۃ ان شہد مہر المثل لہا لان البینات لاثبات خلاف الظاہر واللہ اعلم ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ

معجل بودن مہر موجل بجہالت فاحشہ اجل

سوال۔ زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ تین برس گذرے جب ہوا اور اولاد بھی پیدا ہوئی اب باہم رنجش ہوئی تو ہندہ کہتی ہے میرا نصف مہر موجل تھا اور نصف غیر موجل تھا اور کوئی مدت اور وقت موجل کا نہین بیان کرتی کہتی ہے کہ مجھکو نصف موجل ادا کردو تو تمھارے پاس رہونگی ورنہ نہین رہونگی اب زید نے نالش رخصت کی دائر کی اس حالت مین قاضی کو کیا حکم دینا چاہیے بینوا توجروا۔

الجواب۔ عورت کے موافق حکم دینا چاہیے فی الدر المختار وطہا منعہ من الوطی الی قولہ فلما شرط الان الصریح

یفوق الدلالة الا اذا جهل الاجل جهالة فاحشة فیجب حالا غایة البتہ اگر شوہر ثابت کر دے کہ اجل معلوم ہو
اور وہ اجل ابتک نہین آئی تو عورت کے موافق حکم نہ ہوگا گو اس صورت مین بھی اگر کچھ مہر موجل ہو اُس کے
لینے تک عورت تسلیم نفس سے عذر کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ

عدم ثبوت حرمت مصاہرت بالمس ہرگاہ انزال شود

سوال بہشتی زیور مین ایک مسئلہ ہی کہ جو شخص کسی عورت کو جوش جوانی کے ساتھ بدنیتی سے ہاتھ لگائے
تو اُسکی ماں اور لڑکی اس مرد پر حرام ہوجاتی ہین تو اب زید علماء دین سے استفتاء عرض کرتا ہی کہ اپنی خوشدامن سے
ران اور کمر کی مالش تیل سے کرائی خوشدامن اُس کی نے بہ نیت پاک بغرض علاج مالش کی اور زید کو بحالت
مالش ران و کمر حظ نفس ہوتا رہا اور بار ہا اس کی خوشدامن کا ہاتھ زید کے اعضائے تناسل سے مالش کرنے مین
لگتا رہا جس سے زید کو زیادہ حظ نفس ہوا یہانتک کہ جوش ہو کر انزال ہو گیا لیکن زید نے اس جوش کے ساتھ
مین اپنی خوشدامن کو ہاتھ نہین لگایا اور نہ اپنی خوشدامن سے عضو تناسل کی مالش کرائی اور نہ اُسکی خوشدامن
کی نیت مین کچھ فتور پیدا ہوا اور نہ زید نے بُرے فعل کے ارادہ سے اپنی خوشدامن کو ہاتھ لگایا تو اب ایسی صورت
مین زید کی زوجہ جو اس کی خوشدامن کی بیٹی ہے زید کے واسطے حلال ہی یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار وتکفی الشهوة من احدهما فی رد المحتار هذا انما یظهر فی المس وفی الدر المختار فلو
انزل مع مس او نظر فلا حرمة به یفتی پس صورت مسئولہ مین جبکہ انزال ہو گیا اب زید پر اُسکی زوجہ حرام نہین ہوئی
البتہ اگر کبھی اور بھی مالش کرانے کا اسی طرح اتفاق ہوا اور اس مین انزال نہین ہوا اس سے زوجہ زید پر حرام ہو
جائے گی واللہ اعلم ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ

توقف نکاح نابالغہ بلا اذن ولی و نفاذ آن باجازت ولی بعد البلوغ

سوال۔ ایک لڑکی نابالغہ ۱۲ یا ۱۳ برس کی ہے اس کا بھائی ۱۵ یا ۱۶ برس کا مکان سے بہت دور کلکتہ مین
نوکر ہے اُس لڑکی کے باپ و دادا نہین ہین چچا وغیرہ و دیگر اقربا موجود ہین لیکن پورے طور پر کوئی بھی اُس کی
خبرگیری و خیراندیشی نہین کرتا اُس کی ماں جو ہنگام طفولیت سے پرورش کرتی آرہی ہے اُس نے بوجہ غربت
و تکلیف کے بلحاظ پرورش اپنی دانست مین ایک اچھی جگہ اُس لڑکی کی نسبت ٹھہرائی لیکن چچا وغیرہ و دیگر اقارب نے
بسبب حسد یا رنجش یا اور کوئی سبب سے ناپسند کر کے کنارہ کشی اختیار کر لی ماں نے بدرجہ مجبوری خود ولی ہو کر اذن
دیا اور نکاح کرا دیا پس ایسی صورت مین یہ نکاح جائز ہوا یا نہین بصورت عدم جواز اب کیا کرنا چاہیئے اور بصورت
معلق رہنے کے اگر لڑکی بعد بلوغ اُسی جلسہ مین رضا کو ظاہر کر دیوے تو پھر یہ نکاح اُسوقت درست ہو جائیگا یا نہین۔

الجواب۔ فی رد المحتار الجلد الاول صفحہ ۵۳۶ واما اذا کان ای وجد سلطان او قاض فی مکان عقد الفضولی

علی المجنونة او الیتیمة فیتوقف اے وینفذ باجازتها بعد عقلها او بلوغها لان وجود المجیز حالة العقد لا یلزم کونه من اولیاء النسب کما تقدم فی الباب السابق قبیل قوله وللولی لا بعد التزویج بغیبة الاقرب اھ پس چونکہ صورت مسئولہ مین مجیز نکاح کا موجود ہی لہذا یہ نکاح اولاً موقوف رہا اور جب بعد بلوغ لڑکی رضا کو ظاہر کردے تو اب صحیح و نافذ ہوجاویگا البتہ اگر ولی جائز اس کے بلوغ رضا سے پہلے اس نکاح کی خبر سنکر اسکو رد کردے اب وہ معلق و موقوف نرہے گا بلکہ باطل ہوجائیگا۔ ١١ ربیع الاول ١٣٢٥ھ

سوال۔ اگر باپ و دادا مرگئے ہون اور چچا وغیرہ جواز روئے شرع شریف کے علی الترتیب اولیاء ہونے کا استحقاق رکھتے ہون وہ سب کے سب لڑکی نابالغہ کے نکاح مین بسبب حسد یا رنجش یا اور کوئی سبب سے کنارہ کش ہوجائین یا بروقت موجود نہون خواہ کہین چلے گئے ہون خواہ مرگئے ہون تو ماں ولی ہوسکتی ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار فان لم یکن عصبة فالولایة للام وفیه للولی الا بعد التزویج بغیبة الاقرب وفی رد المحتار عن الذخیرة الاصح انه اذا کان فی موضع لو انتظر حضوره او استطلاع رایه فات الکفو الذی حضر فالغیبة منقطعة اھ ونقل تصحیحه عن کثیر من الکتب اس سے یہ امور ثابت ہوئے۔ اول جب اولیاء مین عصبہ نہون تو ماں کو ولایت ملتی ہے۔ دوم جب پاس ہون ولایت نہین ہوتی گو رنج و حسد رکھتے ہون سوم جب اسقدر دور ہون کہ اُن سے رائے لینے تک موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا تب بھی ولایت ثابت ہوتی ہی فقط ١١ ربیع الاول ١٣٢٥ھ۔

سوال۔ نابالغہ عورتون کی شادی مین جو اولیاء بموجب شرع شریف کے علی الترتیب ہوا کرتے ہین تو یہ ولایت باعتبار وراثت کے ہی یا خیر اندیش ہونے کے اگر باعتبار وارث ہونے کے ہی تو وارث کے لئے کمال مبنی خیر اندیشی و صلہ رحمی مشروط ہی یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار علے ترتیب الارث والحجب اس سے معلوم ہوا کہ عصبات مین ولایت بترتیب ارث وحجب ہوتی ہی وفی رد المحتار الجلد الاول صفحہ ٢٠٨ و یظهر ان الفاسق المتهتک وهو بمعنی سیئ الاختیار لا تسقط ولایته مطلقا لانه لو زوج من کفو بمهر المثل صح کما سیاتی بیانه وفیه وما فی البزازیة من ان الاب او الجد اذا کان فاسقا فللقاضی ان یزوج من الکفو قال فی الفتح انه غیر معروف فی المذهب ان روایات سے معلوم ہوا کہ ولی کے خیر اندیش نہ ہونے کا یہ اثر تو ہے کہ بعض مواقع مین اُسکے کیے ہوئے نکاح مین علماء کو کلام ہی لیکن یہ اثر کہین نہین کہ اُس کی موجودگی مین ولی ابعد کا نکاح نافذ ہوجائے۔ ١١ ربیع الاول ١٣٢٥ھ

سوال۔ اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح فی الحقیقت اُس کے کفو مین ہوا لیکن اُس کے اولیاء شرعی اپنے خیال مین

اپنا کفو نہین سمجھتے ہین اور اسوجہ سے ایسے نکاح پر نارضامندی ظاہر کرتے ہین تو یہ نکاح برخلاف رضامندی اُنکے جائز ہوا یا نہین ۔

الجواب ۔ فی الدر المختار ولذا ای للولی اذا کان عصبة الاعتراض فی غیر الکفو فیفسخه القاضی فی رد المحتار فلا تثبت هذه الفرقة الا بالقضاء لانه مجتهد فیه اس سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح تو جائز ہو گیا البتہ اگر ولی اُسکو غیر کفو سمجھتا ہی تو قاضی یعنی حاکم مسلم کے اجلاس مین رجوع کرے اُسکی تحقیق مین اگر وہ غیر کفو ہوگا اور وہ فسخ کر دیگا تو فسخ ہو جائیگا ورنہ بدون حکم حاکم مسلم کے فسخ نہ ہوگا فقط ۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

حکم نکاح زن مفقود و زنیکہ شوہرش نفقہ نمیدہد و خوف حرام براے اولاد بالغ نیز بودن تزویج با او

سوال ۔ ایک شخص پانچ برس یا اس سے زیادہ دس بارہ برس مفقود الخبر ہے اور دوسرا شخص حیات مین ہی معروف الخبر ہے یعنی معلوم ہی کہ زندہ ہی مگر اپنے ملک سے تھوڑے فاصلہ پر ہی اور ہمیشہ خیر خیریت آتی ہے اور اُس کی عورت جوان ہے اور خواہش مرد کی اُس کو ہی اور نان و نفقہ سے محتاج اور اندیشہ اسکا ہی کہ زنا مین مبتلا ہو جاے اور مرد یعنی شوہر اُس عورت کا جو معروف الخبر ہے اور نان و نفقہ کی خبر بوجہ دوسری عورت جو کہ پردیس مین جا کر اپنے نکاح مین لایا ہی نہین لیتا اور اُس عورت سابقہ کے ساتھ دو لڑکے یعنی ایک لڑکی اور ایک لڑکا بھی ہین تو ایسی صورت مین اُسکے واسطے کیا حکم ہے اور وہ عورت ایسے موقعہ پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ پر عمل کرلے جو مروی ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو کہ فرمایا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مروی ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بلکہ یہ بھی مرقوم ہے کہ رجوع کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے طرف قول حضرت علی رض کے اور مذہب اکثر صحابہؓ کا بھی یہی ہے جیسا کہ نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ کتاب المفقود مین ہی مفصل بعبارت کتب تحریر فرمایئے مجھے یہ سوال ایک جماعت نے آکر کیا اور کہا کہ اس کا فیصلہ موافق شرع شریف کے کر دیجئے مین نے اسکے جواب مین یہ عبارت جو کہ کتاب مجموعہ فتاوی مولنا عبد الحی رح لکھنوی مین ہی اُس سے اخذ کر کے لکھا ہے اور آپ کی خدمت شریف مین ارسال کیا کہ آپ خود اور دوسرے علمار سے اِس کی تصحیح کر کے از راہ بزرگانہ اس طرف کو ارسال فرمائین اور اس کا اجر خداوند کریم سے لین وہو ہذا ۔ **جواب**[1] ۔ اس مسئلہ مین صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم و تابعین مختلف ہین حضرت عمرؓ و یک جم غفیر صحابہؓ اس طرف گئے ہین کہ زوجہ مفقود کی چار برس انتظار کرے بعدازان نکاح کرلے اور بعضون نے اسپر اجماع صحابہ نقل کیا امام مالک موطا مین روایت کرتے ہین ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأة فقدت زوجها فلم تدر این هو فانها تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل للازواج اور محمد بن عبد الباقی زرقانی

[1] یہ جواب خود سائل نے مولانا عبد الحی صاحب کے فتاوے سے اخذ کر کے لکھا ہی اور احقر کا جواب اس کے بعد آئیگا ۱۲ منہ ۔

شرح موطا میں لکھتے ہیں وروی نحوہ عن عثمان وعلی قیل واجمع الصحابۃ علیہ ولم یعلم لھم مخالف فی عصرھم وعلیہ جماعۃ من التابعین انتھی اور بعض صحابہ مثل ابن مسعودؓ وعلیؓ بنا بر یک روایت کے اسطرف گئے ہیں کہ زوجہ مفقود الخبر شوہر کا تا دم ظہور موت شوہر انتظار کرے اور یہی مذہب شعبی ونخعی کا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ الحاصل ان المسئلۃ مختلفۃ فی ما بین الصحابۃؓ فذھب عمرؓ الی ما تقدم وذھب علیؓ الی انھا امرأۃ لہ حتی یاتیھا البیان وروی عبد الرزاق عن ابن جریج قال بلغنا ان ابن مسعودؓ وافق علیاًؓ ان امرأۃ المفقود تنتظر ابدا واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابی قلابۃ وجابر بن سعید والشعبی والنخعی لکنھم قالوا لیس لھا ان تتزوج حتی یستبین موتہ انتھی اور ایک حدیث مرفوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسباب میں موافق رائے علی مرتضیٰؓ کے وارد ہے لیکن اُس کی سند میں ضعف ہے چنانچہ زیلعی تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں اخرج الدار قطنی فی سننہ عن سوار بن مصعب حدثنا محمد بن شرحبیل عن المغیرۃ بن شعبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرأۃ المفقود امرأۃ لہ حتی یاتیھا البیان ووجدتہ فی نسخۃ مصری حتی یاتیھا الخبر وھو حدیث ضعیف قال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل سألت ابی عن حدیث رواہ سوار بن مصعب عن محمد عن المغیرۃ فی امرأۃ المفقود فقال ابی ھذا حدیث منکر ومحمد متروک الحدیث ویروی عن المغیرۃ مناکیرا باطیل وذکرہ عبد الحق فی احکامہ من جھۃ الدار قطنی وعلیہ محمد بن شرحبیل وقال انہ متروک وقال ابن القطان فی کتاب سوار بن مصعب شھر فی المتروکین انتھی اور اسی طرح بدر الدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تحریر کیا ہے اب جاننا چاہیے چونکہ حدیث اس مسئلہ میں بطریق ضعیف وارد ہوا اور صحابہؓ خود مختلف ہیں لہذا ائمہ مجتہدین فی ما بینہم اس مسئلہ میں مختلف ہوگئے ہیں ائمہ حنفیہ نے رائے حضرت علیؓ کو بضم حدیث مرفوع مرجح کیا اور ائمہ مالکیہ نے رائے حضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وغیرہ کو مختار کیا لیکن بوقت ضرورت ائمہ حنفیہ تصریح کرتے ہیں کہ فتوے قول مالک پر جو موافق ایک جماعت صحابہؓ کے ہے درست ہے اور جب خوف وقوع حرام کا ہو تو عمل کرنا مسلک مالکی پر جائز ہے جامع الرموز میں ہے قال مالک والاوزاعی الی اربع سنین فتنکح عرسہ بعدہ کما فی النظم فلو افتی بہ فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ علی ما اظن اور رد المحتار حاشیہ در مختار میں ہے ذکر ابن وھبان فی منظومتہ انہ لو افتی بقول مالکؒ فی موضع الضرورۃ یجوز واعترضہ شارحھا ابن الشحنۃ بانہ لا ضرورۃ للحنفی الی ذلک وقال الشارح فی الدر المنتقی ھذا لیس باولی لقول القھستانی لو افتی بہ فی موضع الضرورۃ لا باس بہ علی ما اظن اور نفقہ کے بارہ میں اللہ رب العالمین اپنے قرآن عظیم کلام قدیم میں ارشاد فرماتا ہے وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف رزق ولباس ومسکن عورت کے لیے

مسلمہ ہو یا کافرہ کبیرہ ہو یا صغیرہ ایسی کہ وطی کیجاتی ہو واجب ہے مؤ اگر یہ صغیرہ ہو کہ وطی پر قادر نہو جیسا کہ قرآن مین ہے اوپر کی آیت اور اگر شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو درمیان ان کے تفریق نہ کرائی جائے بلکہ مرد کے اوپر قرض لیکر کھائے جب شوہر مالدار ہو جائے تب ادا کر دیوے لیکن نزدیک امام شافعیؒ کے تفریق کرادی جاوے مگر یہ شخص تو نفقہ دینے سے عاجز ہی نہین اور کچھ غریب بھی نہین کیونکہ دوسری عورت جو اس کے نکاح مین ہے خوب آرام مین ہے کھانے اور کپڑے کی طرف سے خوب فراغت ہے فقط اسے عورت سابقہ کو تکلیف دینا منظور ہے اس مرد کی اور نفقہ کی طرف سے صاف انکار بلکہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ نہ تو نفقہ دیوے اور نہ طلاق اسوقت اس عورت کو کیا کرنا چاہیے آیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق درمیان دونون کے تفریق کرادیجائے کیا حکم ہے شرع شریف سے تحقیق فرماکر تحریر فرمائین یہ کہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے کہ نہین اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ اور لڑکا یا لڑکی کو از روے ظلم کے کبھی شفقت شوہرانہ اوپر اُس عورت کے اور محبت پدرانہ اوپر ان بچون کے نہین دیکھا اور نہ بچون کی پرورش کی اسی وجہ سے وہ عورت اور بچے اس مرد سے الگ ہوگئے اور کسی طرح سے اس عورت نے بچون کو مزدوری کرکے پرورش کیا اور اب ہوشیار ہوئے اور چونکہ شوہر اور والد واجب الاطاعت ہین اور یہ عورت اور بچے سب بھراہی اُسکی اطاعت سے محروم رہے پس اس حالت مین گنہگار کون ہے اور کون کس کے واسطے پوچھا جائیگا باوجودیکہ زوجہ اور لڑکے اپنی خواہش سے اطاعت سے محروم نہین تو ایسی صورت مین کہ نافرمانی کی ابتدا اور زیادتی زوجہ اور لڑکون کی جانب سے نہو تو ماخوذ ہونگے یا نہین پس قصہ اس عورت کا جسکا تذکرہ اوپر سے چلا آتا ہے ایسا ہی ہے کہ جس وقت یہ لڑکا چار سال کا یا زیادہ کا اور لڑکی یعنی دختر فقط تین ماہ کی تھی اُسیوقت شوہر اس عورت کا پردیس مین چلا گیا قریب بارہ برس کے ہوئے کہ ابھی تک نفقہ وغیرہ سے خبر کما حقہ نہ لی فقط محنت مزدوری سے اپنی اور بچون کی پرورش کرتی رہی پس جس وقت قحط ہوا اس ملک مین جہان یہ عورت تھی اُسوقت اس کو اپنے ملک مین رہنا ساتھ دو بچون کے بہت مشکل ہوا اُس وقت اس کا شوہر جو پردیس مین تھا اُس کی خیریت آئی تو اس کے مرد نے دوسری ایک عورت کے ساتھ جو غیر قوم تھی نکاح کیا ہوا تھا اب جب سابقہ عورت اپنے ملک کو چھوڑ کر اس مرد کے قریب آئی کہ شوہر کے قریب پہونچکر اپنی تکلیف کو اور شوہر کی جدائی کے صدمہ کو دفع کریگی مگر یہان دوسری عورت کے ہونے سے اور بھی زیادہ اُسپر صدمہ ہوا اور دوسرے شوہر کی نامہربانی خیر تھوڑے روز تک جیون تیون کرکے گذر ہوئی عورت سابقہ علیحدہ رہ کر اور محنت و مزدوری سے اپنی اور بچون کی پرورش کرتی رہی بعد اس کے اس عورت کا شوہر دوسری جگہ چلا گیا

بعد اس کے چلے جانے کے ایک لڑکا اور پیدا ہوا مگر اس کے مرد سے نان ونفقہ کی کچھ خبر نہین لی مجبور ہو کر اس عورت نے سرکار مین ایک عرضی باین مضمون دی کہ میرا شوہر میرے نان ونفقہ کی خبر زمانہ تیرہ چودہ برس کا ہوتا ہے کہ بالکل نہین لیتا سرکار مجھکو طلاق دلوادے جسوقت کمشنر صاحب بہادر کی طرف سے کاغذ گیا اس عورت کے شوہر کے پاس اُسوقت اُسکا مرد اُس عورت کے پاس آیا اور اُس سے کہا کہ تو نے نالش کیون کیا اب چل میرے ساتھ جہان مین چاہون تمکو لے جاؤن اور جہان مین اسوقت رہتا ہون اور عورت دوسری میری بیاہتی ہے وہان تجھکو چلنا ہوگا اور بہت کچھ دھمکایا اس عورت سابقہ کو اپنی جان کا خوف دوسرے اُس عورت سوکن کا ڈر جو کہ پیشتر اُس کے صدمے اُٹھا چکی تھی نہ گئی اور اُس کا مرد چلا گیا پھر دوبارہ آیا اور اُسکو پھر سابق کے موافق بلایا کہ چل میرے ہمراہ اس عورت نے جو انکار قبل کیا تھا ویسا دوبارہ بھی کیا اور کہا کہ مجھکو تیرے ساتھ رہنا منظور نہین طلاق دیدے اس کے مرد نے کچھ جواب ندیا بلکہ جو کچھ برتن وغیرہ اور کپڑا تھا وہ اپنے ہمراہ لے گیا اور وہ لڑکا جو صغر سنی مین چار پانچ سال کا چھوڑ کر پردیس مین آیا تھا اُس کو اپنے ہمراہ لیا اور لڑکا بہت انکار کرتا رہا کہ مین نہین جاؤنگا بلکہ مین نہین جانتا کہ تو کون ہے خیر لوگون کے سمجھانے اور اصرار کرنے سے لڑکا اُسکے ہمراہ گیا اور اُس مرد نے عورت سے کہا کہ اگر تو نہین جاتی تو مجھکو ضرورت بھی نہین مگر لڑکے اور لڑکی کو لیجاؤنگا جسوقت لڑکے کو ہمراہ لیا اُسیوقت لڑکی کو بھی بلایا کہ میرے ہمراہ چل لڑکی تو اُس کو خوب اچھی طرح سے جانتی تھی اور والد کی نامہربانی سے خوب واقف تھی اور لڑکا جو کہ اس عورت نے محنت اور مشقت کرکے پرورش کیا تھا اور اب سولہ سترہ برس کی عمر ہوئی تھی اور اسوقت کوئی کام یعنی مزدوری وغیرہ کر سکتا تھا اور مان کو اسکی خوب امید تھی کہ اب لڑکا ہوشیار ہوا مزدوری کرکے میری پرورش کریگا اُس کو اپنے ہمراہ لے گیا اور اسوقت یہ لڑکی اور ایک لڑکا صغیر جو قریب چار ماہ کے ہوا وہ ہے اور اُسکی والدہ اسوقت آنکھون سے معذور ہو گئی اور عمر بھی قریب چالیس برس سے اوپر ہو گئی وقت ضعیفی کا ہے اور والد یعنی باپ لڑکے کا چاہتا ہے کہ لڑکی کو بھی لیجاؤن اور عورت کو تنہا چھوڑدون اور اُس لڑکی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بالکل والد کے ہمراہ جانے سے انکار کرتی ہے کہ مین اپنی مان کو چھوڑکر نہ جاؤنگی اور اگر مجھکو جبراً لے گیا میرا والد تو ضرور اپنی جان کو ہلاک کردونگی اور اسوقت اس لڑکی کی عمر بارہ برس کچھ کم زیادہ ہے تو جس حالت مین اس لڑکی کی والدہ آنکھون سے معذور اور ضعیف بھی ہو اور اپنی محنت اور مشقت سے لڑکی کو پرورش بھی کیا ہو اور ایسے وقت مین یہ لڑکی اُسکی مان کی زندگی کا سہارا ہو تو اس حالت مین اُسکا باپ لڑکی کو چاہے جبراً لیجانا تو شریعت کے موافق کیا حکم ہے اور والدہ کا حق

ان بچون پر خصوص کرکے اس لڑکی پر کچھ ہوتا ہی یا نہین اور لڑکی کو اپنے ہمراہ جو کہ محرم راز کی ہوئی لے سکتی ہے یا نہین اسکو بہ سند صحیح مرقوم فرمائین اور بہت جلدی اس طرف کو ارسال فرمائین۔ بالفظ

جواب سوال اول- اس سوال کے دو جزو ہین ایک مفقود کے متعلق دوسرا نان و نفقہ نہ دینے والے کے متعلق دونون کا جواب بترتیب لکھا جاتا ہی (**جواب جزو اول**) فی الدر المختار کتاب المفقود قلت وفی واقعات المفتین لقدری افندی معزیا للقنیۃ انہ تم الحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ پس امرأۃ مفقود مین خواہ مذہب حنفیہ کا راجح ہو خواہ مالکیہ کا کہ یہ بحث آخر متعلق خلافیات کے ہی لیکن ضرورت مین جو حنفیہ نے اسپر عمل جائز لکھا ہے تو اُس کا یہ مطلب نہین کہ محض فتوائے عمل کے لئے کافی ہے بلکہ اُسمین حسب روایتِ بالا انضمام قضاء قاضی مسلم کی ضرورت ہے پس عمل کی یہی صورت ہوسکتی ہی کہ کسی مسلمان حاکم کے اجلاس مین یہ واقعہ پیش کیا جائے اور وہ کہدے کہ مین اس مفقود کی موت کا حکم کرتا ہون اس حکم کے بعد وہ عورت عدت وفات کی پوری کرے اُسوقت دوسرے شخص سے نکاح جائز ہوگا واللہ اعلم- (**جواب جزو ثانی**) فی الدر المختار باب النفقۃ ولا یفرق بینھما بعجزہ عنھا ولا بعدم ایفائہ لو غائبا حقھا ولو موسرا وجوزہ الشافعیؒ باعسار الزوج وبتضررھا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ فی رد المحتار تحت قولہ وبتضررھا والحاصل ان عند الشافعی اذا اعسر الزوج بالنفقۃ فلھا الفسخ وکذا اذا غاب وتعذر تحصیلھا علی ما اختارہ کثیرون منھم وفیہ بعد صفحۃ نعم یصح الثانی ای القضاء علی الغائب عند احمد کما ذکر فی کتب مذھبہ وعلیہ یحمل ما فی فتاوی قاری الھدایہ حیث سئل عمن غاب زوجھا ولم یترک لھا نفقۃ فاجاب اذا اقامت بینۃ علی ذلک وطلبت فسخ النکاح من قاض یراہ ففسخ نفذ وھو قضاء علی الغائب وفی نفاذ القضاء علی الغائب روایتان عندنا فعلی القول بنفاذہ یسوغ للحنفی ان یزوجھا من الغیر بعد العدۃ اھ وفی رد المحتار قبیل کتاب الطھارۃ وادعی فی البحر ان المقلد اذا قضی بمذھب غیرہ او بروایۃ ضعیفۃ او بقول ضعیف نفذ اھ اس واقعہ مین بھی مثل واقعہ جزو اول کے محض فتوے تفریق کے لئے کافی نہین بلکہ انضمام قضاء قاضی کی حاجت ہی پس جب کوئی حاکم مسلمان کہدے کہ مین نے فلان مرد اور فلان عورت مین تفریق کردی نکاح ٹوٹ جائیگا اور عدت طلاق اُسوقت سے شمار کرکے دوسرا نکاح کرسکتی ہے اور اگر ان دونون جزو مین یہ اشکال ہو کہ قاضی یعنی حاکم مسلم ہندوستان مین کہان سے آئے کہ ان دشواریون کا انتظام ہوسکے تو جاننا چاہیئے کہ درمختار کتاب القضاء مین مصرح ہی ویجوز تقلید القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ پس اسکی صورت یہ ہوسکتی ہی کہ حکام انگریزی جو با اختیار ہون مہربانی کرکے

ان واقعات مین کسی مسلمان عالم کو فیصلہ کرنے کے پورے اختیارات دیدین وہ عالم مسلمان بوجہ اختیارات ملنے کے بجائے قاضی کے ہوجائیگا اور اُس کے احکام ان واقعات مین نافذ ہوجائیں گے اور یہ ضرور نہین کہ ایسے اختیارات ہمیشہ کے لئے دیئے جائین بلکہ خاص ان دو واقعون کے فیصلہ کردینے کا اختیار دینا کافی ہوگا اوران فیصلون کے بعد یہ شخص معزول اور بے اختیار ہوجائیگا اور اگر سب مسلمان متفق ہوکر ہمیشہ کے لئے ایسے قضایا کے واسطے حکام سے درخواست کرکے کسی عالم کو مقرر کرلین تو ہمیشہ کے لئے مصیبت دفع ہوجائے (**جواب سوال دوم**)

فی الدر المختار باب الحضانۃ ولاخیار للولد عندنا مطلقا ذکرا کان او انثی خلافا للشافعی قلت وھذا قبل البلوغ اما بعدہ فیخیر بین ابویہ ان اراد الا نفراد فلہ ذلک الیٰ قولہ لا نغیرھا فی رد المحتار تحت قولہ لا نغیرھا فللاب ان یضمہا الیہ وکذا الاخ والعم الضم اذا لم یکن مفسدا فان کان فحینئذ یضعھا القاضی عند امرأۃ ثقۃ اھ وزاد الزیلعی وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منھا اھ وھذا الذی مشے علیہ المصنف بعد پس صورت واقعہ مین جو بالغ ہو گئی تو بوجہ بلوغ کے باپ کا جبر نہین بلکہ اس اولاد کو اختیار ہے کہ ماں کے پاس رہے اور جو نابالغ ہے چونکہ یہ شخص ایسا ظالم ہے اور اس سے اولاد کو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہے لہٰذا نابالغ اولاد کو بھی نہین لے سکتا کذا یفہم من الروایات المذکورۃ واللہ اعلم ۲۶ جمادی الاولی ۱۳۲۵ھ

عدم ثبوت حرمت مصاہرۃ ہرگاہ زن کم از نہ سال باشد و اشتراط شہوت احد الجانبین برای حرمت مصاہرۃ از مس

سوال - زید کو ہندہ کے ساتھ ایک عورت نے متہم کیا کہ زید رات مین روشنی گُل کرکے جس جگہ ہندہ سوتی ہے آتا ہے مگر عورت مذکورہ نے زید کو ہندہ کے ساتھ کسی فعل ناجائز کا مرتکب نہین پایا محض شبہہ بیان کیا جب زید کی لڑکی نے یہ بات سُنی عورت مذکورہ کو شور وغل سے باز رکھا اور خود لڑکی مذکورہ کو تشویش پیدا ہوئی کہ آیا زید واقعی ہندہ کے ساتھ کسی امر ناجائز کا مرتکب ہے یا عورت نے محض شک سے متہم کیا ہے اور لڑکی مذکورہ نے شک کی وجہ سے ہندہ کو لعنت وملامت کیا اور تاکید کیا کہ اب جب زید تیرے پاس شب کو آئے تو شور کرنا چنانچہ ہندہ نے ویسا ہی کیا کہ ایک روز بآواز بلند کہا کہ دیکھو زید میرا پیر پکڑتا ہے اس آواز کی وجہ سے بنت زید کی آنکھ کھل گئی اور کیا دیکھا کہ زید ہندہ کے سونے کی جگہ سے ایک دو گز کے فاصلہ سے جارہا ہے جو کچھ ظاہری حالت تھی عرض کیا باقی باطنی حالت اللہ خوب جانتا ہے آیا ان واقعات معروضہ سے حرمت مصاہرۃ ثابت ہوگی یا نہین (واضح رہے کہ زید نابینا ہے) اور ابن زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ درست ہوگا یا نہین خود زید نے ہی ہندہ کے ساتھ اپنے لڑکے عمرو کی منگنی کی ہے واضح رہے علاوہ ہو کہ عمرو بن زید اور ہندہ کو ان واقعات کی خبر نہین اور نہ کوئی شخص خبر دینا چاہتا ہے کیونکہ اسمین بڑی بدنامی کا خوف ہے اور نہ کوئی گواہ معتبر موجود ہے سوائے بنت زید کے

کیونکہ جس عورت نے اولاً متہم کیا تھا اُسکا انتقال ہوگیا باقی رہی بنت زید فقط حرمت مصاہرۃ زنا سے امام شافعیؒ کے یہان ثابت نہین یہ قول امام شافعی صاحب کا کیسا ہے۔

الجواب۔ اگر ہندہ اُسوقت نو سال سے کم تھی تب تو حرمت مصاہرۃ ثابت نہ ہوگی فی الدر المختار وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور اگر نو سال کی یا زائد تھی تو زید سے اور ہندہ سے دریافت کیا جائے اگر ایک بھی کہے کہ اُس وقت مجھکو شہوت تھی تو حرمت مصاہرۃ ثابت ہوگی فی الدر المختار وتکفی الشہوۃ من احدہما اور اگر دونون شہوت کے منکر ہون اور بجز مس قدم کے اور کوئی بات نہ ہوئی ہو تو حرمت مصاہرۃ ثابت نہوگی فی الدر المختار وفی المس لا تحرم مالم تعلم الشہوۃ اور اگر کوئی اور بات بھی مرد کے یا عورت کے بیان سے معلوم ہو تو اُس کے متعلق دوبارہ استفتاء کرنا چاہئیے اور امام شافعیؒ کے مذہب کی تحقیق کا یہ موقع نہین ہے واللہ اعلم ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ایک عورت کی عدت بیوگی ختم ہو چکی ہے الحال اُس کو آثار حمل نمودار ہین بعض کا یہ قول ہے کہ یہ حمل نہین بلکہ احتباس حیض کا عارضہ ہے اور اگر حمل فی الواقع ہے تو اسی شخص کا ہے جس سے نکاح اس عورت کا کرنا مقصود ہے اس حالت حمل یا شبہہ حمل مین اس مرد سے جس کا حمل تصور کیا جاتا ہے نکاح جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الہدایۃ ویثبت نسب ولد المتوفی عنہا زوجہا ما بین الوفاۃ وبین السنتین واذا اعترفت المعتدۃ بانقضاء عدتہا ثم جاءت بالولد لاقل من ستۃ اشہر یثبت نسبہ وان جاءت بہ لستۃ اشہر لم یثبت بنا بر اس روایت کے اسمین تفصیل یہ ہے کہ دیکھنا چاہئیے کہ اس عورت نے جس کا خاوند مر گیا ہے بعد گذرنے چار ماہ دس دن کے یہ بات زبان سے کہی ہو کہ میری عدت ختم ہو چکی یا یہ بات نہین کہی اگر کہی ہے تو بالفعل عدت کو ختم کہدیا جائیگا لیکن اگر انقضائے عدت سے چھ ماہ سے کم مین لڑکا ہوا تو یہ کہا جائیگا کہ یہ لڑکا مردہ کا ہے اور اس بناء پر اگر اس نے دوسرا نکاح کر لیا ہوگا تو اُس کو باطل کہا جائیگا البتہ اگر انقضائے عدت سے چھ ماہ کے بعد بچہ ہوگا تو اُس مردہ کا نہ کہا جاویگا اور اگر اُسنے دوسرا نکاح کر لیا ہوگا تو اُس کو صحیح کہا جائیگا اور اگر اُسنے یہ بات نہین کہی تو شوہر کی وفات سے دو برس کے اندر اندر یہ حمل اُسی کا قرار دیا جائیگا اور چونکہ معتدہ حکم منکوحہ مین ہے اور منکوحہ کا حمل شوہر ہی سے قرار دیا جاتا ہے خواہ واقع مین کیسا ہو اس لئے حکم بقاء عدت کی صورت مین اس کا اعتبار نہ کیا جائیگا کہ یہ دوسرے شخص کا حمل ہے اور اگر اسمین بیوہ سے مراد مطلقہ ہے تو دوبارہ سوال کرنا چاہئیے فقط واللہ اعلم ۴ رجب ۱۳۲۵ھ

سوال۔ زید کی چار عورتین منکوحہ موجود ہین اپنے مکان دہلی سے بمبئی کو جاکر ایک یا دو عورت اور کرنا چاہتا ہے

بطلان نکاح در عدت تفصیل عدت او

[illegible]

اس صورت سے کہ اپنے آپ اکیلے خفیہ اپنی دو عورتون کو جو مکان مین ہین طلاق بائنہ غیر ثلاثہ کے دیتا ہے
اور عورتون کو خبر نہین کرتا بعد گذرنے عدت کے جو اپنے قیاس سے تخمیناً جان لیتا ہے کہ اب میری عورتون
کی عدت ہوگئی ہے اُن دوسری دو عورتون سے بمبئی مین نکاح کرتا ہے جب برس روز کے بعد مکان کو آتا ہی
تو بمبئی کی دونون عورتون کو خفیہ طلاق دیتا ہے اور مکان مین آکر مطلقات سے تجدید نکاح کر لیتا ہے کیونکہ طلاق
تو مطلقہ مغلظہ مین ہوتا ہے نہ غیر مین بعد کو جب بمبئی مین جاتا ہے تو ان عورتون کو خفیہ طلاق بائنہ مادون ثلثہ
کے دے جاتا ہے اور بعد انقضاء عدت کے بمبئی والیون سے نکاح کر لیتا ہے اور ہر دونون جانب کی عورت کو
خبر طلاق کی نہین ہوتی بلکہ وہ جانتی ہین کہ احتیاطاً تجدید ہوتی ہے ایسی صورت سے چار عورتون سے زیادہ
اپنے تصرف مین رکھتا ہی تو زید کا یہ حیلہ فتوے مین کیسا ہے۔

الجواب۔ یہ حیلہ محض لغو و مہمل و باطل ہی نکاحاً بھی طلاقاً بھی عدۃً بھی اول تو اس لئے کہ نکاح مین حلت واقعیہ کے
لئے رضاء واقعی کی ضرورت ہی اور جب اُس مطلقہ کو معلوم ہی نہین کہ مین انکار پر بھی قادر ہون اور میرا انکار بھی موثر
ہے وہ رضا معتبر نہین اور ثانی اس لئے کہ یہی طلاق مادون ثلثہ جب کئی بار مین تین تک پہونچ جاوین گی پھر
بدون حلالہ نکاح جدید کیسے کافی ہوگا اور ثالث اس لیے کہ عورتون کی عدت اختلاف احوال کے اعتبار سے مختلف
ہوتی ہے مثلاً حمل مین وضع حمل اور رضاع مین بوجہ حیض نہ آنے کے مہینون کی جگہ سال صرف ہوتے ہین
پھر تخمین کیسے جائز ہے علاوہ اس کے خلوت بالاجنبیہ کے محذور سے بھی بچنا ممکن نہین ہے غرض یہ عمل محض
اتباع خطوات شیطان ہے فقط ۳۲۵ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور وہ ایک دختر زینب ساتھ
لائی آیا زید کو جائز ہے کہ زینب سے نکاح کرلے یا جائز نہین جو کچھ حق ہو بحوالہ قرآن مجید و حدیث شریف
و فقہ متین تحریر فرماوین بینوا توجروا۔

الجواب۔ وبہ نستعین اصطلاح شریعت مین ایسی دختر کو ربیبہ کہتے ہین اور ربیبہ کا نکاح دو شرطون سے
جائز ہوتا ہے ایک شرط تو یہ ہے کہ اُس کی ماں سے جماع نہ کیا ہو دوسری شرط یہ ہی کہ اُسکی ماں نکاح سے
نکل گئی ہو خواہ ساتھ طلاق کے یا ساتھ موت کے یا ساتھ خلع کے اور اگر ان دو شرطون مین سے ایک بھی مفقود
ہو تو نکاح جائز نہین یعنی اگر اُس کی ماں سے جماع کر لیا ہو تو دختر سے نکاح جائز نہین۔ قال اللہ تعالی فی
الجزء الرابع وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم

فی سنن الترمذی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ایما رجل نکح امرأۃ فدخل بہا فلا یحل لہ نکاح ابنتہا وان لم یدخل بہا فلینکح ابنتہا ۱۲ فی صحیح البخاری فی تفسیر قولہ تعالی وربائبکم اللاتی فی حجورکم الخ عن ام حبیبۃ قالت قلت یا رسول اللہ ہل لک فی بنت ابی سفیان قال فافعل ماذا قلت تنکح قال اتحبین قلت لست لک بمخلیۃ واحب من شرکنی فیک اختی قال انہا لا تحل قلت بلغنی انک تخطب درۃ بنت ابی سلمۃ قال بنت ام سلمۃ قلت نعم قال لو لم تکن ربیبتی ما حلت لی ارضعتنی وایاہا ثویبۃ فلا تعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن فی الدر المختار وحرم بالمصاہرۃ بنت زوجتہ الموطوءۃ۔ اور اسی طرح اگر اُس کی ماں سے نکاح باقی رہا جب بھی دختر سے نکاح جائز نہیں کیونکہ لازم آتا ہے جمع کرنا ماں اور بیٹی کا نکاح شخص واحد میں اور یہ حرام ہی بالاجماع پس اس بناء پر زید نے اگر ہندہ سے جماع نہ کیا ہو اور جماع کرنے سے پہلے زید کے نکاح سے نکل گئی ہو یا تو مرگئی ہو یا طلاق دیدی ہو یا خلع کرلیا ہو تو زینب سے نکاح جائز ہے اور اگر ہندہ سے جماع کرلیا ہو تو زینب سے نکاح جائز نہیں خواہ نکاح ہندہ کا باقی رہا ہو یا نہیں اور اسی طرح اگر ہندہ سے نکاح قائم رہا ہو جب بھی زینب سے نکاح جائز نہیں خواہ ہندہ سے جماع کیا ہو یا نہیں واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب۔

سوال۔ زکوۃ میں تصریح ہی کہ ادا ءِ زکوۃ کے وقت اگر نیت نہ کی ہو تو جب تک مال قبضہ فقیر میں باقی رہے زکوۃ کی نیت کرلینا جائز ہے کسی شخص نے زوجہ کو مہر دیا لیکن دیتے وقت نیت نہ کی تو کیا اسی پر قیاس کرکے قیام مال فی یدہا تک نیت جائز ہے اور نیت لاحقہ سے بھی مہر ادا ہو جائیگا یا پھر دینا پڑیگا۔

ضرورت نیت در ادائے مہر

الجواب۔ جب دینے کے وقت کچھ نیت نہیں کی تو ظاہر ہے کہ یہ تملیک ہبہ ہوئی ادائی دین نہیں ہوئی اور درمختار کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ ہونیکے بعد مہر نہیں بنتا فی باب المہر منہ ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہتہ عند الدفع غیر جہۃ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ المہر لم یقبل قنیہ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا الخ قلت علل بوقوعہ ہدیۃ ووقوعہ ہدیۃ یکون بالذکر قضاء وبلا ذکرہ دیانۃ فلما لم ینوکونہ من المہر وکان کونہ مہرا متوقفا علی ہذہ النیۃ دیانۃ وقع ہدیۃ فلا ینقلب مہرا بخلاف زکوۃ کے کہ خود زکوۃ بھی تبرع ہی اور ہبہ بھی تبرع یہاں تبرع کا انقلاب غیر تبرع کی طرف لازم نہیں آتا اسلیے زکوۃ ادا ہو جائیگی اور مہر ادا نہ ہوگا فقط واللہ تعالے اعلم ۱۸ ربیع الاول

سوال۔ ایک شخص نے بذریعہ کسی اجنبیہ محرمہ کے رمضان میں حلق کرایا اب وہ شخص زانی کہلائیگا یا نہیں اور اس عورت کے اصول و فروع اس کے حق میں کیا ہے اور اُس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب۔ زنا کی تعریف میں ادخال الذکر قدر الحشفۃ داخل ہی کما فی الدر المختار اس لئے یہ زنا حقیقی تو

نہین ہے البتہ مقدمات زنا کو حدیث مین زنا فرمایا گیا ہے اس لئے حکماً زنا ہے یعنی گناہ مین مشابہ زنا کے ہے اور چونکہ مس بالشہوۃ سے اس کے اصول وفروع سب حرام ہوجاتے ہین اس لئے یہ حکم ثابت ہوجاویگا۔ البتہ اگر انزال ہو تو حرمت ثابت نہوگی۔ کما فی الدر المختار واصل ممسوسۃ بشہوۃ واصل ماسۃ وفروعہن وفیہ ایضاً فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ وبہ یفتی اور روزہ فاسد ہوجاویگا اور صرف قضا لازم آئیگی فی الدر المختار واذا استمنی بکفہ الی قولہ کذا فقط۔

سوال۔ زید کا نکاح بوجہ ارتداد زوجہ واجرار کلمہ کفر فسخ ہوگیا قبل تجدید نکاح اندرون عدۃ جو وطی ہوئی وہ وطی بالشبہ ہے یا محض زنا اور عقر دینا پڑے گا یا نہ اگر دینا پڑیگا تو کتنا اگر کئی مرتبہ اتفاق ہوا تو کیا ہر وطی کے عوض عقر ہے۔

الجواب۔ فی عالمگیریۃ ارتدت المرأۃ والعیاذ باللہ وحرمت علیہ او حرمت بجماع امہا او بنتہا او بمطاوعۃ ابن الزوج ثم جامعہا وقال علمت انہا علی حرام لاحد علیہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ وطی حرام بالشبہ ہے ورنہ حد واجب ہوتی رہا عقر کا تو حد اور تعدد سو ظاہراً تعدد معلوم ہوتا ہے فی العالمگیریۃ الاصل ان الوطی متی حصل عقیب شبہۃ الملک مراراً لم یجب الا مہر واحد لان الوطی الثانی صادف ملکہ ومتی حصل الوطی عقیب شبہۃ الاشتباہ مراراً یجب بکل وطی مہر علیحدۃ لان کل وطی صادف ملک الغیر۔ سو ظاہر ہے کہ یہان ملک کا مطلق شبہ نہین ہے ایضاً فی العالمگیریۃ ولو وطی المعتدۃ عن الطلقات الثلث وادعی الشبہۃ قیل ان کانت الطلقات الثلاث جملۃ فظن انہا لم تقع فہذا ظن فی موضعہ فیلزمہ مہر واحد وان ظن ان الطلقات واقعۃ لکن ظن ان وطیہا حلال فہذا الظن فی غیر موضعہ فیلزمہ بکل وطی مہر کذا فی الخلاصۃ اور ظاہر ہے کہ مرتدہ مین کوئی وجہ مجتہد فیہ حل کی نہین لہذا یہ مشابہ مطلقہ ثلثا کے بظن وقوع الثلث کی ہے لہذا مثل اسکے عقر متعدد ہوگا اور عقر کی تفسیر مین جو اختلاف ہے مشہور کتب فقہ مین مذکور ہے۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ۔

سوال۔ ایک عورت محتاجہ مفلسہ تو عمر کا شوہر مدۃ سے مفقود الخبر ہے اور کسیطرح بدون زوج زندگی بسر کرنے کی صورت نہین معلوم ہوتی زمانہ کا حال ظاہر ہے ایسے مخمصہ کی حالت مین اس کے لئے دوبارہ نکاح ثانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب۔ گو بعض علماء نے شافعی ومالک رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے مگر راقم کے تجربہ مین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑتے مین بہت فساد پائے گئے ہین اس لئے میرے نزدیک

حسب فتوے امام صاحب کے نکاح ثانی قبل مدۃ معینہ[1] جائز نہین فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ زید صدیقی شیخ ہے اُسنے ایک شخص کے بیان پر اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح عمرو ایسے شخص سے کردیا ہے جو رنڈی زادہ ہے اور اُسنے اب اپنے پیشہ سے توبہ کرلیا ہے اور اپنی بہنون کا نکاح کردیا ہے دریافت کے بعد نکاح ہوجانے پر یہ حالات معلوم ہوئے جس شخص نے شریف بیان کیا تھا وہ بھی اقرار کرتا ہے کہ واقعی ہمسے غلطی ہوئی اور غلط بیان کیا گیا علاوہ برین نسلاً عمرو عجمی بھی ہے بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب

الجواب۔ سوال مین یہ تصریح نہین کہ اس شخص کی مان جو رنڈی تھی اُسنے کسی سے نکاح کرلیا تھا جس سے یہ شخص پیدا ہوا یا بے نکاح ہوا ہے اور اگر نکاح بھی ہوا تو وہ شخص کیسا تھا اُس کا کیا نسب تھا دوسرے یہ تصریح نہین کہ نکاح کی گفتگو مین آیا اُس شخص نے اپنی نسب کے باب مین کچھ غلط بیان کیا تھا یا یہ کہ سکوت کیا تھا بہرحال اگر اُس شخص یعنی رنڈی زادہ نے کوئی بیان غلط نہین کیا صرف سکوت کیا تھا اور اولیائے منکوحہ کو ناواقفی سے دھوکہ ہوا ہے جیسا ظاہر سوال کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اس صورت مین وہ نکاح صحیح و لازم ہوگیا اب فسخ نہین ہوسکتا البتہ اگر شوہر طلاق دیدے اور بات ہے فی العالمگیریہ وان کان الاولیاء ھم الذین باشروا عقد النکاح برضاھا ولم یعلموا انہ کفوا وغیر کفو فلا خیار لواحد منھما واما اذا شرطا الکفاءۃ او اخبرھم بالکفاءۃ ثم ظہر انہ غیر کفو کان لھم الخیار جلد ثانی صفحہ ۱۷ واللہ اعلم سلخ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

سوال۔ شخصے از چند سال مفقود شدہ خبرے از پیغام و نامہ نمی آید و زندہ و مردہ مطلق نیست و جوان بود و زنے جوان دارد آن زن جوان در جوش جوانی ایمان را برباد مید ہد و عزت اقوام بخاک میریزد و فتور کمال در مسلمانان می اندازد صورۃ نکاح این زن بشرع نبوی در مذہب مایان می تواند شد۔

الجواب۔ مسئلہ مجتہد فیہ است اگر قاضی کہ مولی از سلطان باشد یا از عامہ مسلمین بر مذہب شافعی و مالک بعد چار سال حکم بموت مفقود و فسخ نکاح زن کند نکاح فسخ شود از ان پس چار ماہ و دہ روز از عدت گذرانیدہ نکاح جائز ست و بدون قضا فسخ نتوان شد و نکاح ثانی جائز نیست ۱۰ رجب ۱۳۲۱ھ

سوال۔ زید درد پسلی و پھیپھڑے مین جسکو نمونیا یعنی مرض ذات الجنب کہتے ہین مبتلا تھا اور اوٹھ بیٹھ چل پھر نہین سکتا تھا بلکہ معطل الحواس تھا اُسکے مختار و سربراہ کار نے ایسی حالت مین اپنی لڑکی ہندہ کے ساتھ اُسکا نکاح پڑھوادیا اور بعوض مہر کے تمام جائداد زید کی زبانی طور پر دیدیا جانا مشہور کیا اس نکاح مین زید کے

---

[1] یعنی نوّے سال جب زوج کی عمر ہوجائے اور وہ بھی بشرط قضاء قاضی ۱۲ منہ

خاص قرابتدار نزدیکی کوئی موجود نہ تھے یہان تک کہ مان وچچازاد بھائی وغیرہ بھی شریک نہ تھے نہ کسی کو اطلاع دیگئی تھی اور جائداد پدری بھی زید کی ہے۔ بعد نکاح کے زید اس بیماری سے اچھا ہو کر ایک سال زندہ رہکر فوت ہوگیا مگر اپنی حیات مین اُسنے نہ تو رخصت کرایا اور نہ ہندہ کو اپنے گھر بلایا نہ جائداد کا انتقال باضابطہ کیا نہ سرکاری دفتر مین نام لکھوایا نہ خلوت صحیحہ ہوئی نہ زفاف ہوا۔ بعد مرنے زید کے ہندہ کل جائداد کے دلاپانے کی نالش کرتی ہے جو دائر عدالت ہے اب امر دریافت طلب یہ ہے ایسا نکاح بحالت مرض مہلک جائز ہے؟ اور بالعوض مہر کے کل جائداد اسطرح پر بلا مرضی دیگر ورثا منتقل ہوسکتی ہے جبکہ زفاف اور خلوۃ صحیحہ مین کلام ہے تو ایسی حالت مین ہندہ ترکہ پاسکتی ہے؟ یہ کہ اگر مہر بخشدیا گیا ہو تو کیا میراث کی حقدار ہندہ ہوسکتی ہے؟۔

الجواب- فی الدر المختار انه (ای مرض الموت) ما کان الغالب منه الموت وان لم یکن صاحب فراش (وفیه) لابد ان یکون المرض الذی طلقها فیه مرض الموت فاذا صح تبین انه لم یکن مرض الموت (وفیه) وما لزمه (ای المریض مرض الموت) فی مرضه بسبب معروف (الی قوله) والسبب المعروف کنکاح مشاهد ان بمهر المثل اما الزیادة فباطلة وان جاز النکاح عنایه (وفیه) صدرت (ای صیغة النکاح) عن قصد (الی قوله) فیصح به (وفیه) ویجب الاکثر منها (ای العشرة) ان سمی الاکثر ویتأکد عند وطی او خلوة صحت او موت احدهما ویجب نصفه بطلاق قبل الوطی او خلوة (وفیه فیفرض للزوجه فصاعدا الثمن مع ولد او ولد الابن والربع لها عند عدمهما وفی رد المحتار لیس منه ما لو تزوجها علی عبد الغیر لوجوب قیمته اذا لم یجز مالکه الی قوله لا مهر المثل ج ۲ ص ۴۷۸ ه روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر مرض مذکور مین زید کے اتنے حواس بھی باقی نہ تھے کہ جس سے وہ یہ سمجھ سکتا کہ مین منہ سے کیا کہہ رہا ہون یعنی ایسا بدحواس تھا کہ اُسکو یہ بھی خبر نہین کہ مین منہ سے کیا کہہ رہا ہون تب تو یہ نکاح ہی نہین ہوا اس لیے نہ مہر واجب ہوگا نہ میراث اور اگر اسقدر حواس باقی ہین کہ جب اُس سے قبول نکاح کے لئے کہا گیا تو اُسنے اپنے ارادہ وقصد سے قبول کیا گو تامل اور فکر کی اُسکو مہلت وفرصت نہین ہوئی تو اس صورت مین نکاح درست ہوگیا اور چونکہ وہ اس مرض سے اچھا ہو کر ایک سال تک زندہ بھی رہا لہذا وہ مرض الموت نہین رہا اس لئے تمام اپنی جائداد مملوکہ مہر مین ٹھہرانا صحیح ہوگیا پس اگر وہ جائداد کل اُسی کی مملوک ہے تو پوری جائداد مہر مین ہو جائیگی گو وہ جائداد پدری ہو اور اگر اُس جائداد مین اور بھی کوئی شریک ہے مثلاً زید کے باپ کا کوئی اور وارث بھی ہو اور اس جائداد مین وہ شریک ہے تو اُسکا حکم یہ ہے کہ جسقدر جائداد مملوکہ زید کی ہے وہ مہر مین ہو جاویگی اور جسقدر اسمین دوسرے کی ہے اور وہ بھی مہر مین لگادی گئی ہے اُسکی بالیت قیمت کی مقدار زید کی دوسری اشیاء ترکہ سے تکمیل کیجائیگی اور چونکہ زید مرگیا اس لئے کل مہر ثابت ہوگیا اگرچہ خلوت صحیحہ نہین ہوئی کیونکہ موت

سے کل مہر مؤکد ہو جاتا ہے پس خلاصہ جواب یہ ہوا کہ اگر اتنا ہوش تھا کہ اپنے قصد سے نکاح قبول کیا ہے تو وہ نکاح درست ہو گیا اور کل جائداد مہر میں آگئی اور اس صورۃ میں خلوۃ صحیحہ کی کوئی ضرورت نہیں لیکن یہ سب اُس وقت ہے جب نکاح اور مہر عادل گواہوں سے ثابت ہو گو زید کے اعزہ موجود نہوں اور گو وہ رضامند نہوں اور گو عدالت میں باضابطہ اسکی تحریر و تکمیل نہوئی ہو اور گو زید نے کبھی رخصت کرانے کی استدعا نہ کی ہو کیونکہ شریعت میں یہ امور شرط نہیں ہیں و نیز ظاہر ہے مہر ایک دین ہے جو مستقل حق ہے اور میراث جداگانہ مستقل حق ہے ایک حق کے معاف کر دینے سے دوسرا حق ساقط نہیں ہوتا لہذا مہر بخش دینے پر بھی میراث ملیگی فقط

۲۸ رجب ۱۳۲۱ہجری نبوی صلعم۔

(نکاح با فرع مزنیہ)

سوال۔ ہندہ زید کی مزنیہ کی فرع ہے جسکا باپ عمرو ہے زید کا نکاح اُس سے جائز ہے یا نہیں بعض علماء نے فتوی دیا ہے کہ جائز نہیں ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرۃ ثابت ہو جاتی ہے لیکن زید کہتا ہے کہ اگر ہندہ سے میرا نکاح ہو جائے تو میں تمام کبائر سے جسمیں اب مبتلا ہوں تائب ہو جاؤنگا ایسی صورت میں اگر اور کسی امام کے مذہب پر جنکے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرۃ نہ ہو عملدرآمد کیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب۔ چونکہ ترک تقلید شخصی بلا ضرورت شدیدہ بدلائل صحیحہ ناجائز ثابت ہو چکی ہے اور زید کا یہ عذر حد ضرورت شدیدہ میں داخل نہیں لہذا حنفی کو اس باب میں دوسرے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں اور یہ عجب بات ہے کہ اگر اسکی اجازت ہو جائے تو سب کبائر سے توبہ کرلوں اول تو یہ خود کبیرہ ہے پس یہ کہنا ایسا ہے کہ اگر رشوت کی اجازت ہو جائے تو سود سے توبہ کرلوں دوسرے توبہ کریگا تو کسپر احسان ہے اور نہیں کرے گا تو کسکا نقصان ہے معاذ اللہ یہ تو گویا شریعت پر دباؤ ڈالنا ہوا سو عمل بالشرع اپنی فلاح کے لئے ہے شرع مستغنی محض ہے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر۔ یمنون علیك ان اسلموا تیسرے اگر اُسوقت بھی توبہ نہ کرے تو کوئی کیا کریگا نفع موہوم کے لئے یقینی ضرر کی اجازت دیکر کون وبال میں گرفتار ہو فقط ۱۸ شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ مسماۃ ہندہ کے ولیوں نے نکاح اُسکا زید کے ساتھ کر دیا درحالیکہ یہ دونوں جوان اور بالغ تھے زید رجولیت سے خارج تھا دو سال ہندہ نے بتقاضاء شرم و حجاب اس امر کو پوشیدہ رکھا اس کے بعد یہ راز سربستہ فاش ہوا اور ہندہ کے ولیوں نے زید اور اُسکے ولیوں سے خلع کی درخواست کی اُنھوں نے علاج کی غرض سے دو چار چار اور چھ چھ مہینے کی کتنی ہی مہلتیں میں اور زید نے دور دور مقامات میں نامی اور حاذق طبیبوں کے پاس جاکر علاج کیا پورے چار سال مہلت اور علاج میں گذرے اور کچھ سود نہوا مسماۃ ہندہ اور اُسکے ولیوں نے یک لخت

مدت چھ سال صبر کیا اب اُن کو یارائے صبر مزید باقی نہین وے طلاق چاہتے ہین اور زید اور اُسکے ولی اب بھی طلاق دینے سے گریز کرتے ہین ایسی صورت مین علماء دین اور مفتیان شرع کیا ارشاد فرماتے ہین بینوا توجروا ؟۔

الجواب۔ چونکہ انکار طلاق کیوقت حاکم شرعی کی تفریق کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اس ملک مین نہین ہے لہذا تفریق کی دو صورتین ہوسکتی ہین یا تو شوہر طلاق دیدے یا دونون زن وشوہر برضامندی کسی عالم یا فہیم کو اپنی طرف سے اس مقدمہ مین حکم مقرر کر کے اُسکے روبرو پیش کرین اور وہ اگر عالم ہو تو خود موافق قواعد شرعیہ اور اگر عالم نہو تو کسی عالم سے اُس کا طریقہ دریافت کر کے اُسی کے موافق دونون مین تفریق کرادے البتہ اگر کوئی مسلمان حاکم جو منجانب گورنمنٹ مامور ہو اور ایسے معاملات کے قانوناً اسکو اختیارات دیئے گئے ہون بعد رجوع نالش کسی عالم سے تفریق کا شرعی طریقہ دریافت کر کے بلا رضامندی شوہر بھی تفریق کردے وہ تفریق بھی مثل تفریق قاضی کے معتبر ہے اور اگر شوہر نہ طلاق دے نہ دونون برضا خود کسی کو حکم ٹھہراوین نہ کوئی مسلمان حاکم اس قسم کا میسر ہو تو عورت یا اُسکے اولیا بجز صبر کے کچھ نہین کرسکتے والروایات المثبتۃ لماذکر ھذہ فی الدر المختار فان وطی مرۃ فیھا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقھا بطلبھا وھو علی التراخی لا الفور فلو وجدتہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا لم یبطل حقھا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلھا المطالبۃ ولو ضاجعتہ تلک الایام خانیہ وفی الدر المختار کتاب المفقود وفی واقعات المفتی لقدری افندی معزیا للقنیۃ انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ اھ وفی الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الخ وفی الدر المختار ھو ای التحکیم تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینھما وفیہ فان حکمہ مجھا ولا یتعدی الی غیرھما واللہ اعلم ۲ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ

سوال۔ کسی کے چار بیبیان موجود ہون اور وہ خلاف حکم شرعی پانچوان عقد کرے تو یہ فعل اسکا لغو اور کیک بیہودہ فضول حرکت ہوگی اور نکاح نہوگا یا نکاح ہوجائے گا مگر بی بی سے صحبت حرام ہوگی اس بنا پر اُسکی چار بیبیون مین سے اگر کوئی مرگئی یا کسی کو طلاق دیدیا تو بدون تجدید عقد کے صحبت جائز ہوجائے گی یا اُس کو تجدید عقد کرنا چاہیے ؟۔

الجواب۔ یہ پانچوان عقد باطل محض ہے منعقد ہی نہوگا لہذا بعد وفات یا طلاق ایک زوجہ کے اس سے تجدید عقد کی ضرورت ہوگی نکاح سابق کافی نہ ہوگا ۱۵ شوال ۱۳۲۱ھ

سوال - ایک عورت اپنے مرد سے چھپکر دوسرے مرد کو لیکر دوسری جگہ چلی گئی اور اُسکے ساتھ نکاح کرلیا چندروز کے بعد اُس عورت کو اُسکے مرد نے تلاش کرنے سے پایا اپنے مکان پر لایا اب وہ عورت اُس بُرے فعل سے توبہ کرتی ہے اب وہ مرد کسطرح رکھ سکتا ہی نکاح پھر کرنا چاہیے یا بغیر نکاح رکھنا چاہیے اور اُسکے واسطے کیا کفارہ ہے جیسا شرع شریف سے حکم ہو عمل مین لایا جائے ؟

الجواب - چونکہ بدفعلی سے نکاح نہین ٹوٹا اور غیر شوہر سے جو نکاح کرلیا تھا وہ نکاح بھی صحیح نہین ہوا اس لیے شوہر اول کا نکاح باقی ہے پس اب اُسکو پھر نکاح کرنے کی ضرورت نہین بغیر تجدید نکاح اپنی بی بی کو رکھسکتا ہے اور اس گناہ کا کفارہ صرف توبہ خالصہ ہے کہ حقتعالے کے روبرو خوب عاجزی اور پشیمانی سے عذر کرے اور آیندہ پختہ عہد کرے کہ ایسی حرکت نہ کرے البتہ اسی شوہر کے لیے مستحب ہے کہ جب سے وہ عورت اُس غیر مرد کے پاس سے علیحدہ ہوئی ہے اُسوقت سے جب اُسکو حیض آچکے تب اُس سے صحبت کرے لیکن اگر حیض آنے کا انتظار نکرے تب بھی گناہ نہین صرف بہتر ہے فی الدر المختار وکذا لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطئھا عالما بذلک وفی نسخ المتن ودخل بھا ولا بد منہ وبہ یفتی ولھذا یحد مع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی بھا لا تحرم علی زوجھا وفی شرح الوھبانیۃ لو زنت المرأۃ لا یقربھا زوجھا حتی تحیض لاحتمال علوقہ من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ فلیحفظ لغرابتہ اھ وفی رد المحتار قولہ والمزنی بھا لا تحرم علی زوجھا فلہ وطیھا بلا استبراء عندھما وقال محمد لا احب لہ ان یطأھا ما لم یستبرأھا کما مر فی فصل المحرمات قولہ فلیحفظ لغرابتہ امر بحفظہ لا لیعتمد بل لیجتنب بقرینۃ قولہ لغرابتہ ای قولہ فقد ظھر بما قررناہ الفرق بین جواز وطئ الزوجۃ اذا رأھا تزنی وبین عدم جواز التی تزوجھا وھی حبلی من زنا فاغتنمہ اھ البتہ اگر اُس دوسرے غیر مرد کو خبر نہ ہوتی کہ یہ عورت کسی کی منکوحہ ہے اور پھر اُس نے نکاح کرلیتا تو اس صورۃ مین گو اس شوہر اول کو دوسرے نکاح کی ضرورت تو نہوتی لیکن اگر یہ دوسرا غیر مرد صحبت کرتا پھر یہ عورت اس شوہر اول کے پاس آتی تو اُسکو تین حیض آنے کے بعد صحبت درست ہوتی فی الدر المختار عقیب القول المذکور بخلاف ما اذا لم یعلم حیث تحرم علی الاول الا ان تنقضی العدۃ وفیہ ایضا والموطوءۃ بشبھۃ ومنہ تزوج امرأۃ الغیر غیر عالم بحالھا الی قولہ ولم یکتف بحیضۃ احتیاطا اھ ھذہ العبارات کلھا فی باب العدۃ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۲۱ ہجری -

حکم زن مفقود الزوج

سوال - زید عرصہ تیس یا پینتیس سال کا ہوا اپنے شہر سے چلا گیا اُس درمیان مین اکثر بلاد مثل بمبئی وحیدرآباد سے حیات زید کی خبر لوگون کی زبانی دریافت ہوتی رہی مگر عرصہ بارہ یا تیرہ برس سے کسی مقام سے خبر زید کی حیات وممات زبانی ونیز کتابت کسی شخص کے معلوم نہین ہوئی باوجودیکہ ہمارے شہر کے اشخاص اکثر بلاد وامصار مین بغرض

تجارت عطر موجود ہیں اب عرصہ تین سال کا گذرا ہی کہ زید کی زوجہ نے عقد عمرو سے کرلیا لہذا گذارش ہے کہ ازروئے شرع یہ عقد جائز ہے یا نہیں کیونکہ یہ عقد خلاف مذہب احناف ہے اگر یہ عقد جائز ہے تو کیونکر جائز ہی مع ادلہ تحریر فرمائیے گا کیونکہ یہاں برادری میں نزاع واقع ہے اور اگر زید مفقود الخبر آجائے تو اُس کی زوجہ کا کیا کیا جائے بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ بحسن المآب۔

الجواب۔ علاوہ اسکے کہ یہ مذہب حنفی کے خلاف ہے ایک خرابی اور کہی اس میں یہ ہے کہ محض کسی مدت کا گذر جانا مفقود کے حکم بالموت کے لئے کافی نہیں تا وقتیکہ حاکم شرعی حکم بالموت نکرے اُس کے بعد عدت گذار کر نکاح ہو سکتا ہی۔ فی الدر المختار قلت وفی واقعات المفتیین لقدری افندی معزیا للقنیة انه انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فما لم ینضم الیه القضاء لا یکون حجة اھ اس لئے یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا البتہ اگر کسی مسلمان حاکم کے اجلاس میں گو وہ انگریزی ملازم ہو یہ مقدمہ پیش کیا جائے اور وہ کسی عالم سے فتوی لیکر کہدے کہ مفقود مرگیا اس لئے میں اُسکا نکاح اس عورت سے توڑتا ہوں اب عدت وفات کی پوری کرکے اُس کو دوسرا نکاح درست ہے اور اس کے بعد بھی اگر شوہر اول آجائیگا تو وہ عورت اُسی کو واپس دیجائے گی۔ فی رد المحتار قال ثم بعد رقمه رأیت المرحوم ابا السعود نقله عن الشیخ شاهین ونقل انه زوجة له والاولاد للثانی اھ ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال۔ ماموں کی بیوی اور بیٹے کی بیوی سے بعد طلاق یا وفات کے نکاح درست ہے یا نہیں اور نیز بھانجے کی بیوی اور بھتیجے کی بیوی سے بعد طلاق یا وفات نکاح درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ ماموں کی بیوی سے بعد طلاق یا وفات نکاح درست ہے اور بیٹے کی بیوی سے نکاح باطل و حرام ہے اور بھانجے کی بیوی اور بھتیجے کی بیوی سے بھی نکاح حلال ہے فی الدر المختار وزوجة اصله وفرعه مطلقا اھ قلت والخال وابن الاخ وابن الاخت لیسوا باصول ولا فروع فقط واللہ اعلم ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کتابُ الرضاعة

سوال۔ زید نے اپنی بہن حقیقی ہندہ کا دودھ مدت رضاعة میں پیا ہے اب زید چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کا عقد ہندہ کے لڑکے کے ساتھ کرے اور یہ لڑکا ہندہ کا جسکے ساتھ زید اپنی لڑکی کا عقد کرنا چاہتا ہے ہندہ کا وہ لڑکا نہیں ہے جسکے ساتھ زید نے ملکر ہندہ کا دودھ پیا ہی بلکہ ہندہ کا یہ دوسرا لڑکا ہی تو یہ نکاح شرعاً کیسا ہے ؟

الجواب۔ ہندہ کا یہ لڑکا اس زید کی لڑکی کا رضاعی چچا ہے اور مثل حقیقی چچا کے حرام ہے لہذا یہ نکاح حرام ہی

اور زید کے ساتھ دودھ پینے نہ پینے کو اسمین کچھ دخل نہین۔ ۱۵ر شوال ۱۳۲۱ھ

(حرمت نکاح با فروع اخت رضاعیہ)

سوال۔ ایک عجوزہ نے بعد سن ایاس وانقطاع حیض ونفاس وغیرہ کے یعنی بعد ساٹھ برس کے اپنی ایک بیٹی کے فرزند شیرخوار کو گود مین لیا اور اُس کی پرورش کرنے لگی قدرت خدا سے اتفاقاً اُسکے پستان مین دودھ پیدا ہوگیا اور اُس فرزند شیرخوار نے پیا اور اُسی عجوزہ کی دوسری بیٹی کی ایک دختر یعنی نواسی ہے سوال یہ ہے کہ اس دوسری بیٹی کی دختر کا نکاح اُس فرزند رضیع کے ساتھ (جو کہ اس نواسی کی نانی کا اخ رضاعی ہوا) ہوسکتا ہے یا نہین۔

الجواب۔ یہ دوسری بیٹی کی دختر اس فرزند رضیع کی اخت رضاعی کی فروع مین سے ہے اور اخت کے فروع اور فروع الفروع اخ پر سب حرام ہین اور اس قرابت کی حرمت مین نسب و رضاع کا ایک حکم ہے لہذا انمین نکاح نہین ہوسکتا اور ارضاع مین آئسہ وغیر آئسہ برابر ہین فی الدر المختار باب الرضاع ہو مص من ثدی آدمیة ولو بکرا او میتة او آئسة فی رد المحتار قوله او آئسة ذکرہ فی النہر اخذا من اطلاقہم قال وہو حادثة الفتوی واللہ اعلم۔ ۷ر شعبان ۱۳۲۲ھ

(عدم اعتبار قول مرضعہ در شہادت رضاع)

سوال۔ ایک عورت نے اپنے داماد سے بچپن کی شیرخواری کا دعوی کیا اور اُس کی صرف دو عورتین شاہد ہین اور کوئی نہ مرد گواہ ہے نہ کوئی عورت بلکہ اکثر مرد عورت یہ کہتے ہین کہ ہم ضامن ہین کہ اس نے شیرخواری نہین کی ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار وشرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم ان اخبرہا مسلم عدل فی رد المحتار فی الدیانات ای المحضة در احترز عما اذا تضمنت زوال الملك کما اذا اخبر عدل ان الزوجین ارتضعا من امرأة واحدة لا تثبت الحرمة لانہ یتضمن زوال ملك المتعة فیشترط العدد والعدالة جمیعا اھ ج ۵ صفحہ ۳۲۹ اس روایت سے ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ مین اس عورت کا بیان کافی نہین بلکہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین معتبر شاہد ہون تب معتبر ہے فقط واللہ اعلم یکم صفر ۱۳۲۵ھ

(جواز نکاح با اخت نسبیہ برادر رضاعی)

سوال۔ مسماة ہندہ کی دو لڑکیاں مسماة کلثوم ومسماة زینب ہون اور مسماة راویہ کے ایک لڑکا مسمے زید ہو اور مسماة کلثوم اور زید برادر رضاعی اس طرح پر ہون کہ مسماة کلثوم نے مسماة راویہ کا دودھ پیا ہو تو زید کا عقد ساتھ زینب کے جائز ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ صورة مسئولہ مین زینب زید کی رضاعی بہن یعنی کلثوم کی نسبی بہن ہے اس لئے نکاح جائز ہے فی الدر المختار وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصاله بالمضاف کان یکون له اخ نسبی وله اخت رضاعیة وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعا اخت نسبا وبہما وہو ظاہر اھ ۲ر ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

(ایضاً)

سوال۔ زید ایک لڑکے نے دودھ پیا مسماة ہندہ کا اور مسماة مذکورہ نے دودھ پلایا ایک لڑکے مسمی عمرو کو

اور عمرو کی ماں نے دودھ پلایا ایک لڑکی مسماۃ معصومہ کو اب یہ سوال ہے کہ آیا مناکحت مابین معصومہ وزید کے جائز ہے یا بوجہ رضاعت کے کسی قسم کا شبہہ ناجواز کا ہے۔

الجواب۔ مناکحۃ مابین معصومہ وزید کے جائز ہے فی الدر المختار وتحل اخت اخیہ رضاعا یصح اتصالہ بالمضاف الیہ او بھما اھ ملخصا ۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ہندہ وزینب دونون حقیقی بہن ہین اور زید وعمرو دونون باپ اور بیٹے حقیقی دونون کا نکاح زینب اور ہندہ سے جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ جائز ہے فقط واللہ اعلم ۱۳۲۵ھ

سوال متعلق سوال بالا[۱] اور ان دونون سے لڑکا اور لڑکی پیدا ہوئے ان دونون کی شادی ہو سکتی ہے یا نہین۔

الجواب۔ حرام[۱] ہے ۱۳۲۵ھ

کتاب الطلاق والعدۃ

سوال۔ علماء دین اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ تین بھائی ہین مثلاً ایک زید ایک عمرو ایک احمد سب سے بڑا بھائیون مین زید ہے زید نے عمر کو مارا چھوٹے بھائی کو بہت ہیجان کر دیا منجھلے بھائی نے تھانہ مین رپوٹ کر کے بڑے بھائی پر یعنی زید پر دعوے کیا بڑے بھائی نے عذر خواہی کر کے دونون بھائیون سے صلح کر کے اپنے گھر لایا منجھلے نے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دو گے تو ہم تم سے صلح کرین گے ورنہ ہم تمھارے اوپر نالش کرینگے ورنہ قاضی کے پاس چلکر اپنی بیوی مسماۃ خاتون بی بی کو طلاق نامہ لکھو ہر چند زید کو طلاق نامہ دینا دشوار گذرا مگر ناچار وہ نے اپنے خوف کے مارے قاضی سے کہدیا کہ لکھو[۲] قاضی صاحب نے کاغذ پر طلاق ثلاثہ لکھا طلاق لکھکر عورت زید کے گھر مین اکٹھی رہی بلکہ عورت مذکورہ جو حاملہ تھی ہفت ماہ کے بعد لڑکی پیدا ہوئی اب زید کہتا ہی کہ مین نے زبان سے طلاق نہین دی پس عرض ہے کہ یہ طلاق جائز ہوئی یا نہین۔

---

[۱] کیونکہ اگر باپ کے لڑکا اور بیٹے کی لڑکی پیدا ہون تب تو وہ آپسمین چچا اور بھتیجی ہوئے اور اگر بالعکس ہین تو وہ باہم پھوپھی بھتیجے ہوئے اور حرمت نکاح انکی ظاہر ہے ۱۲ منہ [۲] ہر چند کہ لکھو کا مفعول لفظون مین مذکور نہین لیکن اس درخواست کی منظوری مین اسنے یہ کہا ہو اُسمین اسکی تصریح ہو کہ طلاق نامہ لکھو جواب اسی پر مبنی ہو اور جواب مین جو تین کا وقوع لکھا ہی یہ اُسوقت ہو کہ۔۔ لکھے ہوئے کو وہ جائز رکھے یعنی یا تو اُسپر دستخط کر دے یا لیکر بیوی کو دیدے یا کسی اور کو دیدے کہ تو بیوی کے پاس پہونچا دے چونکہ غالب اس واقعہ مین یہی ہو اس لئے جواب مین یہ قید نہین لگائی اور اگر شوہر تین طلاق کو جائز نہ رکھے تو طلاق بلا عدد لکھنے کے لئے کہنے سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی اور چونکہ صریح ہو اسلئے رجعی واقع ہوگی ۱۲ منہ۔

الجواب - صورت مذکورہ میں جب زید نے قاضی کو طلاق لکھنے کے لئے کہا اور انھوں نے لکھدی اور کاغذ سنادیا اور اُس نے کچھ چون وچرا نکی تو اب زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ولو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب شامی جلد ثانی ص۴۳۹ اور لڑکی پیدا ہونے سے عدت گذرگئی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن الآیہ اب بغیر حلالہ کے پھر اُسکا نکاح زید سے درست نہیں فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ الآیہ واللہ اعلم ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ

سوال - چہ فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین درحق شخصے کہ منکوحہ خود را در مجلس عام بطلاق ثلاثہ بنفس خود حرام سازد وبغیر حلالہ بازن اختلاط کند مسلمانان را اکل وشرب او اجتناب واجب است یانہ وزن مسطورہ او را بلا حلالہ جائز است یانہ جواب این بحوالہ کلام اللہ وکتب صحاح ستہ وتفسیر بیضاوی ومعالم التنزیل ومشکوٰۃ ودرمختار وشرح وقایہ وغیرہ کتب معتبرہ مع اسناد زیب رقم فرمایند بینوا توجروا۔

وجوب حلالہ در طلاق ثلاثہ

الجواب - ہرگاہ زوجہ را طلاق ثلاثہ داد بدون حلالہ او را آن زن حلال نباشد قال اللہ تعالی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ الآیہ وہمین حکم است در جمیع تفاسیر وعن عائشۃ رضؓ قالت جاءت امرأۃ رفاعۃ القرظی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت انی کنت عند رفاعۃ فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعدہ عبد الرحمن بن الزبیر وما معہ الا مثل ھدبۃ الثوب فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعۃ قالت نعم قال لا حتی تذوقی عسیلتہ ویذوق عسیلتک متفق علیہ وہمین مضمون در جمیع کتب حدیث ست وفی الھدایۃ وان کان الطلاق ثلثا فی الحرۃ او ثنتین فی الامۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ نکاحا صحیحا ویدخل بھا ثم یطلقھا او یموت عنھا وہمین مسئلہ در جمیع کتب فقہیہ است وبرین ست اجماع امت درین کسے خلاف نکردہ پس بادلہ شرعیہ ثابت شد کہ بدون حلالہ آن زن حلال نشود۔ باز اگر آنکس بآن زن بدون حلالہ اختلاط میکند خواہ بنکاح ظاہری خواہ بے نکاح او را منع باید کرد وباید گفت کہ آن زن را بگذارد وتوبہ کند اگر این امر قبول کند فبہا وبہتر است ورنہ مسلمانان از اکل وشرب واختلاط بدو اجتناب ورزند کہ از حکم شریعت بغی میکند ذلک جزینٰھم ببغیھم الآیہ ہمین ست حب فی اللہ وبغض فی اللہ واللہ الموفق - ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ

سوال - ایک شخص کو اُسکی عورت نے کہا کہ میرے اگلے شوہر سے لڑکا ہے اُسکو بھی تم کھانا کھلاؤ خاوند نے کہا کہ مین ہرگز اُسے نہین کھلاؤنگا تب عورت نے کہا کہ اگر نہ کھلاؤ تو مجھے فارغخطی لکھدو شوہر نے فوراً مکان سے باہر نکلکر ایک لکھنے والے سے کہا کہ فارغخطی لکھدو اُس شخص نے لکھنے سے انکار کیا تو وہ شخص اسطرح زبان سے یہ کلمات

بول اُٹھا طلاق طلاق طلاق طلاق طلاق اُس وقت اسکی عورت اُسجگہ حاضر نہ تھی تو اس صورۃ مین اس شخص کی عورت پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور اگر واقع ہوگی تو کیسی رجعی یا بائن مغلظہ اور وہ شخص تجدید نکاح اُس عورت سے کرسکتا ہے یا نہین ؟

الجواب۔ چونکہ قرائن قویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی زوجہ پر طلاق واقع کی ہے اس لئے طلاق واقع ہوجائے گی اگرچہ خطاب یا تسمیہ نہین ہے فی الشامی ولا یلزم کون الاضافۃ صریحۃ فی کلامہ لما فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأته اھ وفیہ عن القنیۃ رجل دعتہ جماعۃ الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق ان لا اشرب وکان کاذبا فیہ ثم شرب طلقت اھ وقال الشامی المراد طلقت قضاء فقط الی قوله فهذا یدل علی وقوعه وان لم یضفه الی المرأۃ صریحاً وقال بعد الحکم بالوقوع ببعض الالفاظ المستعملۃ ما نصه فاوقعوا به الطلاق مع انه لیس فیه اضافۃ الطلاق الیها صریحاً فهذا مؤید لما فی القنیۃ وظاهرہ انه لا یصدق فی انه لم یرد امرأته للعرف اور چونکہ تین بار سے طلاق مغلظہ واقع ہوتی ہی لہذا بدون حلالہ اب باہم نکاح بھی نہین ہوسکتا فقط واللہ اعلم ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

سوال۔ شخصے از منکوحہ خود توبہ کرد وگفت از راہ سلام وکلام منکوحہ مارا توبہ است ونیت طلاق نداشت کفارت چہ دہد وچہ کند؟۔

الجواب۔ چون لفظ توبہ برائے معنی تحریم نہ موضوع ست نہ دران متعارف لہذا لغو ست نہ درین کفارتیست ونہ چیزے دیگر فقط ۴ رجب ۱۳۲۱ھ

سوال۔ زید نے بعض کتب فقہیہ مین مسئلہ دیکھا تو یہ تھا کہ زوج ثانی ما دون ثلث کو باطل کردیتا ہی اور جب عورت مطلقہ با دون ثلث زوج ثانی کے بعد زوج اول کیطرف لوٹتی ہی تو تین کے ساتھ لوٹتی ہے اور خیال رہا اُسکو یہ کہ رجعت طلاق رجعی کو رفع وباطل کردیتی ہی اور اثناء اس خیال مین اُسنے عبارۃ کنوز الحقائق شرح کنز الدقائق قوله باب الرجعۃ ذکرها بعد الطلاق لانها متاخرۃ عنه طبعا فکذا وضعا لانها شرعت لرفع سبب الحرمۃ وهو الطلاق والرفع ابدا یکون بعد الوقوع اھ دیکھی تو چونکہ اس عبارۃ کے ظاہر سے ایسا ہی مفہوم ہوتا ہی لہذا یہ خیال اُسکا ایسا درجہ یقین کو پہونچگیا کہ نہ اُس نے کتب کیطرف رجوع کی نہ اہل علم سے اسکا مذاکرہ کیا اور اس خیال فاسد کی بنا پر دو یا اڑھائی برس کے عرصہ مین اپنی زوجہ ہندہ کو کچھ کچھ مدت کے بعد جب جب لڑائی ہوئی اور اُسکی بیوی طلاق لینے پر اڑ کے بیٹھ گئی تب تب بغرض دفع خصومت ونزاع نہ بارادہ رفع قید نکاح ایک ایک کرکے تین یا اس سے زائد مرتبہ مین تین یا اس سے زائد طلاقین دین اور ہر ایک کے بعد رجوع کرتا گیا اب جب سے کسی اور مسئلہ کو تحقیق کرتے ہوئے یہ مسئلہ اُسکے دیکھنے مین آیا ہے کہ

۱: عدم وقوع طلاق بلفظ توبہ

رجعت سے فقط اثر طلاق منعدم ہو جاتا ہے اور نفس طلاق باقی رہجاتی ہے یہانتک کہ اگر اس طلاق مرجوع عنہ کے بعد دو طلاق اور دیوے تو وہ دونون اسکے ساتھ منضم ہو کر تین ہو جاتی ہین تب سے بیچارہ نہایت حیران ہے کہ بیوی کا نہ کوئی عزیز و قریب ہے کہ اُسکی دستگیری کرے اور وہ بیچاری کہان جائیگی کیا کر کے کھائیگی نہایت نادم ہے اب عمرو زید کیجانب سے اول تو یہ عرض کرتا ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ان اللہ تجاوز عن امتی الخطاء والنسیان رواہ ابن ماجۃ والبیہقی عن ابن عباس اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی جو لمعات مین اسکے تحت فرماتے ہین قولہ تجاوز عن امتی الخ لعل المراد بالتجاوز عدم الاثم فیہما لا عدم المواخذۃ علیہما مطلقاً لانہ یثبت الدیۃ والکفارۃ فی قتل الخطأ ویجب قضاء الصوم فی الافطار خطاء ومع ذلک الاثم مرفوع فی الکل وھو المراد بالتجاوز انتہی اسکی نسبت یہ عرض ہے کہ تجاوز سے عدم اثم تو اُن افعال مین مراد ہے ہو سکتا ہے جنکے عمداً کرنے مین گناہ لازم آتا ہے جیسے قتل اور افطار صوم کہ انکے عمداً کرنے مین گناہ لازم آتا ہے اور جو افعال ایسے ہین کہ اُنکے عمداً کرنے مین گناہ نہین لازم آتا جیسے فی المثل زوجہ موطوءہ کو تین طہر و مین تین طلاقین عمداً دینا کہ ایک امر مباح ہے اسمین کچھ گناہ نہین ہے تو ایسے افعال کے خطاءً ہو جانے مین تو تجاوز سے عدم مواخذہ مطلقاً ہی مراد ہوگا کیونکہ انمین اثم تو ہی ہی نہین جسکا عدم مراد ہو اور یہ نہ فرمایا جائے کہ صورۃ مسئولہ مین تو عمداً طلاق دی گئی ہے تو پھر اس حدیث کے ساتھ تمسک چہ معنی دارد کیونکہ عرض کیا جائے گا کہ خطا دو طرح کی ہوتی ہے ایک خطا نفس فعل مین دوسری خطا ظن فاعل مین جیسے شکار گمان کر کے آدمیکو تیر مار دیا تو صورۃ مسئولہ مین گو نفس فعل یعنی طلاق دینے مین خطا نہین ہے لیکن ظن فاعل مین خطا ہی تفصیل اسکی یون ہے کہ جیسے کہ مثال مذکور مین آدمی کو شکار گمان کر کے تیر مارا ورنہ ہرگز نہ مارتا اسیطرح صورۃ مسئولہ مین طلاق کو رجعت سے باطل ہو جانیوالی گمان کر کے دی ورنہ ہرگز ہرگز نہ دیتا تو اگر وہ قتل خطاءً ہے تو یہ طلاق بھی خطاءً ہے اور وہ نہین تو یہ بھی نہین اور دوم یہ کہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی مرحوم نے عمدۃ الرعایہ جلد ثانی مطبوعہ علوی کے صفحہ ۴۲ حاشیہ ۱۵ بحوالہ عمدہ خطا دو طرح کی ہوتی ہے الخ اور اگر یہ خطا قتل کے ساتھ خاص فرمائی جائے اور خطا فی الطلاق اور طرح کی بتائی جائے تو قتل مین اسطرح کی اور طلاق مین اُسطرح خطا ہونے کی دلیل بھی سنائی جائے تاکہ قائل یون نہ کہ سکے کہ اسکا عکس کیون نہین جائز ہے ۱۲ فتح و نہر مین ایک عبارۃ لکھی ہے اُسمین قضاءً و دیانۃً وقوع طلاق مین تین چیزون کو ضروری بتایا ہے (۱) قصد اضافت لفظ طلاق الی الزوجہ (۲) علم معنی طلاق (۳) عدم صرف طلاق الی مایحتملہ پھر آگے چلکر فرمایا ولقنہ الطلاق فتکلم بہ غیر عالم بمعناہ لا یقع لا قضاء ولا دیانۃ اھ پس ان تینون چیزون مین علم بالمعنی کو بھی بتانا اور اس جزئیہ مین بوجہ اُسکے عدم کے حکم

عدم وقوع فرمانا دلیل قوی ہے اسپر کہ طلاق میں جہل عذر ہے اور صورۃ مسئولہ مین جہل ہے فرق اتنا ہے کہ نفس طلاق مین نہین ہے بلکہ اُسکے وصف اور حکم مین ہے مگر جبکہ نفس اور ذات طلاق مین جہل عذر ہے تو طلاق رجعی کا رجعت سے باطل ہونا کہ ایک صفت اور حکم ہے اسمین بطریق اولے عذر ہوگا پس عمرو کی ان دونون تقریرون کو ملاحظہ کرکے اگر قابل قبول ہون تو اُنکی بنا پر ورنہ کوئی اور صورۃ بن سکتی ہو تو براہ مہربانی اُسکو بنا کر عدم وقوع طلقات مذکورہ کا حکم دیجئے ورنہ جو حکم ہو ظاہر کیجئے اور اس واقعہ کو عرصہ کئی سال کا ہو چکا ہے تو برتقدیر حکم وقوع یہ بھی بتایئے کہ عدت کب سے شمار کی جائے گی فقط؟

الجواب- عمرو کی سب تقریر محض باطل ہے اور اُسکے ابطال مین کچھ لکھنا اشتغال بالایعنی ہے کیونکہ زید کا یہ گمان جہل ہے نہ کہ خطا اسکو خطا سمجھنا عمرو کی خطا ہے اور جہل احکام شرع مین عذر نہین ہے یہ بھی شرع کیطرف سے بڑی رعایت ہے کہ اس جہل کو مورث شبہہ قرار دیکر دافع حد ٹھہرا دیا فافہم طلقات ثلثہ واقع ہوگئین اور عورت بدون حلالہ حلال نہین ہوسکتی رہا عدت سو چونکہ یہ عورت موطوءہ بالشبہہ ہے اس لئے وقت فرقت سے ہوگی فی الدر المختار کتاب الحدود ولا حد ایضاً بشبہۃ الفعل ان ظن حلہ الی قولہ ومعتدۃ الثلث وفیہ ایضاً باب العدۃ وعدۃ المنکوحۃ نکاحا فاسدا والموطوءۃ بشبہتہ الی قولہ الحیض للموت وغیرہ کفرقۃ او متارکۃ اھ مختصراً واللہ اعلم

۸ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

سوال- زید نے اپنی زوجہ کو تین یا تین سے بھی زائد طلاقین دین اور جس روز طلاقین دین اُسی روز یا اُسکے بعد عدت کے اندر رجوع کرلیا تو بعد رجوع جو اولاد پیدا ہوئی وہ اور اُس کی زوجہ زید کے مرنے کے بعد ترکہ کے مستحق ہین یا نہین اور یہ رجوع صحیح ہے یا غیر صحیح۔

الجواب- یہ رجوع صحیح نہین ہوا عورت بحالہا حرام رہی اب اگر یوم طلاق سے دو سال کے اندر کوئی اولاد ہوئی اور اس مدت مین عورت نے انقضائے عدت کا اقرار زبان سے نہین کیا تو وہ اولاد ثابت النسب ہوگی اور اگر پورے دو سال یا اس سے زائد مین اولاد ہوئی اور شوہر نے تصریحاً اُس کے نسب کا دعوی نہین کیا تو وہ ثابت النسب نہین پس جو ثابت النسب ہے وہ وارث ہوگا جو ثابت النسب نہین وہ وارث نہوگا اور عورت وارث نہوگی بشرطیکہ وہ طلاق مرض الموت مین نہوا ہو فی الدر المختار فصل ثبوت النسب کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطا فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق ولم تقر بمضیہا ولو لتمامہا لا یثبت الا بدعوتہ اور اگر واقعہ کی کوئی اور صورت ہو تو بالتعیین ظاہر کرنا چاہیے کیونکہ اس کی شقوق مین طول بہت ہے فقط ۲۰ محرم ۱۳۲۲ھ

جواب عدت وفات در خانۂ زوج

سوال- جو شوہر بیوی سے ناراض ہو کر اُس کو میکے بھیج دے اور پھر اُس کا انتقال ہو جائے تو عدت وفات عورت کہان پوری کرے -

الجواب- فی الهداية تعتد فی المنزل الذی یضاف الیها بالسکنی حال وقوع الفرقة والموت ولهذا لو زارت اهلها وطلقها زوجها کان علیها ان تعود الی منزلها فتعتد فیه اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ سکنی عارضی غیر معتبر ہے چونکہ صورت مسئولہ مین ظاہر ہے کہ میکہ مین آنا ایک امر اتفاقی اور عارضی ہے لہذا اس اضافت کا اعتبار نہوگا پس اس عورت کو عدت وفات اپنے شوہر کے گھر مین پورا کرنا چاہئیے الا بعذر معتبر شرعا فصلکوہ- فقط واللہ اعلم ۲۵ محرم ۱۳۲۲ھ

عذر بودن نا اتفاقی در انتقال فی العدۃ

سوال- اگر عورت اور اُس کی ساس مین سخت نا چاقی ہو کہ دونون ایک ساتھ نہین رہ سکتین تو کیا یہ عذر ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے عورت سسرال سے آکر عدت اپنے میکے مین پوری کرے حدیث فاطمہؓ بنت قیس سے اسکا جواز معلوم ہوتا ہے مگر فقہا رکے کلام مین تصریح نہین ملتی -

الجواب- جزئیات فقہیہ کے تتبع و تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذر مبیح للانتقال نہین بلکہ قاضیخان مین گھر کے اندر میت کے ہونے کی وجہ سے جو خوف ہو وہ اگر قلیل ہو معتبر نہین قرار دیا گیا قال لان قلیل الخوف یکون بمنزلة الوحشة حالانکہ اتنا خوف بھی غیر اختیاری ہے ضبط سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ اس وحشت مذکورہ سے بہت ادنی ہے جب یہ وحشت عذر نہین تو تکلیف ضبط کیونکہ عذر ہوگا اور حضرت فاطمہؓ بنت قیس کے عذر کی تعیین جسکو اُنھون نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش کیا یہ ہے قلت یا رسول اللہ زوجی طلقنی ثلثا واخاف ان یقتحم علی رواہ مسلم اور حضرت عائشہ کا قول اسی کا موید ہے قالت کانت فی مکان وحش فخیف علی ناحیتها رواہ فی المشکوٰۃ- ۲۵ محرم ۱۳۲۲ھ

حکم طلاق مبہم

سوال- زید نے ایک نکاح کیا اُس کے بعد عمرو نے اپنی لڑکی سے زید کا دوسرا نکاح کر دیا پھر عمرو نے زید پر زور دیا کہ پہلی زوجہ کو طلاق دے زید نے نہین مانا مگر عمرو زید پر بہت غالب ہے اور یہان تک زور دیا کہ اگر تو اس کو طلاق نہ دیگا یا تو مین نہونگا یا تو نہوگا عمرو کو یہ یقین ہو گیا کہ اگر مین اسکے سامنے لفظ طلاق نہ کہونگا تو جان سلامت نہ رہے گی اور عمرو نے یہ بھی کہا کہ یا تو میری لڑکی کو طلاق دیدے یا اپنی دوسری زوجہ کو زید نے مجبور ہو کر یہ لفظ کہا کہ مین نے اُس کو چھوڑ دیا اور دلمین کسی بیوی کا ارادہ نہین کیا اس صورت مین کونسی بیوی پر طلاق واقع ہوئی یا کسی پر نہین ہوئی -

الجواب- فی الدر المختار اول باب الصریح قید بها لانه لو قال ان خرجت یقع الطلاق اولا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکه الاضافة الیها فی رد المحتار تحت القول المذکور ولا یلزم کون الاضافة صریحة فی کلامه لما فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت وفی الدر المختار قبیل باب الکنایات قال امرأتی طالق ولم

یسم الی قولہ ولو کان لہ امرأتان کلتاھما معروفۃ صرفہ الی ایتھما شاء خانیۃ ولم یحک خلافا وفی رد المحتار قبیل باب الصریح تحت قول الدر المختار او مخطئا بان اراد التکلم بغیر الطلاق مالفظہ وفی فتح القدیر عن الحاوی معزیا الی الجامع الصغیر ان اسدا سئل عمن اراد ان یقول زینب طالق فجری علی لسانہ عمرۃ علی ایتھما یقع الطلاق فقال فی القضاء تطلق التی سمی وفیما بینہ وبین اللہ تعالی لا تطلق واحدۃ منھما اما التی سمی فلانہ لم یردھا واما غیرھا فلانھا لو طلقت طلقت بمجرد النیۃ اھ روایات مرقومہ سے مستفاد ہوا کہ چونکہ زید کا یہ کہنا کہ مین نے اُسکو چھوڑ دیا عمرو کے جواب مین ہے اور عمرو کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ایک منکوحہ کو چھوڑ دے تو اس وجہ سے زید کا یہ قول بجائے اسکے ہے کہ یون کہتا میری ان مین سے ایک کو چھوڑ دیا اور وقوع فی الجواب قرینہ اضافت صریحہ کا ہے جیسا روایت اولی او ثانیہ سے معلوم ہوتا ہے اور اس کہنے کا کہ ایک کو چھوڑ دیا حکم یہ ہے کہ جس کو اب تعیین کر دے اُسی کو طلاق ہو جاتی ہے جیسا روایت ثالثہ سے مستفاد ہے پس زید کو اختیار ہے چاہے دختر عمرو کا نام لے دے خواہ منکوحہ سابقہ کو وہی مطلقہ ہو جائے گی یہ حکم تو قضا کا ہے لیکن دیانۃً چونکہ زید نے نہ کسی کا نام لیا نہ کسی کیطرف اشارہ کیا نہ دل مین کسی کی طرف خیال کیا اس لئے طلاق واقع نہوگی جیسا روایت رابعہ سے ثابت ہے اور طلاق قضاءً جو واقع ہوگی اگر دونون زوجہ مدخول بہا ہین تو رجعی واقع ہوگی جسمین عدت کے اندر رجعت درست ہے پس زید کے لئے مناسب یہ ہے کہ عدت کے اندر دونون زوجہ سے ہمبستر ہو جائے یا زبان سے کہلے کہ مین نے رجوع کیا تاکہ وقوع قضاءً کا اثر بھی نرہے اور اگر رجعت نکی تو قضاءً وقوع کا حکم بتفصیل مذکور ہوگا اور دیانۃً دونون کا نکاح بحالہ قائم ہے واللہ اعلم۔ ۱۸ محرم ۱۳۲۴ھ

صحت وقوع طلاق ثلثہ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ کوئی شخص اپنی زوجہ کو ایک جلسہ مین تین طلاق دیدے اور رکھ لے تو کیا رکھ سکتا ہے یا نہین اور اکثر فقہاء کس طرف گئے ہین آپ اس کا جواب قرآن و احادیث وفقہ سے دیوین اور خدائے بزرگ سے نعمت دارین حاصل کرین۔

الجواب۔ فی التفسیر المظہری تحت قولہ تعالی الطلاق مرتان لکنھم اجمعوا علی انہ من قال لامرأتہ انت طالق ثلثا یقع ثلثا بالاجماع وقالت الامامیۃ ان طلق ثلثا دفعۃ واحدۃ لا یقع اصلا وقال بعض الحنابلۃ یقع طلقۃ واحدۃ ومن الناس من قال ان فی قولہ انت طالق ثلثا یقع فی المدخول بھا ثلثا وفی غیر المدخول بھا واحدۃ والحجۃ لنا السنۃ والاجماع اما السنۃ فحدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ طلق امرأتہ وھی حائض الی ان قال فقلت یا رسول اللہ ارأیت لو طلقتھا ثلثا اکان یحل لی ان اراجعھا قال لا کانت تبین منک وکانت معصیۃ رواہ الدارقطنی وابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن الحسن قال حدثنا

لہ اگر یہ ما یتعلق بالحدیث مین ہوتا مناسب تھا ۱۲ منہ

ابن عمرؓ قد صرح بسماعہ عنہ وحدیث ابن عباس فیہ دلالۃ علی ان الحدیث منسوخ فان امضاء عمر الثلث بمحضر من الصحابۃ وتقررا لامر علی ذلک یدل علی ثبوت الناسخ عندھم وان کان قد خفی ذلک قبلہ فی خلافۃ ابی بکر ثم نقل المفسرؒ فتوی ابن عباس عن ابی داؤد والطحاوی ومالک وفتوی ابن مسعود عن المؤطا وعبد الرزاق وفتوی ابی ھریرۃ مع ابن عباس عن ابی داؤد ومالک وفتوی ابن عمر عن مالک وفتوی علی عن وکیع وفتوی عثمان عن وکیع وروایۃ طلاق ابی عبادۃ الصامت امرأتہ الف تطلیقۃ وقولہ علیہ السلام بانت منک فی معصیۃ اللہ عن عبد الرزاق وفتوی انس عن الطحاوی وفتوی عمر فی البکر عن الطحاوی واوّل حدیث ابن عباس بان قول الرجل کان واحدۃ فی الزمن الاول لقصدھم التاکید فی ذلک الزمان ثم صاروا یقصدون التجدید وحدیث رکانۃ قال طلقھا ثلثا فی مجلس واحد قال انما تلک طلقۃ واحدۃ فمنکر والاصح ما رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ ان رکانۃ طلق زوجتہ البتۃ فحلفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ما اراد الا واحدۃ فردھا الیہ اھ مختصراً ان احادیث سے اور نیز نقل مذاہب سے معلوم ہوگیا کہ جمہور فقہا کا مذہب وقوع ثلث بدلیل ان حدیثون کے ہی واللہ اعلم ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو غصہ کی حالت مین تین طلاق لکھوا کر بھیجا اُس کی بی بی یعنی ہندہ دو چار روز سے اپنے باپ کے گھر بفاصلہ چھ کوس کے رہتی تھی لیکن جس روز آدمی خط لیکر ہندہ کے پاس گیا اُسروز ہندہ اپنے شوہر یعنی زید کے مکان مین چلی آئی خط اُس کو نہین ملا اور نہ شوہر نے ہندہ سے کچھ خط وکتابت یا طلاق کا ذکر کیا بعد آٹھ روز کے ہندہ کی بہن مسماۃ مریم خط لیکر آئی اور زید سے دریافت کیا کہ تمنے کوئی خط بھیجا ہے زید نے کہا کہ خط تو ضرور بھیجا تھا مگر ارادہ طلاق کا نہین تھا وہ خط مجھکو واپس کرد ے مین چاک کر ڈالون وہ خط واہیات تھا اور کوئی چیز نہین ہی ہندہ جھگڑا فساد نکرے خوشی سے گھر مین رہے مریم نے زید کا کہنا نہ مانا اور چند آدمیون کو بلوا کر وہ خط پڑھوا کر ہندہ کو سنوایا ہندہ بولی کہ مین خط وکتابت کو نہین جانتی زید موجود ہے وہ میرے روبرو نہ طلاق دیتا ہی اور نہ خط کا حال مجھسے بیان کیا مین حسب دستور سابق اپنے شوہر کے گھر مین رہتی ہون خلاصہ یہ کہ زید نے اپنی بیوی کو غصہ کیحالت مین تین طلاق لکھوا کر بھیجا مگر طلاق کا ارادہ نہین تھا یا ارادہ طلاق کا تھا مگر قبل اطلاع پانے زوجہ کے ارادہ کو بدل ڈالا تو ایسی صورت مین طلاق واقع ہوا یا نہین اگر واقع ہوا تو کون طلاق واقع ہوا رجعی یا بائن یا مغلظہ - بینوا توجروا -

الجواب - خط مین طلاق لکھنے یا لکھوانے سے واقع ہوجاتی ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے یا نیت کر کے نیت سے رجوع کرے اور خواہ وہ خط بی بی کے پاس پہونچے یا نہ پہونچے فی الشامیۃ الجلد الثانی صـ۔۔ وان کانت مرسومۃ یقع الطلاق

نوی اولم ینو وفیہا لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب الخ یہ حکم اُس وقت ہے جبکہ خط کا یہ مضمون ہو کہ مین تجھکو طلاق دیتا ہون یا دیدی اور اگر خط کا کچھ اور مضمون تھا تو سائل ظاہر کرے تاکہ جواب دیا جاوے اور چونکہ تین طلاق دی ہین اس لئے مغلظہ ہوگی واللہ اعلم - ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

سوال - اندرینکہ شخصے باندرون خانہ بود بوقت جنگ وجدال بازن خود مذاکرہ طلاق لفظ طلاق دادم را تکرار نمود در حالت غضب از خانہ بیرون شدہ گفت اکنون طلاق دادم برو - پس شخص مذکور میگوید کہ اندرون خانہ لفظ طلاق دادم چند بار گفتم در یادم ہست آمادران وقت زنان دیگر حاضر بودند میگویند کہ سہ بار گفتہ پس ہرگاہ طلاق گوید کہ مرا عدد یاد ہست شہادت زنان درین وقت درین باب معتبر خواہد شد یا نہ و آنکہ بیرون خانہ آمدہ گفت چہ حکم دارد طلاق مستقل باشد یا خبر از اول خواہد شد اما شخص مذکور را بسبب خشم خود ہیچ خیال نبود لیکن بعد ازان بقول عالمے کہ این خبر از طلاق اول باشد نہ طلاق مستقل - میگوید کہ مرا خبر دادن طلاق اول مقصود بود بہر صورت چہ حکم دادہ آید - بینوا بالدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی الغلیل -

الجواب - فی الدر المختار باب الصریح بحث اعتبار النیۃ وعدمہ فی الصریح والمرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرہا عدل لا یحل لہا تمکینہ اھ وفی الدر المختار قبیل باب طلاق غیر المدخول بہا ولو شک اطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل فی رد المحتار قولہ بنی علی الاقل ای کما ذکرہ الاسبیجابی الا ان یستیقن بالاکثر او یکون اکبر ظنہ وعن الامام الثانی اذا کان لا یدری اثلاث ام اقل یتحری وان استویا عمل باشد ذلک علیہ اشباہ عن البزازیۃ قال وعلی قول الثانی اقتصر قاضیخان ولعلہ لانہ یعمل بالاحتیاط خصوصا فی باب الفرج اھ قلت ویمکن حمل الاول علی القضاء والثانی علی الدیانۃ الی قولہ عن الاشباہ وان اخبرہ عدول حضروا ذلک المجلس بانہا واحدۃ وصدقہم اخذ بقولہم اھ وفی الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ وشرط العدالۃ فی الدیانات الی قولہ ویتحری فی خبر الفاسق والمستور ثم یعمل بغالب ظنہ اھ فی الدر المختار باب الصریح فی البحث المذکور ولو مکرہا صدق قضاء ایضا فی رد المحتار ای کما یصدق دیانۃ لوجود القرینۃ الدالۃ علی عدم ارادۃ الایقاع وہی الاکراہ اھ بعد نقل روایات میگوییم کہ در صورت مسئولہ از دو حال خالی نیست یا زن مطلقہ را عدد طلاق یاد ہست یا نہ اگر یاد ہست در حق او حجت باشد پس اگر سہ یاد باشد مغلظہ شد حسب علم خود پس او را روا نیست کہ زوج را بر خود قدرت دہد چنانچہ روایت اولی صریح است در آن و اگر یاد نیست صرف زنان حاضرہ خبر میدہند پس از دو حال خالی نیست یا ایشان عادل اند و یا فاسق یا مستور الحال اگر عادل ہستند عمل بر قول ایشان واجب است زیرا کہ طلاق از دیانات است کہ اخبار عدل در آن مقبول است احتیاج بشہادت نیست مگر عند القاضی و در صورت مسئولہ تحقیق فتویٰ است

نہ قضاء چنانچہ قول رد المحتار در روایت اولیٰ او اخبرہا عدل دلیل صریح است بر بودن طلاق ہا ز دیانات وہمچنین قول اشباہ و روایت ثانیہ در مختار و رد المحتار وان اخبرہ عدول الخ نص است در اکتفاء بر اخبار و شرط نبودن شہادت پس عدم صلاحیت محض زنان مر شہادت را درین باب مضر نیست و اگر زوجین را یاد نباشد و زنان مخبر فاسق یا مستور الحال ہستند پس تحری واجب است چنانچہ روایت ثالثہ در مختار کہ از باب حظر و اباحۃ است صریح است درین پس اگر تحری بر ثلث واقع شد ثلث ثابت خواہد بود و اگر بر اقل واقع شود اقل ثابت خواہد بود و اگر ہر دو جانب مساوی باشند نزد امام صاحب اقل ثابت خواہد بود و نزد امام ابی یوسف اکثر ثابت خواہد بود و راجح نزد قاضیخان ہمین است چنانچہ روایت ثانیہ در مختار و رد المحتار کافل است برائے این تفصیل۔ پس در صورت ہائیکہ ثلث واقع شود قول او بیرون خانہ خواہ اخبار باشد یا انشاء متساوی ہست موجب طلاق جدید نباشد و در صورتہائے وقوع اقل چون دعوی میکند کہ این اخبار است از طلاق سابق کہ ایقاعش معلوم است و عددش منفی و قرینہ صدق او موجود است یعنی ایقاع سابق پس درین دعوی تصدیق کردہ خواہد شد و طلاق جدید واقع نخواہد شد چنانچہ روایت رابعہ ناطق است کہ عند القرینہ دعوی نیۃ مخصوصہ مقبول میشود محصل جواب اینکہ اگر آن مطلقہ را سہ یاد باشد یا زنان مخبر ہمہ یا یکے از ایشان عادل باشند یا باوجود غیر عادل بودن ایشان تحری بہ جانب سہ باشد یا سہ و غیر آن برابر باشند در جمیع صور سہ خواہند افتاد و اگر یاد نباشد و زنان ہمہ غیر عادل باشند و بہ خبر ایشان رجحاناً یا تساویاً[1] تحری موافق نشود سہ نخواہد افتاد واللہ اعلم ۔ ۲۲ رجب ۱۳۲۲ھ

[1] یعنی در ظن صدق و تحری

سوال۔ ایک شخص کی دو بی بی آپس مین جھگڑ رہی ہون مرد نے طیش مین آکر کہا کہ تم کو دو طلاق ہے اور ایک شخص نے بھی سُنا بعد فرو ہونے غصہ مرد کے پھر دونون بیوی جھگڑنے لگین یہ کہتی ہے تجھے دیا وہ کہتی ہے تجھے دیا مرد منکر ہے بشرط اقرار تعیین نہین بتاتا ہے اب کیا کیا جائے کیا دونون پر تقسیم ہو جائے گی یا ایک پر اس مسئلہ کو ذرا بسط سے تحریر فرمائین اور ایک گواہ فقط طلاق کا ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار لو قال لنسائہ الاربع بینکن تطلیقۃ طلقت کل واحدۃ وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع (ای یقع علی کل واحدۃ تطلیقتان وثلث واربع) الا ان ینوی تسمیۃ کل واحدۃ بینھن فتطلق کل واحدۃ ثلثا اھ پس صورت مسئولہ مین دونون عورتون پر دو دو طلاق واقع ہوگئین اور جب عورتون کو دو کا ایقاع یاد ہے اس لئے دونون پر واجب ہے کہ مثل مطلقۃ الثنتین کے اُس سے معاملہ کرین گو گواہ ایک بھی نہو۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

سوال۔ جناب قبلہ وکعبہ ام تسلیمات دست بستہ قبول ہو مجھکو یہ بات ناممکن ہے کہ ایک جگہ ایام عدت

پورے ہون جگہ ضرور چھوڑنی ہوگی تو ایسی صورت مین اگر حج ہی کو چلی جاؤن تو کیا نقصان ہے۔

الجواب - فی الدر المختار باب الحداد ولا تخرج الی قوله من بیتها فی رد المحتار والمراد به ما یضاف الیها بالسکنی حال وقوع الفرقة والموت هدایة وفی الدر المختار الا ان تخرج او ینهدم المنزل الی قوله فتخرج لا قرب موضع الیه فی رد المحتار فحکم ما انتقلت الیه حکم المسکن الاصلی فلا تخرج منه بحر اس روایت سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر بلا ضرورت شدیدہ ومجبوری اُس گھر سے نکلنا جائز نہین جو وفات شوہر کے وقت اس عورت کے رہنے کا تھا اور جو ایسا ہی جان ومال کے تلف ہونے کا یا اور کوئی اندیشہ ہو تو اسوقت اور کسی مکان مین جو حتی الامکان پہلے مکان سے قریب ہو جا کر رہے پھر اُسمین سے نکلنا جائز نہوگا بہرحال سفر جائز نہین خواہ حج کا ہو یا غیر حج کا واللہ تعالیٰ اعلم ۱۵ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال - رد المحتار کتاب طلاق مدہوش کے صفحہ ۶۵۹ مین عبارت کا مطلب جو مین عرض کرتا ہون مطلب صحیح ہے یا نہین ارشاد فرمائین عبارت یہ ہے۔ قلت وللحافظ ابن القیم الحنبلی رسالة فی طلاق الغضبان قال فیها انه علی ثلثة اقسام احدها ان یحصل له مبادی الغضب بحیث لا یتغیر عقله ویعلم ما یقول ویقصده وهذا لا اشکال فیه والثانی ان یبلغ النهایة فلا یعلم ما یقول ولا یریده وهذا لا ریب انه لا ینفذ شیئ من اقواله والثالث من توسط بین المرتبتین بحیث لم یصر کالمجنون وهذا محل النظر والادلة تدل علی عدم نفوذ اقواله ملخصا من شرح الغایة الحنبلیة الی قوله وهذا الموافق عندنا لما مر فی المدهوش یعنی غضب تین صورت پر ہے پہلا قسم ابتدائی غضب اسطور پر کہ اُسکی عقل مین کچھ تغیر اور فتور نہ آیا اور اُس حالت مین جو کچھ کہا تھا ابھی خوب معلوم کر سکتا ہے اس صورت مین اقوال اُس کے شرعاً نافذ اور معتبر ہین یعنی طلاق وغیرہ اُس کی شرعاً ضرور واقع ونافذ ہوگی صورت ثانی یہ ہے کہ غضب اُس کا اُس حد تک پہونچا کہ حالت غضب مین جو کچھ کہا تھا اور کیا تھا ابھی کچھ معلوم نہین کر سکتا ہے بالکل مدہوش اور مجنون ہوا اس حالت مین اقوال اُس کے شرعاً کچھ معتبر اور نافذ نہین ہین یعنی طلاق وغیرہ اُسکی ہرگز نافذ اور واقع نہوگی اور تیسری صورت یہ ہو کہ غضب اُسکا بین المرتبتین ہے کہ اس طور کہ مثل مجنون کے نہو یعنی غضب اُس کا فلا یعلم ما یقول ولا یریده کے درجہ تک نہ پہونچا اُس حالت مین غضب پر ہے مگر عقل اُسکی ثابت اور قائم ہے اور اس حالت غضب مین جو کچھ کہا تھا ابھی وہ خوب معلوم کر سکتا ہے اور یہ مطلب بحیث لم یصر کالمجنون سے معلوم ہوتا ہے اور اس صورت ثالث مین اقوال اُس کے شرعاً معتبر اور نافذ نہ ہونے پر بہت سی دلیلین دلالت کرتی ہین یعنی طلاق وغیرہ اُس کی واقع اور نافذ نہوگی اب فقط صورت ثالثہ کا مطلب صحیح ہوا یا نہین ارشاد فرمائیں کہ اس صورت ثالث مین نزاع ہو رہا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مین ایک وقت بہت غصہ مین تھا کہ مارے

تحقیق طلاق غضبان ومدہوش

غصہ کے سارا بدن میرا کانپتا تھا ایک مقام پر اطمینان کے ساتھ کھڑا نہیں ہوسکتا تھا اور چہرہ اور آنکھیں میری سرخ ہوگئیں تھیں مگر عقل میری ثابت تھی اور میرے ہوش بھی قائم اور اُسوقت جو کچھ کہا تھا ابھی مجھے معلوم ہوتا ہے ایسی حالت میں اُس نے اپنی منکوحہ کو تین طلاق دیں اب صورت ثالث کے مطلب کے مطابق اُس کی طلاق واقع نہونے پر فتوی تحریر ہوا اور بعض شخص کہتے ہیں کہ اگرچہ اس قائل کا قول صورت ثالثہ کے مطلب کے مطابق بھی ہوتا ہم طلاق اُس کی نافذ ہوگی کیونکہ یہ دلیل ائمہ ثلث میں سے کسی امام کا قول نہیں ابن القیمؒ کا قول ہے اس پر عمل اور فتوے نہیں ہوسکتا ہے اُس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ جب یہ قول شامی میں منقول ہوا اور عبارت ولا دلالة تدل علی عدم نفوذ اقواله موجود ہے بے شک یہ قول قابل عمل اور فتوے کے ہے اب اس طلاق دینے والے کا قول صورت ثالثہ کے مطلب کے موافق ہے یا مخالف اگر مطابق ہوا ہو پس تین طلاق اُس کی شرعاً نافذ ہوئیں یا نہیں ضرور ارشاد فرمائیں اور اس نزاع کا فرو ہونا آپ ہی کے ارشاد پر موقوف رہا تفصیلاً تحریر فرمائیں۔

الجواب ۔ صورت ثالثہ کی تقریر سوال میں مجمل اور غیر واضح ہے کافی تقریر یہ ہے کہ منجملہ تین قسموں کے اول قسم میں دو چیزوں کا اثبات کیا ہے یعلم اور یقصد اور دوسری قسم میں ان ہی دو کی نفی کی ہے چنانچہ کہا ہے لا یعلم اور لا یرید جو مرادف ہے لا یقصد کا اسکے بعد تیسری قسم کو بین المرتبتین کہا سو ظاہر ہے کہ بین المرتبتین کے یہ معنی ہوں گے کہ اسمیں ان دونوں امروں کا نہ اثبات ہے نہ نفی ہے بلکہ ایک کا اثبات ہے جس سے وہ من وجہ قسم اول کے مشابہ ہے اور ایک امر کی نفی ہے جس سے وہ من وجہ قسم ثانی کے مشابہ ہے اب یہ دیکھنا چاہیے کہ دونوں امر مذکور میں سے ایک کا اثبات اور دوسرے کی نفی عقلاً دو طرح محتمل ہے ایک یہ کہ علم کا اثبات ہو اور ارادہ کی نفی ہو اور دوسرے اسکا عکس یعنی ارادہ کا اثبات ہو اور علم کی نفی اور یہ ظاہر ہے کہ احتمال ثانی محض غلط ہے کیونکہ ارادہ خود موقوف ہے علم پر سو یہ ممکن نہیں کہ موقوف کا وجود ہو اور موقوف علیہ کا عدم پس لامحالہ احتمال اول متعین ہوگیا یعنی علم کا اثبات اور ارادہ کی نفی پس بین المرتبتین کے معنے یہ ہوئے کہ اُس شخص کا غلبۂ غضب میں یہ حال ہوا کہ بے ارادہ منہ سے واہی تباہی نکلتا تھا لیکن شعور و علم تھا جیسے مخطی کا حال ہوتا ہے کہ کہتا ہے بے ارادہ مگر علم ہوتا ہے اس صورت میں واقعی بمقتضا ادلہ کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ واقع نہو جیسا کہ مخطی میں فیما بینه وبین الله تعالی نہیں واقع ہوتی صرح به فی فتح القدیر عبارته هکذا والحاصل انه اذا قصد السبب عالما بانه سبب رتب الشرع حكمه عليه اراده او لم يرده الا ان اراد ما يحتمله واما انه اذا لم يقصده او لم يدر ما هو فيثبت الحكم عليه شرعا وهو غير راض بحكم اللفظ ولا باللفظ فمما ينبو عنه قواعد الشرع الخ ج ۲ ص ۱۵۴ قلت نعم لا تصدقه المرأة كما فيه ايضا بعد سطور لانها كالقاضي لا تعرف منه

لا الظاہر پس صورت مسئولہ مین اگر اس شخص کا قصد ہی نہ تھا تب تو قسم ثالث مین داخل ہے ورنہ نہین پھر قسم ثالث مین داخل ہونے کے بعد غایہ سے اس کے خلاف خود شامی نے نقل کیا ہے۔ اور یہ قول ولا دلالۃ الخ شامی کا قول نہین ہے بلکہ ابن القیم کا ہے اور اُس کا یہ ترجمہ کہ بہت سی ولیلین الخ صحیح نہین یہان الف لام استغراق عرفی کا نہین بلکہ جنس کا ہے کما فی قولہ تعالی الرجال قوامون الآیۃ کما یشھد بہ الذوق پس اس شخص کا قسم ثالث مین داخل ہونا موقوف ہے اس پر کہ اُس سے قصد و عدم قصد کی تحقیق کیجائے جو کہ سوال ہذا مین مذکور نہین۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔ ۸ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال- زید نے اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ آج تو نے یہ کام نہ کیا تو مین تجھکو طلاق دے چکا اور یہ لفظ تین مرتبہ زید نے اپنی زوجہ کیطرف مخاطب ہوکر کہا مگر زوجہ نے اُس روز اس کے کہنے کی تعمیل نہین کی تو طلاق واقع ہوگی یا نہین اور زید نے یہ الفاظ ڈرانے کے لئے کہدیئے تھے تاکہ زوجہ کہنا مانا کرے۔

الجواب- فی الدر المختار مع رد المحتار ج ۲ ص ۷۴۸ فی ایمان الفتح مالفظہ وقد عرف فی الطلاق انہ لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث فتح اقرہ المصنف ثمہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ مین تین طلاق واقع ہوگئی اب بدون حلالہ نکاح نہین ہوسکتا اور اگر سائل کی کچھ اور نیت تھی تو مکرر دریافت کیا جائے واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

سوال- ایک شخص نے دوسرے سے کہا ایک طلاق لکھدو اُس نے بجائے صریح کے کنایہ لکھدیا آمر نے بغیر پڑھے یا پڑھائے دستخط کر دئے تو کیا حکم ہے اور دستخط کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ یہ معتبر نہو اسی طرح جیسے بعض اطراف بنگالہ مین دستور ہے کہ شوہر سے لکھوا لیتے ہین کہ اگر برس دن نان ونفقہ سے خبر نہ لی تو طلاق ہے یہ تحریر اگر قبل نکاح ہو معتبر نہین اور بعد نکاح معتبر ہے لیکن اگر تحریر پہلے سے مرتب ہے اور بعد نکاح کے اُسپر دستخط کر دیئے گئے اور حوالہ زوجہ کر دی گئی تو کیا حکم ہے۔

الجواب- اگر مضمون کی اطلاع پر دستخط کئے ہین تو معتبر ہے ورنہ معتبر نہین قواعد سے یہی حکم معلوم ہوتا ہے اور دستخط کرنا اصطلاحاً اُس مضمون کو اپنی طرف منسوب کرنا ہے پس بمنزلہ استکتاب کے ہے بنگالے کے دستور مین جب بعد نکاح کے دستخط ہوتے ہین معتبر ہے بلکہ یون معلوم ہوتا ہے کہ اگر پہلے ہی دستخط کردے لیکن حوالے کرے بعد مین وہ بھی معتبر ہے کیونکہ یہ سب عرف مین بمنزلہ انشا تکلم کے سمجھے جاتے ہین چونکہ مدار ہے اعتبار کتابت کا فقط واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

تفسیر بار اول بمقصد طلاق

سوال۔ ایک شخص نے اپنی عورت کو باہمی نزاع مین یہ کہدیا تھا کہ مین نے تجھے چھوڑ دیا اور کچھ عرصہ کے بعد مین پھر اُن دونون مین نزاع ہوا تو اُس نے پھر یہ کہا کہ اب مین ماں کر کے رکھون یا بہن کر کے گھر مین رکھون اس کلمہ کے بعد اُس نے اُس عورت سے کوئی کسی قسم کا تعلق نہین رکھا بلکہ اُس کے ہاتھ کا کھانا تک بھی نہین کھایا اور عرصہ چھ ماہ سے زیادہ گذر چکا ہے الحال دونوں مین صلح ہوئی اور تجدید نکاح پر آمادہ ہوے۔ نکاح پڑھنے والے نے اس بات کی تحقیقات کی اُس شخص سے دریافت کیا کہ تو نے کیا کلمہ کہا اُس نے جواب دینے مین اس معاملہ کو چھپا لیا بعد اُس کے مجبور ہو کر کہا کہ صاحب مین نے تو جو طلاق کا حق ہوتا ہے وہی دی تھی اب اُس کی تجدید نکاح ہوسکتی ہے یا نہین اور جو شخص ماں یا بہن کہلے اُس کا کفارہ کیا ہے اور وہ شخص اگر کفارہ بھی نہ ادا کرے تو اُسکی تجدید نکاح جائز ہے یا نہین تیسری بات یہ ایک یا دو طلاق کے بعد تجدید نکاح جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ پہلی بار مین جب کہا چھوڑ دی یہ طلاق صریح اور رجعی ہے پھر جب دوسری بار مین کہا کہ ماں کر کے رکھون یا بہن کر کے یہ تشبیہ ہے محارم کے ساتھ جس مین نیت کا اعتبار ہوتا ہے لیکن بعد مین پوچھنے کے وقت اُسکا یہ کہنا کہ جو طلاق کا حق ہوتا ہے دیدی ہے یہ قرینہ ہے کہ اُس لفظ سے طلاق مقصود تھی پس یہ طلاق بالکنایہ اور بائن ہوئی غرض ایک طلاق رجعی ہوئی اور ایک بائن اگر اس نے ایسا ہی کوئی لفظ تیسری بار نہین کہا بلکہ صرف یہی دو کلمہ دو دفعہ کر کے کہے تو اب نکاح جدید شوہر اول سے درست ہے اور اگر تیسری بار بھی کچھ ایسا ہی لفظ کہدیا تو بدون حلالہ نکاح درست نہین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

زینت بزیور — جواز نقل معتدہ لضرورت مرض

سوال۔ (۱) حالت عدت مین کانون کی بالیان پہننا بھی کیا زینت مین داخل ہے ان کو تو وہ عورتین بھی پہن لیتی ہین جو بوجہ جہالت کے عمر بھر سوگ قائم رکھنا اور زینت یا پھول وغیرہ کے استعمال سے گریز کرنا چاہتی ہین (۲) معتدۃ الموت اگر اس قدر مریض ہو کہ بظاہر اُمید جانبری نہو اور شوہر کے گھر مین جہان وہ عدت گذار رہی ہے برادری کی مستورات کے آنے جانے اور میت کے غیر مشروع تذکرہ یا نوحہ و بین اور رونے دھونے سے یا مشروع زاری اور تذکرہ سے مریضہ کا مرض زیادہ ہوتا ہو یا بچون کے شور وغل سے بیماری بڑھتی ہو اور اُس کا انسداد ممکن نہو کیونکہ دوسرا گھر ہونے کیوجہ سے نہ زور دیا جا سکتا ہے نہ اثر پذیر ہوسکتا ہے پس ایسی حالت مین معتدہ مریضہ کا وہان سے منتقل کرنا اور اپنے گھر لے آنا جائز ہے یا نہین۔ (۳) معتدہ مریضہ اگر شہر کے اطبا کے معالجہ سے صحت نہ پاوے اور اطبا شہر کی تشخیص مین اختلاف کے باعث کوئی معالجہ بھی کافی نہو سکے تو بغرض علاج یا تشخیص مرض دوسرے شہر مین لیجانا یا معالجہ کے لئے چند روز دوسرے شہر مین قیام کرنا جائز ہے یا نہین۔

الجواب ۔ فی در المختار بترک الزینۃ للحلی وفی رد المختار ای بجمیع انواعہ من فضۃ وذہب وجواہر قہستانی الخ۔ وفی الدر المختار وتعتدان فی بیت وجبت فیہ الا ان تخرج او ینہدم المنزل او تخاف انہدامہ او تلف مالہا او لا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات اھ روایت اولی سے جواب سوال اول کا معلوم ہوگیا کہ درست نہین اور کسیکا اسکو زینت نہ سمجھنا اس کی زینت واقعی ہونے کو رفع نہین کرسکتا اور روایت ثانیہ سے سوال دوم وسوم کا جواب معلوم ہوگیا کہ دوسری جگہ منتقل کرنا اور دوسرے شہر مین لیجانا درست ہی ونحو ذلک کے عموم مین یقیناً یہ صورتین داخل ہین بلکہ خوف تلف مال کو جب ضرورت قرار دیا ہے اس مین خوف تلف نفس یا خوف تلف صحت ہی جو مال سے یقیناً اعز واکرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ ہجری۔

سوال ۔ ہندہ منکوحہ زید کے یہان سے بسبب نااتفاقی اپنے والدین کے یہان آکر دو تین سال تک رہی پھر لوگون نے جھوٹی قسمین کھاکر کہ زید نے طلاق دیدی تھی بکر سے نکاح کرادیا ایک عرصہ سے اُس کے پاس ہی اب اگر زید کو کچھ روپیہ دیکر طلاق دلوائی جائے تاکہ نکاح صحیح طور پر کرادیا جائے تو یہ فعل جائز ہے یا نہین۔

الجواب ۔ روپیہ دیکر جو عورت کو طلاق دلوائی جاتی ہے یہ دیکھنا چاہیئے کہ نیت کیا ہے اگر روپیہ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ روپیہ دینے سے عورت پر میرا اختیار اور حق اور زور ہوجائے کہ مین اُسکو اپنے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کر سکون گا یا اگر وہ نکاح نکریگی تو مین اُسکو زبردستی اپنے پاس رکھون گا اور طلاق دینے والا بھی یہی سمجھتا ہی کہ عورت گویا میری چیز ہے مین اپنی یہ چیز اس روپیہ کے بدلے اس شخص کو دیتا ہون تب تو روپیہ دینا اور روپیہ لینا دونون حرام ہین البتہ اگر طلاق دیدے گا تو طلاق واقع ہوجائے گی لیکن عورت پر کوئی زور اور حق نہ ہوگا لان البضع فی حق غیر المحرم غیر متقوم والاعتیاض عن غیر المتقوم رشوۃ الا فیما ورد فیہ النص وھذا لم یرد فیہ النص کاھل المرأۃ اخذ واشیئا عند التسلیم فللزوج ان یسترد لانہ رشوۃ درمختار اور زیادہ نیت عوام جہلا کی یہی ہوتی ہے جو مذکور ہوئی پس شرعاً یہ باطل اور حرام ہے اور اگر یہ نیت ہو کہ فی الحال زوجین کی منازعت رفع ہوجائے اور پھر عورت کو اختیار ہو خواہ کسی سے بعد عدت نکاح کرے یا نہ کرے اور اگر کرے تو یہ ضرور نہین کہ جس نے روپیہ دیا ہے اُسی سے کرے غرض یہ کہ طلاق دینے والا یہ سمجھے کہ روپیہ لیکر اُس روپیہ دینے والے کا اختیار نہوگا بلکہ عورت کو اپنی ذات کا اختیار ہوجائیگا اور روپیہ دینے والا بھی یہ سمجھے کہ روپیہ دینے سے میرا اختیار عورت پر کچھ نہوگا بلکہ عورت ہر طرح مختار رہے گی تو جائز ہے لان بدل الخلع یصح التزامہ من الاجنبی کما فی الہدایۃ اور گو عوام سے اس نیت کی توقع کم ہے لیکن اگر یہ نیت ہوگی تو حکم جواز کا ہوگا البتہ اگر عورت کے وعدہ نکاح پر اس شخص نے یہ روپیہ دیا ہو اور پھر

وعدہ خلاف کرے تو عورت سے اپنا دو پیہ واپس کرسکتا ہے مگر نکاح پر جبر نہین کرسکتا کمعتقۃ الغیر انفق علیہا رجل بشرط ان یتزوجہا وابت فلہ الرجوع کذا فی الدر المختار فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال - الفاظ مستعملہ مین ایک لفظ ہے مجھے تجھ سے کچھ واسطہ نہین اس سے بہ نیت طلاق طلاق واقع ہوگی یا نہین عالمگیری مین اس کی دو نظیرین لکھی ہین ولو قال لم یبق بینی وبینک شئ ونوی بہ الطلاق لا یقع وفی الفتاوی لم یبق بینی وبینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیہ اھ عمل اور شے مین کیا فرق ہے اور صورت مسئولہ کس کے مشابہ ہے بحر الرائق مین ہے فی جمع برھان قال لم یبق بینی وبینک عمل ونوی الطلاق لا یقع وفی فتاوی الفضلی خلافہ اھ اس سے معلوم ہوتا ہے لفظ عمل مین بھی اختلاف ہے۔

الجواب - القار ربانی سے یون معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کا حکم مبنی ہے عرف پر پس جہان حقیقی اور مجازی معنی مین عرفاً تلبس اور تعلق سمجھا جاتا ہے وہان نیت صحیح ہوگی ورنہ نہین اسی بنا پر شئ اور عمل مین فرق ہوگیا کہ ایک مین عرفاً وہ تلبس تھا دوسرے مین نہ تھا پھر تبدیل زمانہ سے لفظ عمل مین اختلاف ہوگیا کیونکہ اگر تلبس شرط نہو تو لازم آتا ہے کہ زید قائم سے اگر طلاق کی نیت کرلے تو درست ہو وہو باطل جب یہ معلوم ہوگیا تو اب اپنا عرف غالباً یہ ہے کہ اس لفظ کو بکثرت بہ نیت تطلیق استعمال کرتے ہین لہذا میرے نزدیک اگر نیت کریگا طلاق واقع ہوجائے گا واللہ اعلم ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال - ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ کو کہا کہ جا دور ہو ہم طلاق دیتے ہین اُس کے بعد پشیمان ہوا اور پھر کچھ نہین کہا تھوڑی دیر کے بعد عورت کچھ رونے لگی تو اُس سے کہا کہ اب کیا روتی ہو جو ہونا تھا سو ہوگیا کیس قسم کی طلاق واقع ہوئی اور اب شوہر رجعت کرسکتا ہے یا نہین۔

الجواب - یہ تین جملہ ہین کہ جا۔ دور ہو۔ ہم طلاق دیتے ہین۔ اولین کنایات قسم اول سے ہین جو ہر حال مین موقوف نیت پر ہین کما فی الدر المختار باب الکنایات اور ثالث طلاق صریح ہے پس اگر اولین سے نیت طلاق کی نہین کی بلکہ زجر مقصود تھا تو صرف لفظ ثالث سے ایک طلاق رجعی پڑی عدۃ کے اندر رجعت کرسکتا ہے اور اگر اول کے دونون لفظون سے جدا جدا طلاق کی نیت کی تو دو بائن اُن سے ہونگی اور ثالث سے حلالہ کی ضرورت ہوگی اور اگر اول سے نیت کی اور ثانی سے نہین کی یا بالعکس تو دو طلاق بائن ہوگئین بلا حلالہ تجدید نکاح بتراضی طرفین جائز ہے۔ ۱۳۲۴ھ

سوال - مسمے زید نوجہ خود مسماۃ ہندہ با حلف باللہ گفت شما از مکان من بیرون شو شما را ہرگز دعوی نخواہم کرد پس ہندہ مسطورہ در جوابش گفت کہ حلف شما ہیچ اعتبار ے نیست مرا یک کاغذ نوشتہ دہ یعنی طلاق نامہ پس

درانوقت بوجہ عدم میسر کاتب زید مذکور بہ پرچہ اشخاص بدست زوجۂ خود یک کاغذ سادہ دادہ گفت کہ ہرگاہ ترا نویسندہ میسر شود طلاق نامہ نویسا نیدہ از من دستخط بگیری بعد چند روز زید مذکور بنزد ہندہ مسطورہ رفتہ گفت شما نزد من بیا یا روپیہ من بدہ پس ہندہ گفت اگر شما از من دعوی کنی شما در طلاقنامہ دستخط کنید پس روپیہ شما دہم پس درین وقت زید در طلاقنامہ دستخط نمودہ از ہندہ روپیہ اخذ نمودہ اندرین صورت بمطابق ملت غرا و شریعت بیضا از کدام وقت عدۃ طلاق شمار کردہ شود۔

الجواب۔ فی رد المحتار وان کانت مرسومۃ یقع الطلاق نوی اولم ینو وفیہ لو قال للکاتب اکتب طلاق امرأتی کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب وفیہ ولو استکتب (ای غیر الزوج) من آخر کتابا بطلاقہا وقرأہ علی الزوج فاخذہ الزوج وختمہ وعنونہ وبعث بہ الیہا فاتاہا وقع ان اقر الزوج انہ کتابہ اوقال للرجل ابعث بہ الیہا الخ اھ قلت وفی الصورۃ المسئول عنہا لم یتحقق الکتابۃ حتی تدخل فی الروایۃ الاولی ولا الا ستکتاب المطلق حتی تدخل فی الروایۃ الثانیۃ بل الاذن بالا ستکتاب مقیدا بقولہ از من دستخط بگیری فیتوقف وقوع الطلاق علی تحقق ہذا القید فکان نظیر ما فی الروایۃ الثالثۃ۔ خلاصہ جواب آنکہ از وقت دستخط طلاق واقع شدہ پس عدت از ہمین وقت شمار کردہ شود واللہ اعلم ۲۵ شوال ۱۳۲۴ھ

تحقیق مسئلہ متعلقہ ارتداد زوجہ۔ فی الدر المختار ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وفی شرح المختار عن الفتح وقد افتی الدبوسی والصفار وبعض اہل سمرقند بعدم وقوع الفرقۃ بالردۃ ردا علیہا وغیرہم مشوا علی الظاہر ولکن حکموا بجبرہا علی تجدید النکاح مع الزوج وتضرب خمسۃ وسبعین سوطا واختارہ قاضیخان للفتوی اھ صفحہ ۴۶۹ وصفحہ ۴۷۰ مطبوعہ مصر جلد ۲ درمختار اور رد المحتار اور فتح القدیر کتب معتبرہ مستندہ مذہب سے ہین صاحب فتح یعنی ابن الہمام اس رتبہ کے شخص ہین جنکو علامہ مقدسی رتبہ اجتہاد تک پہونچا ہوا مانتے ہین جیسا علامہ شامی نے اُن سے نقل کیا ہے (رد المحتار مطبوعہ مجتبائی ج ۲ ص ۳۷۸) قاضیخان اس درجہ کے ہین کہ علماء مذہب نے انکو فقہاء کے سات طبقون مین سے طبقہ ثالثہ سے شمار کیا ہے جنکا رتبہ بعد ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ کے ہے (رد المحتار مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۷۹ و ۸۰) پھر دبوسی اور صفار اور بعض علماء سمرقند کا فتوی اور زیادہ مؤیدان حضرات کے مجموعی اقوال جو کہ کتب معتبرہ مین منقول ہین گو اُسمین باہم مختلف ہون کہ عورت کے مرتد ہونے سے آیا فرقت واقع ہوگی یا نہین لیکن اسپر متفق ہین کہ اُس عورت کو دوسرے زوج سے نکاح کرنے کا مطلقاً اختیار نہین اگر وہ مرتد رہے گی تو کسی سے بھی اُس کا نکاح صحیح نہین (درمختار مع رد المحتار ص ۴۶۵ مطبوعہ مصر) اور اگر اسلام کیطرف عود

کریگی تو زوج اول ہی سے اُس کا نکاح کیا جائے گا اور نیز حسب قاعدہ شرعیہ اُسکو اسلام کی طرف عود کرنے پر مجبور کیا جائے گا جیسا اوپر ردالمحتار ص ۴۰۷ سے گذرا ہے واللہ اعلم ۱۳۲۴ھ

طلاق مریض

سوال۔ ایک شخص نے حالت بیماری مین برضا ورغبت اپنی زوجہ منکوحہ کو حاضران مجلس کے سامنے صریح طلاق دی اور زوجہ نے بھی اپنا مہر زوج کو معاف کر دیا بعد طلاق کے عرصہ ایک ماہ کے بعد اس بیماری کی حالت مین زوج مرگیا پس اس صورت مذکورہ مین زوجہ مطلقہ کی عدت بعد طلاق سے محسوب ہوگا یا بعد وفات زوج سے زید کہتا ہی کہ بقول شامی فی حق امرأۃ الفار الخ والمراد بامرأۃ الفار من ابانها فی مرضه بغیر رضاها بحیث صار فارا ومات فی عدتها ابعد الاجلین۔ اس روایت کی روسے عدت وفات کی لی جائے گی نہ طلاق سے اور عمرو کہتا ہے کہ بقول شامی لو ابانها فی مرضه برضاها بحیث لم یصر فارا تعتد عدۃ الطلاق عورت مطلقہ کی عدۃ کی شمار طلاق سے کیا جائے گا بموجب اس روایت اخیرہ کے اگر کوئی شخص عورت مطلقہ سے بعد گذرنے عدت طلاق نکاح کرلے تو یہ نکاح از روئے شرع شریف کے جائز ہے یا نہ۔

الجواب۔ حکم طلاق زوج مریض کا جبکہ زوج قبل انقضائے عدت زوجہ کے مرجائے یہ ہی کہ جس طلاق کے بعد عدت کے اندر زوج کے مرجانے سے زوجہ کو میراث ملتی ہے اُسمین عدت ابعد الاجلین سے ہی یعنی عدت طلاق اور عدت وفات مین جو پیچھے ختم ہو اور جسمین میراث نہین ملتی اُسمین عدت طلاق واجب ہے پس شامی کی دونون روایتین صحیح ہین اور دونون مین کچھ تعارض نہین کیونکہ روایت اولی صورت میراث مین ہی اور روایت ثانیہ صورت عدم میراث مین ہے اب یہ تحقیق کرنا چاہیئے کہ اس مریض کی طلاق پر آیا حکم میراث کا مرتب ہوا ہے یا نہین تاکہ اُس سے عدت کا حکم متعین ہو جائے اس لئے اسکی صورتین لکھتا ہون کہ اگر یہ مریض ایسا بیمار تھا جس مین غالب گمان حیات کا تھا تو یہ مرض موت نہین ہی اور اس صورت مین اگر زوج عدت زوجہ کے اندر مرجائے تو زوجہ وارث نہ ہوگی ایک صورت تو یہ ہوئی اور اگر اس بیماری مین ظاہر حال سے اندیشہ مرجانے کا تھا تو یہ مرض موت ہی پھر اس مرض موت مین یہ تفصیل ہے کہ دیکھنا چاہیئے کہ طلاق رجعی ہے یا بائن اگر رجعی ہے تو وارث ہوگی اور یہ دوسری صورت ہوئی اور اگر بائن ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ زوجہ کی اجازت سے ہی یا بلا اجازت اگر اجازت سے ہی تو وارث نہ ہوگی اور یہ تیسری صورت ہوئی اور اگر بلا اجازت ہے تو وارث ہوگی اور یہ چوتھی صورت ہوئی پس اول اور تیسری صورت وارث نہ ہونے کی ہین اور دوسری اور چوتھی صورت وارث ہونے کی ہین پس واقعہ سوال مین اگر اول یا تیسری واقع ہوئی ہے تو عدت طلاق واجب ہی اور اُسکے

انقضاء کے بعد نکاح ثانی جائز ہے اور اگر دوسری یا چوتھی صورت واقع ہوئی تو اگر عدت طلاق پہلے ختم ہو جائے تو عدت موت کے بعد نکاح ثانی درست ہوگا اُس کے قبل درست نہ ہوگا والروایات مذکورۃ فی باب طلاق المریض وباب العدۃ من الکتب الفقھیۃ واللہ اعلم ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

سوال۔ ایک لڑکی ولڑکا نابالغ کا نکاح ہوا اب بالغ ہونے پر طلاق ہوگیا رضامندی سے عدت اُس کی ہوئی یا نہین ایک مرتبہ نابالغی مین اپنی سسرال گئی تھی پھر جب سے کبھی نہین گئی اور لڑکی اور لڑکے کی والدہ والد دونون موجود تھے اور ابتک موجود ہین سو آپ عدت کے بارہ مین تحریر فرمائین۔

الجواب۔ جب سے ان مین نکاح ہوا ہے اگر کسیوقت دونون کو تنہائی مین یکجائی ہوئی ہے جہان دوسرے کے جانے کا اندیشہ نہ ہو تو عدت واجب ہوگی گو نابالغی کی صورت مین یہ خلوۃ صحیحہ نہ ہوا اور اگر بعد بلوغ کے ایسا اتفاق ہوا ہے تو خلوۃ صحیحہ بھی ہوگی اور عدت ہرحال مین واجب ہوگی البتہ اگر کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا ہو تو عدت واجب نہ ہوگی اور عدت حیض والی کی تین حیض ہے اور جس کو نابالغی سے حیض نہ آتا ہو اُسکی عدت تین ماہ ہین فی رد المحتار باب المھر تحت قولہ ولو بزوج ھکذا البناء للمصاحبۃ ای ولو کان الصغر مصاحبا للزوج یعنی لافرق بین ان یکون الزوج او الزوجۃ او کل منھما صغیرا اھ قال فی البحر فی خلوتہا الصغیر الذی لا یقدر علی الجماع قولان وجزم قاضیخان بعدم الصحۃ فکان ھو المعتمد ولذا قید فی الذخیرۃ بالمراھق اھ وتجب العدۃ بخلوتہ وان کانت فاسدۃ لان تصریحھم بوجوبھا بالخلوۃ الفاسدۃ شامل لخلوۃ الصبی کذا فی البحر من باب العدۃ ج ۲ ص ۵۵۵ واللہ اعلم ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال۔ زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے چار شرط اسطور سے کین کہ اگر ایک شرط بھی ان چار سے مجھسے پائی جائے تو تجھکو طلاق ہے چاہے جہان تو نکاح کرے میرا کسی قسم کا دعوی تجھپر نہین ہے بعد ازان زید سے ایک شرط پائی گئی پس ہندہ پر کتنی اور کیسی طلاق پڑی مع عبارت کتاب بیان فرمائین۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب الصریح یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکی بھا نفسک لانہ لا تملک الا بالبائن اس روایت کی بنا پر صورت مسئولہ مین ایک طلاق بائن واقع ہوگیا واللہ اعلم ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ایک عورت اپنے خاوند سے لڑ بھڑ کر کہین چلی گئی تو چار برس ہوگئے بعد اُسنے کسی اور شخص سے خود نکاح کرلیا یا کسی دوسرے شخصون نے زبردستی کرا دیا تھا تو اب وہ دوسرا خاوند فوت ہوگیا اُس سے ایک لڑکی ایک لڑکا موجود ہے اور اُس کے پہلے خاوند سے جو کہا گیا کہ اُس کو تو طلاق دیدے تو فوراً اُس نے یہ کہا کہ جب میرے

گھر سے چلی گئی تو جب ہی سے طلاق ہے یا ابھی نہیں معلوم کہ طلاق ہے کہا یا طلاق ہو گئی تو اب اُسکی عدت گذرنے پر دوسرا شخص نکاح کر سکتا ہے یا نہیں یا ویسے کر لین درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب العدۃ المنکوحۃ نکاحاً فاسدا والموطوءۃ بشبہتہ ومنہ تزوج امراءۃ الغیر غیر عالم بحالہا لما سیجئ الی قولہ الحیض (ھو خبر عدۃ) للموت ای موت الوطی وغیرھا ویفی فی اٰخر الباب وکذا لاعدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطیہا عالما بذلک ودخل بہا الخ پس صورت مسئولہ مین جس شخص سے دوسرا نکاح ہوا ہے اگر اُسکو خبر تھی کہ یہ کسی کی منکوحہ ہے تب تو عدت واجب نہین اور اگر خبر نہ تھی تو عدت واجب ہے اور عدت اُسکی حیض ہی سے ہے اور شوہر اول نے جسوقت کہا ہے کہ طلاق ہے یا طلاق ہو گئی اس کہنے سے طلاق ہو گئی اور عدت اسی وقت سے شمار کیجائے گی پس یہان کئی صورتین پیدا ہون گی ایک یہ کہ شوہر اول کے طلاق دینے کے بعد عدت گذر گئی اُسوقت شوہر ثانی کی وفات ہو گئی اور اُسکو منکوحہ ہونے کا علم نہ تھا تو اس صورت مین اس عورت کی عدت تین حیض ہین دوسری صورت یہ کہ شوہر اول کی عدت گذرنے کے بعد شوہر ثانی کی وفات ہوئی اور اُسکو منکوحہ غیر ہونیکا علم نہ تھا اس صورت مین اس عورت پر عدت نہین ہے اور تیسری صورت یہ کہ شوہر ثانی کی وفات کے وقت تک عدت شوہر اول کی ختم نہ ہوئی تھی تو شوہر اول کی عدت پوری کرنا پڑیگی اور شوہر ثانی کی عدت مین وہی تفصیل ہے اور جن صورتون مین تین حیض عدت ہین اُن صورتون مین اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل عدت ہے۔ کما فی رد المحتار تحت قولہ الحیض ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

حکم ماتع بودن قسم و وقوع طلاق را

سوال۔ اندرینکہ بنگالی بزبان بنگالہ خود زن خود را گفت تیرتین طلاق دیلم کہ ترجمہ اش بعربی طلقتک ثلاثا باشد و یا بفارسی ترا سہ طلاق دادم و آنرا بقسم یا بکلمہ شہادت موکد ساخت اعنی او گفت واللہ طلقتک ثلاثا یا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ طلقتک ثلاثا پس شرعاً طلاقش واقع خواہد شد یا نہ۔

(نقل رقعہ مصحوبہ این سوال)

پس از سلام مسنون معروض آنکہ عبارت درمختار لست لک بزوج او لست لی بامرأۃ او قالت لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافا لہما ولو اکدہ بالقسم او سئل الک امرأۃ فقال لا لا تطلق وان نوے لان الیمین والسوال قرینتا ارادۃ النفی فیہما۔ خلاصہ مطلب اس عبارت کا کیا ہے چونکہ بعض لوگ اس عبارت سے قسم و سوال کو مطلقا مانع طلاق سمجھتے ہین صریح ہو یا کنایہ اور بعض مانع کنایہ سمجھتے ہین نہ صریح کے اور یہان کے عوام و خواص سب کی تشفی حضور کی تحریر پر ہے فقط۔

الجواب۔ بلا شک و شبہ سہ طلاق واقع شد و آنچہ در پرچہ مصحوبہ از درمختار نقل کردہ شدہ است آن مخصوص است

بکلامے کہ محتمل نفی اصل زوجیت باشد پس قسم مرجح خواہد شد ارادہ نفی را و این مقصود نیست کہ قسم مطلقاً مثل استثنا یعنی انشاء اللہ تعالیٰ مانع وقوع طلاق مے باشد و صریح و کنایہ در آن متساوی اند خلاصہ جواب آنکہ در مقیس علیہ انکار زوجیت است و در مقیس انشاء طلاق پس قیاس صحیح نباشد فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

وقوع طلاق بلا تصریح اسم و بلا خطاب زوجہ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین مین نے حالت غصہ مین یہ کلمے کہے ہین (طلاق دیتا ہون طلاق طلاق) اور مین نے کوئی کلمہ فقرہ بالا سے زیادہ نہین کہا اور نہ مین نے اپنی منکوحہ کا نام لیا اور نہ اُسکی طرف اشارہ کیا اور نہ وہ اُس جگہ موجود تھی اور نہ اُسکی کوئی خطاہے یہ کلمہ صرف بوجہ تکرار تائسر یعنی میری منکوحہ کی تائی کے نکلے جسوقت میرا غصہ فرو ہوا فوراً اپنی زوجہ کو لے آیا ان دو اشخاص مین ایک میرے (یعنی نزاع) ماموں اور ایک غیر شخص ہے اور مستورات تین ہین۔

الجواب۔ چونکہ ولیمو اپنی ہی منکوحہ کو طلاق دینے کا قصد تھا لہذا تینوں طلاقین واقع ہوگئین کذا فی ردالمحتار ج ۲ ص ۷۰۵۔ ۲۶ جمادی الاولے ۱۳۲۵ھ

عدم لحاق کنایہ بائن با بائن صریح یا کنایہ و لحاق بقیہ

سوال۔ ان رجلا طلق امرأته طلاقا بائنا ثم طلق بعد ستة اشهر ثنتين فهل يقع الثنتان اللتان بعد الاولى ام لا۔

الجواب۔ نفس مسئلہ مین تفصیل یہ ہے کہ طلاق اول یا صریح بائن یا کنایہ رجعی ہے مثل اعتدی واستبرئی رحمك وغیرہ کے یا کنایہ بائن اور اسی طرح طلاق متاخر مین یہ چارون احتمال ہین کل سولہ صورتین ہوئین جس صورت مین طلاق مقدم بائن ہو صریح یا کنایہ اور طلاق مؤخر کنایہ بائن ہو اُس صورت مین تو طلاق مؤخر کا وقوع نہ ہوگا اگرچہ نیت بھی وقوع کی کرے باستثنائے مستثنیات مذکورہ فی الفقہ اور حاصل ان صور مستثنیٰ کا یہ ہے کہ جب ایقاع ثانی کو اخبار پر محمول کرنا ممکن نہ ہو اور بقیہ صورتون مین وقوع ہو جائے گا ہکذا فی الدر المختار ورد المحتار مفصلاً مبسوطاً واللہ اعلم ۸ رجب ۱۳۲۵ھ

احکام تجدید عقد بعد حنث بر ایجاب فضولی کہ متعارف

سوال۔ ایک شخص نے کسی فعل پر طلاق کو اسطرح معلق کیا کہ اگر فلان کام کرون تو جس عورت سے نکاح کرون وہ مطلقہ ہے اُس کے بعد وہ کام کیا پھر نکاح تو ظاہر ہے کہ وہ عورت مطلقہ ہوگئی لیکن قاضی نے ایجاب وقبول دوبارہ کرایا پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ اول ایجاب و قبول کے بعد طلاق واقع ہوگیا اور ثانی ایجاب و قبول سے پھر دوبارہ نکاح منعقد ہوگیا اگرچہ طرفین نے تجدید نکاح کا ارادہ نہین کیا البتہ پہلی مرتبہ چونکہ قاضی وکیل تھا اس لئے وہ وکالت ختم ہوگئی اب دوبارہ ایجاب فضولی کا سمجھا جائے گا اس لئے اجازت مرأۃ یا ولی مرأۃ پر موقوف رہیگا پس ولی کا عورت کو برضامندی رخصت کرنا یا کہ عورت کی برضا تمکین وطی کو اجازت سمجھا جائے گا یا نہین یا کہ

عورت سے یہ کہاکہ تم راضی ہو اُسنے اُس نے کہدیا ہان تو یہ رضا شمار کیا جاسکتا ہے یا نہین وجہ شبہہ یہ ہو کہ اجازت ورضامندی کے لیے خبر نکاح شرط ہے اور ولی یا عورت کو خبر نکاح ثانی نہین ہے بلکہ اُس کو فضول سمجھتے ہین اور یہ خیال کرتے ہین کہ نکاح ہماری اجازت سے ہوا ہے پس یہ عدم علم تجدید نکاح رضامندی کے لئے مضر ہے یا نہین یا کہ یہ کافی ہے کہ نفس نکاح کا اُن کو علم ہے اگرچہ تجدید نکاح کا علم نہین۔

الجواب۔ مکرر ایجاب وقبول سے مقصود تاکید ہے نہ کہ تجدید لہذا اس کو عقد ثانی نہ کہین گے اور رضا مرأۃ یا ولی کی عقد اول ہی کے خیال سے ہو اُس کو عقد ثانی پر رضا کہا جائے گا۔ ۷ ارجب ۱۳۲۵ھ

حکم تجھکو رکھون تو اپنی مان کو رکھون

سوال۔ علماء دین شرع متین درباب این مسئلہ چہ فرمایند۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ ہندہ کو چند زدوکوب کیا اور زبان سے اپنی یہ الفاظ نکالا کہ تجھکو رکھون تو اپنی مان کو رکھون اور وہ شخص وہان سے آنکر اپنے برادر معظم سے کہاکہ تو مہر مصروف یعنی روپیہ دے مین چھوڑ دون ویا طلاق دیدون تو اُس کے بھائی نے کہا کہ مین نہین دونگا روپیہ آیا اُسپر طلاق ہوا کہ کفارہ مع حوالہ کتب بیان فرمائیگا فقط۔

الجواب۔ یہ جو کہاکہ تجھکو رکھون تو اپنی مان کو رکھون یہ صیغہ تعلیق کا ہے اور یہ عبارت ظہار اور طلاق دونون کو محتمل ہے اور تعلیق ظہار وطلاق دونون کی جائز ہے پس اگر اس عبارت سے نیت طلاق کی کی ہو تو طلاق واقع[1] ہو گیا اور چونکہ کنایہ ہے لہذا طلاق بائن واقع ہوا اور اگر نیت ظہار کی کی ہے تو ظہار ہو گیا اور کفارہ واجب ہو گا اور یہ جو کہاکہ چھوڑ دون ویا طلاق دیدون اگر یہ عبارت اس متکلم کے محاورہ مین صیغہ حال مین مستعمل ہے بمعنے اس کے کہ طلاق دیتا ہون یا چھوڑتا ہون تو طلاق واقع ہو جائیگا اور چونکہ صریح ہے لہذا رجعی واقع ہوگی اور اگر یہ عبارت اس کے محاورہ مین بمعنے وعدہ کے مستعمل ہو تو طلاق واقع نہ ہو گا والکل ظاہر مشہور من القواعد والروایات فقط ۱۰ رشوال ۱۳۲۵ھ۔

تعلیق طلاق یا ظہار بر شرط و عدہ

سوال۔ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ سے کہاکہ اگر دو ماہ تجھ سے بولون تو مان سے زنا کرون آیا زید کے ذمہ شرعاً اس کلام سے کوئی گناہ ثابت ہوتا ہے یا نہین۔

الجواب۔ زید کا اس عبارت سے مقصود یہ ہے کہ مین دو ماہ تک تجھ سے نہ بولون گا اور اس مقصود کو تعلیق کے طور پر موکد کیا ہے اور جس عنوان سے موکد کیا ہے اُسمین دو احتمال ہین ایک یہ کہ مقصود اس سے تعلیق طلاق کی ہو یعنی یہ مطلب ہو کہ اگر دو ماہ کے اندر تجھ سے بولون تو تجھپر طلاق ہو جائے پس اگر یہ مقصود ہو تو اگر دو ماہ کے

[1] کیونکہ تعلیق ایسے امر کی ساتھ ہے جو بالفعل متحقق ہے لہذا وجود شرط کی وجہ سے جزاء مرتب ہو گئی ۱۲ منہ۔

اندر بولے گا طلاق بائن واقع ہوگا جسمین برضامندی تجدید نکاح کی حاجت ہوگی اور اگر دو ماہ کے بعد بولا تو کچھ نہین اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ مقصود اس سے تعلیق ظہار کی ہو یعنی یہ مطلب ہو کہ اگر دو ماہ کے اندر تجھسے بولون تو ظہار منعقد ہوجائیگا اگر یہ مقصود ہے تو دو ماہ کے اندر بولنے سے ظہار ہوگا اور کفارہ جو کتب فقہ مین ہی واجب ہوگا اور دو ماہ کے بعد بولنے سے کچھ نہ ہوگا اور اگر اور کچھ مقصود ہے تو سوال مین تصریح ہونا چاہئیے - ۱۲ شوال ۱۳۲۵ھ

تحقیق طلاق صبی

سوال - جملہ متون و شروح فقہ و اصول اس امر مین متفق ہین کہ صبی بنفسہ ایقاع طلاق نہین کرسکتا اور نہ اُسکی طرف سے ولی وغیرہ ایقاع طلاق کا مجاز ہے ہان بوقت حاجت صبی کیطرف سے طلاق واقع ہوسکتی ہے پس قابل استفسار یہ امور ہین - ۱ حاجت سے کون حاجت مراد ہے وہی تین حاجتین جو شامی و صاحب تحریر وغیرہ نے ذکر فرمائی ہین یا اور بھی مثلاً زوج صغیر اور زوجہ بالغہ بوقت خوف زنا وغیرہ ۲ بوقت حاجت خود صبی طلاق دیگا یا اور کوئی صبی کی طلاق نہ واقع ہونے کی دلیل فقہاء کرام کل طلاق جائز الا طلاق الصبی بیان فرماتے ہین پس یہ عبارت حدیث مرفوع کی ہی یا قول ابن عباسؓ ہے اور کوئی اگر طلاق دے تو وہ کون ہوگا ولی یا قاضی یا محکم اور اُس کی دلیل کیا ہے اور ایسے واقعات کا فیصلہ اسوقت کوئی کرسکتا ہے یا نہین ۳ قول امام سرخسیؒ بنفسہ ایقاع طلاق صبی پر دلالت کرتا ہے یا نہین اگر دلالت کرتا ہے تو خلاف متون و شروح یہ قول مفتے بہ ہی یا نہین -

الجواب - ۱ صغر زوج اور بلوغ زوجہ اُن حاجات مین سے نہین بلکہ کسی حالت مین بھی یہ اسباب استحقاق تفریق مین سے نہین - ۲ قاضی تفریق کریگا اور دلیل کی تحقیق منصب مقلد کا نہین اور نہ مجیب مقلد کے ذمہ ماخذ کا بیان کرنا ہے نقل مذہب کافی ہے ۳ اول تو دال نہین اور ثانیاً بصورت دلالت معتبر نہین فقط - یکم ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

عدۃ ممتدۃ الطہر

سوال - ایک عورت کو برابر بدستور اور عورتون کے حیض آتا تھا مگر فی الحال ایک سال سے اس کو حیض موقوف ہے اور اس کے شوہر نے اُس کو طلاق دیا ہے اب وہ عورت عدت کتنے روز بیٹھے گی اُس کے لیے عدت بالاشہر ہے یا عدت بالحیض اگر عدت بالاشہر ہے تو تین ماہ عدت ہوگی یا زیادہ اگر عدت بالحیض ہے تو سن ایاس تک انتظار حیض کا کیا جائے گا یا نہین اگر سن ایاس تک انتظار نہ کیجاوے تو وہ عورت نہایت غریب ہی اس کے خورد و پوش کا کوئی ظاہری سامان نظر نہین آتا بینوا توجروا -

الجواب - درمختار و ردالمحتار کے باب العدۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت مین حنفیہ کے نزدیک تو

مدت ایاس تک انتظار حیض کا ضروری ہے اور مالکیہ کے نزدیک نو مہینے اور بقول معتمد ایکسال وقت طلاق سے عدت ہے اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل جائز ہے اھ احقر کہتا ہے کہ اسمین یہ امور قابل لحاظ ہونگے **اول** اُس کا علاج کیا جائے اگر علاج سے بھی ادرار نہ ہو تب اس قول پر عمل کیا جائے کیونکہ ضرورت کا تحقق اُسی وقت ہوگا۔ **دوم** اس قول پر عمل کرنے کے لیے قضاء قاضی کی حاجت ہوگی اور حاکم مسلم گو منجانب کافر بادشاہ کے ہو قاضی شرعی ہے پس سرکار مین ایک درخواست اس کی پیش کیجائے کہ کسی مسلمان حاکم کو اس مسئلہ مین حکم کرنے کا اختیار دیدیا جائے پھر وہ حاکم مسلم اس فتوے کے موافق اُس عورت کو عدت گذار کر نکاح ثانی کر لینے کی اجازت دیدے اسطرح عمل کیا جائے **سوم** اگر اس قول کے موافق عدت شروع کی اور قبل ختم ہونے ایک سال کے اتفاقاً حیض جاری ہوگیا تو پھر عدت حیض سے کیجائیگی واللہ اعلم ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوالات۔ (۱) خلع نزد ابو حنیفہؒ کے طلاق بائن ہے یا کہ فسخ ہے (۲) خلع کے بعد طلاق دینی چاہیے یا فقط خلع سے بیوی اجنبی ہوجاتی ہے (۳) فسخ مین نکاح وہی رہتا ہے یا کہ دوسرا نکاح ہونا چاہیے (۴) اور کے مہینے کی عدت کرنی چاہیے۔

جوابات۔ (۱) طلاق بائن ہے (۲) اُس کے بعد طلاق دینے کی حاجت نہین (۳) فسخ مین نکاح نہین رہتا ہے (۴) طلاق اور فسخ دونون مین عدت واجب ہے حائضہ کو تین حیض صغیرہ وکبیرہ کو تین ماہ اور حاملہ کو وضع حمل فی الدر المختار باب العدۃ وھی فی حق حرۃ تحیض لطلاق او فسخ الخ البتہ فسخ مین عدد طلاق نہین کم ہوتا اور اُس کے بعد طلاق واقع نہین ہوتا کذا فی الدر المختار باب الولی۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ چند نادانون نے لفظ بائن[۱] سے اپنی بیبیون کو طلاق دیا ہے ان کی فلاح کی کوئی صورت شرعاً ہے یا نہین

الجواب۔ ایک دو طلاق مین قبل عدت رجعت و بعد عدت تجدید نکاح ممکن ہے اور تین مین بجز حلالہ کے کوئی صورت نہین واللہ اعلم ۶ رمضان ۱۳۱۹ھ

سوال۔ حالت خلع مین جو بی بی کیجانب سے ہوتا ہے دین مہر شوہر کو ادا کرنا چاہیے یا نہین یا کیا طریقہ خلع کا ہے فقط

الجواب۔ طریقہ خلع کا یہ ہے کہ دونون میان بی بی مین ناموافقت ہوئی عورت نے کچھ مال دینا کیا کہ بیکر مجھے چھوڑ دے اور اُس مرد نے منظور کرلیا پس یہ خلع ہوگیا اور طلاق بائن پڑ گئی اور عورت پر مال مذکور واجب ہوگیا پس اگر خلع مہر پر کیا ہے تو مرد سے مہر ساقط ہوگیا اور عورت پر کچھ واجب نہین اور اگر مہر سے کم پر کیا ہے

[۱] یعنی اُنسے کسی نے کہا کہ تم نے اپنی زوجہ کو طلاق دیا اُنھون نے کہا ہان ۱۲ منہ۔

تو وہ مقدار مہر سے ساقط ہوگئی باقی مہر رہا اور جو مہر سے زیادہ پڑ گیا تو سارا مہر ساقط ہوگیا اور زیادتی عورت پر واجب رہی پھر یہ کہ یہ زیادتی لینی مرد کو جائز ہے یا نہیں تو عند اللہ تو مکروہ ہے لیکن حاکم دلوادیگا وان کان النشوز منها كره لہ ان یاخذ منها اکثر مما اعطاها ولو اخذ الزیادۃ جاز فی القضاء ہدایہ جلد اول ص ۳۸۵ - ۲۶ ربیع الاول ۱۳۰۱ ہجری -

سوال - ایک شخص ایک قصبہ یا شہر مین ہے اور عورت دوسرے قصبہ یا شہر مین اگر خاوند اُس عورت کا خط کے اندر طلاق لکھ کر بذریعہ ڈاک یا آدمی عورت کے پاس روانہ کرے تو طلاق آجاتی ہے یا نہین ؟

الجواب - تحریر و تقریر کا شرع مین ایک حکم ہے جیسا زبان سے طلاق پڑجاتی ہے لکھنے سے بھی واقع ہوتی ہے پس اگر خط مین لکھا کہ تجھے طلاق تو لکھنے کے ساتھ پڑجائے گی اور اُسی وقت سے عدت لازم ہوگی اور اگر یون لکھا کہ جب یہ خط آوے جب طلاق ہے تو خط کے آنے پر پڑے گی اور جب ہی سے عدت آویگی ثم الکتابۃ لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان کتب اما بعد فانت طالق فکما کتب هذا يقع الطلاق ويلزمها العدة من وقت الکتابۃ وان علق طلاقها بمجئ الکتاب بان کتب اذا جاءك كتابي هذا فانت طالق فمالم يجئ اليها الكتاب لا يقع كذا في فتاوى قاضيخان عالمگیری جلد ۲ ص ۳۹۷ -

سوال - ما قولکم اندرین کہ زن مطلقہ بزبان خود میگوید کہ مدت حیض معتادش سہ روز ست و مدت طہر معتادش پانزدہ روز پس بعد از انقضائے عدت او کہ سی و نہ شبانہ روز باشد نکاحش درست است یا نہ و شہادت شاہد مخالفش باطل است یا چہ -

الجواب - در باب انقضائے عدت قول معتدہ معتبر است بشرطیکہ مدت محتمل عدت باشد قال اللہ تعالٰی ولا يحل لهن ان يكتمن ما خلق الله في ارحامهن - في المظهري وفيه دليل على ان قولها مقبول في ذلك اه في الدر المختار قالت مضت عدتي والمدة تحتمله وكذبها الزوج قبل قولها مع حلفها والا لا اه و در اقل مدت عدت حائضہ اختلاف است نزد امام ابو حنیفہؒ شصت روز است و نزد صاحبینؒ سی و نہ روز کہ مذکور سوال است فی الدر المختار و اقلها للحرة ستون يوما وفي رد المحتار وعندهما اقل مدة تصدق فيها الحرة تسعة وثلاثون يوما والله اعلم -

کتاب الحضانۃ

سوال - اولاد کی پرورش والدین کے ذمہ پر کہان تک ہے عام اس سے کہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی - لڑکپن کی

عنہ اسال لکھنے مین حج ہونا بہتر تھا ۱۲ منہ

شادی کرنیکا کوئی تاکیدی حکم خاص ہے یا نہین اور بصورت تاخیر کہین گناہ بھی لازم آتا ہے اگر ہے تو کسقدر بروئے نص قرآنی جدا جدا علیٰ ہذا حدیث سے بھی جواب دین۔

الجواب۔ سوال پرورش کا جواب بایں تفصیل ہے کہ اگر اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی دو حال سے خالی نہین ایک حال یہ کہ وہ مالدار ہون یعنی کسی طور اُنکی ملک مین مال آگیا ہو خواہ بطور ہبہ کے یا بطور میراث کے سو اس حالت مین تو اُنکا نان ونفقہ خود اُن کے مال مین واجب ہے والدین کے ذمہ صرف انتظام کرنا ہی دوسرا حال یہ ہی کہ وہ مالدار نہ ہون پھر اس مالدار نہ ہونے کی حالت میں دو صورتین ہین ایک صورت یہ کہ وہ بالغ ہون دوسری صورت یہ کہ وہ نابالغ ہون بالغ ہونے کی صورت مین دو احتمال ہین ایک احتمال یہ کہ اپنے لئے محنت مزدوری نوکری چاکری کر سکتے ہون اس مین بھی خود اُنکا نان ونفقہ اُنھین کے ذمہ ہے مان باپ کے ذمہ نہین دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ کھانے کمانے پر قادر نہین اس مین حکم مثل نابالغ کے ہی جو آیندہ معلوم ہوتا ہے یہ دونون احتمال تو بالغ ہونے کی صورت مین تھے اور نابالغ ہونے کی صورت مین دو شقین ہین ایک شق یہ کہ باپ زندہ ہو دوسری صورت یہ کہ باپ زندہ نہو اگر باپ زندہ ہو تو صرف باپ کے ذمہ نان ونفقہ ہی مان کے ذمہ کچھ نہین البتہ دودھ پلانا بروے فتوی و دیانت مان کے ذمہ واجب ہی اور بروئے حکم و قضا جبر نہین ہوگا لیکن اگر بچہ کسی اور کا دودھ نہ پیئے اُسوقت مان پر جبر بھی کیا جائے گا اور اگر باپ زندہ نہو تو مان کے ذمہ ہی اور اگر بچہ کے اور اقارب ذی رحم محرم بھی ہون تو سب پر تقسیم ہوگا دلیل ان سب دعوون کی درمختار کی یہ عبارت ہی۔ ویجب النفقة لطفله یعم الانثی والجمع وفیه وفی المنیة اب معسر وام موسرة تومر الام بالاتفاق فیکون دینا علی الاب وفیه وکذا تجب لولده الکبیر العاجز عن الکسب لا یشارکه ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلك کنفقة ابویه وعرسه وایضا فیه ولیس علی امه ارضاعه قضاء بل دیانة الا اذا تعینت فتجبر کما فی الحضانة وفیه عن البحر له ام وعم فکار ثهما قال ولو له ام وعم واب ام هل تلزم للام فقط ام کالارث احتمال اھ اور سوال حکم تاکیدی شادی کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم قرآن مین بھی ہی اور حدیث مین بھی عام طور سے ہی کہ لڑکا لڑکی دونون کو شامل ہے اور لڑکیون کے لئے خصوصیت سے بھی قال الله تعالی وانکحوا الایامی منکم الآیة ایامی جمع ایم کی ہے شارح حدیث نے تصریح کی ہی الایم من لا زوج لها بکرا کانت او ثیبا ویسمی الرجل الذی لا زوجة له ایما ایضا وفی المشکوٰة الفصل الثانی من باب تعجیل الصلوٰة عن علی رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یا علی ثلاث لا تؤخرها الصلوٰة اذا اتت والجنازة اذا حضرت والایم اذا وجدت لها کفوا رواه الترمذی وفیها الفصل الثالث من باب الولی فی النکاح عن ابی سعید وابن عباس رض قالا قال رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه وعن عمر بن الخطاب وانس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى التوراة مكتوب من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثما فاثم ذلك عليه رواهما البيهقى فى شعب الايمان۔ ان روایات سے اس حکم کا موکد ہونا ثابت ہوا اور موکد کا ترک موجب مواخذہ ہوتا ہے اور گناہ کی مقدار بھی اخیر کی حدیثوں سے معلوم ہوگئی کہ درصورت تاخیر جس گناہ مین یہ اولاد مبتلا ہوگی خواہ نگاہ کا یا کان کا یا زبان کا یا دل کا اتنا ہی گناہ اس صاحب اولاد کو ہوگا واللہ تعالے اعلم ۳ رشعبان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ ایک عورت زانیہ نے انتقال کیا اور اُس نے ایک لڑکی صغیرہ اولاد حرام سے چھوڑی اور اس عورت کی ایک خالہ اور دو خالہ زاد بھائی بہن اور ایک حقیقی بہن ہے حق حضانۃ اس صغیرہ کا کسکو ہے اور خالہ اُسکی مغنیہ اور زانیہ اور بہن وغیرہ بھی ایسی ہی ہین اور ولی اُس کا کون ہو سکتا ہے۔

الجواب۔ حق حضانۃ ان مذکورین مین سے کسی کو نہین فسق وفجور وغیرہ سے خود مان کا بھی حق حضانۃ ساقط ہو جاتا ہے ان کا تو بدرجہ اولی ساقط ہوگا احق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح او بعد الفرقة الام الا ان يكون مرتدة او فاجرة غير مامونة كذا فى الكافى وكذا لو كانت سارقة او نائحة او مغنية فلا حق لها هكذا فى النهر الفائق عالمگیری جلد ثانی صـ۵۵۶ اور ولایت اُسکی عامہ مسلمین کو ہے وہی اُسکو پرورش کرین واللہ اعلم ۹ شوال ۱۳۲۲ھ

باب النفقة

استحقاق زوجہ نفقہ سابق را بوجہ ظلم زوج درخانہ او نماند

سوال۔ زید وبکر دو بھائی تھے زید نے ایک دختر مسماۃ ہندہ کو چھوڑا اور بکر نے ایک پسر مسمی خالد کو چھوڑا مسماۃ محمودہ مادر ہندہ نے دونون کا نکاح کر دیا اور ایک عرصہ دراز تک ہندہ وخالد بسر پرستی محمودہ بسر کرتے رہے تھوڑے زمانے سے خالد نے اپنی منکوحہ ہندہ کو و نیز اپنی ساس مسماۃ محمودہ کو علیحدہ کر دیا اور طلاق نہین دیا ان دونون مسماتان نے بوجہ تنگی وپریشانی وغیر استطاعۃ واسطے حاصل کرنے ترکہ پدری وشوہری ایک شراکت نامہ نصف حصہ متروکہ کا حامد کے نام لکھدیا حامد نے عدالت دیوانی مین دعوی رجوع کرکے ذریعہ صلحنامہ ڈگری حاصل کی جو بسر اوقات کے لئے کافی نہین ہے اب بعد ڈگری خالد نے ایک دوسرا نکاح کر لیا مسماۃ ہندہ نے اس شادی کی خبر سنکر قبل نکاح ثانی دعوے اپنے گذارہ کا دائر کیا اور مسماۃ ہندہ بوجہ عدم رجوع خالد ومخالفت وخوف مارپیٹ وایذا رسانی وتکلیف گوناگون شوہر کے ساتھ رہنا قبول نہین کرتی اور

درحقیقت خالد اُس کو مارتا ہے اور حقوق بھی ادا نہین کرتا اور طلاق بھی نہین دیتا پس ایسی صورت مین وہ روٹی اور کپڑا شوہر سے پانے کی مستحق ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار باب النفقۃ وخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود فی رد المحتار قولہ بغیر حق ذکر محترزہ بقولہ بخلاف مالو خرجت الخ وکذا ھو احتراز عما لو خرجت حتی ید فع لہا المہر ولہا الخروج فی مواضع مرّ فی المہر سیاتی بعضہا عند قولہ ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین اھ وفی رد المحتار بعد صفحتین لان المعتبر فی سقوط نفقتہا فوات الاحتباس لا من جہۃ الزوج اھ چونکہ صورت مسئولہ مین شوہر کے ساتھ نہ رہنا بوجہ مجبوری اور معذوری کے ہے اور سبب اس کا شوہر کی جانب سے ہے یعنی اُس کا ظلم اس لیے حسب روایات مذکورہ بالا اس صورت مین شوہر کے ذمہ نان ونفقہ واجب ہوگا البتہ اگر شوہر اطمینان دلا دے کہ مین اُس پر ظلم نہ کرونگا اور پھر بھی عورت اُسکے گھر نہ جائے تب البتہ نان ونفقہ واجب نہوگا باقی اس سے زیادہ تصریح اس مسئلہ کی بندہ کو نہین ملی واللہ اعلم ۲۰ رجمادی الاولی ۱۳۲۴ھ۔

حکم [illegible] اطفال [illegible] از عطیات

سوال۔ نابالغ بچون کو اُن کے نانا یا دادا کچھ عطا کرین تو اس عطا کو بچون کے مان باپ ان بچون پر کسطرح سے صرف کرین اگر روٹی کپڑے مین صرف کیا جائے تو یہ مان باپ کے ذمہ ہے تا وقتیکہ بالغ ہون تو اس عطا کو امانۃً جمع کرین بلوغ تک یا شیرینی وبالائی مین خرچ کر دیوین کیا صورت کرین۔

الجواب۔ فی الدر المختار ولطفلہ الفقیر الخ لان نفقۃ المملوک علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو نابالغ مالک کسی مال کا ہو اول نفقہ اُسی مال مین ہوگا مال کے ہوتے ہوئے باپ پر واجب نہوگا پس صورت مسئولہ مین یہ عطیات اُس نابالغ کے ضروری نفقات مین صرف کر دئے جائین۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

حکم مطالبہ نفقہ زمان ماضی

سوال۔ کیا فرماتے ہین علما اس مسئلہ مین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ایک ہفتہ تک اپنے مکان پر رکھکر پھر ہندہ کو اُس کے مان باپ کے مکان پر بھیج دیا اور قریب دس برس تک نان ونفقہ سے خبر نہ لیا پس اس صورت مین ہندہ کا والد زید سے نان ونفقہ شرعاً لے سکتا ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار والنفقۃ لا تصیر دینا الا بالقضاء او الرضاء الی قولہ فقبل ذلک لا یلزمہ شیٔ الخ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا والد زید سے نفقہ کی بابت کچھ نہین لے سکتا البتہ اگر حاکم کچھ مقدار مقرر کر دے یا باہم زوجین کسی خاص مقدار پر اتفاق کر لین اُس تاریخ سے آیندہ کے لیے وہ مقدار بطور دین کے واجب فی الذمہ ہوتی رہے گی اُس کا مطالبہ عورت کر سکتی ہے فقط واللہ اعلم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سقوط نان ونفقہ در حالت نشوز

سوال۔ کیا بی بی خلاف مرضی اپنے شوہر کے باغوائے اپنے والدین کے مکان والدین پر رہکر نان ونفقہ ازروے شرع شریف اپنے شوہر سے بارجاع نالش پا سکتی ہے۔

الجواب۔ بلا رضاء خاوند والدین کے مکان پر رہکر شوہر سے نان ونفقہ نہین لے سکتی جب تک کہ خاوند کے گھر نہ آجائے وان نشزت فلا نفقۃ لھا حتی تعود الی منزلہ ہدایہ عمر) ۱۳۱۸ × ۲۶ ربیع الاول

کتاب الحدود

توبہ یا غیر حد وعقر در صور مختلفہ

سوال۔ کسی کی زوجہ بوجہ اجراء کلمۂ کفر نکاح سے باہر ہوگئی مگر پھر بعد چند سے تجدید نکاح کرلیا تو تجدید سے قبل اگر وطی کی سب تو عقر دینا پڑیگا۔ یا زنا محض موجب حد ہے ظاہر تو شق ثانی ہی بالخصوص جبکہ حرمۃ سے کوئی واقف بھی تھا پھر ایسا کیا اگر عقر دینا پڑے تو ہر وطی کے مقابلہ مین عقر ہے جتنی بار کیا ہو یا ایک ہی عقر ہے اور بر تحقیق ہندوستان کے دار الحرب ہونے کی کیا حکم ہی کیا عقر اور حد دونون ساقط ہوجائین گے یا کیا ہوگا۔

الجواب۔ اس صورۃ مین حد نہین ہے فی العالمگیریہ کتاب الحدود الباب الثالث ان ارتدت المرأۃ والعیاذ باللہ وحرمت علیہ او حرمت بجماعہ امہا او ابنتہا او لمطاوعۃ ابن الزوج ثم جامعہا وقال علمت انہا علی حرام لاحد علیہ اھ رہا وجوب عقر تو گو اس جگہ کو دار الحرب کہا جائے مگر عقر حق العبد ہے ہر موطن مین اسکا وجوب یکسان ہوگا رہا تخصیص دار الاسلام کی اس بنا پر ہے کہ دار الحرب مین ولایۃ الزام عن الامام نہین باقی وجوب دیانۃ خود الزام قاضی پر موقوف نہین یہ جواب کلیات شرع سے دیتا ہون جزئی نہین دیکھی اور عقر متعدد وطیات سے متعدد ہوگا فی العالمگیریہ کتاب النکاح الفصل الثالث عشر الاصل ان الوطی متی حصل عقیب شبہۃ الملک مرارا لم یجب الا مہر واحد لان الوطی الثانی صادف ملکہ ومتی حصل الوطی عقیب شبہۃ الاشتباہ مرارا یجب لکل وطی مہر علی حدۃ وفیہا ولو وطی المعتدۃ عن الطلقات الثلث وادعی الشبہۃ الی قولہ و ان ظن ان الطلقات واقعۃ لکن ظن ان وطیہا حلال فہذا الظن فی غیر موضعہ فیلزمہ بکل وطی مہر فقط واللہ اعلم

کتاب الایمان

سوال۔ زید نے ہندہ ایک عورت بیرونی کے مقابلہ مین ایک امر ناجائز کی بابت قرآن شریف اُٹھایا کہ ہم تجھکو اسقدر ماہوار نقد دیا کرین گے اب اگر زید وہ تنخواہ نہ دے اور قطع تعلق کرے تو اُس کو کیا کفارہ دینا چاہیے

الجواب۔ چونکہ ایک امر ناجائز پر قسم کھائی ہے اس لئے اس قسم کا توڑ ڈالنا واجب ہے اگر نہ توڑیگا گنہگار ہوگا یعنی زید کے ذمہ فرض ہے کہ اُس عورت سے قطع تعلق کرے اور اُس کو تنخواہ نہ دے اور کفارہ قسم توڑنے کا یہ ہوگا کہ دس غریب آدمیوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلادے اگر اتنا مقدور نہو تو تین روزے لگاتار رکھے فی الدر المختار قال العینی وعندی ان المصحف یمین فی رد المحتار عبارتہ وعندی لو حلف بالمصحف او وضع یدہ علیہ وقال وحق ھذا فھو یمین ولا سیما فی ھذا الزمان الذی کثرت فیہ الایمان الفاجرۃ ورغبۃ العوام فی الحلف بالمصحف اھ واقرہ فی النھر قلت وما نظر فیہ المحشی مدفوع بان مراد العوام القسم بما فی المصحف من کلام اللہ تعالی فقد اعترف بکونہ یمینا فافھم وبافی اجزاء الجواب ظاہر غیر خفی واللہ اعلم ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳۲۲ھ

کتاب النذور

سوال۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ کہ ایک مرتبہ میری بستی مین وبا زور شور سے پھیلی تھی اس وقت میری نیت[1] ہوئی کہ اگر خداوند کریم نے اس بلا سے میرا گھر محفوظ رکھا تو اس کی درگاہ مین ایک شتر نیاز دون اس بلا سے اللہ پاک نے بچالیا اب مین شتر کی تلاش مین ہون لیکن اس طرف شتر عنقا صفت ہے اس لئے مین آپکو تکلیف دیتا ہون کہ آپ کیا فرماتے ہین فقط۔

الجواب۔ اس صورت مین اختیار ہے خواہ سات بکریان ذبح کرکے مساکین کو خیرات کردیجئے یا متوسط درجہ کے اونٹ کی قیمت مساکین کو تقسیم کردیجئے۔ درمختار مین ہے ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز اھ وفی نذر ان یتصدق بعشرۃ دراھم فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ اھ

سوال۔ صرف اظہار ارادہ سے نذر منعقد ہو جاتی ہے یا نہین مثلاً کسی نے کہا ہمارا ارادہ ہے ایک بکرا ذبح کرادین اور صدقہ کردین شاید اُس سے ہمارا لڑکا اچھا ہو جائے یا یون کہا کہ ہم ہر مہینے دو چار مسکین کھلادیا کرینگے تو اس سے نذر ہوگی یا نہین اُردو مین نذر کا صیغہ کیا ہے۔

الجواب۔ فی الدر المختار الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف فیہ فیمین ومالا فلا۔ اور نذر حکم یمین مین ہے چنانچہ علی نذر کو صیغہ ایمان سے درمختار مین لکھا ہے اس بنا پر جو صیغے عرفاً نذر کے سمجھے جاتے ہین اُن

[1] یہ امر قابل تنبیہ ہو کہ اگر صرف دل سے ارادہ کیا ہو تو نذر نہ ہوگی اور اگر زبان سے بھی کہا ہو تو نذر ہوگی جواب آیندہ اسی شق ثانی پر مبنی ہے ۱۲ منہ

سے نذر منعقد ہوگی اور جو صیغے عرفاً اس مین مستعمل نہین ہین اُن سے نذر نہوگی اس لئے صیغۂ اوّل کہ ہمارا ارادہ ہے الخ نذر نہین ہے اور دوسرا صیغہ کہ ہم ہر مہینے الخ نذر ہے واللہ اعلم ۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

نذر مجلس مولود و تقسیم شیرینی و چادر انداختن بر قبر

سوال۔ زید نے جناب باری تعالیٰ مین دُعا کی کہ میرا فلان مطلب ہو جاوے تو مین میلاد شریف یا شیرینی پر فلان بزرگ کا فاتحہ کرون گا یا اُس کی قبر پر چادر ڈالون گا بعد حصول مطلب ادائے نذر ایسے شخص پر واجب ہوگی یا نہین اور ادا نہ کرنے والا عاصی ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار ومن نذر نذرا وکان من جنسہ واجب ای فرض وھو عبادۃ مقصودۃ خرج الوضوء وتکفین المیت لزم الناذر۔ اس عبارۃ سے سب سوالون کا جواب نکل آیا پس مولد شریف تو عبادات مقصودہ سے نہین اسلئے یہ نذر منعقد نہین ہوئی اور قبر پر چادر ڈالنا خود عبادت ہی نہین بلکہ مکروہ ہے اس لئے یہ نذر بھی منعقد نہین ہوئی رہا فلان بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کرکے شیرینی بانٹنا سو اس مین تفصیل یہ ہے کہ اگر ایصال ثواب اصلی مقصود ہے تو یہ عبادات مقصودہ مین سے نہین اور اگر تقسیم مقصود ہے اُسمین دو صورتین ہین اگر خاص فقراء کو تقسیم کرنے کی نیت نہین ہے تب بھی عبادت مقصودہ نہین ان دونون صورتون مین بھی نذر منعقد نہ ہوگی فی الدر المختار نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینوا بناء السبیل ولو نذر التسبیحات دبر الصلوٰۃ لم تلزمہ اھ اور اگر خاص فقراء و مستحقین پر تصدق کرنے کی نیت ہے تو نذر صحیح و لازم ہوگی مگر اختیار ہوگا خواہ شیرینی دے خواہ طعام خواہ نقد فی الدر المختار نذر ان یتصدق بعشرۃ دراھم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ اور جن صورتون مین نذر منعقد ہو جاتی ہے ایفاء واجب ہے اگر ایفاء نہ کرے گا گنہ گار ہوگا کما مر من الدر المختار من قولہ لزم الناذر فقط واللہ اعلم ۷۔ صفر ۱۳۲۱ھ

سوال۔ ایک شخص خون کی علت مین گرفتار ہو کر قید ہوا خدا جانے وہ علت صحیح ہے یا غلط اس سے کوئی غرض نہین مقصود یہ ہے کہ ایک شخص نے اُس کے لئے جناب باری تعالے مین اس طریقہ سے نذر مانی کہ اگر یہ شخص قید فرنگ سے رہا اور بری ہو جائے اور جان اُس کی سلامت رہے تو مین ہزار رکعت نماز ادا کرونگا وہ شخص جان سے تو سلامت رہا مگر سات برس کی قید اُس کو ہوگئی اس صورت مین صلوٰۃ نذر کے بارہ مین کیا کرنا چاہیے۔

الجواب۔ اس شخص سے پوچھا جائے کہ رہائی اور برأت سے کیا مراد ہے آیا سزائے موت سے رہائی اور برأت یا مطلق سزا سے رہائی اور برأت شق اول مین شرط نذر کی پائی گئی لہذا ایفاء نذر واجب ہے اور شق ثانی مین شرط نہین پائی گئی اس لئے ایفاء واجب نہین واللہ تعالے اعلم ۴۔ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۱ھ

تحقیق صحت نذر بالذبح

سوال- نذر ماننے ذبح حیوان مین اختلاف ہے بعض نے بابنسہ واجب کو عام رکھکر کہا ہی نذر منعقد ہو جاتی ہے اور بعض نے کہا ہے واجب سے مراد فرض ہی تو نذر منعقد نہو گی صاحب درمختار نے قول ثانی اور شامی نے قول اول کی تصحیح کی ہے بناءً تصحیح شامی آیا صرف ذبح سے ایفا ہو جائے گا مثل قربانی کے یا کہ تصدق لحم وجلد ضروری ہے ظاہر یہ ہے کہ ضرور ہو مگر تصریح نہین ملتی-

الجواب- تصریح مین نے بھی نہین دیکھی لیکن فقہار نے تصریح کی ہی کہ ذبح کرنا غیر ایام اضحیہ مین قربت مقصودہ نہین اور یہ بھی تصریح کی ہی کہ منذور بہ کا قربت مقصودہ ہونا چاہیے پس اگر نذر بالذبح مین صرف ذبح سے نذر پوری ہو جائے تو لازم آتا ہے کہ منذور بہ غیر قربۃ مقصودہ ہو وہو باطل اس سے معلوم ہوا کہ تصدق کو لازم کیا جائے گا تاکہ اُس کے انضمام سے وہ قربۃ مقصودہ ہو جاتے اس قاعدہ سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ تصدق واجب ہوگا نیز ناذر کا قصد اس نذر ذبح سے یقیناً تصدق کا ہوتا ہے پس عرفاً نذر بالذبح الفظا مستعمل نذر بمجموع الذبح والتصدق مین ہے اور اس مجموع کے نذر مین فقہار نے انعقاد نذر کی تصریح کی ہے- واللہ تعالےٰ اعلم ۵- جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۲۴ھ

کتاب الوقف

صرف وقف یک مسجد در مسجد دیگر

سوال- اگر یک مسجد کہ آمدنی در سال ششصد روپیہ دارد در محلہ دوم مسجد ویران ست الحال محلہ دار کہ مسجد نادار است میگویند از مسجد جائداد والہ ہرچہ موجود است در مسجد نادار خرچ میکنیم مسئلہ بتحریر آرند در شرع شریف درست ست یا نہ-

الجواب- ہرگاہ مسجد جائداد آباد ست اگرچہ مستغنی ست آمدنی او در جائے دیگر صرف کردن درست نیست ولو لم یتفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارۃ وھناک مسجد محتاج الی العمارۃ او علی العکس ھل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارۃ الی عمارۃ ما ھو محتاج الی العمارۃ قال لا کذا فی المحیط عالمگیری جلد ثانی صـ۱۰۴۲ واللہ اعلم ۱۱- ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۰ھ

متولی بنانا مسلمانون کا مسجد کا بعد انتقال واقف

سوال ۱- کیا فرماتے ہین علمار دین اور فضلار شرع متین اس بارہ مین کہ چند مساجد ہین قدیم اور ایک اُن مین سے جامع مسجد ہے بادشاہی کہ غدر مین سرکار وقت نے اُس کو مسدود اور بند کیا تھا پھر بعد ایک عرصہ کے واگذاشت کر کے مسلمانون کے سپرد کیا اور کہدیا کہ تم لوگ چونکہ یہ مسنا اور معابد تمھارے ہین بطور

خود اپنے مذہب کے موافق انتظام کرو اور جتنے مساجد محلہ جات متفرق ہیں، واقع ہیں سب مسلمانون نے جمع ہوکر ان سب مساجد اور اُسکی آمدنی کے بندوبست کیواسطے چند آدمی متولی اور ممبر مسلمانون مین سے اپنی طرف سے مقرر کئے کہ تم لوگ منتظم اور مہتمم اسکے بطور تولیت اور ممبری کے رہو اور اس کام کا انجام اور خبر گیری اچھی طرح سے موافق قاعدہ انتظام مال وقف کے کیا کرو کیونکہ سرکار انگریزنے اس کام کو مسلمانون پر چھوڑ دیا ہے تاکہ اپنے مذہب کے موافق اسکا بندوبست کرین اور سرکار مزاحم اسکی نہین ہے اس لئے کہ سرکار کو اگر بندوبست انتظام اموال مال وقف کا بطور اپنے قانون کے منظور ہوتا تو بطور خود انتظام کرتا مانند روضہ تاج بی بی کے اب یہ متولیان اور ممبران تصرفات مانند تعمیرات مساجد ودکانات موقوفہ مساجد کے لئے ووظائف ملازمان وصرف آمدنی مال وقف بطور رائے اپنی کے کرتے ہین بغیر دریافت مسائل شرعیہ کے خواہ وہ رائے اور تصرفات اُنکے موافق شرع کے ہون یا نہون اب جن مسلمانونکی طرف سے یہ متولیان اور ممبر ہین جب وہ اُنکو سمجھاتے ہین کہ یہ مال وقف ہے اسکی خبر گیری اور آمدنی کا صرف کرنا موافق شرع شریف کے چاہیئے کیونکہ مال وقف کے صرف کرنے مین یہانتک احتیاط ہے کہ اگر متولی بیجا خرچ کرے تو اُسکے ذمہ اس بیجا خرچ کرنے کی ضمانت لازم آئیگی اور [illegible] عقبی علیحدہ ہے تو وہ متولیان جواب مین کہتے ہین ہم ممبر ہین ہمکو اختیار ہے جیسا ہماری رائے مین [illegible] ویسا ہم کرینگے شرع کے موافق کون چل سکتا ہے بلکہ یہ متولیان اس قاعدہ کا برتاؤ کرتے ہین کہ متولی اور ممبر طاق ہونے چاہیئن کیونکہ ہم غلبہ رائے پر عمل درآمد کرینگے تو بعضے اوقات ایسا اتفاق پڑتا ہے کہ [illegible] متولی تین رہتے ہین تو جس امر مین دو کی رائے ہو اس بال وقف کے انتظام کی نسبت تو وہی رائے عمل مین لاتے ہین خواہ وہ موافق شرع کے ہو یا نہو اور خواہ وہ رائے خطا ہو یا صواب اور تیسرے کی رائے کو اگرچہ موافق شرع کے ہو بیکار سمجھتے ہین اور علی ہذا القیاس اگر کبھی متولی پانچ ہوجاتے ہین تو بھی یہی قاعدہ عمل مین لاتے ہین اب علمای دین سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ ان کارروائیون مذکورہ بالا کا متولیان کو ازروئے شرع شریف اختیار ہے یا نہین اور جائز ہے یا نہین اور خبر گیری مال وقف اور صرف آمدنی اُسکی کا ازروئے شرع شریف کے اجرا ہونا چاہیئے یا ازروئے منشاے دفعات قانون انگریزی اور ان متولیان کی کارروائی اور تصرفات مال وقف مین خلاف قواعد شرعیہ کے اپنی رائے سے جائز ہے یا نہین بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب فقط

سوال دوم قریب سوال اول بادنیٰ تفاوت علما رو فضلا امت محمدی صلعم سے یہ امر اور مسئلہ دریافت کیا جاتا ہے کہ مثلاً مال مساجد وقف ہے یعنی مساجد کہ بعضی بادشاہی ہین اور بعضی غیر بادشاہی اور دکانات متعلقہ مساجد اور اصل وقف کرنیوالا زندہ اور موجود نہین ہے

اور سرکار انگریز نے اُس مال وقف کے انتظام کا مسلمانون کو اختیار دیا پس مسلمانون نے باہم تجویز کر کے چار پانچ مسلمان ممبر اور مہتمم اس مال وقف کی نگرانی کے واسطے مقرر کر دیئے مگر قبل اس سے جو مہتمم اور ممبر تھے سب مسلمان اُنکی کارروائی اور نگرانی سے نسبت مال وقف کے بسبب حُسن انتظامی بہت رضامند تھے کس لیئے کہ وہ انتظام خوب جانتے تھے اور اُن کے عہد مین علاوہ اخراجات مد مرمت مساجد و دکانات و تنخواہ ملازمان کے کئی ہزار روپیہ فاضل جمع تھے مگر اُنہین سے بعضے پردیسی تھے کہ یہان سے چلے گئے اور بعضے انتقال کر گئے اب ممبران حال چونکہ یہ انتظام بالکل نہین جانتے تو بسبب اس بدانتظامی اور فضول خرچی بے موقع اپنی رائے سے خلاف مسائل شرعیہ کے مسلمان بہت ناراض ہین کیونکہ مال وقف مین اسراف اور نقصان بہت ہو رہا ہے یہانتک کہ بعضی مسجد مقروض ہو گئین اب یہ پوچھا جاتا ہے کہ ان ممبرون اور مہتممون کو مال وقف صرف کرنیکا کسقدر اختیار اور مجاز ہے از روئے شرع شریف کے آیا اسقدر اختیار ہین جو متولی کو نسبت مال وقف کے حاصل ہے یا زیادہ اور متولی اور ممبر کے اس مقام پر معنے ایک ہی سمجھے جاوین گے یا نہین اب یہ ممبران بسبب اس بے انتظامی کے کہ سراسر مال وقف کا نقصان ہے عہدہ ممبری سے علیحدہ ہونے چاہئین یا نہین اور جن مسلمانون نے انکو ابتدا مین ممبر مقرر کیا ہے واسطے حُسن انتظام مال وقف کے اب وہ مسلمان بسبب اس بے انتظامی مذکورہ بالا کے از روئے شرع شریف کے عہدہ ممبری سے ان کو علیحدہ کرنے کے مجاز ہین یا نہین۔ بینوا توجروا فقط۔

الجواب برائے ہر دو سوال۔ اول تو بندگان خدا کو ہر حال مین تمام امور مین موافق حکم اپنے خالق جل جلالہ کے عمل درآمد کرنا چاہیئے کہ اُس کے پیدا کئے ہوتے ہین اُس کے مملوک ہین اُسکے محکوم ہین مملوک کا کیا مُنہ کہ اپنے مالک کے برخلاف کرے اور خصوصاً مال وقف مین توسب سے زیادہ پابندی احکام شرع ضروری ہے کیونکہ اوقاف مملوکہ محضہ خداوندی ہوتے ہین یون توسب چیزین اور اُن کے مالک سارے اُسی کے مملوک ہین مگر اللہ جل شانہ نے اپنی رحمت واسعہ سے بعضی چیزون کا برائے نام مجازاً ہم کو مالک بنایا ہے کہ ہم کو انتفاع اور استمتاع اُس سے حلال و جائز ہے بخلاف مال وقف کے کہ من کل الوجوہ حقیقۃً و مجازاً و ظاہراً و باطناً مملوکہ بحتہ خداوندی ہی پس جو اُس پر متولی ہوگا وہ حقیقت مین نائب خداوندی سمجھا جائے گا پس نائب کی نیابت جبھی تک باقی رہتی ہے جبتک اپنے منیب کے مرضی موافق کام کرتا ہے اور جب قصداً اُس کے خلاف کرنے لگا بیشک مستوجب مواخذہ و معاتبہ و مغضوبی و معزولی کا ہوگا پس جب یہ امر ممہد ہو چکا کہ متولی مال وقف کا نائب خداوندی ہے تو ضرور اُس کو حسب ارشاد اپنے منیب حق جل و علا شانہ کے کرنا واجب ہے اور وہی تصرف کرنا جائز ہے جو موافق حکم شریعت ہو

خلاف شرع تصرف کرنا جائز نہین اور جو خلاف شرع کریگا بلاریب مستحق معزولی و برطرفی کا ہوگا پس صورت سوال اگر واقعی ہے تو متولی سراسر بیجا کرتے ہین کیونکہ سرکار کسی طرح پر مزاحم و معارض نہین بلکہ من کل الوجوہ انتظام مسلمانون کے سپرد کردیا اور کسی قسم کا تعرض نہین جو عذر مجبوری کا ہو پس باختیار خود خلاف شرع کرتے ہین پھر موافق قانون انگریزی غلبۂ رائے پر چلتے ہین خواہ مطابق شرع ہو یا مخالف شرع ہو اور یہ نہین سمجھتے کہ ان الحکم الا للہ الآیہ یعنی حکم کسیکا نہین سوائے اللہ جل شانہ کے اور یہ نہین سوچتے کہ نافرمانی مولی کی دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ ہوائے نفسانی سے کوئی خطا ہوگئی یہ تو قابل عفو ہوتی ہے دوسرے یہ کہ مولی کی نافرمانی اور مولے کے دشمن کی فرمانبرداری یہ اعلی درجہ کی بغاوت اور سرکشی ہے اور لائق معافی کے نہین پس جو لوگ مخالفت کتاب اللہ کی کرکے موافقۃ قانون اعداء اللہ کی کرتے ہین وہ بڑے سخت مجرم اور خطاوار قابل دار لائق نار ہین ایسون ہی کی شان مین ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الكافرون دوسری جگہ فرمایا هم الظالمون تیسری جگہ فرمایا هم الفاسقون یعنی جو لوگ حسب ارشاد خداوندی حکم نہ کرین وہ کافر ہین ظالم ہین فاسق ہین اور پھر سمجھائے پر نہین مانتے اور جواب مین کہتے ہین کہ شرع کے موافق کون کرسکتا ہے یہ نہین جانتے کہ خدا کے بندے شرع کے موافق کرسکتے ہین اور حتی الوسع کرتے ہین اگر شرع کے موافق کوئی نہ کرسکتا تو شرع کا آنا لغو تھا اور خداوند حکیم علی الاطلاق کی حکمت کاملہ مین دھبہ اور بٹہ لگتا کہ مخلوق پر تکلیف ما لا یطاق رکھی استغفر اللہ معاذ اللہ کیسی بیہودہ بات ہے اور اِس کلام سے اگر یہ مقصود ہے کہ ہمپر حکم شرع ضروری نہین تو متکلم کے ایمان ہی مین کلام ہے اور اگر ضروری سمجھ کر پھر عمل نہین کرتے تو سخت گنہگار ہونے مین تو کچھ شک و شبہہ ہی نہین اور بوجہ بےانتظامی کے مال وقف مین نقصان اور اسراف کرتے ہین شاید مال مفت دل بیرحم پر عمل ہے حالانکہ متولی کو چاہیئے کہ شریعت کے موافق نہایت امانت و انتظام و خیرخواہی اور دلسوزی سے وقف کا بندوبست کرے کیونکہ یہ خدا تعالے کا کام ہے کچھ اپنی ملکیت نہین کہ ہر طرح کا اختیار حاصل ہو قیامت کو مالک کے سامنے جانا ہے سب حساب دینا ہے دیکھو ملازمان عدالت محاسبہ حکام ظاہری سے کیسے ترسان و لرزان ہوتے ہین حالانکہ وہ حکام بجز معزول کردینے یا کچھ تھوڑے بہت جرمانہ و سزا کے اور کچھ نہین کرسکتے تو احکم الحاکمین مالک یوم الدین کہ ہر طرح ہم اُس کے قبضۂ قدرت مین ہین کما قال وما من دابة الا هو آخذ بناصيتها الآیہ اُس سے اور اُس کے حساب سے تو بہت ہی خوف کرنا چاہیئے پس جب خدا کا کام ٹھیرا تو اگر متولی یا ممبر کہ عرفاً دونون کے ایک ہی معنی ہین کچھ خیانۃ یا بدانتظامی یا کوئی تصرف خلاف شرع کرے تو اُس کا

معزول ہونا ضرور ہے بلکہ اگر وقف کرنے والا خود ہی متولی ہوا اور اُس سے کوئی خیانت یا بے انتظامی ظاہر اور
ثابت ہو وہ بھی قابل معزولی ہے غیر تو بدرجہ اولی سزاوار معزولی کا ہوگا فی الدر المختار مع الشامی جعل الواقف
الولایۃ لنفسہ جاز (و بعید اسطر) و ینزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ اولی غیر مامون او عاجزا او ظہر
فسق کشرب الخمر و نحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیاء نہر بحثا و ان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض و لا
سلطان لمخالفتہ حکم الشرع فیبطل جلد ثالث صفحہ ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ مجتبائی یعنی اگر وقف کرنے والا خود متولی
بنے جائز ہے اور علیحدہ کیا جاویگا وجوبا اگرچہ وقف کرنیوالا ہو تو غیر تو بدرجہ اولی علیحدہ کیا جائے گا اگر امین نہ ہو یا
کام کا بندوبست نہ کرسکتا ہو یا کوئی فسق شراب پینا وغیرہ ظاہر ہو یا اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو ان سب صورتوں
مین علحدہ کیا جائے گا اگرچہ متولی ہوتے وقت شرط کرلے کہ علیحدہ نکیا جائے یا شرط کرلے کہ اُس کو کوئی قاضی
یا بادشاہ علحدہ نکرے اس شرط سے کچھ فائدہ نہوگا اور بوجہ مخالفت ہونے شرع کے یہ شرط باطل ہوگی کیونکہ
جو شرط خلاف شرع ہو وہ شریعت مین معتبر نہین حدیث شریف مین آیا ہے من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ
فلیس لہ و ان اشترط مائۃ مرۃ ترمذی شریف صـ۳۷ جلد ثانی یعنی جو شخص ایسی شرط مقرر کرے جو حکم الٰہی کے موافق
نہو وہ ثابت نہین ہوتی اگرچہ سو مرتبہ شرط کی ہو اُس کا کچھ اعتبار نہین تو جب باوجود شرط ٹھیرا لینے کے خلاف شرع
چلنے سے متولی کا معزول ہونا ضرور ہے تو جہان نہ شرط ہو نہ کچھ ہو وہان تو بدرجہ اولی معزول ہوگا پس ان وجوہ
مذکورہ سے متولیان مندرجہ سوال کا معزول کرنا لازم ہے مگر کوئی حاکم شرع تو موجود ہے نہین اب اس کا مجاز
اُنھین مسلمانون کو ہے جنھون نے ان کو متولی مقرر کیا تھا اُن مسلمانون پر ان کا برطرف کرنا واجب ہے اگر نہ کرین گے
تو وہ بھی گنہگار ہون گے فی الشامی قولہ و ینزع وجوبا مقتضاہ اثم القاضی بترکہ والاثم بتولیۃ الخائن و لا شک فیہ بحر
جلد ثالث صـ۳۸۴ یعنی ناقابل کو معزول نکرنے اور خائن کے متولی رکھنے سے بلاشک قاضی گنہگار ہوگا اب عامہ مسلمین
قاضی کے حکم مین ہین ہان اگر وہ متولی اب بھی سنبھل جائین اور اپنی حرکات سے باز آکر شرع کے موافق اچھی طرح
انتظام کرین تو متولی رہین گے اور ناحق معزول نکیے جائین گے و ان اخرجہ و تاب و اناب اعادہ شامی جلد ثالث
صـ۳۸۵ یعنی اگر متولی کو نکالدیا اور اُس نے اسراف و خیانت سے توبہ کرلی اور باز آیا تو پھر اُسی کو رکھ لیا جائے خلاصہ
جواب یہ کہ اگر اپنی حرکات ناشایستہ سے باز آئین تو متولی رکھے جائین ورنہ انکو برطرف کر کے اور کوئی امین متدین
خوش انتظام مقرر کیا جاتے واللہ اعلم ۔ ۲ ۔ محرم ۱۳۰۱ھ

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس صورت مین کہ احاطہ خانقاہ قدیم موقوفہ حضرت شاہ غیب نوگزہ

قدس سرہ مین کوئی غیر شخص راستہ آمد و رفت و دروازہ نکالنا و جاری کرنا چاہے عند الشرع جائز ہے یا نہین فقط۔

الجواب مسجد و خانقاہ وغیرہ اوقاف مین کسی کو راستہ نکالنا جائز نہین کیونکہ اوقاف غیر مملوک ہین اور راستہ وغیرہ نکالنا حقوق ملک مین سے ہے پس غیر مملوک مین جائز نہین ان ارادوا ان یجعلوا شیأ من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح کذا فی المحیط ج ۲ ص ۱۰۳۱ فقط ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ

سوال۔ اگر کوئی شخص چار مہینہ سے سخت بیمار ہو قبل ایک دن موت کے ایک وارث کے نام تمام جائداد وقف کردیا واسطے ٹھگانے دوسرے وارثون کے بعض وارث کے ورغلانے کے سبب سے پس وقف نامہ عند الشرع معتبر ہوگا یا نہ۔ اور حد مرض موت کی کیا ہے۔

الجواب صحت وقف کی بہت شرطین ہین از انجملہ ایک شرط تابید ہے یعنی آخر اسکی ایسی جہت کہے کہ منقطع نہو بدون اسکے صحیح نہین پس اگر وارث معین پر بلا تابید وقف کیا اور یہ نہ کہا کہ بعد اسکے یا اسکی اولاد کے فقرا یا مصارف بر مین وقف ہے تب تو یہ وقف صحیح نہین ہوا وانہ لاخلاف فی بطلانہ لو اقتصر علی لفظ موقوفۃ کموقوفۃ علی زید (وبعد اسطر) والمراد بالمعین ما یحتمل الانقطاع کاولاد زید او فقراء قرابۃ فلان وھم یحصون۔ شامی جلد ۳ صفحہ ۱۶۶ اور اگر بشرائط وقف صحیح ہو تو بشرط اجازت کل ورثہ کے موقوف مین جائز ہے اور بر تقدیر عدم اجازت ثلث مین جائز ہے لیکن تا حیات موقوف علیہ اس ثلث کی آمدنی سب ورثہ پر علی حصص سہام تقسیم ہوگی اور بعد اسکی موت کے اگر اسکی اولاد وغیرہ پر موقوف کیا تو آمدنی کے مستحق وہ ہونگے اور اگر فقرا پر کیا تو وہ ہونگے کیونکہ یہ وقف تبرع ہے وارث پر اور اسکے بعد غیر وارث پر تو حق وارث مین تو بدون اجازت ورثہ اس وقف کا ثمرہ بالکل ظاہر نہوگا اور بعد موت اسکے باوجود عدم اجازت ورثہ ثلث مین اثر تبرع کا ظاہر ہوگا فافہم فالصحیح انہ کوصیۃ یلزم من الثلث بالموت لا قبلہ قلت ولو لوارثہ وان ردوہ لکنہ یقسم کالثلثین درمختار قولہ لکنہ یقسم ای اذا مات ولہ یقسم الثلث الذی صار وقفا ای تقسم غلتہ کالثلثین فتصرف تصرف الثلثین علی الورثۃ کلام ما دام الموقوف علیہ حیا اما اذا مات تقسم غلۃ الثلث الموقوف علی من یصیر لہ الوقف کما علمت۔ شامی ج ۳ ص ۳۶۳ اور مرض الموت وہ حالت ہے جسمین غالب ہلاکی ہو۔ من غالب حالہ الھلاک۔ درمختار واللہ اعلم۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ ایک مسجد دیرینہ قصبہ سے در عرصہ سو برس سے مردمان بود و باش کرنے لگے اور ایک مسجد جدید ناتمام بفاصلہ تین قدم مسجد مذکور سے ہے اگر مسجد کہنہ کو مسمار کرکر مسجد [illegible] آباد ہے اس مین اسکی خشت وغیرہ لگائی جاوین جائز ہے یا نہین؟

الجواب۔ اگر مسجد کہنہ سے استغنا ہوگیا ہے تو اس کا ملبہ مسجد جدید میں لگانا جائز ہے نہیں تو وہ ملبہ بالکل ضائع جائے گا اس سے بہتر ہے کہ اس مسجد جدید میں لگا دیں والذی ینبغی متابعة المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی به الامام ابو شجاع والامام الحلوانی وکفی بہما قدوة ولا سیما فی زماننا فان المسجد او غیرہ من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضه اللصوص والمتغلبون کما ھو مشاھد وکذلک اوقافه یاکلھا النظار او غیرھم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الی النقل الیه شامی جلد ثالث صـ۳۷۲ واللہ اعلم۔

وقف بودن قبرستان عام

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین درباب عام قبرستان کے کہ آیا یہ وقف غیر مملوک ہے یا جو اسکا متولی ومحافظ، خادم وقابض ہو بحیثیت قبضہ اسکا مملوک ہوجاتا ہے اور وہ اسمیں تصرفات مالکانہ بیع وشراء وغیرہ جاری کرسکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا؟

الجواب۔ عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور سوا اللہ جل شانہ کے کوئی اسکا مالک نہیں ہوتا اور جب وقف ہوا تو متولی بحیثیت قبضہ اسکا مالک نہیں بن سکتا اور اسمیں کوئی تصرف مالکانہ بیع وشراء وغیرہ نہیں کرسکتا اور اگر کسی نے اسے بیع کیا وہ بیع قابل فسخ ہے کتاب ہدایہ میں جس جگہ مسائل مہمان سرائے ومسافرخانہ ومقابر وغیرہ کے بیان کیے ہیں وہاں لکھا ہے۔ وعند ابی یوسف یزول ملکه بالقول وعند محمد اذا استقی الناس من السقایة وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرة زال الملك یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک یہ چیزیں مذکورہ بیان کردینے سے وقف ہوجاتی ہیں اور ملک سے نکل جاتی ہیں اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے پانی پینے لگیں ۔ اور مسافرخانوں میں رہنے اترنے لگیں اور قبرستانوں میں مدفون ہونے لگیں ملک جاتی رہتی ہے اور وقف ثابت ہوجاتا ہے ہدایہ مصطفائی جلد اول صـ۶۲۶ اور کتاب عالمگیری میں یہی مضمون لکھکر لکھتے ہیں ذکر فی المبسوط ان الفتوی علی قولہما فی ھذہ المسائل وعلیه اجماع الامة کذا فی المضمرات پس ثابت ہوا کہ عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور کوئی شخص متولی وغیرہ اسمیں استحقاق ملکیت کا نہیں رکھتا اور نہ کسی کا بیع وشراء اسمیں جاری ودرست ہوسکتا ہے اور جو بیع واقع ہوئی ہو فسخ کرنا چاہیئے ہدایہ میں لکھا ہے واذا صح الوقف لم یجز بیعه ولا تملیکه صـ۶۲۰ یعنی جب وقف درست ہوچکا اب اُسکا بیع کرنا اور کسی کی ملک بنانا جائز نہیں واللہ اعلم +

بیع متولی اسباب مسجد را

سوال۔ متولی مسجد مسجد کی کوئی شئے کسی وجہ سے فروخت کرسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ یہ شئے جسکا بیچنا چاہتے ہیں اگر فرش وجانماز یا قندیل وغیرہ ہے یعنی ایسی چیز ہے جو مسجد کی [illegible]

متصل نہین اور منقول ہے تو اُسکا حکم یہ ہے کہ جسنے یہ شئے مسجد مین دی ہے وہ اُسکو بیچ سکتا ہے اگر وہ نہو اُسکا وارث اور جب وہ بھی نہو تو باجازت قاضی اسلام یا باتفاق اکثر اہل اسلام بیع جائز ہے اور اگر وہ شئے ایسی ہے جو مسجد کے اندر بطور جزو کے لگ چکی تھی پھر جدا ہو گئی جیسے کڑی تختہ وغیرہ یا اینٹین بعد انہدام کے تو قاضی یعنے حاکم اسلام کی اجازت سے اور اگر وہ نہو تو اکثر اہل اسلام کے اتفاق سے اُسکی بیع جائز ہے اور اگر وہ شئے از قسم جائداد غیر منقول ہے جو مسجد کے لئے وقف ہے تو اُسکا بیچنا کسیطرح جائز نہین فی العالمگیریۃ - من کتاب الوقف ذکر ابو اللیث فی نوازلہ حصیر المسجد اذا صارت خلقا واستغنی اھل المسجد عنھا وقد طرحھا انسان انکان الطارح حیا فھو لہ وان کان میتا ولم یدع لہ وارثا ارجوان لا باس بان یدفع اھل المسجد الی فقیر او ینتفعوا بہ فی شراء حصیر اخر للمسجد والمختار انہ لا یجوز لھم ان یفعلوا ذلک بغیر امر القاضی کذا فی المحیط السرخسی وفی المنتقی بواری المسجد اذا خلقت فصارت لا ینتفع بھا فالذی بسطھا ان یاخذھا ویتصدق بھا بعد ما خلقت لم یکن لھم ذلک اذا کانت لھا قیمۃ وان لم یکن لھا قیمۃ لا باس بذلک کذا فی الذخیرۃ وایضاً فیھا اھل المسجد لو باعوا غلۃ المسجد او نقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انہ لا یجوز کذا فی السراجیۃ وایضاً فیھا وفی الفتاوی النسفیۃ سئل عن اھل المحلۃ باعوا وقف المسجد لاجل عمارۃ المسجد قال لا یجوز بامر القاضی وغیرہ کذا فی الذخیرۃ اھ قلت قد صحت استاذی ان عامۃ اہل الاسلام بمنزلۃ القاضی قلت لان ولایتہ مستفاد منھم فکانہ ھم وکانھم ھو فقط واللہ اعلم۔

سوال - چندہ کے احکام وقف کے ہونگے یا او رہتمم تنخواہ مقررہ سے زائد بطور انعام وغیرہ کے دیسکتا ہی یا نہیں

الجواب - یہ وقف نہین معطیین کا مملوک ہی اگر اہل چندہ صراحۃً یا دلالۃً انعام دینے پر رضا مند ہون درست ہے ورنہ درست نہین ۱۵ / شعبان ۱۳۲۱ سنہ ہجری۔

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک آدمی ایک گاؤن کے کسی قدر حصہ غیر منقسم کا مالک ہے مثلاً چار آنہ کا اب وہ چاہتا ہے کہ اُس حصہ کو اسیطرح وقف کردیا جائے اور اُس کی آمدنی واقف کی طرف سے بمد زکوۃ دی جایا کرے تو یہ وقف اس طرح درست ہے یا نہین اور اُسکی صحت کا کیا طریق ہے۔

الجواب - چونکہ زکوۃ مال مملوک مین اپنے مال مملوک کا دینا شرط ہے اور منفعت مطلق وقف کی ملک واقف سے خارج ہو جاتی ہے اس لیے اس آمدنی سے زکوۃ نہین ادا ہو سکتی و نیز وجوب زکوۃ مخصوص ہے حیات مکلف کے ساتھ پس بعد وفات واقف کے اُس مین سے زکوۃ دینا محض امر بے معنی ہے لہذا یہ صورت

شرعاً غیر صحیح ہے البتہ اگر واقف ابتدا ر وقف کے وقت یہ شرط کرلے کہ اسمین سے اسقدر آمدنی مین لیا کرونگا
یہ شرط جائز ہے اور اسقدر آمدنی لینے سے اُس کی ملک ہوجاویگی پھر اُس کو زکوۃ مین دے سکتا ہے اور
یہی صورت ہوسکتی ہے اسکی صحت کی اسی طرح اگر اپنے بعض ورثا کے لئے کوئی جزو منفعت کا مقرر کردے اور وہ
اُسکو لیکر اپنے اموال کی زکوۃ مین دیدیا کرین اس طور سے بعد وفات بھی دینا صحیح ہے وھذہ الامور کلہا ظاہر
واللہ اعلم یکم جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ۔

شبہہ متعلق مسئلہ مذکورہ بالا

سوال۔ اگر وہ واقف یہ کہدے کہ میرا وارث یا متولی اُس جائداد موقوفہ کی آمدنی کا ایک مقرر حصہ لیکر میری
طرف سے زکوۃ مین دیدیا کرے تو اُس طریق سے زکوۃ ادا ہوجائے گی یا نہین۔

الجواب۔ حیات مین تو یہ صحیح ہے متولی وکیل فی القبض وکیل فی الاداء ہوگا اور بعد موت کے یہ صحیح نہین
وجہ اُس کی جواب سابق مین مصرح ہے بقولی و نیز وجوب زکوۃ مخصوص ہے حیات مکلف کے ساتھ پس بعد وفات
واقف کے اُس مین سے زکوۃ دینا محض امر بے معنی ہے۔ واللہ اعلم ۷۔ جمادی الاخری ۱۳۲۲ ہجری۔

شبہہ متعلق جواب بالا

سوال۔ وقف جائداد کی آمدنی سے زکوۃ دینے کی نسبت جو جناب والا نے تحریر فرمایا تھا کہ بعد مرنے کے
زکوۃ دینے کے کوئی معنی نہین اُس کی نسبت گذارش ہو کہ واقف کی حیات مین جو زکوۃ اُس پر واجب ہوئی اگر وہ
مرتے وقت کہدے کہ وقف کی آمدنی فلان کو دیجائے اور وہ واقف کی طرف سے زکوۃ مین دے تو کیسا ہے۔

الجواب۔ فقہا نے جہان اشتراط غلۃ الوقف لنفسہ کو ذکر کیا ہے وہان ایام حیات کی بھی قید لگائی ہے اور مفہوم
تصنیف حسب تصریح علما حجت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد حیات یہ جائز نہین اور بعد موت جو غلہ
حاصل ہوگا وہ اُس واقف کی ملک نہوگا اس لیئے ایسی وصیت جائز نہوگی البتہ دوسرے شخص کی ملک ہونے کے بعد
اگر وہ اسکے کہنے سے تبرعاً ادا کردے تو مضائقہ نہین فقط واللہ اعلم ۲۔ رجب ۱۳۲۲ھ

شبہہ متعلق جواب بالا

عـه شبہہ آئندہ کے جواب مین زکوۃ ایام ماضیہ کے بارہ مین اس وصیت و وقف کو جائز مان لیا ہے پس یہ جواب کہ فقہا نے الخ صحیح
نہوا کیونکہ اس جواب کے سوال مین تصریح ہے کہ متعلق زکوۃ ایام ماضیہ کے ہے پس حاصل جواب کا اصل سے یہ ہوا کہ اعوام ماضیہ کے متعلق یہ وصیت
و وقف درست ہے اور اعوام مستقبلہ کے متعلق درست نہین واللہ علم ادلے یہ ہے کہ اور علما سے بھی اسکی تحقیق کرلیجاسکے کیونکہ یہ جواب قواعد کے کم ہے شاید غلطی ہوگئی ہو ۱۲

سوال - اعلی حضرت نے ایک دفعہ تحریر فرمایا تھا کہ واقف وقف کی آمدنی زکوٰۃ مین بعد اپنی موت کے نہین دے سکتا کیونکہ یہ اپنے خرچ مین لاتا ہے اور اُس کے لئے بھیا تہ کی فقہار نے شرط لگی ہے عالمگیری کتاب الحیل باب الوقف اتفاقا نظر سے گذرا اُسمین درج ہے کہ اگر وقف کی آمدنی کسی کو ادائے قرض مین دے اور لکھدے کہ میری زندگی مین اور بعد مرنے کے قرض خواہ وصول کر لیا کرے تو درست ہے کیا زکوٰۃ اور ادائے دین مین کچھ فرق ہے اور وہ کیا ہے

الجواب - قرض اور زکوٰۃ مین امر فارق یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرض تو اُسکے ذمہ واجب ہوچکا اور مقرض اس کا نائب ہے اُس کا لینا اس کا لینا ہے اور زکوٰۃ اعوام مستقبلہ کی اس کے ذمہ نہین ہوئی کیونکہ موت سے اموال اسکی ملک سے خارج ہوگئے اسس لئے آخذ اس کا نائب نہین البتہ زکوٰۃ واجبہ ماضیہ مین فقرا اس کے نائب ہو سکتے ہین - واللہ اعلم ۵ - رمضان ۱۳۲۲ھ

سوال - ایک جامع مسجد آباد کے متعلق دکانین اور مکان وقف ہین اُن کا کرایہ ہمیشہ سے اُسکے مصارف شکست وریخت و فرش یعنی جانمازون اور کوزون اور گھڑون وغیرہ حوائج متعلقہ نماز اور تنخواہ مؤذن مین صرف ہوتا ہے اگر حاکم وقت مسلمان یہ چاہے کہ اُسکا حق دوسری مسجدون کی ترمیم اور حوائج متعلقہ نماز اور تنخواہ مؤذن مین بھی صرف ہوا کرے جن مسجدون مین کسی قسم کی آمدنی وقف نہین ہے تو یہ جائز ہے یا نہین اور اگر جائز نہین ہے تو جو روپیہ صرف ہوچکا ہے وہ کسی کو واپس دینا واجب ہے یا نہین اور آمدنی وقف مسجد کس کس مصرف مین صرف کرنے کا حکم ہے -

الجواب - جب پہلی مسجد آباد ہے اُس کے وقف کی آمدنی دوسری مسجد مین منتقل کرنا جائز نہین فی الشامیۃ المطبوعۃ بمصر الجزء الثالث منہا صفحہ ۴۷۵ ونقل فی الذخیرۃ عن شمس الائمۃ الحلوانی انہ سئل عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس عنہ ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد او حوض اٰخر فقال نعم ومثلہ فی البحر عن القنیۃ وفی الدر المختار مع الشامی صفحہ ۵۰۵ اتحد الوقف والجہۃ وقل مرسوم بعض الموقوف علیہ جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاٰخر علیہ وان اختلف احدھما لا یجوز لذلک اھ اور جب یہ انتقال ناجائز ہے تو جو صرف ہوا ہے اُس کا ضمان حاکم پر جس کے امر سے صرف ہوا ہے واجب ہے فی الشامیۃ ص ۵۸۲ ذکر فی البحران کون التعمیر من غلۃ الوقف اذا لم یکن الخراب بصنع احد الی قولہ وخربھا یضمن لانہ فعل بغیر اذن اھ قلت دل تعلیلہ ان التصرف الغیر المشروع فی الوقف یوجب الضمان اور جو روپیہ تعمیر و ترمیم ضروری سے بچ جائے اُس کو مصارف مذکورہ سوال مین صرف کرنا جائز ہے فی الشامیۃ ص۵۸۲ والذی یبدأ من ارتفاع الوقف ای من غلتہ عمارتہ بشرط الواقف اولا ثم ما ھو اقرب الی العمارۃ واعم للمصلحۃ کالامام للمسجد الی قولہ ثم السراج والبساط کذلک

الیٰ اٰخر المصالح ہذا اذا لم یکن معینا فان کان الوقف معینا علی شئ یصرف الیہ بعد عمارۃ البناء اھ اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر واقف کی تصریح مصارف کے باب مین معلوم ہو تو وہ سب سے مقدم ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ ایک مسجد سرکار انگریزی نے بمشورہ و رضامندی عوام مسلمانان بازاریون کے نہ خواص شہر کے بضرورت تعمیر دکانات کے منہدم کرادی اور اُس کے ہرجہ کا روپیہ بلکہ کچھ زیادہ اپنے پاس سے مسلمانون کو کہ بعوض اس کے دوسری مسجد تعمیر کرالین دیا مسلمانون نے کہا کہ ہمارے یہان کے لوگ روپیہ تلف کر ڈالین گے سرکار ہی خود اپنے اہتمام سے تعمیر کرادے اور بعض مسلمانون نے بھی کچھ روپیہ اپنے پاس سے بطور چندہ شامل کیا سرکار نے بعوض اُس مسجد منہدمہ کے دوسری مسجد دوسرے مقام پر اُس روپیہ سے بایما عوام مسلمانان تعمیر کرادی اور اپنا تعلق بالکل اُس مسجد سے قطع کر دیا اور مثل مسجد سابق منہدمہ کے مسلمانون کو اُس مسجد مین قبض و دخل و تصرف حاصل ہو گیا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ مسجد شرعاً بحکم مسجد ہے یا نہین اور نماز اُسمین جائز ہے یا نہین اور اگر جائز ہے تو بکراہت جائز ہے یا بلا کراہت اُسمین نماز پڑھنے والے کو ثواب مسجد کامل کا ملیگا یا نہین اور مسجد منہدمہ کا اثاثہ اور سامان بالائی اور زمین کا عوض مسلمانون کو سرکار و قت غیر اہل اسلام یا اہل اسلام یا کسی اور شخص سے جو مرتکب اس فعل قبیح کا ہو بجبر یا بلا جبر لینا درست ہے ۔

الجواب ۔ یہ جزئی نظر سے نہین گذری اس لئے اسکی ایک نظیر یا کلی نقل کرتا ہون فی الدر المختار متی ثبت بطریق شرعی وقفیۃ مکان وجب نقض البیع فی رد المحتار لو ھدم المشتری البناء ان شاء القاضی ضمن البائع قیمۃ البناء فینفذ بیعہ او ضمن المشتری ولا ینفذ البیع ویملک المشتری البناء بالضمان ویکون الضمان للواقف لا للموقوف علیہم اھ والمراد بالنباء نقضہ وھذا اذا لم تمکن اعادتہ والا امر باعادتہ کما سنذکرہ فی الغصب جلد ثالث ص ۶۵۶ و ۶۵۷ فی الدر المختار فی احکام الاستبدال ویشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرھا اھ جلد مذکور ص ۵۹۹ و ۶۰۰ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہادم مسجد سے اولاً مطالبہ ہوگا کہ اُسی کا اعادہ بعینہ کرے اور جہان یہ قدرت نہو تو اُس سے ضمان لیا جائے گا خواہ قیمت ملے یا دوسری تعمیر وہ سب ضمان ہے اور ضمان بدل ہوتا ہے مضمون کا اور بدل کا حکم مثل مبدل منہ کے ہوتا ہے لہذا یہ دوسری مسجد من کل الوجوہ مسجد ہوگی اور نماز اُسمین بلا کراہت جائز ہے اور ثواب بھی اُسمین کامل ملیگا اور مسجد اول منہدم کا تخمینہ ضمان جسقدر ہوتا ہے اگر دوسری مسجد مین ہادم کا اسقدر صرف نہین ہوا تو بقدر تکمیل کمی کے ہادم سے ضمان کا مطالبہ باقی ہے خواہ اثاثہ و سامان سے پورا کرے یا نقد اُس سے لیا جائے اور اگر بقدر تخمینۂ ضمان صرف

حکم مسجد [illegible] بعوض مسجد منہدمہ و [illegible] اخذ عوض آن

ہوگیا ہے تو اب سامان کا مطالبہ جبراً نہین ہوسکتا ہے البتہ اگر بخوشی درخواست کرنے سے ملجائے تو مضائقہ نہین
اور باقی جو کافر ابتداءً مسلمین کے لئے مسجد بنائے وہ مسجد نہین ہے کما فی باب وصیة الذمی من الھدایة ومنھا اذا
اوصی بما یکون قربة فی حقنا ولا یکون قربة فی معتقدھم کما اذا اوصی بالحج او بان یبنی مسجد
للمسلمین او بان یسرج فی مساجد المسلمین وھذہ الوصیة باطلة بالاجماع اعتبارا لاعتقادھم الخ اگر کہین اسکے
خلاف تصریح ملجائے تو صریح مقدم ہے مستنبط پر واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ اگر کوئی شخص بعض اشیاء مسجد کو مثل فرش وظروف وغیرہ وغیرہ کو بخیال غصب تلف کرے تو متولی
اور نمازیان مسجد کو اُس کا معاوضہ بجبر یا بلا جبر جائز ہے یا نہین

الجواب۔ فی رد المختار ج ۳ ص ۵۴۰ قال الزیلعی وعلی ھذا حصیر المسجد وحشیشہ اذا استغنی عنھما
الی قولہ ینقل الی مسجد آخر۔ پس جب باوجود استغناء کے بھی خود انتفاع کسیکو جائز نہین تو احتیاج وضرورت کے
وقت توکب درست ہوگا جو شخص قادر ہو اُس کو عوض لینے پر جبر جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ اگر بعض اشرار وقف جائداد اور املاک مسجد کو ضائع اور تلف اور غصب کرین تو مسلمان اُس کے
واسطے کسی قسم کی تدبیر استخلاص اور وصول کی کرین یا اُسپر صبر کرین اگرچہ نمازیان مسجد کو تکلیف ہو اور اُس کی
وجہ سے نماز مسجد مین ادا نکر سکین۔

الجواب۔ فی الدر المختار وکذا الرباط والبیر اذا لم ینتفع بھما فیصرف وقف المسجد والرباط والبیر والحوض
الی اقرب مسجد او رباط او بئر او حوض الیہ ج ۳ ص ۵۴۲ یہان بھی یہی سمجھنا چاہیے کہ جب باوجود عدم
احتیاج کے کوئی اُسکو اپنے صرف مین نہین لاسکتا تو مسجد کی حاجت ہوتے ہوئے یہ فعل کب حلال ہوگا
اسمین بھی قادر کو تدبیر وسعی استخلاص کی کرنا جائز بلکہ واجب ہے اور سکوت ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ رنڈی کی بنوائی ہوئی مسجد مسجد شرعی ہے یا نہین۔

الجواب۔ چونکہ مال حرام سے انتفاع جائز نہین تو آلہ قربت تو بدرجہ اولیٰ نہوگی لہذا ایسی مسجد شرعاً مسجد
نہین وہذا ظاہر۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم یوم الاضحیٰ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ محاصل اوقاف مساجد شاہی مین سے اُن طلبہ کا وظیفہ مقرر ہوسکتا ہے یا نہین جو اُسی مسجد کے مدرسہ
مین پڑھتے ہون یہ مدرسہ بنا مسجد کے بعد متولیان کی رائے سے جاری ہے محاصل اوقاف اسقدر اخراجات مسجد
سے فاضل ہین کہ کئی ہزار روپیہ بنک مین جمع ہین اور اس مدرسہ اور اس مسجد کے ضروریات کیوجہ سے اس روپیہ کی

کتابین خریدنا جائز ہین یا نہین۔ جو متولی کہ بعد بنا مسجد عام مسلمانون کی رائے سے مقرر ہون وہ بانی مسجد کے حکم مین ہین اور اس لحاظ سے اُن کے نیابت کا اعتبار ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ اول چند مقدمات لکھتا ہون پھر جواب لکھونگا (مقدمۂ اولی) یہ اوقاف مسجد کے ہین نہ مدرسہ کے لئے۔ (مقدمۂ ثانیہ) بعد وقف کے مصرف بدلنا خود واقف کو بھی جائز نہین (مقدمۂ ثالثہ) ایک مصرف سے استغنا کے وقت اُسی مصرف کے مماثل مین صرف کرنا چاہیئے جیسے مسجد مسجد مدرسہ مدرسہ ونحو ذلک (دلیل مقدمۂ اولی) فی الدر المختار مع الشامی وبیان المصرف کفقیطعم علی منسید کذا من اصلہ لتوقف صحۃ الوقف علیہ فیقبل بالتسامع جلد ۳ ص ۶۲۶ اور ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ عنہا مین شہرت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ واقف نے مدرسہ کی جہت مقرر نہین کی۔ (دلیل مقدمۂ ثانیہ) فی الدر المختار مع الشامی وقف ضیعۃ علی الفقراء وسلمہا للمتولی ثم قال لوصیہ اعط من غلتہا فلانا کذا وفلانا کذا لم یصح لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل الخ ج ۳ ص ۷۰۴ پس گو متولی حکم بانی مین ہو لیکن خود بانی بھی ایسا تصرف نہین کر سکتا تھا (دلیل مقدمۂ ثالثہ) فی الدر المختار مع الشامی وکذا الرباط والبئر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد والرباط والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بیر او حوض الیہ ج ۳ ص ۵۰۴ اور یہ جزئیہ گو در صورت خراب ہونے مصرف اول کے ہے لیکن استغنا امر جامع ہے درمیان خراب ہونے اور فاضل رہنے رقم کے پس جب مقدمات ثلثہ دلیل سے ثابت ہوچکے اب جواب ظاہر ہے کہ اس فاضل مین سے کچھ تو محفوظ رکھنا اس لیئے ضروری ہے کہ شاید مسجد مین مرمت وغیرہ کی ضرورت واقع ہو اور باقی کو دوسری مساجد کی ضروریات مین صرف کرنا چاہیئے مدرسہ یا اُس کے متعلقات کتب وغیرہ کی خرید مین صرف نکیا جائے ھذا ما ظہر لی الآن ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ آخر مین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض شبہات محتملۃ الوقوع کو رفع کردیا جائے۔ (شبہ اولی) فی الدر المختار مع الشامی ویبدأ من غلتہ بعمارتہ ثم ما ھو اقرب لعمارتہ کامام مسجد ومدرس مدرسۃ یعطون بقدر کفایتہم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح وان لم یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاء ج ۳ ص ۵۸۲ اس کا حل یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ وقف علی المسجد مین امام وغیرہ مصارف ضروریہ سے ہے اور وقف علی المدرسہ مین مدرس وغیرہ مصارف ضروریہ سے ہے اور یہ مراد نہین کہ وقف علی المسجد مین یہ سب مصارف ہین بلکہ وہ ورق کے بعد ایک جزئی مین مصرح ہے کہ اگر مسجد کے وقف مین مدرس بھی مشروط فی الوقف ہو وہ خود مصارف لازمہ سے نہین وہ جزئی یہ ہے قلت انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسۃ کما مر اما مدرس الجامع فلا لانہ لا یتعطل لغیبتہ بخلاف المدرسۃ حیث تقفل اصلا (شبہ ثانیہ)

فی الدر المختار مع الشامی للواقف الرجوع فی الشرط ولو مسجلا ج ۳ ص ۵۷۵ اس کا حاصل یہ ہے کہ اسپر شامی نے کہا ہے وفیہ کلام سیاتی پھر ص ۶۶۸ اس کے ایفا مین کلام طویل کیا ہے جو نہایت شافی کافی ہے اُس مین یہ عبارت بھی ہے لا یجوز ان یفعل الا ما شرط وقت العقد اور یہ بھی ہے وما کان من شرط معتبر فی الوقف فلیس للواقف تغییرہ ولا تخصیصہ بعد تقررہ ولا سیما بعد الحکم الخ (شبہ ثالثہ) فی الدر المختار مع الشامی السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط الی قولہ لان اصلہا لبیت المال اھ واید لہ الشامی بقول ابی السعود ان اوقاف الملوک والامراء لا یراعی شرطہا لانہا من بیت المال او ترجع الیہ اھ اور ظاہر غالب یہی ہے کہ یہ اوقاف بیت المال سے ہین اس کا حل یہ ہے کہ اس کے بعد شامی نے کہا ہے قلت والمراد من عدم مراعاۃ شرطہا ان للامام ان یزید فیہا وینقص ونحو ذلک ولیس المراد انہ یصرفہا عن الجہۃ المعینۃ الخ ج ۳ ص ۶۰۶، ۶۰۷ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۲۶ - ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک مسجد بازار مین تھی جب سرکار وقت کو ترتیب جدید اُس بازار کی منظور ہوئی بازاری مسلمانون کو رضامند کرکے وہ مسجد منہدم کرادی اور اُسکا ہرجہ یعنی قیمت اثاثہ وزمین مسلمانون کو دی کہ بعوض اُس کے دوسری مسجد بنوالین مسلمانون نے کہا کہ اگر ہم اپنے اہتمام سے بنوائین گے تو روپیہ تلف ہوجائیگا سرکار اپنے انتظام سے بنوادے سرکار نے موافق اجازت اور مرضی مسلمانونکے باہتمام رئیس مسلمانان وہ مسجد اُس روپیہ سے بنوادی اور رئیس مذکور نے بھی اپنے پاس سے کچھ روپیہ اُسمین شامل کیا بعد تیار ہوجانے کے سرکار کو اُس سے کچھ تعلق نرہا بالکل قبضہ ودخل واہتمام مسلمانون مین آگئے جیسے کہ اور مساجد ہین اور نماز جماعت بھی اُس مین بکثرت تمام ہوتی ہے - اور مسجدون سے بہت زائد بلکہ مغرب کے وقت گنجائش باقی نہین رہتی اب یہ مسجد شرعا مسجد صحیح ہے یا غیر صحیح اور نماز اُسمین جائز ہے یا ناجائز اور ثواب مثل اور مساجد صحیحہ ہوگا یا نہین اور بباعث اس کے کہ روپیہ ہرجہ کا سرکار انگریزی نے دیکر وہ مسجد باہتمام اپنے گو بکارکنی رئیس مسلم ہو تیار کرائی ہے مسجدیت مین کچھ نقصان آئیگا یا نہین -

الجواب - وہ مسجد شرعاً بالکل صحیح ہے اور سہل توجیہ اس کی یہ ہے کہ وقت بناء وہ محض ایک مکان تھا لیکن بعد بناء جب مسلمانون کو دیدیا اور مسلمانون نے اُسکو عملاً وقف کردیا [۱] وقف ہوکر مسجد تام ہوگئی اور دوسری توجیہات بھی ممکن ہین مگر یہ سب سے سہل اور واضح ہے واللہ اعلم - ۱۲ - جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ

[۱] ایک توجیہ مفصل اس سے چار سوال اوپر گذری ہے جسکا عنوان ہے بدون سرکار مسجد سے رابضرورت الخ ۱۲ منہ -

(تحقیق وقف بودن یا نبودن جائداد یکہ بعضے نوابان نے بعضے علما بعنوان وقف دادہ)

ملاحظہ دستاویزہاے معلوم ہوتا ہے کہ اس مین جس جائداد کے وقف کا ذکر ہے اُسکے دو جزو ہین ایک وہ جو جناب مولوی صاحب کی ملک مین داخل تھی اور نواب صاحب کے پاس رہن دوسرا جزو وہ جو نواب صاحب کی ملک تھی سو جزو اول تو وقف سے اس لیے خارج ہے کہ وقف کے لیے واقف کا مالک ہونا شرط ہے اور چونکہ نواب صاحب اسکے مالک نہین وہ شرط مفقود ہے لہذا اس تصرف کا حاصل صرف اسقدر ہے کہ نواب صاحب نے مولویصاحب کو اپنا قرضہ معاف کر دیا سو اسکو وقف سے کوئی علاقہ نہین دوسرا جزو البتہ قابل وقف ہے لیکن چونکہ موقوف علیہم معین ہین اور تابید للفقراء کا ذکر نہ لفظا ہے نہ معنی اور وہ بالاتفاق شرط ہے اس لئے اس جزو کا وقف صحیح نہین ہوا لفظا ذکر نہونا تو ظاہر ہے اور معنے اس لئے کہ کوئی لفظ جو اُس کے معنے کو مفید ہو مذکور نہین جیسا لفظ صدقہ و نحوہا اور اگر لفظ پرورش سے شبہہ ہو تو محاورات و مواقع استعمالات سے اُس کا مرادف یا مقارب صدقہ نہونا یقینی ہے چنانچہ اہل عرف پر مخفی نہین اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک محض اسی مین گنجائش تھی سو وہ بھی محتمل نہین چنانچہ علامہ شامی نے جلد ثالث صفحہ ۵۶۹ مین ایک بحث طویل کے بعد یہ تحقیق لکھی ہے والحاصل انہ لا خلاف عندنا فی صحۃ الوقف مع عدم تعیین الموقوف علیہ اذا ذکر لفظ التابید او ما فی معناہ کالفقراء و کلفظ صدقۃ موقوفۃ و موقوفۃ للہ تعالی الی قولہ وانما الخلاف فی بطلانہ لو اقتصر علی لفظ موقوفۃ علی زید الخ اور یہان یہی صورت آخر کی ہے اس کے آگے جو ذخیرہ سے تین بطن کے ذکر کر دینے سے وقف موبد قرار دیا ہے تو اُس مین بھی موقوفہ کے ساتھ لفظ صدقہ ہی جس کا بیان نہونا معلوم ہو چکا لہذا وقف نہونا ثابت ہو گیا فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

سوال قاضی امین الدین نے ایک جامع مسجد بادشاہی جو منہدم ہو گئی تھی از سر نو تعمیر کی اور چھیالیس دوکانین بنائین منجملہ اُن دوکانون کے چودہ زیر مسجد اور چھبیس دوکانین ایسے تین قطعہ اراضی پر جو دیگر اشخاص نے وقف اور ملک جامع مسجد کر کے حوالہ قاضی امین الدین اس شرط سے کی کہ ان قطعون پر دوکانین بنا کر ان کی آمدنی مصارف مسجد مین صرف کرتے رہین بنائین اور نو دوکانین ایسے قطعہ پر بنائین کہ جو قاضی امین الدین کے بھائی کے نام بیع تھا بعد اُنکی وفات لاولد کے وہ وارث ہوئے عبارت ہر سہ وقف ناموجات جو دیگر اشخاص کی طرف سے لکھی گئی تھی حسب ذیل ہے۔ برضا و رغبت خود با جمیع حدود و حقوق و مرافق آن بکل قلیل و کثیر ما یضاف و ینسب الیہا حسبۃ للہ برائے حصول ثواب عقبے و ذخیرہ آخرت وقف نمودہ ملک و مملوک خاص مسجد جامع موصوف کردیم و از ملک خود برآوردہ برائے تیار کردن دوکانہا بر اراضی مذکورہ سپرد قاضی امین الدین قاضی پرگنہ نمودیم تا قاضی موصوف مذکورہ دوکانہا

تحقیق وقف بودن یا نبودن جائداد مخصوص

تیار کردہ آمدنی کرایہ آنہا را در مصارف مسجد موصوف صرف مے نمودہ باشند۔ اس کے بعد انھوں نے ایک وقف نامہ تحریر کیا جس کی عبارت بجنسہ حسب ذیل ہے شرعاً برین وجہ کہ چہاردہ در دوکانین تحت جامع مسجد و دو در دکاکین ذیل جامع مسجد واقع آبادی قصبہ مذکور کا نحصہ در بازار کہنہ محدودہ مفصلہ ذیل حق و ملک و قبض و تصرف مقر مذکور بود و ہست تا این زمان خالیا عن حق الغیر وعن المنع جواز التصرف و نفاذہ در بنولا مقر مذکور چہل و شش دکاکین مذکورہ را با جمیع حدود و حقوق و مرافق آن بکل قلیل و کثیر مایضاف و ینسب الیہا و ما حصل او از ملک خود بر آوردہ تصدقا و حسبۃ للہ علی وجہ الخیر وقف دائما برائے مصارف جامع مسجد تعمیر کردہ خود واقع کیرانہ مثل درماہہ امام و موذن و سقہ و مرمت شکست و ریخت مسجد مذکور و دکاکین موقوفہ و اطعام وارد و صادر مسافرین و مبلغ سی و شش روپیہ برائے مصارف مسجد فتحپور مضاف صوبہ دار الخلافہ لکھنؤ و ما بقی برائے نفقہ مسماۃ سلیمہ نواسی خود کہ شرعاً بعد وفات مقر از ترکہ مقر محجوب است ثم لولدہا ثم لولد ولدہا ثم لولد ولد ولدہا ذکوراً نسلاً بعد نسل ابداً دائما وقف نمودہ تولیت خود در آوردم اقرار معتبر مے نمایم و نوشتہ مے دہم کہ بعد تاریخ این خط مقر مذکور محاصلش را تا حین حیات خود از دست خود در مصارف مذکور صرف مے نمودہ باشم و بعد وفات من مقر مذکور با ہتمام مسماۃ سلیمہ مذکورہ بطریق مذکورہ بالا و بعدہ اولادش نسلاً بعد نسل مصارف مذکورہ بتولیت خود صرف مے نمودہ باشند و اگر خدانخواستہ نسل مسماۃ سلیمہ منقطع شود بقیہ نفقہ موقوف لہم حسبۃ للہ عامہ مسکین است باہتمام بذمہ مردمتدین صاحب علم باشندہ قصبہ واجب است۔ آیا شرعاً بسبب بر سہ قطعہ اراضیات وقف کرکے حوالہ قاضی صاحب واسطے بنانے دکاکین اور صرف کرنے آمدنی کرایہ دوکانات مصارف مسجد کی گئیں اور قاضی صاحب نے بصرف زر کثیر دوکانات بنائیں تو اس صرف زر کثیر سے اُن کو کوئی حق ذاتی دوکانات میں حاصل ہوا یا نہیں اور شرعاً وہ جزو آمدنی دوکانات مذکورہ اور چودہ دوکانات نذر مسجد سے اپنے کسی وارث کے واسطے مقرر کرسکتے تھے یا نہیں اور اگر کرسکتے تھے تو کل دوکانات یا بعض سے۔

سوال دوم۔ قاضی امین الدین بعد وقف کرنے دکاکین کے خود متولی ہوئے اور اپنے بعد کے لئے اپنی نواسی سلیمہ کو اور اُسکی اولاد ذکور کو متولی قرار دیا بعد انتقال قاضی امین الدین مسماۃ سلیمہ متولیہ ہوئی اور اُس نے بذریعہ اپنے شوہر قاضی خلیل الدین مختار عام دکاکین موقوفہ میں تصرف کرنا شروع کیا یعنی اپنی کل جائداد مع دکاکین

ع چھیالیس دوکانیں بوقت تحریر وقف نامہ بن چکی تھیں اور تین دوکانیں منجملہ چھبیس دوکانوں مذکور کے اس وقف کے بعد بنائیں جسکا وقف ہونا بذریعہ اطلاع اور وصیت نامہ ثابت ہے۔ ۱۲

وقف کے علاوہ زیر مسجد رہن کی اس کے بعد مابین فضل اللہ جو قاضی امین الدین کے برادر زادہ کا بیٹا تھا اور سلیمہ مین بذریعہ ثالث جائداد علاوہ دوکانات تقسیم ہوئی اور ثالث نے فیصلہ ثالثی مین یہ لکھا کہ قاضی امین الدین جامع مسجد کیرانہ اور مسجد شاملی کے متولی تھے اور ان مساجد مین بہت کچھ اپنے پاس سے صرف کرتے تھے جامع مسجد کیرانہ کے زیر مسجد جو چودہ دوکانین تھین اُس کی آمدنی اُس کے مصارف کو کافی نہ تھی اور نہ اب ہے قاضی صاحب دوکانات تعمیر کردہ اپنے کو متعلق جامع مسجد کر گئے ہین اور اُس کے آباد رکھنے کی وصیت کر گئے ہین مینے وہ وصیت نامہ دیکھا ہے مین موافق اُسی وصیت نامہ کے ددکانات کو تقسیم نہین کرتا ہون اور فریقین پر لازم کرتا ہون کہ بعد کل خرچ اخراجات و مرمت شکست و ریخت جو بچے وہ فریقین باہم نصفا نصف تقسیم کر لیا کرین یہ وصیت نامہ جس کو ثالث لکھ رہا ہے درحقیقت ایک علحدہ دستاویز تھی کہ جسکی رو سے اپنی نواسی مسماۃ سلیمہ محجوب الارث کو نصف جائداد کا مالک کیا جس کی عبارت یہ ہے ثانیا خصوصاً نورچشم مولوی حکیم ظہیر الدین را وصیت می کنم کہ بلا لحاظ حجب نصف متروکہ من برائے نور دیدہ بی بی سلیمہ صانہا اللہ تعالی عن الآفات والگذارند وثالثا دوکانات بازار جامع مسجد کیرانہ کہ از مصارف خالص خودم بنا نہادہ دواماً علی وجہ الخیر وقف کردہ ام حسب اہتمام مصرحہ وقف نامہ جاری دارند وہم مبلغ سی و شش روپیہ سالانہ تنخواہ موذن مسجد فتحپور و مبلغ شش روپیہ سالانہ تنخواہ موذن مسجد خورد متصل مسجد موصوف بدستور از آمدنی ددکانات مسطور صرف نمودہ باشند۔ اور وقف نامہ جس کی عبارت سوال اول مین نقل کی گئی وہ مسماۃ سلیمہ نے بہ ثبوت اس امر کے کہ بعد کل مصارف جو پس انداز ہو وہ واقف نے تنہا میرا حق مقرر کیا ہے اور اُس مین فضل اللہ کا کوئی حق نہین ثالث کے سامنے پیش نہین کیا اور نہ ثالث نے اپنے فیصلہ ثالثی مین اُسکا تذکرہ کیا بلکہ ثالث نے پس انداز کو مابین فضل اللہ و مسماۃ سلیمہ نصفا نصف تقسیم کیا اور مسماۃ سلیمہ نے تسلیم کیا اور فریقین نے جیسا کہ مابین اُن کے پس انداز بالمناصفہ تقسیم ہوا تھا دکانین کو بھی نصفا نصف اپنی ملکیت تصور کر لیا جیسا کہ عملاً ظاہر ہوا اس کے بعد مسماۃ سلیمہ کا انتقال ہو گیا اور مرتہن نے ورثا سلیمہ پر نالش دائر کی ورثہ سلیمہ نے عذر کیا کہ جائداد یعنی دکانین وقف ہین مگر کوئی دستاویز عدالت مین پیش نہین کی حتی کہ مدعا علیہم یعنی ورثا سلیمہ کا وقت خود پیش کرنے کا نہ رہا اُس کے بعد اپنے ایک گواہ سے وقف نامہ جسکی عبارت سوال اول مین درج ہے اقراری قاضی امین الدین پیش کر دیا علاوہ اُس وقف نامہ اور کوئی ثبوت وقف پیش نہ کیا اور فضل اللہ مدعا علیہ نے وقف سے انکار کیا اور کہا کہ چودہ دوکانین جو زیر مسجد ہین وہ وقف ہین باقی وقف نہیں ہین عدالت نے اس وقف نامہ کو جعلی قرار دیا اور دعوے مدعی ورثا سلیمہ پر ڈگری کر دیا من بعد ورثہ سلیمہ نے

عدالت ہائی کورٹ مین اپیل کیا مگر وقف نامہ ضبط شدہ طلب نکرایا اور نہ اُس کی بابت کوئی بحث کی بلکہ اُس کو بالکل نظر انداز کردیا اور اُس عدالت سے بھی کامیابی نہوئی قبل اس کے کہ مقدمہ عدالت ہائی کورٹ سے فیصل ہو مدعی نے ڈگری جاری کرائی ورثا رسلیمہ نے عذر کیا کہ تصفیہ اپیل اجراء ملتوی ہو وہ عذر منظور ہوا بعد اسکے قبل تصفیہ اپیل برضامندی فریقین یعنی ڈگری دار اور ورثہ ڈگری دار اور ورثہ سلیمہ درخواست اجرائے ڈگری اس مضمون کی عدالت مین گذری کہ اول لاٹ نیلام پر دوکانین نیلام کردی جائین چنانچہ حسب درخواست مدعی اور مدعا علیہم کل دوکانین کا نصف نیلام ہوگیا اور اپنی کل جائداد ذاتی جو شمول دوکانات مکفول تھی بچالی بعد نیلام کل دوکانات کا نصف باقیماندہ فضل اللہ نے بھی فروخت کردیا جن کو اب عرصہ قریباً بارہ سال کا ہوگیا اس عرصہ مین کوئی کارروائی منجانب ورثہ سلیمہ دربارہ بازیافت جائداد موقوفہ منفرد یا مشترکا ظہور مین نہ آئی بلکہ تین قطعے جو دیگر اشخاص نے وقف کئے تھے منجملہ اُن کے ایک قطعہ معروف بسرائے کہنہ تھا اُس مین آٹھ دوکانین بنائین تھین اور اُس کے ایک جزو مین قبر قاضی امین الدین کی ہے اور ایک جزو مین سقے آباد ہین اور نو جزو نیلام سے مستثنی تھے جس جزو مین قبر قاضی صاحب کی تھی اُس کو ورثہ سلیمہ نے ۱۹۰۲ء مین فروخت کردیا بعد منقضی ہونے گیارہ سال کے چند اہل اسلام قصبے کو اس کا خیال ہوا کہ اس مین توکلاً علی اللہ تعالے سعی وکوشش کرنی چاہیے اگر خدانخواستہ بارہ سال پورے ہوگئے تو پھر ہمیشہ کو مایوسی ہوجائے گی اور چونکہ وہ علی کل شئی قدیر ہے کیا عجب ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ کا ظہور فرمائے اور از سرنو جامع مسجد کو مثل سابق غنی کردے کوشش شروع کی اور بعد اجازت ایڈوکیٹ مقیم الہ آباد دعوے رجوع کیا اور مناط دعوی اُنھین ہر سہ وقف ناموجات جو دیگر اشخاص کی جانب سے تھے اور وصیت نامہ اور درخواست قاضی امین الدین جو ضلع کرنال سے حاصل کی تھی جسمین اُنھون نے ان دوکانات کے وقف کا ذکر کیا تھا اور فیصلہ ثالثی اور شہادت لسانی کو گردانا اور وقف نامہ کو جو جعلی قرار دیا گیا تھا ترک کردیا اگرچہ اُس وقف نامہ ضبط شدہ کو حسب ہدایت عدالت طلب کرایا مگر وہ عدالت سے نہ آیا اور معلوم ہوا کہ وہ رویات مین تلف کردیا گیا سب اہل اسلام نے علاوہ ورثا رسلیمہ چندہ کے دینے مین اور دیگر امور مین جو اس کے متعلق تھے کوشش کی مگر ورثا فضل اللہ نے اور بعض ورثا رسلیمہ نے وقف کے خلاف جوابدہی کی اور بعض ورثہ سلیمہ نے وقف ہونے کا تو اقرار کیا مگر اپنی متوفیہ مسماۃ سلیمہ کی بدنیتی سے انکار کیا اُس قادر علی الاطلاق نے اپنے فضل سے اہل اسلام کو پوری فتح اور کامیابی عطا فرمائی یعنی سب دوکانات وقف ثابت ہوگئین اب اپیل جو منجانب مدعا علیہم ہوا اور نالش دخل منجانب متولیان باقی ہے جس مین بہت زیادہ صرف ہے اب ورثہ سلیمہ اپنا حق مانگتے ہین اور جھگڑا کرتے ہین اسوجہ سے نالش دخل

مین تعویق ہے حالانکہ ابھی تک محض وقف ثابت ہوا ہے مقدمات اور صرف کثیر باقی ہے اہل اسلام کہتے ہین کہ ہمنے جو روپیہ دیا وہ واسطے مسجد کے دیا نہ کہ واسطے حق سلیمہ کے اب شرعاً ورثا رسلیمہ کا کوئی حق تھا یا نہین اور اگر تھا تو وہ اُنکے افعال بالا سے ساقط ہوگیا یا نہین اور جب ورثا رسلیمہ نے بذریعہ نیلام نصف دکاکین اپنے دین سے سبکدوشی حاصل کرلی اور فضل اللہ نے بذریعہ بیع نصف دکاکین سے روپیہ حاصل کرکے اصل شی کو تلف کردیا تو کیا پھر بھی کچھ حق شرعاً باقی رہا اور جو نقصان متعلق آمدنی کے مسجد کو اندر گیارہ سال کے پہونچا اسکا اعادہ مسجد ورثا رسلیمہ سے جو متولیہ تھی کرسکتی ہے یا نہین اور جب کل دکانین پورے طور سے مسجد کی ہوکر قبضہ اہل اسلام مین آجائین تو ورثہ سلیمہ اُس مین کسی جزو آمدنی کے شرعاً پانے کے مستحق ہین یا نہین اور حق تولیت ورثار سماۃ سلیمہ کا بھی باقی رہا یا نہین اور نیز واضح رہے کہ کل میعاد نالش دخل کی قریباً دو ماہ باقی ہین اگر اسی عرصہ مین دو ماہ گذر گئے اور چندہ کی سبیل ہوکر نالش نہ ہوئی تو پھر ہمیشہ کو مایوسی اور بالکل امید منقطع ہوجائے گی۔ بینوا توجروا

الجواب۔ فی درالمختار ج ۳ ص ۶۶۴ اعلمان البناء فی ارض الوقف فیہ تفصیل فان کان البانی المتولی علیہ فان کان بمال الوقف فھو وقف سواء بناہ للوقف او لنفسہ او اطلق وان من مالہ للوقف او اطلق فھو وقف الا اذا کان ھو الواقف واطلق فھو لہ کما فی الذخیرۃ وان بناہ من مالہ لنفسہ واشھد انہ لہ فھو لہ کما فی القنیۃ والمجتبیٰ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ قاضی صاحب چونکہ اُن ہر سہ قطعات موقوفہ کے محض متولی تھے ولم یقع الاشھاد علی البناء لنفسہ اس لئے اُن قطعات مذکورہ پر جو دوکانات بنائی گئی ہین گو اپنے ہی مال سے سہی وہ سب بجردبنا رکے تبعاً للارض وقف ہوگئین پس جس طرح اصل قطعات صرف جامع مسجد کے لئے وقف ہین جیسا کہ واقفین کی تحریر مین مصرح ہو اسی طرح یہ دوکانات بھی خالصاً جامع مسجد کے لئے وقف رہین گی پس قاضی صاحب کا اسکی آمدنی مین مدات کی تفصیل کرنا شرعاً صحیح نہوگا کیونکہ واقف ہونے کی شرائط مین سے مالک ہونا ہے قاضی صاحب کسی وقت اُن دوکانات کے مالک ہی نہین ہوئے البتہ جو قطعہ قاضی صاحب کے بھائی کے نام بیع تھا اور وہ اُن کو میراث مین پہونچا یہ اُسکے بیشک مالک ہوئے اور اُس مین جو نو عدد دوکانات اپنے روپیہ سے بنائین اُنکے بھی مالک ہوئے اور اُن کے وقف کرنے والے بھی یہی ہوئے اس لئے ان خاص دوکانات نہ گانہ مین وہ تفصیل مدات کی صحیح اور معتبر ہے اور قاضی صاحب کا علی الاطلاق وقف نامہ مین یہ لکھدینا کہ حق و ملک و قبض و تصرف مقر مذکور بود وہست الخ شرعاً صحیح نہین پھر چونکہ یہ مدات مجموعہ دوکانات مین مقرر کرنا صحیح ہے اور بعض کے اعتبار سے غیر صحیح اس لئے اُن دوکانات نہ گانہ کے مقابلہ مین جسقدر نقصان مدات کا آئے گا اُس حصہ کی نسبت سے خاص

اُن دو کانات نہ گانہ کے متعلق یہ مقرر کرنا صحیح ہوگا اور جس قدر حصہ ان مدات کا بقیہ دو کانات کے مقابلہ میں آئیگا
اس حصہ کا اُن بقیہ دوکانات کے متعلق مقرر کرنا صحیح نہ ہوگا مثلاً فرض کیا جائے کہ اُن دو کانات نہ گانہ
کی آمدنی کو مجموعہ دو کانات کی آمدنی کے ساتھ ایک ثلث کی نسبت ہے یعنی بقیہ دو کانات کی آمدنی ان دو کانات
نہ گانہ کی آمدنی سے مضاعف ہے اور ان دو کانات نہ گانہ کی آمدنی اُن بقیہ دو کانات کی آمدنی سے نصف ہے
تو جامع مسجد میں جسقدر اخراجات ہونگے اُس کے دو حصے تو بقیہ دو کانات کی آمدنی سے لین گے اور اُس کا
ایک حصہ ان دو کانات نہ گانہ کی آمدنی سے لین گے پھر ان دو کانات نہ گانہ کی آمدنی میں جو دو ثلث باقی
رہیگا اُس کے مجموعہ سے چھتیس روپیہ کا ایک ثلث یعنی بارہ روپیہ تنخواہ مسجد مؤذن مسجد فتحپور میں دین گے
اور چھ روپیہ کا ایک ثلث یعنی دو روپیہ تنخواہ مسجد خورد متصل جامع مسجد کرانہ میں دین گے اور اس کے بعد
جو اس مذکور دو ثلث باقی سے بچے گا وہ سلیمہ کا اور اُس کے بعد حسب شرط قاضی صاحب اُسکے ورثہ کو ملیگا
اور اگر بجائے نسبت ثلث کے دو کانات نو گانہ اور بقیہ دو کانات میں ربع اور تین ربع کی نسبت ہوگی تو اُسی نسبت
سے سب مدات مذکورہ میں تفاوت ہوجائے گا لیکن بقیہ دو کانات کی جو آمدنی ہے وہ خالص جامع مسجد کی
ہوگی یہ تفریع روایت منقولہ پر بالکل ظاہر ہے۔

جواب سوال دوم۔ فی الدر المختار وولایۃ نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ لقیامہ مقامہ ولو جعله علی امر بعینہ فیعم ثم اذا مات المشروط له بعد موت الواقف ولم یوص لاحد فولایۃ النصب للقاضی جلد ۳ صفحہ ۶۳۳ و ۳۵ و ۶ و
فی رد المحتار قال فی البحر فدمنا ان الولایۃ للواقف ثابتۃ مدۃ حیاتہ وان لم یشترطها وان له عزل المتولی
وان من ولاہ لا یکون له النظر بعد موتہ ای موت الواقف الا بالشرط علی قول ابی یوسف ثم ذکر عن التتارخانیۃ
ما حاصله ان اهل المسجد لو اتفقوا علی نصب رجل متولیا لمصالح المسجد فعند المتقدمین یصح ولکن الافضل
کونه باذن القاضی ج ۳ ص ۶۳۳ وفیه عن الخانیۃ انه (ای المتولی) بمنزلۃ الوصی وللوصی ان یوصی الی غیرہ ام
جلد ۳ صفحہ ۶۳۳ ان روایات سے معلوم ہوا کہ واقف کے مرنے سے متولی معزول ہوجاتا ہے اور یہ بھی معلوم
ہوا کہ متولی بمنزلہ وصی کے ہے اور وصی کو صرف یہ اختیار ہوتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو وصی مقرر کر دے لیکن یہ
اختیار نہیں ہوتا کہ مسلسل دور تک اس طرح کسیکو وصی مقرر کرے کہ میرے بعد فلان ہوگا اُس کے بعد فلان
البتہ واقف کو اختیار ہوتا ہے کما صرح بلکہ اگر متولی کسی کو کہکر مر جائے تو پھر جب دوسرا متولی مریگا تو حاکم کو یا
عامہ اہل اسلام کو اختیار ہوگا جسکو مناسب سمجھیں متولی مقرر کر لین پس دو کانات نہ گانہ میں تو قاضی صاحب

واقف ہین اُن کی نسبت یہ لکھدینا کہ بعد وفات ہمقر مذکور باہتمام سلیمہ و بعدہ اولادش بتولیت خود الخ ملخصاً صحیح
ومعتبر ہوگا لیکن بقیہ دوکانات مین قاضی صاحب متولی ہین جیسا او پر ثابت ہوا تو اگر قاضی صاحب کا اُن
قطعات کے وقف کرنے والون سے قبل انتقال ہوگیا ہو تب تو قاضی صاحب کی وصیت بھی صحیح نہین کیونکہ
واقف کے ہوتے ہوئے متولی کو اس کا اختیار نہین جیسا روایت اولی مین ثم کی ترتیب سے معلوم ہوا اور اگر
قاضی صاحب کا انتقال اُن قطعات کے وقف کرنیوالون سے بعد ہوا ہے اور اُن وقف کرنیوالون نے اپنے
مرنے کے بعد کے متعلق درباب تولیت قاضی صاحب کچھ نہ کہا ہو تب تو قاضی صاحب تولیت سے معزول
ہوگئے جب بھی انکی وصیت صحیح نہین اور اگر اُن وقف کرنیوالون نے اپنے بعد کے لئے بھی ان کو متولی قرار دیا
ہو تو البتہ سلیمہ کو متولی مقرر کرنا صحیح ہوگا اور مابعد والون کو غیر صحیح ہوگا اور جن دوکانات نہ گانہ مین ان کی تحریر مذکور
صحیح ہے معنی اُس کے یہ ہین کہ فی نفسہ صحیح ومعمول بہ ہے لیکن اگر کوئی امر مانع تولیت ان متولیون سے واقع ہو
تو تولیت درست نہ ہوگی اور منجملہ موانع شرعیہ کے متولی کا غیر مامون ہونا ہے فی الدر المختار وینزع وجوبا لو غیر
مامون او عاجزا الی قولہ وان شرط عدم نزعہ جلد ۳ ص ۵۹۵ اور واقعات سے غیر قابل اطمینان ہونا سلیمہ
اُس کے ورثہ کا اور نیز عاجز ہونا احیاء حقوق وقف سے ظاہر ہے اس لئے خاص ان دوکانات نہ گانہ کی تولیت
بھی جاتی رہے گی پس اب عامہ اہل اسلام جس کے متولی ہونے پر رضامند ہون وہ سب دوکانات ہر دو قسم کا
متولی ہو جائیگا اتنا فرق ہے کہ بقیہ دوکانات کی تولیت مین تو وارثان سلیمہ کا کبھی حق نہوگا اور دوکانات نہ گانہ
مین جب نسل سلیمہ سے جب کوئی شخص ایسا پایا جائیگا جسپر عامہ اہل اسلام قرائن قویہ سے مطمئن ہون اور اہتمام
وقف کا حسب شرط واقف کے پورا پورا کرے اُسوقت ان خاص دوکانات نہ گانہ کی تولیت اُس کا حق سب سے
مقدم ہوگا فی رد المحتار واذا صار اہلا بعدہ ترد الولایۃ الیہ وکذا لو لم یکن فیہم اہل اقام القاضی اجنبیا الی
ان یصیر فیہم اہل جلد ۳ ص ۶۶۶ اور گوان کارروائیون سے سلیمہ یا وارثان سلیمہ کا حق تولیت باقی نہ رہے
لیکن واقف نے ان کا جو حق آمدنی مین بعد پس انداز ہونے کے ٹھیرا دیا ہے وہ باطل نہوگا فی الدر المختار فلا عمارۃ
علی من لہ الاستغلال لانہ لا سکنی لہ فلو سکن ہل تلزمہ الاجرۃ الظاہر لا لعدم الفائدۃ فی رد المحتار لعدم
الفائدۃ لانہ اذا اخذت منہ دفعت الیہ ج ۳ ص ۵۹۰ قلت فانظر کیف بقی حق ہذا الرجل فی الغلۃ مع انہ
خالف شرط الواقف البتہ جو سلیمہ کی اولاد سے نہو جیسے فضل اللہ یا اُس کے ورثہ اُن کا اس وقت مین کوئی
استحقاق نہین اور ثالث کا فیصلہ خلاف شرع قابل عمل نہین البتہ یہ جو کہا گیا کہ سلیمہ یا اُس کے ورثہ کا حق

آمدنی مین باطل وساقط ہوگا اس آمدنی کے دینے کی ابتدا اُسوقت سے ہوگی کہ جسقدر سلیمہ یا اُس کے ورثہ نے
مسجد کی آمدنی بلا استحقاق اپنی ذات پر صرف کی ہے وہ سب اُن کے خاص حصہ سے اور اسی طرح اسوقت
اثبات واحیار وحفاظت وقف کی کوشش مین جو کچھ صرف ہوا اُس زمین سے جسقدر ان دوکانات نہ گانہ
کے حصہ مین آئی ہے وہ ان دوکانات نہ گانہ کی آمدنی سے غرض یہ ہر دو رقم اول وصول ہوجائیں اُس کے بعد
حسب شرط واقف حسب تصریح جواب سوال اول ان کو بھی ان کا حق ملا کریگا کیونکہ اول رقم تو غصب ہے
اُس کا ضمان لازم ہی ہے اور دوسری رقم اس لئے کہ یہ سلیمہ یا اُس کے ورثہ باعتبار آمدنی کے مثل شریک کے
ہے اور ایک شریک کی جگہ علما اہل اسلام ہین اور مشترک عمارت مین جو کچھ ایک شریک مجبوری کو صرف کرے
اور دوسرے شریک پر نہ جبر ہو سکے نہ خوشی سے شریک ہو تو اُس سے اُس کے حصہ کا خرچ لینے کا اُس کو حق
حاصل ہے فی رد المحتار وان اضطر وکان شریکہ لا یجبر فان انفق باذنہ او بامر القاضی رجع بما انفق والا
فبالقیمۃ ج ۳ ص ۵۴۸ و فی الدر المختار فلو عمارۃ علی من لہ الاستغلال الی قولہ ولو ھی للمتولی ینبغی ان
یجبرہ القاضی علی عمارتھا بما علیہ من الاجرۃ فان لم یفعل نصب متولیا لیعمرھا ج ۳ ص ۵۹۰ قلت و
مجموع الروایتین ظہر المطلوب فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ

سوال فقہا کی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کے مسجد ہونے کے لئے شرط ہے کہ حقوق عبد اُس
سے منقطع ہوجاوین اور نیز مسجد تحت الثری سے آسمان تک مسجد ہو اور ان ہی دو وجہون سے مسجد کے نیچے دکانین بنوانا
جائز نہین (جیسا کہ متعارف ہے) اور اسوجہ سے اسکی چھت داخل مسجد سمجھی نہین جاتی لیکن در مختار کی ایک روایت اسکی نسبت شبہ ڈالتی ہے
در مختار کے کتاب الوقف مین ہے واذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ جاز ولو جعل لغیرھا او جعل فوقہ بیتا وجعل بابا لمسجد
الی طریق وعزلہ عن ملکہ لا یکون مسجدا اسپر شامی لکھتے ہین ظاہرہ انہ لا فرق بین ان یکون البیت للمسجد او لا
الا انہ یوخذ من التعلیل ان محل عدم کونہ مسجدا فیما اذا لم یکن وقفا علی مصالح المسجد وبہ صرح فی الاسعاف فقال
واذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجدا اھ شرنبلالیۃ قال فی البحر وحاصلہ ان شرط
کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالی وان المساجد للہ بخلاف ما اذا کان السرداب
او العلو موقوفا لمصالح المسجد فھو کسرداب بیت المسجد المقدس ھذا ھو ظاہر الروایۃ الخ اور فتح القدیر مین کتاب الوقف
مین ہے بخلاف ما اذا کان السرداب او العلو لصاحب المسجد فانہ یجوز اذ لا ملک فیہ لاحد بل ہو من تتمیم مصالح
المسجد فھو کسرداب مسجد بیت المقدس ھذا ھو ظاہر المذہب اھ شامی مین باب مکروہات الصلوۃ مین ہے

تحت قول در مختار لانہ مسجد الی عنان السماء بفتح العین وکذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی بقی لو جعل الواقف تحتہ بیتا للخلاء ھل یجوز کما فی مسجد محلۃ الشحم فی دمشق لم اراہ صریحا نعم سیاتی متنا انہ لو جعل تحتہ سرداباً لمصالحہ جاز تامل اھ پہلی روایت مین جو اسعاف سے نقل کی ہے او کان وقفا علیہ کا عطف کان لمصالح المسجد پر ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر مسجد پر وقف ہو تو اگرچہ مصالح مسجد کے لیے نہ ہو لیکن مسجد مسجد ہو جائے گی اور علو اور سفل مین کوئی وجہ فرق نہین صورۃ مذکورہ مین دکانون کا وقف علی المسجد ہونا ظاہر ہے اس لیے مسجد ہو جانا اُسکی سطح کا ثابت ہے اس لیے کہ علت سرداب وعلو موقوف علی المسجد کی اسمین بھی پائی جاتی ہے علی ہذا بحر الرائق سے جو عبارت نقل کی ہے اور فتح القدیر کی عبارت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے شامی کی جو عبارت کتاب الصلوۃ مین ہے اُس مین تو بیت الخلاء کو بھی مسجد کے نیچے ہونے کو جائز کر دیا ہے اگرچہ آخر مین تامل بھی کہدیا ہے لیکن اسقدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مسجد الی عنان السماء والی تحت الثری کے وہ معنے نہین سمجھے جو ہم لوگ سمجھتے ہین ورنہ اس کے ناجائز ہونے مین کیا شبہہ تھا اس لئے کہ جب تحت الثری تک مسجد ہے تو بیت الخلاء کیونکر جائز ہو سکتا ہے - بحر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حق العبد منقطع ہو جانا کافی ہے اس لیے اگرچہ نیچے یا اوپر مسجد نہ ہو لیکن وقف ہو تو کافی ہے اس سے بھی دوکانین بنانے کے جواز کی تائید ظاہر ہے۔ مولانا عبد الحی صاحب مرحوم نے اپنے مجموعہ فتاوے کی جلد دوم استفتاء نمبر ۲۰۱ مین ان روایات سے استشہاد کر کے دکانین بنانے کی اجازت دی ہے اور اُس کی سطح کو حکم مسجد دیا ہے ان روایتون کے علاوہ اسی کے قریب قریب اور روایتین زیلعی شرح کنز اور عینی شرح کنز سے نقل کی ہین اگر وہان فتاوے موجود ہو تو ملاحظہ فرمایا جائے ورنہ یہان سے نقل بھیجی جا سکتی ہے باقی سفلہ وعلوہ مسجد ا کے معنے اُنھون نے بھی بیان کیے ہین کہ حق العبد باقی نرہے یہ تاویل عبارت کی الفاظ کے خلاف ہے غرضکہ اسکی نسبت کچھ تشفی نہین ہوتی ہے۔

الجواب - اس مسئلہ مین یون سمجھ مین آتا ہے کہ اصل مذہب تو یہی ہے کہ عنان سما اور تحت الثری تک سب مسجد ہے لیکن ضرورت مین اصل مذہب سے عدول کیا گیا ہے گو اُس عدول کی مختلف توجیہین کر کے اصل مذہب پر منطبق کرنا چاہا ہے لیکن اقرب یہی ہے کہ انطباق مشکل ہے اور اصل توجیہ ضرورت ہے چنانچہ ہدایہ مین صاحبین رح سے بغداد اور رَے مین داخل ہونے کے وقت اجازت کی روایت اسکی شاہد ہے۔ - رجب ۱۳۲۴ھ

سوال - ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا نکاح کے قبل اُس شخص نے الگ کاغذ کے اوپر اس طرح کا لکھان کر دیا کہ مین میری فلان فلان زمین چونکہ تو میرے ساتھ نکاح کرتی ہے اس لیے مین تجھکو

تیری خوراک کے لیے دیتا ہون اگر تجھسے کوئی اولاد میری ہوئی تو اُس وقت مین اس زمین کا مالک میرے مرنے کے بعد وہ اولاد ہے اور اگر تجھسے کوئی اولاد نہ ہو اور مین مرجاؤن اُس کے بعد بھی تو اس کے غلہ سے اپنی اوقات بسر کرنا اور جب تو مرجائے اُس کے بعد مین معتبر پانچ آدمی ایک کنوان عام لوگون کے پانی پینے کے لیے اس ملکیت کی آمدنی سے یا اس کو بیچ کر کھدوادین اور جو بعد کنوان بنانے کے جسقدر اس زمین سے بچے وہ مسجد اس قریہ کی مین وہ وقف ہے اس صورت مین یہ شخص مرگیا اور کوئی اولاد اس عورت سے نہین ہوئی اور یہ عورت ابھی زندہ ہے یہ زمین مذکورہ اس شخص کی پوری ملکیت کا تیسرا حصہ ہے اس صورت مین یہ زمین مذکورہ ایسی ہے کہ کنوان بنانے کے بعد مین بہت بچتی ہے مسجد مین وقف ہو جائیگی یا نہین اسطور کا وقف کرنا صحیح ہے یا نہین بینوا توجروا۔

الجواب۔ فی الہدایۃ إذا قال اطعمتک ھذہ الارض حیث یکون عاریۃ الخ اس روایت سے ثابت ہوا کہ اس شخص کا یہ کہنا کہ مین تجھکو خوراک مین دیتا ہون عاریت ہے اور عاریت بعد موت معیر کے باطل ہو جاتی ہے اور یہ کہنا کہ اگر تجھسے اولاد نہو الی قولہ اوقات بسر کرنا اور یہ کہنا کہ جب تو مرجائے الخ یہ صورت وصیت کی ہے مگر تصحیح عقد مکلف کے واسطے اس کو وقف کہا جائے گا فی ردالمحتار صفحہ ۵۵۵ من الجلد الثالث یثبت الوقف بالضرورۃ وصورتہ ان یوصی بغلۃ ھذہ الدار للمساکین ابدا او لفلان وبعدہ للمساکین ابدا فان الدار تصیر وقفا بالضرورۃ اھ اور وقف علی الوارث جائز ہے اس لیے اس منکوحہ کی حیات تک اس کی آمدنی اُس کے صرف مین لائی جائے گی پھر حسب وصیت اس کی آمدنی سے کنوان کھدوادیوین گے اور بعد اُسکے وہ زمین مسجد کے لئے وقف ہو جاویگی اور چونکہ ثلث سے زائد نہین اس لئے وصیت جائز ہوگی البتہ کنوان کھدانے کے لئے اس زمین کا بیع کرنا بوجہ وقف کرنے کے جائز نہوگا اور اس کی یہ شرط بوجہ غیر مشروع ہونے کے باطل ہوگی واللہ اعلم ۲۹ شعبان ۱۳۲۴ھ

سوال۔ کھال قربانی کے عین سے انتفاع جائز ہے پس اسی طرح اگر کسی غنی کو یا سید کو دیدیا جائے تو بظاہر جائز معلوم ہوتا ہے البتہ فروخت کرکے غنی کو یا سید کو دینا جائز نہوگا کہ تصدق واجب ہے اب بعد عین کے ہبہ کردینے کے سید اور غنی کو فروخت کردینے کا اور قیمت اپنے مصرف مین لانے کا اختیار ہے یا نہین ظاہر شق اول ہے پس اگر یہ صحیح ہے تو اگر کوئی شخص مسجد مین وقف کردے تب بھی جائز ہوگا اور پھر متولی مسجد کو اختیار ہوگا کہ بعد فروخت کے اسکی قیمت کو جس مصرف مین چاہے خرچ کرے البتہ اگر متولی کو وکیل بنادے اور وہ کالت

بیچے اور پھر اجازت سے مسجد مین صرف کرے تو بوجہ عدم تملیک درست نہ ہوگا علے ہذا اگر خود ہی بطریق نیابت عن الفقراء فروخت کر ڈالے تب بھی بظاہر تصدق واجبہ کے شرائط ضروری معلوم نہین ہوتے یعنی سیدون وغیرہ کو دینا جائز معلوم ہوتا ہے بلکہ اس طریق سے تو جھاڑ بلوے مین بھی دینے کی گنجایش نکلتی ہے اور مدارس مین جو کھالین آتی ہین اُن کا قسم کو بعد فروخت تمام ضروریات مدرسہ مین خرچ کرنا جائز ہوگا۔ خواہ تملیک پائی جائے یا نہین ۔

الجواب - فی الدر المختار تعریف الوقف حبسہا علی حکم ملك الله تعالی وصرف منفعتہا علی من احب وفیہ فاذا تم ولزم لا یملك ولا یملك وفیہ وکما صح ایضا وقف کل منقول قصدا فیہ تعامل للناس کفاس و قدوم بل ودراہم ودنانیر وفی رد المحتار ان الدراہم لا تتعین بالتعیین وان کانت لا ینتفع بہا مع بقاء عینہا لکن بدلہا قائم مقامہا لعدم تعینہا فکانہا باقیۃ اھ وفیہ یدفع الدراہم مضاربۃ ثم یتصدق بہا فی الوجہ الذی وقف علیہ الخ وفیہ فوقف الدراہم متعارف فی بلاد الروم دون بلادنا ووقف الفاس والقدوم کان متعارفا فی زمن المتقدمین ولم نسمع بہ فی زماننا فالظاہر انہ لا یصح الآن ولئن وجد نادرا لا یعتبر لما علمت من ان التعامل ہو الاکثر استعمالا فتامل اھ اس عبارت سے چند امور مستفاد ہوئے ۱۔ وقف مین حبس عین ضروری ہے حقیقۃً یا حکماً اس طرح کہ اسکا بدل باقی رکھا جائے ۲۔ وقف منقول اُن ہی اشیاء کے ساتھ خاص ہے جنمین اسکا عرف ہو ۳۔ بجز وجہ موقوف علیہ کے دوسرے مصرف مین صرف کرنے کا متولی کو اختیار نہین اب سمجھنا چاہیے کہ اول تو مساجد مین جو لوگ کھال دیتے ہین اُنکا قصد وقف کا نہین ہوتا دوسرے اگر قصد بھی ہو تو بوجہ عرف نہ ہونے کے صحیح نہین اور شاذ و نادر کسیکا عمل پایا جانا قابل اعتبار نہین تیسرے اگر صحیح بھی ہو تو اُس چرم کا باقی رہنا شرط ہوگا حقیقۃً مثلاً ڈول یا جانماز بنالی جائے یا حکماً کہ اُسکو فروخت کرکے بقدر اُس کے ثمن کے ہمیشہ باقی رکھا جائے اور اُس کی منفعت وجہ خیر مین صرف ہوتی رہے چوتھے منفعت بھی اُسکی اُسی مصرف مین صرف ہو سکیگی جس مین واقف نے تعیین کی ہے نہ یہ کہ متولی جہان چاہے اور ان سب امور کا فقدان ظاہر ہے پس مسجد مین وقف صحیح نہین اور واقع بھی نہین بلکہ مقصود توکیل ہی ہوتا ہے اور نیابت کے لئے اول تو انابۃ کی حاجت اور اگر اسمین وسعت کرلیجائے تاہم ضرور ہے کہ فقراہی کو دے کیونکہ انھون نے حکماً وتقدیراً اپنی منفعت کیلئے نائب بنایا ہے نہ کہ جھاڑ بلوری وغیرہ کے لیے اور اگر اس تاویل سے سیدون کے لیے گنجایش نکلی جائے تو بھی مشکل ہے کیونکہ واقع مین

تو نہین ہوئی صرف کراہت بیع سے بچنے کے لیے تاویل کی جاسکتی ہے سو اس سے مصرف ثمن کا نہین بدل سکتا وہذا ظاہر کلہ فتامل واللہ اعلم اور مضمون وقف سے پہلے سوال مین جتنا مضمون ہے سب صحیح ہے ۱۶ ارمحرم ۱۳۲۵ھ

سوال- ایک قبرستان عرصہ ۲۵ سال سے ویران پڑا ہے اور اُسمین مردے بھی دفن نہین کیے جاتے اب اُسمین ایک مکان انجمن اسلام بنانا چاہتے ہین تو یہ جائز ہے یا نہین فقط۔

الجواب- عینی شرح بخاری مین ہے قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمین عفت فبنی قوم فیہا مسجدا لم ار بذلک باسا وذلک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمین لدفن موتاہم لا یجوز لاحد ان یملکہا فاذا درست واستغنی عن الدفن فیہا جاز صرفہا الی المسجد لان المسجد ایضا وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعناہما علی ھذا واحد اھ جواب مذکور سے بعلت اشتراک علت معلوم ہوا کہ انجمن کا مکان و تحقق نفع عام کے لیے اُس مقبرہ کی جگہ بنانا جائز ہے واللہ اعلم۔ یکم رجب ۱۳۲۲ھ

سوال- مسجد کے سامنے راستہ کے متصل افتادہ زمین بعض اہل محلہ مسجد مین شامل کرنا چاہتے ہین او کمیٹی سے اجازت لے لیتے ہین تو حکم مسجد مین داخل اور لینا صحیح ہوجائے گا یا نہین طریق کی مقدار شرعی دو اذرع ہے بلکہ طریق عمیق طرق سے دو انگشت زیادہ چھوڑکر حصہ لیا جاتا ہے کیا اسمین جمیع اہل محلہ کی رضا ضروری ہے بعض کا خیال ہے کہ گورنمنٹ کی مملوک ہے اور کمیٹی کو مملوکہ سرکاری کی تملیک کا مجاز نہین اذن دیدینے پر تملیک نہین ہوتی پس مسلمان ممبر کمیٹی کو اجازت دینے اور بلا خاص اجازت لندن کے اس افتادہ قطع کا ہبہ صحیح نہین اور نہ اس حصہ کو مسجد مین داخل کرنا یا نماز پڑھنی صحیح ہے مختصر مگر مدلل اور مسکت جواب کی حاجت ہے۔

الجواب- فی الدر المختار جعل شئی من الطریق مسجد الضیقہ ولم یضر بالمارین جاز وفی رد المحتار عن التاتارخانیۃ سئل ابو القاسم عن اہل المسجد اراد بعضہم ان یجعلوا المسجد رحبۃ والرحبۃ مسجدا او یتخذ والہ بابا او یحولوا بابہ عن موضعہ وابی البعض ذلک قال اذا اجتمع اکثرہم وافضلہم لیس للاقل منعہم اھ ج ۳ ص ۵۹۳ وفی الدر المختار باب استیلاء الکفار ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من دارنا لا یملکونہم لانہم احرار ولو ظہروا علی اموالنا واحرزوہا بدارہم ملکوہا ان روایات سے ثابت ہوا کہ طریق عام بادشاہ وقت کا مملوک نہین بلکہ حق عام ہے اور اگر مسجد مین حاجت ہو اور راہگیرون کو تنگی نہ ہو تو اہل محلہ کے اکثر یا افضل لوگون کی رائے سے مسجد مین ملا لینا جائز ہے اور کمیٹی کی اجازت کی ضرورت بمصلحت ہے اور وہ تملیک نہین ہے جو اسپر شبہات پیدا ہون اور حدیث مین جو سبعۃ اذرع آیا ہے وہ تحدید کے لئے نہین بلکہ اُسوقت اس سے حاجت مرتفع

مکان انجمن در قبرستان معطل

ہوجاتی تھی فقط واللہ اعلم ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ۔

وقف باغ بغرض شیرینی رمضان

سوال - زید نے مسجد کہنہ محلہ کو از سرِ نو تعمیر کر کے ایک قطعہ باغ مختصر کہ جسکی سالانہ آمدنی بحساب اوسط ۱۰ہے بایں نیت کہ علاوہ خرچ فرش وبصلے وشکست وریخت کے ماہ رمضان میں تواضع امام تراویح وشیرینی واسطے مصلیان مسجد بواقعہ لیلۃ القدر آیا کرے اور عرصہ کثیر تک یہی عملدآمد رہا مگر چند سال سے بعد معائنہ کتاب فتاوے نہ امام تراویح ہے نہ تواضع کیجاتی ہے البتہ شیرینی بنابر نمازیان آیا کرتی ہے اور خاص کر ۲۷ شب صیام کو پس یہ شیرینی کا منگانا زر موقوفہ سے بایں خیال کہ نیت واقف قبل از وقف تھی درست ہے یا نہیں اور قید تاریخ ۲۷ بھی درست ہے یا نہیں اسبارہ میں جو حکم شرعی ہو ارشاد فرمایا جاوے۔ ۱۵ رمضان ۱۳۲۵ھ

الجواب - فی الدر المختار کتاب الوقف وان یکون قربۃ فی ذاتہ معلوما وفیہ وقف مصحفا علی اہل مسجد للقراءۃ ان کانوا یحصون جاز فی رد المحتار قولہ ان کانوا یحصون جاز ہذا الشرط مبنی علی ما ذکرہ شمس الائمۃ من الضابط وھو انہ اذا ذکر للوقف مصرفا لابد ان یکون فیھم تنصیص علی الحاجۃ الی قولہ وحتی ذکر مصرفا یستوی فیہ الاغنیاء والفقراء فان کانوا یحصون صح باعتبار اعیانھم والا بطل وروی عن محمد ان ما لا یحصی عشرۃ وعن ابی یوسف مائۃ وھو المأخوذ بہ عند البعض وقیل اربعون وقیل ثمانون والفتوی انہ مفوض الی رأی الحاکم اسعاف وبحر اھ وفیہ تحت قول الدر المختار ان علی طلبۃ العلم وجعل مقرھا فی خزانتہ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد ونہر اھ۔ ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے اول شیرینی منگانا رقم وقف سے جائز ہے کیونکہ یہ مصرف فی نفسہ جائز ہے البتہ مفاسد سے جو کہ تقسیم شیرینی کے وقت پیش آتے ہیں احتراز واجب ہے دوم ستائیسوین کی قید بھی صحیح ہے سوم البتہ اگر ستائیسوین کے مصلیوں سے مراد وہ لوگ ہوں جو بعد تراویح کے شب بیداری کے لئے اہتمام کے ساتھ جمع ہوتے ہوں تو یہ مصرف صحیح نہیں کیونکہ اس اجتماع کے لئے اہتمام بدعت ہے واللہ تعالی اعلم ۱۸ رمضان ۱۳۲۵ھ

تعمیر کافر مسجد را

سوال - آیت ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر کے ذیل میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں قال الواحدی دلت ھذہ الآیۃ علی ان الکفار ممنوعون من عمارۃ مسجد من مساجد المسلمین ولو اوصی بھا لم تقبل وصیتہ اھ اور عدم جواز کی یہ وجہ لکھتے ہیں والکافر یھینہ ولا یعظمہ اور یہ بھی لکھتے ہیں۔ وایضا فقد امر اللہ علی حرمۃ المسجد تجری مجری الانعام علی المسلمین ولا یجوز ان یصیر الکافر صاحب المنۃ علی المسلمین اھ اور تفسیر خازن میں ہے واختلفوا فی المراد بالعمارۃ علی قولین احدھما ان المراد بالعمارۃ العمارۃ المعروفۃ من بناء المسجد وتشییدہ ومرمتہ عند خرابھا فیمنع منہ الکافر حتی لو اوصی بناء مسجد لم تقبل وصیتہ اھ پس

حسب قول واحدی ہندؤن کا مال تعمیر مسجد مین صرف کرنا جائز ہونا ثابت ہوتا ہی چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے مجموعہ فتاوے مین اسکو اختیار کیا ہی اور استاذنا مولنا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے مجموعہ فتاوے مین جلد ۲ صفحہ ۳۰ مین ہی تعمیر و مرمت مسجد مین شیعہ کافر کا روپیہ لگانا درست ہی ام والیضا فیہ جس کافر کے نزدیک مسجد بنانا عبادت کا کام ہے اُس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد کا ہوگا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ہندو بخوشی تعمیر مسجد کے لیئے چندہ دین تو لینا درست ہے یا نہین اگر درست ہے اور یہی قول صحیح وراجح ہے تو جواب مع ماخذ تحریر فرمائیے۔

الجواب۔ یہان دو مقام ہین ایک تحقیق حکم کی فی نفسہ دوسرے تحقیق حکم کی باعتبار خارج عارض کے سو تقریر اول کی یہ ہے کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ کی کتاب الوصیۃ مین مصرح ہی کہ کافر کی وصیت ایسے امر کے ساتھ جو اسکے اور ہمارے نزدیک قربت ہے جائز ہے پس اس بنا پر اگر کوئی ہندو اپنے اعتقاد مین اسکو قربت سمجھتا ہے تو اس قاعدہ کلیہ کے اقتضاء سے اُسکا چندہ لینا جائز ہونا چاہیئے البتہ اگر اس مسئلہ کی تفسیر یہ ثابت ہوجائے کہ اُس کے مذہب کی روسے وہ قربت ہو اور یہ بھی ثابت ہوجائے کہ اس طور پر یہ قربت نہین ہی تب البتہ عدم جواز کا حکم کیا جائے گا والظاہر ہو الاول اور مفسرین کا استنباط کرنا عدم جواز کو اس آیت سے فقہاء کے مقابلہ مین معتبر نہین کیونکہ لکل فن رجال اور آیت کے یہ معنے بھی نہین بلکہ سیاق و سباق و سبب نزول مین نظر کرنے سے مطلب آیت کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسمین رد ہے افتخار مشرکین کا عمارت مسجد حرام و سقایۃ حاج پر اسطور پر کہ مشرکین مین بوجہ فقدان ایمان کے کہ شرط ہے قبول عمل صالح کی اس عمل کی اہلیت شرعیہ نہین پس یہ عمل اُن کا مقبول نہین بلکہ کالعدم ہے اور عمل غیر مقبول پر فخر کرنا محض لغو ہے البتہ ایمان والون سے یہ عمل ضرور مقبول ہے پس اسمین جواز و عدم جواز سے تعرض ہی نہین اور للمشرکین مین لام جواز کا نہین بلکہ لام استحقاق و صلاحیت کا ہے وقد بسطتہ فی تفسیری القرآن اور تقریر ثانی کی یہ ہے کہ بوجہ احتمال منت علی المسلمین فی امر الدین کے اس سے بچنا چاہیئے جیسا سوال مین بھی نقل کیا ہے اور جو شیعی حد کفر تک نہ پہونچا ہو اُسکا حکم کافر کا سا نہین ہے واللہ اعلم ۲۳ رمضان شریف ۱۳۲۵ھ یوم پنجشنبہ۔

عدم جواز ہدم مسجد بغرض تعمیر ثانی ۱۳

سوال۔ ایک مسجد مقام اکلترہ ضلع بلاسپور مین میرے بھائی حاجی الٰہی بخش صاحب نے پانچ چھہ سال کا عرصہ ہوتا ہے طیار کی ہے مگر اب کچھ لوگ بالکل شہید کرکے دوبارہ پتھر کی بنوانا چاہتے ہین اور اسوقت مسجد مین حرج شکایت یہ ہے کہ ایام بارش مین کچھ پانی چھت کی وجہ سے آتا ہے اب حاجی صاحب شہید کرنے سے روکتے ہین اور

وہ لوگ نہین ملتے اس حالت مین اگر حاجی صاحب خرچ تعمیر مسجد کا اُن لوگون سے لینا چاہین تو اسکا کیا مسئلہ ہے جو کچھ حکم حدیث فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسب ہو تحریر فرمائیے۔

الجواب۔ اگر چھت کی شکایت ہے تو چھت کی مرمت کافی ہے بلا ضرورت پوری مسجد شہید کرنا درست نہین اور چونکہ بانی مسجد متولی ہونے مین سب سے مقدم ہے لہذا بانی مسجد اس فعل سے لوگون کو روک سکتا ہے اور منہدم کرنیوالون سے تاوان لاگت کا لے سکتا ہے لیکن اُسکو اپنے خرچ مین نہین لا سکتا بلکہ مسجد مین لگانا واجب ہوگا۔ ۲۵- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ۔

کتاب الذبائح والاضحیۃ

قربانی از میت

سوال۔ گائے یا اونٹ کی قربانی مین دو تین آدمی شریک ہون اُن مین سے ایک نے یا ایک سے زائد نے یہ خیال کیا کہ جب سات آدمی تک گائے یا اونٹ کی قربانی مین شریک ہو سکتے ہین تو مین رسول اللہ صلعم یا اور کسی بزرگ کیطرف سے یا اور کسی اپنے عزیز قریب دوست کی طرف سے خواہ وہ زندہ ہین یا اُن کا انتقال ہو چکا ہے شریک ہو جاؤن اور سات حصے پورے کریون اور اُنکی طرف سے بقدر حصہ قیمت ادا کرون یہ جائز ہے یا نہین ؟۔

الجواب۔ جائز ہے کیونکہ حی اور میّت کی طرف سے قربانی کا یکسان حکم ہے فی الدر المختار وان مات احد السبعۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح الی قولہ لقصد القربۃ من الکل اھ۔ واللہ اعلم۔ ۱۸- ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

انتفاع بجلد چرم عقیقہ

سوال۔ عقیقہ کی کھال جیسے بھی مثل قربانی کے عقیقہ کرنے والا خود منتفع ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز بنوا کر اپنے کام مین لاوے یا نہین اور بعد فروخت کرنے کے قیمت کا صدقہ کر دینا واجب ہی یا نہین۔

الجواب۔ چونکہ شرائط واجبہ فی الاضحیہ عقیقہ مین محض مستحب ہین اس لئے تصدق بالقیمۃ بھی مستحب ہوگا اور انتفاع بالجلد کے جواز مین کوئی شبہ نہین فقط واللہ اعلم۔

صرف چرم قربانی بمؤذن وغیرہ

سوال۔ بعض جگہ دستور ہے کہ قربانی کی کھالین مسجد کے خادم یا سقّون کو دیدیتے ہین اگر نہ دی جائے تو جھگڑا ہوتا ہے اس صورۃ مین قربانی مین تو کوئی فرق اور خرابی نہین آتی۔

الجواب۔ قربانی مین تو کسی حال مین فرق نہین آتا مگر یہ امر کہ یہ فعل جائز ہے یا نہین سو اسکا حکم یہ ہے کہ اگر یہ کھالین بعوض خدمت دی جاتی ہین اس طرح کہ مشروط یا معروف ہے تو جائز نہین کیونکہ یہ مبادلہ ہے بمقابلہ منافع خدمت کے جس مین معنی بیع کے ہین اور بیع انکی غرض سے منہی عنہ ہے اور اگر تبرعاً دی جائے تو جائز

ہے مگر چونکہ تبرعات مین جبر حرام ہے اس لئے چنگی ناجائز نہین ۔ فقط ۔ واللہ اعلم ۔

سوال ۔ عقدہ کے اوپر جانور ذبح ہو یا درمیان تو کھانا اُس جانور کا حلال ہے یا حرام ؟ ۔

الجواب ۔ اسمین علامہ شامی نے بہت سا اختلاف نقل کرکے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تجربہ کارون سے دریافت کرنا چاہیئے کہ فوق العقدہ ذبح کرنے سے تین رگین منجملہ چار رگ یعنی حلقوم و مرئی و ودجین کے قطع ہو جاتی ہیں یا نہین اگر قطع ہو جاتی ہون تو حلال ہے ورنہ حرام ۔ ۱۴ ۔ رمضان ۱۳۳۱ھ

سوال ۔ قیمت چرم قربانی حجاز ریلوے مین دینا کیسا ہے درست ہے یا نا درست ؟ ۔

الجواب ۔ چونکہ قیمت چرم قربانی مین تملیک واجب ہے اور چندہ ریلوے مین تملیک نہین ہوتی اس لئے اُسمین دینے سے ادا نہ ہوگا ۔ ۶ ۔ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

سوال ۔ بکری کا بچہ جس نے سور کے دودھ سے پرورش پائی ہو حلال ہے یا نہین اور اُسکی قربانی جائز ہے یا نہین ؟

الجواب ۔ فی الدر المختار کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا لا یبقی لہ اثر وفی رد المحتار ان ابن المبارک قال معناہ اذا اعتلف ایاما بعد ذلک کالجلالۃ وفی شرح الوہبانیۃ انہ یحل اذا ذبح بعد ایام ۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ وہ بچہ حلال ہے لیکن کئی روز تک اُسکو دوسرا چارہ دینا چاہیئے اس طرح قربانی بھی درست ہے فقط واللہ اعلم ۱۷ ۔ رمضان ۱۳۳۲ھ

سوال ۔ نیلام کانجی ہوس سے کوئی جانور خریدنا اور اُس کی قربانی کرنا ۔ جانورونکا کانجی ہوس بھیجنا جائز ہے یا نہین

الجواب ۔ فی الدر المختار وان غلبوا (ای اہل الحرب) علی اموالنا واحرزوہا بدارہم ملکوہا اور عملہ کانجی ہوس نائب ہین مستولین کے پس اس استیلاء تملک سے وہ جانور ملک سرکار کی ہوجاوے گا لہذا بیع کے وقت اُس کو خریدنا جائز ہے اور جب یہ بیع صحیح سے ملک مین داخل ہوگیا قربانی بھی اُس کی درست ہے البتہ عرفاً بدنامی کا موجب ہے اس لئے بلا ضرورت بدنام ہونا بالخصوص مقتدا کے لئے زیبا نہین اور کانجی ہوس مین جانور کو داخل کرنا اسمین تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی جانور کھیت مین خود گھس گیا ہے اُس کا داخل کرنا تو بالکل جائز نہین کیونکہ اس مین مالک پر ضمان نہین تو اُس سے کچھ لینا یا لینے مین اعانت کرنا ظلم ہے اور اگر کسی نے قصداً جانور کو کھیت وغیرہ مین داخل کردیا ہے اُسپر بقدر اتلاف ضمان ہے اُس مقدار تک اگر کانجی ہوس مین یا ویسے ہی اُس سے وصول کیا ہے تو جائز ہے اور اُس سے زائد بطور جرمانہ کے ناجائز ہے کیونکہ یہ تعزیر بالمال ہے اور حنفیہ کے نزدیک منسوخ ہے کما صرحوا بہ فی الدر المختار آخر باب جنایۃ البہیمۃ ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم

ان ساقها ضمن ما اتلف والا لا وقیل یضمن وقال الشامی مرجحا للقول الثانی اقول ویظہر ارجحیۃ ھذا القول لموافقتہ لما مر اول الباب من انہ یضمن ما احدثتہ الدابۃ مطلقا اذا ادخلھا فی ملک غیرہ بلا اذنہ لتعدیہ بادخالہ لم یدخلھا فتح الھدایۃ ولو ارسل بھیمۃ فاصابت زرعا علی فورھا ضمن المرسل وان مالت یمینا او شمالا ولہ طریق آخر لا یضمن لما مر اھ ۵ محرم ۱۳۲۳ھ

سوال - جس گائے کی ایک سینگ کی خول اتر جاوے اور گودی سینگ کی نہ ٹوٹے تو اس کی قربانی درست ہو یا نہیں؟ -

الجواب - ایسی گائے کی قربانی درست ہے کذا فی الدر المختار ورد المحتار واللہ تعالی اعلم - ۱۵ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال - اسوقت مدرسہ کی یہ حالت ہے کہ اکثر لڑکے مسکین وغریب پڑھتے ہیں اور کچھ طلباء باہر کے بھی ہیں وہ بھی مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور غنی کے بھی لڑکے پڑھتے ہیں مگر بعض لوگ جو غنی ہیں مدرسہ میں چندہ بھی دیتے ہیں مگر چندہ کافی نہیں ہو سکتا زیادہ یافت قربانی کی کھال ہی سے معلوم ہوتی ہے تو آیا قربانی کی کھال فروخت کرکے مدرس کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں اور مدرسہ کے دوسرے مصرف میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں اور مدرسہ کے کس کس مصرف میں جائز ہے یا کسی میں جائز نہیں جیسا آپ تحریر فرمائیں ویسا کیا جائے اور غنی کو قربانی کی کھال دینا جائز ہے یا نہیں -

الجواب - فی الدر المختار فان بیع الجلد او اللحم بای بمستھلک او بدراھم تصدق بثمنہ فی رد المحتار وسکت عن بیع الجلد بما ای بما یبقی عینہ للخلاف فیہ الی قولہ الصحیح انھما سواء الخ ان روایتوں سے دو امر معلوم ہوئے ایک یہ کہ کھال کے دام کا تصدق واجب ہے پس غریب طلباء کی اعانت کے سوا دوسرے مصارف میں صرف کرنا جائز نہیں دوسرا امر یہ کہ غنی کو کھال بعینہ دیدینا جائز ہے لیکن اگر اس سے یہ غرض حاصل کرنا ہو کہ اہل قربانی غنی کو دیدیں پھر وہ غنی بیچکر جہاں چاہے صرف کرے سو اس کی صحت کے لئے دو شرط ہیں اول یہ کہ دینے والے اسی کو مالک بنانے کی نیت سے دیں ایسا نہو کہ ایکبار اس طریق کے مشتہر کرنے کو کافی سمجھا جاوے کیونکہ جب تک دینے والے لفظی تصریح نکریں کہ ہم خاص تم ہی کو دیتے ہیں تم مالک ہو اسوقت تک ظاہر اور غالب عوام کی حالت سے یہی ہے کہ وہ بہ نیت مدرسہ میں صرف کرنے کے دیں گے اور اس صورت میں وہ غنی مالک نہو گا بلکہ وکیل ہو گا جس کی بیع بمنزلہ صاحب قربانی کے ہے اور پھر تصدق واجب ہو گا جس کی وجہ سے بجز طلباء غرباء کے دوسرے مصارف مندرجہ سوال میں صرف کرنا درست نہیں دوسری شرط یہ ہے کہ مالک بھی حقیقۃً بنایا جائے صرف حیلہ نہو جس کی علامت اور امتحان یہ ہے کہ اگر یہ غنی اس کو بیع کرکے اپنے خاص حوائج میں خرچ کرلے تو اہل عطاء کو ناگوار اور گراں نہو اور

[illegible]

مصرف چرم قربانی در مدرسہ و حکم دادن آن بغنی

اُس کی شکایت و مذمت یا دل میں اُس سے کدورت و انقباض نکریں اور اگران دو شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہوگی تو وہ غنی مالک ہی نہوگا بلکہ وکیل ہوگا جس کا حکم بضمن بیان شرط اول گذر چکا ہے خوب سمجھ لیا جائے اور مدرسہ چلانے کی ضرورت سے ناشروع افعال کسی طرح مشروع و مباح نہیں ہوسکتے واللہ اعلم ۲۰- ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

سوال - قربانی کی کھال کی قیمت سے مدرس مدرسہ کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہو تو اُس کا ثبوت کیا ہے -

الجواب - فی الدر المختار ویتصدق بجلدہا الی قولہ فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ وفیہ الصدقۃ کالھبۃ بجامع التبرع وحینئذ لا تصح غیر مقبوضۃ الخ ان روایات سے معلوم ہوا کہ قیمت چرم قربانی کا تصدق بطور تبرع کے واجب ہے اور ظاہر ہے کہ مدرسین کو تبرعاً نہیں دیا جاتا لہذا تصدق واجب ادا نہ ہوگا اس لئے جائز نہیں علی ہذا جس میں تملیک و قبض نہو جیسے مساجد وغیرہ میں خرچ کرنا یہ بھی جائز نہیں جیسا دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم - ۲- ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

سوال - ایک گائے واسطے قربانی کے ہے کہ جس کے سینگ دونوں جڑ سے ٹوٹ گئے ہیں اور اندر کے گودے یعنی ہڈی نہیں ٹوٹی ہے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں -

الجواب - فی رد المحتار ویضحی بالجماء ہی التی لا قرن لہا خلقۃ وکذا العظماء التی ذہب بعض قرنہا بالکسر او غیرہ فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز قہستانی وفی البدائع ان بلغ الکسر المشاش لا یجزئ والمشاش رؤس العظام مثل المرکبتین والمرفقین اھ جب گائے کے سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے تو اندر کی جو ہڈی جوڑ کی ہے جس کے اندر مغز ہے وہاں تک شکستگی پہونچ گئی پس بنا بر روایت مذکورہ اُس کی قربانی جائز نہیں گو اندر کی ہڈی نہ ٹوٹی ہو واللہ اعلم ۱۳- ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

سوال - میت کی طرف سے اگر قربانی کی جائے تو اُس کے گوشت کی تقسیم کا کیا حکم ہے -

الجواب - فی الدر المختار فرع ۲ من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع فی اضحیۃ نفسہ من التصدق والاکل والاجر للمیت والملک للذابح قال الصدر والمختار انہ ان بامر المیت لا یاکل منہا والا یاکل بزازیہ وسیذکرہ فی النظم اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ قربانی میت کی طرف سے دو طور پر ہے ایک یہ کہ میت اپنے ترکہ سے قربانی کرنے کی وصیت کر مرا اس قربانی کا تمام گوشت مساکین کو دینا واجب ہے دوسرے یہ کہ کوئی شخص اپنے مال سے تبرعاً میت کی طرف سے قربانی کرے اس میں قربانی کرنے والے کو اختیار ہے جتنا چاہے کھلائے جتنا چاہے رکھے خواہ کل خود کھالے فقط واللہ اعلم ۱۸- ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

عدم وجوب قربانی بر فقیر بہ نیت قربانی در جانور مملوکہ

سوال - ایک شخص غیر صاحب نصاب نے موسم قربانی مین ایک جانور قربانی کیا اور ایک بزغالہ جو اُسکی ملک تھا اُس پر اشارہ کر کے کہا کہ بسال آئندہ انشاء اللہ اُسے قربانی کرین گے آیا یہ نیت منعقد ہوگئی اور اس جانور کی قربانی واجب ہوگئی یا اس کے بجائے دوسرا بھی کرسکتا ہے۔

الجواب - فی رد المحتار تحت قول الدر المختار وفقیر شراہا لہا مانصہ فلو کانت فی ملکہ فنوی ان یضحی بہا او اشتراہا ولم ینو الاضحیۃ وقت الشراء ثم نوی بعد ذلک لا یجب لان النیۃ لم تقارن الشراء فلا تعتبر بدائع بنا بر اس روایت کے صورت مسئولہ مین اس شخص پر اس بزغالہ کی قربانی واجب نہین فقط یکم جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

ذبیحہ کتابی — ذبیحہ تارک الصلوۃ — ذبیحہ فروختہ ہندو — ذبیحہ غیر مزکی

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین کہ ذبیحہ[1] کافر کتابی ذبیحہ مسلم تارک الصلوۃ اور فروختہ ہندو وا ذبیحہ جسکی ذکات ثابت نہو کیسا ہے - اور عروق[2] کون کون ہین - اور ذبیحہ[3] کی جگہ مقرر کرنا تبرک جانکر سوائے عیدگاہ کیسا ہے - اور ذبیحہ[4] کی جو کل عروق قطع نہ ہو وین تو ذبیحہ درست ہے - کس کس[5] اشیاء سے ذبح جائز ہے - اور ذبیحہ[6] کے ذبح مین بسم اللہ اللہ اکبر معین کو بھی چاہیئے اگر نہ کہے تو کیسا ہے - اور چھری[7] کب تیز کرے اور ذبیحہ[8] عورت نابالغ کا جائز ہے یا نہین - اور[9] سوائے اسکے کون کون ذبیحہ جائز اور کون کون نا جائز ہے بینوا توجروا -

الجواب - ذبیحہ کتابی کا بنص قرآنی حلال ہے قال اللہ تعالی وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم ای ذبائح الیہود والنصاری جلالین مگر شرط یہ ہے کہ غیر خدا کے نام سے ذبح نکرے ورنہ حرام ہے فی الدر المختار کلا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح علیہ السلام اور بعض فقہا نے شرط لگائی ہے کہ کتابی یہودی معتقد الوہیۃ عزیر علیہ السلام ونصرانی معتقد الوہیۃ عیسی عم نہ ہو مگر عامہ روایات مطلق ہین مگر احتیاط یہ ہی کہ موضع اختلاف سے تحرز کرین ہکذا حققہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار ذبیحہ تارک الصلوۃ کا حلال ہے کیونکہ نماز شرائط جواز ذبح سے نہین فی الدر المختار وشرط کون الذابح مسلما الخ من غیر تقیید بالمصلی ذبیحہ فروختہ ہندو حلال نہین اگرچہ وہ کہے کہ اسکو مسلمان نے ذبح کیا ہے فان ہذا ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات در مختار وفی رد المحتار عن التاتارخانیۃ عن جامع الجوامع لابی یوسف من اشتری لحما فعلم انہ مجوسی واراد الرد فقال ذبحہ مسلم یکرہ اکلہ اھ ومفادہ ان مجرد کون البائع مجوسیا تثبت الحرمۃ اھ البتہ اگر وقت ذبح سے وقت اشتراء تک کوئی مسلمان اسکو دیکھتا رہے اُسوقت حلال ہی نہین معلوم مراد سائل کی لفظ ذکات سے کیا ہے یہ لفظ بذال معجمہ تو بمعنے ذبح کے ہے سو بدون ذبح شرعی کے حقیقی ہو یا حکمی حلت ثابت نہین ہوتی اور اگر مراد زکوۃ دینا ہے سو جو شخص زکوۃ نہین دیتا ہے مگر فرض جانتا ہے اُسکا ذبیحہ حلال ہے ورنہ باوجود مسلمان ہونیکے فرض نہین جانتا

وہ مرتد ہے اُسکا ذبیحہ حرام ہے لا تحل ذبیحۃ وثنی ومجوسی ومرتد در مختار - اور عروق ذبح ایک حلقوم ہے یعنی سانس آنے جانے کی راہ جسکو نرخرا کہتے ہیں دوسری مری یعنی طعام وشراب کی راہ - تیسرے چوتھے ودجین یعنی دونوں شہرگ جو حلقوم اور مری کے چپ وراست ہیں وعروقہ الحلقوم والمری والودجان درمختار اگر تعظیم غیر اللہ کی مقصود نہو تو تعیین مکان ذبح جائز ہے مگر ضروری نہ جاننے فی المشکوٰۃ عن ثابت الضحاک قال نذر رجل علی عہد رسول اللہ صلعم ان ینحر ابلا ببوانۃ فاتی رسول اللہ صلعم فقال ھل فیھا وثن من اوثان اھل الجاھلیۃ یعبد قالوا لا قال فھل کان فیھا عید من اعیادھم قالوا لا قال رسول اللہ صلعم اوف بنذرک رواہ ابو داؤد - اور اگر کل عروق قطع نہوں تو تین کا کٹ جانا کافی ہے وحل المذبوح بقطع اے ثلاث منھا درمختار - جس سے رگیں کٹ جائیں اور خون بہے ذبح جائز ہے وحل بکل ما فری الاوداج وانھر الدم ولا سنا وظفرا قائمین درمختار تسمیہ فقط واسطے ذابح کے ہے وشرط التسمیۃ فی الذابح درمختار جانور کے لٹانے سے پہلے تیز کرنا چھری کا مستحب ہے فی الدر المختار وندب احدادہ شفرتہ قبل الاضجاع اور ذبیحہ عورت اور نابالغ کا بشرطیکہ ذبح کرسکتا ہو اور بسم اللہ کہے جائز ہے او امرءۃ او صبیا یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر درمختار - ۵ سوال کی کوئی صورت معین کرنا چاہیئے تاکہ جواب دیا جاوے یوں بہت سے جائز بہت سے ناجائز ہیں -

سوال - مذبوحہ فوق العقدہ کا کیا حکم ہے حلال یا حرام یا مکروہ -

الجواب - مذبوحہ فوق العقدہ میں فقہا کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک مطلقا حرام ہے بعض کے نزدیک مطلقا حلال ہی چنانچہ طحطاوی نے یہ سب اختلاف نقل کئے ہیں اور جانبین کے دلائل ذکر کیے ہیں لیکن ترجیح حرمت کو دی ہے اور کہا ہے کہ احتیاط متفق علیہ میں ہے یعنی مذبوحہ تحت العقدہ بالاتفاق حلال ہے اُسکو حلال کہنا چاہیئے اور مختلف فیہ سے احتراز واجب ہے قال صاحب المواھب یتعین الذبح بین الحلق واللبۃ تحت العقدۃ وقیل مطلقا وکذا قال ابن کمال باشا المذبح فوق العقدۃ وافتی بعضھم بالجواز ومال الزیلعی الی تعیین الذبح تحتھا وکذلک الشمنی وذکر نحوہ ملا علی وذکرہ الشرنبلالی عن الزیلعی واقرہ وقال الاتقانی عن الرستغفنی ویجوز اکلھا سواء بقیت العقدۃ مما یلی الراس او مما یلی الصدر وشنع علی من افتی بالحرمۃ فی ذلک - والذی ظھر لی ان الحق قول الزیلعی ومن معہ وعلی کل فالاحتیاط

ع۵ کتاب الذبائح والاضحیہ سے چوتھے سوال کے جواب میں اسکی تفصیل ملاحظہ کے قابل ہے ۱۲ منہ -

فی المتفق علیہ طحطاوی مختصراً کلکتی ج ۴ ص ۱۵۰- واللہ اعلم ۲۳- جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

دادن چرم اضحیہ باجرت جزار

سوال- کیا حکم ہے شرع کا اسمین کہ کھال قربانی کی قصاب کو اجرت مین دینا یا قیمت جانور مین محسوب کرنا جیسا فی زمانا اکثر لوگ کرتے ہین اور جو لوگ بطمع نفع قلیل دیتے ہین یا لیتے ہین اُنکا کیا حکم ہے المستفتی جناب خانصاحب کانپور-

الجواب- قربانی کا کوئی جز کھال ہو یا گوشت اجرت قصاب مین دینا یا قیمت مین مجرا کرنا سخت ممنوع ہے فی الدر المختار ولا یعطی اجر الجزء منہا لانہ کبیع واستفیدت من قولہ علیہ السلام من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ہدایہ- اور جو لوگ ایسا کرکے دنیا کے نفع کو آخرت کے ثواب پر ترجیح دیتے ہین اُنکے عتاب کے لیے یہ آیت بس ہے بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاٰخرۃ خیر وابقی- واللہ اعلم ۲۹- ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

ہبہ کردن شرکاء حصہ خود را قبل تقسیم

سوال- قربانی کے بقرہ کا کلہ شرکا آپسمین راضی ہوکر قبل تقسیم گوشت کسی شخص کو ہبہ دیدین تو قربانی جائز ہے یا نہین-

الجواب- اگر سب نے کسی فقیر کو دیدیا یا غنی کو دیا لیکن شرکا مین سے کسی نے قربانی کی نذر نکی تھی تو جائز ہے کیونکہ تقسیم واجب نہین کہ ترک واجب کوئی محذور لازم آئے اور اگر اُسمین کوئی ناذر تھا اور غنی کو دیا تو جائز نہین کیونکہ تقسیم کرکے ناذر کا حصہ فقرا پر تصدق کرنا واجب ہے پس قربانی تو جائز ہوجائے گی لیکن ناذر پر قیمت اپنے حصہ منجملہ کلہ کے تصدق کرنا واجب ہے فی الطحطاوی انظر ھل ھذہ القسمۃ متعینۃ اولا حتی لو اشتری لنفسہ ولزوجتہ ولاولادہ الکبار بدنۃ ولم یقسموھا تجزیھم اولا والظاھر انھا لا تشترط لان المقصود منھا الاراقۃ وقد حصلت وفی فتاوی الخلاصۃ والفیض تعلیق القسمۃ علی ارادتھم وھو تؤید ما سبق غیرانہ اذا کان فیھم فقیر والباقی اغنیاء یتعین علیہ اخذ نصیبہ لیتصدق بہ ۱۲ وفی الدر المختار ولا یاکل الناذر منھا فان اکل تصدق بقیمۃ ما اکل ۱۲- قلت اکل نفسہ واطعام الغنی سواء ۱۲ واللہ اعلم

استخوان شکستن عقیقہ

سوال- کیا فرماتے ہین علماے دین کہ عقیقہ مین ہڈی توڑنا درست ہے یا نہین اور اوجھڑی کس کو دیجائے- بینوا توجروا-

الجواب- ہڈی توڑنا جانور عقیقہ کی درست ہے- فی رد المحتار وھی شاۃ تصلح للاضحیۃ تذبح للذکر والانثی سواء فرق لحمھا نیا او طبخت مجموعۃ او بدونھا مع کسر عظمھا اولا واتخاذ دعوۃ اولا اھ ج ۵ ص ۲۱۳ اوجھڑی کا کوئی مصرف معین نہین جسکو چاہے دے جیسا قربانی مین اختیار ہے فی اشعۃ اللمعات وہرچہ

دراضحیہ معتبر است از شرائط واحکام درعقیقہ نیز معتبر ست ج ۳ صفحہ ۳۹۵ واللہ اعلم۔

کتاب الحظر والاباحۃ

سوال۔ پردہ کی نسبت کیا حکم ہے آیا پردہ فرض ہے یا واجب ہے یا کیا۔

الجواب۔ پردہ کے دو معنے ہین ایک ستر دوسرے حجاب ستر تو فرض ہے تفصیل اُسکی یہ ہے کہ مرد کو مرد کا سارا بدن دیکھنا جائز ہے مگر ناف سے زانو تک جائز نہین اور عورت کو عورت کا بھی اتنا ہی بدن دیکھنا جائز ہے اور اپنی مملوکہ حلالعہ شرعی اور اپنی زوجہ کا سارا بدن دیکھنا جائز ہے اور اپنے محارم کا منہ اور سر اور سینہ اور پنڈلیان اور دونون بازو دیکھنا بشرط امن شہوت جائز ہے اور اُنکی پشت اور شکم دیکھنا جائز نہین اور غیر کی مملوکہ کا بھی اتنا ہی بدن دیکھنا جائز ہے او اجنبی آزاد عورت کا کچھ دیکھنا جائز نہین مگر چہرہ اور ہتیلیان دیکھنا بشرط امن شہوت جائز ہے اور اگر شہوت کا خوف ہو تو بغیر حاجت ضروری شرعی کے دیکھنا جائز نہین ہان اگر حاجت ہو جیسے حاکم کو حکم کرتے وقت اور گواہ کو شہادت کے وقت تو چہرہ دیکھنا جائز ہے اور طبیب کو مرض موضع دیکھنا جائز ہے اگرچہ لوگون کو خوف شہوت کا ہو باقی حتی الوسع شہوت کو دبیے دور کرے چنانچہ یہ روایت قدوری کی شاہد اس مضمون کی ہے ولا یجوز ان ینظر الرجل من الاجنبیۃ الا وجہہا وکفیہا فان کان لا یامن الشہوۃ لا ینظر الی وجہہا الا لحاجۃ ویجوز للقاضی اذا اراد ان یحکم علیہا وللشاہد اذا اراد الشہادۃ علیہا ان ینظر الی وجہہا وان خاف ان یشتہی ویجوز للطبیب ان ینظر الے موضع المرض منہا وینظر الرجل من الرجل الی جمیع بدنہ الا ما بین سرتہ الی رکبتیہ ویجوز للمرأۃ ان تنظر من الرجل الی ما ینظر الرجل الیہ منہ ویجوز ان تنظر المرأۃ من المرأۃ الی ما یجوز للرجل ان ینظر الیہ من الرجل وینظر الرجل من امتہ التی تحل لہ وطیہا ومن زوجتہ الی فرجہا وسائر جسدہا وینظر الرجل من ذوات المحارم الوجہ والراس والصدر والساقین والعضدین اذا امن الشہوۃ ولا ینظر الی ظہرہا وبطنہا وینظر الرجل من مملوکۃ غیرہ الی ما یجوز ان ینظر الیہ من ذوات محارمہ پس ستر اس تفصیل سے فرض ہے دوسرا حجاب ہے جو آجکل شرفا مین معمول ہے کہ عورت مرد اجنبی کو بالکل بدن نہین دکھاتی اور غالباً غرض سائل کی اُسی کا پوچھنا ہے پس یہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر تو فرض تھا لقولہ تعالے وقرن فی بیوتکن ولقولہ تعالے واذا سألتموھن متاعاً فسئلوھن من وراء حجاب الآیۃ اور مومنین اُمت کی

عہ یعنی جس سے صحبت حلال ہو ۱۲ منہ۔

عورتوں پر فرض نہیں چنانچہ روایت بالا سے معلوم ہو چکا کہ اجنبی عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا بشرط امن شہوت جائز ہے البتہ یہ حجاب سنت اور واجب استحسانی ہے اور بنظر مصلحت[عہ] و رفع شر و فتنہ ضروری ہے لقولہ تعالےٰ یا ایہا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین الآیہ تفسیر حسینی میں ہے گویند در شان زانیان است کہ شبہا بر سر راہ ہا نشستندے و دست تعدی بدامن کنیزان رسانیدندے۔ وسعدی رح می فرماید کہ دران وقت حرائر را علامت آن بود کہ سر پوشیدہ در راہ افتند وجواری سر برہنہ بودندے چون آن بدکاران از سر پوشیدگان تحاشی می نمودند لاجرم آیۃ آمد اے پیغمبر بگو مر زنان خود را و دختران خود را و زنان مومنان را کہ بوقت بیرون رفتن از خانہ نزدیک گردانند و فرو گذارند بر روہا و بدنہائے خویش چادر ہائے خود یعنی وجوہ و ابدان بوشند این پوشیدن سر و روئے و بدن نزدیکتر است بآنکہ ایشان را بشناسند بصلاح و عفت یا متمیز شوند بآزادی پس ایذا کردہ نشوند یعنی آن زانیان تعرض کنند ایشان را انتہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم فتنہ کے سبب سے ہوا و فی الدر المختار صفحہ ۲۷۲ من المجلد الاول وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین الرجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ کمسہ وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ کما یاتی فی الحظر انتہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کریمہ قل للمؤمنات یغضضن من ابصارہن الآیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ مترجم گوید کہ حاصل این آیت آنست کہ مواضع زینت دو قسم است آنچہ در ستر آن حرج است و آن وجہ و کفین بود و آنچہ در ستر آن حرج نیست مانند سر و گردن و عضد و ذراع و ساق پس ستر وجہ و کفین از اجنبیان فرض نیست بلکہ سنت است و ستر غیر آن از اجنبیان فرض است نہ از محارم واللہ اعلم فتح الرحمن اور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رح کریمہ واذا سألتموہن متاعا فسئلوہن من وراء حجاب الآیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اور اس آیۃ میں حکم ہوا پردہ کا کہ مرد حضرت کی ازواج کے سامنے نہ جائیں سب مسلمانوں کی عورتوں پر یہ حکم واجب نہیں اگر عورت سامنے ہو کسی مرد کے سب بدن کپڑوں میں ڈھکا تو گناہ نہیں اور اگر نہ سامنے ہو تو بہتر ہے موضح القرآن پس خلاصہ جواب یہ ہوا کہ ستر فرض ہے اور حجاب بنظر مصلحت واجب ہے فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۸ شعبان یوم الاربعا سنہ ۱۳۰۰ھ

سوال بر این فتوی۔ آپ کی تحریر سے ثابت ہوا کہ پردہ جائز ہے اگر نہ کرے تو گناہ نہیں اور مصلحۃ واجب کیسے کہتے ہیں اسکا مفصل حال لکھو۔

عہ حاصل اسکا وجوب لغیرہ ہے ۱۲ منہ عہ یعنے غیر واجب ۱۲ منہ۔

الجواب - میری تحریر سے جائز ہونا پردہ کا ثابت نہین ہوتا خود یہ عبارت اُسمین موجود ہے (پس ستر وجہ وکفین از اجنبیان فرض نیست بلکہ سنت ست) پس جائز ہونا کہین ثابت نہین ہوتا اور یہ جو لکھا ہے کہ اگر کوئی نہ کرے تو گناہ نہین یہ بھی ثابت نہین ہوتا کیونکہ یہ عبارت اُسمین موجود ہے (اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم فتنہ کے سبب سے ہوا) تو جو حکم کسی علت سے ہوتا ہے جب وہ علت پائی جائے گی حکم بھی ضرور پایا جائیگا پس جب پردہ کا حکم بہ علت خوف فتنہ ہوا تو جہان خوف و اندیشہ فتنہ ہوگا جیسے جوان عورت مین اُسپر یہ حکم بھی ضرور واجب ہوگا اگر نہ کریگی تارک واجب اور گنہگار ہوگی البتہ جہان احتمال فتنہ کا نہو جیسے ساٹھ ستر برس کی بڑھیا تو اُسپر یہ حکم بھی واجب نہین اور اگر وہ پردہ نکرے تو گنہگار نہوگی ہان تارک سنت ہے اور واجب مصلحۃ کے یہ معنے نہین کہ لوگون نے مصلحت دیکھکر واجب کردیا بلکہ یہ معنے ہین کہ شریعت نے اُسکا وجوب ایک مصلحت پر مبنی رکھا ہے جب وہ مصلحت ہوگی وجوب بھی رہے گا جب وہ مصلحت نہ ہوگی وجوب بھی نہ رہے گا جیسا پردے مین مصلحت دفع شر و فتنہ ہے دجودہ بوجودھا وعدمہ بعدمھا بخلاف دیگر واجبات مطلقہ کے کہ اُنمین حکم قائم مقام علت کے ہوجایا کرتا ہے کما لایخفی علی من لہ ادنی مسکۃ فی الفقہ ھذا ماعندی واللہ اعلم

۵ - رمضان چہار شنبہ ۱۳۰۰ھ

سوال - ماقولکم رحمکم اللہ پنکھا لگانا مساجد مین بہ نیت ترویح مصلیان یا بارادہ تزئین مسجد درست ہے یا نہین اگر درست ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حر رمضا کی شکایت کیون نہ دفع کی اور نہین تو طرق مباحہ ملابس و مساکن و مطاعم وغیرہ و قنادیل و شامیانہ وغیرہ اشیاء تزئین مین اور اسمین کیا فرق ہے حاصل یہ کہ یہ امر منجملہ بدعات قبیحہ ہے یا نہین نصوص و اشارات کتاب و سنت و روایات فقہیہ سے جواب عنایت ہو بینوا توجروا من عند اللہ۔

الجواب مسجد حقیقت مین ایک دربار شاہنشاہی خداوندی ہے اور اُسمین نماز پڑھنی حاضری دربار شاہی ہے جیسے دربارون مین حاضر ہوکر بادشاہ کو آداب مجرا بجالاتے ہین اور آگر اظہار بندگی و بر ستندگی کرتے ہین اسیطرح مسجد مین حاضر ہونے سے یہی مقصود ہے کہ خداوند عالم کے روبرو دست بستہ کھڑے ہوکر اپنی عبودیت کا اظہار کرین حقیقت نماز کی یہی ہے اور اسی وجہ سے اسمین خشوع و خضوع پر نظر ہے جسقدر خشوع و خضوع بجالائیگا اُتنی ہی اُسکی بندگی پسند آئے گی جب یہ معلوم ہوچکا کہ مسجد ایک دربار ہے اور اُسکے حاضرین درباری ہین تو اب سمجھنا چاہیے کہ دربار کی رونق و علو کو کوئی مکروہ و غیر مستحسن نہین سمجھتا اور خود بادشاہ بھی زیب و زینت کو کوئی

مذموم و قبیح جانی مگر جو درباری صورت تکبر کی جو کہ منافی علت نمائی حاضری یعنی بندگی کی ہے بناکر آوین نیز بادشاہ و نیز اہل عقل کو زشت و منکر معلوم ہوگا اسی طرح جب مسجد دربار خداوندی ٹھہرا اور حاضرین درباری قرار دیئے گئے تو مسجد و اہل مسجد کی رونق و زینت کو تو عقل و نقل جائز رکھتی ہے قال اللہ تعالی فی بیوت اذن اللہ ان ترفع الآیہ و قال تعالی خذوا زینتکم عند کل مسجد الآیہ البتہ حاضران دربار اگر صورت فخر و تکبر کی بناکر حاضر ہون بیشک مواخذ و معاتب ہونگے پس اب دیکھنا چاہیئے کہ کونسی چیز زینت دربار و اہل دربار ہے وہ درست ہوگی اور کونسی چیز فخر و تکبر کی ہے وہ قبیح ہوگی پس شامیانہ و قنادیل و فروش وغیرہا کہ مقصود ان سے زینت مسجد ہے برمحل ہونگے اور مسجد مین پنکھا لگانا کہ زیادہ مقصود اس سے ترویح مصلیان ہے بے موقع ہوگا کہ خود تو شاہنشاہ مطلق کے روبرو دست بستہ کھڑے ہین اور خادم پنکھا کر رہا ہے کیسی نازیبا صورت ہوگی ادھر تو ارشاد ہے و قوموا للہ قانتین الآیہ اور یہ صورت قنوت و تواضع سے کسقدر درجہ دور ہے ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اگر کوئی ادنے حاکم کے دربار مین جائے کیسے ہی زیب و زینت کرے اور عمدہ کپڑے پہنے ہو وہ ناخوش نہ ہوگا اور جو ایک خادم ساتھ پنکھا کرتا جائے بیشک مورد عتاب حاکم ہوگا پھر کیا خداوند جلشانہ کا اتنا بھی لحاظ و خیال نہین مصدق تعالی و ما قدروا اللہ حق قدرہ الآیہ پھر یہ کہ اسوقت کون کھینچے گا اگر کسی مسلمان سے کھچوایا تو اسکی نماز نہ پڑھنے پر راضی ہوئے اور اسکو ترک جماعت کا امر کیا اور جو کسی کافر سے کھچوایا تو بلا وجہ کافر کو مسجد مین داخل کرنا کیا ضرور ہے اور اگر نماز مین پنکھا نہ کھچا اور خارج نماز کیا تو کیا ہوا اول تو لگاتے اسی واسطے ہین خارج نماز کے دستی پنکھے سے بھی ضرورت رفع ہو سکتی ہے پھر اتنا تکلف کرنا سوائے وقت نماز کے اور کس وقت کیلئے ہے دوسرے پھر بھی اسمین صورت فخر و تکبر کی ہے یہی وجہ ہے کہ پہلے لوگون نے مساجد مین سب کچھ تکلف کئے مگر یہ کبھی نہین سوجھی کیا وہ لوگ کر نہ سکتے تھے مگر یہی ہے کہ اسکی صورت ہی نہایت مکروہ ہے مساجد کیا دیوانخانے ہوجائینگے رہے اور تکلفات مثل شامیانہ و قنادیل و فروش کہ محض زینت مکان کے لئے ہین یہ چندان قبیح نہین اگرچہ زائد از حاجت یہ بھی فضول ہین اور اسقدر تزئین واہیات ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے

ع۵ استدل بعموم اللفظین ۱۲ منہ عہ کما فی الحاجۃ الیہ غالباً ۱۲ منہ سہ بلکہ فتاوی مجمع برکات مین لکھا ہے کہ اگر دوسرا شخص نمازی کو پنکھا جھلتا ہو اور نمازی اس سے راضی ہو تو نماز فاسد ہوجاویگی عبارت اسکی یہ ہے فی الجامع لو روح غیر المصلی مصلیا و رضی بروحہ تفسد صلوتہ عند مشائخنا وھو الاحوط لانہ یصیر مرد حانی الصلوۃ کذا فی الخزانۃ الجلالیۃ انتھی۔ از رسالہ احکام التراویح اگرچہ یہ روایت مرجوح ہے لیکن غایت درجہ کی اسمین قباحت و شناعت ہوگی جو بعض بزرگون نے اسکو مفسد سمجھا ۱۲ منہ عفی عنہ۔

ہین ما امرت بتشیید المساجد اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین لتزخرفنہا کما زخرفت الیہود والنصاریٰ[1] ابو داؤد تو فی الواقع جسقدر تکلفات مساجد مین بڑھ گئے ہین جو زائد حاجت سے ہین سب فضول ہین مگر چونکہ اصل سب کی محتاج الیہ ہے اگرچہ لوگون نے اُسپر زیادتیان کرلی ہین اسوجہ سے کسیقدر جرم کم بُری ہین مثلاً شامیانہ کہ حقیقت مین دہوپ سے بچنے کے لئے مثل چھت کے ہے اصل مین ایسی چیز محتاج الیہ ہے مگر اُسپر یہ تکلفات کہ کپڑا اُسکا رنگین و منقش و بیش قیمت و مکلف ہو یہ فضول ہے فرش ہے اصل مین اسکی احتیاج ہے تاکہ کپڑے اور بدن خاک مٹی سے بچین مگر اُسمین یہ افراط کہ بیش بہا شطرنجیان اور قالین اُسپر اقسام اقسام کے[2] یہ لغو قندیل ہے اصل مین اسکی حاجت ہے تاریکی مین مسجد مین روشنی ضرور ہے مسجد کی دیوارین تیل سے بچانے کے لئے اور نیز چراغ کو ہوا سے بچانے کے لئے اگر چراغ کسی قندیل مین رکھدیا کچھ حرج نہ تھا مگر اُسپر یہ زیادتی کہ ضرورت ایک کی وہان بیسون لٹک رہی ہین کہین چمنی کہین فانوس کہین گلاس کہین ہانڈی کہین جھاڑ کہین لالٹین پھر اُسمین موم اور چربی کی بتیان حاجت سے زائد یہ واہیات دیوارین ہین پائداری کیلئے چونہ گچ کافی ہین پھر اُسمین یہ تکلف کہ بیل بوٹے رنگ برنگ سرخ و زرد یہ سب فضول ہے اس لئے متولی کو فضولیات کا وقف سے بنانا جائز نہین اگر بناویگا ضمان آویگا اما المتولی یفعل من مال الوقف ما یرجع الی احکام البناء دون ما یرجع الی النقش حتی لو فعل یضمن واللہ اعلم بالصواب ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۶۲۴ پس یہ سب تکلفات فضول اور واہیات ہین اور ترک انکا ضروری ہے مگر چونکہ اصل ان سب اشیا کی محتاج الیہ ہے اس لئے انمین چندان قباحت نہین بخلاف پنکھے کے کہ اصل مین اُسکی کوئی حاجت شدید نہین۔ ہوا سب جگہ آتی ہے مگر پھر بھی جسقدر تھوڑی بہت حاجت ہے اُسکے لئے دستی پنکھا کافی ہے اب اسپر قناعت نکرنا اور گرجا گھر کی طرح پنکھا باندھنا مسجد کی صورت اور اپنی سیرت خراب کرنا ہے پھر شاید اپنے خادمونکو ساتھ لاکر نماز مین پانون دبوانے لگین کہ یہ بھی ایک قسم کی راحت ہے مگر جس شخص کو خدا عقل سے بہرہ ہوگا وہ اسبات کو بیشک قبیح و مستہجن سمجھے گا بندگی کرنے آیا ہے یا بندگی کرانے حضرت مولانا محمد اسحٰق محدث رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد مین تشریف لاتے تھے جوتا اپنے ہاتھ سے اُٹھاتے اور کسیکو نہ دیتے تھے خیر اسقدر تو احتیاط ہم ناکارون سے نہین ہوسکتی مگر

[1] فی صحیح البخاری امر عمر رضہ ببناء المسجد قال اکن الناس من المطر وایاک ان تحمر او تصفر فتفتن الناس قال انس یتباہون بہا ثم لا یعمرونہا الا قلیلا جلد اول صفحہ ۶۴ منہ وایضا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر الزمان الاتی مساجدہم عامرۃ وہی خراب ۱۲ وقال الشامی فی اقسام البدعۃ ناقلا عن الشرح الجامع الصغیر للمناوی عن تہذیب النووی وقال ومنہ فی الطریقۃ المحمدیۃ للبرکلی ومکروہۃ کزخرفۃ المساجد انتہی جلد اول صفحہ ۳۷۶ فقط منہ۔

[2] یا مسند تکیے لگیں یا میز کرسی بچھنے لگیں کہ اسمین بھی آسایش ہے ۱۲ منہ عفی عنہ۔

جتنی بے احتیاطی ہوچکی چاہیئے تو اُسکی بھی درستی کرین جو یہ بھی نہ ہو سکے تو اور نہی تو نہ ترا نشین نقل مشہور ہے گذشتہ را صلوٰۃ آیندہ را احتیاط ہذا ما یحکم بہ العقل الصحیح ومضمار البحث والاستدلال فسیح واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۲۔ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ

سوال۔ مین نے جب سے یہ حدیث مشکوٰۃ کی سنی ہے تب سے بدکار عورتونکا گھر مین آنا جانا بند کردیا ہے عن ام سلمۃ رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عندھا وفی البیت مخنث فقال لعبد اللہ بن ابی امیۃ اخی ام سلمۃ یا عبد اللہ ان فتح اللہ لکم غدا الطائف فانی ادلک علی ابنۃ غیلان فانھا تقبل باربع وتدبر بثمان فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخلن ھؤلاء علیکم متفق علیہ اب عرض یہ ہو کہ اس حدیث سے یہ مطلب نکل سکتا ہی یا نہین۔

الجواب۔ ممانعت اس قسم کی عورتون کے آنے کی اس آیت سے نکلتی ہے لا یبدین زینتھن الا لبعولتھن الی قولہ تعالیٰ او نسائھن الآیہ شاہ ولی اللہ صاحب رح تفسیر کرتے ہین یا زنان خویش یعنی غیر اہل قیادہ اور دوسری جگہ لکھا ہے یعنی غیر قوادہ۔ و قواد بالفتح وتشدید واو ودال مہملہ دلال وبمعنی مرد بے غیرت وقلتبان از لطائف وغیرہ ۱۲ غیاث ۱۲ اور شاہ عبد القادر صاحب نے فرمایا اور اپنی عورتین جو نیک چال کی ہون اُنسے بھی اتنا ضرور ہے اور بدراہ عورتون سے کنارہ پکڑنا واللہ اعلم ۱۲۔

سوال۔ میلہ ہائے ہنودان مین مثل میلہ ہردوار یا گنگا واسطے تجارت کے جانا جائز ہے یا نہ اور جانے والا مرتکب کبیرہ کا ہوتا ہے یا نہ۔

الجواب۔ اگر کوئی چیز سوا اُس میلے کے کہین نہ بکتی ہو اُسکی خرید وفروخت کیواسطے جانا بضرورت جائز ہے اور بلا ضرورت جانا بہتر نہین کہ ایسے مجمعون مین شان مغضوبیۃ کی ہوتی ہے اُنمین شریک ہونا غضب الٰہی کا حصہ لینا ہے اگرچہ اُس مجمع والون کی برابر گناہ نہ ہو مگر خالی نرہے گا لا ینتھی الناس عن غزو ھذا البیت حتی یغزو جیش حتی اذا کانوا بالبیداء او ببیداء من الارض خسف باولھم وآخرھم ولم ینج اوسطھم قلت یا رسول اللہ فمن کرہ منھم قال یبعثھم اللہ علی ما فی انفسھم ترمذی جلد ۲ ص ۲۳ تو جب باوجود کراہت کے عذاب مین شریک ہوگئے تو جو خوشی سے جائین وہ کیونکر بچین گے واللہ اعلم ۳۰۔ محرم ۱۳۰۱ھ

سوال۔ خضاب لگانا کیسا ہے فقط۔

الجواب۔ خضاب سرخ بالاتفاق جائز بلکہ مستحب ہے اور سیاہ خضاب جہاد مین ہیبت دشمن کیلیے بھی جائز ہے اور محض زینت کیواسطے مختلف فیہ ہے عامہ مشائخ کا قول کراہتہ ہے اور امام ابو یوسف رح نے

سلہ اس سب کا حاصل لزوم مفاسد لغیرہ ہے پس اگر بعض اکابر سے اسکی اجازت منقول ہو اُسکا حاصل اباحۃ فی نفسہ ہے فلا تعارض ۱۲

(حاشیہ: عورات نا مستورہ کا گھر مین آنا جانا بند کرنا — در میلہ ہنود برائے تجارت رفتن — خضاب)

جائز رکھا ہے لیکن احتیاط اور راجح نکرنا ہے اتفق المشائخ ان الخضاب فی حق الرجال بالحمرۃ سنۃ وانہ
من سیماء المسلمین وعلاماتھم واما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلک من الغزاۃ لیکون اھیب فی عین العدو
فھو محمود منہ اتفق علیہ المشائخ ومن فعل ذلک لیزین نفسہ للنساء اولیحبب نفسہ الیھن فذلک مکروہ
وعلیہ عامۃ المشائخ وبعضھم جوز ذلک من غیر کراھۃ وروی عن ابی یوسف رح انہ قال کما یعجبنی ان تتزین
لی یعجبھا ان اتزین لھا کذا فی الذخیرۃ عالمگیری جلد ۴ صـ ۱۳۶ واللہ اعلم فقط۔

سوال۔ ڈاڑھی کا قصر کسقدر جائز ہے؟

الجواب۔ مٹھی سے زیادہ داڑھی کتروانی جائز ہے والقصر سنۃ فیھا وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فان
زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکر محمد رح عالمگیری جلد ۴ صـ ۲۳۹ واللہ اعلم فقط۔

سوال۔ جو جانور حلال ہین اُنکی کونسی چیزین حرام ہین؟ فقط

الجواب۔ جانور مین سات چیزین حرام ہین۔ خون[1] جاری۔ ذکر[2]۔ خصیے[3]۔ شرمگاہ[4]۔ غدود[5]۔ پھکنا[6]۔ پتہ[7]۔
واما بیان ما یحرم اکلہ من اجزاء الحیوان سبعۃ الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدۃ والمثانۃ
والمرارۃ کذا فی البدائع ۱۲ عالمگیری جلد ۴ صـ ۱۶۰ واللہ اعلم ۹۔ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ۔

سوال۔ میلہ پرستشگاہ ہنود ان مین مسلمان کا جانا خاصکر عالم واعظ کا جانا بطریق سیر کے اور اسکو
جائز سمجھنا اور استناد آیہ قل سیروا فی الارض سے لانا کیسا ہے۔

الجواب میلہ پرستشگاہ ہنود مین عموماً مسلمانون کا جانا اور خصوصاً علماء کا جانا اور یہ بھی نہین کہ کوئی
ضرورت شدیدہ دینیہ ہو محض سیر تماشے کے لئے سخت ممنوع وقبیح ہے اور اگر آیۃ فسیروا فی الارض کے یہی
معنے ہین جو مستند صاحب نے فرمائے ہین تو چاہیے کہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء سے جسکا ترجمہ یہ ہے
کہ نکاح کرو اُن عورتون سے کہ تمکو خوش آئین ماں بہن بھی اگر خوش معلوم ہون اُن سے بھی نکاح درست
ہوجائے کیونکہ ما طاب عام ہے اگر اسکے قائل ہین تو مبارک اور اگر یہ کہین کہ ماں بہن کی حرمت دوسری
آیۃ سے ثابت ہے حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم الخ تو ہماری طرف سے بھی اپنے استناد کا ایسا ہی
جواب سمجھ لین کہ ممانعت ایسی جگہ جانے سے دوسری آیۃ سے ثابت ہے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین
یعنی بعد نصیحت کے قوم ظالمین کے پاس مت بیٹھ یعنی کفار سے اختلاط مت کر فی الحدیث من کثر سواد
قوم فھو منھم اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ قرب قیامت مین ایک لشکر کعبہ معظمہ پر چڑھنے کے ارادہ چلیگا

جب قریب پہونچین گے سب زمین مین دھس جائین گے ازواج مطہرات مین سے ایک بی بی نے عرض
کیا کہ یارسول اللہ اُسمین تو بازاری دوکاندار لوگ بھی ہونگے کیا ارادہ لڑنے کا نہ رکھتے ہونگے اُنکا کیا قصور
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب عام آتا ہے اُسوقت سب دھس جائین گے پھر قیامت کے روز اپنی
اپنی نیت کے موافق محشور ہونگے انتہی پس جب یہ لوگ باوجودیکہ ضرورت تجارت کے بسبب اُنکے ساتھ
شامل ہونگے عذاب الٰہی سے نہ بچین گے تو جسکو یہ بھی ضرورت نہو وہ کیونکر اُس غضب و عذاب سے جو مجمع کفار
مین من جانب اللہ نازل ہوا کرتا ہے محفوظ رہیگا اللھم قنا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واللہ اعلم ۱۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین ان مسائل مین یعنی مردون کو پائجامہ ٹخنون کے نیچے پہننا اور مسلمان
عورتون کو لہنگا پہننا۔ اور بیوہ عورتون کو نکاح ثانی سے روکنا اور مسلمان عورتون کو بازار مین جانا۔ اور
دیگر مسلمانونکو داڑھی کتروانا یا مونڈانا۔ اور مونچھین بڑھانا اور سر مین پیچھے رکھانا یا خط بنوانا اور چوٹی رکھانا
یہ شرع شریف مین حلال ہے یا حرام یا مکروہ مع دلیل شرع کے بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

الجواب یہ سب امور معصیت ہین بعض صغیرہ بعض کبیرہ۔ اور وقت اصرار سب کبیرہ ہو جاتے ہین
اما الاول فلما روی عن ابی ھریرۃ رض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من الکعبین من الازار
فی النار رواہ البخاری وغیر ذلک من الاحادیث۔ اما الثانی فلما روی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال رای
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان ھذہ ثیاب الکفار فلا تلبسھا رواہ مسلم اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے معصفر سے ممانعت کی علت یہ ارشاد فرمائی کہ یہ لباس کفار مین سے ہے اُن کے
ساتھ تشبیہ جائز نہین پس لہنگا بھی مخصوص لباس زنان ہنود کا ہے اس لئے بُرا ہے اما الثالث فلما قال
اللہ تعالیٰ فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا بینھم بالمعروف ذلک یوعظ بہ من کان منکم یؤمن
باللہ والیوم الاخر ذلکم ازکی لکم واطھر الآیہ وقال اللہ تعالیٰ وانکحوا الایامی منکم الآیہ وقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یا علی لا تؤخر ثلثا وعد منھا الایم اذا وجدت لھا کفوا الحدیث اور اگر اسکو عار وعیب و ننگ
سمجھتا ہے تو خوف کفر ہے لقولہ تعالیٰ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم
حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما الآیہ ولقولہ علیہ السلام لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ الحدیث
اما الرابع فلقولہ تعالیٰ ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی الآیہ ولقولہ تعالیٰ غیر متبرجات بزینۃ الآیہ ولقولہ
تعالیٰ ولا یبدین زینتھن الآیہ پس معلوم ہوا کہ زینت کے ساتھ عورت کو بازار یا مجمع مین نکلنا یا کسی غیر محرم

فتویٰ
اسبال ازار
حکم لہنگا
منع بیوگان از نکاح
بازار رفتن زنان
منڈوانا داڑھی قصر کرانا
مونچھ
حکم چوٹی
[illegible]

کے سامنے آنا قطعاً حرام ہے البتہ اگر کوئی ضرورت حاجۃ ہو اور ہیئت رثۃ اور ثیاب بذلہ یعنی میلے کچیلے کپڑون مین پردہ کرکے نکلے تو جائز ہے لقولہ تعالیٰ یدنین علیهن من جلابیبهن ولقولہ تعالیٰ الا ما ظهر منها وفی الدر المختار وتمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین الرجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة۔ واللہ اعلم۔ اما الخامس والسادس فلما روی عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انهکوا الشوارب واعفوا اللحی متفق علیه البتہ مقدار قبضہ یعنی ایک مٹھی سے اگر داڑھی زائد ہو جائے اُسوقت کتروانا درست ہے، چنانچہ عالمگیری مین تصریح کیگئی ہے اما السابع فلما روی عن ابن عمر ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رای صبیاً قد حلق بعض راسه وترك بعضه فنهاهم عن ذلك وقال احلقوا کله او اترکوا کله رواه مسلم۔ اما الثامن فلما روی عن الحجاج ابن حسان قال دخلنا علی انس بن مالك فحدثتنی اختی المغیرة قالت یومئذ انت غلام ولك قرنان او قصتان فمسح راسك وبرك علیك وقال احلقوا هذین او قصوهما فان هذا زی الیهود رواه ابو داؤد وہ زیّ یہود تھا یہ زیّ ہنود ہے اور خصوصاً اگر کسی پیر فقیر کے نام پر رکھی جائے تو شرک ہے واللہ اعلم

۲۱- شعبان روز چہارشنبہ ۱۳۰۳ھ

سوال- پارچہ مین کس کس قسم کا رنگ ناجائز ہے ؟-

الجواب- عورتون کے لئے ہر قسم کا رنگ جائز ہے اور مردون کے لئے کسم اور زعفران کا اتفاقاً ممنوع ہے اور سرخ مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک حرام بعض کے نزدیک مباح بعض کے نزدیک مستحب بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور قول اخیر مفتی بہ ہے اور باقی سب رنگ جائز ہین ذکره لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال مفاده انه لا یکره للنساء ولا باس بسائر الالوان وفی المجتبی والقهستانی وشرح النقایة لابی المکارم لا باس بلبس الثوب الاحمر اه ومفاده ان الکراهة تنزیهیة لکن صرح فی التحفة بالحرمة فافاد انها تحریمیة وهی المحمل عند الاطلاق قاله المصنف قلت وللشرنبلالی فیه رسالة نقل فیها ثمانیة اقوال منها انه مستحب در مختار فی الشامی ولکن جل الکتب علی الکراهة کالسراج والاختیار والملتقی والذخیرة وغیرها وبه افتی العلامة قاسم جلد ۵ صفحہ ۲۲۰

۲۵- ربیع الاول ۱۳۰۳ھ-

سوال- ذبیحہ رافضی کے ہاتھ کا جائز ہے یا نہین ؟-

الجواب۔ شیعہ کے ذبیحہ کے حلت مین علماء اہل سنت کا اختلاف ہے راجح اور صحیح یہ ہے کہ حلال ہے قال الشامی وکیف ینبغی القول بعدم حل ذبیحتہ مع قولنا بحل ذبیحۃ الیہود والنصاری جلد ۵ ص۱۸۹ واللہ اعلم ۲۵۔ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ

حکم استعمال دوائے انگریزی

سوال۔ چہ میفرمایند علمائے دین متین اندرین مسئلہ کہ استعمال ادویہ انگریزیہ کہ دران امتزاج خمر وغیرہ اشیاء محرمہ یقیناً است وہمچنین استعمال معاجین وغیرہ کہ درآن اشیاء محرمہ ممزوج اند بکسے نوع وبکدامی حالت جائزست یا نہ؟۔

الجواب۔ اگر امتزاج اینچنین اشیاء مشکوک ست اعتبارے ندارد لقولہ تعالے ولا تقف ما لیس لک بہ علم الآیہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان احدکم فی الصلوۃ فوجد حرکۃ فی دبرہ احدث اولم یحدث فاشکل فلا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا رواہ ابوداؤد وقال الفقہاء ان الیقین لا یزول بالشک والاصل الحل والطہارۃ واگر مظنون یا متیقن ست پس خالی از دو حال نیست یا اشیاء محرمہ نجس اند چون خمر وبول وغیرہما یا طاہر چون عروسک وخراطین ونحوہما واستعمال ہریکے دو نوع ست داخلی چون اکل وشرب وخارجی چون طلا وضماد۔ پس استعمال اشیاء محرمہ طاہرہ اگر خارجاً باشد بالاجماع مطلقاً جائزست لقولہ تعالے فتیمموا صعیدا طیبا الآیہ۔ اباح التلطخ بالتراب الطاہر المحرم واگر استعمال ہمین اشیاء محرمہ طاہرہ داخلاً باشد یا استعمال اشیاء محرمہ نجسہ داخلاً یا خارجاً باشد پس درحالۃ اکراہ واضطرار اتفاقاً مباح ست لقولہ تعالی وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ ودرحالۃ اختیار وقت عدم غلبہ ظن بحصول شفاء بالاتفاق حرام۔ لقولہ تعالے قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما الآیہ ودرحالت اختیار ہنگام غلبہ ظن بحصول شفا وعدم وجدان دوا دیگر علماء را اختلاف است بعضے جائز داشتہ اند لاجازۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العرنیین لشرب ابوال الابل وبعضے منع فرمودہ اند لقولہ علیہ السلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فی حرام رواہ البخاری وقالوا حدیث العرنیین منسوخ وبعض متاخرین فتوی بر جواز دادہ اند۔ فی الدر المختار اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی پس امتناع تقوی ست واتفاق فتوےٰ[ع] واللہ اعلم۔ ۱۹۔ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ

[ع] واگر دوائے دیگر نیز میسر شود پس استعمال دوائے حرام حرام ہست واین بحث دیگرست کہ دوا دویہ انگریزی چیزے حرام می باشد یا نہ واگر می باشد حرمتش اتفاقی ہست یا اختلافی ودر اختلافی عموم بلوے موثر ہست یا نہ ۱۲ منہ۔

کتابت قرآن مجید بنجاست

سوال۔ لکھنا قرآن شریف کا ساتھ پیشاب کے۔

الجواب۔ معاذ اللہ قرآن مجید کا نجاست سے لکھنا اگر بدون اکراہ و اضطرار کے قصد و اختیار سے ہو تو کفر ہے کما لو سجد لصنم او وضع مصحفا فی قاذورۃ فانہ یکفر وان کان مصدقا لان ذلک فی حکم التکذیب کما افادہ فی شرح العقائد اھ ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۲۸۴ اور اگر کوئی اکراہ کرے کہ اگر تو نجاست سے نہ لکھے گا تو تجھکو قتل کر ڈالونگا یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ ڈالونگا اور وہ اکراہ کرنے والا قادر بھی ہو اُسوقت اُسکا ارتکاب جائز ہے لیکن مرتکب نہونا اور صبر کرنا بہتر ہے کہ اگر مارا گیا شہید ہوگا اور اگر وہ شخص قادر نہو یا سوائے قتل و قطع کے کسی اور امر سے ڈراتا ہو اُسوقت ارتکاب جائز نہیں وان اکرہ علی الکفر بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ ویوجر لو صبر ولم یرخص بغیرہما در مختار جلد ۵ صفحہ ۹۴ اور اگر ضرورت دوا کی ہو یعنی کسی مرض مہلک میں گرفتار ہوا اور کسی عامل کامل مسلمان نیک بخت تجربہ کار نے کہا کہ اس امر سے تجھکو شفا ہو جاتے گی اور کوئی دوا یا تدبیر بجز اسکے باقی نہ رہے اسکا نام حالت اضطرار ہے اس صورت مین فقہا کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف فرع ہے اختلاف تداوی بالمحرم کی ایسی حالت مین جس نے اُسکو جائز رکھا اسکو بھی جائز رکھا جس نے اُسکو حرام کہا اسکو بھی حرام کہا اور ترجیح اور اختیار مین اختلاف ہے بعض نے جواز کو اختیار کیا بعض نے منع کو اختلف فی التداوی بالمحرم وظاہر المذہب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمہ وہنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء اٰخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتوی۔ درمختار۔ وفی الخانیۃ فی معنی قولہ علیہ السلام ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم کما رواہ البخاری ان فیہ شفاء لا باس بہ کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ وکذا اختارہ صاحب النہایۃ فی التجنیس وقال لو رعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبہتہ وانفہ جاز للاستشفاء وبالبول ایضا ان علم فیہ شفاء لا باس بہ لکن لم ینقل ردالمحتار وفیہ بعد اسطر ونص ما فی الحاوی القدسی اذا سال الدم من انف انسان ولم ینقطع حتی یخشی علیہ الموت وقد علم انہ لو کتب فاتحۃ الکتاب او الاخلاص بذلک الدم علی جبہتہ ینقطع لا یرخص لہ فیہ وقیل یرخص کما رخص فی الخمر للعطشان و اکل المیتۃ فی المخمصۃ وعلیہ الفتوی ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۱۴۰ یہ عبارت مشعر اختلاف کی ہے اور اگر نوبت یہاں کی نہین پہونچی یا دوسری دوا یا تدبیر عمل وغیرہ مباحات مین سے ممکن النفع ہے یا کوئی کافر یا مسلمان فاسق یا ناتجربہ کار اسکو نافع کہے اُسوقت کسی کے نزدیک جائز نہین لما مر من الحاوی ولا ینقطع حتی یخشی علیہ الموت ولما ذکر فی الدرالمختار ولم یعلم دواء اٰخر ولما فی الدرالمختار او باخبار طبیب حاذق مسلم مستور وافاد فی النہر

تبعا للبحر جواز التطبب بالکافر فیما لیس فیہ ابطال عبادۃ قلت وفیہ کلام جلد ۴ صـ۱۱۶ـ اور درصورت پائے جانے کل شرائط مذکورہ کے ہرچند کہ اس فعل کے جواز و عدم جواز مین کلام و اختلاف لیکن جواز ترک متفق علیہ ہے یعنی اگر نہ کیا تو کسی کے نزدیک گنہگار نہوگا کیونکہ دوا کرنا واجب نہین اگر دوای مباح بھی نہ کرے تب بھی جائز ہے فالحرام بالاولی (قولہ دل علیہ) اقول فیہ نظر لان اساغۃ اللقمۃ بالخمر وشربہ لازالۃ العطش احیاء لنفسہ متحقق النفع ولذا یاثم بترکہ الاکل مع القدرۃ علیہ حتی یموت بخلاف التداوی ولو بغیر محرم فانہ لو ترکہ حتی مات لا یاثم کما نصوا علیہ لانہ مظنون کما قدمناہ تامل رد المحتار جلد ۵ صـ۲۴۹ـ پس جس حالت مین کہ ترک مین کسی کے نزدیک گناہ نہین اور فعل مین بعض کے نزدیک گناہ ہے بہرحال ترک احوط ہوا۔ لقول اللہ تعالے فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ولقولہ علیہ السلام دع ما یریبک الی ما لا یریبک ولقول الفقہاء رحمہم اللہ ما اجتمع[ع] الحلال والحرام الا غلب الحرام وقد امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مثل ھذا اذا تعارضت الدلائل و تشتتت الاقاویل استفت قلبک ولو افتاک المفتون فلما رجعنا الی قلبنا افتانا بالمنع ای منع لاسیما والمقام مقام الہیبۃ والتعظیم وقد قال اللہ تعالے فی حق ھذا الکلام رفیع المقام فلا اقسم بمواقع النجوم وانہ لقسم لو تعلمون عظیم انہ لقران کریم فی کتب مکنون لا یمسہ الا المطہرون وقال تعالی کلا انہا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطہرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ۔ وقال تعالے ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب ولا ریب انہ من اعظم الشعائر فتعظیمہ عین تعظیم المتکلم بہ سبحانہ وتعالی شانہ وقد نہانا الشرع عن قراءتہ وکتابتہ ومسہ وانا جنب وعن الاخیرین وانا محدثون وامرنا بتعظیمہ وتفخیمہ وتحسینہ و تزیینہ فالادب الادب تنج عن الکرب ولنعم ما قیل بالفارسیۃ۔ ؎ چیست قرآن ای کلام حق شناس

رونمائے رب ناس آمد بہ ناس ✤ حرف حرفش راست زیر معنیے ✤ معنیے در معنیے در معنیے

لعبت بازیچہ اش فہمیدۂ ✤ باخذف گنجینۂ سنجیدۂ ✤ این نہ ایمان است دین است ای ضل

اقتضائے کفر و مصحف در بغل ✤ از سر درس ملاہی باز آ ✤ در دبستان الٰہی باز آ

بس کن ای نادان بس کن این خروش ✤ انچہ میگوئی بگو با عقل و ہوش ✤ واللہ اعلم ۲۷۔ ذیحجہ ۱۳۰۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین جو کہ مدارس دختران

ع[۵] لیس المراد انہ داخل فی الاجتماع بل المراد ان الاحتیاط ہو مبنی ہذہ القاعدۃ فثبت مقصودیۃ الاحتیاط ۱۲ منہ۔

از جانب مشن عیسائیان برائے انجیل خوانی اس دیار مین مقرر ہین اور اسمین لڑکیان اہل اسلام کی بھی تعلیم پاتی ہین اور انجیل پڑھتی ہین اور معلم انجیل بھی ان مدارس کے اکثر اہل اسلام ہوتے ہین اور دیگر مذہب کے لوگ بھی نوکر ہوتے ہین پس یہ تعلیم جو دختران نابالغہ کو ابتداءً ہوگی تو زیادہ موثر ہوگی اس صورت مین کہ وہ تعلیم نقش کالحجر رہے گی پس اہل اسلام کو انجیل پڑھوانا ایسی لڑکیون نابالغہ کو بموجب شرع شریف جائز ہے یا نہین اور معلمی ان مدارس کی یعنی نوکری کرنا اہل اسلام کو جائز ہے یا نہین اور نیز بعض معلم جو اہل اسلام سے ہوتے ہین خفیہ لڑکیون کو قرآن شریف پڑھاتے ہین مگر انجیل پڑھانے کے واسطے نوکر ہوتے ہین یہ تعلیم قرآنی بطور خود جنکے نوکر ہوتے ہین اُن سے خفیہ کرتے ہین لہذا ایسا معلم خواہ خفیہ قرآن مجید پڑھائے یا انجیل قابل امامت ہے یا نہین اور یہ پیشہ بموجب شرع شریف کیسا ہے ؟۔

الجواب۔ نہ تو ایسی لڑکیون کو جو اپنے دین سے محض ناواقف ہین انجیل جسمین اکثر تحریفات و تکذیبات احکام الٰہی ہین پڑھنا جائز۔ قال اللہ تعالیٰ ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم الآیہ وعن ابی ھریرۃ قال کان اھل الکتاب یقرؤن التوراۃ بالعبرانیۃ ویفسرونھا بالعربیۃ لاھل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم وقولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا رواہ البخاری وعن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یھود تعجبنا افتری ان نکتب بعضھا فقال امتھوکون انتم کما تھوکت الیھود والنصاری لقد جئتکم بھا بیضاء نقیۃ ولو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی رواہ احمد والبیھقی فی شعب الایمان وعن جابر ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من التوراۃ فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لو بدالکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی۔ اور نہ اُسکی تعلیم کے لئے نوکری کرنا جائز کیونکہ اضلال خلق پر اجرت لینا حرام ہے ونزل فی مثل ھؤلاء قولہ تعالیٰ فویل للذین یکتبون

الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون کلاٰیۃ اور یہ فساق ہین فاسق کی امامت مکروہ ہے والفاسق لانہ لایھتم لامر دینہ ہدایہ- اور قرآن مجید پڑہانا انکا کچھ کام نہ آئیگا جب تک اس عمل سے تائب ہونگے عہ ہم خدا خواہی وہم دنیائے دون این خیال ست و محال ست و جنون ❊ این چہ ایمان ست و دین ست ای اضل ❊ اقتداے کفر مصحف در بغل ازسر درس ملاہی بازآ ❊ در دبستان الٰہی باز آ - واللہ الموفق-

سوال- ڈاڑھی رکھنی کون سی سنت ہے اُسکے تارک پر کیا حکم شرعاً جاری ہوگا وے جو کہتے ہین کہ اگر ساری ڈاڑھی صاف کرے کچھ گناہ نہین یہ کیا بات ہے سیاستہً اُسپر کیا حکم دیا جاےگا ؟-

الجواب- ڈاڑھی رکھنا واجب اور قبضہ عہ سے زائد کٹانا حرام ہے لقولہ علیہ السلام خالفوا المشرکین اوفروا اللحی متفق علیہ فی الدر المختار یحرم علی الرجل قطع لحیتہ وفیہ والسنۃ فیھا القبضۃ اھ اور کوئی سیاست خاص اُسکے بارہ مین منصوص نہین دیکھی مگر مقتضی قواعد کا یہ ہے کہ تعزیر دیا جاے- قال فی الھدایۃ فیمن وطی اجنبیۃ فیما دون الفرج یعزر لانہ منکر لیس فیہ شیئ مقدر- اقول العلۃ مشترکۃ فالمعلول مثلہ واللہ اعلم-

سوال- پردہ عورت کا کس کس شے سے یعنی[۱] آواز سنانا اور آواز دار زیور پہننا کیسا ہے اور باہر[۲] مکان سے عورت کو کس طور سے کسی کے ملنے کو کس کس کے ساتھ جانا چاہیے اور نابالغ[۳] لڑکون اغیار سے پردہ کس عمر کے لڑکے سے چاہیے اور زیارت[۴] قبور مستورات کو حرمین شریفین مین کیون اجازت ہوئی حالانکہ لعن اللہ علی زائرات القبور وارد ہے کسی صورت مین عجم مین عجمیہ مستورات کو جواز ہوگا یا نہین- توجروا-

الجواب- عورت حرہ کو تمام اعضا کا پردہ فرض ہے بجز چہرہ اور کفین اور قدمین کے اور آواز مین اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ وہ عورت نہین ہے مگر جوان عورت کو بے ضرورت اعضائے غیر مستورہ کا اجنبی کو دکھانا اور بدون حاجت اُس سے کلام کرنا منع ہے نہ اس وجہ سے کہ ستر ہے بلکہ بخوف فتنہ- وللحرۃ جمیع بدنھا خلا الوجہ والکفین والقدمین علی المعتمد وصوتھا علی الراجح وتمنع المرأۃ الشابۃ من کشف الوجہ بین رجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ درمختار وفی رد المختار فانا نجیز الکلام مع النساء للاجانب ومحاورتھن

عہ یعنے جب کٹا کر بقدر قبضہ رہ جاے پھر اور کٹانا جس سے قبضہ سے کم رہ جاے حرام ہے اور یہ مطلب نہین کہ اگر ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو تو زائد کا کٹانا حرام نہین بلکہ یہ تو جائز ہے ۱۲ منہ-

عند الحاجة الى ذلك ولا يجيز لهن رفع اصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها لما فى ذلك من استمالة الرجال اليهن وتحريك الشهوات منهم اھ اور باجہ دار زیور پہننا منع ہے عن ابن الزبير ان مولاة لهم ذهبت بابنة الزبير الى عمر بن الخطاب وفى رجلها اجراس فقطعهم عمر قال سمعت رسول الله صلى الله صلے الله عليه وسلم يقول مع كل جرس شيطان رواه ابوداؤد وعن بنانة مولاة عبد الرحمن بن حيان الانصارى كانت عند عائشة اذ دخلت عليها بجارية وعليها جلاجل فقالت لا تدخلنها على الا ان تقطعن جلاجلها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تدخل الملائكة بيتا فيه جرس رواه ابوداؤد البتہ جسمین خود باجہ نہو اگرچہ لگ کر بجتا ہو اُسکا پہننا جائز ہے مگر اسطرح چلنا کہ اجنبی اُس کی آواز سنے ممنوع ہے قال الله تعالى ولا يضربن بارجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن والله اعلم۔

[۲] عورت کو وقت ضرورت کے موںھ ڈھانک کر خواہ تنہا یا کسی محرم یا ثقہ عورت کے ساتھ واسطے ملنے محارم اور دیگر حوائج ضروریہ کے گھر سے نکلنا جائز ہے مگر سفر کرنا بدون محرم کے جائز نہین اما تغطية الوجه فلقوله تعالے يدنين عليهن من جلابيبهن قال ابن عباس وابو عبيدة امرت نساء المومنين ان يغطين رؤسهن ووجوههن بالجلابيب الا عينا واحدا ليعلم انهن حرائر تفسير مظهرى والتقييد بالضرورة فلقوله عليه السلام المرءة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان رواه الترمذى اما التقييد بالمحرم او المرءة فلقوله عليه السلام لا يخلون رجل بامرءة الا كان ثالثهما الشيطان رواه الترمذى اما منع السفر بلا محرم فلقوله عليه السلام لا تسافر المرءة الا ومعها محرم اوكما قال والله اعلم۔

[۳] نابالغ لڑکے تین قسم کے ہین ایک تو بالکل نادان جنکو بالکل کسی چیز کی تمیز نہین انکے روبرو تو برہنہ ہونا بھی جائز ہے مثل جمادات کے ہین۔ دوسرا ذرا ہوشیار کہ تمیز تو رکھتا ہے مگر حد شہوت کو نہین پہونچا اُس کے روبرو ناف سے زانو تک کھولنا جائز نہین باقی جائز ہے تیسرا وہ جو قریب بلوغ کے پہونچگیا ہو اُسکا حکم مثل بالغین کے ہے تمام ستر ڈھانکنا اُس سے فرض ہے قال الله تعالى او الطفل الذين لم يظهروا على عورات النساء الاية فان الطفل ان كان مميزا لكنه لم يبلغ حد الشهوة جاز للنساء الانكشاف عنده الا من السرة الى الركبة ولا يجوز لها حينئذ ان تكشف ما تحت السرة وان كان طفلا غير مميز بالكلية فهو كالجمادات والبهائم لا باس لو كشفت عنده ما تحت الازار ايضا وان كان مراهقا يشتهى فحكمه حكم الرجال لانه استعد للظهور على عوراتهن تفسير مظهرى والله اعلم

[۴] عورتون کے لیے زیارت قبور مین تین قول ہین ایک منع مطلقا لقوله عليه السلام لعن الله زوارات القبور

دوسرا جواز مطلقاً لقوله عليه السلام كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تزهد فى الدنيا وتذكر الآخرة الحديث قالوا المانسخ النهى بلغ الرخصة الرجال والنساء جميعاً تیسرا قول تفصیل اسطرح کہ اگر مقصود زیارت سے ندبہ ونوحہ وغیرہ کرنا ہو تب تو حرام وهو محمل قوله عليه السلام الاول اور اگر عبرت اور برکت کے لئے ہو تو بڈھیون کو جائز وهو محمل قوله عليه السلام الثانى - اور جوانون کو ناجائز جیسا مساجد مین آنا - لقول عائشة رضى الله عنها لوان رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى ما احدث النساء بعده لمنعهن كما منعت نساء بنى اسرائيل یہ تفصیل رد المحتار مین خیر رملی سے نقل کرکے کہا ہے وهو توفيق حسن اھ اور اس حکم مین عربیات وعجمیات سب برابر ہین ہماری شریعت سب اسود واحمر کے لئے یکسان ہے واللہ اعلم -

سوال - جو سات مقام پر عورت کو زیور پہننا مشہور ہے تو وہ مقام کون کون ہین ؟ -

الجواب - یہ وہ مواضع ہین جنکو اللہ تعالے نے آیۃ ولا يبدين زينتهن مین مواقع زینت فرمایا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس آیۃ کی تفسیر ان مواضع کے ساتھ کی ہے - سر - گردن - عضد - ذراع - ساق کہ مواضع تاج وگردن بند وبازو بند - واستوانہ - وخلخال کے ہین پس ان مین سے اگر اعضائے مزوجہ کو ایک ایک شمار کیا جائے تو پانچ جگہ اور اگر دو دو گنے جائین تو آٹھ جگہ ہوتی ہین البتہ اگر تقدیر اول پر سینہ اور ہر دو گوش کہ موضع قلادہ اور قرط کا ہے لیا جائے تو سات پورے ہوجاتے ہین - واللہ اعلم -

سوال - خاص ظروف تانبہ وجستہ وپیتل وپھول ولوہا مین خواہ قلعی دار تانبہ ہو یا بغیر اُسکے کھانا پینا کیسا ہے - پاندان وغیرہ یعنی کٹورہ وپلنگ واوگالدان ظروف مدبری مین استعمال کیسا ہے اور لاٹھی مین شام لوہا وپیتل وچاندی وغیرہ کی لگانا کیا حکم ہے جوتہ مین نعل آہنی لگانا کیا حکم ہے -

الجواب - چاندی سونے کے سوا جس چیز کا برتن ہو اُسکا استعمال جائز ہے وفى الجوهرة واما الآنية من غير الفضة والذهب فلا بأس بالاكل والشرب فيها والانتفاع بها كالحديد والصفر والنحاس والرصاص والخشب والطين اھ در المختار لیکن صاحب درمختار نے تانبہ اور پیتل مین کھانے کو مکروہ کہا ہے - حیث قال ويكره الاكل فى نحاس او صفر اھ مگر علامہ شامی نے اُسکو مقید کیا ہے بے قلعی کے ساتھ حیث قال ثم قيد النحاس بالغير المطلى بالرصاص الخ پس اس حمل پر کلام صاحب جوہرہ ودرمختار مین تطبیق ہوگئی کہ جواز مخصوص ہے قلعی دار کے ساتھ اور کراہتہ بے قلعی کے ساتھ فتنبہ وتفقہ واللہ اعلم -

شرعاً اعتبار غالب کا ہے پس اگر مدبری مین چاندی یا سونا غالب ہے تو اُسکا استعمال ناجائز ہے اور اگر مغلوب ہے

استعمال ظروف صینیہ وغیرہ

استعمال ظروف مدبری

تو جائز اور اگر دونوں مساوی ہیں تو احتیاطاً عدم جواز ہیں ہے وغالب الفضۃ والذہب فضۃ وذہب ماغلب عنہ یقوم واختلف فی الغش المساوی والمختار لزومہا احتیاطا اھ قال صاحب الدر المختار فی احکام الزکوٰۃ قلت لما جعل الحکم للغالب واوجبت الزکوٰۃ فیہ فلا بد من ان یکون الحکم لہ فی کل الاحکام وکذا المغلوب والمساوی واللہ اعلم۔

سوائے چاندی سونے کے تو ہر جگہ خواہ اوپر ہو یا نیچے جائز ہے اور چاندی سونے کی اگر پکڑنے کی جگہ ہو تو جائز نہیں اگر نیچے ہو تو جائز ہے کما لوجعلہ ای التفضیض فی نصل سیف وسکین او فی قبضتہما او لجام او رکاب ولم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ درمختار واللہ اعلم۔

حکم نعل آہنی

نعل لگانا جائز ہے فی رد المحتار فی مفسدات الصلوٰۃ قال ہشام رأیت علی ابی یوسف نعلین مخصوفین بمسامیر نقلت اتری بہذا الحدید باسا قال لا اھ واللہ اعلم۔

حرمت حیوان قماری

سوال۔ ما قولکم رحمکم اللہ اس بارہ میں کہ اگر کوئی دو شخص مرغ کی یا بکرے کی لڑائی باہم کراویں اور پھر جب اُنہیں سے کسی ایک نے بازی جیت لی اور بازی میں جیتے ہوئے مرغ کو یا بکرے کو دوسرے کسی کے ہاتھ بیچدے تو اب اس دوسرے کے ہاتھ میں سے کسیکو اُس کا خریدنا جائز ہے یا ناجائز فرض کرو کہ اُس نے اُس بکرے کو قصاب کے ہاتھ بیچ دیا تو اب اس قصاب کے پاس سے گوشت اسکا خرید کرکے کھانا جائز ہے یا نہیں جواب مفصل تحریر فرمائیں فقط۔

الجواب۔ بازی بدنا قمار ہے اور جو جانور قمار میں حاصل ہوا ہو وہ حرام ہے نہ اُسکا ذبح کرنا جائز نہ اُسکا گوشت بیچنا جائز نہ خریدنا جائز نہ کھانا جائز۔ قال اللہ تعالے وان تستقسموا بالازلام الآیہ شاہ عبد القادر صاحب مفسر دہلوی رحمہ اللہ ترجمہ میں فرماتے ہیں اور یہ کہ بانٹا کرو پانسہ ڈالکر اور بانٹا کرنا پانسوں سے یہ کافروں کا ایک جوا تھا کہ شرط بد کر ایک جانور دس شخص نے خریدا اور ذبح کیا اور دس پانسے تھے کسی پر لکھا آدھا کسی پر پاؤ کم زیادہ کوئی خالی پھر بانٹنے لگے تو ہر ایک کے نام پر جو پانسہ آیا وہی حصہ اُسکو ملا یا خالی نکل گیا شرط بدنی تمام حرام ہے یہ بھی اُسمیں داخل ہے موضح القرآن ۱۲ وہکذا فی بعض التفاسیر واللہ اعلم۔ ۲۵۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳ ہجری۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء شریعت دربارہ چاندی سونے کے بٹنوں کے آیا مردوں کو قمیص وغیرہ میں اُنکا لگانا جائز ہے یا نہیں مع سند لکھیں اللہ اسکا اجر دے فقط۔

الجواب۔ چاندی سونے کے بٹن لگانا مردوں کو جائز ہے لما فی الدر المختار فی المجلد الخامس فے

کتاب الکراھۃ فی فصل اللبس وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذھب ترجمہ لفظی اسکا یہ ہوا کہ کچھ ڈر نہین ریشم اور سونے کی گھنڈیون کا فقط پس گھنڈی اور بٹن اول تو صورۃً متقارب ہین دوسرے اس قسم کی اشیاء کے جواز کی دلیل تابعیت لکھی ہے یہ علت دونون مین مشترک ہے غرض بٹن اور گھنڈی صورۃً ومعنیً ای علۃً مساوی ہین جب ایک جائز دوسرا بھی جائز اور جب سونے کی تصریح موجود ہے چاندی بدرجہ اولے جائز ہے لانہا اکثر منہ رخصۃ واللہ اعلم۔

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اندرین صورت کہ نردہائے شطرنج معنی آیہ کریمہ یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ مین داخل ہے یا صرف لہو ولعب فعل عبث ہے اور بحالت فرصت کوئی شخص تفنن کی راہ سے اوقات بیکاری مین مشغلہ شطرنج کا کرے تو مرتکب گناہ کبیرہ مثل خمر ومیسر کے ہے یا فعل عبث وبیہودہ ہے اور معنی انصاب کے محققانہ تحریر فرمائیے اور صاحب مذہب شافعی کا کھیلے تو از روے مذہب شافعی مرتکب کبیرہ کا ہوگا اور شطرنج زمانہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مین تھی یا نہین اور مسئلہ شطرنج قیاسی ہے یا منصوص کتب احادیث وتفسیر وفقہ سے بحوالہ الکتب جواب تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب - اگرچہ شطرنج انصاب مین جو بمعنی بت کے ہے داخل نہین مگر دوسرے دلائل سے حرام ہے اگر مع القمار ہے تو بالاجماع لقولہ تعالےٰ انما الخمر والمیسر الآیہ اور اگر بدون قمار کے ہے تو مع الاختلاف یعنی ہمارے نزدیک اُسوقت بھی حرام ہے لاطلاق ما روی صاحب الھدایۃ لقولہ علیہ السلام من لعب بالشطرنج والنردشیر فکانما غمس یدہ فی دم الخنزیر ولقول علی رض حین مر بقوم یلعبون بالشطرنج فقال ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون۔ وقد روی مثل ھذا عن عمر رض ایضا حین مر بقوم یلعبون بالشطرنج وقد شبہ عملھم بعبادۃ الاوثان اھ غایۃ البیان ۱۲ وعن عبد اللہ بن عمر رض انہ قال للقاسم بن محمد ھذا النرد ذکرتھا فما بال الشطرنج قال ما الھی عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھو المیسر۔ تخریج زیلعی ۱۲ ولما فی رد المحتار والشطرنج معرب شدرنج وانما کرہ لان من اشتغل بہ ذھب عناءہ الدنیوی وجاءہ العناء الاخروی فھو حرام وکبیرۃ عندنا وفی اباحتہ اعانۃ الشیطان علی الاسلام والمسلمین کما فی الکافی قہستانی ۱۲ ولما فی تفسیر الاحمدی وان کان بدون القمار فالنرد حرام بالاجماع والشطرنج حرام عندنا اھ اور جو کہ بعض کتب حنفیہ مین اسکی نسبت مکروہ لکھا ہے مراد اُس سے مکروہ تحریمی ہے جو عملاً مثل حرام کے ہے استحقاق عقوبت ناری مین اگرچہ علماً فرق ہے کہ منکر اُسکا کافر نہین کما صرح بہ فی رد المحتار پس ہمارے نزدیک

ارتکاب اس فعل حرام کا موجب استحقاق عذاب جہنم ہے اعاذنا اللہ منہ اور امام شافعی رح کے نزدیک اس صورت مین حرام نہین لیکن مکروہ ہے چنانچہ امام نووی شافعی نے شرح مسلم مین تصریح فرمائی ہے واما الشطرنج فمذہبنا مکروہ لیس بحرام اھ اور بعض کتب مین جو انکی طرف نسبت اباحۃ کی ہے وہ اباحۃ مقابل حرمت کے ہے جو شامل ہے کراہیۃ کو لما مرآنفا اور یہ کراہت بھی مقید چند شرائط کے ساتھ ہے کہ نماز وجواب سلام سے غافل نہ کرے اور قمار نہ ہو اور بہت نہ کھیلے ورنہ انکے نزدیک بھی حرام ہے۔ لما فی التفسیرات الاحمدی وہ مباح عند الشافعی بشرط کونہ غیر مانع من الصلوٰۃ ورد السلام وکونہ غیر مقمر ومکثر منہ اقول قولہ مباح اے مکروہا لما مر ۱۲ اور امام مالک رح اور امام احمد بن حنبل رح بھی ہمارے ساتھ متفق ہین بلکہ امام مالک رح فرماتے ہین کہ یہ نرد سے بھی بدتر اور قمار سے زیادہ غفلت مین ڈالنے والی ہے جسکی حرمت متفق علیہ بین الجمہور ہے وقال النووی وقال مالک واحمد حرام قال مالک ہو اشر من النرد والہیٰ عن المیسر اھ بہرحال اول تو ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک حرمت اوسکی متفق علیہ ہے اور اگر شافعی کے نزدیک مکروہ بھی ہے تو چند شرائط سے کہ وہ شرائط غالباً اس زمانے مین مفقود ہین کما ہو مشاہد غیر خفی اور اگر مفقود نہ بھی ہون تب بھی استخفاف[ع] وہ امام سے مکروہ وحرام ہوجاتا ہے اور اگر نہ بھی ہو تو ایک مجتہد کے مقلد کو دوسرے امام کی تقلید کرنا محض واسطے اتباع ہوی کے حرام ہے اور داخل ہوتا ہے وعید یقولون ان اوتیتم ہذا فخذوہ وان لم توتوہ فاحذروا قولہ تعالی اتخذ وادینہم لعبا ولہوا الآیۃ پس تقریر بالا سے واضح ہوا کہ شطرنج آیہ انما الخمر مین مفہوماً تو داخل نہین مگر حکماً وتحریماً داخل ہے لما مر من قول علی رض ماہذہ التماثیل الخ اور عالت فرصت مین بھی کھیلنا ائمہ ثلثہ کے نزدیک باعتبار مذہب کے اور شافعی کے نزدیک باعتبار فقدان شرائط اباحۃ اور اتباع ہوی کے حرام ہے اور نفس حرمت مین مثل خمر ومیسر کے ہے اگرچہ بعض وجوہ سے تفاوت ہے یون تو خود محرمات منصوصہ مین بھی من کل الوجوہ مساواۃ نہین بعض اشد ہے بعض سے کما جاء ان الغیبۃ اشد من الزنا اور بیان محض عبثیۃ ولہویۃ علۃ حرمت نہین اگرچہ وہ بھی کافی ہوسکتی ہے لقولہ علیہ السلام ما الہاک عن ذکر اللہ فہو میسر ہدایہ۔ ای حکما ۱۲۔ اور جو اصل سے شافعی المذہب ہو اور کھیلے تو وقت فقدان شرائط حرام ہے ورنہ مکروہ مگر استخفاف ضرور حرام ہے اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ مین شطرنج تھی کما مر من الحدیث المروی عن السمایۃ اور اگر نہ بھی ہو تو آپکو وحی سے اسکا رواج مکشوف ہوگیا ہو اس لیئے اسکا حکم ارشاد فرمایا۔ اور

ع کیونکہ مکروہ بھی قسم مذموم کی ہے اور استخفاف مذموم کا ظاہر ہے کہ اشد ہے ۱۲ منہ۔

مسئلہ شطرنج بقول صاحب ہدایہ تو منصوص رسول ؐ ہے اور صحابہ کی تصریح مین تو کلام ہی نہین جنمین دو خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی داخل ہین جنکا اتباع ماموربہ ہے حیث قال علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین وعضوا علیہا بالنواجذ تب بھی مثل منصوص کے ہوگا اور اگر قیاسی ہی سہی تو قیاس بھی تو ادلہ شرعیہ سے ہے بلکہ اکثر مدار فقہ و دین کا یہی ہے اسپر بھی عمل واجب ہوگا۔ غرض حیلہ سے جواز ثابت ہونا ممکن نہین اور معصیۃ کو تاویل رکیک سے جائز کرنا اشد ہے اس سے معصیۃ جانکر کرے حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎ ترسم کہ صرفۂ نبرد روز باز خواست ✤ نان حلال شیخ ز آب حرام ما ✤ اگرچہ تاویل باطل کرکے عوام خلائق سے عقب گذاری ممکن ہے مگر خدا تعالےٰ کہ عالم السر والخفی ہے اُس سے کیونکر بچ سکتا ہے مولانا رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

خلق را گیرم کہ بفریبی تمام ✤ در غلط اندازی تا ہر خاص و عام ✤ کارہا باخلق آری جملہ راست ✤ باخدا تزویر و حیلہ کے رواست ✤ کارہا او راست باید داشتن ✤ رایت اخلاص و صدق افراشتن

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

سوال۔ ہنود کے ہاتھ سے پانی پینا کوئی شے پختہ کھانی درست ہے یا نادرست ہے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اگر درست ہے تو کس صورت سے درست ہے کافر نجس العین ہے یا کچھ کم؟۔

الجواب۔ انسان نجس العین نہین اگرچہ کافر ومشرک ہو بعضے لوگون کو آیہ کریمہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام سے شبہ ہوجاتا ہے کہ مشرک نجس العین ہے اور اسی وجہ سے مسجد حرام مین آنا درست نہین مگر انصاف یہ ہے کہ اس آیۃ سے ہرگز اس مطلب پر استدلال نہین ہوسکتا لفظ نجس مشترک ہے درمیان نجاستہ اصلی وعارضی وظاہری وباطنی وحقیقی وحکمی وخفیفہ وغلیظہ کے پس بلا دلیل ایک معنی کو معین کرنا تحکم ہے بلکہ لفظ محتمل سب معانی کو ہے جب محتمل ہوا قابل استدلال نرہا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال پھر دوسری جگہ فرماتے ہین انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس پھر کیا میسر الانصاب وازلام کو نجس العین کہین گے اور ممانعت دخول مسجد حرام کی کچھ نجس العین ہونے کیوجہ سے نہین اگر یہ وجہ ہوتی تو مسجد حرام کی کیا تخصیص تھی سب مساجد کے لیے یہی فرماتے پس خاص مسجد حرام کے حکم بیان فرمانے سے معلوم ہوا کہ مراد اس سے ممانعت حج وعمرہ کی ہے جو خاص مسجد حرام کے ساتھ مخصوص ہے اور مساجد مین داخل ہونا مشرک کا جائز ہے خود رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم نے وفد بنی ثقیف کو جو کہ مشرک ہی تھے مسجد مین اوتارا اور ثمامہ بن اثال کو جو کہ حالت شرک مین گرفتار ہوکر آئے تھے مسجد کے ستون سے باندھا دونون روایتین مرقوم ہین روی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم انزل وفد بنی ثقیف فی المسجد وکانوا مشرکین انتہی عنایہ شرح ھدایہ وروی البخاری بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ ابن اثال سید اھل الیمامۃ فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد جلد اول صـ۶۷ باب دخول المشرک فی المسجد پس اگر مشرک نجس العین ہوتا تو آپ کیون مسجد مین داخل ہولے دیتے اور اسیطرح صحابہ وتابعین واتباع تابعین وغیرہم امت کا تعامل رہا پس معلوم ہوا کہ مراد نجس سے آیۃ مین نجس العین نہین بلکہ مراد نجس الباطن وخبیث الاعتقاد ہے کیونکہ شرک نجاست قلب کی ہے۔ جیسے ایمان طہارۃ قلب کی ہے جب مراد نجاست باطنی ہوئی تو باطنی نجاست طہارۃ ظاہری کے منافی نہین ہوسکتی پس جو احکام متعلق طہارۃ ظاہری کے ہین سب ثابت ہون گے اُس کے ہاتھ کا دباغۃ ہوا چمڑا پاک ہوگا یا وہ پانی پلائے یا احتیاط سے کوئی حلال کھانا پکا کر کھلائے کھانا پینا جائز وحلال ہوگا ہان اگر کوئی یون سمجھے کہ ہندو باوجودیکہ اہل باطل ہین ہم سے کہ اہل حق ہین ذلیل وناپاک سمجھکر پرہیز کرتے ہین تو اسکی پاداش مین ہم بھی ان سے احتراز رکھین اس احتیاط کا کچھ مضائقہ نہین کہ الحق یعلوہ ولا یعلے وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

سوال۔ حقہ پینا کیسا ہے اور اصل مین وہ کیا ہے فقط؟

الجواب۔ یہ حقہ قریب تین سو برس کے ہوئے کہ کفار نے نکالا ہے پھر سب مین شائع ہوگیا اور اصل مین یہ ایک دوا ہے بعض امراض کو نافع بھی ہے اور کثرت اسکی مضر ہے کما یعلم من کتب الطب اب پینے والون کی مختلف غرضین ہین مختلف مزاج ہین مختلف طور ہین اور مختلف خیال اور مختلف عادتین ہین کوئی مرض کے لیے پیتا ہے کوئی شوقیہ پیتا ہے کسی کو کچھ نافع ہے کسیکو مضر ہے کوئی پیکر منہ صاف کرتا ہے کوئی سڑا لیتا ہے کوئی احتیاط سے پیتا ہے۔ کوئی بے احتیاطی سے کوئی برا سمجھ کر پیتا ہے کوئی اچھا جانکر پیتا ہے یہانتک کہ بعض روزہ مین پیتے ہین اور کہتے ہین کہ روزہ نہین ٹوٹتا کوئی بہت کثرۃ سے پیتا ہے کوئی کبھی کبھی پی لیتا ہے بعض کو اگر ایک گھنٹہ نہ ملے بے چین ہوجاتے ہین بعضو کو کئی کئی روز تک خیال نہین ہوتا پھر تمباکو مین بھی بعض اقسام بہت تیز اور مضر ہین بعضے کم درجے ہین

ہین کسی مین بو زیادہ ہے کسی مین کم ہے کسی مین نوبت نشہ یا فتور کی ہے کسی مین نہین کوئی ایسی چیز کے ساتھ مرکب ہے جس سے اُسکی خباثت کم ہو جاتی ہے کوئی نہین ہے اسی طرح حقہ اور نیچہ مین بھی بعضے نیچہ کے کپڑے پاک ہین کسی کے ناپاک کسی کے مشتبہ کوئی پیچوان ہے اسمین اثر قلیل آتا ہے کسی مین زیادہ آتا ہے کوئی جلد جلد تازہ کیا جاتا ہے کوئی کئی کئی دن تک سڑتا رہتا ہے کوئی عام ہے سب کا منہ لگتا ہے جیسے تکیون کے حقہ کوئی خاص ہے غرض نہ سب پینے والے برابر نہ سب تمباکو ایک طرح کی نہ سب حقے و نیچہ ایک قسم کے سب متفاوت اور مختلف ہر ایک کا حکم جدا پس اگر کسی نے ضرورت شدید مین کسی مرض دشوار کے علاج کے لیئے احتیاط سے بطور دوا کے کبھی ایک آدھ بار پی لیا چندان جرم نہین اور جو بعد ازالہ بغیر ضرورت شوقیہ ہوے جیسا آج کل شائع ہے کہ یہی محفل کی زیب و زینت ہوگئی اور اسی کی خاطر و تواضع بلکہ اسکے نہ ملنے کی شکایتین ہوتی ہین کہ فلانے نے حقہ بھی نہ دیا اور زبان سے چاہے بُرا کہتے ہون اور شاید دل مین بھی جانتے ہون مگر ظاہر مین بے باکانہ اُسکو پیتے ہین اور ذرا محجوب و منقبض نہین ہوتے اور آخر مین مضر بھی ہوتا ہے اور منہ مین برابر بدبو آتی ہے اور ہر دم منھ مین گھسا رہتا ہے اور حواس مین بھی کدورت آجاتی ہے اور تشبہ اہل نار کے ساتھ ہے کہ منہ اور ناک مین سے دھوان نکلتا ہے اور خود دھوان اور آگ بھی آلہ عذاب کا ہے اُسکے ساتھ متلبس رہتی ہین اسطور اُسکا عادی ہو جانا بسبب اجتماع ان امور کے بیشک بُرا اور سخت مکروہ ہے پھر امور مذکورہ سابق کے تفاوت سے کراہۃ مین بھی تفاوت ہوگا اور بعضے پینے والے جو بد احتیاط ہین اور سڑے ہوئے حقے ناپاک نیچے تیز تمباکو کہ پیتے پیتے نشہ ہو جاتا ہے اور شراب کی سی مدہوشی ہوتی ہے اسکی حرمۃ مین کچھ شبہہ نہین حاصل یہ کہ کوئی حقہ زیادہ مکروہ کوئی کم مکروہ کوئی حرام۔ کوئی ضرورت شدیدہ مین بطور دوا کے ایک آدھ بار روا اور اس تقریر پر ممکن ہے تطبیق درمیان اقوال علماء و فقہاء کے جو مختلف ہین اُسکے اباحۃ و کراہت و حرمۃ مین پس جیسا موقع کسی نے دیکھا ہوگا ویسا کہدیا ہوگا ہر حال پینے والا اسکا گناہ[عہ] سے خالی نہین اور اصرار گناہ پر سخت گناہ ہے اور اکثر اہل کشف و رویاء صادقہ کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اسکا پینے والا محفل مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین دخل نہین پاتا اور بعضون نے اسکے پینے والون کو معذب بھی دیکھا ہے اعاذنا اللہ منہ

عہ یعنی اکثر حالتون سے نہ کہ کل حالتون مین اور نیز یہ امر بھی قابل تحقیق ہے کہ اس سے جو مزاج مین تغیر ہوتا ہے وہ اثر تغییر کا ہے مثل افیون کے یا حدت کا مثل مرچ کے ۱۲ منہ

کسی نے کیا خوب کہا ہے شعر۔ تماکو نوش را سینہ سیاہ ست ✦ اگر باور نداری نے گواہ است

هذا ما عندی واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

سوال۔ ناصیہ کے بال لینا یعنی حجامت بنانا اور گردن مونڈانا اور سینہ کے بال کترانا یا مونڈانا علے ہذا ران و ہاتھ کے کیسا ہے۔

الجواب۔ ناصیہ یعنی مقدم راس کے بال لینا باقی چھوڑنا قزع میں داخل ہے اور ممنوع گردن کے[ل] بال مونڈانا فقہاء نے مکروہ سمجھا ہے سینہ اور ران کا مونڈانا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ میں جس بھینس کا بچہ مرجاتا ہے اسکو گدی گوڑتے ہین یعنی اگلے پاؤن باندھ کر فرج مین مع اسکی دُم کے ہاتھ ڈالتے اور آہستہ آہستہ اُس کی پیٹھ پر ہاتھ مارتے ہین بعدہ ہاتھ کو پاک کرکے دودھ نکالتے ہین اس طریقہ سے جو دودھ حاصل کرتے ہین اُس دودھ کا کھانا شرعاً جائز ہے یا نہین۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ چونکہ کوئی وجہ دودھ کی حرمت کی نہین اس لئے دودھ کا کھانا حلال و جائز ہے[ع] واللہ اعلم۔

سوال۔ نطفہ جبتک علقہ مضغہ رہے اسوقت اسکا اسقاط کسی وجہ سے کردینا جائز ہے یا نہین۔ اگر جائز نہین تو قتل نفس کا گناہ ہوگا یا کچھ کم؟۔

الجواب۔ جبتک روح نہ آوے اسقاط حکم قتل نفس مین نہین لیکن بلاضرورت مکروہ ہے اور بعد رجائز اور بعد نفخ روح حرام و کبیرہ و قتل نفس زکیہ فی الدر المختار ویکرہ ان تسقی لاسقاط حملہا وجاز لعذر حیث لا یتصور فقط۔

اسقاط حمل

(ایک مہتمم مدرسہ نے جلسہ انعام طلبہ مین شرکت کی درخواست کی تھی اُسپر یہ تحریر فرمایا)

مخدومی مکرمی دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اسکے قبل کے عریضہ مین حاضری جلسہ سے جو مانع طبعی تھا اُسکی اطلاع کی تھی جس کا مشاہدہ مکرمی مولوی .... صاحب نے بچشم خود فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ وقت جلسہ تک یہ مانع مرتفع ہو جاوے اب بعض موانع شرعیہ کو محض استشارۃً پیش کرنا چاہتا ہون ہرچند کہ علماء کی خدمت مین ایسی جسارت کرنا خالی از سوء ادب نہین مگر ایک طرف خیرخواہی کا جزو دین و مامور بہ ہونا پیش نظر دوسری طرف

[ل] مراد گدی ہے جسکو قفا کہتے ہین اور رقبہ کا مضائقہ نہین ۱۲۔ [ع] اور یہ فعل بھی جائز ہے جیساکہ خصی کرنا بعلۃ منافع للناس جائز ہے وہ علت یہان بھی موجود ہے کما قال الاستاذ العلام مدظلہ ۱۲۔

آپ کی عنایات والطاف پر اعتماد پھر اُسکے ساتھ ہی اپنی رائے کی غلطی کے نکل جانے کی امید ان سب امور نے اجازت دی کہ بے تکلف اپنے خیالات ظاہر کردون اگر واقعی میری رائے غلط ہے تو مین دل سے خواہان ہون کہ اُسکی اصلاح فرما دیجائے۔ حاصل اُن موانع شرعیہ کا یہ ہے کہ جہان تک غور کرکے اور تجربہ کی شہادۃ سے دیکھا جاتا ہے بڑی غرض اِن جلسون کے انعقاد کی دو امر معلوم ہوتے ہین فراہمی چندہ۔ اور اپنی کارگذاری کی شہرت یا یون کہیئے مدرسہ کی وقعت ورفعت جسکا حاصل حُبِ مال اور حب جاہ نکلتا ہی جس سے نصوص کثیرہ مین نہی فرمائی گئی ہے ہرچند کہ مال وجاہ اگر دین کے لئے مقصود ہون تو مذموم نہین مگر کلام اسی مین ہی کہ ایسے مواقع پر یہ امور دین کے لیے مقصود ہین یا دنیا کے لئے سو گو نفس تاویل کرکے دین ہی کے لیے بتلاتا ہی مگر اللہ تعالے نے ہر قصد کے لئے ایک خاص معیار بنایا ہے جس سے صحت یا فساد قصد معلوم ہو جاتا ہے سو ان مواقع مین جہانتک غور کیا جاتا ہے علامت طلب دُنیا کی غالب[ع] معلوم ہوتی ہین تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اگر دین مقصود ہوتا تو اُسکے اسباب طرق مین کبھی کوئی امر خلاف رضاء حق تعالے اختیار نہ کیا جاتا اور جب ایسے امور اختیار کیے جاتے ہین اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ دُنیا مقصود ہی اور ان امور مین سے بعضے بطور انموذج یہ ہین۔ (۱) چندہ کے حاصل کرنے مین قواعد شرعیہ کی رعایت نہین کیجاتی کیونکہ حکم شرعی ہے کا یحل مال امرئ الا بطیب نفسہ چندہ مین سوچ سوچ کر وہ طریق اختیار کیے جاتے ہین جس سے مخاطب کے قلب پر اثر پڑے گو وہ اثر دباؤ یا شرم ولحاظ کیون نہو ایسے لوگون کو واسطہ بنایا جاتا ہے مجمع مین اُنکے روبرو فہرست بھی پیش کیجاتی ہے شرکتِ جلسہ مین اصرار کیا جاتا ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ بڑے آدمیون کو خالی ہاتھ آنے مین سُبکی وکم وقعتی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بقایا کو مشتہر کرتے ہین جس سے اُنکو اپنی بدنامی کا خوف ہوتا ہے (۲) حکم شرعی ہے کہ ریا حرام ہے اور اکثر ایسے مواقع پر دینے والون کے دل مین ریا ہوتی ہے اور ریا کا سبب بن جانا بھی معصیت ہے، (۳) اکثر اوقات علماء کا اُمراء کے دروازون پہ جانا اور اُن سے تملق کی باتین کرنا۔ (۴) جن اموال کو حلال نہین کہتے اگر وہ بھی حاصل ہون ہرگز انکار نہین کیا جاتا کیا ممکن ہے یا واقع ہے کہ کسی غالب سود یا رشوت والے نے کچھ دیا ہو اور اُسکو جلوۃ مین یا خلوۃ مین واپس کر دیا گیا ہو۔ (۵) اپنے مدرسہ کو اصلی حالت سے اکثر زیادہ ظاہر کیا جاتا ہے تصریحاً یا ایہاماً جسکا حاصل کذب وخداع ہے (۶) اگر کوئی شخص مدرسہ پر کسی قسم کا اعتراض کرے اور وہ حق بھی ہو تو ہرگز اُسکو قبول نہین کیا جاتا بلکہ اُس کے درپے ہو کر رد کرنے کی کوشش ہوتی ہے گو دل مین اُسکو حق سمجھتے ہین جسکا حاصل بطر حق ہی (۷) اگر اور کوئی مدرسہ

ع یعنی اکثر ۱۲ منہ۔

مقابلہ مین ہوجائے اور گو اُسکی حالت واقع مین اچھی ہو مگر ہمیشہ وہ مثل خار نظر آتا ہے اور دل سے اُس کے انہدام وانعدام کے متمنی رہتے ہین ورنہ خوش ہونے کی بات تھی کہ دین کا کام کسی جگہ ہو رہا ہے لیکن محض اسوجہ سے کہ اُسکی شہرت نہ ہوجائے اُسمین چندہ کی بیشی اور اسمین کمی نہ ہوجائے ناگواری ہوتی ہے (۸) کارروائی مین اپنی کارگذاری کا اظہار اپنی مدح اپنے مدرسہ کی ترجیح اپنے کام کی خوبی وکثرت دکھلانا اور اُسکی وجہ سے تعلیم کی کمیت کا کیفیت سے زیادہ اہتمام کرنا اور کتابین بلا استعداد گھسیٹنا کہ کارروائی دکھلا سکین خواہ طالب علمون کو آئے یا نہ آئے ان علامات مین سے اوّل کی چار حب مال لغیر الدین کی علامتین ہین اور موخر کی چار حب جاہ لغیر الدین کی علامات ہین اور فساد منشار کی وجہ سے آثار بھی ایسے ہی مُرتب ہوتے ہین۔ (۹) اکثر ایسے جلسون مین اسراف ہوتا ہے جن لوگون کو بلانے کی کوئی ضرورت نہین اُنکے اور اُنکے رفقاء وخدام کے کرایہ مین بہت سے روپیہ جاتے ہین بعض اوقات طعام وغیرہ کا بھی مدرسہ سے اہتمام ہوتا ہے جسمین تکلف ہوتے ہین اور ساتھ مین غیر اضیاف بھی کھاتے ہین اور غالباً بلکہ یقیناً روپیہ والون سے اذن نہین لیا جاتا اور دلالت اذن کا بھی دعوی مشکل ہے کیونکہ اہل عطا خود ایسے مصارف کی مذمت کیا کرتے ہین۔ (۱۰) بعض جگہ مسجد مین ایسے جلسے ہوتے ہین اور مسجد کے ساتھ بیٹھک کا سا برتاؤ ہوتا ہے شور وشغب دُنیا کی باتین اشعار مذمومہ اور بہت سے منکرات جو مشاہدہ سے متعلق ہین جب مسجد مین وہ امور مباحہ بھی ناجائز ہین جنکے لیے مسجد موضوع نہین تا بہ منکرات چہ رسد (۱۱) ایسی کارروائیون سے بجائے وقعت وعزت مقصودہ کے اہل علم کی ذلت وحقارۃ اہل دنیا کی نظر مین ہوتی ہے کیونکہ اصل عزت استغنا ہے اور اس تحقیر کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی اولاد کے لئے علم دین کو پسند نہین کرتے کہ یہی انجام ان کا ہوگا گویا یہ حالت مناعیت للخیر کا ایک شعبہ ہے۔ (۱۲) تکثیر سواد طلبہ ومحصلین کے دکھلانے کو نااہلون کو اہل دکھلایا جاتا ہے وقس علی ہذا اگر یہ خیالات قابل اصلاح ہون تو اصلاح فرما دیجئے ورنہ مین عمل اور قبول کرنے پر جبر نہین کرتا مگر اقل درجہ میری غیر حاضری کے لئے انکو وجیہ قرار دیا جائے اور معاف فرمایا جائے فقط والسلام

(جواب از مہتمم صاحب)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت اقدس کا والا نامہ پہونچا مضمون سے آگاہی ہو کر بہت بڑا اطمینان اور خوشی ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مدرسہ ہذا کی بنیاد ابتدا سے کچھ ایسی پڑی ہے کہ جو امور آپ تحریر فرماتے ہین اُنسے نفرت ہے بناوٹ کو یہان کوئی پسند نہین کرتا محض توکل کے اوپر بنیاد ہے چندہ والون کی خدمت مین زیادہ اصرار کر کے جبر نہین کیا جاتا جسکی طبیعت چاہے شریک ہے جسکا جی چاہے نہ شریک ہو جو کام خدا واسطے مدنظر ہو اُسمین ان

امور کا خیال ہرگز نہین ہوتا خداوند کریم کے اختیار ہے جو چاہے سو کرے اہل دُنیا کی خوشامد کرنی فضول ہے یہی وجہ ہے کہ مدرسہ ہذا مین وہ ہی لوگ چند شرکا رچندہ ہین جو اخلاص سے دیتے ہین اور بار بار اُن سے تقاضا کی نوبت نہین آتی نہ بندہ کی اس قسم کی عادۃ ہے یہ فعل میرے نزدیک معیوب ہے مدرسہ مین جلسہ کرنے سے صرف غرض میری اتنی ہی ہوتی ہے کہ جو لوگ شریک چندہ ہین اُنکو واقعی کیفیت بلا زیادتی اور کمی کے سُنائی جائے اور انعام تقسیم کرکے جو طلبہ قابل ہین اُنکو خوش کرنا منظور ہوتا ہے تاکہ اُنکی دل شکنی نہ ہو اور نیز چند علما جمع ہوکر وعظ و نصیحت کرین تاکہ لوگون کو ہدایت ہو اور مخلوق کو فائدہ پہونچے خاص جلسہ کے واسطے اور علماء کی آمد و رفت کے کرایہ مین صرف کرنے کے واسطے اور جو لوگ شریک جلسہ ہین جنکو مدرسہ کی طرف سے دعوۃ ہوتی ہے اس ہی غرض سے اسی نام سے اجازت لیکر آج تک کارروائی ہورہی ہے۔ مدرسہ کے چندہ مین اور اس چندہ مین کوئی تعلق نہین یہ بات خداوند کریم نے میرے قلب مین اول ہی پیدا کردی تھی۔ جلسہ مین شرکت کے واسطے کسی کی خوشامد و رئیس کے پاس ہرگز کوئی نہین جاتا بلکہ خاص طور پر غربا کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی ہے چونکہ یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہے کہ امراء لوگ جلسہ مین شریک شرم کی وجہ سے نہین ہوتے اس واسطے اُنکو بلایا بھی نہین جاتا اور نہ سعی کی جاتی ہے خود دعوت دیتے ہوئے نفرت معلوم ہوتی ہے اگر کوئی مدرسہ مقابلہ مین ہوجائے تو اُسکی تخریب کے درپے ہونا یہ محض نادانی اور بیوقوفی ہے اللہ کا شکر ہے کہ یہان کسی مدرسہ مین تقابل نہین کسی کی مخالفت سے غرض نہین بلکہ اور مدارس جو ہین اُنکی ترقی کے خواہان ہین اس کے خلاف کرنا خدا اور رسول کا چور ہونا ہے اور دین کا بدخواہ چونکہ دستار بندی ایک شیوہ اور فخر ہوگیا ہے اور اسکو اچھا سمجھ کر اختیار مدارس نے کیا ہے اس وجہ سے اس امر کو بندے نے اچھا نہین سمجھا اور مدرسہ ہذا مین اس کا سلسلہ موقوف رکھا اس مختصر عرضداشت سے جناب والا معلوم کرسکتے ہین کہ میری غرض مدرسہ کرنے سے کیا ہے آیا حب دنیا یا اور کوئی علاوہ اسکے اور جو کوئی امر خلاف مرضی اللہ اور شرع ہو بلا تامل نصیحت فرمائین بخدا مین اس مین آپکا نہایت شکرگذار رہونگا اور آپ کو محسن تصور کرونگا۔ چونکہ مدرسہ ہذا مین جلسہ کے واسطے اور کوئی جگہ نہین ہے اس واسطے صحن مسجد اختیار کیا ہے مگر حتی الامکان امور منہیہ کی رعایت اپنی طرف سے کی جاتی ہے اور لوگونکو تاکید بہت کیجاتی ہے یہ بات صرف مجبوری کی وجہ سے ہے جلسہ کرنے سے میری یہ غرض ہرگز نہین ہے کہ چندہ جمع ہو اور رفعت منظور ہو رہا امر خواندگی سو خدا کے فضل سے یہ بات نہین بلکہ مدرسون کو حتی الوسع تاکید ہے کہ طالب علمون کو خوب اطمینان سے پڑھائین اگرچہ کتابین سال مین کم ہون اور نیز طلبہ کی کمیت جسقدر ہوتی ہے اُسیقدر ظاہر کی جاتی ہے۔ اُمید کہ جواب باصواب سے مطلع فرماکر ممنون فرمائین۔

(جواب الجواب از حضرت مولانا مدظلہم العالی)

مخدومی دامت فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ الطاف نامہ نے مسرور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے مقاصد حسنہ اور اخلاص نیت مین زیادہ برکت فرماوین اور آپ کے مدرسہ کو اور اسیطرح جمیع مدارس اسلامیہ دینیہ کے فیوض وبرکات سے ہم محتاجون کو مستفید فرماوین آپ کی تحریر سے اطمینان ہوگیا کہ ماشاء اللہ آپ کو ایسے امور پر نظر اور اُس کا اہتمام ہے مگر سب کا حال صرف اس قدر ہی کہ جلسہ مین کوئی امر قبیح بالذات نہین ہوتا ہی لیکن یہ خلجان اب تک باقی ہی اور باقی رہنے والا معلوم ہوتا ہے کہ وجوب ترک کے لئے صرف قبح بالذات شرط نہین بلکہ قبح بالغیر کافی ہے سو یہ امر تو مسلم ہوچکا ہی کہ بہت سے بلکہ کُل جلسے مفاسد معروضہ سابقہ سے خالی نہین ہوتے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُسکا انسداد حتی الامکان ضروری ہے اور اُنکی ترویج مباشرۃً یا تسبیباً منہی عنہ ایسی حالت مین اگر کوئی مہتمم مدرسہ نہایت احتیاط کے ساتھ جلسہ کرے تو مباشر مفاسد تو نہ ہوگا مگر اس مین کوئی شبہہ نہین کہ دوسرے غیر احتیاطی جلسون کی ترویج کا سبب تو بنے گا فقہاء نے بہت مواقع مین بعض مباحات کو محض سداً للذرائع وحسماً لمادۃ الفساد تاکید سے روکا ہی چنانچہ علماء محققین اس زمانہ مین رسوم مُرّوجہ مولد وفاتحہ واعراس کو گو بانی اعتقاداً وعملاً محتاط ہی کیون نہ ہو اسی بنا پر روکتے ہین کہ دوسرے بے احتیاطون کے لیے سند ہوگی اور بے احتیاطون کے لیے سبب ترویج کا ہوگا اس حکم مین مجالس بدعیہ ومجالس مستیہ متماثل ومتساوی ہین چنانچہ مشاہدہ کے بعد تامل کرنا کافی ہے اور جو مصلحتین ان جلسون مین ارشاد ہوئی ہین اُنکے مصلحت ہونے مین کلام نہین مگر مصالح اور مفاسد مین جب تعارض ہوتا ہی مفاسد کے اثر کو ترجیح ہوتی ہے جب کہ مصالح حد ضرورت شرعی تک نہ پہونچے ہون اور مانحن فیہ مین ظاہر ہے کہ ضرورت[1] شرعی نہین ہے بلکہ مصلحۃ بھی اسی صورۃ مین منحصر نہین ہے معینین کو بذریعہ روئداد تحریری حالت مدرسہ کی معلوم ہوسکتی ہے اور طلبہ کا ویسے بھی انعام پاکر دل خوش ہوسکتا ہے اور وعظ وہدایت اوّل تو ایسے مواقع پر شرکاء جلسہ کو صاف صاف کرنا مشکل ہی اُنکے تکدّر کا خیال ہوتا ہے پھر اس مقصود کا اہتمام مستقل طور پر بھی ہوسکتا ہے اس لئے اب تک بھی حاضری سے معافی کا خواستگار رہون۔ والسلام۔

سوال - جرس ممنوع کی کیا تعریف ہے مع کل جرس شیطان سے کیا مراد ہے بجتی ہوئی گھڑی اور گھنٹا جرس مین کیون شامل نہین عامۃ محدثین کی توجیہ (یعنی بوجہ اعلام دشمن سفر مین ممنوع ہونا) سے تو لازم آتا ہے کہ اب غلبۂ اسلام کے وقت سفر مین بھی جائز ہو اگر ضرورت کو سبب اباحۃ قرار دیا جائے تو اوّل تو کچھ زیادہ

[1] پس مواقع ضرورت بشرط رعایت احتیاط مستثنے ہون گے اور گو یہ قلیل ہو مگر معدوم نہین ۱۲ منہ۔

ضرورت بھی نہین بغیر بجے بھی وقت معلوم ہو سکتا ہی نیز لازم آتا ہے کہ بیل گھوڑے کی گردن مین گھنٹی اور گھنگرو بھی پہنانے جائز ہون کہ لوگ آواز سُنکر رستہ سے ہٹ جائین اگر ہر جرس کی ممانعت عام رکھی جائے تو لوٹا کٹورہ گلاس کا ایک دوسرے سے لگ کر بجنا بھی حرام ہوگا غرضکہ کچھ سمجھ مین نہین آتا۔

الجواب - جرس کی حرمت لعینہٖ نہین ہے لغیرہ ہے جہان کوئی غرض صحیح ہو گو وہ حد اضطرار تک نہ ہو جواز کا فتوے دین گے تو گھڑی گھڑیال مین غرض صحیح ہونا یقینی ہے البتہ جہان صرف تلہی یا تفاخر و مثل اسکے غرض فاسد ہو وہان ناجائز کہین گے روایۃ عالمگیری اسکی کافی دلیل ہے فی العالمگیریۃ فی الباب السابع عشر من کتاب الکراہیۃ - قال محمد فی السیر الکبیر انما یکرہ اتخاذ الجرس للغزاۃ فی دار الحرب وھو المذھب عند علمائنا الی ان قال قال محمد فی السیر فاما ما کان فی دار الاسلام وفیہ منفعۃ لصاحب الراحلۃ فلا باس بہ قال و فی الجرس منفعۃ جمۃ منھا اذا ضل واحد من القافلۃ یلحق بھا بصوت الجرس ومنھا ان صوت الجرس یبعد ھوام اللیل عن القافلۃ کالذئب وغیرہ ومنھا ان صوت الجرس یزید فی نشاط الدواب فھو نظیر الحدی کذا فی المحیط - اور چونکہ گھوڑے کے گلے مین محض تفاخر وتلہی کے لئے باندھتے ہین اور کوئی ضرورۃ نہین ہو لہذا جائز نہین ہو سکتا - واللہ اعلم - ۲۱ - ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

حکم سانڈ نذور غیر

سوال - سانڈ کا کھانا حلال ہے یا حرام چونکہ اس مین مقلدین وغیر مقلدین مین اختلاف ہی لہذا مفصل تحریر فرمایئے اور نیز تفسیر احمدی ملا جیون رح ملاحظہ فرما لیجئے اور ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ الخ کا کیا مطلب ہے۔

الجواب - اسمین تفصیل ہے ایک صورت یہ ہی کہ کسی شخص نے غیر اللہ کے نامزد کوئی جانور کر دیا اور اُسی نیت سے اُسکو ذبح کیا گو وقت الذبح بسم اللہ بھی کہے یہ تو حرام ہے قرآن مجید مین اسکی حرمت منصوص ہی اور کتب فقہ درمختار وغیرہ مین تصریحاً مذکور ہے دوسری صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام محض تعبیر وعنوان مین ہی نیت مین اُنکا تقرب وترضی مقصود نہین جیسے حدیث مین عقیقہ کے وقت یہ کہنا وارد ہے ھذا عقیقۃ فلان یہ بلا شبہ حلال ہی اور صاحب تفسیر احمدی اسی کو حلال کہتے ہین چنانچہ اُن کا منہیہ اس کا شاہد ہے - تیسری صورت یہ ہی کہ کسی شخص نے بہ نیت وعقیدہ فاسدہ اُسکو چھوڑا اور حاکم وقت نے کسی وجہ سے اُسکو پکڑ کر نیلام کر دیا اور کسی نے خرید کر اُسکو ذبح کیا یہ حلال ہے کیونکہ استیلاء موجب ملک ہے جب مالک وہ پہلا شخص نہ رہا اُس کا فعل ونیت قابل اعتبار نہین - چوتھی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے بُرے نیت بد سے چھوڑ دیا تھا دوسرے شخص نے چرا چھپا کر

ذبح کیا یہ حرام ہے دو وجہ سے اوّل فساد نیت مالک کے کیونکہ سائبہ کرنے سے خارج عن الملک نہین ہوتا دوسرے غصب و سرقہ کی وجہ سے پانچوین صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی نیت فاسد سے توبہ کر لی اور اس حیوان کو ذبح کیا یہ حلال ہے لارتفاع علۃ النہی اور ماجعل اللہ الخ کا مطلب اُس فعل کی نفی ہے جو مزعوم کفار تھا یعنی حرمت انتفاع بوجہ تعظیم واحترام واللہ اعلم۔

سوال۔ مین ایک ٹھاکر کے یہان ملازم ہون کھانا بھی اُنکے یہان سے آتا ہے گوشت اُنکے یہان پکتا ہے جسکے متعلق مجھے تردد ہے گوشت یا تو وہ شہر سے منگاتے ہین یا مجھسے بکرا ذبح کراتے ہین میرے خیال مین جب کبھی گوشت اُنکے یہان پکتا ہے میرا ہی ذبح کیا ہوا پکتا ہے لیکن چونکہ وہ گوشت نظرون سے غائب ہوجاتا ہے اور گھر کے اندر سے پک کر آتا ہے اس لئے مین نہین کھاتا بعض لوگ کہتے ہین کہ اُنکا یہ کہنا کہ "اُسی گوشت مین سے ہے" دیانت مین داخل نہین اور اُس کا کھانا جائز ہے۔ پکّا ہوا کھانا دیتے وقت وہ کچھ بھی نہین کہتے دریافت کرنے پر بھی کہتے ہین کہ آپ کا ذبح کیا ہوا گوشت ہے یا مثل اسکے اور کوئی بات بہرحال مجھکو کیا کرنا چاہیئے آیا گمان غالب پر کھالینا چاہیئے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے ہی ہاتھ کا ذبیحہ گھر مین سے پک کر آتا ہے قاضیخان وغیرہ نے تو ان شبہات کو رفع کیا ہے یعنے اگر وہ یہ کہین کہ یہ گوشت اُسی مین کا ہے تو معاملہ ہے اور اگر کہین کہ یہ تمھارا یا کسی مسلمان کا ذبیحہ ہے تو دیانت ہے لیکن مجھکو ابھی اطمینان نہین ہوا ہے لہذا مفصل جواب مرحمت فرمائین۔

الجواب۔ فی الدر المختار ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ بقول الواحد واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات اھ پس کافر کا یہ کہنا کہ یہ اُسی ذبیحہ کا گوشت ہے منجملہ دیانات متعلقہ حل وحرمت ہے لہذا حسب روایات بالا اُس کا قول مقبول نہین جیسا ظاہر ہے قلت ہذا ہو القول المشہور وفیہ سلامۃ العوام لکن فاتت فیہ دقیقۃ وہی ان ہذا اذا لم یقم علی کونہ ذبیحۃ المسلم دلیل الا قول الکافر فیصح فیما الحکم اما اذا حفت بہ قرائن قویۃ تفید الطمانینۃ بکونہ ہو فہو حلال بلا تلعثم لان العلم فی ہذہ الصورۃ یکون بالدلیل غیر قول الکافر نظیرہ ما ورد فی الاحادیث ان بعض من صلی مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم لما حولت القبلۃ شہد قباء وقت الفجر وشہد ان القبلۃ تحولت فتحولوا عن اخرہم مع ان خبر الواحد ظنی والقبلۃ السابقۃ کانت قطعیۃ فکیف رأوا الظنی معارضا للقطعی فذلک الذی ذکرت ہو الوجہ فی ہذا الحدیث فان اکلتم فی الصورۃ المسئولۃ لا باس بہ بشرط شہادۃ القلب انہ ہو فقط۔ واللہ اعلم۔

حکم ادویہ انگریزی

سوال - آجکل خواص وعوام بلا تکلف انگریزی ادویہ کو استعمال کرتے ہین جنکی ساخت مین اکثر روح الخمر اور رکٹی فائی اسپرٹ اور سیری وائن پڑتی ہے ٹنکچر - ایتھر - وائن اکٹراکٹ اسی کی لاگ سے بنائے جاتے ہین مگر کہا جاتا ہے کہ ان کا نشہ کم ہے بسمیت بڑھی ہوئی ہے زیادہ مقدار مین دین تو نشہ کرین مگر زیادہ مین دینے سے آدمی مر بھی جاتا ہے مگر سب دوائیں ایسی نہین کہ زیادہ مقدار مین دینے سے آدمی مر ہی جائے - اب فرمائیے کہ انگریزی ادویہ کا استعمال جائز ہوا یا ناجائز -

الجواب - روح الخمر وجوہر شراب چونکہ یقیناً اجزائے خمر سے ہے اُسکی حرمۃ سکر پر موقوف نہین فی الدر المختار وکرہ شرب دردی الخمر الی قولہ ولکن لا یحد شاربہ بلا سکر اھ وقد صرحوا بحرمۃ تناول الخبز الذی عجن دقیقہ بالخمر اور جبکہ اُسمین سکر بھی ہو تب تو شبہہ کی کوئی وجہ ہی نہین سو جواہر متعارفہ زمانا مین سکر بھی ہے اور مقدار قلیل سے بالفعل سکر نہونا منافی وجود سکر نہین کیونکہ سکر سے مراد عام ہے بالقوہ ہو یا بالفعل فی الدر المختار وحرمہا محمد مطلقاً وبہ یفتی الی قولہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام اھ اور اسیطرح سم ہونا بھی منافی سکر نہین بلکہ اُسکا مؤید وموکد ہے کیونکہ منتہی سکر کا اہلاک اور سمیت ہے کما لا یخفی علی ماہری الطبیعات اس تحقیق سے ادویہ مسئولہ کا حکم معلوم ہو گیا کہ استعمال جائز[1] نہین لیکن جبکہ بالیقین ان اشیاء سے خالی ہو - واللہ اعلم - ۲۱ - ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

اثبات پردہ متعارف

سوال - آزاد اور مومنہ عورت کا پردہ اجنبیون اور نامحرمون کے سامنے آنے مین از روئے فقہ وحدیث کیا ہے برقع اوڑھنا واجب ہے یا چہرہ اور ہاتھ کھول کے باہر نکلنا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو اُس شخص کی نسبت کیا حکم ہے جو عورتون کو گھر مین بیٹھ رہنے پر مجبور کرے چار دیواری سے نکلنے نہ دے یا بغیر برقع کے آنے جانے سے روکے -

الجواب - قال اللہ تبارک وتعالی وقرن فی بیوتکن پارہ من یقنت شروع وقال اللہ تعالی - یا ایہا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیبہن الخ پارہ ومن یقنت قریب ربع وقال اللہ تعالی واذا سألتموہن متاعا فاسئلوہن من وراء حجاب ایضاً پارہ ومن یقنت رکوع ۳ وقال اللہ تعالی والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیہن جناح ان یضعن ثیابہن غیر متبرجات بزینۃ وان یستعففن خیر لہن پارہ قد افلح بعد ثلث اربع وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفہا الشیطان رواہ الترمذی وعن ام سلمۃ انہا کانت عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذ اقبل ابن مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ

[1] اور اضطرار علاجی کی حالت مین اختلاف ہے اور احوط منع ہے ۱۲ منہ -

صلے اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ھو اعمی لا یبصرنا فقال صلے اللہ علیہ وسلم افعمیا وان انتما وفی الدر المختار تمنع الشابۃ وجوبا من کشف الوجہ بین الرجال لا لانہ عورۃ بل لخوف الفتنۃ اھ (اس کا صفحہ اس وقت یاد نہین مگر عبارۃ دیکھی ہوئی یاد ہے) ان احادیث وآیات و روایات فقہیہ کا ترجمہ کسی ذی علم سے دریافت کرکے غور درکار ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے حکم اصلی احتجاب واستتار بجمیع اعضائہا دار کا نہا ثابت ہے البتہ جہان ضرورت شدیدہ ہو یا بسبب کبر سن کے مطلق احتمال فتنہ واشتہاء کا باقی نہین وہان وجہ وکفین کا کشف جائز ہے اور یہی مطلب ہے ان کے ستر نہ ہونے کا اس سے جواب سوال کا واضح ہوگیا کہ مشتہاۃ عورت کا اجنبی کے روبرو آنا از روئے قرآن وحدیث وفقہ ناجائز ہے اور ضرورت مین برقع اوڑھ کر نکلے البتہ جہان ضیق ہو یا معمر زیادہ ہو وہان جائز ہے پس جو عورتون کو گھرون مین بیٹھے رہنے پر مجبور کرے اور چار دیواری سے نکلنے نہ دے اور بغیر برقع کہین آنے جانے سے روکے وہ بالکل قرآن وحدیث وفقہ پر عامل ہے اور اُس شخص کو مفاسد وفتن سے روکنے کا اجر عظیم ملیگا اور مغلاق الشر ومفتاح الخیر کا مصداق ہوگا فقط واللہ تعالٰے اعلم - ۱۶ - رمضان ۱۳۱۹ھ

سوال - ایک شخص رائے دیتے ہین کہ دربار انگریزی کی نمائش مین جو ماہ جنوری آیندہ دہلی مین ہونیوالی ہے کوئی دوکان مراد آبادی برتنون کی یا اور کسی مال کی کھولی جائے یا دربار کے کسی کام کا ٹھیکہ لیا جائے - احقر نے جواب مین کہا کہ دربار کے کام کا ٹھیکہ اعانت مجمع کفار ہے اور نمائش بھی ایسی ہی ہے اسکے جواب مین وہ کہتے ہین کہ دربار کا ٹھیکہ اعانت ہے نمائش ایسی نہین کیونکہ نمائش بعد ختم دربار ہوگی اُس سے غرض دربار کی آرائش نہین ہے بلکہ مُلک کی صنعت وحرفت کی جانچ منظور ہے جسطرح دیگر اوقات مین مختلف مقامات مین نمائشین ہوا کرتی ہین اس مین حضور کا کیا ارشاد ہے اگر شرکت ایسے مجمعون کی ناجائز ہے تو اپنے دواخانہ کے اشتہارات تقسیم کرانا درست ہین یا نہین -

الجواب کفار کا مجمع مطلقاً معصیت نہین ہے بلکہ صرف جو کسی معصیت یا کفر کی غرض سے منعقد کیا جائے ایسے مجمع کی شرکت واعانت سب حرام ہے اور جو کسی غرض مباح سے ہو جیسے مجمع مسئول عنہ کہ محض تزاید ثروت واستحکام امر حکومت کے لئے ہوگا میرے نزدیک اس کا یہ حکم نہین ہان اگر کسی مقتدا کی شرکت سے یہ احتمال ہو کہ عوام الناس میری سند پکڑکر دوسرے ناجائز مجامع کو اسپر قیاس کرکے بداحتیاطی کرنے لگینگے وہان اس عارض کی وجہ سے سداً للذرائع خاص ایسے شخص کو بچنا واجب ہوگا اور اشتہار تقسیم کرانا تو ہر حال مین جائز ہے اُسکو تکثیر سوا

سے کچھ مس نہین۔ واللہ اعلم۔

حلت خاکستر عقرب

سوال ۔ خاکستر عقرب کا استعمال اکلاً جائز ہے یا نہین جب وہ جلکر خاک ہوگیا تو بوجہ قلب ماہیت جائز ہوجانا چاہیئے کالخمر المتخلل وغیرہا۔

الجواب جائز ہے لما ذکر فی السوال فقط واللہ اعلم ۱۸۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

قبول دعوت سود خوار و بے پردہ وغیرہ

سوال ۔ اس مقام پر اکثر لوگ سود لیتے ہین اور وہ لوگ کاشت بھی کرتے ہین بعض کے یہان نصف آمدنی حلال ہے اور نصف حرام اور کہین نصف سے زیادہ حلال ہے اور نصف سے کم حرام اور بعض جگہ اسکا عکس ان لوگون کے مکان مین پردہ بھی نہین اور مولود شریف کی محفلین بھی کرتے ہین پس ایسے لوگونکی دعوت قبول کرنا درست ہے یا نہین لیکن اکثر ایسی محافل مین جانے سے بعض لوگون کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔

الجواب ۔ بے پردگی و مجلس مع لہیئت متعارفہ اور جمیع معاصی اور بدعات کو اموال کی حلت اور حرمت مین کچھ دخل نہین پس اس بناء پر تو رد دعوت بے اصل ہے البتہ اگر رد سے قصد زجر و اصلاح کا ہو تو رد کرین اور اگر قبول کرنے مین تالیف قلب اور امید قبول نصیحت ہو تو قبول کرنا اولیٰ ہے البتہ سود کے اختلاط کو حرمت مین اثر ہے پس اگر نصف یا زائد سود ہے تو سب حرام ہے اور اگر نصف سے کم ہے تو حلال ہے فقط واللہ اعلم۔

حکم تطویل ازار

سوال ۔ زید کا خیال ہے کہ ازار تحت الکعبین ممنوع اس وقت ہو جبکہ براہ تکبر و خیلاء ہو جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ اسپر فخر کیا کرتے تھے اور جبکہ تکبر نہ ہو بلکہ محض خوبصورتی اور زینت کے لئے ایسا کرے تو جائز ہے اور زینت محض امر ذوقی ہے ایک ہی امر ایک کو پسند ہوتا ہے دوسرا ناپسند کرتا ہے اختلاف ملک اختلاف رواج کی وجہ سے بہت فرق ہوجاتا ہے جسطرح نصف ساق تک پائجامہ اور اس سے بھی اونچا برا لگتا ہے اسیطرح ما فوق الکعبین بہ نسبت ماتحت الکعبین کے ابناء زمان کی نظر مین بدنما لگتا ہے صرف اس بدنما لگنے کی وجہ سے نیچا پہنتے ہین ریا کبر اور تفاخر سو دو چار انگل کے گھٹنے بڑھنے سے ہرگز نہین ہوسکتا بلکہ زینت و پسندیدگی اسکی باعث ہے چنانچہ احادیث مین اکثر یہ قید مذکور ہے من جر ازارہ خیلاء وغیرہ مین خیلاء کی قید ضرور ہے اور جو حدیثین مطلق ہین جیسے ما اسفل من الکعبین ففی النار وغیرہ وہ بھی حسب دستور عرب اسی مقید پر محمول ہین اور مطلق کا مقید پر محمول نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ مطلق و مقید دونون دو واقعہ پر آئے ہون جیسے کفارہ قتل و کفارہ ظہار اور اتحاد واقعہ کے وقت حسب اصول حنفیہ مطلق مقید پر محمول ہوجاتا ہے جیسے کفارہ قسم کا قراءۃ ابن مسعود متتابعات کے ساتھ مقید ہوجانا نیز اسکی موید وہ حدیث ہے کہ حضرت نے ما اسفل من الکعبین

کی وعید بیان کی اور فرمایا من جر ثوبہ خیلاء لن ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میری ازار لٹک پڑتی ہے الا ان اتعاہد تو حضرت نے فرمایا انک لست ممن تفعلہ خیلاء رواہ البخاری کذا فی المشکوٰۃ پس اگر مطلقاً جر ازار ممنوع ہوتا تو آپ اجازت نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ یہ وعید خیلاء ہی کی صورت میں ہے اور بلا اسکے جائز ہے۔ اس شبہہ کا حل مطلوب ہے۔

الجواب - فی نور الانوار بحث حمل المطلق علی المقید فی حکم واحد ما نصہ وفی صدقۃ الفطر ورد نصان فی السبب ولا مزاحمۃ فی الاسباب فوجب الجمع بینہما یعنی ان ما قلنا انہ یحمل المطلق علی المقید فی الحادثۃ الواحدۃ والحکم الواحد انما ہو اذا ورد فی الحکم للتضاد واما اذا ورد فی الاسباب او الشروط فلا مضایقۃ فیہ ولا تضاد فیمکن ان یکون المطلق سببا باطلاقہ والمقید سببا بتقییدہ اھ اور ما نحن فیہ میں حکم معصیت ہے اور مطلق جر اور جر للخیلاء اسباب اسکے ہیں یہاں مطلق مقید پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں پس مطلق جر کو بھی حرام کہیں گے اور جر للخیلاء کو بھی البتہ دونوں حرمتوں میں اگر کسیقدر تفاوت مانا جائے تو گنجائش ہے کیونکہ ایک جگہ ایک منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور دوسری جگہ دو منہی عنہ کا ارتکاب ہے یعنی جر کا اور خیلاء کا پس یہ کہنا کہ چونکہ عرب کا دستور یہی تھا کہ فخراً ایسا کرتے تھے اس لئے حرمت اسی کی ہوگی بلا دلیل ہے کیونکہ خصوص مورد سے خصوص حکم لازم نہیں آتا جبکہ الفاظ میں عموم ہو ویتفرع علیہ کثیر من الاحکام الفقہیۃ رہا قصہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میرے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ انک لست تفعلہ بالاختیار والقصد چنانچہ الا ان اتعاہد اسکی دلیل ہے کہ بلا قصد ایسا ہو جاتا تھا اور اسی کا حضور نے جواب دیا ہے رہا للخیلاء کی قید یہ اس بنا پر ہے کہ اکثر جو لوگ اس فعل کو باختیار کرتے ہیں وہ براہ خیلاء کرتے ہیں پس حدیث میں اطلاق سبب (یعنی فعلہ بالخیلاء) کا مسبب (یعنی فعل بالاختیار) پر ہوا ہے وہو شائع فی الکلام ای شیوع فقط واللہ اعلم ۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

حکم پایۂ نقرہ

سوال - چاندی کا پلنگ جو اکثر جہیز میں دیا جاتا ہے جسکے پایہ پتلی پتلی چاندی سے منڈھے ہوئے ہوتے ہیں اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں بوقت استعمال بدن سے تو چاندی الگ رہتی ہے البتہ پایہ پر اگر کوئی بیٹھے تو جائز نہ ہونا چاہیئے۔

الجواب - مفضض و مذہب یا مضبب کو جو امام صاحب نے بشرط اتقاء موضع ذہب وفضہ جائز فرمایا ہے مراد اس سے وہ ہے جسمیں فضہ یا ذہب متفرق مواضع میں لگا ہو دلیل اسکی شرط مذکور ہے ورنہ اگر ذہب و فضہ بالکل محیط ہو تو اسمیں کوئی جز ایسا نہ ہوگا جسکے استعمال کے وقت اتقاء فضہ و ذہب ممکن ہو چنانچہ ظاہر ہے

لہذا چاندی کے پائے جو متعارف ہین کسی طرح جائز نہین ۔ فقط واللہ اعلم ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۳۱؁ھ

کراہت پائجامہ چوڑی دار

سوال چوڑی دار پائجامہ جو شائقین اوباشون مین رائج ہے جبکہ بوتام لگاکر ٹخنے سے اوپر رکھا جائے جائز ہونا چاہیے عدم جواز کی کیا دلیل ہے اسراف تو کہہ نہین سکتے کیونکہ بغرض زینت اگر کچھ کپڑا زائد لگ جائے تو اسراف مین داخل نہین ورنہ کلمنکا زنانہ پائجامہ بھی ناجائز ہونا چاہیے حالانکہ اُس مین اگر قباحت ہی تو صرف اتنی کہ تستر کلی طور پر نہین ہوتا چلنے مین ران اور ساق کھُل جاتی ہے کپڑا زیادہ لگنا وجہ ممانعت نہین ہے ورنہ کابلیون کا پائجامہ بھی ممنوع ہونا چاہیئے اور مردون کو لنباکرتہ اچکن بھی ممنوع ہو کہ اُس سے کم لنبا چوڑا بن سکتا ہے

الجواب - چونکہ اس مین تشبہ بالفساق ہے اس لئے مکروہ ہے جیسا ایک حدیث مین ہے کہ ایک بزرگ نے ایک امیر پر خطبہ مین انکار کیا تھا یلبس ثیاب الفساق حالانکہ وہ صرف باریک کپڑا پہنے تھا جو فی نفسہٖ مباح ہے مگر اُس وقت ثیاب رقیقہ شعار فساق کا تھا کذا ہذا فقط واللہ اعلم -

جوتہ مردانہ زنان را

سوال - مردانہ چڑھوان جوتہ عورتون کو پہننا کیسا ہے بعض دیار مین علی العموم رواج ہے کہ عورتین بھی مثل مردون کے وہی جوتہ پہنتی ہین جو ایڑی کی طرف زیر پائی کی طرح بیٹھا ہے اور چپٹا نہین ہوتا بلکہ جیسا مردون کا جوتہ ویسا ہی وہ بھی اول تو مجھے ناجائز ہی ہونے کا خیال ہوا کیونکہ عورتون کو لباس وغیرہ مین مردونکی مشابہت پیدا کرنے کی حدیث شریف مین وعید آئی ہے لیکن جب سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جناب فلانے صاحب مرحوم مغفور کے یہان سب یا اکثر عورتین اور لڑکیان بھی مردانہ جوتہ پہنتی ہین اور مولانا مرحوم نے کبھی منع نہین فرمایا اُس وقت سے یہ رائے سُست ہوگئی لیکن ابھی تک کچھ اطمینان نہین ہوا مین نے جو ایک آدھ کو منع کیا تو یہ کہا گیا کہ اس مین پیر کو آرام زیادہ ملتا ہی اور چلنے مین نکل نہین جاتا اور اس مین چلتے وقت خاک اور چھینٹین بھی نہین اڑتین اس لئے ایسا پہنا جاتا ہے اور زیر پائی مین ایڑی کو تکلیف ہوتی ہی -

الجواب - اسکے رواج مین ایسا عموم نہین ہوا کہ دیکھنے والون کو منکر اور موجب تشبہ نہ معلوم ہوتا ہو اسلیئے تشبہ اس مین ضرور ہی کسی بزرگ کا منع نہ کرنا حجۃ شرعیہ نہین - رہا تکلیف ہونا سو اسکی اصلاح وترمیم ممکن ہے کہ بنانے والا اس کی رعایت کرے رہا چھینٹ وغیرہ کا پڑنا سو اسکی احتیاط بھی دشوار نہین - فقط -

حلق راس

سوال - زید کہتا ہے کہ سارے سر مین بال رکھنا سُنت ہے اور بلا حج سر منڈوانا خلاف سُنت ہے اور منڈے بال رکھانے والے کو سخت مخالف سُنت خیال کرکے قابلِ ملامت کہتا ہو - عمرو کہتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سر منڈاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اس فعل سے کبھی منع نہ فرمایا اس سے

معلوم ہوا کہ سر منڈانا بھی غیر ایام حج مین سُنت ہے؟ اور خشخشے بال رکھنے کی ممانعت نہین اس لئے وہ اپنی اصل پر رہین گے اور اصل اباحت وجواز ہے خشخشے بال رکھانا قرون ثلاثہ سے ثابت ہین یا نہین اور انکو جو زید بدعۃ کہتا ہے وہ صحیح ہے یا نہین اور ایسے بال رکھانے والا شرعاً قابل ملامت ہے یا نہین۔

الجواب سُنّت مطلقہ وہ ہے جسکو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور عبادت کے کیا ہو ورنہ سُنن زوائد سے ہوگا تو بال رکھنا حضور کا بطور عادۃ کے ہے نہ بطور عبادت کے اس لئے اولیٰ ہونے مین تو شبہ نہین مگر اسکے خلاف کو خلاف سُنّت نہ کہین گے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی نہ ہوتی چہ جائیکہ وہ حدیث بھی ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا یقینی دلیل ہے بال نہ رکھنے کی جواز بلا کراہت کے اور خلاف سُنّت نہونے کے پس جس حالت مین بالکل منڈا دینا جائز ہین تو قصر کرانے مین کیا حرج ہو للاجماع علی تساوی حکم القصر والحلق لشعر الراس فی مثل ہذا الحکم والی التساوی اشیر بقولہ تعالٰے محلقین رؤسکم ومقصرین۔

واللہ اعلم۔ ۱۸۔ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال۔ جو عورتین کھانا پکاتی ہین وہ اکثر گھر مین بے احتیاطی سے رہتی ہین سر کھلا رکھتی ہین اور بعض اوقات آٹا گوندھنے مین کہنیان کھلی رہتی ہین تو اُن کے بارہ مین ستر کا کیا حکم ہے آیا بوجہ ضرورت کے یہ امور اُن کے لیے درست ہوسکتے ہین یا نہین اور مالک مکان کو کسطور سے احتیاط کرنی چاہیئے۔

الجواب۔ سر کھولنے کی تو کوئی ضرورت نہین البتہ ذراعین مین امام ابو یوسف رح اجازت دیتے ہین کما فی کتاب الکراہیۃ من الہدایۃ اور مواضع غیر مباحہ کو اگر عورت نہ ڈھانکے تو مرد کو غض بصر واجب ہو اور نظر فجارۃ معصیت نہین۔ یکم جمادی الاخرے ۱۳۲۱ھ

سوال۔ سرکار قدسیہ بیگم مرحومہ نے کچھ روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو دیا تھا جسکے سود مین تمام پانی شہر مین آتا ہے مسجد ومین حوض مین بڑے بڑے قاضی مفتی پیتے ہین وضو کرتے ہین آیا ایسا پانی جائز ہے یا نہین ہم لوگ سب مبتلا ہین مگر اسمین شک نہین ہو کہ اُسکے سود ہی سے یہ پانی کے نل جاری کیے گئے ہین یا عموم بلوی کے لئے جائز ہوگا غرضکہ اس مسئلہ کے جواز وعدم جواز سے ضرور مطلع فرمایئے۔

الجواب۔ جس شے مین خبث ہو اُسکا استعمال حرام ہے نہ کہ اُس سے مس کی ہوئی چیزونکا بھی کیونکہ مس بالخبیث اسباب خبث سے شرع مین نہین ہے ورنہ مس بالکافر سے تلوث لازم ہونا چاہیئے پس نل مین اگرچہ خبث ہو مگر وہ رعایا کے استعمال مین نہین ہے کیونکہ وہ اہل حکم کے تصرف مین ہے پس وہی اُسکے مستعمل

ہین اور جو پانی استعمال مین ہے وہ مباح ہے کیونکہ سے مَس کئے ہوئے ہو اور مَس بالخبیث کا اسباب خبث مین سے نہ ہونا اوپر ثابت ہوچکا۔ واللہ اعلم۔ ۲۰۔ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

تفصیل حکم پردہ واقتدا بکسیکہ زنش بے پردہ باشد

سوال۔ جس شخص کی زوجہ یا دختر یا والدہ اور خواہر بلا حجاب ونقاب بازار مین جاتی ہین آیا ایسے شخصون کے ساتھ مشاربت ومواکلہ کرنا الاز انکے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً بلاکراہت جائز ہے یا نہین اور حجاب عامہ مومنات کے حق مین بھی واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے فقط۔

الجواب۔ کتب فقیہ مین مصرح ہے کہ حرہ کا تمام بدن بجز وجہ اور کفین اور قدمین کے فی نفسہ عورۃ ہے وغیرہ بعارض فتنہ واجب الستر ہے اور ترک واجب معصیت ہے، اور معصیت پر باوجود قدرت منع کے سکوت وتسامح فسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے تحریماً علی الارجح پس جس شخص کو اپنے جن اقارب پر اسقدر قدرت ہو اور وہ منع نہ کرے تو وہ اس حکم مین داخل ہوجائے گا اور اگر قدرت نہین یا اُسکی زوجہ وخواہر وغیرہ سن رسیدہ ہین کہ کشف وجہ سے خوف فتنہ نہین یا کپڑا چہرہ پر لٹکا کر نکلتی ہین تو چونکہ اسطرح نکلنا حوائج کیلیے جائز ہے اس لیے منع واجب نہین اور ترک منع فسق نہین اس لیے امامت مین کچھ حرج نہین اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جو صورتین فسق کی اوپر مرقوم ہوئی ہین کچھ باہر نکلنے والیون کے ساتھ خاص نہین بلکہ اُن پردہ نشینونکے حق مین بھی عام ہین جو اپنے نامحرم اقارب کے روبرو بیحجاب سامنے آتی ہین وہذا کلہ ظاہر فقط۔ ۲۶۔ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

حکم بہیمہ کہ با او کسے وطی کردہ باشد

سوال۔ شخصے با گاؤمیش حاملہ قیمتی تخمیناً صد روپیہ زنا کرد آن گاؤمیش راچہ کردہ شود واگر چارپایہ دیگر باشد وانزال نہ کردہ است کہ اورا اسیر کردند آن چارپایہ راچہ کردہ شود حکم کشتن وبعد کشتن سوختن بعلت عار وحمل میہ ہند وجائے کہ این ہر دو ملت نباشد حکم چیست وجائے کہ باشند ومالک چارپایہ نکشد برائے شیر نوشی دارد گنہگار ست یا نے؟

الجواب۔ فی الدر المختار ولا یحد بوطی بھیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ ومیتۃ مجتبی وفی النھر الظاھر انہ یطالب ندباً اھ فی الشامیۃ قولہ وتذبح ثم تحرق ای تقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت ولیس بواجب کما فی الھدایۃ وغیرھا وھذا اذا کانت مما لا یوکل فان کانت توکل جاز اکلہا عندہ وقالا تحرق ایضًا فان کانت الدابۃ لغیر الواطی یطالب صاحبھا ان یدفعھا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح وفیھا قولہ الظاھر انہ یطالب ندباً الخ ای قولھم یطالب صاحبھا ان یدفعھا الی الواطی لیس علی طریق الجبر ازین روایت ظاہر گشت کہ این ذبح واحراق علی سبیل الوجوب نیست واخذ مال کسے بلا طیب خاطر او یا اتلاف

اوبلا رضایش حرام است و ارتکاب حرام برائے اقامت مندوب بظاہر سنت کہ نا جائز ست وہم ظاہر شد کہ عند الامام اکل او و شرب لبن او ہمہ جائز بلا کراہت ہست پس در صورۃ مسئولہ از شان ہیمہ چیزے تعرض نکردہ شود چون مالک او گوارا نمی کند ۔ ۱۱ - رجب ۱۳۲۱ھ

سوال - اول روز اہالیان میت جو طعام کرتے ہین اوسکی کوئی سند شرعی صحیح موجود ہے یا نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے گھر کا طعام کھایا ہے یا نہین ؟

الجواب - فی رد المحتار عن الفتح ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ روی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبد اللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحۃ اھ وفی البزازیۃ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ اس روایت حدیثیہ وفقہیہ سے اس طعام کی کراہت ثابت ہوتی ہی بعض لوگون نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میت کے گھر سے کھانے پر ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے عن رجل من الانصار قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی القبر یوصی الحافر اوسع من قبل رجلیہ اوسع من قبل راسہ فلما رجع استقبلہ داعی امرأۃ فجاء وجیئ بالطعام فوضع یدہ ثم وضع القوم فاکلوا الحدیث سواسکے تین جواب تو رد المحتار مین ہین اول وفیہ نظر فانہ واقعۃ حال لا عموم لھا مع احتمال سبب خاص علی انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا ومذھب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلالا بحدیث جریر المذکور علی الکراھۃ ولا سیما اذا کان فی الورثۃ صغار الی اخرھا قال واطال جواب اول کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک واقعہ خاصہ ہی ممکن ہے کہ کسی سبب خاص سے آپنے کھانا تناول فرمایا ہو اس سے دلیل نہی مین جو عام ہے قدح نہین لازم آتا دوسرے جواب کا حاصل یہ ہی کہ جو امر مذہب مین متقرر و منقول ہے اور خود مبنی بھی ہے دلیل صحیح پر اسمین بحث اور شبہہ نکالنا ہی مقلد کا حق نہین ہے تیسرے جواب کا ملخص یہ ہے کہ اب طعام میت کے ساتھ بہت سے مفاسد کا اقتران ہوگیا ہے سو اسکی اجازت مین سب مفاسد کی اجازت لازم آتی ہے پس مضمون حدیث پر اس امر منکر کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور چوتھا جواب اس احقر کے نزدیک یہ ہی کہ اس حدیث مین یہ امر کہین مذکور نہین کہ یہ طعام میت کے گھر تھا گو شرح مین دعوے کیا ہے دعتہ امرأۃ رجل میت لما رجع من دفنہ الخ لیکن کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ ضروری ہو واذ لیس فلیس پانچوان جواب یہ ہے اذا تعارض المحرم والمبیح ترجح المحرم بہرحال جسطرح اسکو

رسم ہے وہ بے شبہ ممنوع ہے اور وہ شارع علیہ السلام سے قولاً و فعلاً منقول نہیں فقط۔ یکم شعبان ۱۳۲۱ھ

بنا بر مقابر

سوال ۔ روضہ مقابر مشایخ پر بنانا درست ہے یا نہیں؟۔

الجواب ۔ فی تیسیر الوصول عن جابرؓ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یکتب علیہ وان یقعد علیہ وان یوطأ اخرجہ الخمسۃ الا البخاری وفیہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ رای فسطاطاً علے قبر عبد الرحمن فقال یا غلام انزعہ فانما یظلہ عملہ اخرجہ البخاری و فی رد المحتار واما البناء علیہ فلم ار من اختار جوازہ الے قولہ وعن ابی حنیفۃ یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت او قبۃ او نحو ذلک لما روی جابر وذکر الحدیث المذکور آنفا اھ ان روایات حدیثیہ و فقہیہ اور خود صاحب مذہب کی تصریح سے اس بناء کی کراہت و ممانعت ثابت ہوگئی فقط یکم شعبان ۱۳۲۱ھ

موے سر داشتن

سوال ۔ چہ میفرمایند علماء دین رحمہم اللہ در داشتن موے سر و ترک آن آیا سنت ست یا مستحب یا مکروہ اگر سنت باشد و فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم است پس مکروہ گفتن او را چہ حکم دارد و قائل کراہت را چہ حکم؟

الجواب ۔ سنت دو قسم ست سنت عبادۃ و سنت عادۃ مطلق لفظ سنت بر قسم اول اطلاق کردہ میشود و استحقاق و وعدہ ثواب و ترغیبات ہمین قسم منوط است و قسم ثانی ہم خالی از برکت و دلیل محبت بودن نیست لیکن مقصود و جزو دین نباشد و اگر این قسم مخل امرے از مقاصد دین در حق شخصے شود او را ازان باز داشتہ شود پس باید دانست موے داشتن بر سر سنت از قسم ثانیہ ست بلا سبب حکم بکراہتش کردن سوء ادب و موجب معصیت ست و اگر بوجہے مثل ہمچنانکہ کسے را از موے بر سر داشتن انہماک در تزیین پیش آید یا وسوسہ در وصول آب در حالت غسل از جنابت دغدغہ کند در حق این کس لاشک کہ ستردنش اولے گفتہ شود و داشتن را مکروہ بمعنی خلاف اولے گفتن صحیح باشد چنانکہ حضرت علیؓ کہ از خلفاء راشدین ہستند کہ باتباع ایشان مارا امر فرمودہ شدہ خود میفرمایند کہ ہرگاہ وعید آب نرسیدن در جنابت شنیدم سر خود را دشمن داشتم خلاصہ جواب آنکہ این موے داشتن فی نفسہ اولی ست مگر جزو دین نیست و بعارض خلاف اولے واللہ اعلم ۱۰ شعبان ۱۳۲۱ھ

اسقاط حمل

سوال ۔ میں جن صاحب کے ہاں معالج ہوں وہ لاولد ہیں جب پہلی بیوی سے کچھ اولاد نہوئی تو باصرار والدین دوسری شادی کی لیکن طبیعت اُس سے مانوس نہیں اب اس دوسری بیوی کو دو ماہ کا حمل ہے ان صاحب کی فرمائش ہے کہ ایسی کوئی ترکیب ہو کہ اُسکا حمل گر جائے اگر ہو تو اولاد پہلی سے ہو بندہ نے ابتک کچھ

جواب انکو نہین دیا حضور ارشاد فرمائین کہ دو ماہ کا حمل گرانا جائز ہے یا نہین یا آیندہ کے لئے کوئی ایسی تدبیر کردینا کہ مانع حمل ہوجائے جائز ہے یا نہین یہ بھی ارشاد ہو کہ بعض عورتین جسم کی کمزور ہوتی ہین اور بچے بہت جلد جلد ہوتے ہین اس سے انکی بھی تندرستی خراب ہوجاتی ہے اور بچے بھی دودھ خراب پینے سے دائم المرض ہوجاتے ہین اس صورت مین دوائے مانع حمل کھانا جائز ہے یا نہین؟

الجواب - فی الدر المختار ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملہا وجاز لعذر حیث لا یتصور فی رد المحتار قولہ ویکرہ الخ ای مطلقا قبل التصور وبعدہ علی ما اختارہ فی الخانیۃ کما قدمناہ قبیل الاستبراء وقال الا انہا لا تاثم اثم القتل قولہ وجاز لعذر کالمرضعۃ اذا ظہر بہا الحبل فانقطع لبنہا ولیس لابی الصبی ما یستاجر بہ الظئر ویخاف ہلاک الولد قالوا یباح لہا ان تعالج فی استنزال الدم ما دام الحمل مضغۃ او علقۃ ولم یخلق لہ عضو وقدروا تلک المدۃ بمائۃ وعشرین یوما وجاز لانہ لیس بآدمی وفیہ صیانۃ الآدمی خانیہ قولہ حیث لا یتصور قید بقولہ وجاز لعذر والتصور کما فی القنیۃ ان یظہر لہ شعر او اصبع او رجل او نحو ذلک اہ روایات مرقومہ سے معلوم ہوا کہ صورۃ مسئولہ مین اگر تحقیق فن سے حمل مین جان پڑنا محتمل ہو تب تو مطلقاً حمل گرانا حرام اور موجب قتل نفس زکیہ ہے اور اگر جان نہین پڑی سو اگر کوئی عذر صحیح ہوتا تو اسقاط جائز تھا لیکن چونکہ کوئی عذر نہین ہے اور یہ امر کہ نفس نہین گوارا کرتا کہ پہلی کے اولاد نہو اور دوسری کے ہوجائے یہ شرعاً عذر مقبول نہین لہذا یہ فعل ناجائز ہوگا گو قتل کا سا گناہ نہو مگر خود یہ فعل بھی معصیت ہے اور آیندہ کے لئے حمل قرار نہ پانے کی تدبیر کرنا بھی بلا عذر مذموم ہے مگر وہ ملامت مین اس سے کم ہے خلاصہ یہ کہ سب مین اشد حمل حے کا اسقاط اور اُس سے کم حمل غیر حے کا اسقاط اور اُس سے کم مانع حمل کا استعمال البتہ عذر مقبول سے دو امر اخیر کے جائز ہین اور امر اول ہر حال مین حرام اور مسئلہ ثانیہ مین چونکہ عذر صحیح ہے اس لئے دوا مانع حمل کھانا جائز ہے فقط واللہ تعالے اعلم ۱۲ - شعبان ۱۳۲۱ھ

سوال خصی بنانا بکرون کا جائز ہے یا ناجائز برتقدیر ناجائز ہونے کے قربانی کیونکر جائز ہے ؟ -

الجواب - فی الدر المختار اول فصل البیع من کتاب الکراہیۃ وجاز خصاء البہائم روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ خصی بنانا بکرونکا جائز ہے واللہ اعلم ۲۳ - ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال - مرقع حضرت سیدنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت غوث الاعظم محمد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر بزرگان کا رکھنا اور اُن پر فاتحہ ودرود بھیجنا وپھول چڑھانا یا مکانون مین مثل دھلی لگانا

اور تعظیم کرنا درست ہے یا نہیں امید کہ اس کے جواب سے مطلع فرمائیں ۔ یکم جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

الجواب ۔ تصویر جس کو اس زمانہ کی اصطلاح میں مرقع کہتے ہیں احادیث صحیحہ کی رو سے اُس کا بنانا رکھنا سب حرام ہے اور اُسکا ازالہ اور محو کرنا واجب ہے اس لئے اُسکے یہ معاملات سخت گناہ ہیں واللہ اعلم ۔ یکم جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

کرم افتادن در اشیاء ماکول

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین کہ جس اناج یا آٹے میں کیڑے پیدا ہو جائیں اُس کا کھانا اور جس گوڑ میں بھنگے ہوں یا جس شربت اور ترچیز میں ڑبے چینٹے گر کر مر جائیں اُسکا کھانا پینا شرعاً حرام ہے یا حلال

الجواب ۔ اُن کو نکالکر پھر کھانا پینا حلال ہے ۔ یکم جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

حکم نوکری بخلاف شرع

سوال ۔ شرع شریف کے خلاف حکم احکام کرنے کو حرام لکھا ہے اور خلاف حکم احکام کرنیوالیکو قرآن شریف میں کافر ۔ ظالم ۔ فاسق فرمایا ہے چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون ایضاً ھم الظالمون ایضاً ھم الفاسقون اور فرمایا ہے کہ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان لہذا آجکل عہد انگریزی کی ملازمت تحصیل داری ڈپٹی گری منصفی و صدر صدوری اور وکالت و مختارکاری و بیرسٹری وغیرہ کہ ان میں خلاف حکم احکام جاری کرنا لازم ہے شرعاً حلال ہے یا حرام ۔

الجواب ۔ حرام ہے ۔ واللہ تعالےٰ اعلم یکم جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

حرمت نصرت ظالم که در مقدمہ گرفتار باشد

سوال ۔ چور چوری کے لئے مکان میں گھسا اور ایک آدمی کو زخمی کیا لیکن بغیر مال لئے چلا آیا اب وہ شخص شبہ میں گرفتار ہے تو آیا اُسکے چھوڑانے کے لئے کوشش کرنا اور تفتیش کنندہ کو کچھ دے دلاکر راضی کر دینا کیسا ہے اگر یہ خیال کیا جائے کہ اُس نے مال تو لیا نہیں اس لئے شرعی قاعدہ سے اُس پر صرف تعزیر ہے اور اُس کی ذلت اور خرچ مال تعزیر کے لیے کافی ہے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن اُس نے ایک آدمی کو زخمی کیا ہے اور شرعی قاعدہ سے اگر زخم ایسا ہے جس کا قصاص لیا جا سکتا ہے تو قصاص لیا جائے دیت یا حکومت عدل ہے اور یہ قانون انگریزی کے بالکل مغایر ہے وہاں صرف جرمانہ ہوگا یا جیل جس سے زخمی شدہ کو کچھ نہیں ملسکتا ہاں وہ توبہ کرتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ آیندہ کبھی ایسا نہو گا اس کا جواب ارشاد ہو سمجھ میں نہیں آتا ۔

الجواب ۔ میرے نزدیک اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہ زخم ہر حال میں حق العبد ہے اور وہ اپنے حق کا مطالبہ کرتا ہے گو اُس کو اصل حق نہ ملے مگر وہ شفائے غیظ پر جو کہ اصل حق اور قانون حال میں امر مشترک ہے قناعت کرتا ہے پس اصل حق کا نہ ملنا اسوقت منسوب حکام کیطرف ہے اور تفتیش کنندہ کو دے دلاکر راضی کر دینا یہ حیلولہ ہے درمیان صاحب حق اور اُس کے شفاء غیظ کے جس کو وہ بمجبوری بدل سمجھ رہا ہے اصل حق کا

پس یہ صریح نصرت ہے ظالم کی اور حدیث مین کلیا وجزئیا لقولہ علیہ السلام من حال الخ اس پر وعید آئی ہے اس لئے یہ نصرت حرام ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۸۔ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ۔

سوال۔ فرزند پیدا ہو کے ناف بریدہ کے پیشتر مرجائے تب مرنے کے بعد اس مردہ کی ناف بریدہ یعنی قطع کرنا جائز ہے یا نہ۔

الجواب۔ اب قطع کرنا فضول ہے قطع اس لئے کیجاتی ہے کہ ایک زائد چیز ہے اس کے اتصال سے حی کو ایذا ہوگی جس طرح ناخن وغیرہ کاٹے جاتے ہین بعد موت کوئی ضرورت باقی نہین بلکہ بمقتضائے قواعد مکروہ و ممنوع ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۷۔ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ۔

سوال۔ کاشتکارون سے کسی بے امنی بے قاعدگی نقصان رسانی پر علاوہ اس رقم کے جو نقصان رسیدہ کا معاوضہ ہوسکے زمیندار کو کچھ لینا جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب۔ جرمانہ ہمارے امام صاحب کے مذہب مین حرام ہے اس لئے یہ رقم جائز نہین البتہ اگر سیاست کی ضرورت ہو تو اس کی اجازت ہے کہ اُس سے کوئی مقدار مال کی لی جائے اور چند روز تک اُس کو اپنے پاس رکھکر جب وہ خوب دق ہو جائے اُس وقت اس کو واپس کردیجائے یہ بھی اُس شخص کو جائز ہے جس مین دو وصف ہون ایک حکومت واختیار رکھتا ہو تاکہ فتنہ نہو دوسرے معتمد ومتدین ہو کہ بعد چندے واپسی پر اطمینان ہو ورنہ یہ بھی جائز نہین واللہ اعلم ۲۴۔ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

سوال متعلق جواب بالا۔ ما جرمانہ اور اماموں کے نزدیک کیا درجہ رکھتا ہو ما نقصان رسیدہ کا معاوضہ دلوانا جائز ہے یا نہین ما جرمانہ کی رقم کسی مدت کے بعد پھر اُسے واپس کرنا سیاست کا خوف زائل کرتا ہے ایسی حالت مین انتظام مین عجیب بے ترتیبی واقع ہوگی اور اس سے بہتر ایسا جرمانہ نکرنا ہوگا اس لئے سیاست کا جس سے اثر بھی پڑے اور جائز بھی ہو آپ کوئی عمدہ طریقہ بتلائیے۔

جوابات۔ ما علامہ شامی نے حاشیہ درمختار کی جلد ثالث باب التعزیر مین تصریح کی ہو کہ صرف امام ابو یوسف سے جرمانہ کے جواز کی روایت منقول ہے اور وہ بھی ضعیف باقی اور علماء اور ائمہ کے نزدیک جائز نہین اور جب روایت ضعیف ہے قابل عمل نہین ہوسکتی اس کے علاوہ اُس روایت مین بھی صرف صاحب سلطنت یا نائب سلطنت کو اجازت ہے زمیندار بحیثیت زمینداری حاکم نہین ہے اُس مین اور کاشتکار یا رعایا مین تعلق اجارہ و استیجار کا ہے اور پھر حاکم کے لیے بھی اس لیے جواز کا فتوی دینے کو منع کیا گیا ہے کہ لوگون کو ظلم کرنے کا بہانہ ہاتھ آجائیگا

عبارت علامہ کی یہ ہے ۔ قال فی الفتح وعن ابی یوسف رح یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال وعندھما وباقی الائمۃ لایجوز ومثلہ فی المعراج وظاھرہ ان ذلک روایۃ ضعیفۃ عن ابی یوسف رح قال فی الشرنبلالیۃ ولایفتی بھذا لمافیہ من تسلیط الظلمۃ علی اخذ مال الناس فیاکلونہ اور ذرا آگے چلکر علامہ نے نقل کیا ہے کہ سلطان کو بھی صرف خزانہ کے عملہ پر جرمانہ کی اجازت ہے اور وہ بھی اس شرط سے کہ ملکی خزانہ مین داخل کردے اُس مقام کی عبارت یہ ہے وسیذکر الشارح فی الکفالۃ عن الطرسوسی ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لاتجوز الا لعمال بیت المال ای اذا کان یردھا لبیت المال غرض اول تو سارے ائمہ عدم جواز کی طرف گئے ہین پھر ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی روایت ضعیف اور پھر وہ بھی خاص سلطان کے ساتھ اور اُسمین بھی تخصیص عاملین خزانہ کی پھر اُس مین شرط ادخال خزانہ کی پس اسوقت رؤسا ودامرا مین جس جرمانہ کا رواج ہے یہ کسی کے نزدیک جائز نہین ۔ ع۲ اگر نقصان مثلی شئے کا ہوا ہے مثلاً کسی نے کسی کا غلہ تلف کردیا یا روپیہ ضائع کردیا تو اس صورت مین خود صاحب نقصان کو بھی اُس نقصان رساں سے اُتنی ہی اور ویسی ہی چیز وصول کرلینا خواہ آشکارا خواہ خفیہ جائز ہے اسی طرح اورون کو بھی اس مین اعانت جائز ہے اور اگر نقصان اشیاء ذوات القیم کا ہوا ہے مثلاً کسی نے کسی کا درخت کاٹ لیا یا کپڑے چرالئے یا کسی کا کھیت اپنی مواشی کو کھلا دیا تو اس کا [illegible] وصول [illegible] شرعاً مبادلہ ہے جس مین تراضی یا قضاء قاضی کی حاجت ہے پس زمیندار چونکہ سلطان یا نائب سلطان نہین ہے اس لئے اس دوسری صورت مین اس کا دخل دینا جائز نہ ہوگا البتہ اگر حکام ملکی اس زمیندار کو باضابطہ ایسے اختیارات دیدین مثلاً اُس کے دیہات کا آنریری مجسٹریٹ بنادین اور ایسے معاملات کے فیصلہ کا تصریحاً اختیار دیدین تو اسکو بھی وہی حکم کرنے کا حق ہوگا جو حکام کو ہوتا ہے ۔ ع۳ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ ایسی سیاست کا حق صرف صاحب سلطنت کو ہے دوسرون کو حق ہی حاصل نہین زمیندار کو صرف اجارہ واستیجار کا تعلق ہے ایک کاشتکار سے موافقت نہو دوسرا بدل دیا جائے رہگیا سلطان جس کو اس سیاست کا حق حاصل ہے اُس کے لئے علامہ شامی نے حاشیہ مذکورہ کی جلد مذکور مین نقل کیا ہے کہ یہ واپسی اُس وقت ہے جب آثار توبہ کے اُس پر ظاہر ہون ورنہ اگر توبہ سے یاس ہوجائے تو اُسکو کسی رفاہ عام کے کام مین صرف کردے سیاست سے مقصود انزجار ہے توبہ سے یہ غرض بوجہ احسن حاصل ہوگئی اب خوف کی کیا ضرورت رہی اور توبہ نہ کرنے کی صورت مین وہ مال اُس کو ملا نہین پورا خوف حاصل ہے مگر یہ سب سلطان کے لئے ہے عبارت علامہ کی یہ ہے فان ایس من توبتہ یصرفہ الی ما یری ۔ ۹ ۔ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

حال رشوہ براے وارث

سوال۔ زید کا باپ عمرو پچاس روپیہ مشاہرہ پر ایک عیسائی ریاست مین ملازم تھا مگر خرچ بھی اسیقدر تھا زید کو معلوم ہے کہ اس کا باپ متدین اور رشوت سے محترز نہ تھا عمرو نے ایک مکان اور جائداد خریدی جو زید کو ترکہ مین ملی اخراجات و مصارف خانگی سے بخوبی واقفیت کی بنا پر زید کہہ سکتا ہے کہ یہ کل مال رشوت کا پیدا کیا ہوا ہے اور کل نہین تو اکثر مال رشوت ضرور ہے اس مکان مین رہنا یا اس کا بیچنا وغیرہ انتفاع زید کو حلال ہے یا نہین اگر نہین تو کیا کرے۔

الجواب۔ تکلم علیہ فی الدر المختار فی مواضع قبیل باب زکوٰۃ المال وقبیل باب الفضولی وکتاب الغصب واحکام البیع من الحظر والاباحۃ وننقل منہا روایۃ واحدۃ ھی کالملخص من جمیعہا وھی ہذہ والحاصل ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیہم والا فان علم عین الحرام لایحل لہ ویتصدق بہ عنہ صاحبہ وانکان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا یعلم اربابہ ولا شیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جن سے رشوت لی ہے اگر معلوم ہون یا کوئی چیز خاص رشوت مین لی ہوئی بعینہ موجود ہو تب تو زید کو انتفاع حلال نہین ورنہ فتوے کی رو سے حلال ہے گو تقوے کے خلاف ہے۔ ۱۱۔ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

فائدہ: حکم اموال مشترکہ که بعضی رشوت بود

سوال۔ زید اپنے برادران اور باپ کی شرکت مین رہتا ہے مگر جانتا ہے کہ باپ بھائی رشوت لیتے ہین خانہ داری کی مشارکت کے باعث ع۵۰ ماہوار کے حساب سے زید گھر مین برابر دیتا ہے مگر اس کی کمائی اور بھائیون کی رشوت کی رقم سب مشترک تصرف مین آتی ہے یہ صورت اس کو جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ خلط استہلاک ہے اور استہلاک موجب ملک پس اگر سب کی رقمین مختلط اکٹھی ہین تو مملوک مشترک ہین فتوے سے جائز ہے گو تقوے کے خلاف ہے اور اگر علی سبیل التعاقب ہر ایک کی رقم جدا اور ممتاز صرف ہوتی ہے تو رشوت کے اٹھنے کے وقت زید بھی حرام کھاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲۔ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

حکم تصرف در آب حوض و گل آن بدون اذن مالک زمین

سوال۔ جو تالاب کہ جنگل مین خودبخود ہو جاتے ہین ان سے پانی بارش کا جو جمع ہو جاتا ہے وہ بغیر اجازت مالک کے کھیت کو دینا جائز ہے یا نہین اور بلا اجازت مالک کے اسکی مٹی لانا جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار فصل الشرب ولا سقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب ونحوہا من نہر غیرہ وقناتہ وبیرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ اھ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر اجازت مالک کے اپنے کھیت کو پانی دینا یا مٹی لانا جائز نہین فقط ۲۴۔ جمادی الاخرے ۱۳۲۲ھ۔

منع اسقاط حمل از بیم ضرر ظنی

سوال۔ ایک عورت کے شکم مین بچہ زندہ ہے اور وہ عورت سخت بیمار ہے ظاہرا بدون اسقاط فائدہ ہوتا معلوم نہین ہوتا پس اس حالت مین اسقاط حمل درست ہے یا نہین ؟۔

الجواب۔ درست نہین فی الدر المختار قبیل کتاب احیاء الموات باسطر ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملها وجاز بعذر حیث لا یتصور۔ ۶۔ رجب ۱۳۲۲ھ

آب گرم در چارپائی برائے دفع کھٹمل

سوال۔ چارپائی کے کھٹمل دفع ہونے کو اگر چارپائی مین گرم پانی ڈالین توکیسا ہے ؟

الجواب۔ فی رد المحتار کیفیۃ القتال من کتاب الجہاد تحت قول الدر المختار وحرقهم ما نصه لکن جواز التحریق والتغریق مقید کما فی شرح السیر بما اذا لم یتمکنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلا مشقة عظیمة فان تمکنوا فلا یجوز۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھٹملون کے دفع کا اور کوئی آسان طریقہ نہ ہو تب تو گرم گرم پانی ڈالنا اُنپر درست ہے ورنہ ممنوع ہے۔ ۱۲۔ رجب ۱۳۲۲ھ

قرض دادن بکسے کہ او آن روپیہ سود حاصل میکند

سوال۔ ایک شخص ہندو کو روپیہ قرض دیتا ہے اس امید پر کہ جب گڑ پیدا ہوگا تو اُس روپیہ کا گڑ اُس وقت کے نرخ سے ہم لین گے مگر وہ ہندو مدیون دوسرے ہندو کو سود لیکر اُس روپیہ کو تقسیم کرتا ہے اور اُن لوگون سے گڑ خرید کر اصل دائن کو دیتا ہے اور دائن کو یہ بات معلوم ہے کہ مدیون سودی روپیہ تقسیم کرے گا آیا اصل دائن اعانت علی المعصیۃ کے جرم مین شرعاً ماخوذ ہوگا یا نہین ؟۔

الجواب۔ چونکہ قرض دینے سے وہ روپیہ اس مقرض کی ملک سے نکل گیا اور روپیہ بالخصوص موضوع بھی نہین اقامت معصیت کے لئے بلکہ وجوہ جائزہ سے بھی منتفع بہ ہوسکتا ہے پھر اثمان معاملات مبادلات مین متعین بھی نہین ہوتے اس لئے ظاہرا یہ اعانت علی المعصیۃ نہین ہے صحابہؓ کی دادوستد یہود آکلین سحت کے ساتھ بلا نکیر متعارف و شائع تھی۔ واللہ اعلم ۱۶۔ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال متعلق سوال مذکور۔ چونکہ صفائی معاملات کی عبارت دیکھی گئی۔ مگر سود لینے والے کی اعانت قرض سے کی اور اعانت گناہ کی گناہ ہے اس وجہ سے صورت مسئولہ مین شبہہ پیدا ہوگیا کہ یہان بھی بذریعہ قرض کے اعانت علے المعصیۃ لازم آتی ہے اور باوجود غور و فکر کے دونون قرضون مین مجھے کچھ فرق نہین معلوم ہوا اس سبب سے مین نے وہ سوال پیش کیا ہے اور پوری عبارت صفائی معاملات کی یہ ہے صفحہ ۱۹ بعض لوگ سودی بنکو نمین روپیہ امانتاً جمع کرتے ہین اور اس کا نفع نہین لیتے سو چونکہ بالیقین بنک مین روپیہ بعینہ محفوظ نہین رہتا کاروبار مین لگا رہتا ہے اس لئے وہ امانت نہین رہتا بلکہ قرض ہوجاتا ہے اور گو اُس شخص نے سود نہین لیا مگر سود لینے والے کی اعانت قرض سے کی اور

اعانت گناہ کی گناہ ہے۔ اس لئے روپیہ داخل کرنا ہی درست نہین۔

الجواب۔ تامل سے یہ فرق معلوم ہوتاہے کہ بنک مین تو روپیہ موضوع اسی واسطے ہی بخلاف صورت مسئول عنہا کے اور جسقدر تیقن لزوم اور ضرورت مین ہوتاہی دوام اتفاقی مین نہین ہوتا لیکن احتیاط صورت مسئول عنہا مین بھی بہتر ہے بعد تامل ایسے بنک مین ایک اور وجہ منع کی خیال مین آئی وہ یہ کہ یہ خلط بالاذن ہے تو موجب شرکت ہوگیا اور شرکت مزیل ملک نہین تو روپیہ والے کی ملک اُسمین تصرف غیر مشروع ہوا۔ ۱۳۔ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ جو چیز ہندو کے یہان درست ہو اور ہمارے مذہب مین حرام اگر دواءً یا غذاءً اُن کو بتلا دیا جائے تو اُس مین معصیت ہوگی یا نہین ؟۔

الجواب۔ فقہا نے تصریح کی ہے کہ نجس چیز کتّے کے روبرو کھانے کے لئے ڈالنا جائز نہین اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز اپنے لئے محرم الاستعمال ہو وہی استعمال دوسرے کو بتلانا بھی جائز نہین بالخصوص اُس قول پر کہ بعض فقہا قائل ہوئے ہین کہ کفار فروع مین نواہی کے مکلف ہین اوامر کے نہین۔ ۱۶۔ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ گل ارمنی۔ گل مختوم۔ افیون دوا مین شرباً و ضماداً اور شہر زنان طلاءً اطبا استعمال کراتے ہین آیا وہ عنداللہ ماخوذ ہونگے اور مریض ہندو ہو یا مسلمان دونون کا حکم یکسان ہے یا فرق۔

الجواب۔ متقدمین دوا محرم کو ضرورت مین بھی جائز نہین کہتے اور متاخرین ضرورت مین اجازت دیتے ہین اور شیر زنان دوا محرم ہے اس لئے مختلف فیہ ہوگا احوط قول متقدمین ہے اور عامل بقول متاخرین پر بھی دار وگیر نہین باقی جو ادویہ فی نفسہ مباح ہین اور نہی بعض آثار و عوارض سے ہو اگر وہ عوارض نہون مثلاً مٹی مین ضرر اور افیون مین سکر تو حرام نہین ہین اور ہندو و مسلمان کا ان سب مین ایک حکم ہو جیساکہ سوال سابق کے جواب مین مذکور ہوا

سوال۔ فتحیابی مقدمہ کے لئے اسم ذات کاغذ پر لکھ کر آٹے مین گولیان بناکر مچھلیونکو کھلانا جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ جب تعویذ کھلانا پلانا آدمی کو جائز ہے اسی طرح حیوان کو بھی اور اگر القا سے شبہہ اہانت ہو تو قصد اہانت نہین ہے بلکہ استبراک مقصود ہے رہا یہ کہ اس عمل کو مقصود مین کچھ دخل ہے یا نہیں سو مجھکو اس کی تحقیق نہین واللہ اعلم۔ ۲۱۔ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید کو جماع کی سخت ضرورت ہے اور اُسکی زوجہ حائضہ ہے اس صورت مین وہ کیا کرے گا۔

الجواب۔ بی بی کی ساق وغیرہ سے رگڑ کر نکالدے یا اُس کے ہاتھ سے خارج کرادے لیکن اُسکی ران وغیرہ

کو مس نکرے فی الدر المختار ویمنع (ای الحیض) حل دخول المسجد الی قوله وقربان ما تحت الازار یعنی ما بین سرة ورکبة ولو بلا شهوة وحل ماعداه مطلقا فقط واللہ اعلم ۱۰- رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ

تحقیق تصور حق تعالیٰ

سوال[1] - اس بات کا اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے یہ تو مسلم ہے اور حکم شرع شریف ہے اگر اُسکا تصور کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اُس کی کوئی صورت ہو اور یہ محال ہے تو تصور اُس کا جیسا کہ صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کرتے ہین کس طرح سے کیا جائے اُس کی کیا کیفیت ہے اور اسطور پر تصور جائز ہے یا نہیں۔

الجواب - شریعت نے بے کیف و بے مکان تصور کی تعلیم کی ہے پس اسکے خلاف کسی کا قول و فعل حجت نہوگا اگر کسی صوفی مقبول محقق سے منقول ہوگا اُس مین تاویل مناسب کرین گے البتہ اگر بلا قصد و اختیار کسی خاص طور پر تصور ہو جایا کرے اُسمین معذوری ہے لقوله علیه السلام للجارية این اللہ قالت فی السماء قال علیه السلام انها مومنة - واللہ اعلم - ۱۶- رمضان ۱۳۲۲ھ

حکم مال حرام بعد توبہ

سوال - کمترین بخانہ کنجران تولد ہوا ہے اور علم دین کی جب واقفیت حاصل کی تو قباحت اس بد پیشہ کی معلوم ہوئی تو مین نے اس سے نفرت کر کے نوکری کا پیشہ اختیار کیا اور بعد اسکے تجارت چوب آوہ پختہ کی شروع کی اللہ تعالیٰ نے مجھے اسمین سے بہت نفع دیا اب محض برضامندی حق تعالیٰ کے اس قوم کنجر کے سب افعال ناشایستہ سے توبہ کر کے پورا اسلام مین داخل ہونا چاہتا ہون وہ مال موروثہ میرے نانا کا مثل مکان و نقد و جائداد کے جو منظہر کے سوا اسکا اور کوئی وارث نہین جو نا لائق ناجائز طور سودی شراب کی کمائی وغیرہ فسق و فجور کے ذریعہ سے جمع کیا ہوا نانا کا ہے وہ بھی جگہ مصارف اسلام مسجد چاہ و مدرسہ وغیرہ خدمت علماء و حج بیت اللہ مین خرچ ہو سکتا ہے یا نہین - جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین مجمع خطا وار کے مانند مشرف باسلام ہوتے تھے اُن کے مال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہان دیتے تھے - الاسلام یهدم ما قبله ہو سکتا ہے یا نہین۔

الجواب - فی الدر المختار الفصل الاخیر من کتب الغصب ولا ضمان فی میتة ودم اصلا فی رد المحتار قوله ولا ضمان فی میتة ودم اصلا ای مطلقا ولو لذمی کما سیصرح به اذ لا یدین تمولهما من اهل الادیان هدایه وفیه قبل الفصل فی بیان بعض الصور الحرام قوله فکذلك یتصدق وفی صحیح البخاری باب الشروط فی الجهاد من کتاب الشروط فی قصة الحدیبیة وکان المغیرة صحب قوما فی الجاهلیة فقتلهم واخذ اموالهم ثم جاء فاسلم فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم اما الاسلام فاقبل واما المال فلست منه فی شئ قال القسطلانی ولعله صلی اللہ

[1] یہ سوال عقائد یا سلوک مین مناسب تھا - ۱۲ منہ

علیہ وسلم ترک المال فی یدہ الا امکان ان یسلم قومہ فیرد الیھم اموالھم اھ درمختار کی روایت اولی سے حسب تعلیل ردالمحتار یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوا کہ کفار جس کو اپنے دین کے موافق سمجھتے ہون اُس سے جو اموال حاصل ہون وہ اُنکے مملوک ہوتے ہین اور جو امر خود اُن کے نزدیک بھی دین کے خلاف ہو اُس سے جو مال حاصل ہوگا وہ مملوک نہین اور ظاہر ہے کہ فسق و فجور اور سود کو سب بُرا جانتے ہین البتہ شراب کو بہت کفار بُرا نہین جانتے لہذا صورت مسئولہ مین شراب کی کمائی تو اگر کفار سے اولاد کو میراث مین پہونچی حلال ہے اور اگر مورث مسلمان تھے تو یہ بھی حرام ہے اور دوسری کمائیان ہر حال حرام ہین اور درمختار کی روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ ایسے اموال خبیثہ کو تصدق کردے یعنی بہ نیت اخراج عن الملک نہ بہ نیت ثواب رفع احتیاج مساکین ایسے محتاجون کو دیدے جو بہت فقر مین مبتلا ہون لہذا مصارف خیر مین جن سے ثواب حاصل کرنا مقصود ہے خرچ نکرے اور بخاری کی روایت سے معلوم ہوا کہ ایسے اموال کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نومسلمون کے لئے جائز نرکھتے تھے چنانچہ قسطلانی نے اور زیادہ تصریح کردی قرآن مجید کی آیات ربوا مثل وذروا ما بقی من الربوا وغیرہ سے بھی یہی ثابت ہے کیونکہ مخاطب اسکے نومسلم ہین اور انکا معاملہ ربوا زمانہ جاہلیت قبل الاسلام تھا پھر بھی حرمت کا حکم فرمایا اور الاسلام یھدم حق معاصی مین ہے نہ کہ اموال حرام کے باب مین ورنہ چاہیے تھا کہ نساء محرمات سے بھی بعد اسلام تفریق نکراتے حالانکہ احادیث مین اس تفریق کی تصریح وارد ہے۔ واللہ تعالے اعلم۔ ۲۶۔ شوال ۱۳۲۲ھ

سوال۔ (۱) فقہ کی کتابون سے معلوم ہوتا ہے کہ سائبہ و بحیرہ حرام نہین اور کفار کی تحریم محض لغو و عبث ہے، جیسا کہ آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے پھر جب سائبہ و بحیرہ ما اھل بہ لغیر اللہ سے خارج ہین تو ہندو جو بتون پر بھی وغیرہ چڑھاتے ہین یا مسلمان قبرون پر مرغا وغیرہ چڑھاتے ہین کیون نہ حلال ہونگے۔ (۲) ما اھل بہ لغیر اللہ مین اگر ما سے مراد ذی روح اور غیر ذی روح دونون ہون تو اولاً تمام مفسرین کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ جملہ مفسرین اُس کی شرح ما ذبح لکھتے ہین مخالف کہتا ہے کہ جب باجماع مفسرین اہلال بمعنی ذبح ہے تو اہلال کے ایسے معنے لینا جو ذی روح اور غیر ذی روح دونون کو شامل ہو خلاف اجماع مفسرین کے ہوگا اور مفسرین کے کلام کی تاویل و توجیہ بغیر حجت قابل تسلیم نہین مولنا اسمعیل و مولانا شاہ عبد العزیز رحمہما اللہ تعالی کا کلام مخالف اجماع کے ہے ثانیاً اگر ما سے مراد عام ہو تو جس طرح سے شیرینی وغیرہ مین حرمت سرایت کرجاتی ہے اُسی طور سے جانورون مین بھی حرمت ساری

عہ یہ منقول نہین دیکھا اپنے استاد علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے سمجھا ہین کہتا ہون کہ اگر خود مالکان مال کیطرف سے جنکو واپس کرنا ایسے اموال کا واجب تھا اور بوجہ عدم تعیین تعذر ہو جائے خرچ کیا جائے تو دوسرے امور خیر مین بھی صرف جائز ہے ۱۲ منہ۔

تحقیقات متعلق در ص ۱۱۲ ، ۱۱۳ [illegible]

ہونی چاہئے اور توبہ کرنے سے جس طرح شیرینی وغیرہ حلال نہیں ہوتی جانور بھی حلال نہیں ہو سکتا اگرچہ بوقت ذبح نیت بدل دیجائے ثالثاً اگر ما سے مراد عام ہو تو سائبہ بحیرہ کو بھی حرام کہنا چاہئے حالانکہ خلاف مذہب فقہاء و مفسرین ہے (۳) اشیاء منذورہ لغیر اللہ میں اگر حرمت آتی ہے تو کس قسم کی حرمت ہے ظاہر ہے کہ حرمت لعینہ نہیں ہے کیونکہ وہ چیزیں نجس اور ناپاک نہیں ہیں بلکہ بسبب ایک فعل قبیح کے اُس میں قبح پیدا ہوا ہے پس جس طرح سے رشوت اور سود وغیرہ کا مال اگر اصل مالک مرتشی سے واپس لیلے تو اُس کے لئے پاک رہتا ہے اُسی طرح ناذر شیرینی یا مرغا بعد اہلال کے اگر واپس لے تو درست ہونا چاہیے۔ (۴) جانور منذورہ سے جو بچے پیدا ہوں گے وہ حرام ہوں گے یا حلال۔ (۵) کفار چونکہ فروع کے مکلف نہیں اس وجہ سے اُن کا مال سود اور رشوت کا یا بُت کا چڑھایا ہوا جانور یا کپڑا یا شیرینی سب حلال ہونا چاہئے حرمت کی کیا وجہ ہے۔ (۶) جانور منذورہ لغیر اللہ کو اگر کوئی شخص چرا کر ذبح کر ڈالے اور اُس کو یہ معلوم ہو کہ وہ منذورہ لغیر اللہ ہے تو وہ ذبیحہ فقط بسبب مال مسروقہ ہونے کے حرام ہوگا یا منذور لغیر اللہ ہونے کی وجہ سے بھی اُسمیں حرمت ساری ہوگی چونکہ ذابح ناذر کا نہ وکیل ہے اور نہ اس کی نیت فاسد ہے اور نہ پیشتر سے اُس ذبیحہ میں حرمت اہلال کی ساری ہے اس سبب سے اس ذبیحہ کو ما اهل به لغیر اللہ میں داخل نہیں کر سکتے۔ عبارات متعلقہ ما اہل بہ لغیر اللہ مندرجہ ذیل ہیں۔ (تقویۃ الایمان مصنفہ مولوی اسمعیل صاحب شہید قدس سرہ صفحہ ۳۹) یعنی جیسا سور اور لہو اور مردار ناپاک حرام ہے ایسا ہی وہ جانور بھی ناپاک اور حرام ہے کہ گناہ کی صورت بن رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ٹھہرایا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانور کسی مخلوق کے نام کا نہ ٹھہرائے اور وہ جانور حرام ہے اور ناپاک اس آیت میں کچھ اس بات کا مذکور نہیں کہ اُس جانور کے ذبح کرنے کے وقت کسی مخلوق کا نام لیجئے جب حرام ہو بلکہ اتنی ہی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جان کوئی جانور مشہور کیا کہ یہ گاؤ سید احمد کبیر کی ہے یا یہ بکرا شیخ سدو کا ہے سو وہ حرام ہو جاتا ہے پھر کوئی جانور ہو مرغی یا اونٹ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے ولی کا یا نبی کا باپ کا یا دادے کا بھوت کا یا پری کا وہ سب حرام ہے اور ناپاک اور کرنے والے پر شرک ثابت ہو جاتا ہے اھ مجموعہ فتاوی مولنا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ ص۵۳ البقرۃ المنذورۃ داخل فیما اهل لغیر اللہ

الجوابات۔ اول ایک قاعدہ کلیہ عرض کئے دیتا ہوں محرمین یہ کہتے ہیں کہ منذور لغیر اللہ میں جب کوئی تصرف بہ نیت تقرب الی غیر اللہ متقرر ہو جائے وہ حرام ہو جاتا ہے اور اُس تصرف کے فسخ سے حلت عود کر آتی ہے ولیدہ قولہ تعالے وما اهل به لغیر اللہ مع قول المفسرین ذبح الخ فان الذبح محرم للتصرف الشرک۔ اب جوابات معروض ہیں (۱) جس بحیرہ و سائبہ میں کوئی تصرف بہ نیت تقرب لغیر اللہ متقرر ہو گیا ہو بدون فسخ اُس

تصرف کے حلال ہو جانا فقہ کی کونسی کتاب میں ہے یا آیت میں جو تحریم کا رد ہے اس سے مراد وہ تحریم ہے جس کو اہل جاہلیت عبادت سمجھتے تھے یا مراد تحریم سے فعل ما یوجب الحرمۃ من اھلالہ لغیر اللہ ہے کما فی قولہ لم تحرم ما احل اللہ لک یا تحریم مؤبد مراد ہے پس ایسا سائبہ ما اہل سے خارج نہیں تروج پر جو تفریعات تھیں سب کا جواب نکل آیا۔

(۲) اگر قرآن مجید میں عام مراد نہ بھی ہو تو اشتراک علت سے اشتراک حکم ہو جاوے گا والعلۃ ھی نیۃ التقرب لغیر اللہ تعالی۔ اب اجماع مفسرین کے بھی خلاف نہ ہوا اور اگر قرآن مجید میں عام ہی مراد لے لیا جائے تو بھی اس کو مخالفت اجماع نہیں کہہ سکتے اگر مفسرین تعمیم تفسیر کی نفی تصریحاً کر دیتے جب البتہ اسکی گنجائش تھی گو بنظر غائر ایسا اجماع حجت شرعیہ نہیں کیونکہ کسی تفسیر پر اتفاق ہونے سے حکم شرعی پر اتفاق لازم نہیں آتا اور اجماع معتبر حکم پر ہے البتہ اگر ایسی تفسیر کیجائے جس سے تفسیر جمہور کی نفی لازم آئے تو بوجہ رفع حکم شرعی کے مخالفت اجماع ہے اور یہاں نفی لازم نہیں آتی بلکہ بوجہ عموم کے اس کو بھی شامل ہے اور شیرینی وغیرہ میں اگر توبہ ایسے وقت کرلے کہ اس نیت فاسدہ پر کوئی تصرف اسمیں نہ ہوا تھا یعنی کسی کو ہبہ وغیرہ نکیا تھا تب تو وہ حلال ہو گئی اور اگر دیدی تھی اور اس تصرف کو فسخ کر دیا تب بھی توبہ سے حلال ہو گئی اور اگر تصرف نہیں توڑا تو البتہ حلال نہیں ہوئی یہی حکم جانور کا ہے اگر ذبح کے وقت نیت درست کرلی تو تصحیح نیت قبل التصرف ہو گئی جانور حلال ہو گیا اور اگر تصرف ذبح نافذ ہو گیا اب ارتفاع اس کا ممکن نہیں اس لئے حرمت قائم رہی اور بحیرہ و سائبہ کی تحریم و عدم تحریم پر کلام پہلے ہو چکا ہے

(۳) حرمت لغیرہ ہے اور وہ غیر تصرف خاص ہے اگر قبل تصرف توبہ کرلے یا توبہ کر کے تصرف فسخ کر دے حلال ہے کما مر سابقا۔ (۴) چونکہ ان بچوں میں علت حرمت کی نہیں ہے حلال ہیں۔ (۵) وہ مکلف نہیں ہم تو مکلف ہیں چونکہ ما اھل بہ لغیر اللہ صادق ہے جس کی حرمت کے ہم مخاطب ہیں اس لئے حرمت کا حکم ہو گا نہ یہ کہ انکی حرمت ہم تک متعدی ہوئی ہے کہ وہاں منتفی ہونے سے یہاں منتفی ہو۔ (۶) دونوں وجہ سے حرام ہو گا نیت مالک کی موثر ہے گو ذابح کو علم اور اس کا قصد نہ ہو اس ذبح سے وہ تصرف شرکی متقرر ہو گیا لہذا ما اہل بہ میں داخل ہو گیا۔ واللہ اعلم ۱۴۔ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ جس کپڑے پر تصویر چوسر یا شطرنج یا شوالہ کی ہو اس کو مصلے بنانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب۔ یہ اشیاء چونکہ شعائر کفر و فسق سے ہیں اس لئے شرعاً قابل اہانت ہیں اور مصلے پر ہونا موجب تعظیم ہے اس لئے نماز میں کراہت ہوگی چنانچہ تصویر سے کراہت صلوٰۃ کی علت بھی مشابہت عبادت یا تعظیم ہے اور وجوب اہانت میں تصویر ذی روح کی اور ان اشیاء کی صورت مساوی ہے فی رد المحتار وقد ظھر من ھذا ان علۃ الکراھۃ فی المسائل کلھا اما التعظیم او التشبہ الخ ۔ ۲۷۔ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ۔

استعمال گھیکوار کہ از زمین غیر حاصل کردہ باشد

سوال کسی شخص نے اپنی زمین میں گھیکوار بہت سا واسطے دوا کے بو رکھا ہے اگر کوئی شخص اُس کو بدون اجازت مالک کے لا کر دوا میں ڈالدے تو درست ہے یا نہیں اور اگر اس کے مالک سے پوچھیں تو لینے نہیں دیتا اور گھیکوار کا حکم گھاس جیسا ہے یا نہیں کیونکہ گھیکوار ساق دار درخت نہیں اور اُس دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔

الجواب - فی الدر المختار فصل الشرب وحکم الکلاء کحکم الماء فی رد المحتار وھو ما ینبسط وینتشر ولا ساق له کالاذخر ونحوه والشجر ماله ساق فعلی ھذا الشوک من الشجر الی قوله واخص من ذلک کله وھو ان یحتش الکلاء او انبته فی ارضه فھو ملک له ولیس لاحد اخذه بوجه لحصوله بکسبه ذخیره وغیرھا جلد ۵ صفحہ ۲۳۲ اس سے معلوم ہوا کہ اول گھیکوار کے گھاس ہونے میں کلام ہے دوسرے اگر گھاس بھی ہو تب بھی اگر گھاس کو خود کوئی اپنی زمین میں بو دے تو اُسکی ملک ہو جاتا ہے دوسرے کو بدون اُسکی اجازت کے لینا اور استعمال کرنا حرام ہے پس ایسی دوا کا استعمال جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم - ۲۹ - ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

دندان مصنوعی ساختن

سوال - دندان کا بنوانا شرعاً درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو ضرورت اور زینت دونوں کے واسطے یا صرف ضرورت کے واسطے۔

الجواب - فی الدر المختار ولا یشد سنه المتحرک بذھب بل بفضة وجوزھما محمد ویتخذ انفا منه لان الفضة تنتن فی رد المحتار قال الکرخی اذا سقطت ثنیة رجل فان اباحنیفة یکرہ ان یعیدھا ویشدھا بفضة او ذھب ویقول ھی کسن میتة ولکن یاخذ سن شاة ذکیة یشد مکانھا وخالفه ابو یوسف الی قوله وقال ابو یوسف سألت اباحنیفة عن ذلک فی مجلس اٰخر فلم یر باعادتھا باسا اس روایت سے معلوم ہوا کہ دانت بنوانا شرعاً درست ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت اور زینت دونوں کے لئے درست ہے، کیونکہ ناک منع انا ظاہر ہے کہ زینت ہی کے لئے ہوگا اور وہ بھی جائز رکھا گیا ہے البتہ اگر زینت کو آلہ فجور بنایا جاوے تو اس عارض کی وجہ سے بیشک گناہ ہے۔

اخذ اجرت از مال حرام و مس کردن دندان ساز زن را

سوال - ایک شخص کا دندان سازی پیشہ ہے اُس سے اجنبی عورت دندان بنوانا چاہتی ہے اور اس عورت کا فحش حرام پیشہ ہے غالباً اجرت بھی اُسی حرام کمائی سے دیگی اس حالت میں دندان بنانے کی ضرورت سے غیر عورت کے بدن کو مس کرنا اور حرام کمائی سے اجرت لینا اُس شخص کو درست ہے، یا نہیں۔

الجواب - اسمیں دو سوال ہیں مس کرنا اور ایسی اجرت لینا سو مس اجنبیہ کو بضرورت جائز رکھا گیا ہے جیسے مداواۃ مرض میں پس اگر دانت بضرورت بنوائے جاتے ہیں تو یہ ایک قسم کی مداواۃ ہے دندان ساز کو مس جائز ہے اور اگر بلا ضرورت بنوائے جاتے ہیں تو مس جائز نہیں جیسا احتقان ضرورت میں جائز رکھا گیا اور بعض منفعت بلا ضرورت کے لیے

حرام کذا فی الشامیۃ الجزء الخامس صفحہ ۳۶۵ اور اجرت لینا مال حرام سے حرام ہے البتہ اگر وہ قرض لیکر دیدے اور اُسکو یقین ہو جائے تو درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ سلیپر پہننے مین نصاریٰ کی مشابہت تو نہین ہے؟

الجواب۔ اگر مشابہت نہین ہے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یوم الاضحیٰ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھکر ایک برتن پر دم کرتا ہے اور ایک دوسرا شخص اُس برتن کو پکڑ لیتا ہے پھر برتن مین ایک قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے اگر کسی ساحر نے کسی پر سحر کیا ہے تو جہان سحر ہے وہان پر چلا جاتا ہے اور اگر سحر کسی درخت پر کیا ہے تو درخت پر چڑھنا چاہتا ہے اگر کسی کا مال چوری ہوا ہے تو جہان مال ہے وہان پر چلا جاتا ہے یہ زید کا عمل جائز ہے یا ناجائز اگر حرام ہے تو کس دلیل سے۔

الجواب۔ یہ عمل فی نفسہ جائز ہے اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ کسی امر ناجائز کیطرف مفضی تو نہین ہو جاتا یا ہوتا ہے اگر ہوتا ہے تو اس عارض کی وجہ سے لغیرہ ناجائز ہو جائے گا مثلاً اس عمل کے ذریعہ سے کسی شخص کو چور سمجھنا جو کہ خلاف ہے نص ولا تقف ما لیس لک بہ علم کے کیونکہ علم سے مراد دلیل شرعی ہے اور ایسے اعمال دلیل شرعی نہین اور اگر امر ناجائز کیطرف مفضی نہین ہوتا تو پھر بالکل جائز ہے مثلاً اس عمل کے ذریعہ سے مال ملجانا یا سحر باطل ہو جانا خلاصہ یہ کہ فی نفسہ جائز اور اگر مقدمہ حرام کا بن جائے تو ناجائز۔ ۱۹۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ صدقہ نافلہ اغنیاء اور فقراء سب کو مباح ہے اس کے کیا معنے ہین آیا یہ معنے ہین کہ جب کسی شئ کو خدائے تعالیٰ کے حضور مین پیش کر دیا اور اُس کے ایصال ثواب کی نیت کسی کے لئے کر لی تو یہ صدقہ ہو گیا اسکا کھانا سبکو جائز ہے یا اور کچھ پھر بعد الانفاق ایصال ثواب کی ضرورت ہو گی یا وہی نیت کافی ہو گی۔

الجواب۔ اس کی تحقیق مصرح تو کہین باوجود تلاش کے ملی نہین لیکن قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدون تملیک کے ابھی صدقہ نہ ہو گا کیونکہ مفہوم صدقہ مین تملیک داخل ہے رہا اُسکا کسی کے لئے حلال یا حرام ہونا اُس کے معنے یہ معلوم ہوتے ہین کہ جو چیز غنی وغیرہ کو دینے سے کافی اور ادا نہین ہوتی منفق علیہ پر واجب ہے کہ منفق کو اپنے مصرف اور مستحق نہ ہونے کی اطلاع اور تنبیہ کر دے کیونکہ یہ توہم اور احتمال ہے کہ شاید اُسکو اطلاع حقیقت کی یا حکم شرعی کی نہ ہو اور یہ واجب مثلاً اُس کے ذمہ رہجائے تو یہ ایک گونہ خداع اور تغریر ہے اور یہ حرام ہے البتہ اگر بیت المال مین زکوۃ وغیرہ آگئی چونکہ سلطان بوجہ ولایت عامہ کے فقراء کا بھی نائب ہے اس لئے اُسکا قبضہ بجائے قبضہ فقراء کے ہے اور اسی سے وہ صدقہ کے ساتھ متصف ہو گیا اور اگر زکوۃ ہے تو اُس مین بحیثیت

آگئی اور غیر مصارف پر اسو جہ سے بھی حرام ہو گیا تیسرا طریق جو کہ سب صورتون مین مشترک اور بلا واسطہ مفید حلت وحرمت ہے یہ کہ صدقہ ہونا نہ تو زماناً تملیک پر مقدم ہے اور نہ موخر بلکہ مقارن ہے پس صدقہ ہونا اور مملوک ہونا معاً متحقق ہونگے اس لئے اُسی وقت حلت وحرمت بھی حاصل ہو جاوے گی گو تملیک بالذات مقدم ہو اور جب معلوم ہو گیا کہ تملیک کے وقت صدقہ ہوگا تو اس سے پہلے کی نیت بھی معتبر نہین البتہ زکوۃ مین اخراج کے وقت کی نیت معتبر ہے واسطے ادائے شرط واجب نیت کے نہ کہ ثواب کے لئے کہ وہ تملیک ہی پر موقوف ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ۲۷۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ سرکہ یا کسی پھل مثل گولر وغیرہ مین جو کیڑے پیدا ہو جاتے ہین اُن کیڑون کا کھانا جائز ہے یا نہین بہتیرے سرکہ مین گل کر مختلط ہو جاتے ہین جنسے احتراز نا ممکن ہے۔

الجواب۔ فی الشامی عن الطحطاوی ویوخذ منہ ان اکل الجبن او الخل او الثمار کالنبق بدودہ لا یجوز ان نفخ فیہ الروح اھ جلد ۵ صفحہ ۲۹۹ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے کیڑون کا کھانا جائز نہین اور جو مخلوط ہو گئے وہ ضرورت کی وجہ سے عفو ہین کما قالوا لا تحرم بخرء حمام وعصفور مع حرمتہ تناولہما۔ ۲۷۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ چہ میفرمایند علماء دین رحمہم اللہ تعالی کہ مسلمانان را تعزیت اہل ذمہ جائز است یا نہ خصوصاً بنیت دوستی ایشان وطمع دنیاوی ومال ایشان مفصل جواب درکار است۔

الجواب۔ اگر حق شرکت بلد یا محلہ پنداشتہ عیادت کند جائز است فی الدر المختار وجاز عیادتہ (الذمی) بالاجماع ودوستی وطمع فی نفسہ مذموم است لہذا تخلیص عیادت ازان ضروری ست۔

سوال۔ تھوڑے پانی مین جو مچھلیان بوجہ شدت حرارت مر جائین اُن کا کھانا کیسا ہے۔

الجواب۔ درست ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔ ۱۷۔ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ آجکل آریہ مذہب والون کا زور شور ہے اور قرآن پاک اور حدیث شریف پر طرح طرح کے اعتراض بیجا کرتے ہین اور مسلمانون کو بہکاتے ہین اور علماء ربانی اگرچہ جوابات تحقیقی اُنکو دیتے ہین لیکن اس زمانہ مین جواب الزامی زیادہ نافع اور مسکت خصم اور اہل زمانہ کے نزدیک باوقعت ہوتا ہے اور جواب الزامی تاوقتیکہ اُن کے مذہب سے پوری واقفیت نہ ہو ممکن نہین اور اُن کے مذہب کی کتب وید وغیرہ زبان سنسکرت مین ہین اس لیے اگر بدین ضرورت زبان سنسکرت کسی ایسے شخص سے جو دیندار اور معتمد و معتبر ہون اور پڑھنے والے بھی علوم دین سے واقف ہون سیکھی جائے تو جائز ہے یا نہین۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس کی تعلیم وتعلم کا فی نفسہ جائز ہونا تو بوجہ عدم مانع جواز کے ظاہر ہے اور قاعدہ مقررہ ہے کہ جو امر جائز

تعزیت کفار

سنسکرت سیکھنا

کسی امر مستحسن یا واجب کا مقدمہ و موقوف علیہ ہو وہ بھی مستحسن یا واجب ہو جاتا ہے اور مصلحت مذکورہ سوال کے استحسان یا ضرورت مین کوئی کلام و خفا نہین لہذا اس زبان کی تحصیل ایسی حالت مین بلاشبہ مستحسن یا ضروری ہے علی الکفایہ اسی بنا پر ہمارے علماء متکلمین نے یونانی فلسفہ کو حاصل کیا اور علم کلام بطرز معقول مدون فرمایا یؤید ہ ما رواہ مسلم عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان الناس یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسألہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی الحدیث قلت وادراک الشر للمسلمین کادراکہ لنفسہ البتہ بعض اوقات ایسے امور مین بعض عوارض خارجیہ کی وجہ سے جوکہ سلم یا صحبت نا جنس یا فساد نیت و سوء استعمال یا احتمال افتتان یا اشتغال بمالا یعنی کی جہت سے ہوں قبح لغیرہ محتمل ہو سکتا ہے قیود مصرحہ سوال سے اُن سب کا احتمال نفع ہے لہذا کوئی مفسدہ بھی مصالح مذکورہ کے معارض نہین پس حج از واستحسان ضرورت بحالہ باقی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۵ صفر [illegible]

سوال۔ ان عبارتون کی وجہ تطبیق کیا ہے (۱) اذا تنجس الخبز والطعام لا یجوز ان یطعم الصغیر او المعتوہ او الحیوان الماکول اللحم۔ عالمگیری کتاب الکراہیۃ (۲) لا یجوز لاحد ان یوکل المجنون المیتۃ بخلاف الہرۃ وقال اصحابنا لا یجوز الانتفاع بالمیتۃ علی وجہ ولا یطعم الکلاب والجوارح اھ عالمگیری (۳) لان ما تنجس باختلاط النجاسۃ بہ والنجاسۃ مغلوبۃ لا یباح اکلہ ویباح الانتفاع بہ فیما وراء الاکل شامی فصل البیر تحت قول صاحب الدر المختار فیطعم للکلاب پہلی عبارت سے معلوم ہوتا ہے حیوان ماکول اللحم کو نہ کھلائے تیسری عبارت عام معلوم ہوتی ہے نجاست کے مغلوبہ ہونے کی قید لگائی اور جگہ یہ قید نہین لگائی دوسری عبارت کے شروع سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرہ کو میتہ کھلانا درست ہے اور آخر عبارت سے معلوم ہوتا ہے نادرست ہے شامی کی عبارت جو ماء مستعمل مین ہے اُس مین برخلاف اور مقامات کے ایک نئی تفصیل کی ہے جو ذیل مین درج ہے۔ الماء اذا وقعت فیہ نجاسۃ فان تغیر وصفہ لم یجز الانتفاع بہ بحال والا جاز کبل الطین وسقی الدواب شامی ماء مستعمل۔

الجواب۔ پانی اور مطعوم مین یہ فرق ہے کہ پانی مین دوسرے ائمہ کے قول پر گنجائش ہے پس وہ نجس متفق علیہ نہین ہے اسی وجہ سے تصریح کی ہے فان تغیر وصفہ لم یجز اس لئے کہ اس صورت مین سب کے نزدیک وہ نجس ہو گیا پھر مطعوم کے باب مین یہ تفصیل ہے کہ یا تو وہ عین نجاست ہے جیسا میتہ اور یا متنجس ہے اگر خود نجاست ہے تو حسب عبارت دوم اُس سے کسی طرح کا انتفاع درست نہین حتیٰ لا یطعم الکلاب والجوارح اور بعض نے جو ہرہ کے کھلانے کو جائز کہا ہے یا تو اُس کا مبنیٰ اختلاف ہے تو تطبیق کی حاجت نہین اور یا یہ قول ماول کیا جائے کہ کسی ایسی جگہ ڈالدے کہ خود ہرہ اسیطرح کلب وغیرہ آکر کھا جائے خود اپنے اہتمام سے اُسکے سامنے نہ رکھے اور اگر وہ متنجس ہے پھر یا تو غالب النجاستہ ہے یا مغلوب النجاستہ اگر

غالب النجاستہ ہے تو بقاعدہ للاکثر حکم الکل اُس کا حکم بھی مثل عین نجاستہ کے ہو جیسا کہ عبارت سوم سے معلوم ہوتا ہے اور بعض کا قید نہ لگانا یا بنا بر اختلاف قولین ہوگا اور یا بنا ٔ علی الشہرۃ اور علم من موضع آخر تصریح نہین کی مگر مراد ہو اور اگر مغلوب النجاستہ ہو تو خود اپنا اکل تو جائز نہین رہا اطعام تو کلاب غیرہا کو جائز ہو جیسا عبارت سوم سے معلوم ہوتا ہے اور حیوان ماکول حکم مین آدمی کے ہو اس لئے اُس کے لئے جائز نہین جیسا عبارت اول سے معلوم ہوتا ہے پس ماوراء الکل سے مراد بعض ماوراء الاکل لیا جائے یعنی اطعام غیر آدمی وغیر حیوان ماکول اور اکل کو مختص کہا جائے گا اکل انسان کے ساتھ اب امید ہو کہ سب عبارات اور اُنکا تدافع حل ہوگیا ہوگا فقط واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم - ۲ - ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

حکم کوکین

سوال - کوکین جو پان مین ڈالکر کھاتے ہین جس سے مُنہ سُن ہو جاتا ہو اور وہ دوا انگریزی ہوتی ہو اس کے کھانے والے کا یہ حال ہوتا ہے کہ زرد پڑ جاتا ہو اور بالکل سوکھ جاتا ہو اور بے کھائے ایک لمحہ چین نہین پڑتا یہان تک نوبت ہو کہ ساری جائداد بیچکر کھا جاتے ہین اور کہتے ہین کہ اسمین نشہ نہین ہوتا ہو اس کا کھانا حرام ہو یا گناہ -

الجواب - اگر نشہ نہ ہو تو فی نفسہ مباح ہے لیکن بوجہ عوارض مضرت جیسی مضار مذکورہ سوال کے ممنوع ہو اور جہان یہ عوارض پیش نہ آئین مباح رہیگا واللہ تعالی اعلم - ۳ - ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

طعام خوردن در خانہ کسیکہ آمدنی او مخلوط باشد

سوال - جس شخص کی آمدنی مخلوط ہو یعنی سودی کاروبار کرتا ہے و نیز کھیتی وغیرہ حلال آمدنی بھی کرتا ہے ایسے شخص کے مکان مین خورونوش کرنا شرعاً جائز ہے یا نہین بر تقدیر جواز لِم بھی ارشاد ہو اس لئے کہ بظاہر تو عدم جواز کو ترجیح ہے حسب قواعد اصول اذا اجتمع الحلال والحرام فغلب الحرام -

الجواب - اس مین غالب کا اعتبار ہے اگر حلال غالب ہے تو حلال ہو اور اگر حرام غالب ہے یا دونون متساوی ہین تو حرام ہین اور واقعی اذا اجتمع الحلال والحرام کا مقتضا حرمتہ علی الاطلاق تھا لیکن دفع حرج کے لئے اعتبار غالب کا کیا گیا واللہ تعالی اعلم - ۱۶ - ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ -

رفع شبہ متعلق قصر موے سر

سوال - بعد سلام مسنون عرض ہے کہ ایک خط مولوی اسحق صاحب کا کوئٹہ بلوچستان سے آیا ہو مضمون یہ ہے کہ آج بعد نماز مغرب حضور (شاہ ابوالخیر صاحب) نے فرمایا کہ یہ کتاب الاسماء والکنی کہ ہمنے حیدرآباد سے منگائی ہو اور اس سے پہلے کہین دنیا مین اسکی زیارت میسر نہین ہوئی مدینہ منورہ مین قبہ شیخ الاسلام مین کہ سلطان روم کا کتب خانہ بے نظیر ہو اس مین بھی یہ کتاب نہین دیکھی تھی اسمین ہمنے ایک وہ مسئلہ دیکھا کہ ہمکو آج تک معلوم نہ تھا اور تمکو بھی معلوم نہ ہوگا مین نے عرض کیا وہ کیا ہو فرمایا کہ خشخاشی بال جیسے تیرے ہین اور ہندوستان مین بہت مروج ہین علی العموم

لوط کا ہی اگر سر پر بال ہون تو اس قابل ہون کہ انہین مانگ نکالی جائے یا بالکل منڈائے جائین صرف یہ دونون شکلین مسنون ہین مین نے اُسوقت توبہ کی پھر فرمایا کہ اگر تم حلق دوست رکھتے ہو تو حلق کراتے رہو اور اگر فرق دوست رکھتے ہو تو اس نیت سے بالون کی پرورش کرو اور فرمایا کہ اس اثر کو لکھ کر مشہور کر دو اور میرٹھ بھیج دو سب خادم توبہ کرین اور خشخاشی بال نہ رکھین اور یہ بھی فرمایا کہ یہ رسم کن لوگون سے اختیار کی ہی مین نے عرض کیا نصاریٰ سے ماخوذ ہی وہ اثر یہ ہی (من کتاب الکنی للدولابی قال حدثنی ابراھیم بن الجنید قال حدثنی الھیثم بن خارجۃ قال حدثنا ابو عمران سعید بن میسرۃ البکری الموصلی عن انس بن مالک قال انہ دخل علیہ شاب قد سکن علیہ شعرہ فقال مالک والسکینۃ افرقہ او جزہ فقال لہ رجل یا ابا حمزۃ فی من کانت السکینۃ قال فی قوم لوط قال کانوا یسکنون شعورھم ویمضغون العلک فی الطریق والمنازل ویخذفون ویفرجون اقبیتھم الی خواصرھم انتھی) (سکینۃ الشعر - بالون کا سیدھا کھڑا چھوڑنا نہ منڈانا نہ مانگ نکالنی) خط کا مضمون یہان ختم ہوگیا مضمون بالا کو بغور ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایئے کہ بالون کا قینچی سے کترواتا جیسا کہ مروج ہی جائز ہے یا نہین اور مشابہت قوم لوط ہے یا نہین اگر جائز ہے تو اثر مذکور کا کیا مطلب ہے اور اگر ناجائز اور حرام ہی تو محلقین رؤسھم و مقصرین کا کیا جواب ہی یا یہ حکم خاص حجاج ہی کے لئے ہی اور یہ بھی ارشاد فرمایئے کہ اگر بالون کا کتروانا جائز ہے تو تمام بال رکھنا اور مانگ نکالنا بہتر ہے یا حلق یا قصر اور حلق سے قصر بہتر ہی یا نہین مفصل مدلل مع حوالہ بیان فرمایئے کیونکہ اکثر لوگ حتی کہ اکثر علماء بھی قصر کراتے ہین اگر یہ امر ناجائز ہو تو اس سے توبہ کیجائے اور اگر جائز ہے تو اثر مذکور کا مطلب صاف صاف شافی تسکین بخش ایسا ارشاد فرما دیا جائے کہ اطمینان ہو جائے۔

الجواب- جواز تقصیر کا حج کے ساتھ مخصوص ہونا محتاج دلیل ہی اور شاید کسی کو شبہہ ہو کہ اُسکی نسبت یاخذ من کل شعرۃ قدر الانملۃ لکھا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ مقدار ادنی کی ہی مقصود نفی زائد کی نہین چنانچہ رد المحتار مین بدائع سے نقل کیا ہی قالوا یجب ان یزید فی التقصیر علی قدر الانملۃ الخ اور اسیطرح ربع کی تخصیص بیان ادنی کے لئے ہی چنانچہ در مختار مین تصریح ہے تقصیر الکل مندوب پس وہ شبہہ رفع ہوگیا اور فارق منتفی ہی لہذا جواز عام ہی اور اگر کوئی شخص اثر مذکور کو فارق کہے تو یہ وجہ صحیح نہین کہ اثر مذکور ثبوتاً و دلالۃً مخدوش ہونے کے علاوہ مفید مقصود کو نہین - اولاً یہ کہ جب تک اس کے رواۃ کی توثیق نہ ہو اُس وقت تک اس کی صحت یا حسن ثابت نہین اور حدیث ضعیف حسب تصریح اہل علم کسی حکم شرعی کے لئے مثبت نہین ہو سکتی ثانیاً یہ کہ سکینہ کی یہ تفسیر جو سوال مین مذکور ہی محتاج دلیل ہے خواہ لغت ہو یا نقل صحیح ہو اور یہ دونون امر بدون مستدل ہین تیسرے اُسمین

جزہ کا لفظ بطور تخییر آیا ہے اور جز کے معنے لغت اور استعمال مین مطلق قطع کے ہین مخصوص حلق کے ساتھ
نہین بلکہ مخصوص بالون کے ساتھ بھی نہین چنانچہ مشکوٰۃ باب الترجل مین حضرت انس رض سے مروی ہے فقالت
امی لا اجزھا اور آگے اُسکے علت فرمائی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمدہا اور ظاہر ہے کہ یہ علت مقتضی
عموم معنی جز کو ہے اور شمائل ترمذی مین حضرت مغیرہ رض سے مروی ہے فاتی بجنب مشوی ثم اخذ الشفرۃ فجعل یحز لی
اسمین دو نسخے ہین حا اور جیم اس سے عموم غیر شعر کے لیے ظاہر ہے چوتھے ممکن ہے کہ یہ حکم مقید اُس صورت کے ساتھ ہو
کہ جب بال مانگ نکالنے کے قابل ہون اور پھر مانگ نکالی جائے جس کو سدل کہتے ہین جس کے باب مین حدیث مین
آیا ہے فسدل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ناصیتہ ثم فرق بعدہ متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ باب الترجل بخلاف اُس
صورت کے کہ چھوٹے چھوٹے بال ہون خواہ بڑھے ہون یا کٹا دیے ہون اُس صورت مین یہ حکم نہ ہو چنانچہ افرق
اور جزہ علی سبیل التخییر فرمانا اس منع بالمعنی الاصطلاحی کی سند ہوسکتی ہے کیونکہ تخییر موقوف ہے دونون شقون کے
امکان عادی پر اور امکان فرق موقوف ہے بالون کے بڑے ہونے پر پانچوین ممکن ہے کہ یہ نہی مخصوص ہو اُس صورت
کے ساتھ جبکہ اہل باطل کی وضع پر ہون جیسا اسوقت نئی فیشن ایجاد ہوئی ہے یا یہ کہ کسی فساد کی نیت سے ہو
جیسا کہ دوسرے متعاطفات بھی اسی پر دال ہین ورنہ لازم آتا ہے کہ مضغ علک اور قبا مین چاک دونون پہلوؤن پر رکھنا
بھی مطلقاً ناجائز ہو ولا قائل بہ پس ان وجوہ سے یہ اثر مخصص یا مفسر جواز تقصیر کا نہین ہوسکتا بخلاف نہی
عن القزع کے کہ بوجہ صحت حدیث کے اطلاق حلق کو مقید کرسکتا ہے پس تقصیر فی نفسہ بحالہ جائز رہا البتہ عارض
تشبہ سے جہان تشبہ لازم آتا ہو بعض صورتین ممنوع ہو جاوین گی ھذا ما حضرلی الآن ولعل اللہ یحدث
بعد ذلک امرا واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۴-۲ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال۔ قریب کے ایک گاؤن مین ایک مسجد ہے جس کے جانب جنوب قدیم الایام سے شارع عام واقع ہوا ہے
جسمین آمد و رفت لوگون کی وبہلی وغیرہ کی ہمیشہ سے ہوتی چلی آتی ہے اب لوگون نے اُسی جانب سے ازدیاد مسجد کا
قصد کیا اور اُس سڑک کا کچھ حصہ دبا لیا اب سوال یہ ہے کہ شارع عام کا حصہ دبا لینا زیادتی مسجد کیواسطے جائز ہے یا
نہین سڑک پہلے تو دس ہاتھ کی تھی اب پانچ ہاتھ رہ گئی جس مین آمد و رفت گاڑیون کی معاً تو ہو نہین سکتی البتہ
نوبت بہ نوبت ہو اکریگی اُسمین گو نہ حرج ہونا ظاہر ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کوئی سڑک دس بیس ہاتھ کی
قدیم سے ہو تو بغرض زیادتی مسجد وغیرہ سات ہاتھ چھوڑ کر باقی دبا لیا جاسکتا ہے یا نہین اور حدیث اذا ختلفتم

تغیر شارع [illegible]

ع المراد اصطلاح المناظرۃ ۱۲ منہ

فی الطریق الخ اس کے واسطے محل استناد ہو سکتا ہی یا نہیں کیونکہ محشی نے تو اسکو بیان کیا ہی کہ بلاد مفتوحہ مین ابتداءً جو طرق وغیرہ بنائے جائین تو رفع اختلاف کے واسطے یہ حدیث ہے کذا فی حاشیۃ البخاری۔

الجواب۔ (۱) فی الدر المختار جعل شئی من الطریق مسجدا لضیقۃ ولم یضر بالمارین جاز فی رد المحتار قولہ لضیقۃ ولم یضر بالمارین افادان الجواز مقید بھذین الشرطین ط اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر طریق کا کوئی جز مسجد مین داخل کر دینے سے اہل طریق کو ضرر ہو تو جائز نہین اور ضرر کا مدار عرف پر ہی اور یقینی بات ہے کہ بجائے اسکے کہ دو گاڑیاں آتے سامنے سے آنیوالیاں نکل جاتین ایک ہی گاڑی کی جگہ رہنا عرفاً ضرر اور موجب حرج ہے جیسا کہ اہل ذوق سلیم پر مخفی نہین اس لئے صورۃ مسئولہ مین راستہ کا مسجد کے اندر دبا لینا جائز نہین اور اگر مسجد مین بالفعل تنگی نہ ہو تو عدم جواز کی دو علتین جمع ہو جائین گی۔ (۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلفتم فی الطریق جعل عرضہ سبعۃ اذرع رواہ مسلم قولہ سبعۃ اذرع یعنی اذا کان طریق بین ارض قوم ارادوا عمارتھا فان اتفقوا علی شئی فذاک وان اختلفوا فی قدرہ جعل سبعۃ اذرع ھذا مراد الحدیث واما اذا وجد طریق مسلوک وھو اکثر من سبعۃ اذرع فلا یجوز لاحد ان یستولی علی شئی منہ لکن لہ عمارۃ ماحوالیہ من الموات وتملکہ بالاحیاء بحیث لا یضر بالمارین اھ لمعات وطیبی سید تفسیر مذکور سے حدیث کی مراد معلوم ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ مبحوث عنہا مین اس سے استناد نہین ہو سکتا باقی اس کا جواز و ناجواز ضرر و عدم ضرر پر دائر ہے جیسا سوال اول کے جواب مین لکھا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال۔ بلا تقصیر گرگٹ کا مارنا جائز ہے کہ نہیں مشارق الانوار مین ایک حدیث اس مضمون کی ہے کہ گرگٹ کا مارنا ثواب ہے پہلی ضرب مین مار ڈالے تو زیادہ ثواب ہے دوسری ضرب مین اُس سے کم تیسری مین اُس سے کم اور اس ثواب کی علت یہ بتلائی گئی ہے کہ جسوقت نمرود نے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو آگ مین ڈالا تھا تو اور پرندے اور اکثر جانور آگ کو فرو کرنے کی کوشش کرتے تھے مگر گرگٹ اس کو اور زیادہ مشتعل کرتا تھا یہ بات بخوبی سمجھ مین نہین آتی کیونکہ ایک گرگٹ کے فعل سے باقیون پر ظلم کیون کیا جائے مفصل جواب تشفی فرمائین

الجواب۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہین کہ ایک فرد کے فعل کا تمام نوع سے بدلہ لیا جاتا ہے بلکہ اصل علت اس نوع کا خبیث الطبع و موذی ہونا ہے اور آگ کا مشتعل کرنا یہ اُس کے خبث کی علامت ہے پس تقریر حدیث کی

ع۵ اسکا ما یتعلق بالحدیث مین درج ہونا مناسب تھا ۱۲ منہ۔

یہ ہی کہ اس جانور کو قتل کرو کیونکہ طبعاً ضرر رسان ہی اور اُسکی طبعی ضرر رسانی کا یہ ایک اثر تھا کہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو مشتعل کرتا تھا پس جو اصل علت ہی وہ نوع کے تمام افراد مین مشترک ہے اس لیئے ہر فرد کو اُسی کے طبعی خبث سے مارا جاتا ہے نہ کہ دوسرے کے فعل سے ۔ ۱۱ جمادی الثانیہ ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ ما ۔ اعانت علی المعصیۃ کی نسبت جزئیات عجیب متعارض ہین مکان کا بتخانہ وغیرہ بنانے کے لئے کرایہ پر دینا یا ذمی کے لئے خمر باجرۃ لیجانا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور اسکی وجہ ہدایہ شامی وغیرہ مین یہ لکھی ہے کہ معصیت عین کے ساتھ قائم نہین بلکہ درمیان مین فعل فاعل مختار حائل ہی اس لیئے نسبت منقطع ہو جائے گی حالانکہ اس وجہ کا مقتضی یہ ہی کہ بیع سلاح کی اہل فتنہ کے ہاتھ جائز ہو شامی نے اس مقام پر خود اپنا تردد ظاہر کر کے چھوڑ دیا ہے کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع وغیرہ اسکی نسبت کچھ اچھی طرح سمجھ مین نہین آتا بحر الرائق مین لکھا ہی کہ اگر کوئی راستہ بیعہ یا کنیسہ کا پوچھے تو بتلانا درست نہین کہ اعانت علی المعصیۃ ہی کہان تو یہ احتیاط اور کہان مکان کے کرایہ دینے کی اجازت غرضکہ اس کا قاعدہ کلیہ امام صاحب کے مذہب پر کیا ہی ۔ ۲ ایک شخص نے سوال کیا ہی کہ ایک آدمی پھولون کی تجارت کرتا ہی چند پجاریون سے معاہدہ کیا وہ روز پھول لیکر اپنے دیوتاؤن پر چڑھاتے ہین آیا اُسکے ہاتھ بیچنا درست ہے یا نہین علی ہذا جانور کا ایسے آدمی کے ہاتھ بیچنا جو معلوم ہی کہ بت پر چڑھائے گا اور اُسکے نام پر ذبح کریگا یا اور چیزین جو چڑھائی جاتی ہین اُنکا خاص ایسے لوگون کے ہاتھ بیچنا جنکا تقرب الی غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا یقینی طور پر معلوم ہی اگرچہ ان مسائل مین صاحبین کے نزدیک تو حکم ظاہر ہی شبہہ امام صاحب کے مذہب پر ہے قیاس علی بیع السلاح کا مقتضی ممانعت اور دیگر مسائل کا مقتضی جواز ہی یہ بھی اگر لحاظ رکھا جائے تو مناسب معلوم ہوتا ہی کہ آجکل حتی المقدور دائرہ اجازت کو وسیع کرنا مناسب ہی ۔

الجواب ۔ اس مسئلہ مین اصل مذہب اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر درمیان مین کسی فاعل مختار کا فعل متخلل ہو جائے بشرطیکہ انتفاع اُس شی سے وجہ محرم مین منحصر نہ ہو تو اُس کی بیع وغیرہ اعانۃ علی المعصیۃ نہین ہے گو کراہتہ بمعنی خلاف اولی سے خالی نہین ہی جس کا حاصل یہ ہے کہ فتوے سے جائز ہے تقوے کے خلاف ہے اور واقعی اس بنا پر بیع سلاح مین وسعت معلوم ہوتی ہی لیکن اسمین جواز منقول نہونا غالباً احد الامرین کیوجہ سے ہی یا تو امام صاحب کے حکم یکرہ نہ خلاف الاولی کو کراہت پر اور پھر کراہتہ کو تحریم پر محمول سمجھ لیا ہی اور یا جزئیات مین امام صاحب اور صاحبین کے اقوال مختلط ہو گئے ہین یا میرے جی کو یہ لگتا ہی کہ معصیت لازمہ اور معصیت متعدیہ مضرہ للغیر مین فرق کیا ہی یعنی تخلل فعل مختار کو معصیت لازمہ مین قاطع نسبت قرار دیا ہے

اور معصیت متعدیہ مین غایۃ اہتمام کے لئے قاطع قرار دین یا جیسا دیانات مین جبکہ خواص کا فعل مباح سبب ہو جاوے افساد عقیدہ عوام کا تو خواص کے لیے بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور گو امام صاحب سے یہ کلیہ منقول نہ ہو لیکن جزئیات سے کلیات مستخرج کیے گئے ہین وہذا اقرب الوجوہ عندی اس تقریر پر پھولون وغیرہ کا بیچنا صورۃ مسئولہ مین جائز معلوم ہوتا ہے اگر یہ تقریر مان لیجائے تو امید ہے کہ کسی جزئی مین اشکال نہ رہے گا۔ ۷۔ رجب ۱۳۲۴ھ

سوال۔ آج کل جو باجہ فونوگراف بکثرت ہر قصبہ ودیہات مین پھیل گیا آیا یہ مزامیر ومعازف مین داخل ہی یا نہ اور اسمین قرآن شریف بھی بھرتے ہین یہ فعل قرآن مجید کی بے ادبی ہے یا نہ۔

الجواب۔ یہ جس صوت کی حکایت ہے اس کے محکی عنہ کا سا اسکا حکم ہے مثلاً اگر اس مین معازف ومزامیر یا غنا اجنبیہ کی صوت بند ہے سننا حرام ہے اور اگر کوئی صوت مباح ہے تو سننا مباح ہے لیکن قرآن کا بند کرنا ایک عارض خارجی کی وجہ سے کہ تلہی وتلعب بالقرآن ہے ناجائز ہے۔ ۲۰۔ رمضان ۱۳۲۴ھ

سوال۔ جھینگہ مچھلی کی حلت مشہور ہے مگر مجھکو اسمین تردد ہے غالباً جناب کو تحقیق ہوگی کہ یہ جانور اگر حلال ہے تو کیون حنفیہ کے نزدیک دریائی جانورون مین سوائے سمک حلال نہین محض نام مین مچھلی کا اطلاق تو سبب حلت ہو نہین سکتا اور خواص مین تغایر ہے کیونکہ اس کی ٹانگین ہوتی ہین اور گلا کٹا ہوا نہین ہوتا تو اگر اس کو مچھلی مین داخل کیا جاتا ہے تو کیون شامی عالمگیریہ مین ملا نہین حمادیہ مین اختلاف نقل کیا ہے جو قول محقق جناب کے نزدیک ہو تحریر فرمائین کہ خلجان رفع ہو۔

الجواب۔ اسپر تو سب کا اتفاق ہے کہ سمک بجمیع انواعہ حلال ہے اب صرف شبہ اسمین ہے کہ یہ سمک ہے یا نہین سو سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہین ہوئے کہ ان کے انتفاء سے سمکیت منتفی ہو جاوے اب مدار صرف عدول مبصرین کی معرفت پر رہ گیا اور اگر مبصرین مین اختلاف ہوگا تو حکم مین بھی اختلاف ہوگا چنانچہ اسیوجہ سے جریث مین امام محمدؒ مخالف ہین کما نقلہ الشامی اسوقت میرے پاس حیوۃ الحیوان دمیری کی ہے جو کہ ماہیات حیوانات سے بھی باحث ہے موجود ہے اسمین تصریح ہے الروبیان ہو سمک صغیر جداً اور اس حکم کے مفہوم نہ ہونے کی کوئی وجہ نہین پس مقتضی حلت کو ہے مخزن جو کہ نیز باحث ہے ماہیات ادویہ اسمین گو اسکو ماہی سے تعبیر کرنا حجت نہین مگر آگے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہے کہ اس نے اس کو ماہیت ماہی مین داخل کیا ہے پس اس سے اور بھی تائید ہوگئی بہر حال احقر کو اسوقت تو اس کے سمک ہونے پر بالکل اطمینان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا واللہ اعلم۔ ۱۱۔ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

سوال۔ عید کے خطبہ مین ایک عمامہ مع کچھ نقد منجانب تحصیل اور ایک منجانب پولس قاضی صاحب کو دیا جایا کرتا ہے انہین سے ایک عمامہ قاضی صاحب مجھکو دیا کرتے ہین مین نے اس عمامہ کو آج تک سر پر باندھا نہین ہے دو عمامہ

کسی قدر قیمتی ہین اُن کے استعمال کی شرعاً گنجائش ہو تو عید کو باندھون ورنہ خیر۔

الجواب۔ اسمین چند اسباب اشتباہ کے ہوسکتے ہین ہر ایک کے متعلق کلام کرتا ہون **اول** بظاہر یہ اجرت طاعت پر معلوم ہوتی ہو لیکن عند التامل یہ اُجرت نہین ہو بلکہ اکرام ہو پس واقع مین یہ وجہ مانع نہین ہوسکتی۔ **دوم** جو دینے والے ہین بوجہ اسکے کہ رسم سمجھکر دیتے ہین اور نہ دینے مین بدنامی کا اندیشہ کرتے ہین اس لیے طیب قلب سے دینے مین شبہ قوی ہے اور ظاہر انتفا ہے اور حلت مال کے شرائط مین سے طیب قلب معطی بھی ہو واذا فات الشرط فات المشروط یہ وجہ مانع قوی ہوسکتی ہو اور یہ وجہ خود پولس اور تحصیل والون کے دینے مین اور خود ایک امام کے دوسرے امام کو دینے مین مشترک اور عام ہو **سوم** دینے والے جس مال سے دین وہ رقم ناجائز ہو مثل رشوت وغیرہ کے اس کا حکم یہ ہو کہ اگر معطی کا مال حلال غالب ہے تو یہ اشتباہ مانع نہین اور حلال غالب نہین تو یہ اختلاط مانع ہو خلاصہ یہ ہو کہ فی نفسہ یہ دینا لینا جائز ہے اور وجہ اول منع کی مؤثر نہین اور وجہ سوم کا انتفاء اگر یقینی یا مظنون ہو تو بھی موثر فی المنع نہین البتہ وجہ دوم قوی اور غالب الوقوع ہو اسلیے یہ لینا دینا الیغرہ ممنوع اور مکروہ ہو اور خود لینا ہی بُرا ہے خواہ استعمال بھی نہ کیا جائے واللہ اعلم۔ ۸۔ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

فونوگراف

سوال۔ آلہ فونوگراف جو مثل انسان کے باتین کرتا ہے اسمین دو قسم کی آوازین بھری ہوتی ہین ایک تو کلام اللہ دوسرے راگ باجے وغیرہ پھر دونون کی دو صورتین ہوتی ہین ایک تو یہ کہ بعض لوگ اپنی آمدنی کے لئے بازار مین رکھتے ہین اور مقدار معین سنانے پر ایک پیسہ اجرت لیتے ہین دوسرے یہ کہ کوئی آسودہ شخص شوقیہ مختلف قسم کی آوازین بھروا کر اپنے یہان رکھ لیتا ہو اور کبھی خود اور کبھی دوست احباب کو سناتا ہو پہلی صورت مین راگ باجہ وغیرہ کا کیا حکم ہوگا اور کلام اللہ سننے کا کیا حکم ازروئے شرع ہوگا اور جو شخص اس سے کماتا ہو وہ عاصی ہوگا یا نہین اور جو پیسہ دیکر سنتا ہو وہ عاصی ہو یا نہین اور دوسری صورت راگ باجے مین کیا حکم رکھتی ہو اور کلام اللہ کی صورت مین کیا حکم ہو اگر اس صورت مین کلام اللہ کو ناجائز قرار دیا جائے (جیساکہ بعض لوگ یہان کہتے ہین) تو بندہ کا یہ اعتراض ہو کہ اگر یہی آلہ امام غزالیؒ وغیرہ بزرگان دین کے وقت مین ایجاد ہوتا اور اُنکے مواعظ اسمین ابتک محفوظ ہوتے تو بڑے بڑے علماء اسوقت مین ضرور سنتے بلکہ اجرت دیکر بھی سنتے۔

الجواب۔ اس مسئلہ مین دو مقام پر کلام ہو اول یہ کہ جس صوت کو اسمین بند کیا گیا ہو اُسکا فی نفسہ سننا جائز ہو یا نہین دوسرا یہ کہ جس صوت کا فی نفسہ سننا جائز ہے آیا کسی عارض کیوجہ سے ناجائز ہو جاتا ہو یا نہین سو امر اول کی تحقیق یہ ہو کہ اگر راگ باجہ اُسمین بند کیا گیا ہو تو اُس کا سننا اور سُنانا سب ناجائز ہے ہو یا تو اسوجہ سے کہ وہ حکایت بالکل محکی عنہ کے مماثل ہو تو جو مفاسد مدار نہی سماع محکی عنہ کے ہین وہ ہی مفاسد حکایت مین پائے جاتے ہین مثلاً تحریک قوی شہویہ

وغیرہ اور یا اگر تامل کیا جائے تو حقیقت مین بیان حکایت و محکی عنہ کا تفاوت ہی نہین ع بلکہ وہ صوت بعینہ مسموع ہوتی ہے جس سے ہوا متکیف ہو جاتی ہے جیسا اصل تکلم کے وقت بھی سننے کی یہی علت ہے امر اس کو ماہر طبیعیات بہت آسانی سے مان سکتا ہے بہرحال ناجائز ٹھیرا اور اگر قرآن یا کوئی وعظ یا کوئی کلام مباح السماع اُسمین بند کیا گیا ہے تو اُسکا سننا فی نفسہ جائز ہے اب بیان امر دوم کی تحقیق کی ضرورت ہوگی کہ کلام جائز السماع فی نفسہ کا سننا کسی عارض سے ناجائز ہو سکتا ہے یا نہین سو اُسمین تفصیل یہ ہے کہ اس کا مدار نیت پر ہے اگر مقصود تلہی و تلعب ہے سو جس کلام کو آلۂ تلہی تلعب بنانا جائز نہین اُسکا سننا اس عارض کی وجہ سے ناجائز ہوگا جیسے قرآن ونحوہ ورنہ جائز ہوگا جیسے کوئی قصہ مباحہ ومثلہا اور غالب عادت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسمین قرآن سننا اکثر کو مقصود نہین ہوتا اور وعظ کے مضامین خود مقصود بالسماع ہوتے ہین لہذا قرآن سننے کو منع کرین گے اور سماع وعظ وقصص مباحہ کو جائز کہین گے جب جائز و ناجائز کی تعیین ہوگئی پس جائز کا سننا سنانا جائز اور ناجائز کا سننا سنانا ناجائز اور جائز پر اُجرت لینا بھی جائز اور ناجائز پر ناجائز اور جسکا لینا ناجائز اُسکا بلا اضطرار دینا بھی ناجائز اور جسکا لینا جائز دینا بھی جائز اس سے تمام صور مسئول عنہا کا جواب ہو گیا فقط۔ واللہ اعلم ۔ ۱۸ ۔ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ طلا کے نسخہ مین جو کیچوے و کچھوے و بیر بہوٹی وغیرہ مار کر ڈالی جاتی ہین مرض کیلئے ان چیزونکی جان کھونا جائز ہے یا نہین یا کوئی شخص اپنی بکری کے لئے طلا طیار کرے اور ان چیزون کو ڈالے تو انکا مارنا درست ہے یا نہین ۔

الجواب ۔ چونکہ شرع مین یہ ضررین معتبر ہین اسلیے جائز ہوگا ہان تکلیف زائد از ضرورت دیکر مارنا جائز نہین ۔ ۱۸ ۔ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ کورا کپڑا بزاز کے یہان کا بغیر دھلائے جائز ہے یا نہین ۔

الجواب ۔ فی الدر المختار ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ طاھرۃ جلد ا صفحہ ۳۶۲ اس سے معلوم ہوا کہ کورا کپڑا بدرجۂ اولی پاک ہے ۔ ۱۳۲۵ھ

سوال ۔ مسمریزم ایک علم ہے جس مین صرف نظر کی اور طبیعت کی یکسوئی کی مہارت چند روز حاصل کیجاتی ہے پھر اُس سے مراحل تصوف مثلاً وحدۃ الوجود وکشف القبور وسلب الامراض وغیرہ بلا کسی ذکر و شغل کرتے ہین اور اُس سے علاوہ اسکے اور اور باتین بھی حاصل ہوتی ہین مثلاً کسیکو بزور نظر بے ہوش کرنا اور اُس سے پوشیدہ اسرار پوچھنا غیر مواضع کا جو نظر سے غائب ہین حال بتانا وغیرہ جیسا کہ حکماء اشراقیین کیا کرتے تھے اس کا حاصل کرنا درست ہے کوئی خلاف شرع امر تو نہین ہے ۔

الجواب ۔ تصوف نہ یکسوئی کا نام ہے نہ مکاشفات کا نہ تصرفات کا نہ واردات کا بلکہ اُس کی حقیقت

ہی اصلاح ظاہر وباطن پس مقاصد اُس کے اعمال قالبیہ وقلبیہ ہین اور غایت اُسکی قرب رضاء حق ہی
اور یکسوئی اُسکا مقدمہ ہی جبکہ مقصود مذکور اُسپر مرتب ہو اور واردات مثل وحدۃ الوجود وغیرہ اُس کے عوارض
وآثار غیر لازمہ سے ہین اور مکاشفات کونیہ مثل کشف القبور وغیرہ اور تصرفات مثل سلب الامراض وغیرہ کو
اُس سے کوئی مس نہین ریاضت پر اسکا ترتب ہو سکتا ہی چنانچہ کفار بھی اسمین شریک ہین اور مسمریزم مین کل تین
چیزین ہین بعض مخفیات کی خبر دینا کچھ تصرفات کرنا اور اُس کی مہارت کے لئے یکسوئی کی مشق کرنا سو اول تو
اُسمین مخفیات کی خبر دینا اکثر تابع خیال عامل کے ہوتا ہی چنانچہ اگر ایک واقعہ غائبہ کو دو عاملون کے سامنے جدا
جدا مختلف طور پر بیان کر کے ہر ایک کو یقین دلا دیا جائے اور پھر کوئی شخص جدا جدا مجلسون مین اُس واقعہ کی
نسبت عاملون سے دریافت کرے تو وہ دونون اپنے قواعد وطریق کو استعمال کرنے کے بعد الگ الگ جواب دینگے
جب چاہے اس کا امتحان کر لیا جائے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ احیاناً انکشاف واقعی بھی ہو جاتا ہی تو کشف کا تصوف
سے تعلق نہ ہونا اوپر معلوم ہو چکا ہی اسی طرح تصرفات کا اُس سے تعلق نہونا اب ہی یکسوئی سو وہ مقدمۂ تصوف
جب ہی ہی جب تصوف اُس پر مرتب ہو اور جب مسمریزم مین یہ نہین تو وہ مقدمہ تصوف بھی نہ ہوا پس محقق
ہو گیا کہ تصوف سے اُسکو اصلاً تعلق نہین اب رہا اس سے قطع نظر کر کے اُس کا جواز یا ناجواز تو چونکہ مشاہدہ سے اسپر
مفاسد کثیرہ کا ترتب معلوم ہوا ہی جیسے انبیاء و اولیاء کے کمالات کو اُسی قبیل سے سمجھنا چنانچہ ایسا ہی توہم
اس سوال کا منشا بھی ہوا ہے یا اُن کے ساتھ دعوے وزعم مساواۃ ومماثلث کا کرنا اور عامل مین عجب پیدا ہو جانا
بعض امور جنکا تجسس حرام ہی اُن پر مطلع ہونے کی کوشش کرنا ان انکشافات پر جو کہ شرعی حجت نہین ہین
بلا دلیل شرعی بینہ واقرار ومشاہدہ کے یقین کر لینا اس بنا پر کسی پر چوری وغیرہ کے سوء ظن کو پختہ کر لینا
بعض اغراض غیر مباحہ مین تصرف سے کام لینا یا خود اگر مفاسد سے بچ سکے مگر دوسرے عوام کے لئے اس عامل کا موجب
افتتان واضلال ہو جانا وغیر ذلک من المفاسد العدیدۃ الشدیدۃ اس لئے یہ فن گو بالذات ولعینہ مقتضے
قبح کو نہ ہو مگر بوجہ عوارض ومفاسد مذکورہ کے کہ عادۃً اُس کے لوازم مین سے ہین قبیح لغیرہ کی قسم مین داخل
ہو کر منہی عنہ اور حرام ہے چنانچہ ماہر اصول وفقہ پر یہ قاعدہ مخفی نہین فقط ۷- ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

اخراج ولد

سوال - میت عورت حاملہ کی بابت کیا حکم ہے خواہ پورے دن ہون یا کم وبیش بعضے لوگ پیٹ چاک کر کے
نکالدینے کو بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ قیامت تک حمل مین کھچی پھر گئی مجھے ایسے سوال سے شرم اسوقت
آتی ہی لیکن علماء کی تشفی اپنی اور زیادتی اطمینان ہو جائے یا فی الحقیقت مین اس مسئلہ سے لاعلم ہون تو آگاہی ہو جائے -

الجواب۔ فی الدر المختار حامل ماتت وولدھا یضطرب شق بطنھا ویخرج ولدھا اھ اس سے معلوم ہوا کہ پیٹ چاک کرکے نکال لینا اُسوقت ہے جب بچہ زندہ حرکت کرتا ہوا معلوم ہو ورنہ اگر بچہ بھی مر گیا تو پیٹ چاک کرنا جائز نہیں۔ ۱۳۲۵ھ

تفصیل استعمال کاغذ ردی

سوال۔ کاغذ کی وہ ردّی کہ جس مین خدا اور رسول کے اسماء مبارک وغیرہ ونیز ہر قسم کی تحریر ہوئے اور اُسکو پھاڑ پھاڑ کر اور پانی مین گلا کر اُسمین کھلی یا آٹا وغیرہ ملا کر طسلہ یا ڈلیان وغیرہ طیار کرین جیسا کہ مروج ہی یہ امر جائز ہے یا نہین۔ سوال ۲۔ مذکورہ بالا ردّی اگر جلا کر اُسمین کپڑا رنگ کر استعمال کیا جائے جائز ہے یا نہین۔

الجواب۔ فی الدر المختار ولا یجوز لف شئی فی کاغذ فیہ فقہ وفی کتب الطب یجوز ولو فیہ اسم اللہ او الرسول فیجوز محوہ لیلف فیہ شئی فی رد المحتار قال ط وھل اذا طمس الحرف بنحو حبر یعد محوا یجوز فیہ ما لعقہ بلسانہ وابتلاعہ فالظاھر جوازہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جن کاغذات مین دینی احکام لکھے ہون اُنکو ایسے استعمال مین لانا کہ استعمال موجب ابتذال ہو جائز نہین اور جن کاغذات مین اور مضامین ہون اُنکو ایسے استعمال مین لانا جائز ہے مگر اُسمین بھی یہ ضرور ہے کہ جہان جہان اللہ و رسول کا نام لکھا ہو اُسکو محو کر دے یعنی یا تو اُسپر سیاہی پھیر دے یا اُس کو زبان سے چاٹ کر لعاب نگل جائے یہ دونون سوالون کا جواب ہی۔ ۲۷۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

استعمال گھڑی کا جیب

سوال۔ جرمن سلور کا حکم چاندی ہی کا ہے یا نہین گھڑی جس کا کیس اسی چاندی کا ہو رکھنی جائز ہی یا نہین اگر کسی کے پاس ہو تو کیا کرے قیمتی شئ کو ضائع کرنے سے کسی تدبیر یا حیلہ سے بچا سکتا ہی یا نہین اگر اوپر لوہے یا پیتل وغیرہ کا خول چڑھوالے تو جائز ہو جاے گی اس قسم کی گھڑی کی بیع کیون جائز ہی مسلمان کے ہاتھ بیچنا جبکہ معلوم ہو کہ وہ اُسکو استعمال کریگا اعانۃ علے المعصیت نہین ہی زین اور قبضہ سیف وغیرہ موضع جلوس و قبض سے بچنے پر کیون جائز ہو گیا فقہ مین ظرف کی قید نہین بلکہ استعمال مثل ذلک ہے جسمین کھلاو غیرہ بھی داخل ہین جو آلہ ہے ظرف نہین غرض کوئی قاعدہ کلیہ فرمائین جس سے جزئیات مستخرج ہو جائین اور گھڑی کے بارہ مین اگر کوئی حیلہ نکل سکے بشرطیکہ صحیح ہو تو مسلمان کا مال بچ جائے۔

الجواب۔ جرمن سلور کی ماہیت اگر فضہ ہی تو حکم فضہ مین ہی ورنہ نہین مجھکو اسکی ماہیت کی تحقیق نہین[ع] اور جس گھڑی کا کیس چاندی کا ہو اُسکا استعمال جائز نہین قیاسا علے المرأۃ من الفضۃ اور لوہے وغیرہ کا خول چڑھانا اس طرح سے کہ چاندی کا ظرف نظر نہ آئے ظاہرا جواز کے لئے کافی ہے اخذا مما فی رد المحتار

ع بعد مین ایک ماہر سے تحقیق ہوا کہ چاندی نہین ۱۲ منہ۔

عن التاتارخانیۃ لا باس بان یتخذ خاتم حدید قد لوی علیہ فضۃ والبس بفضۃ حتی لا یری جلد ۵ ص ۳۵۴ قلت والامر المشترک بینہما ستر مالا یجوز بما یجوز فتامل رہا بیع کا جواز و عدم جواز سو اسمین روایات فقہیہ بظاہر بہت متزاحم معلوم ہوتی ہین چنانچہ در مختار مین ایک مقام پر ہے فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز اور شامی مین اسمین تامل کیا ہے بقول ائمتنا بجواز بیع العصیر من خمار اور آگے ایک فرق کیا ہے جلد ۵ ص ۳۵۴ احقر کے نزدیک کراہۃ تنزیہی تو اسمین ضرور ہے رہا تحریمی سو اُسکا قاعدہ روایات فقہیہ کے جمع کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز بجز معصیت کے اور کسی مباح غرض مین کام نہ آسکے اُسکی بیع تو محرم ہے اور جو دوسرے کام مین بھی آسکے اُسکی بیع مین تحریم نہین کما قال الشیخ عن ابن الشحنۃ الا ان المنع فی البیع اخف منہ فی اللبس اذ یمکن الانتفاع بہا فی غیر ذلک ویمکن سبکہا وتغییر ہیئتہا جلد ۵ ص ۳۵۴ اور منطقہ حلیہ سیف علاوہ تبعیت کے بوجہ آثار کے بھی مستثنی ہین کما فی الہدایۃ اور سرج مفضض وغیرہ مین بشرط بچنے موضع فضہ کے اس لئے اجازت دیگئی ہے کہ تفضیض کو تابع قرار دیا ہے کما فی الہدایۃ اور مکحلہ وغیرہ خود استعمال مین مستقل ہین اسی طرح کیس گھڑی کا گو قصد مین تابع ہے مگر وضع و ترکیب مین متبوع ہے جیسے آئینہ کا خانہ اور اس سے قاعدہ کلیہ سمجھ مین آگیا ہوگا اور حلیہ خول چڑھانیکا اوپر گذر چکا ہے واللہ اعلم ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

منع متولی عوام را از چاہ مسجد

سوال مسجد کا کنوان متولی مسجد بزعم خود احتیاط و طہارت کے لئے سفید پوش نمازیون کے سقاء و شرب و وضو و غسل کے لئے مخصوص کرتا ہے کہتا ہے کہ عام اہل محلہ کے گھرون پر لیجانے کے لئے بھی نہین ہے عوام کے ظروف جو بھرنے کو لاتے ہین پھوڑ دیئے جاتے ہین۔

الجواب منع کرنا تو تنظیف و تطہیر مسجد کے لئے جائز ہے جبکہ قریب دوسرا کنوان ایسا ہو جس سے عوام کی رفع احتیاج ہو سکے لیکن گھڑے پھوڑ دینا ظلم اور حرام ہے اسیطرح اگر دوسرا کوئی کنوان ایسا نہ ہو تب بھی منع کرنا حرام ہے واللہ اعلم ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

افیون بوقت اضطرار

سوال افیون خوار ہر چند خوف خدا سے کوشش ترک کرنے کی چاہتا ہو مگر خوف ہلاکت اور سخت علالت سے جو اُسکو تجربہ سے حاصل ہوا ہو مجبور ہو تو اب استعمال افیون دوا ہے یا نہین اور ابن حجر مکی کا جواز افیون خوری ایسی حالت مین ہے یا اور رمین اور رملی کا قول وقواعدنا لا تخالفہ کذا فی حاشیۃ الشامی علی الدر مختار سے کیا مطلب۔

الجواب ابن حجر کا قول صحیح ہے مگر اسمین تصریح ہے کہ اجازت اُسوقت ہے جب بالیقین مرجانیکا خوف

ہو اور اُسمین یہ بھی ہے کہ اندک اندک اُسکو کم کرنا شروع کرے اور یہ بھی ہو کہ کم کرنے کی کوشش نہ کی تو یہ شخص آثم فاسق ہو پس سوال مین نہایت اختصار کیا گیا ہو جو مخل مقصود ہو اور رملی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ابن حجرؒ گو شافعی ہین مگر اُن کا یہ قول چونکہ قواعد حنفیہ کے خلاف نہین ہو اسلئے قابل اتباع ہی ۱۶- ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

سوال- کسی عیسائی کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہین یا نہین اگر ایک پیالہ اور ایک ہی رکابی مین کھایا جائے تو ایسی حالت مین کیا حکم ہے کیا ساتھ کھانے سے لازمی طور پر اتحاد ہوتا ہو اور اگر اتحاد ہوتا ہے تو کیا ان لوگون سے اتحاد کرنا منع ہی

الجواب- کفار سے بے ضرورت اختلاط وارتباط ممنوع ہو اور کھانا ساتھ کھانا اختلاط وارتباط بے ضرورت ہے۔
۲۰- جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

فونوگراف و تحقیق مس بلا وضو پلیٹ حامل قرآن

سوال- فونوگراف جو ایک آلہ نقل الصوت ہو اُسمین تقاریر نغمات موسیقی اور قرار سے رکوعات قرآن مجید کی آوازین ایک خاص ایجاد سے بند کیجاتی ہین اور پھر وہی اصوات تنہائی مین مجالس مین تماشا گاہون مین آلہ مذکور کو کوک کر سنتے ہین تو اسطرح قرآن مجید کی آواز کا اُس مین بند کرنا اور پھر فونوگراف سے سننا درست ہی یا نہین اور فونوگراف باجا ہی یا کیا ہی اور کلام مقدس کی اس قسم کی آواز قرآن ہو گی یا کیا کہینگے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ فقہ اکبر مین فرماتے ہین والقرآن فی المصاحف مکتوب فی القلوب محفوظ وعلے الالسن مقروء یہ تعریف آواز مذکور پر نفی مین صادق آئے گی یا اثبات مین بھی یہ امر بھی قابل گذارش ہو کہ جس آلہ سے اُس کے پلیٹ پر صوت بھری جاتی ہو اُس سے اُس کی پلیٹ پر کچھ خطوط دوائر کے طور پر بن جاتے ہین اور جب اُس کا مشین چلایا جاتا ہو تو اُس کا ایک پرزہ جسکے آخر مین ہیرے کی کنی لگی ہوتی ہے وہ کنی اُس دوائر پر گشت کرتی ہو اور اُس سے صوت پیدا ہوتی ہو وہ خطوط آپس مین کچھ ممتاز نہین معلوم ہوتے بلکہ ہر پلیٹ پر خطوط یکسان سے معلوم ہوتے ہین ممکن ہو کہ فی الواقع کچھ تمایز ہو لیکن محسوس نہین ہوتا چلانے والیکو یاد رکھنا پڑتا ہو کہ اس ہیئت پر فلان چیز منقش ہو اور اُسپر دوسری چیز پس ان نقوش کا کیا حکم ہو اور یہ تو ظاہر ہے کہ چونکہ یہ آلہ لہو ہو نہ تذکر اسلئے بھرنا اور سننا خلاف ادب آئی ہے لیکن اگر کوئی بھر دے تو اُس پلیٹ کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہین اور تعریف قرآن کی اُسپر صادق ہو یا نہین اور یہ بھی ظاہر ہو کہ یہ آلہ خود باجا نہین ہے بلکہ محض نقل صوت کرتا ہو اگر باجا بھرا جائے تو باجے کی آواز نکلتی ہو ورنہ جو بھرا جائے اس لئے مطلقا باجا نہین کہا جا سکتا بہر حال امید ہو کہ اس کی نسبت حضرت اقدس اپنی رائے تحریر فرمائینگے

الجواب- ان نقوش مین جبتک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہو حروف مکتوبہ کے حکم مین نہین اسلئے انکا مس کرنا محدث وجنب کو جائز ہے جیسا دماغ مین ارتسام الفاظ قرآنیہ کا ہوتا ہی اور اُس دماغ کا مس کرنا

جائز ہے البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگین تو اُسوقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے اُنکو حکم حروف مکتوبہ کا دیا جائیگا یہ حکم تو نقوش کا ہی اور جو آواز اُس سے نکلتی ہی وہ تلاوت نہین ہی بلکہ نقل اور عکس تلاوت کا ہی مشابہ صوت طیر اور صدا کے پس اُسکا حکم بھی تلاوت کا سا نہوگا مثلاً بنا بر روایت درمختار وغیرہ اُس کے استماع سے سجدہ تلاوت واجب نہوگا اور آپ کی یہ رائے صحیح ہے کہ اُسکا حکم باجہ کا سا نہین ہی بلکہ تابع ہوگا محکی عنہ کے جواز و عدم مین لیکن چونکہ مقصود اُس سے تلہی ہی اس عارض کی وجہ سے قرآن بھرنا اُس مین جائز نہوگا اسی طرح سننا بھی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال - ۲۷- شوال ۱۳۲۵ھ

پھول در بینی زنان

سوال - اکثر عورتین ناک مین سنہرا پھول چھوٹا سا پہنتی ہین جائز ہے یا نہین -

الجواب - اختلاف ہے اگر احتیاط کیجائے تو بہتر ہے اور اگر کوئی پہنے گنجائش ہی فقط ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

اقسام رنگ پارچہ

سوال - آجکل عموماً مختلف رنگ کے کپڑے پہنتے ہین اور وہ رنگ کچے ہوتے ہین اور بالکل سرخ بھی جو پکا ہوتا ہے پہننا جائز ہی یا نہین ؟ -

الجواب - رنگ عورتون کے لئے سب جائز ہین کچا اور پکا البتہ پڑیہ مین شبہ قوی شراب کا ہے اگر اسقدر دھوئین کہ پانی صاف آنے لگے پاک ہو جاتا ہے فقط ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

چوڑی کا پہننا

سوال - چوڑی ربڑ و بلوری سادہ و نقشی و کچ کی سیاہ پہننا جائز ہے یا نہین -

الجواب - سب جائز ہے فقط ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

افیون وغیرہ در دوا

سوال - افیون یا جوزبوا یا جوتری کہ جو مخدرات و مفترات مین سے ہین اگر کسی نسخہ مرکب مین ڈالی جائین اور اُسکا اکلاً استعمال کیا جائے آیا وہ شرعاً مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ ہر ایک کا اُن مین سے مفرداً استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے یا مباح اور خلاف اولے ہے -

الجواب - فی رد المحتار لما الجامدات فلا یحرم منہا الا الکثیر المسکر و لا یلزم من حرمتہ نجاستہ اھ وفیہ وھکذا یقال فی غیرہ من الاشیاء الجامدۃ المضرۃ فی العقل او غیرہ یحرم تناول القدر المضر منہا دون القلیل النافع اھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر وہ مرکب نسخہ مسکر و مفتر نہو تو کھانا حلال ہے فقط ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

مخمل

سوال - مخمل کاشانی یا دوسرے قسم کی مخمل سرخ یا سبز یا زرد یا سیاہ پہننی مردون کو جائز یا ناجائز حرام یا مکروہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نفع المفتی والسائل مین منع لکھتے ہین -

الجواب - مثل ریشم[ع] کے حرام ہے لانہ منہ فقط ۱۲- ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

ع بعد مین معلوم ہوا کہ بعض مخمل ریشم نہین پس وہ جائز ہوگی ۱۲ منہ -

سوال - ٹسر کا کپڑا جو آجکل رائج ہے ریشم ہے یا نہین استعمال اُسکا مردون کو جائز ہے یا کیا ؟ -

الجواب تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ وہ ریشم ہے گو ادنے درجہ کا ہو فقط ۱۲ - ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال - ایام گرما مین یا سرما مین اس ملک مین بعض گاؤن وغیرہ مین اکثر لوگ بلائے چیچک مین مبتلا ہوجاتے ہین ملازم انگریزی یہ تدبیر کرتے ہین کہ جن کے چیچک نہین نکلی اُنکو جبراً پکڑکر ہر ایک کی کلائی پر باریک اُسترہ سے دو دو جگہ کاٹ کر کچھ دوائی پیپ سا لگاتے ہین ایک دو روز کے بعد بخار ہوکر بعض بعض کو دو چار چیچک بھی نکل آتا ہے اور بعض کو فقط بخار ہی بخار لیکن بعض بعض مر بھی جاتا ہے یہ فعل کرنا اور کرانا کیسا ہے کیونکہ بہت لوگ یون کہتے ہین کہ شریعت کے برخلاف اگر ہو تو دبیل ملجاتے سے ہم بھی جبراً اُن سے یعنی ان لوگون سے بچ رہین گے اور شریعت کی پابندی کرین گے بابت دوائی اُسی ملازم سے اگر کوئی پوچھے یہ کہتے ہین کہ آدمی کا اور بیل کا جب چیچک آبلہ سا ہوکر اُسمین پانی پیدا ہوجاتا ہے تب اُسکو توڑکر وہی پانی شیشی بھرکر رکھتا ہون اور وہی دوا آدمی کی کلائی کاٹکر لگا دیتا ہون مگر بیل سے جو لاتا ہون وہ نہین لگاتا ہون آدمی سے جو لاتا ہون لگاتا ہون

الجواب جس رطوبت سے وضو ٹوٹ جائے وہ رطوبت ناپاک ہے اور ناپاک چیز سے دوا کرنا اصل مذہب مین حرام ہے اور بعض متاخرین نے جائز رکھا ہے اس لئے خوش تدبیری سے بچنا بہتر ہے لیکن شیوع رسم مناسب نہین واللہ اعلم ۱۳۲۵ھ

سوال - تالاب کا پانی چند شخص نے مول لے لیا اُسمین مچھلی نکلی سبھون نے تقسیم کرلیا اگر کوئی شخص اپنے حصہ مین سے کسی کو مچھلی بھیجدے تو اُسکا کھانا جائز ہے کہ نہین -

الجواب - جائز ہے کیونکہ قبضہ کرنے سے ملک ہوگئی البتہ پکڑنے سے دوسرون کو روکنا جائز نہ تھا - ۱۵ - ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سوال - خام قبرون کو خفیف چونہ سے قلعی کر دینا کیسا ہے -

الجواب - اگر استحکام کے لئے ہو جائز ہے اور زینت کے لئے نہین جائز ہے - واللہ اعلم -

سوال - تاش تعلیمی جو پارہائے کاغذ پر دو تختیان الف - بے کی لکھتے ہین اور چند اشخاص آپسمین تقسیم کرلیتے ہین پھر ایک شخص ایک حرف رکھتا ہے دوسرے نے اگر کوئی لفظ بنالی تو اُس سے وہ پتہ لے لیا تیسرے نے ایک حرف اور ملاکر اگر لفظ بنالی تو وہ پتے اُسکے ہوگئے یونہین جہانتک شرکار بناتے جائین اور اگر کوئی نہ بنا سکا تو وہ سب پتے اول کے ہونگے یہ کھیلنا جائز ہے یا نہین اور اگر بازجیت نہ رکھی جائے اور سب پتے اکٹھے رکھے جائین تو اسکا کیا حکم ہے -

الجواب - اگر بازجیت نہو تو جائز ہے بلکہ مبتدیون کے حق مین شاید مفید ہو واللہ اعلم ۶ - رمضان ۱۳۱۹ھ

عہ اگر کسی کو اسکے خلاف تحقیق ہو حکم بدل جائے گا ۱۲ منہ -

سوال ۔ زید عمرو باہم نزاع میکنند کہ سلام علیک بلفظ گفتن فقط مسنون ست یا لفظ دیگر ہم ازین مشتق باشد میتوان گفتن پس زید میگوید کہ وراے این لفظ کہ جناب شارع علیہ السلام بران نص فرمودہ یعنی السلام علیکم دیگر منہی عنہ و بدعۃ است ۔ عمرو خلافش میکند و میگوید کہ مشتقات این لفظ ہم داخل سلام است و میتوانم گفت تسلیم و تسلیمات و نیز ضرورت نیست کہ السلام علیکم بجمیع لفظہ لا بجزو کلامہ درست نباشد بلکہ داخل ہمین سنت است آنچہ وضیعان و شریفان مے گویند مثلاً سلام میان سلام صاحب وغیرہ ۔ البتہ وراے این دیگر الفاظ سلام کہ در عرف میرزایان عجم متداول و مقرر گشتہ مثل آداب عرض و کورنش و مجرا وغیرہ بدعت است اما نہ بدعت مذمومہ و مستقبحہ کہ گویندہ اش مسئی و بزہ کار باشد بلکہ از قبیل مباحات و اگرچہ بندگی گفتن ہم کہ بنا بر عموم و مفہوم خویش کہ در کلام عرب عبد بمعنے مولاہ مملوک ہم آمدہ مضائقہ ندارد لیکن بنظر مشترک بودن این لفظ عبدیت بود حقیقی و تبادر اذہان عوام و قصور افہام شان برین معنے سزاوار نیست کہ کسی باین چنین کلمہ سلام گوید المختصر درین قول کدام یک از زید و عمرو صادق ست آیا ہر وضیع و شریف را لفظ سلام علیکم فقط بمخاطب خود باید گفت یا دیگر ہم از الفاظ مذکورہ میتوان گفت بینوا بالکتاب توجروا عند الملک الوہاب ۔ فقط ۔

الجواب تحقیق درین باب آنست کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امر فرمودہ اند کہ وقت لقاء مسلم سلام باید کرد عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا لقی احدکم اخاہ فلیسلم علیہ الخ رواہ ابوداؤد و ہر چند این کلام مفید سنیت نیست لیکن چوں مامور بہ بالمعنی الاعم بودنش کلامے نیست پس بلاریب مخالفت آن نمودن بدعۃ خواہد شد باقی ماند کلام اندرینکہ کدام بدعت خواہد شد بنظر غائر چنان مے نماید کہ بدعت مذمومہ مستقبحہ باشد چراکہ مزاحم و مراغم سنت است و این چنین بدعۃ سیئہ میباشد فی الاحیاء و انما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماموراً بہا الخ اقول ثبت کون السلام ماموراً بہ بالحدیث المذکور وقت اللقاء فاذا لم یسلم وقت اللقاء بل اتی بلفظ اٰخر صارت السنۃ متروکا وغیرہا مؤثرا وہی المراغمۃ کما لا یخفی این تقریر مبنی بر اصول کلیہ بود و اگر فروع و جزئیات تفتیش کنیم ہم مؤیدش می برآید عن ہلال بن یسار قال کنا مع سالم بن عبید فعطس رجل من القوم فقال السلام علیکم فقال سالم وعلیک وعلی امک فکان الرجل وجد فی نفسہ فقال اما انی لم اقل الا ما قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذ عطس رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعلیک وعلی امک اذا عطس احدکم فلیقل الحمد للہ رب العالمین ولیقل لہ من یرد علیہ یرحمک اللہ ولیقل یغفر اللہ لی

رکلم رواہ الترمذی وابوداؤد وایں حدیث دلالت صریحہ دارد برآنکہ آداب شرعیہ را ترک نمودہ دیگر الفاظ را بجایش استعمال نمودن امر منکر است تاآنکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہمچنین سالم کلمہ راگفتہ کہ موجب غیظ مخاطب گردید فافہم اکنون باید دید کہ کدام لفظ را مخالف سنت گوئیم وکدام را مماثل قرار دہیم پس ظاہر براں حکم میکند کہ اگر اندکے زیادہ یا نقصان یا تقدیم یا تاخیر ہم راہ یابد مخالف سنت باشد یؤیدہ ما روی عن جابرؓ قال اتیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقلت علیک السلام یارسول اللہ قال لا تقل علیک السلام فان علیک السلام تحیۃ الموتی رواہ الترمذی افاد الحدیث امرین احدھما ان تقدیم المؤخر وبالعکس مخالف للسنۃ والثانی ان ما خالفھا عنہ المخالفۃ منھی عنھا حیث قال لا تقل اما تواں گفت کہ تغیرے یسیر جائز باشد کما ورد علیہ قولہ تعالی قالوا سلاما قال سلام الآیۃ وقولہ تعالی سلام علیکم بما صبرتم الآیۃ ویحتمل کہ انکار بر علیک السلام بسبب تحیت موتی بودنش باشد پس غایۃ ما فی الباب لفظ سلام میاں وغیر آں از تسلیم وتسلیمات شاید گنجائش دارد اما آداب وکورنش وغیرہ در بدعت مذموم بودنش اشتباہی نیست کما مر ولفظ بندگی اقبح قبیح است از بعض ثقات شنیدہ شد کہ بعض سلاطین جابرہ بجائے تحیۃ مقرر نمودہ بود کہ زائر پیش پایہ تخت سر نہادہ لفظ بندگی گوید پس منشاء آں بلا ریب جاہلیت قبیحہ است پس علاوہ دلائل مذکورہ وایہام معنے عبودیت خود تشبہ باہل جاہلیت وجہ وجیہ است بر منع آں عن عمران بن حصین قال کنا فی الجاھلیۃ نقول انعم اللہ بک عینا وانعم صباحا فلما کان الاسلام نھینا عن ذلک رواہ ابوداؤد وآنکہ در سر اکثر بجاء سوائے فرق در سلام وضیعان وشریفان بجہت منشاءش کبر است کہ ارذل خصال دل است اگر فرق ضرور نیست در رسوم ومعاملات دنیا مضائقہ ندارد وسلام از امور دین است دراں فکر فرق کردن چناں است کہ وضیعان را گوئیم کہ ظہر سہ رکعت گذارید کہ درمیان ما وشما فرق بدست آید وہو کما تری واگر دل گوارا نماید بلفظ سلام وتسلیم ونحوہما تسلیم نمایند ودیگر الفاظ واجب الترک است وفیما ذکرنا کفایۃ لطالب الانصاف انشاء اللہ تعالے واللہ اعلم۔ فقط۔

سوال ۔ زید کہتا ہے کہ مسجد میں چارزانو بیٹھنا سخت بے ادبی ہے اور سمت بے ادبی ہونے کیوجہ سے ناجائز حتی الامکان دوزانو بیٹھے اور مجبوری سے چارزانو بیٹھنے کی اجازت ہوسکتی ہے اور جو شخص چارزانو بیٹھتا ہے خواہ خالی بیٹھے یا کچھ قرآن مجید یا وظیفہ پڑھنے کے لئے بیٹھے تو اُس سے ناراض ہوتا ہے اور اُسکو ملامت کرتا ہے علی ہذا القیاس

اسطرح بیٹھنے کو سخت گستاخی سمجھتا ہے کہ آدمی بعد نماز اپنے داہنے پاؤن کو کھڑا کرے اور بائین پاؤن کو جو قعدہ مین بچھا تھا بچھا رکھے علی ہذا القیاس اسطرح بیٹھنے کو بھی ناجائز بتاتا ہی کہ آدمی اپنے سُرین اور دونون قدمون پر بیٹھے اور دونون پنڈلیون کو دونون ہاتھون کے حلقے مین لے خلاصہ یہ ہی کہ زید دوزانو بیٹھنے کے سوا مسجد مین ہر نشست کو بے ادبی کے سبب ناجائز بتاتا ہے بلکہ مسجد کے باہر بھی قرآن مجید یا وظیفہ پڑھنے کے وقت دوزانو بیٹھنے کے سوا ہر نشست کو جناب باری جل جلالہ مین بے ادبی وگستاخی سمجھتا ہی اور کہتا ہے کہ حضرت سُفیان ثوری مسجد مین اکیبار اپنے سُرین اور دونون قدمون پر بیٹھے تھے کہ جناب باری جل جلالہ کی طرف سے عتاب ہوا اور غیب سے آواز آئی کہ او ثور (بیل) یہ کیا بے ادبی وگستاخی ہی اُسی دن سے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ ثوری کا لفظ اضافہ ہوگیا۔ عمرو کا خیال ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز صبح چارزانو بیٹھتے تھے اور طلوع آفتاب تک چارزانو ہی بیٹھے ہوئے ذکر الٰہی مین مشغول رہتے تھے جب آفتاب بلند ہوتا تو دو رکعت یا چار رکعت نماز اشراق ادا فرماتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چارزانو بیٹھنا بھی مسنون ہے نہ بے ادبی وگستاخی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اللہ جل شانہ کا ادب اور خوف کسی کے دل مین نہین ہوسکتا جب آپ نے یہ نشست اختیار فرمائی تو صاف ظاہر ہی کہ اس مین عین ادب ہے نہ گستاخی و بے ادبی۔

علی ہذا القیاس سُرین اور قدمون پر بیٹھنا بھی بعض احادیث مین آیا ہی البتہ نماز مین بلا عذر اس طرح بیٹھنا ضرور خلاف ادب ہے خارج نماز بعض اوقات اس طرح بیٹھنا مسنون ہی۔ علی ہذا القیاس بعد نماز داہنا پاؤن کھڑا کر لینا بھی بعض اکابر سے ثابت ہی جو کم از کم جائز ضرور ہی اور کسیطرح قابلِ ملامت نہین رہا حضرت سفیان ثوری کا قصہ وہ بے بنیاد ہی سند صحیح سے ثابت نہین کتب تصوف سے بھی معلوم ہوتا ہی۔ چارزانو بیٹھنا خلافِ ادب نہین بلکہ ادب کے موافق ہے کیونکہ تسبیح دوازدہ کے وقت اوّل چارزانو ہی بیٹھتے ہین اور رگِ کیماس کو دبا کر ضربین لگاتے ہین اگر یہ نشست اللہ تعالیٰ کو مبغوض و ناپسند ہوتی تو اہل تصوف جو کہ کمال ادب جناب باری جل جلالہ کا ہر وقت ملحوظ رکھتے ہین کبھی اسکو اختیار نہ فرماتے پھر لطف یہ کہ اوّل ہی مین اختیار فرماتے ہین یہ بھی نہین کہ آرام لینے کی غرض سے آخر مین چارزانو بیٹھتے ہون اس کے علاوہ قرّاء اکثر چارزانو ہی بیٹھنا پسند فرماتے ہین کیونکہ چارزانو بیٹھنے مین سینہ سے آواز بآسانی نکلتی ہی اور قرآن پڑھنے مین تکلف نہین کرنا پڑتا۔

زید و عمرو کے خیالات ظاہر کرنے کے بعد یہ بات دریافت طلب ہے کہ جو بات صحیح اور موافق حدیث و فقہ و تصوف ہو اُس سے اطلاع فرمایئے تاکہ اُس کے موافق اعتقاد و عمل رکھا جائے۔

الجواب - عمرو کا قول صحیح ہے - حدیث تو سائل نے لکھدی ہے قاضیخان مین ہے وھو کالتربع فی الجلوس والاتکاء قالوا انکان ذلک علی وجہ التجبر یکرہ وانکان لحاجۃ ضرورۃ لایکرہ اھ قلت ومن الحاجۃ طلب الراحۃ - اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ محض کسی کا تراشیدہ خلاف نقل و خلاف لغت ہے فی القاموس وثور ابو قبیلۃ من مضر منھم سفیان بن سعید اور خلاف نحو بھی کیونکہ ثوری پر الف لام آتا ہے الثوری اگر ثوری کے وہ معنی ہوتے جو زید نے دعوے کیا ہے تو اس ترکیب مین اضافۃ معنویہ ہوتے ہوئے الف ولام کا داخل ہونا اُسپر کسطرح جائز ہوتا - ۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سوال - کیا یہ بات صحیح ہے کہ جب مسجد مین آئے تو بآواز بلند السلام علیکم کہے اور جب مسجد سے جانے لگے اُسوقت بھی بآواز بلند السلام علیکم کہے خواہ مسجد مین کوئی ہو یا نہ ہو اور خواہ کوئی ہو اور نماز مین مشغول ہو یا بعض لوگ نماز مین مشغول ہون اور بعض خالی بیٹھے ہون یا سب کے سب نماز یا اور کسی وظیفہ مین مشغول ہون ہر ہر صورت کا جواب ارشاد ہو -

الجواب - محض غلط ہے بلکہ ایسی حالت مین کہ لوگ اپنی نماز و وظائف مین مشغول ہون سلام کرنا مکروہ ہے فی الدر المختار ؎ سلامک مکروہ علی من ستسمع + ومن بعد ما ابدی یسن ویشرع + مصل وتال ذاکر ومحدث + خطیب ومن یصغی الیھم ویسمع + مکرر فقہ جالس لقضائہ + ومن بحثوا فی العلم دعھم لینفعوا + موذن ایضاً ومقیم مدرس + کذا الاجنبیات الفتیات امنع + واللہ اعلم

۱۸ - ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

سلام بر متکبر

سوال - زید ایک فقیر صورت آدمی ہے جس مجمع مین جاتا ہے خواہ وہ مجمع مسجد مین ہو یا خارج مسجد سلام مین کبھی تقدیم نہین کرتا جب لوگ اُسکو سلام کرتے ہین تو ہاتھ یا زبان یا دونون سے سلام کا جواب دیتا ہے جب کبھی اتفاق سے کوئی ایسا ہی وجیہ شخص مثلاً عالم یا درویش وغیرہ ملتا ہے تو سلام مین تقدیم کرتا ہے ورنہ نہین ظاہر حال بھی کہتا ہے کہ یہ شخص اپنی فقیری اور عبادت کے سبب لوگون کے سلام کا منتظر رہتا ہے آیا ایسے کو سلام کرنا یا سلام مین تقدیم کرنا شرعاً ممنوع تو نہین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم مین لکھا ہے کہ متکبرین کا سلام یہی ہے کہ اُنکو سلام نہ کرو امام صاحب موصوف کے اس قول پر عمل کرنا خلاف سنت تو نہوگا کیونکہ ہر اجنبی و غیر اجنبی مسلمانون کو سلام کرنا اور سلام مین تقدیم کرنا احادیث سے مسنون معلوم ہوتا ہے

الجواب - تکبر حرام ہے اور مرتکب اس کا بالخصوص اُسپر جو مصر ہو فاسق ہے اور فاسق کو ابتداء بسلام

نکرنا جائز ہے بلکہ اولیٰ فی الدر المختار فی الشرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف الی قولہ وکذا یخص منہ الفاسق بدلیل آخر جب معلوم ہوا کہ حدیث عام مخصوص البعض ہے تو امام صاحب کے قول پر عمل کرنا خلاف سُنّت نہ ہوگا۔

سوال - استبرا کرتے وقت سلام کا جواب دینا یا خود سلام کرنا چاہیے یا نہیں حدیث شریف میں تو اذا یبول کا لفظ آیا ہے پھر لوگ استنجا کرتے وقت سلام کا جواب کیوں نہیں دیتے آیا یہ اُنکی غلط فہمی ہے یا کچھ اصل بھی ہے علاوہ برین حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ حائضہ بھی سلام کرتین اور سلام کا جواب دیتی تھین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقاطر مانع تحیہ نہیں۔

الجواب - فی الدر المختار اول باب مفسدات الصلوٰۃ سلامک مکروہ علی من ستسمع الی قولہ فھذا ختام والزیادۃ تنفع ان ابیات میں مواضع کراہت سلام کو شمار کیا ہے مگر اُسمیں یہ حالت معدود نہیں اور تامل سے اور بھی کوئی دلیل منع کی نہیں معلوم ہوتی پس ظاہرا یہ بلا سند محض رسم پڑ گئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

سوال - بادشاہ - حاکم - پیر - استاد - امیر المومنین - امیر الکافرین - آقا - علما - صلحا - حجاج - حفاظ - سادات - جب کہ وہ کسی مسلمان کے پاس آئین تو اُنکی تعظیم کھڑے ہو کر بجائے یا بیٹھے بیٹھے اور خود بدولت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم سے کیوں باز رکھا اور حضور نے استادہ ہو کر کسی شخص کی تکریم خود بھی فرمائی ہے یا نہیں بحوالہ کتاب و سنت بہ تصریح جواز ناجواز و اباحت و کراہت بیان فرمایئے بینوا توجروا۔

الجواب - **الحدیث الاول** عن ابی سعید الخدری رضی فی حدیث مجئی سعد بن معاذ رضی فلما دنا من المسجد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار قوموا الی سیدکم متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ قال فی المرقاۃ قیل ای لتعظیمہ ویستدل بہ علی عدم کراھتہ فیکون الامر للاباحۃ او لبیان الجواز وقیل قوموا لاعانتہ فی النزول الی ان قال وما ذکر فی قیامہ صلی اللہ علیہ وسلم لعکرمۃ بن ابی جہل عند قدومہ علیہ فالوجہ فیہ ان یحمل علی الترخیص حیث یقتضیہ الحال وقد کان عکرمۃ من رؤساء قریش وعدی کان سید بنی طے فرای تالیفھما بذلک علی الاسلام او عرف من جانبھما تطلعا علیہ بحسب ما یقتضیہ حالہ یا سنۃ اھ مختصرا

الحدیث الثانی عن عائشۃ رض قالت اذا دخلت علیہ فاطمۃ رض قام الیھا وکان اذا دخل صلی اللہ علیہ وسلم علیھا قامت الیہ رواہ ابو داؤد۔

الروایۃ الاولی - فی الدر المختار یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم

فی رد المحتار قال ابن وھبان وفی عصرنا ینبغی ان یستحب ذلک ای القیام لما یورث ترکہ من الحقد والبغضاء والعداوۃ لاسیما اذا کان فی مکان اعتید فیہ القیام وما ورد من التوعد علیہ فی حق من یحب القیام بین یدیہ کما یفعلہ الترک والاعاجم اھ قلت یؤیدہ ما فی العنایۃ وغیرھا عن الشیخ عبد الحکیم ابی القاسم کان اذا دخل علیہ غنی یقوم لہ ویعظمہ ولا یقوم للفقراء وطلبۃ العلم فقیل لہ فی ذلک فقال الغنی یتوقع منی التعظیم فلو ترکتہ لتضرر والطلبۃ انما یطمعون جواب السلام والکلام معھم فی العلم

الروایۃ الثانیۃ۔ فی الدر المختار ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر وفی رد المحتار قال فی المنح قید بہ لانہ لو لم یکن کذلک بل کان لغرض من الاغراض الصحیحۃ فلا باس بہ ولا کفر اھ ان احادیث اور ان کی شرح اور ان روایات سے چند امور مستفاد ہوئے۔

امر اول یہ کہ قیام کی چند قسمین ہین ایک محبت کا وہ ایسے شخص کے لئے جائز ہی جس سے محبت کرنا جائز ہے چنانچہ حدیث ثانی مین اسی کا ذکر ہی دوسری قسم قیام تعظیمی اس مین اگر تعظیم دل سے ہو تو وہ شخص اس تعظیم کے قابل ہونا چاہیے ورنہ اگر تعظیم کے قابل نہین مثلاً کافر ہو تو اس قسم کی اجازت نہین چنانچہ روایت ثانیہ اس پر دال ہی اور اگر تعظیم صرف ظاہر مین ہو اور کسی مصلحت سے ہو مثلاً یہ خیال ہو کہ اگر تعظیم نہ کرینگے تو یہ شخص دشمن ہو جائے گا یا یہ کہ خود اسکی دشمنی ہو گی یا اُس شخص کی ہدایت پر آنے کی امید ہو یا یہ شخص اُسکا محکوم و نوکر ہو یا اور ایسی ہی کوئی مصلحت ہو تو جائز ہو چنانچہ حدیث اول کی شرح اور روایت اولی اس پر شاہد ہے اور اگر نہ وہ قابل تعظیم ہو نہ کوئی مصلحت و ضرورت ہو تو ممنوع ہے۔

امر دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عکرمۃ بن ابوجہل کے لئے جو قریش کے رئیس تھے اور عدی بن حاتم کے لئے جو کہ بنی طے کے رئیس تھے بمصلحت اُن کے تالیف قلب کے کہ وہ مسلمان ہو جاوین یا اسوجہ سے کہ آپنے آثار سے اُن کو اسکا متوقع پایا قیام فرمایا ہے چنانچہ وہ دونون صاحب مشرف باسلام بھی ہوئے۔

امر سوم یہ کہ ممانعت جو احادیث مین آئی ہے وہ اُس صورت مین ہو کہ ایک شخص بیٹھا رہے اور سب کھڑے رہین اعاجم مین یہی عادت ہے یہ ممنوع اور حرام ہے۔ اس تفصیل کے بعد استفتاء کے سب اجزا کا جواب واضح ہوگیا صرف ایک جزو باقی رہا وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے کیون نہین پسند فرمایا اُسکی وجہ تواضع اور سادگی و بے تکلفی تھی چنانچہ مرقاۃ مین مصرح ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۸۔ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

تعظیم موئے مبارک کی بعض صورتہائے مروجہ

سوال۔ دکھن وغیرہ مین کئی جگہ موئے مبارک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے اور لوگ اُس کو ہر سال مین نکالتے ہین اور اونچی جگہ رکھتے ہین اور اُسکو پانی مین غوطہ دیکر پانی پیتے ہین اور بہت تعظیم

وتکریم کرتے ہین اور ہم لوگ اُسکو ابتک موئے مبارک سمجھتے رہے اب بعض لوگ اُسمین کچھ شرطین لگانے لگے کہ موئے مبارک کے لئے ضرور ہے کہ دھوپ مین رکھنے سے سایہ نہ پڑے اور جس گھر مین موجود ہو اُسپر ابر کا سایہ رہے اور اُس گھر والون کو کچھ تکلیف نہ پہونچے پس اب سوال یہ ہے کہ آیا اُس کو موئے مبارک سمجھین یا نہین اور موئے مبارک کے لئے شرائط مذکورہ کا ہونا ضرور ہے یا نہین اور اُسکی کتنی تعظیم چاہیئے فقط۔

الجواب ۔ اگر اُسکے موئے مبارک ہونے کی کچھ سند نہین تو اُس کی تعظیم وتکریم لاحاصل اور اگر کوئی سند ہے تو اُسکی تعظیم کرنے مین اجر وثواب ہے بشرطیکہ حد شرع سے نہ بڑھ جائے اور پانی مین غوطہ دیکر اُسکا پینا بھی باعث خیر وبرکت وشفاء امراض ظاہری وباطنی ہو عن عثمان بن عبد اللہ بن موھب قال ارسلنی اھلی الی ام سلمۃ بقدح من ماء وقبض اسرائیل ثلث اصابع من قصۃ فیہ شعر من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذا اصاب الانسان عین او شئی بعث الیھا مخضبۃ فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمرات ۱۲ بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۵ ۔ اور موئے مبارک کے لئے ضرور نہین کہ اُسکا سایہ نہ پڑے اور جس گھر مین ہو اُسپر ابر کا سایہ رہے اور کبھی اُس گھر والون پر کوئی تکلیف نہ آئے یہ باتین خود جناب سرور کائنات صلعم کے لئے ضرور نہ تھین آپکا سایہ بھی تھا[1] آپ پر دھوپ بھی پڑتی تھی اگر کبھی بطور معجزہ آپکا سایہ نہ پڑا ہو اور ابر سایہ فگن ہوا ہو تو کچھ بعید نہین لیکن استمرار ثابت نہین اور آپ بیمار بھی ہوتے تھے تو جب کُل کے لئے یہ امر ضروری نہین تو جزکیواسطے کیا ضرور ۔ واللہ اعلم ۔ ۵ ۔ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

دوسری جلد تمام ہوئی

الحمد للہ علی احسانہ کہ جلدین اولین فتاوی امدادیہ المشہور بہ فتاوائے اشرفیہ از رشحات کلک جواہر سلک اشرف العلما مولانا محمد اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ الولی

بماہ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ

در مطبع مجتبائی دھلی طبع گردید ۱۹۱۱ء

[1] یقینی یا ظنی ۱۲ منہ

مختصر فہرست کتب موجودہ مطبع مجتبائی دھلی - بڑی فہرست

آدھہ آنہ کا ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیے

تفسیر جلالین معہ کمالین محشی بحواشی جدیدہ ومفیدہ مجتبائی - یہ تفسیر اس مطبع مین جو پہلے چھپی تھی بہت جلد فروخت ہوگئی اب مکرر باضافہ حواشی جدید ومفید نہایت خوشخط پاکیزہ اور عمدہ کاغذ پر طبع کی ہے امید ہے کہ حضرات معلم اور متعلم اسے پہلے سے بھی زائد وقعت کی نگاہ سے دیکھینگے - کاغذ عمدہ

تفسیر بیضاوی تا سورہ بقر یعنی تا مقام درس محشی جلد دوم تا سورہ کہف - جلد سوم تا ختم زیر طبع ہے

سبق الغایات - فی نسق الآیات

عربی مجتبائی - از مولوی اشرف علی صاحب - قرآن مجید کی تمام آیتون اور سورتوں کا باہمی ربط بہت اختصار کے ساتھ کافی وسلیس بعبارت عربی تفسیر کبیر اور ابو السعود وتفسیر خازن وغیرہا تفاسیر ذہنی سے لکھا گیا ہے - تقریر ربط مین اکثر آیات کا ضروری حل بھی کیا گیا ہے - مخالفین اسلام جو قرآن مجید کو غیر مربوط سمجھ رہے ہین اون کا جواب بھی اس رسالہ سے دیا جاسکتا ہے -

آخر مین ایک رسالہ امام سیوطی کا جس مین دریائے تفسیر کو کوزہ مین بند کیا ہے الحاق کیا گیا ہے

مشکوۃ شریف محشی مجتبائی

سنن ابو داود مطبع نے اس کی تصحیح مین بہت اہتمام کیا ہے - مولانا مولوی محمود حسن صاحب مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند نے متعدد نسخ مطبوعہ وقلمیہ سے اس کا مقابلہ کیا ہے اور جا بجا ضروری حواشی مفیدہ بھی اضافہ کئے ہین بیاض مابین متن وحاشیہ پر مثل صحیح بخاری تمام نسخے اور اون کے متعلق عبارت درج ہین - حاشیہ بخط نسخ ہے - اس کتاب حدیث کی خدمت سب سے پہلے اس مطبع نے کی ہے - اور جو شکایت علماء وطلبا کو اس کتاب کے صحیح نہ ملنے کی تھی اوسکو دور کردیا ہے

نافع المسلمین - مجتبائی

نسائی شریف مجتبائی رفع اغلاط تصحیح ضمائر و اعراب در حل لغات ومطالب مین زیادہ کوشش کی گئی ہے اور متن کا مقابلہ چند قلمی اور ایک خاص نسخہ قدیمہ صحیحہ سے جو مولانا شاہ محمد اسحق صاحب محدث دہلوی اور دیگر محدثین کے نسخون سے مقابلہ ہوچکا تھا کیا گیا ہے اور زہر الربی مصنفہ علامہ سیوطی اور سندی علامہ ابو الحسن حنفی سندی جو توضیح مطالب و تبیین معانی نفیسہ پر مشتمل ہین دونون قسم حین لا استیعاب اوس کے تحت مین بخط نسخ صفحہ بصفحہ چڑھائی گئی ہین - اور بعض فوائد مولانا شیخ محمد محدث تھانوی رح اور دیگر حواشی مفیدہ قدیمہ و جدیدہ بخط نستعلیق حاشیہ پر لکھے گئے ہین غرضکہ یہ کتاب تین شرحون کی حامل ہے اور اپنی تمام خوبیون اور خوشخطی وغیرہ کے لحاظ سے قابل قدر ہے

مظاہر حق ترجمہ اردو مشکوۃ شریف کا معہ فوائد وتصریح مطالب نواب قطب الدین خان مرحوم کا ہے نہایت صاف وصحیح حسب فرمایش اس مطبع کے مطبع اصح المطابع لکھنؤ مین چھپی ہے حدیثون پر اعراب ہین خط پاکیزہ ہے - اگرچہ یہہ کتاب بارہا مختلف مطابع مین چھپی - مگر یہ سب سے بہتر ہے - اس کی تصدیق کتاب کے دیکھنے سے بخوبی ہوسکتی ہے

بدر الشروح یعنی شرح دیوان حافظ - مجتبائی بزبان فارسی مولفہ زبدۃ السالکین عمدۃ العارفین مولوی حافظ بدر الدین رح آجتک اس قسم کی

کوئی شرح نہین چھپی جس نے
حافظ شیرازیؒ کے اشعار
کا پورے طور پر حل کر دیا ہو
اور مضامین تصوف اور صوفیائے کرام کو اچھی طرح بیان
کیا ہو۔ اس شرح مین یہہ سب
مراتب موجود ہین ہر ایک
نکات کو اس طرح بیان
کر دیا ہے کہ قرآن و حدیث
و اقوال مشائخ سے مطابق
کر دکھایا ہے۔

گنجینۂ معرفت۔ ترجمہ
اردو کیمیائے سعادت
فارسی۔ مجتبائی ۱۲؍ سلیس و
فصیح عام فہم روزمرہ کی بول
چال مین اس کتاب کا ترجمہ
کیا ہے اور اصل مطلب مین
کمین تغیر و تحریف نہین
کی۔ چونکہ اس کتاب کے چار
رکن ہین اور ہر رکن کی دس
دس اصلین اور ہر ایک اصل
مین مختلف فصلین اور عمدہ
عمدہ مضامین درج ہین اسلیے
ہمنے ہر رکن کے اول مین
فہرست لگادی ہے پھر
ایک مطول فہرست کتاب کے
اول مین لگادی ہے جس سے
شائقین جس مضمون کو چاہین
دیکھ سکتے ہین ہر مضمون
بجائے خود ایک وعظ ہے
اور دہریت اور فلسفہ جدید
کی تاریکی سے بچانے والا ہے

خیر المونس ۸؍ اردو مجتبائی

کلیات امدادیہ مجتبائی ۱۲؍
یہ ذخیرہ تصانیف حضرت حاجی
امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کا ہے۔ اس مین مثنوی تحفۃ
العشاق ۲؍ غذائے روح ۳؍
گلزار معرفت ۲؍ رسالہ درد نامہ
غمناک ۵؍ نالۂ امداد
غریب ۲؍ فیصلہ ہفت مسئلہ ۲؍
ارشاد مرشد ۲؍ جہاد اکبر ۱؍
ضیاء القلوب ۲؍ رسالہ وحدت
الوجود ۲؍ یہہ دس رسائل ہین

لطائف قدوسی مشتمل بر
حالات حضرت شیخ عبد القدوس
صاحب گنگوہی۔ مجتبائی۔ مولفہ حضرت
مولانا رکن الدین سجادہ نشین و
صاحبزادہ حضرت شیخ المشائخ
گنگوہی اس مین حضرت کے مفصل
حالات ابتدا سے آخر تک
بطور سوانح عمری کے لکھے ہین

لوامع جامی۔ مجتبائی یہ
کتاب حضرت عارف نامی مولانا
عبد الرحمن جامیؒ کی مشہور تصنیف
ہے اسمین قریباً پینتیس لوامع
اور صد ہا رباعیات ہین جن مین
تصوفی حقائق کوٹ کوٹ کے
بھری ہین۔ حضرت ابن الفارض
کے دو مشہور قصیدون یعنی قصیدہ
میمیہ اور قصیدہ تائیہ کی نہایت
مبسوط اور واضح شرح ہے۔

درۃ الناصحین مع ترجمہ اردو
تحفۃ الواعظین مجتبائی اصل کتاب عربی
نصف صفحہ مین ہے اور نصف صفحہ مین اسکا اردو
ترجمہ با محاورہ سلیس عام فہم زبان مین ہے

مشارب الاذواق مجتبائی ۱۲؍
یہہ قصیدہ میمیہ حضرت سید علی
ہمدانی کی مکمل اور مطلب خیز شرح ہے
جسمین فاضل شارح نے قصیدہ کے
ہر ہر شعر کا اور شعر کے ایک ایک
لفظ کا اس متانت کے ساتھ حل
کیا ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق
رکھتا ہے۔

مجموعۂ فتاوائے امدادیہ مشہور بہ فتاوائے اشرفیہ
مجتبائی ۱۲؍ از مولانا محمد اشرف علی صاحب سلمہ الولی تھانوی۔
یہ مجموعہ چار جلدون مین ہے اس مین کل فتاوے ابتدا سے
۱۳۲۵ھ تک کے بطور ابواب فقہیہ مرتب ہین جو طلبا اور علما و مفتی
سب کے لئے ازبس مفید اور نافع ہین۔ کیونکہ اس مین بوجہ ضرورت
زمانۂ جدید مسائل کی تحقیق بیشتر ہے اور جزئیات پر زیادہ حاوی ہے
پہلی جلد مین طہارت وغیرہ اور دوسری جلد مین نکاح وغیرہ کے
متعلق فتوے ہین۔ اور یہ دونون جلدین یکجائی طبع
ہو گئی ہین۔ اس کی خوبیان مطالعہ سے واضح ہونگی جلد آخرین زیر طبع

شائقین مطبع مجتبائی دہلی سے طلب فرمائین

منیجر مطبع مجتبائی دہلی ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۱ع

جلدین اخیرین

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

چوں آیہ موصوفہ سوال ست برو جوب سوال فی الدین از اہل الذکر بالمطابقت و برو جوب جواب بمنزلۃ الشان و برو جوب عمل بر آں جواب کہ من حیث الذکر باشد بالالتزام و کفی بہ منویا بشان الاستفسار والافتاء و نیز بود نشر از اعظم عماد دین از اجلی بدیہیات بلکہ مشاہدات است بناءً علیہ شطرے از جوابات بر بعضے سوالات مسمی بہ

امداد الفتاوی

معروف بہ

فتاوی اشرفیہ

کہ منقسم بر چہار جلد ست و این جلدین اخیرین از ان ست از افادات جامع منقول و معقول حاوی فروع و اصول فقیہ زمان مفسر دوران صاحب الشریعۃ والطریقۃ حضرت مولانا الحافظ الحاج محمد اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ الولی۔ حسب ایماء عالی جناب مولوی محمد عبد الاحد غفر الصمد در ۱۳۲۹ھ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱

فہرست مضامین فتاوی امدادیہ معروف بہ فتاوی اشرفیہ جلد سوم

کتاب البیع

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے فصل پر شہر کے شہر مین گندم ہزار پانسو روپیہ کے خرید کرکے بھر رکھے کہ عند الموقع فروخت کرون گا اس عرصہ مین ایسا موقع بھی ہوا کہ اگر فروخت کرتا تو اُس کو نفع ہوتا تاہم انتظار گرانی ہے سو یہ احتکار ہوا یا نہین اور اگر یہ احتکار نہین ہے تو احتکار کی کیا تعریف ہے اور کیا حکم ہے اسکی نسبت -

الجواب - اگر اسکے روکنے سے لوگون کو کچھ ضرر ہوا تو احتکار ہوا ورنہ نہین ہوا کیونکہ احتکار کے معنے روکنا غلہ کا وقت ضرورت خلائق بنظر گرانی اور اسکی مدت مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایک ماہ بعض کے نزدیک چالیس روز غرض یہ کہ جب لوگون کو ضرورت پڑنے لگے اور روکنے سے ضرر ہونے لگے احتکار ہو جاتا ہے ثم المدة اذا قصرت لایکون احتکارا لعدم الضرر واذا طالت یکون احتکارا مکروها لتحقق الضرر ثم قیل هی مقدرة باربعین یوما وقیل بالشهر هدایة مختصرا کتاب الکراهیة ۱۲ اور احتکار پر حدیث مین بڑی سختی وعیدین لعنت و جذام وافلاس وغیرہ کی آئی ہین عن عمر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال الجالب مرزوق والمحتکر ملعون عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من احتکر علی المسلمین طعامهم ضربه اللہ بالجذام والافلاس مشکوة کتاب البیوع واللہ اعلم فقط ۲۸ رشوال سنہ ۱۳۱۱ھ

سوال - ایک شخص اپنا مال نقد ایک روپے کو فروخت کرتا ہے اور اودھار سترہ آنہ کو بیچتا ہے - یہ جائز ہے یا نہین -

الجواب - اسکی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ وقت بیع کے ثمن کی تعیین نہین کی بلکہ مشتری سے تردید کے ساتھ کہا کہ اسکی قیمت اگر اسی وقت دوگے تو ایک روپیہ لونگا ورنہ سترہ آنے لون گا یہ تو بوجہ جہالت ثمن کے جائز نہین - دوسری شکل یہ ہے کہ اول مشتری سے طے کر لیا ہو کہ نقد لیتے ہو یا اودھار اگر اسنے نقد لینے کو کہا تب تو ایک روپیہ قیمت ٹھیرائی اگر اودھار لینے کو کہا تو سترہ آنے ٹھیرا لیے یہ جائز ہے - فی العالمگیریہ رجل باع علی انه بالنقد بکذا وبالنسیئة بکذا

اوالی شہر بکذا اوالی شہرین بکذا لم یجز کذا فی الخلاصۃ انتھی جلد ثالث ۱۵۴ مطبوعہ نولکشوری۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ والد صاحب قبلہ نے پہلے غلہ کی تجارت کی تھی اُس مین بہت نقصان ہوا اب بجائے اُسکے نمک کی سوداگری کی ہے اور بفضلہ صورت اچھی معلوم ہوتی ہے ایک شخص شریک ہونا چاہتے ہین یہ صاحب پہلے پولیس مین ملازم تھے اب معزول ہو گئے ہین مال ان کا مشکوک بلکہ غالب خراب ہے انکی شرکت کی نسبت کیا حکم ہے نمک کی خریداری اسطرح ہوتی ہے کہ روپیہ سرکاری خزانہ مین ہر جگہہ جمع کیا جا سکتا ہے وہان سے رسید لیکر سرکاری پرمٹ گودام واقع جھیل سانبھر کو بھیجدی جاتی ہے اور نمک وہان سے آجاتا ہے یا نوٹ خرید کر کسی آڑتی کو بھیجدیئے جاتے ہین وہ نمک خرید کر بھیجدیتا ہے ان صورتون مین خراب روپیہ شامل کرنے مین کیا حکم ہے۔

الجواب جن کا مال خراب ہے وہ کسی سے قرض لیکر شرکت کرلین پھر وہ قرض اپنے ذخیرہ سے ادا کردین اور بدون اس تدبیر کے خزانہ مین جمع کرنا یا نوٹ خریدنا اُس خرابی کا رافع نہین ہو سکتا لان البدل فی حکم المبدل عنہ بخلاف القرض فانہ لیس بمبادلۃ کما لا یخفے

شرکت مال حرام در تجارت

سوال۔ ایک شخص نے اپنی جائداد موروثی سکنی و زرعی کو مختلف اوقات مین اپنی بہن حقیقی کی جسکی عمر اب زائد از بتیس سال اور رخاوندار اطفال والی ہے موجودگی اور علم کی حالت مین بذریعہ بیع جائز اپنے عزیز رشتہ دار اور ہمسایونکی طرف منتقل کردی اور عرصہ زائد گیارہ سال مین ہر ایک مشتری کے مالکانہ تصرف مین زمین مبیعہ اس صورۃ سے آگئی کہ زمین مسکونہ پر مکانات بن گئے اور زمین مزروعہ پر درخت لگ گئے اور کاشت کی آمدنی وصول کرتے رہے بالفعل بائع جائداد مذکور نے اپنی بہن حقیقی کے ساتھ بوجہ بدنیتی اور طمع فاسد کے سازش کر کے دعوی وراثت شرعیہ کا کرایا اور تمادی قانونی سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اپنی بہن مدعیہ کی عمر بست سالا اور اپنی والدہ کے انتقال کو اندر میعاد بارہ سال کے بیان کیا حالانکہ مدعیہ کی عمر زائد از بتیس سال اور اسکی والدہ کے انتقال کو سترہ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے مدعیہ کا باوجود پورے طور پر علم بیع ہونے اور تصرف خریدارون کے ایک عرصہ دراز تک چپ رہنا شرعًا بجائے اقرار و اعتراف وتسلیم بیع کے ہے یا نہین چند روایات بغرض استفادہ لکھی جاتی ہین باع عقارا او

دعوی ... بیع عقار

امرأته او ولده او بعض اقاربه حاضر یعلم البیع ووقع التقابض بینهما وتصرف المشتری فی ذلک زمانا ثم ادعی من کان حاضرا عند البیع ان العقار له ولم یکن للبائع لا تسمع دعوی المدعی لان حضوره عند البیع وترک المنازعة اقرار منه انه ملک للبائع وقیل سکوته فی هذه الحالة کالافصاح بالاقرار دلالة قطعا للاطماع الفاسدة لاهل العصر فی الاضرار بالناس وفی الجامع الصغیر سکوت المالک فیما اذا باع رجل ملکه وهو حاضر لا یکون رضی بالبیع وهذا فی غیر الاقارب۔ خزانة المفتیین

باع شیئا وزوجته او بعض اقاربه حاضر ساکت ثم ادعاه لا یسمع واختار القاضی فی فتاواه انه یسمع فی الزوجة لا فی غیرها واختار ائمة خوارزم ما ذکرناه بخلاف الاجنبی فان سکوته وقت البیع والتسلیم لا یکون رضی من البزازیة فی نکاح البکر السکوت کالایضاح فی ثلثین مسئلة مذکورة فی العمادیة وجامع الفصولین وغیرهما الاولی سکوت البکر عند تزویجها الثانیة والثالثة الی ان قال الثانیة والعشرون سکوت القریب عند بیع عقار بحضرته وکذا سکوت احد الزوجین الثالثة والعشرون سکوت من رأی غیره یتصرف زمانا فی ثم ادعی انه ملکه الرابعة والعشرون سکوت المالک اذا رأی غیره یبیع متاعه الخ کذا فی الفتاوی الظهیریة من الفوائد الزینیة لابن نجیم۔

الجواب ۔ فی الشامیة عن الاشباه (۲۴) سکوته عند بیع زوجته او قریبه عقارا اقرار بانه لیس له علی ما افتی به مشائخ سمرقند خلافا لمشائخ بخارا فلینظر المفتی ای لاختلاف التصحیح کما سیذکره الشارح لکن المتون علی الاول فقد مشی علیه فی الکنز والملتقی اخر الکتاب فی مسائل شتی واحترز بالبیع عن نحو الاجارة والرهن (۲۵) رأه یبیع عرضا او دارا فتصرف فیه المشتری زمانا وهو ساکت تسقط دعواه ای ان الاجنبی کالجار مثلا لا یجعل سکوته مسقطا لدعواه بمجرد رؤیة البیع بل لا بد من سکوته ایضا عند رؤیته تصرف المشتری فیه زرعا وبناء بخلاف الزوجة والقریب فان مجرد سکوته عند البیع یمنع دعواه اھ وفیها ایضا عن البزازیة فی اٰخر الفصل الخامس عشر من کتاب الدعوی اذا باع عقارا او امرأته او ولده حاضر ساکت الی ان قال بعد حکایة اختلاف الفتوی مانصه وفی الفتاوی یتامل المفتی فی ذلک فان

رای المدعی اساکت الحاضر داحیلة افتے لعدام اسماع لکن الغالب علی اھل الزمان الفساد فلا یفتی الا بما اختارہ ائمۃ خوارزم اھ وفیھا ایضا قلت لکن لایلزم من غلبة الفساد ان لایوجد من یعلم حالہ بالصلاح وعدم التزویر تامل اھ ان روایات سے چند امور معلوم ہوئے ۱ یہ حکم کہ بیع کے وقت زوجہ یا کسی عزیز قریب کا سکوت کرنا گویا اُن کا اقرار ہے کہ مبیع ملک بائع ہے یہ حکم اصلی نہین ہے بلکہ معلل ہے علت کے ساتھ کہ قرینہ تسلیم ہے ۲ یہ کہ مختلف فیہ ہے ۳ یہ کہ جنھون نے اسکی تصحیح کی ہی بوجہ عارض یعنی غلبۂ فساد زمان کے کی ہے ۴ چونکہ فساد غالب ہے اس لیے مناسب اسی پر فتوی دینا ہے ۵ یہ کہ اگر قرائن قویہ سے مدعی کی صلاحیت معلوم ہوجاوے تو اسپر فتوی نہوگا مین کہتا ہون کہ ان امور خمسہ ثابتہ سے لازم آگیا کہ اگر مشتری کو قرائن وشہادت قلب سے معلوم ہوجاوے کہ بائع کی قرابت دار مدعی کا واقع مین اس مبیع مین حق ہے اور یہ بھی معلوم ہوجاوے کہ اُس کا سکوت بیع کے وقت کسی لحاظ ودباؤ سے تھا اجازت واذن بطیب خاطر اسے نہ تھا تو اس صورت مین اُسکے حق کے قدر کا امساک اس مشتری کو حلال نہوگا اور اگر اُس کا حق ہی ثابت نہو تو اس صورت مین اُسکا وہ سکوت اقرار بملک بائع سمجھا جاوے گا اور اگر حق ثابت ہو اور سکوت کسی دباؤ سے نہو تو سکوت گو اقرار بملک بائع نہوگا مگر اجازۃ بیع الفضولی ہوگی جو موجب نفاذ بیع وقاطع حق مدعی ہے اس تفصیل سے سوال کی سب شقوق کا جواب ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم۔ ۱۴ ر جمادی الاولےٰ سنہ ۱۳۲۱ھ

جواز بعض صور صفقۃ فی صفقۃ

سوال۔ نہی عن صفقۃ فی صفقۃ کے ظاہری معنی کے لحاظ سے بعض امور ناجائز معلوم ہوتے ہین حالانکہ بکثرت خاص وعام مین شائع ہین مثلاً گھڑی کی مرمت کہ ٹوٹے ہوئے پرزہ کو نکال کر صحیح پرزہ لگا دیگا تو اس پرزہ کی تو بیع ہے اور لگانے کا اجارہ ۲ چارپائی بنوانا اور بان اپنے پاس سے دینا اسمین بان کی بیع ہے اور بُننے کا اجارہ ۳ سقہ سے پانی لینا کہ جب اُس نے کنوئے سے پانی نکال کر اپنے ظروف مین لیا تو اُسکی ملک ہوگیا سو پانی کی بیع ہوئی اور وہان سے لانے کا اجارہ نیز بیع بالیس عندہ بھی ہے ۴ کوئی زیور یا انگوٹھی جڑنے کو دینا کہ نگینونکی بیع ہے اور لگانے کا اجارہ وغیر ذلک من المعاملات الرائجۃ۔

الجواب۔ تعامل کی وجہ سے کہ بلانکیر شائع ہے جو ایک نوع کا اجماع ہے یہ سب معاملات

جائز ہین پس نص عام مخصوص البعض ہے جیسا فقہا رنے صباغی وخیاطی مین اسکی اجازت دی ہو کہ صبغ اور خیط صانع کا ہوتا ہے اور اس مین اجارہ بھی ہوتا ہے وھذا ظاہر جدا۔ فقط واللہ اعلم

سوال۔ ان قصبات مین اکثر دودہ جو بدھا جاتا ہے قیمت اسمین کبھی پہلے کبھی پیچھے دیجاتی ہو اور متفرق طور سے وہ دودہ مالک سے وصول ہوتا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہو تو کچھ شرائط بھی اس مین ملحوظ ہین یا نہین۔

الجواب۔ یہ معاملہ سلم نہین ہی لعدم اجتماع شرائطہ فیہ بلکہ اگر بعد مین روپیہ دین تب تو بیع نسیئۃ ہے اور بلا تکلف جائز ہے۔ اور اگر پیشگی دیدین تو اسکے ذمہ قرض ہوجاتا ہے جس کو تھوڑا تھوڑا کاٹ دیتا ہے۔ اس کو فقہانے مکروہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

سوال۔ آجکل بعض انگریزی تجارتون کا یہ حال ہے کہ کاغذ فروخت کرتے ہین اور اس مین چار ٹکٹ لگے ہوتے ہین جسکو وہ شخص اسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ پر چار اشخاص کے ہاتھ فروخت کرڈالتا ہے اور ان اشخاص سے وہ روپیہ وصول کرکے اور ان کا پتہ کمپنی کو لکھکر بھیجدیتا ہے صاحب کمپنی ایک گھڑی اس شخص کو بھیجتا ہے اور ان چار اشخاص کے نام ایک ایک کاغذ ویسا ہی بھیجدیتا ہے جس مین ویسے ہی چار ٹکٹ بھی ہوتے ہین جس کو وہ چارون شخص لوگون کے ہاتھ اسی قیمت کو مثلاً ایک روپیہ کو پھر بیچڈالتے ہین جب روپیہ ان لوگون کے پاس آجاتا ہے تو وہ لوگ بھی صاحب کمپنی کے نام روپیہ اور جن کے ہاتھ وہ ٹکٹ فروخت کئے ہین ان کا پتہ وغیرہ لکھکر بھیجدیتے ہین صاحب کمپنی ایک ایک گھڑی انکے نام بھیجدیتا ہے اور ایک ایک کاغذ ویسا ہی جنکے نام انھون نے ٹکٹ فروخت کئے ہین صاحب کمپنی کو بھیجدیتا ہے پھر وہ لوگ بھی ویسا ہی عمل کرتے ہین اور اسی طرح اس کا اجرا رہتا ہے ہان البتہ جس شخص کے ٹکٹ فروخت نہونگے وہ البتہ نقصان اٹھائے گا تو شرعاً یہ بیع جائز ہے یا نہین اور شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے۔

الجواب۔ حاصل حقیقت اس معاملہ کا یہ ہے کہ بائع مشتری اول سے بلاواسطہ اور دوسرے مشترین سے بواسطہ مشتری اول یا ثانی یا ثالث وغیرہم کے یہ معاہدہ کرتا ہے کہ تم نے جو روپیہ بھیجا ہے اگر تم اتنے خریدار پیدا کرلو تو اس روپیہ مرسلہ کے عوض ہم نے تمہارے ہاتھ گھڑی فروخت

کردی ورنہ تمہارا روپیہ ہم ضبط کرلیں گے سو اس میں دونوں شرطیں فاسد و باطل ہیں دوسرے خریداروں کے پیدا کرنے کی تقدیر پر فروخت کرنا بھی کہ وہ تنجیز بیع کے وقت (مقرون بشرط فاسد مخالف مقتضائے عقد ہونے کی وجہ سے) عقد فاسد بحکم ربوا ہے اور تعلیق کے وقت (تعلیق الملک علی الخطر ہونے کی وجہ سے) قمار ہے اور ربوا اور قمار دونوں حرام ہیں اسیطرح دوسری شرط یعنی خریدار پیدا نہ کرنے کے تقدیر پر روپیہ کا ضبط ہوجانا بھی کہ صریح اکل بالباطل ہے اور یہ تاویل ہرگز مقبول نہیں ہوسکتی کہ روپیہ کے عوض ٹکٹ دیا ہے کیونکہ ٹکٹ یقینا مبیع نہیں ہے ورنہ بعد خرید ٹکٹ معاملہ ختم ہوجاتا ٹکٹ فروخت کرکے گھڑی کا استحقاق ہرگز نہوتا جیسا تمام عقود میں یہی ہوتا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ٹکٹ مبیع نہیں بلکہ روپیہ کی رسید ہے جب دونوں شرطوں کا فاسد و باطل ہونا ثابت ہوگیا تو ایسا معاملہ بھی بالیقین حرام اور متضمن ربوا اور قمار و اکل بالباطل ہے اور کسی طرح اسمیں جواز کی گنجائش نہیں ۔ قال اللہ تعالیٰ احل اللہ البیع وحرم الربوا وقال اللہ تعالیٰ انما الخمر والمیسر الی قولہ رجس من عمل الشیطان الآیۃ وقال تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم کل شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل ونھی علیہ السلام عن بیع وشرط وفی جمیع الکتب الفقھیۃ صرحوا بعدم جواز بیع بشروط بما لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما کما لا یخفی علی من طالعھا ۔ واللہ اعلم ۔

سوال ۔ میں نے ایک گاڑی نمک کے لئے مبلغ پانسو ترپن روپیہ خزانہ سرکار میں جمع کئے تھی اور رسید نمک محکمہ نمک میں بھیجدی تھی اور مال ابھی وہاں سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ اتنے میں قیمت نمک سرکار نے کم کردی یعنی فی گاڑی سو روپیہ کم کردیئے اور بجائے پانسو ترپن کے چارسو ترپن قائم رکھے اسلئے نرخ نمک کا تمام تجارت کانوں میں ارزاں ہوگیا تو میں نے سرکار میں عرضی بھیجی کہ نرخ ارزاں ہونے سے ہمارا سو روپیہ کا نقصان ہوگیا اور سرکار نے بلا اطلاع پہلے دیئے ہوئے محصول کم کردیا اور مال ہمارا روانہ نہیں ہوا ہے اس لئے ہم کو سو روپیہ واپس ملنے چاہئیں اسپر یہ جواب آیا کہ کچھ عرصہ کے بعد مبلغ سو روپیہ واپس دیئے جاوینگے تو بندہ کو یہ دریافت کرنا ہے کہ روپیہ واپس لینا شرعاً درست ہی یا نہیں اور سرکار مثل ہماری اور تاجروں کو بھی روپیہ واپس دیگی ؟

الجواب ۔ اول تو صرف روپیہ کے ساتھ درخواست خریداری بھیجنے سے بیع نہیں ہوتی اس لئے

بائع ومشتری ہر دو کو نفس عقد سے یا وعدہ نرخ خاص سے انکار وامتناع جائز ہی اور اگر اس سے قطع نظر کیجاوے اور کسی طریق سے بیع متحقق ہو جاوے تب بھی حط ثمن بتراضی جائز ہے اور صورت مسئولہ مین تراضی ثابت ہے لہذا دونون تقدیر پر روپیہ کی واپسی جائز ہے۔ ۱۵ر جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

سوال - جو نمک سرکاری طور سے آتا ہے وہ باریک آتا ہے اور موٹے نمک کی قدر زیادہ ہے بلکہ یون کہا جاوے کہ موٹے نمک ہوتے ہوئے باریک کو کوئی نہین لیتا اور کبھی اتفاقاً موٹا بھی آجاتا ہی مین اسکے لیئے کوشان ہون کہ کسی تدبیر سے نمک موٹا ہی آیا کرے تاکہ جلد مال نکلے مین نے دو ایک شخصون سے جو کان نمک کے قرب مین رہنے والے ہین اس کا ذکر کیا تو انھون نے موٹا نمک آنیکی یہ تدبیر بتلائی کہ جو نمک کے بھرانے والے وہان ملازم سرکاری ہین اُنسے میل کر لیا جاوے اور فی گاڑی کچھ اُن کو دیدیا جایا کرے اور کہدیا جاوے کہ ہمارے لیئے گاڑی مین نمک موٹا بھر دیا کردین تو وہ ایسا ہی کرینگے کیونکہ اور تاجرین ایسا ہی کرتے ہین تو بندہ کو اس بارہ مین یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسا کرنا داخل رشوت ہے یا نہین ؟

الجواب (مقدمہ اولے) عقد مین اطلاق ہونے سے کہ خواہ سرکار موٹا نمک دے یا باریک مشتری کا حق خاص نمک کے ساتھ متعلق نہین ہوتا اور تقیید سے کہ موٹا لیا جاوے خاص موٹے کے ساتھ متعلق ہو جاویگا (مقدمہ ثانیہ) کسی کا حق نہ دینا ظلم ہی (مقدمہ ثالثہ) دفع ظلم کے لئے رشوۃ دینا جائز ہے مقدمات ثلثہ سے ثابت ہو گیا کہ اطلاق مین یہ رشوۃ دینا حرام ہے اور تقئید مین جائز

۲۰ رجمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

سوال - جب قیمت نمک کم ہوئی تو میرے ہان ایک گاڑی مال رکھا ہوا تھا بوجہ نرخ ارزان ہو جانے کے قریب اسی روپیہ کے میرا نقصان ہوا اور سرکار نے نوٹس یعنی اطلاع کم قیمت ہونے کی پہلے سے نہین دی تھی اسوجہ سے نالش کرکے سرکار سے ہرجہ کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہین بعض لوگون نے اسکی بھی نالش کر رکھی ہے مین بلا آپ سے دریافت کیئے ایسا نہین کرونگا

الجواب - فی الھدایہ نقصان السعر عبارۃ عن فتور رغبات الناس وذلک لایعتبر فی البیع حتی لایثبت بہ الخیار فی الکفایہ یعنی اذا تغیر سعر المشتری قبل القبض لایثبت الخیار جب قبل القبض مشتری کا کوئی حق نہین تو بعد القبض رد بعض ثمن کا کب حق ہے البتہ اگر بائع

غیر اہل اسلام وغیر اہل ذمہ ہو اور اپنے قانون کے موافق برضامندی کچھ دے گو کسی عنوان سے ہو ایسے اموال کی اباحت کی بنا پر درخواست کرنا اور لے لینا سب جائز ہی۔ ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

سوال۔ یہان شیرہ کی تجارت کی صورت یہ ہے کہ کھنسال والون کو قبل فصل شیرہ کے پیشگی زر دیدیا جاتا ہے اور نرخ اُسیوقت قرار پاجاتا ہے کہ ہم فصل مین اس نرخ سے شیرہ لینگے اور اتنا روپیہ دیتے ہین اس روپیہ کا اس نرخ سے زیادہ لینگے یہ بات قرار پاجاتی ہے جب فصل آئی اور جو بھی نرخ ہوا مالک شیرہ خود ہی جتنا شیرہ نکلتا جاتا ہے خود اُس ہی نرخ سے فروخت کرتا رہتا ہے اور بتعداد معین فروخت ہوجانے پر حساب کردیتا ہے مثلاً زید نے عمرو کو سو روپیہ دیئے اور یہ بات قرار پائی کہ چھ سیر کا شیرہ چھ سو سیر ہمارا رہا جب فصل آئی اور شیرہ راب مین سے نکلتا گیا اور نرخ تین سیر ہوگیا تو مالک اُس کو بحساب تین سیر فروخت کرتا رہا جب چھ سو سیر نکلچکا تو اُسنے حساب کردیا؟

الجواب۔ فی الدر المختار فی السلم شرط دوام وجودہ وفیہ شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین الاجارۃ والتجارۃ وفیہ لایجوز التصرف الی قولہ ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ پس اولاً قبل فصل سلم ٹھیرانا جائز نہین للروایۃ الاولے اور اگر بعد فصل ٹھیرائین توجب تک شیرہ پر خود رب السلم قبضہ نہ کرلے اُس مین تصرف کرنا جیسا بیع کرنا خواہ خو خواہ بذریعہ وکیل غیر قابض جائز نہین اور یہان وکیل بائع ہے جس کا قبضہ بجائے قبضہ رب السلم نہین اسلئے یہ بیع منجانب رب السلم نہین للروایۃ الثالثۃ اور اگر خود رب السلم بھی قبضہ کرلے تب بھی یہ شرط ٹھیرانا کہ مسلم الیہ بیع کرایا کریگا شرط زائد ہے اور صفقہ توکیل کا صفقہ سلم کے ساتھ جمع کرنا ہے اسلئے جائز نہین للروایۃ الثانیۃ البتہ اگر فصل مین مسلم فیہ موجود ہو اور توکیل مشروط نہو اور بعد تیاری شیرہ قبضہ کرکے توکیل جدید مسلم الیہ کو وکیل بناوے تب جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اشیاء بجنے والی مثل گھونگرو ٹالی وغیرہ واشیاء مستعملہ موسیقی مثل تار لوہا و پیتل وغیرہ واشیاء مستعملہ ہنود مثل جُنبرے وستارہ وغیرہ کسی مسلمان یا کافر کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہین (۲) جو مسلمان یا کافر گانے ناچنے کا پیشہ کرتے ہین اُنکے ہاتھ کوئی سودا بیچنا درست ہے یا نہین (۳) ایسے معاملات مین کافر اور مسلم برابر ہین یا کچھ فرق ہے (۴) کفار مشرک اگر اپنی عبادت گاہ

کی تعمیر کے واسطے یا بتون کی پرستش کے لیے کوئی چیز کسی مسلمان سے خریدین یا کسی مسلمان کو اجرت پر رکھین تو اُس چیز کا اُنکے ہاتھہ فروخت کرنا یا اجرت لینا جائز ہے یا نہین (۵) بتو پنر حرچھی ہوئی چیز مثل میوہ جات یا کوئی اور شے پھر خرید کر اُسکی تجارت کرنا یا اُس کو خود کھانا اور استعمال مین لانا جائز ہے یا نہین - بینوا توجروا -

الجواب - گھونگھر و ٹالی وغیرہ کا استعمال اگر بغرض اظہار شان وشوکت ہو تو ناجائز ہے اور اگر اسکے باندھنے سے جانور کو چلنے مین نشاط اور آسانی ہوتی ہو یا راہ چلنے والونکی اطلاع کی غرض سے کہ وہ سامنے سے ہٹ جاوین باندھا جاوے تو جائز ہے فی العالمگیریۃ الباب السابع عشر من الکراہیۃ قال محمد فی السیر خاما ما کان فی دار الاسلام وفیہ منفعۃ لصاحب الراحلۃ فلا باس بہ قال وفی الجرس منفعۃ جمۃ الخ اور اشیاء مستعملہ موسیقی کا استعمال مطلقًا ناجائز ہے اور بُندے وستارہ وغیرہ کا استعمال عورتون اور لڑکیون کے لئے جائز ہے گو پیتل وغیرہ کی ہون ان چیزون کی صرف انگوٹھی ناجائز ہے - فی الدر المختار قبیل النظر والمس من کتاب الکراہیۃ ولا یتختم الا بالفضۃ فیحرم بغیرہا کحجر وذہب وحدید وصفر ورصاص وغیرہا لما مر فاذا ثبت کراہیۃ لبسہا للتختم ثبت کراہیۃ بیعہا وصنعہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز اھ قلت ویستثنی الذہب ایضًا للنساء ویبقی الباقی علی العموم وفی رد المحتار تحت قولہ فیحرم بغیرہا عن الجوہرۃ والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء اھ قلت وتخصیص التختم بیع لبسہا الا للتختم للنساء جب وجوہ استعمال مین جائز وناجائز کی تعیین ہوگئی تو اب حکم بیع کا جاننا چاہیے سو اس باب مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کی عین سے معصیت قائم ہو اُس کا بیع کرنا ممنوع ہے اور جس چیز مین تغیر وتبدل کے بعد معصیت کا آلہ بنایا جاوے اُسکی بیع جائز ہے گو خلاف اولے ہے فی الدر المختار فصل البیع من کتاب الکراہیۃ وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ فی رد المحتار فی تفصیل ہذہ العبارۃ وعلم من ہذا انہ لا یکرہ بیع ما لم تقم المعصیۃ بہ کبیع الجاریۃ المغنیۃ والکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والعصیر والخشب ممن یتخذ منہ المعازف اھ پس صورت مسئولہ مین گھونگھر و ٹالی جب کہ تفاخر کے لیے مستعمل نہون اور بُندے ستارہ مطلقًا اور تار وغیرہ جو آلات موسیقی مین کام آوین خلاف اولے فروخت کرنا جائز ہین اور جواز وعدم جواز بیع مین مسلمان

کافر کا ایک حکم ہے فی رد المحتار فی المقام المذکور واللاصح خطابھم وعلیہ فیکون اعانۃ علی المعصیۃ فلا فرق بین المسلم والکافر فی بیع المعصیۃ بینہما اھ (جواب سوال دوم) جائز نہین جبکہ ظاہرا اُسی آمدنی سے دام دین فی الدر المختار فصل البیع من الکراہیۃ وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ بخلاف دین علی المسلم لبطلانہ اھ اقول علل الجواز بالصحۃ وحرمۃ الرقص والغناء عام فلا یثبت الجواز (جواب سوال سوم) برابر ہین جیسا گذر چکا (جواب سوال چہارم) امام صاحب کے نزدیک جائز ہے صاحبین کے نزدیک ممنوع ہے لہذا احتیاط بہتر ہے اور جو کوئی غریب مبتلا ہو اسپر دار وگیر نہ کرے فی الدر المختار بعد مسئلۃ العصیر وجاز تعمیر کنیسۃ وحمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر لا عصرہا لقیام المعصیۃ بعینہ فی رد المحتار قولہ وحمل خمر ذمی قال الزیلعی وہذا عندہ وقالا ہو مکروہ آہ (جواب سوال پنجم) جائز نہین لحرمتہ لعموم قولہ تعالی وما اہل بہ لغیر اللہ واللہ اعلم ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ

تحقیق بیع اُمور مواشی کی ڈاک(؟)

سوال ۔ حضور ہمارے ملک مین رواج ہے کہ سال کے پہلے از جانب سرکار ایک جگہ مقرر کیجاتی ہے اسلئے کہ بیل وغیرہ جو رعایا کی زراعت کا نقصان کرتا ہے وہان لیکر بند کرتے ہین اور پیسہ و روپیہ علے تفاوت النوع لیکر چھوڑ دیتے ہین وگرنہ اُس بیل وغیرہ کو بعد پندرہ سولہ دن کے نیلام کرتے ہین اور یہ پیسہ لینا اور نیلام کرنا از جانب سرکار ہوتا ہے اُسکو کھٹر کہتے ہین اُسی کو سرکار بہادر بیچتے ہین کہ اس کھٹر کو ایک برس کے لیئے مین اتنے روپیہ مین بیچتا ہون جو کوئی لے گا بیل وغیرہ کی قیمت وہ لین گے پس یہ صورت کیسی اور اُسکو خریدنا درست ہے یا نہین اور بیچنا کیسا۔

الجواب ۔ اس صورت مین مبیع وہ روپیہ ہے جو سال بھر مین جرمانہ یا قیمت مواشی کا وصول ہوگا سو اول تو وہ روپیہ معین نہین دوسرے موجود نہین تیسرے ابھی حق سرکار بھی نہین ہوا اس لیئے وہ روپیہ مبیع ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا اسلئے یہ بیع حرام اور باطل ہے اور قمار و سود مین داخل ہے فقط ۔ ۹ محرم سنہ ۱۳۲۲ھ

تعریف اقالہ و بیع بالخیار

سوال ۔ بیع اقالہ اور بیع بالخیار کی کیا تعریف ہے اور کیا فقہ مین اس سے بحث کی گئی ہے۔

الجواب ۔ اقالہ یہ ہے کہ ایک بیع تام ہوگئی پھر مشتری یا بائع پچھتایا اور دوسرے سے واپسی بیع کی درخواست کی اور اُس نے خوشی سے واپس کرلیا اور بیع بشرط الخیار یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ ہم یہ شئے خریدتے ہین لیکن ہم کو ایک یا دو یا تین روز تک اختیار واپس کر دینے

کا ہے یا بائع اسیطرح کہے کہ ہم کو اسی مدت تک واپس کر لینے کا اختیار ہے یہ تو تعریف ہے رہی بحث سو بہت سے مباحث اسکے متعلق لکھے ہین اگر کوئی خاص امر دریافت کیا جاوے تو جواب ممکن ہے۔ ۹ جمادی الاخرے سنہ ۱۳۲۲ھ۔

سوال ۔ مسئلہ تبدل عین بہ تبدل ملک مین کچھ اشتباہ ہی اگر اسکے یہی معنے ہین جو فتاوائے اشرفیہ مین بحوالہ قصہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا منقول ہین کہ اول کے پاس اس طریق حلال سے وہ شے آئی جو دوسرے کے لئے گو حلال نہو مگر اسکے لیئے جائز ہی تو اکثر مسائل فقہیہ جو اسی پر متفرع ہین لغو ہو جاینگے خصوصًا بیوع فاسدہ بائع مشتری اول کو بوجہ فساد بیع اقالہ ضروری ہے اور دوسرے کو نہین مثلاً انبہ خام درخت پر خرید ے گئے اور ملک متبایعین کے اشتراک کے باعث یا صفقۃ فی صفقۃ یا شرطی بیع کے باعث مبیع مین فساد آیا تو اقالہ ضروری ہے اور اس مشتری کو پختہ ہونے پر ان انبہ کا استعمال ناجائز مگر بازارون مین فروخت ہوتے اور لوگ خرید کر کھاتے ہین انکے لئے بوجہ تبدل ملک حلت کا فتوی ہے آج کل جبکہ بیوع فاسدہ عمومًا شائع ذائع ہین کوئی شے بھی قابل استعمال نہ رہے گی۔

جواب ۔ شاید تعبیر مین کچھ کوتاہی ہوگئی ہو عجب نہین میرا مطلب یہ ہے کہ لوگون نے جو مطلقًا سمجھ رکھا ہے کہ گو کیسی ہی حرام چیز ہو مگر دوسرے کے پاس پہونچکر حلال ہو جاتی ہے یہ محض غلط ہے کیونکہ اموال مخلوطہ جس مین اکثر حصہ مغصوب یا ربوا یا رشوت ہو بتصریح فقہا ردوسرے کے لئے بھی ویسی ہی حرام ہین جیسے پہلے کے لیئے حالانکہ تبدل ملک یہان بھی ہے اس لیئے اس قاعدہ کی تفسیر کرنا مقصود ہے جس سے غرض ابطال عموم واطلاق حکم حلت ہی خلاصہ اس تفسیر کا یہ ہے کہ جو شے اول کے لیئے باصلہ حلال ہو گی بوصفہ کسی عارض سے اسمین کراہت پیدا ہو جاوے وہ دوسرے کے لیئے حلال ہو گی اور چونکہ دوسری جگہہ وہ عارض نہین ہی اسلیئے وہ خبث عارضی بھی نہو گا اور بیوع فاسدہ مین یہی قصہ ہی اور جو اول کے لیئے باصلہ حرام ہو وہ حرمت برابر متعدی رہے گی جیسے بیوع باطلہ و ربوا و رشوت قبل الخلط یا بعد الخلط بشرط الاکثریۃ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم ۶ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ زید کپڑے کی بند گٹھری خرید تا ہے گٹھری مین جسقدر کپڑا ہے اس کا نمونہ اور مقدار سب بتا دی گئی ہو مگر مقدار کل بتائی گئی ہے یہ نہین معلوم کہ پارچہ اور ٹکڑا کتنے کتنے گز کا ہے بیع جائز

حل شبہ متعلقہ بتفسیر تبدل حکم بتبدل ملک

بیع مطعومات مجہول

ہے یا نہین

الجواب ۔ مبیع کا معلوم ہونا شرط ہے خواہ بیان تقدیر سے یا اشارہ سے اول تو یہان مقدار بھی بتلادی ہے اور اگر اس کو معتبر نہ سمجھا جاوے تو مشارالیہ تو ضروری ہے لہذا یہ بیع جائز ہے۔

۱۲ رجادی الاخری ۱۳۲۲ھ

فریب دادن مشتری بر بائع و اختلاف بیان بائع در بیان حالت مبیع و تحقیق تعارض

سوال ۔ کیا حکم شریعت کا ہے اس صورت مین کہ زید پانی پت مین رہتا ہے اور عمرو گیا مین زید نے عمرو سے کہا کہ تمہاری جائداد جس کا غلہ للعہ رسالانہ کا وصول ہوتا ہے پانی پت مین ہے اور پانی پت مین نرخ غلہ ارزان ہوگیا ہے لئکے باہمی عقد بیع ہوگیا بعد بیع عمرو کو معلوم ہوا کہ زید نے مجھکو فریب دیا غلہ ارزان فروخت نہین ہوتا نوبت بعدالت پہونچی عمرو نے عدالت مین بیان تحریری دیا کہ زید نے مجھکو فریب دیا اور مجھسے کہا کہ پانی پت مین غلہ منوان ۳۴ ۲ ر کا فروخت ہوتا ہے اور اب معلوم ہوا کہ غلہ دو من سے بھی کم فروخت ہوتا ہے اسکے بعد یہ مقدمہ ثالثون کے پاس آیا ثالثون سے عمرو نے بیان کیا کہ زید نے مجھے فریب دیا تھا اور کہا تھا کہ غلہ چار پانچ من فیصدی فروخت ہوتا ہے اور شہادت سے بھی عمرو نے یہ بات ثابت کردی کہ زید نے عمرو سے بیشک یہ کہا تھا کہ پانی پت مین چار پانچ من غلہ فیصدی فروخت ہوتا ہے پس اس صورت مین عمرو کے دونون بیان جو ظاہرا متعارض معلوم ہوتے ہین اسکے اثبات دعوی کے بھی مضر اور شہادت کے مسقط ہین یا نہین یعنی فریب چار پانچ من فیصدی کا جو شہادت سے ثابت ہوا وہ ثابت رہے گا یا اول بیان کے معارض ہونے سے ساقط ہوجائیگا اور شہادت ساقط ہوگی یا دوسرے بیان کی مثبت رہے گی۔

الجواب ۔ عبارت سوال کی ناکافی ہے زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ مطلب یہ ہے کہ جس زمین مین اسقدر غلہ حاصل ہوتا ہے یعنی دو من چونتیس سیر یا دو من سے بھی کم یا چار پانچ من مثلاً وہ جائداد سو روپیہ کو فروخت ہوتی ہے اور میرے نزدیک عمرو کے ان دونون بیانون کا تعارض مضر نہین کیونکہ جب مقدمہ ثالثون کے سپرد بتراضی طرفین ہوگیا تو مجلس قضا اب اس حکم کی مجلس ہوگی اور پہلا بیان مجلس قضا سے خارج ہوگا جس کا اعتبار نہین اور اس مجلس مین جو دعوے کیا ہے وہ اور شہادت متوافق ہین لہذا پہلے بیان کا تعارض مضر نہین لیکن باوجود مضر نہونے کے عمرو کے اصل مقصود کو نافع نہین کیونکہ اصل مقصود اس کا خیار فسخ کا حاصل کرنا ہے جیسا کہ خود اس سوال کی بھی عبارت سے

معلوم ہوتا ہے اور دوسرے پرچے سے جا سکے ساتھ جواب کی غرض سے آیا ہی زیادہ واضح ہوتا ہے اُسمین بائع کا نام زید فرض کیا گیا ہے اور اس مین عمر و اُس دوسرے پرچہ مین خیار فسخ بائع کے لیئے نہونا مدلل ومفصل مذکور ہے۔ واللہ اعلم۔ والدلیل ہذا فی الہدایۃ الشہادۃ اذا وافقت الدعوی قبلت وان خالفتہا لم تقبل وفی حاشیتہا برمز ل علی قولہ کتاب الدعوی ہی فی عرف الفقہاء عبارۃ عن مطالبۃ حق فی مجلس من لہ الخلاص عند ثبوتہ الی قولہ شرط صحتہا مجلس القضاء فالدعوی فی غیر مجلس القضاء لا تصح الخ واللہ اعلم

یوم عرفہ ۱۳۲۲ھ

تتمہ سوال سابق

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید کی ملکیت کی جائداد جسکا ۵۰۰ من غلہ سال بھر مین آتا ہے پانی پت مین عمرو کے قبضہ اور تصرف مین ہے اور زید گیا مین رہتا ہے زید سے عمرو نے گیا مین جا کر کہا کہ تمہارا غلہ میرے پاس بقدار للعہ ر موجود ہے زید نے اُس کو للعہ ر سمجھ کے چودہ سو کو عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا بعدہ زید کو معلوم ہوا کہ میری جائداد کی آمدنی ۵۰۰ من سے زیادہ ہے اب عمرو چاہتا ہے کہ یہ بیع بات قرار دیجاوے اور زید کہتا ہے کہ مجھسے مقدار کمیت مین فریب کیا گیا ہے مجھے خیار فسخ ہی مین اب اس بیع کو قائم رکھنا نہین چاہتا عمرو کا خیال ہے غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ جو زائد غلہ اُس کا ہے اُسکی اور قیمت اُسی طرح دلا دی جاوے کیونکہ بیع ہو چکی تھی اس مسئلہ کی بابت علماء دین سے سوال ہے کہ اس صورت مین زید بائع کو بسبب غبن فاحش خیار فسخ ہی یا نہین سوال دوم یہ ہے کہ نرخ کے اندر ہی فریب دینے سے حق فسخ حاصل ہوتا ہے یا مقدار مبیع کے اندر فریب دینے سے بھی حق فسخ حاصل ہوتا ہے۔

الجواب ۔ عبارت سوال کی ناکافی ہی زبانی بیان سے معلوم ہوا کہ صورت سوال یہ ہے کہ بیع جائداد کی ہوئی ہے اور اُسکی آمدنی زیادہ غلہ کی ہے اور مشتری نے دھوکہ دیکر بائع کو کم بتلائی جس سے گران چیز ارزان فروخت کر دی اس صورت مین جواب یہ ہے کہ عمرو کو گناہ بہت ہوا لیکن زید کو خیار فسخ حاصل نہین البتہ عمرو پر فیما بینہ وبین اللہ واجب ہے کہ زید کی رضا وطیب نفس حاصل کرے

والدلائل ہذہ فی الہدایۃ ومن باع مالم یرہ فلا خیار لہ وکان ابو حنیفۃ رح یقول اولا لہ الخیار اعتبارا بخیار العیب وخیار الشرط وہذا لان لزوم العقد بتمام الرضاء زوالا وثبوتا ولا یتحقق ذلک الا بالعلم باوصاف المبیع وذلک بالرؤیۃ فلم یکن البائع راضیا بالزوال ووجہ القول المرجوع الیہ انہ معلق بالشراء لما روینا

فلا یثبت دونه وروی (قال الزیلعی اخرجه الطحاوی ثم البیهقی عن علقمة بن ابی وقاص) ان عثمان بن عفان رضی اللہ تعالے عنہ باع ارضا بالبصرۃ من طلحۃ بن عبید اللہ رضہ فقیل لطلحۃ رضہ انک قد غبنت فقال لی الخیار لانی اشتریت مالم اره وقیل لعثمان انک قد غبنت فقال لی الخیار لانی بعت مالم اره فحکما بینهما جبیر بن مطعم فقضی بالخیار لطلحۃ وکان ذلک بمحضر من الصحابۃ اھ قلت لما لم یثبت الخیار للبائع مع عدم رویۃ لذات المبیع ففی عدم رویۃ الوصف الذی ہو الربع اولے کما ہو ظاہر وفیہا وعن تلقی الجلب وہذہ اذا کان یضر باہل البلدۃ فان کان لا یضر فلا بأس بہ الا اذا لبس السعر علی الواردین فحینئذ یکرہ لما فیہ من الغرر والضرر اھ قلت ومطلق النہی والکراہۃ یفید التحریم وہذا دلیل کون فعل ہذہ المشتری حراما وفی الحدیث الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفسہ قلت وانی لا یحضرنی مخرجہ الآن وہو دلیل علے وجوب ارضاء البائع دیانۃ واللہ اعلم۔ (جواب سوال دوم) اگر یہ سوال بھی متعلق سوال اول کے ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ فریب نرخ ہی مین ہوا ہے مقدار مبیع مین نہین ہوا اور اس کا جواب گذر چکا اور اگر مقدار مبیع کو مستقلا پوچھنا ہے تو جواب یہ ہے کہ اگر مبیع جائداد یعنی عقار ہے اور ثمن جملۃ ٹھیرلیا ہے تو بعد مین مقدار زیادہ معلوم ہونے سے بائع کو خیار نہین ہوتا فی الہدایۃ ومن اشتری ثوبا علی انہ عشرۃ اذرع بعشرۃ او ارضا علی انہا مائۃ ذراع فوجدہا اقل فالمشتری بالخیار ان شاء اخذہا بجملۃ الثمن وان شاء ترک وان وجدہا اکثر من الذراع الذی سماہ فہو للمشتری ولا خیار للبائع الخ واللہ اعلم ۔ یوم عرفہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید نے اپنے دو یتیم بھتیجون کے ہاتھ ایک مکان بتولیت اُنکی مان کے فروخت کیا بعد تھوڑی زمانہ کے اُسی مکان مبیع کے متصل تھوڑی زمین ایک دوسرے شخص سے خرید کی اور اُس دوسرے شخص سے اپنے مکان مبیع کی تھوڑی زمین اُس بیعنامہ مین لکھوالی اب جبکہ دونون بھتیجے بالغ ہوئے تو اُس پہلی بیع کو جو کہ اُنکے چچا نے اُنکے ہاتھ فروخت کیا ہے جائز رکھتے ہین اور دوسری بیع کو جو اُنکے چچا نے اُسی جائداد مبیعہ سابقہ کا ایک جزو اس دوسری زمین مبیعہ کے ساتھ خرید لی ہے ناجائز رکھتے ہین اور اپنا پورا حق طلب کرتے ہین تو زید کہتا ہے کہ اسپر بیس برس اعرصہ سے قبضہ چلا آتا ہے ان دونون بیعون کے جواز وعدم جواز مین شرع شریف کا کیا حکم ہے۔ اور اس قبضہ کا کچھ اعتبار ہے یا نہین

الجواب۔ فی الدر المختار کتاب الماذون فی احکام الصبی وولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیۃ ثم بعدہم جدہ الصحیح وان علا ثم وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی

والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی ثم القاضی او وصیہ دون الام او وصیہا فی ردالمحتار تحت قولہ وولیہ ابوہ ای الصبی وفی الہندیۃ والمعتوہ الذی یعقل البیع یاذن لہ الاب والوصی والجد دون الاخ والعم وحکمہ حکم الصبی وفی الدر المختار فصل احکام الفضولی کل تصرف صدر منہ فلہ مجیز حال وقوعہ العقد موقوفا ومالا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا فی ردالمحتار عقد عقدا ما لو فعلہ ولیہ فی صباہ لم یجز علیہ فہذہ کلہا باطلۃ وان اجازہ الصبی بعد بلوغہ لم تجز لانہ لا مجیز لہا وقت العقد فلم تتوقف علی اجازتہ۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ام اور عم ولی فی المال نہین ہین اسلئے یہ تصرف فضولی کا ہے اور چونکہ اُس کا کوئی مجیز فی الحال نہ تھا لہذا وہ باطل ہوا پس بعد بلوغ کے بیع اول کا جائز رکھنا معتبر نہین پس وہ مکان مبیع سابق بدستور زید کا ہے اور زید پر واجب ہے کہ زرِ ثمن واپس کردے البتہ اگر اب بتراضی بیع کرین تو جس مقدار سے بیع کرین گے صحیح ہوجاوے گی۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۱۲ رذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ ماں کو اپنی اولاد صغار کی جائداد صحرائی وسکنائی بخوف تلف یا تنگی اخراجات کی وجہ سے کہ سوائے اس جائداد کے کوئی ذریعہ اُنکے نان ونفقہ کا نہین ہے فروخت کردینا اُس جائداد کا اور اُس کی قیمت کا صرف کرنا اُنکے ضروریات نان ونفقہ مین جائز ہے یا نہین

جواب۔ فی الدر المختار مع ردالمحتار باب الوصی وجاز بیعہ (ای الوصی) عقار صغیر من اجنبی لا من نفسہ بضعف قیمتہ او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مرسلۃ لا نفاذ لہا الا منہ او لکون غلاتہ لا تزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب درر واشباہ ملخصا قلت وہذا لو البائع وصیا لا من قبل ام واخ فانہما (ای الام والاخ) لا یملکان بیع العقار مطلقا ولا شراء غیر طعام وکسوۃ ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال فی ردالمحتار قولہ مطلقا ای ولو فی ہذہ المستثنیات واذا احتاج الحال الی بیعہ یرفع الامر الی القاضی ط جلد ۵ صـ ۶۹۷ ان روایت سے ثابت ہوا کہ ماں کا بیع کرنا جائداد صغیر کو فی نفسہ جائز نہین بلکہ حاجت کے وقت حاکم مسلم کی طرف رجوع کیا جاوے اور حاکم مسلم کے نہونے کے وقت کے متعلق جزئی نظر سے نہین گذری لیکن چونکہ حاجت متحقق ہے اور حرج مدفوع ہے لہذا بضرورت جائز معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین درین باب کہ ایک بیوہ مسلمان کل ترکہ جدی شوہر متوفی اپنے کو باوجود موجودگی چند اشخاص ورثاء متوفی رہن یا بیع کرسکتی ہے یا نہین اگر کوئی ایسی بیوہ مثل جائداد مذکور کو

بیع یا رہن کردیوے تو وہ باطل سمجھی جاویگی یا صحیح بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس بیع یا رہن میں جسقدر حصہ شرعًا دوسرے ورثہ کا ہے اور وہ ورثہ اس بیع و رہن سے رضامند نہیں ہیں اُن دوسرے ورثہ کے حصہ میں تو بیع و رہن بالکل باطل ہے اور جتنا اس بیوہ کا شرعی حصہ ہے اُس کا حکم یہ ہے کہ رہن تو باطل ہوا اور بیع ہوجاوے گی پس خلاصہ یہ ہوا کہ یہ رہن تو بالکل ناجائز ہوا اور بیع اپنے حصے کی ہوگئی غیروں کے حصے کی نہیں ہوئی البتہ اگر جائداد منقسم ہوتی تو رہن بھی اپنے حصہ کا درست ہوجاتا۔ فی الدر المختار بخلاف قن ضم الی مدبر ونحوہ فانہ یصح او قن غیرہ اہ وفیہ وقبضہ ای المرتہن محوزا ممیزا الا مشاعا اہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۷ رمضان ۱۳۲۳ھ

ف ترجیح عبارات متعلقہ بیع حربی اقارب خود را

سوال۔ خلو اہدی ملک من اہل الحرب الی مسلم ہدیۃ من احرارہم ملک الا اذا کان قرابۃ لہ ولو دخل دارہم مسلم بامان ثم اشتری من احدہم ابنہ ثم اخرجہ الی دارنا قہرا ملکہ واکثر المشائخ علی انہ لا یملکہم فی دارہم وہو الصحیح وعن محمد انہ یملکہ حتی لا یجبر علی الرد وعن ابی یوسف یجبر وقال الکرخی ان کانوا یرون جواز البیع فالبیع جائز والا فلا کما فی المحیط وفیہ اشعار بان الکفار فی دارہم احرار ولیس کذلک فانہم ارقاء فیہا وان لم یکن ملک لاحد علیہم علی ما فی عتاق المستصفی وغیرہ آہ جامع الرموز نولکشوری ص ۴۲۶ - ۵۔ تنبیہ فی النہر عن منیۃ المفتی اذا باع الحربی ہناک ولدہ من مسلم عن الامام انہ لا یجوز ولا یجبر علی الرد وعن ابی یوسف رحمہ انہ یجبر اذا خاصم الحربی ولو دخل دارنا بامان مع ولدہ فباع الولد لا یجوز فی الروایات آہ ای لان فی اجازۃ بیع الولد نقض امانہ کمافی ط عن الولوالجیۃ اہ شامی مجتبائی جلد ۳ صفحہ ۳۴۳ وفی المحیط مسلم دخل دار الحرب بامان فجاء رجل من اہل الحرب بامہ او بام ولدہ او بعمتہ او بخالتہ قد قہرہا یبیعہا من المسلم المستامن لا یشتریہا منہ لان الحربی ان ملکہا بالقہر فقد صارت حرۃ فاذا باعہا فقد باع الحرۃ ولو قہر حربی بعض احرارہم ثم جاء بہم الی المسلم المستامن فباعہم منہ ینظر ان کان الحکم عندہم ان من قہر منہم صاحبہ فقد صار ملکہ جاز الشراء لانہ باع المملوک وان لم یملکہ لا یجوز لانہ باع الحر اہ بحر الرائق ج ۵ ص ۱۰۶ جامع الرموز اور شامی کی عبارت سے واضح ہے کہ بیع صحیح ہوجاتی ہے یا کہ رد کرنا واجب نہیں ہے البتہ احراز بدار الاسلام کو بعض نے شرط لکھا ہے اسکی نسبت آنحضرت کی کیا رائے ہے بحر الرائق کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز نہیں کیونکہ اگر قہر سے مالک بھی ہوگیا تو ذی رحم محرم کی وجہ سے آزاد ہوجاوے گا اس لیئے بیع حر ہے لیکن یہ عجیب ہے اسلیے کہ فروع میں کفار حربی مخاطب نہیں پس ذی رحم

محرم کے مالک ہونے سے وہ آزاد کیسے ہو جاویگا ولو فرضنا آزاد ہو گیا تو پھر مسلمان کے قبض سے ملک ہو جانا چاہیے غایۃ ما فی الباب بیع صحیح نہو غرض کہ کچھ پوری تشفی نہین ہوتی۔

الجواب ۔ تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ روایات مین تعارض نہین البتہ اجمال اور ایک مین ایک قید کا دوسری مین دوسری قید کا اہمال ہے اور مجموعہ کے اعتبار سے مقصود متحد ہے جامع الرموز مین جو استثنا کیا ہے الا اذا کان قرابتہ لہ اسمین لہ کی ضمیر ملک کی طرف معلوم ہوتی ہے اور یہ استثنا مبنی اسی پر ہے کہ قرابت محرمیہ موجب عتق ہے لیکن اس مین قید یہ ہوگی کہ جب اہل حرب کا یہ مذہب ہو کہ کوئی شخص اپنے ذی قرابت کا مالک نہین ہوتا جیسا کہ کرخی کے قول مین اور بحر کی آخر عبارت مین تصریح ہے اور یہ شبہ کہ استیلاء مسلم تو اسپر پایا گیا بایں وجہ مدفوع ہے کہ یہ استیلاء دار الاسلام مین حاصل ہوا ہے اور بطور قہر نہین ہوا البتہ دار الحرب مین اگر ہوتا یا دار الاسلام مین قہراً ہوتا موجب ملک ہو سکتا تھا اور شامی کی عبارت مین جو لایجوز کہا ہے اسمین بھی وہی قید معلوم ہوتی ہے کہ جب وہ اہل حرب اس بیع کو جائز نہ سمجھتے ہون اور غالباً ان قائلین کو اپنے زمانہ کی حربیین کا خیال ثابت ہو گیا ہوگا اور لایجبر کی وجہ یہ ہے کہ یہان استیلاء مسلم کا دار الحرب مین ہوا ہی جو کہ موجب ملک ہے اور بحر مین جو لایشتریہا اور باع الحرۃ کہا ہے وہ بھی مقید اسی قید مذکور کے ساتھ ہے اور اس مین نفی مطلق ملک کی نہین بلکہ قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بوجہ قبض کے مالک ہو جاوے گا لیکن چونکہ مستامن کا ایسا فعل کہ جس کو وہ لوگ اسکے لیئے ناجائز سمجھتے ہون اور اپنے ایسے امور کا التزام بدلالت حال کر لیا ہے یہ غدر ہے اس لیئے لایشتریہا کہتے ہین اور فروع کا مخاطب نہونا ہماری طرف سے ہوگا نہ یہ کہ خود اُنکے معتقدات بھی اُنپر حجت نہون اور یہ کہ احراز بدار الاسلام شرط ہے یا نہین ظاہرا قواعد سے اشتراط راجح معلوم ہوتا ہے جیسا غنائم کے احکام سے مفہوم ہوتا ہی امید ہے کہ جمیع اشکالات رفع ہو گئے ہون اور اگر کچھ باقی ہو تو اعادہ فرمایئے واللہ اعلم اس تحریر سے فتوےٰ مقصود نہین کیونکہ وہ محتاج نقل ہے بلکہ توجیہ عبارات مقصود ہے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

سوال ۔ مورث نے قرضخواہ مہاجن سے محفوظ رکھنے کے خیال سے اپنی زوجہ کے نام اپنی جائداد کا بیعنامہ لکھدیا اُس مین عرصہ گذر گیا بعد انتقال اُس شوہر اور زوجہ کے بوجہ نہونے اولاد پسری

کے بجائے اُس زوجہ کے بند و بست میں نام دختروان کا بانتظام سرکار بلا تحریک دختران کے چڑھا اور عرصہ دراز تک اُس جائداد کا حاصل اُن دختران کے بنی عم وصول کر کے اُنکو دیتے رہے وہ اپنے صرف میں لاتی رہین اب تخمیناً دس سال کے بعد بعض بنی عم خواہشمند اس امر کے ہوئے کہ اُس جائداد سے ہم کو حصہ ملنا چاہیئے مقصود یہ ہے کہ یہ بیعنامہ جو اس مصلحت سے اُس شخص نے اپنی زوجہ کے نام کیا اور عرصہ تک اُسی کے نام رہا شوہر زوجہ کے روبرو انتقال کر گیا تھا اُسکی دختران کے نام جائداد منتقل ہوئی اور عرصہ تک وہی اس سے نفع اُٹھاتی رہین تو اب بنی عم کو کچھ ملے گا یا نہین اور یہ کل معاملہ درست رہا یا نہین۔

الجواب۔ یہ بیع ہزل ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر متعاقدین اُسکے ہزل ہونے پر متفق ہون تب تو وہ مبیع بائع کی ملک سمجھی جاویگی اور اُسکی وفات کے بعد اُس کے سب ورثہ پر تقسیم ہوگی اور اگر متعاقدین متفق نہون مثلاً جسکے نام بیع ہے وہ یا اُسکے مرنے کے بعد اُسکے ورثہ اُسکی بیع حقیقی ہونے کے مدعی ہون تو وہ بیع صحیح نافذ سمجھی جاویگی اور جسکے نام بیع ہوئی ہے اُسکی ملک سمجھی جاویگی اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکے ورثہ کو ملے گی پس صورت مسئولہ میں اگر زوجہ کے ورثہ بشرطیکہ بالغین ہون تسلیم کر لین کہ یہ بیع فرضی تھی تب تو شوہر کے انتقال کے بعد زوجہ اور دختران کے ساتھ ان دختروں کے بنی عم بھی بقدر حصص شرعیہ کے وارث ہونگے اور اگر زوجہ کے ورثہ اس کو تسلیم نہ کرین بلکہ اُسکو بیع واقعی کہتے ہون تو ان بنی عم کو میراث نہ ملیگی بلکہ صرف زوجہ کے ورثہ مین کل جائداد تقسیم ہوگی فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ۔

سوال۔ اس طرف یہ رواج ہے کہ لوگ کپڑا دو طریقے سے خریدتے ہین ایک یہ کہ اُسکی قیمت مین نقد روپیہ دیتے ہین دوم یہ کہ روپیہ بھی دیتے ہین اور سوت بھی بازار کے نرخ سے ذرا زیادہ قیمت کے حساب سے دیتے ہین تو جس صورت مین کہ صرف روپیہ دیتے ہین تو ایک تھان مثلاً چودہ آنہ کو لیتے ہین اور اگر روپیہ و سوت دونون دیتے ہین تو ساڑھے چودہ آنہ کو لیتے ہین تو کیا حکم ہے پس جس شخص نے کہ کپڑا روپیہ و سوت دونون دیکر خریدا ہے اُس سے اگر کوئی کپڑا فی تھان مثلاً ایک آنہ منافع دیکر خریدے تو وہ منافع چودہ آنے پر لے گا یا ساڑھے چودہ آنہ پر اور اصل قیمت کون معتبر ہوگی۔

ف اشتراط منفعت ثمن در بیع حکم

الجواب - یہ بیع مرابحہ ہے یہ اسیوقت صحیح ہے جب تمام ثمن نقد یا مثلی ہو اور دوسرا مشتری وہی دیتا ہو پس جس صورت مین کچھ نقد اور کچھ سنوت کی عوض تھان لیا ہے اور دوسرا مشتری سب نقد دیتا ہے نفع پر بیچنا درست نہین - فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۵ محرم سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال - ایک امر یہ بھی قابل تحقیق ہے کہ فقہاء اکثر مسائل مین مثل استصناع وغیرہ لکھا کرتے ہین کہ تعامل کا اعتبار ہے تعامل سے کیا مراد ہے اور کس زمانہ کا تعامل معتبر ہے بعض بعض جزئیین ایسی ہین جو صحابہؓ تابعین کے زمانہ مین موجود نہ تھین ان مین تعامل کا اعتبار ہو سکتا ہے یا نہین جیسے مطبع کہ کتاب چھپوانے مین استصناع کا اعتبار کیا جا سکتا ہے یا نہین -

الجواب - قال فی نور الانوار و تعامل الناس ملحق بالاجماع وفیہ ثم اجماع من بعدہم ای بعد الصحابة من اہل کل عصر اس سے معلوم ہوا کہ تعامل بھی مثل اجماع کسی عصر کے ساتھ خاص نہین البتہ جو اجماع کا رکن ہے وہی اس مین بھی ہونا ضرور ہے یعنی اس وقت کے علماء اس پر نکیر نہ رکھتے ہون اسی طرح فقہاء نے بہت سے نئے جزئیات کے جواز پر تعامل سے احتجاج کیا ہے - کما فی الہدایۃ فی البیع الفاسد ومن اشتری نعلا علی ان یحذوہ البائع الی قولہ یجوز للتعامل فیہ فصار کصبغ الثوب وللتعامل جوزنا الاستصناع وفیہا فی السلم ان استصنع الی قولہ للاجماع الثابت بالتعامل آہ پس اس بنا پر کتاب چھپوانا استصناع مین داخل ہوگا - واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم واحکم - ۲۶ محرم سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال - صفائی معاملات مین ایک مسئلہ مرقوم ہے وہ یہ ہے کہ تالاب یا دریا ماہی گیرون کو دیدیا جاتا ہے اور دوسرون کو اس تالاب سے مچھلی پکڑنے نہین دیتا یہ بیع باطل ہے وفیہ بعد سطرین بلکہ سبکو مچھلیان پکڑنے کا شرعاً حق حاصل ہے ازین مسئلہ زید می گوید کہ بدون اطلاع مالک تالاب خفیہ اگر تالاب سے مچھلیان پکڑلاوے تو کچھ گناہ نہین ہوگا کیونکہ شرعاً اس مین سب کا حق ہے تو حضرت یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہین -

الجواب - زید کا قول صحیح ہے اور خفیہ مچھلی پکڑنا تالاب سے درست ہے لیکن اگر مالک تالاب نے مچھلیان کہین سے لاکر اپنے ہاتھ سے چھوڑی ہون تو وہ مچھلیون کا مالک ہوگا اور پھر خفیہ پکڑنا درست نہین لیکن بیع کرنا بدون پکڑے ہوئے پھر بھی درست نہین واللہ تعالے اعلم ۱۶ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال - بعد سلام مسنون التماس ہے کہ ایک شخص فوت ہوا چند وارث چھوڑے منجملہ کل وارثون کے

ایک وارث نے مال متروکہ کہ زمین اور باغ اور مکان وغیرہ ہے قبضہ کے قبل اپنا حصہ بیع دوسرے شخص کے ہاتھ کردیا مشتری اور وارثان قابض نے بابت شے مبیع علیحدہ علیحدہ فتوی طلب کیا ہے اول دونون فتاوے کا نقل علیحدہ علیحدہ ترسیل خدمت واسطے تصدیق کے ہے خادمانہ درست لبستہ عرض ہے کہ جواب جلد سرفراز کیا جائے کہ رفع تردد ہو (نقل استفتاء وارثان قابض مع فتوی) کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ جو شے کسی کے قبضہ مین نہو اُس کو وہ بیع کرے

الجواب حرام ہے نہین جائز ہے بیع جیسا کہ مشکوۃ کی کتاب البیوع باب المنہی عنہا من البیوع مین ہے وعن حکیم بن حزام قال نہانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابیع ما لیس عندی رواہ الترمذی وعن ابن عباس قال اما الذی نہی عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فہو الطعام ان یباع حتی ان یقبض قال ابن عباس ولا احسب کل شئے الا مثلہ فقط کتبہ عبد اللہ مدرس مدرسہ احمدیہ آرہ

(نقل استفتاء مشتری) کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک مورث چند وارثان کو چھوڑ کر بقضائے آلہی قضا کر گیا ترکہ پر اُسکے منجملہ وارثون کے ایک وارث کا قبضہ نہین ہوا اور کل ترکہ مورث دوسرے وارثون کے قبضہ مین رہا جس وارث کا قبضہ ترکہ مورث پر نہین ہوا اُس نے اپنا حصہ غیر مقبوضہ کسی کو بیع لکھدیا ایسی صورت مین بیع جائز ہوئی یا نہین ترکہ مورث جو چھوڑ گیا وہ صرف زمین کاشت اور مکان اور درخت وغیرہ ہی (ہو المصوب) قبل قبضہ کے بیع غیر منقول کا صحیح ہے بشرط عدم خوف ہلاکت کے کما فی الدر المختار صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مصر جلد رابع علی حاشیۃ رد المحتار صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ وفی رد المحتار قولہ من بائعہ متعلق بقبض لا ببیع ایضاً در مختار کے اُسی صفحہ مین ہی فلا یصح بیع منقول قبل قبضہ۔ عالمگیریہ کی جلد ثالث صفحہ ۱۰ مین ہے من حکم المبیع اذا کان منقولا ان لا یجوز بیعہ قبل قبضہ والصافی الہدایۃ صفحہ ۷۰ مطبوعہ لکھنؤ یجوز بیع العقار قبل القبض عند ابی حنیفۃ رح وابی یوسف رح الخ مذکورہ بالا کتب مفتی بہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیع مثل زمین مکان وغیرہ جو غیر منقول ہے قبل قبضہ کے جائز ہے جبکہ ہلاک ہوجانے کا خوف نہووے۔ کتبہ محمد عمر

اس جواب سے کما حقہ تشفی نہین ہوئی کیونکہ اس مین یہ عبارت ہے (جبکہ ہلاک ہوجانے کا خوف نہووے) اسکا مطلب نہین معلوم ہوا کہ کیونکر ہلاک کا خوف ہے اور کس طرح نہین ہے فقط مکرر عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کے حل کرنے کی بابت بہشتی زیور کا پانچوان حصہ دیکھا گیا اُس مین در بیان بیع باطل وفاسد

یہ مسئلہ ہے۔ (مسئلہ) زمین اور گانوں اور مکان وغیرہ کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں اُنکے خریدنے کے بعد جب تک قبضہ نکرے تب تک بیچنا درست نہیں۔ اس سے وراثت کی شے غیر مقبوضہ منقول خواہ غیر منقول کا بیچنا جائز و نا درست ہونا معلوم نہوا۔ امید کہ جواب سے مع حوالات کتب فقہ خواہ حدیث کے سرفراز فرمایا جاوے۔

الجواب۔ صورت مسئولہ میں مبیع عقار ہی جو میراث میں بائع کو پہونچی ہے اور یہ جو علماء میں اختلاف ہے کہ قبل قبض بیع اُس شے کی جائز ہے یا نہیں جسمیں امام محمدؒ مطلقاً ناجائز کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ منقول میں ناجائز کہتے ہیں اور عقار میں جائز بشرطیکہ اسمیں ہلاک کا خوف نہو اور خوف یہ کہ مثلاً وہ مبیع مکان کا بالائی درجہ ہی جب تک درجۂ زیرین نہ بیچا جاوے پس اگر درجۂ زیرین گر جاوے تو درجۂ بالائی بالکل ایسا ضائع ہوگا کہ پھر مالک اُسکے بنانے پر قادر نہیں ہوگا یا وہ مکان یا زمین کسی دریا کے کنارہ پر ہی کہ اُس میں دریا برد ہونے کا احتمال ہے یا کوئی ایسا موقع ہے کہ جہاں ریگ میں دب جانے کا احتمال غالب ہی کما فی الدر المختار و رد المحتار المجلد الرابع فصل التصرف فی المبیع والثمن تو یہ سب اختلاف اُس شے کی بیع میں ہے جو کسی عقد میں عوض قرار دی گئی ہو جیسا اس ضابطہ سے معلوم ہوتا ہے کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز و مالا فجائز عینی کذا فی الدر المختار المجلد المذکور الفصل المذکور اور خود فتوی ثانی میں جو روایات منقول ہیں اُن میں بھی تصریح ہے کہ مقصود بیان کرنا ہے حکم بیع ما ملکہ بالبیع قبل القبض کا اور صورت مسئولہ میں مبیع کسی عقد سے ملک میں نہیں آئی بلکہ میراث سے ملک میں آئی ہے جسمیں انفساخ کا احتمال ہی نہیں پس ایسی شے محل اختلاف علماء ہی ہے نہیں بلکہ ائمۂ موصوفین کے نزدیک بالاجماع مطلقاً اس میں یہ بیع درست ہی خواہ مبیع منقول ہو یا غیر منقول لہذا بلا خلاف امام محمدؒ کے یہ بیع جائز ہوگی اما الحدیث المنقول فی الفتوی الاولی فہو ایضاً محمول علی ما ذکرنا کما یفسرہ ما اخرجہ النسائی فی سننہ الکبری (کما فی تخریج الزیلعی) عن حکیم بن حزام رضؓ قال قلت یا رسول اللہ صلعم ان رجلا ابتاع ہذہ البیوع وابیعہا فما یحل لی منہا وما یحرم قال لا تبیعن شیئا حتی تقبضہ وایضاً تایدہ بالمعقول فان علۃ ہذا النہی کما فی الہدایۃ غرر انفساخ العقد علی اعتبار الہلاک لانہ اذا ہلک قبل القبض ینفسخ البیع وعاد الی قدیم ملک البائع فیکون المشتری بائعا ملک غیرہ الخ کذا فی الکفایۃ والحدیث الذی فیہ النہی عن بیع مالم یقبض

معلول بہ علما بدلائل الجواز کما فی الہدایۃ باب المرابحۃ والتولیۃ وظاہر ان ہذا الغرر منتف فی المملوک بحکم الارث لعدم احتمال الانفساخ فیہ کما ہو ظاہر فلا یشملہ الحدیث ولا قول محمدؒ فافہم وتامل۔ خلاصہ جواب یہ کہ اگر یہ مبیع اشیاء منقولہ بھی ہوتین تب بھی بیع جائز ہوتی اور غیر منقول مین بھی ہر صورت مین جائز ہوتی تو یہان بدرجہ اولےٰ بلاشبہہ بیع درست ہوگئی البتہ اگر یہ بیع ایسے شخص کے قبضہ مین ہے کہ نہ بائع اُس سے بدون نالش کے لے سکتا ہے اور نہ مشتری بدون نالش کے لے سکتا ہے تو بوجہ غیر مقدور التسلیم ہونے کے بیع جائز نہوگی علی الاختلاف مین کونہ فاسدا او باطلا کما فی الدر المختار ورد المحتار ص ۴۳، ۷ او ۴۴، ۷ من جلد الرابع۔ ۳۲۴ ۱۳ھ

بیع عقار غیر مقدور التسلیم

سوال۔ ایک شخص نے اپنی جائداد مقبوضہ غیر منقولہ کے شامل اُس جائداد غیر مقبوضہ غیر منقولہ (جو مکان و زمین کاشت ہے) کو بھی بیع کر دیا جو بعد ممات مورث کے بائع کے قبضہ مین وراثۃً آئی بلکہ ہنوز دوسرے یکے از وارثان کے قبضہ و تصرف مین ہی اور زرثمن اُس کا اس طور سے ہوا کہ جو جائداد مقبوضہ بیع ہوئی اُس کا زرثمن تو ایک مقدار مین مشتری سے بائع نے وصول پایا مگر جائداد غیر مقبوضہ جو شامل اُسکے بیع کیگئی ہے اُسکے زرثمن کی نسبت فیما بین بائع و مشتری یہ معاہدہ قرار پایا کہ اُس دخل و قبضہ کرنے مین مشتری قبل از بیع جو کچھ خرچ کر چکا ہے اور پھر بعد تکمیل بیع خرچ کریگا وہ سب مجرا دیکر جو کچھ زرثمن مین سے باقی رہیگا اُس مین سے صرف نصف حصہ بائع کو مشتری ادا کریگا اور نصف حصہ مشتری ہضم کرے گا اور اگر مشتری قبضہ دخل مین ناکامیاب رہا تو اُس صورت مین مشتری بائع کو کچھ اُس زرثمن مین سے نہین دے گا اور جو کچھ مشتری قبضہ کرنے مین جائداد مذکور کے خرچ کر چکا ہے اُسکی زیر باری صرف مشتری کے ذمہ رہے گی بائع سے اُس کا مطالبہ نہین ہوگا ایسا ہی شرط کی وجہ سے ہنوز تقابض البدلین نہین ہوا ہے یعنے مشتری کو بینامہ نہین ملا ہے پس ایسی شرطیہ بیع جائز ہے یا ناجائز اور مشتری کو دعوی کرنے کا حق ہے یا نہین اور یہ سب جائداد ہے مکان و زمین کاشت ہے اور وہ تکراری شے مبیعہ جو یکے از وارثان کے قبضہ مین ہے ہنوز غیر منقسم ہے۔

الجواب۔ فی الہدایۃ وکذا الوارسلہ (ای الطیر) من یدہ لانہ غیر مقدور التسلیم وفیہا ومن جمع بین حر و عبد او شاۃ ذکیۃ و میتۃ بطل البیع فیہما ومن جمع بین عبد و مدبر او بین عبدہ و عبد غیرہ صح البیع

بحصتہ من الثمن ۶؎ فیہا کل شرط لا یقتضیہ العقد و فیہ منفعۃ لاحد المتعاقدین او للمعقود علیہ و ہو من اہل الاستحقاق یفسدہ ۷؎ وفیہا بخلاف ما اذا لم یسم ثمن کل واحد لانہ مجہول - ان روایات سے یہ امور ثابت ہوئے ملا اول عبارت سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس جائداد غیر مقبوضہ کا اُس وارث قابض کے ہاتھ سے چھڑانا امر مشکوک ہے پس اگر ایسا ہے تو بوجہ غیر مقدور التسلیم ہونے کے اُسکی بیع صحیح نہین ہوئی ۲؎ جو جائداد مقبوضہ بیع کی گئی ہے اُسکی بیع درست ہوگئی ۳؎ جائداد غیر مقبوض اگر مقدور التسلیم بھی ہو تب بھی بوجہ غیر متعین ہونے ثمن کے اسکی بیع درست نہین ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ جائداد مقبوضہ کی بیع درست ہوگئی اور غیر مقبوضہ کی بیع دو وجہ سے درست نہین ہوئی بوجہ عدم قدرت علی التسلیم اور عدم تعیین ثمن واللہ اعلم ۳ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال - نذر لغیر اللہ یعنی جو کسی تھان یا کسی نشان اور جھنڈے وغیرہ پر چڑھایا گیا ہو اور چڑھانے والے ہندو ہین اگر کوئی مسلمان اُس کو خریدنا چاہے تو جائز ہے یا نہین -

الجواب - اس اہلال لغیر اللہ سے اسمین حرمت مثل میتہ کے آگئی پس جس طرح میتہ کا خریدنا ہنود سے جائز نہین اسی طرح اس کا بھی - واللہ اعلم ۲۵ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مبادلۃ الربیہ بالفلوس باین طور کہ احد المتعاقدین نے روپیہ بالفعل دیا اور آخر نے روپیہ کے کچھ پیسے بالفعل دیئے اور کچھ پیسے اُدھار رکھے جائز ہے یا نہین -

الجواب - یہ مسائل مصرح ہو مسلم ہین ۱؎ بیع معدوم باطل ہے بحر - سلم کے ۲؎ سلم کے شرائط مین سے ایک شرط یہ ہے کہ اقل مدت اس مین تسلیم مسلم فیہ کے لیئے ایک ماہ ہونا چاہیئے اور مسلم فیہ بالفعل نہ دیا جاوے ۳؎ قدر و جنس مین سے اگر دو چیزین ایک وصف مین بھی متحد ہون تو تفاضل جائز اور نسیہ حرام ہے ۴؎ جو مباح ذریعہ غیر مباح کا بنے ناجائز ہے - ۵؎ قرض مین مطالبہ مثل کا استحقاق ہوتا ہے اب مبادلہ مسئولہ مین کئی صورتین ہین ایک یہ کہ روپیہ قرض دیا گیا اور یہ شرط بھی کی کہ اسکے عوض مین اتنے پیسے لینگے یہ ناجائز ہے خواہ پیسے کم ہون یا زیادہ حسب مسئلہ ۵؎ دوسرے یہ کہ قرض نہین دیا گیا بلکہ مبادلہ مقصود ہے اور دوسرے شخص کے پاس پیسے موجود نہین ہین یہ بھی ناجائز ہے خواہ پیسے کم ہون یا زیادہ حسب مسئلہ ۱؎ تیسرے یہ کہ پیسے موجود ہین مگر اُسوقت کسی وجہ سے آئے نہین پس اگر تانبے کا وزنی ہونے کا لحاظ کیا جاوے تو روپیہ اور پیسے متحد القدر نہونگے ان مین نسیہ جائز

نہین خواہ پیسے کم ہون یا زیادہ حسب مسئلہ ۱۲ اور اگر اسکے وزنی ہونے کا اعتبار نہ کیا جاوے خواہ اس وجہ سے کہ اصطلاحاً یہ معدود ہے خواہ اسوجہ سے کہ اسکے وزن کے باٹ چاندی تولنے کے باٹ سے مختلف ہین تو یہ مبادلہ جائز ہے کما اختلف الشیخان ومحمدؒ چوتھے یہ کہ مبادلہ سلم مقصود ہی لیکن کچھ پیسے اسوقت لے لئے یا ایک ماہ سے کم مدت مقرر ہوئی یا کچھ مدت مقرر نہیں ہوئی تب بھی نہ جائز ہے حسب مسئلہ ۲ پانچوین یہ کہ دونون طرف معقود علیہ موجود ہون اور اسکے وزنی ہونے کا لحاظ نہ کیا جاوے لیکن زیادہ چلنے مین فتح باب ربوا کا اندیشہ ہو تب بھی ناجائز ہے حسب مسئلہ ۱۲ چھٹے یہ کہ صورت سلم مین اندیشہ ربوا کا نہو تب جائز ہے لعدم المحاذر واللہ اعلم ۴ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

سوال۔ ایک ہندو کے دو بسوہ مسمی غلام جیلانی خان کے پاس پچاس سال کے واسطے رہن دخلی تھے سے زید نے اسی ہندو سے ان بسوون کا بیعنامہ لکھا لیا اور غلام جیلانی خان کے روپیہ کی دہانید کرالی اور اس خیال سے کہ شریعت محمدیہ مین شے مرہون سے نفع اٹھانا ناجائز ہے غلام جیلانی خان کو آمادہ کرکے اقرار نامہ لکھا لیا کہ ازروئے شریعت کے پنچ جو فیصلہ کر دینگے فریقین کو قبول و منظور ہوگا زید نے بعد اسکے عدالت سے یہ فیصلہ بھی حاصل کر لیا کہ مشتری یعنی زید بحیثیت مالک ہونے کے اور غلام جیلانی خان بحیثیت مرتہن ہونے کے تحصیل وصول کر سکتے ہین اور جبکہ زید تحصیل وصول کرے تو غلام جیلانی خان ازروئے کاغذات پٹواری زید سے کل آمدنی سال بسال لے لیا کرین فریقین مین اسکی بابت مدت تک نزاع رہا پھر زید نے عمرو سے کچھ معاملہ تجارت کا کیا اسکی بابت زید کے ذمہ کچھ روپیہ عمرو کا ہوگیا اسکے ادائی زید کو [illegible] اسلیئے انھین دو بسوہ کا بیعنامہ زید نے عمرو کے نام کر دیا اور وعدہ کیا کہ دو بسوہ کی تحصیل وصول [illegible] مین تم کو ادا کر دیا کرونگا اتفاق سے غلام جیلانی کا عصہ ہوا اور زید کو تحصیل وصول دشوار ہوئی عمرو نے [illegible] کہا کہ ہمارا روپیہ تو بالکل معرض تلف مین آیا چاہتا ہو اسلیئے ہمارے روپیہ کی کچھ سبیل ہونا چاہیئے زید نے عمرو کے روپیہ کا یہ انتظام کیا کہ ایک دوسرے کھیت کا عمرو کے نام بیعنامہ کر دیا یہ کھیت دو بسوون سے علیحدہ ہے اور یہ اقرار کیا کہ مبلغ ایک سو باسٹھ روپیہ جو فاضل رہتے ہین ان کو مین ادا کر دونگا اس کھیت کے بیعنامہ کے وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ کھیت ایک [illegible] کے پاس ایک روپیہ ماہواری سود پر رہن ہی چنانچہ یہ روپیہ [illegible] کا مع سود کے عمرو کو پڑا اب یہ ارشاد ہو کہ یہ تینون بیعنامے

ف: بیع مرہون برضاء مرتہن

از روی شریعت محمدیہ جائز ہوئے یا نہین فقط۔

الجواب - بیع اول جوکہ درمیان ہندو اور زید کے ہوئی ہے وہ بحالت مرہون ہونے اُس زمین کے ہوئی ہے اور چونکہ غلام جیلانی مرتہن اُس بیع پر رضامند ہے لہٰذا وہ بیع صحیح اور نافذ ہوگی وہو الشرط فی صحۃ بیع المرہون اور زر رہن غلام جیلانی کا بذمہ ہندو کے چاہیئے اور زر ثمن ہندو کا بذمہ زید چاہیئے اور زید نے جو زر رہن کا دینا اپنے ذمہ رکھ لیا یہ حوالہ ہے اور چونکہ زید اور غلام جیلانی و ہندو سب اس حوالہ پر راضی ہین لہٰذا یہ حوالہ بھی صحیح ہو گیا وہو الشرط فی صحۃ الحوالۃ اور غلام جیلانی نے جو کچھ روپیہ اُس رہن سے وصول کیا ہے اُس کا حکم چونکہ پوچھا نہین گیا لہٰذا تعلم انداز کیا جاتا ہے اور چونکہ اس بیع پر رضا المرتہن سے رہن ٹوٹ چکا ہے لہٰذا غلام جیلانی مرتہن نہین رہا لہٰذا یہ فیصلہ عدالت کا شرعاً جائز نہین البتہ حوالہ کی وجہ سے غلام جیلانی زید سے اپنے زر رہن کا مطالبہ کر سکتا ہے اور جس طرح بن پڑے وصول کر سکتا ہے یہ کلام تھا بیع اول مین اور بیع ثانی جو کہ درمیان زید کے و عمرو کے ہوئی اُسکی صحت بالکل ظاہر ہے اور یہ وعدہ کہ بسوؤنکی تحصیل کر کے الخ محض لغو ہے بلکہ اگر یہ شرط داخل عقد ہوتی تو بیع کو فاسد کر دیتی مگر سوال مین یہ امر مجمل و مبہم رہ گیا کہ زید کے ذمہ جو روپیہ عمرو کا تھا ان دو بسوؤن کا بیعنامہ اُس روپیہ کے عوض مین برابر سرابر ہوا یا اُس سے زائد روپیہ کی عوض مین ٹھیرا یا اُس سے کم روپیہ کی عوض مین ٹھیرا برابری اور بیشی کی صورت مین یہ سمجھ مین نہین آتا کہ پھر کھیت کا بیعنامہ کر کے بیع اول کا اقالہ کیا گیا یا نہین اور کمی کی صورت مین آیا وہ کمی اس کھیت کی بیع نے پوری ہوئی یا نہین اگر ہو گئی تو فاضل روپیہ کے کیا معنے اس ابہام کے سبب بیع ثالث پر مفصل کلام نہین ہو سکتا مجملاً اسقدر لکھا جاتا ہے اگر یہ کایستھ اس بیع پر راضی تھا تو بیع صحیح ہو گئی اور رہن فسخ ہو گیا اور کایستھ کا دین عمرو کے ذمہ نہین تھا اور اگر یہ اس ادا مین مجبور تھا تو جس قدر روپیہ کایستھ کو دیا ہے وہ زید سے وصول کر سکتا ہے واللہ اعلم ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال - بعد سودا خریدنے کے جو بائع بچون یا بڑون کو کچھ دیتا ہے جس کو رونگا کہتے ہین وہ مطلقاً ناجائز ہے یا بلا اجبار درست ہے۔

الجواب - یہ زیادۃ فی المبیع ہے اور حسب تصریح فقہاء مباح ہے بشرط تراضی فقط واللہ اعلم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

ن تتمہ ۔۔ ۔۔ ناصر الدین بعد بیع

سوال۔ چند بیوپاریون نے ایک بیوپاری کے پاس اپنا کچھ مال بھیجدیا اور لکھدیا کہ پانچ روپیہ من فروخت کرکے ہمارے پاس روپیہ بھیجدو بیوپاری مذکور نے مال مذکور چھ روپیہ من فروخت کرکے پانچ روپیہ کے حساب سے مالکون کے پاس روپیہ بھیجدیا اور روپیہ من جو زیادہ پڑا وہ خود رکھا اور اس امر کی مالکون کو خبر بھی ہوگئی اور وہ راضی ہوگئے کیونکہ اصل قیمت حسب دلخواہ ہمارے پاس آگئی اور اسنے اپنا حق المحنت رکھا پس اس طور سے ہمیشہ کوئی کیا کرے یہ شرعًا درست ہے یا نہین

الجواب۔ یہ مال جو چھ روپیہ من کو فروخت ہوا ہے یہ سب روپئے مالکون کا حق ہے کیونکہ انکے مال کا بدل ہے اس مین سے بیوپاری مذکور کو فی من ایک روپیہ رکھنا جائز نہین ہان اگر مالکون کو خبر ہوجاوے اور وے اسے معاف کردین تو بعد معاف کردینے کے اسکو حلال ہوجاوے گا اگر مالکون کو خبر نہوتی یا وہ معاف نہ کرتے تو اس کو وہ روپیہ حرام رہتا قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم الآیۃ فقط ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۱ھ

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید ایک اراضی بضرورت حوائج خانہ داری و ادائے قرض وغیرہ ایک ہندو کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہے اور غالب ہے کہ ہندو مذکور اسمین شوالہ وغیرہ بنائے ایسی صورت میں زید کو اراضی مزبور کا اس ہندو کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے یا نہین

الجواب۔ جائز ہے ولاباس ببیع العصیر ممن یعلم انہ یتخذہ خمرًا ومن آجر بیتا لیتخذ فیہ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر بالسواد فلاباس بہ ہدایہ ج ۴ ص ۴۵۶ واللہ اعلم ۱۳ شعبان سنہ ۱۳۰۴ھ

سوال۔ زید نے اپنے روپیہ سے مکان خریدا اور قبالہ مین نام اپنی زوجہ ہندہ کا کسی مصلحت سے بائع سے لکھوایا اور ایجاب و قبول مابین بائع اور زید مشتری کے ہوا اور اس کاغذ کی رجسٹری بھی ہوگئی بعدہ ہندہ فوت ہوگئی اور مہر ہندہ معاف کرچکی تھی اس صورت مین مکان خرید شدہ زید کا ہی یا ورثہ ہندہ کا۔ مولوی راغب اللہ از پانی پت

الجواب۔ رکن بیع کا ایجاب و قبول ہے جن مین ایجاب و قبول واقع ہوا انکے ہی درمیان بیع متحقق ہوئی توجب ایجاب و قبول زید نے کیا تو ملک اسکی یقینًا ثابت ہوئی اب انتقال ملک بغیر کسی عقد صحیح معتبر تام کے نہین ہوگا تو صرف اس سے کہ کسی مصلحت سے بیوی کا نام درج کرادیا زید کی ملک زائل اور بیوی کی ملک ثابت نہین ہوگی تاوقتیکہ کوئی عقد صحیح معتبر مفید انتقال ملک

واقع نہوحالانکہ ہمیشہ تصرفات مالکانہ خود کرتا رہا اور اب بھی اپنے آپ کو مالک بتلاتا ہے پس اس مین
درشہ ہبندہ کو کچھ دعوی نہین پہونچتا ہان اگر ہبہ صحیح یا اقرار صحیح گواہون سے ثابت کردین اُسوقت دعوے
درست ہوگا و بیع التلجیۃ وھو ان یظہر اعقدا وھما لا یریدانہ یلجأ الیہ بخوف عدو ولیس بیع فی الحقیقۃ بل کالہزل
جلد ۴ صفحہ ۲۴۴ توجب تلجیہ مین عاقد کے لیے عقد صحیح نہین ہوتا تو غیر عاقد کے لیئے تو بدرجہ اولےٰ ثابت
نہوگا واللہ اعلم فقط اللھم اعف عنی وعن جمیع المسلمین۔

کتاب الربوا

سوال۔ زید اور عمرو مین منی آرڈر کے ذریعے سے روپیہ بھیجنے مین گفتگو ہے۔ زید کہتا ہی کہ منی آرڈر
کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا جائز ہے اور جواز کی دلیل یہ بیان کرتا ہے کہ ہر چیز مین اصل اباحت ہے
عمرو کہتا ہے کہ چونکہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنا کسی معاملہ شرعی کے تحت مین داخل نہین
اس لئے ناجائز ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ معاملہ شرعی کے تحت مین داخل ہے اور داخل ہونے کو
اس طرح بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی کسی حمال سے کام لے اور اجرۃ پیشگی دیدے تو جائز ہے عمر کہتا ہے کہ
منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیجنے مین اور حمال سے کام لینے مین اور پیشگی اُجرۃ دینے مین فرق
ہے پہلی صورت کو دوسری صورت پر قیاس کرنا صحیح نہین کیونکہ منی آرڈر مین تو شرط ہے کہ روپیہ
پہنچانے کی اُجرۃ پیشگی لیجاوے اور حمال کو پیشگی اُجرۃ دینا شرط نہین بلکہ دینے والے کا احسان
ہے اگر پیشگی اُجرت نہ دے تو حمال شرعًا یا عرفًا تقاضا نہین کر سکتا اور منی آرڈر تو اُس وقت تک
روانہ ہی نہین ہوسکتا جب تک پیشگی اُجرۃ نہ دے اسکے علاوہ ناجائز ہونے کی وجہ عمرو ایک اور بھی
بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ حمال پر قیاس کرنا اسوجہ سے بھی صحیح نہین کہ حمال کے پاس جب تک
وہ بوجھ ہے وہ اُس کا امین ہو اگر حمال سے وہ بوجھ کھو جاوے تو تاوان نہ لیا جاویگا۔ جیسا امین سے
نہین لیا جاتا اور منی آرڈر کا روپیہ اگر ڈاکخانہ والون کے پاس سے کھو جاوے تو اُسکا تاوان لیا
جاتا ہے اور ڈاکخانہ سے گویا شرط ہے کہ اگر روپیہ کھو جاوے تو وہ تاوان دیگا اسکے علاوہ ناجائز
ہونے کی وجہ ایک اور بھی بیان کرتا ہے وہ کہتا ہی کہ حمال پر قیاس کرنا اسوجہ سے بھی صحیح نہین کہ
حمال کے پاس جب تک وہ بوجھ ہے وہ اُس کا امین ہی اور امین پر واجب ہے کہ جو چیز امانت مین دیجاوے

بعینہ وہی واپس کرے اور منی آڈر مین سب جانتے ہین کہ وہی روپیہ بعینہ نہین ملتا بلکہ اُسکی مثل دوسرا روپیہ ملتا ہے۔ زید کہتا ہو کہ عموم بلوی و دفع حرج اور تعامل علماء و صلحاء کی وجہ سے بعض ناجائز چیزین بھی جائز ہو جاتی ہین اور یہ تو مباح الاصل ہے یہ کیونکر نہ جائز ہوگا۔ مثلاً غلہ کی بالیون کو بیلون سے پامال کراتے ہین اور بیل اُس مین بول و براز کرتے ہین اس کو سب جانتے ہین پھر عموم بلوی و دفع حرج اور تعامل علماء و صلحاء یا تعامل خلائق کی وجہ سے اس کو سب حلال جانتے ہین اور اس غلہ کا سب استعمال کرتے ہین اسی طرح اگر منی آڈر بھی بالفرض ناجائز ہو تو جائز ہو جائے گا۔ اب از روئے شرع شریف اس گفتگو کا فیصلہ فرمایئے اور قولِ فیصل ارشاد فرمایئے تاکہ قلب کو تسکین ہو۔

الجواب۔ قاعدہ کلیہ ہے الاقراض تقتضی بامثالها اور منصوص ہو کہ قرض مین کمی بیشی کی شرط ربوا ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ منی آڈر کا روپیہ جو ڈاک خانہ مین داخل کیا جاتا ہے آیا وہ امانت ہو اور اہل ڈاک اجیر یا قرض ہو اور اہل ڈاک مستقرض سو چونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ روپیہ بعینہ نہین بھیجا جاتا اور نیز قانون ہو کہ اگر ڈاکخانہ سے وہ روپیہ اتفاقاً ضائع ہو جاوے تو اہل ڈاک اُس کا ضمان دیتے ہین ان دونون امر سے معلوم ہوا کہ وہ امانت نہین بلکہ قرض ہے جو دوسری جگہہ ادا کیا جاتا ہو پس فیس بھی جزو قرض ہوا اور مقام وصول پر چونکہ بوضع فیس ادا کیا جاتا ہے اس لیئے قرض مین کمی بیشی لازم آئی یہ وجہ اُسکے ممنوع ہونے کی ہو بلکہ اگر یہ فیس بھی نہو تب بھی حسب قاعدہ کلیہ کل قرض جر نفعا فهو ربوا بوجہ منفعت سقوط خطر طریق کے داخل سفتجہ ہو کر مکروہ ہے فی الدر المختار کتاب الحوالة وكرهت السفتجة اور چونکہ یہ عقد اجارہ نہین ہو جیسا اوپر مذکور ہوا لہذا مسئلہ حال سے اُس کو کوئی مس نہین کما ہو ظاہر اور عموم بلوی طہارات و نجاسات مین مؤثر ہے نہ حلت اور حرمت مین اور تعامل اسکو نہین کہتے بلکہ وہ ایک قسم ہے اجماع کی اور اُسمین شرائط اجماع کا پایا جانا ضروری ہے منجملہ اُسکے یہ بھی کہ علماء عصر واحد بلا نکیر اُس کو قبول کرلین متنازع فیہ مین یہ امر مفقود ہے اسلیئے یہ تعامل نہین ہو ایک رواج عامیانہ ہے جو شرعاً حجة نہین۔ اس سے سب نظائر مذکورہ زید کا جواب نکل آیا واللہ اعلم۔ البتہ بہت عرق ریزی سے اسقدر تاویل کی گنجائش ہو سکتی ہے کہ فیس کو اُجرة کتابت درو انگی فارم کی کہا جاوے اس سے حرمة تفاضل تو دفع ہو جاویگی مگر کراہت سفتجہ کی باقی رہیگی واللہ اعلم۔ ۱۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

جمع کردن روپیہ بر بینک ڈاکخانہ

سوال ۔ زید اور عمرو مین ڈاک خانہ مین روپیہ جمع کرنے کی نسبت گفتگو ہے زید کہتا ہے کہ محض بغرض حفاظت ڈاک خانہ مین جمع کر دینا جائز ہی۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ روپیہ سودی تجارتون مین لگایا جاتا ہے اور اس جمع کرنے مین سودی تجارۃ کی اعانت ہے لہذا ناجائز ہے زید کہتا ہے کہ سب کا روپیہ تجارۃ مین نہین لگایا جاتا کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ جب کوئی شخص اپنا روپیہ برآمد کرانا چاہے روپیہ برآمد ہو جائیگا البتہ بعض کا روپیہ تجارۃ مین لگایا جاتا ہوگا یا تھوڑا تھوڑا سب کا لگایا جاتا ہو بہرحال یہ معلوم ہونا مشکل ہے بلکہ عادۃً ناممکن ہی کہ کس کا روپیہ تجارۃ مین لگایا گیا کس کا نہین لگایا گیا یا کس نسبت سے روپیہ لگایا گیا کیونکہ سب کا روپیہ ملا کے رکھا جاتا ہے اور بالفرض اگر سب روپیہ تجارۃ مین لگایا جاتا ہے جب بھی اعانت علی المعصیۃ کا الزام نہین کیونکہ اس قسم کی اعانت علی المعصیت کو اعانت علی المعصیۃ ہی نہین خیال کیا گیا مثلاً ولایت کی ہزارون چیزین کپڑے برتن گھڑیان دیا سلائی وغیرہ ہندوستان مین فروخت ہوتی ہین اور ہم کو یقیناً معلوم ہے کہ انکے بنانے والے انگریز ہین جو سودی لین دین اور سودی تجارۃ کے عادی ہین اور بمبئی کلکتہ وغیرہ مین جو مال لیا گیا ہے وہ بھی ناجائز طریقہ تجارۃ سے لیا گیا ہے ۔ پھر ہم تمام مسلمان کیا عوام کیا علماء وصلحاء سب ہی ان چیزون کو خریدتے ہین اور کام مین لاتے ہین مسلمانون کا خرید کرنا سودی تجارۃ کو ترویج دینا ہے یا نہین اگر پوری ترویج نہین تو مسلمان تھوڑی ترویج تو ضرور ہی دیتے ہین مگر سودی تجارۃ کی تھوڑی ترویج بھی تو آخر حرام ہی ہوگی اور اعانت علے المعصیت کے تحت مین داخل ہوگی جس طرح ڈاک خانہ مین روپیہ جمع کرنے سے اعانت علی المعصیت ہے اسی طرح بلکہ غور سے دیکھو تو اس سے کہین زائد ولایتی چیزون کے خرید کرنے مین اعانت علی المعصیت ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عمرو اس کو جائز کہے اور اس کو ناجائز اسکے علاوہ ہمارے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر چادر کا ایک کونہ ناپاک ہو گیا ہو اور یاد نہ آتا ہو کہ کونسا کونہ ناپاک ہو گیا تھا تو جس کونہ کو دھو ڈالے گا چادر پاک ہو جاویگی اس جزئی کو یاد رکھو اور دیکھو کہ چادر کیون پاک ہو جائیگی بظاہر چادر کو پاک نہونا چاہیئے کیونکہ ممکن ہی اسنے وہ کونہ نہ دھویا ہو جو ناپاک تھا بلکہ وہ کونہ دھویا ہو جو پہلے سے پاک تھا مگر پھر بھی شریعت نے چادر کو پاک کہا اس پاک کہنے کی دو وجہ ہو سکتی ہین ایک تو دفع حرج دوسرے یہ کہ جب شبہہ ہو گیا کہ معلوم نہین وہ کونہ ناپاک ہے معلوم نہین یہ کونہ ناپاک ہے تو صرف شبہہ سے ہر کونہ کو ناپاک نہین کہتے اسکی ایک نظیر کتب فقہ مین اور بھی موجود ہے وہ یہ ہے کہ جب غلہ کی بالون کو بیلون سے پامال کرانے

ہین تو بیل ان پر بول و براز کرتے ہین اس غلہ کے پاک ہونے کو فقہار نے لکھا ہی کہ کچھ غلہ محتاجون کو دیدیا جاوے یا حصہ دارون مین تقسیم کر دیا جاوے تو کل غلہ پاک ہوجائیگا۔ اور وجہ یہ لکھتے ہین کہ شبہ ہوگیا کہ شاید ناپاک غلہ دوسرے کے حصہ مین چلا گیا ہو ہمارے حصہ مین نہ رہا ہو اس مین شک نہین کہ یہ وجہ یا اسکے مثل جو اور وجوہات ہون سب کمزور ہین اور سب کا حاصل یہ ہے کہ عموم بلوی دفع حرج تعامل علمار صلحار یا تعامل خلائق کی وجہ سے یہ چیزین حلال اور پاک اور جائز ہین انھین دونون صورتون پر ڈاکخانہ مین زر جمع کرنے کو خیال کرو جس طرح کہ شبہون سے وہان ناپاک چادر اور ناپاک غلہ پاک اور حلال ہوجاتا ہی اسی طرح کے شبہون سے یہان ڈاک خانہ کا حرام اور ناپاک روپیہ بھی حلال اور پاک ہوجاویگا (حرام اور ناپاک علی سبیل الفرض کہا گیا ورنہ وہ ایسا نہین ہے) اور اگر اس قسم کے شبہون سے قطع نظر کرکے وہان عموم بلوی و دفع حرج تعامل علمار صلحار سے حرام و ناپاک کو حلال و پاک بنایا جاتا ہی تو یہان بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے دونون مین فرق کرنے کی کوئی وجہ نہین اگر یہ کہا جائے کہ جب ڈاکخانہ نہ تھے تو صرف حفاظت کی غرض سے لوگ روپیہ کہان رکھتے تھے جہان پہلے رکھتے ہون وہین اب بھی رکھا کرین تو کہا جائیگا جب ڈاکخانہ نہ تھے اور منی آڈر کے ذریعے روپیہ نہین بھیجا جاتا تھا تو لوگ کس طرح روپیہ بھیجتے تھے جس طرح پہلے بھیجتے تھے اسی طرح اب بھی بھیجین اگر وہ جائز تو یہ کیون ناجائز دونون مین کیا فرق ہے اگر وہان کوئی وجہ جواز کی ہے تو یہان بھی کوئی وجہ جواز کی ہے۔

الجواب ۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ امانت اگر مالک کی اجازت سے دوسرے اموال مین مخلوط کر دیجائے تو مجموعہ مشترک ہوجاتا ہے فی در المختار کتاب الایداع وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ فان انشق الکیس لعدم التعدی پس جب حسب بیان سائل وہ روپیہ ملا کر رکھا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خلط بالاذن ہے تو جسقدر روپیہ تجارۃ ناجائز مین لگے گا اوس مین سب کا مخلوط اتھوڑا روپیہ ضرور ہوگا پس ہر شخص بقدر اپنے حصہ مشترک کے معین اوس تجارۃ کا ہوگا اور معصیت کی اعانت ضرور معصیت ہے اور خرید اشیار کو سودی تجارت کی اعانت نہین کہہ سکتے کیونکہ ہم نے جب کوئی شے خرید کر اسکی قیمت ادا کردی تو وہ قیمت اوس تاجر کی ملک ہوگئی ہمارا روپیہ معصیت مین صرف نہین ہوا اور یہان تو خود ہمارا ہی روپیہ تجارۃ حرام مین لگایا گیا ہے اور جو نظائر فقہیہ سوال مین مذکور ہین ان سب کا جواب یہ ہی کہ ان نظائر مین بعض اجزاء واقع مین اجزاء اجنبیہ سے متمیز و منفرد

ہین تو دفع حرج کے لئے اس کا اعتبار کرلیا گیا اور یہان بالیقین ہر جزو مین بوجہ اشتراک اعانت علی المعصیۃ ہو رہی ہے اور عموم بلوی کا جواب مسئلہ منی آرڈر مین مذکور ہو چکا ہے اور منی آرڈر اور اسمین جو فرق دریافت کیا ہے اول تو فرق نہونا مضر نہین کیونکہ اُس کو بھی منع کیا جاتا ہے جیسا مفصلاً مذکور ہوا پھر تاویل اخیر کے اعتبار سے فرق بھی ہو سکتا ہے گو اس مین ایسی تاویل اب تک نہین نکلی فافترقا البتہ اگر یقیناً تحقیق ہو جاوے کہ اس روپیہ سے ناجائز کام نہین ہوتا تو بدون سود لینے کے جمع کرنا جائز ہوگا۔ واللہ اعلم ۔۱۸۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ والد صاحب قبلہ نے ایک عرصہ سے منی آرڈر بھیجنا چھوڑ دیا ہے بجائے اُسکے نوٹ بھیجتے ہین نوٹ جہان جاتے ہین وہ اُس کو فی سیکڑہ کچھ آنون کی کمی سے لیتے ہین یہ جائز ہے یا نہین۔

جواب۔ نوٹ کمی سے لینا دینا دونون ناجائز ہین مگر میرے نزدیک اس کمی سے بدل مین حرمت و خباثت پیدا نہین ہوتی اسکی وجہ محتاج تطویل ہے ورنہ لکھدیتا۔

سوال۔ بندہ کے یہان نمک کی تجارت ہوتی ہے اور تین جگہہ کارخانہ ہے ایک آڑتی بہت معتبر مل گیا ہے اُس نے روپیہ بھیجنے کی سبیل یہ رکھی ہے کہ جب مال فروخت ہو جاوے تو نوٹ بھیجدیتا ہے ایک بار میرے ذمہ اُسکے روپیہ چاہتے تھے بوجہ دیر مین پہونچنے روپیہ کے اُسنے سود لگایا تو بندہ نے اُس کو سود نہین دیا اور یہ لکھا کہ ہمارے مذہب مین سود لینا اور دینا دونون ناجائز ہین اس لئے ہم معاملہ سود کا ہرگز نہین کرسکتے اُسنے لکھا کہ ہم سود نہین لینگے اور یہ بھی معاملہ طے ہو گیا کہ سود کا لین دین کبھی نہوگا البتہ جب نوٹ بھیجتا ہے تو کمی کے ساتھ بھیجتا ہے مثلاً فی سیکڑہ دو آنہ یا تین آنہ کاٹتا ہے اُنکے یہان کٹ کی شرح مختلف اوقات مین مختلف طور سے معین ہوتی ہے اور کچھ حصہ ہمارے روپیہ مین سے گوسالہ کے نام کا بھی کاٹتا ہے اور یہ ہماری ہی تخصیص نہین بلکہ اُنکے یہان کا قاعدہ ہر ایک سے یہی ہے سو بندہ یہ دریافت کرتا ہے کہ یہ امر دونون جائز نہین معلوم ہوتے اسکے بارہ مین کیا کیا جاوے اگر اُس سے یہ کہا جاوے کہ یہ معاملہ ہم نہین کرینگے تو وہ ہرگز نہ مانیگا کیونکہ نوٹ مین کمی اُنکے یہان سود مین شمار نہین اور گوسالہ کی نسبت بھی نہین مان سکتا کیونکہ صرف ہمارے لیے قانون جدید نہین معین کرے گا تو اب کیا حیلہ کیا جاوے جس سے معاملہ شریعت کے موافق رہے اور یہ بھی تحریر فرمایئے کہ اگر وہ یہ معاملہ رکھے تو مجھپر مواخذہ اخروی رہیگا یا نہین

اور نوٹ مین کمی زیادتی صرف مسلمانون کے درمیان ناجائز ہے یا جب ایک جانب مسلم ہو اور دوسری جانب کافر تو بھی جائز ہے یا نہین جملہ امور کو مفصلاً تحریر فرمادیجئے۔

الجواب - نوٹ کی حقیقت حوالہ ہے اور حوالہ مین کمی بیشی جب معروف یا مشروط ہو ربوا ہے البتہ اگر بلا شرط و عرف ہو تو بعض صورتون مین تاویل صلح کی ہو سکتی ہے مگر اب ممکن نہین میری سمجھ مین تو اسکی تدبیر بجز اسکے کہ نقد روپیہ اُس سے لیا جاوے اور کچھ نہین آتی یا اُسپر یہ بات ثابت کردیجاوے کہ ہمارے مذہب مین یہ سود ہے یا اسکی کچھ آڑہت بڑھا کر حق ٹھیرا دیا جاوے اور یہ کہدیا جاوے کہ نوٹ برابر سرابر لیا جاویگا اور تمہاری کمی اس اضافہ سے پوری کردیجاویگی اور یہ تدبیر غالباً سہل ہے رہا گوسالہ کا قصہ سو اگر وہ آڑھتی آپ کا مشتری ہوتا اور آپ اُس سے بائع ہوتے تب تو بتاویل حط ثمن کے یہ جائز ہو سکتا تھا گویا اپنا روپیہ وہان دیتا ہے اور آپ کو ثمن کم دیتا ہے لیکن آڑھتی وکیل ہوتا ہے وہان یہ تاویل ممکن نہین اس لیئے میرے نزدیک اُسے یون سمجھا دیا جاوے کہ حق آڑھت اور حصہ گوسالہ یہ سب مجموعہ حق آڑھت مین شمار کرنا چاہیئے پھر خواہ وہ بہی مین کسیطرح لکھے کچھ حرج نہین فقط واللہ اعلم۔

سوال - احقر نے ایک شخص کو سونے کی بالیان پورانی بغرض فروخت دی تھین اور ذکر تھا کہ از سر نو بنینگی اُنھون نے اُن کو صہ کو فروخت کر کے سُنار کو روپیہ دیدیا اور کہدیا کہ اس مین تھوڑا سونا اور ڈال کر ایک تولہ کی نئی بالیان بنادے حساب بعد مین کردیا جاوے گا چنانچہ اُسنے اُتنے ہی وزن کی بنادین یہ صورت ناجائز ہوتی ہے - ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ صہ جو پیشگی دیئے گئے ہین وہ سُنار کے پاس امانت یا قرض سمجھے جائین اور زیور دست بدست للعہ کو خریدا جائے اس مین نسیہ ہو گیا اب چونکہ صہ بذمہ سُنار واجب الادا ہین اسلیئے وہ مقدار ساقط کر کے عہ اور اُسکو دیدو یا یون کرو کہ للعہ نقد دیکر دست بدست اُس سے زیور لے لو پھر اپنے صہ کا مطالبہ اُس سے کرو اور ایک صاحب یہ تاویل کرتے ہین کہ سُنار تمہاری طرف سے للعہ کا سونا خریدنے کے لیئے وکیل ہے صہ تمسے پیشگی لے چکا ہے اور دس کا سونا اپنے پاس سے خرید لایا ہے اس کا مطالبہ اب کرتا ہے حضور اس مین کیا فتوے دیتے ہین۔

الجواب - تاویل ثالث تو چل نہین سکتی کیونکہ وکالت بلا توکیل کیسے ہوگی اور توکیل یہان ہے نہین

ف زرگر را روپیہ دادن برائے ساختن زیور

لہذا یہ بالیان جدید سنار کی ملک ہونگی اور اب اُنکی بیع جدید ہوگی پس اگر وہ بعینہ سنار کے پاس موجود ہین تو قرض کی تاویل نہین ہوسکتی کیونکہ نہ تصریحاً قرض دیا نہ تصرف کی وجہ سے اُسکے ذمہ دین ہوا پس لابد امانت ہوگی اور امانت مین روپیہ معین ہوتا ہے تو عقد متعلق اُس روپیہ سے ہوگا اور وہ مجلس مین موجود نہین تو نسیہ لازم آنے سے ناجائز ہوگا پس جب قرض ہوا نہ امانت سے عقد کا متعلق ہونا جائز ہوا اس صورۃ مین صرف یہ صورت جائز ہوسکے گی کہ اپنی امانت اوّل واپس کرلے اور اُسمین دس روپیہ اور ملادے اور دست بہ دست خرید لے اور اگر وہ صرف اُسکے ضمان مین داخل ہوگیا ہے خواہ بوجہ صرف بکرڈالنے کے یا بوجہ مخلوط کر دینے کے تو البتہ وہ دین ہوگیا ہی اس صورۃ مین تاویل اوّل چل سکتی ہے اور تاویل ثانی بے تکلف صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ ایک شخص سود لیتا ہے اور لوگ اُس سے سود پر لیتے ہین وہ غرض پر لیتے ہین جب اُن لوگ بیچارہ کو کوئی سامان نہین ہوتا یا کوئی دستگرداں نہین دیتا تب وہ مجبوراً قرض سود پر روپیہ لیتا ہے تب ایسی حالت مین دونون سود لینے والا اور دینے والا کیونکر گنہگار رہوگا وہ بیچارہ تو مجبوری لیتا ہے جبکہ کوئی سامان نہین ہوتا ہے ورنہ وہ نہین لیتا جب کوئی شخص دوسرا قرض بے سود کا دیدیوے تب وہ کیونکر لے تب ایسی حالت مین صرف لینے والا گنہگار ہوگا دینے والا کیون ہوگا۔

جواب۔ جو لوگ سودی روپیہ لیتے ہین جہان تک دیکھا گیا ہے فضول قصونکے لیے لیتے ہین اور جو ضرورت مین بھی لیتے ہین تو اپنے گھر کے ذخیرہ کو زیور کو اسباب کو محفوظ رکھنا چاہتے ہین کہ یہ بھی اپنے پاس رہے اور قرض سے کام چلجاوے پس یہ کیفی ضرورت مین لینا نہوا وہ ضرورت یون بھی پوری ہوسکتی ہے کہ اوّل سب چیزین اپنی بیچڈالین یا اپنی شان اور وضع محفوظ رکھنے کے واسطے مزدوری محنت کرنے کو عار سمجھتے ہین سو عقلاً و شرعاً یہ ضرورتین قابل اعتبار نہین پھر ان سب کے بعد ایسے اضطرار کے وقت مردار کھانا بھیک مانگ لینا درست ہی پس سود پر قرض لینے کی کسی حالت مین ضرورت نہین ہے اسلیے یہ گنہگار ہوگا فقط واللہ اعلم ۲۵ شعبان ۱۳۲۱ھ ہجری

سوال۔ چند لوگ گورنمنٹی نوکر ہین یعنے رسالہ مین اور نوکر ہوے کسیکو سولہ برس ہوے اور کوئی اٹھارہ برس کا نوکر ہے اور کوئی بیس برس کا نوکر ہے اور جب نوکر ہوئے تھے تو یہ قاعدہ نہ تھا جو اب دو چار سال سے نیا جاری ہوا ہے یعنے ہر ایک سوار کا فی ماہ پانچ روپیہ سرکار کاٹ لیتی ہے تعدلو

اڑھائی سو روپیہ کی ہے جب کہ ڈھائی سو روپیہ پورا ہو جاتا ہے پھر نہیں کاٹا جاتا ہے اور وہ روپیہ بنک میں جمع ہو جاتا ہے اور اُس روپیہ کا سود ہر ماہ سرکار دیتی ہے اور جو لوگ کہ سود لینے میں انکار کرتے ہیں تو سرکار اُنسے دستخط کرا لیتی ہے اور سود کا روپیہ بھی اصل روپیہ میں ملا دیتی ہے اور وہ روپیہ اپنے صرف میں آتا ہے یعنے اگر سوار کا گھوڑا مر جاتا ہے تو سوار کو سرکار اُسی روپیہ سے گھوڑا خرید کر دیتی ہے اور جس کا گھوڑا نہیں مرتا ہے تو اُس کو سرکار ہر ماہ سود دیتی ہے غرض کوئی بچنے کی صورت نہیں کہ اُس کا روزگار بھی قائم رہے اور سود سے بھی بچے مگر گھوڑا نہ مرے تو جس وقت نوکری چھوڑ کر آوے اُسوقت اُس کا روپیہ جمع و سود کل سرکار دے دیتی ہے اور اگر وہ چاہے کہ میں جمع نہ لوں اور سود نہ لوں تو اسکی جمع کا روپیہ بھی مارا جاتا ہے اور تنخواہ مبلغ ۵۰ ماہوار کی ہے۔

الجواب۔ خاص اس صورت میں سرکار جو سود کے نام سے دیتی ہے وہ سود نہیں ہے اُس کا لینا درست ہے لیکن خدارا دوسری صورتوں کو اسپر قیاس نہ کیا جاوے لان مالہم مباح برضاہم و انما یلحق فی بعض الصور اثم العقد ولا عقد بالجبر لیکن اگر یہ مقدار سود مذکور کی مساکین میں صرف کردیجاوے تو خوب ہے درع ما یریبک الی ما لا یریبک فقط ۲۷ صفر سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ انگریزی پرامسری نوٹ کے منافع کا لینا گورنمنٹ سے جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب۔ فی الہدایۃ ولا ربوا بین المسلم والحربی دلت ہذہ الروایۃ بعد تفصیلہا بتعلیلہا علی کون المال الذی حصل من حربی برضاہ بلا غدر ولو بالعقود الفاسدۃ الباطلۃ مباحًا عند ابی حنیفۃ واباحۃ المال لا یستلزم اباحۃ العقد کما اذا باع الحر من المستقرض المحاید لاستیفاء حقہ والوعید الوارد فی النصوص لم ینحصر فی اکل المال بل یعم الاکل والعقد والاعانۃ کما روی لعن اللہ آکل الربوا وموکلہ وشاہدیہ وکاتبہ الحدیث فاقتضی ہذا المجموع ان المال فی الصورۃ المسئول عنہا مباح وہذا العقد حرام اثم فالآخذ من المسلم والذمی یاثم باثمین ومن الحربی باثم واحد ہذا اذا ثبت کون الدار دار حرب ولم یثبت قوۃ دلیل الجمہور والا فلا مساغ لاباحۃ المال ایضا واللہ اعلم ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ ہندوستان میں یہود اور نصاری سے سود لینا حسب رائے مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ درست معلوم ہوتا ہے اور حسب تحریر مولانا عبد الحی صاحب علیہ الرحمۃ نادرست از روی تحقیق کس کا قول معتبر ہے۔

ف نفع پرامسری نوٹ

ف ربوا در ہندوستان

جواب - احقر نے دونوں بزرگوں کی تحریر نہیں دیکھی ورنہ شاید اُن کے متعلق کچھ کہہ سکتا بہر حال نفس مسئلہ میں جو کچھ میری سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے لا یباح العقد لکونہ ربوا نہی عنہ نصاً قطعیا و یباح المال الماخوذ لان مال الحربی مباح برضاہ بلا غدر بہ ولم ار احدا من اصحاب الفتاوی حکم بحل العقد مقصودا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۱۶ر شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال متعلق سوال بالا

(توضیح سوال مذکور) اقول یختلج فی قلبی اما اولا فان العلامۃ الدھلوی قد صرح بجواز اخذ الربوا من الحربی کما یدل علیہ کلامہ المنقول ولم یقل صراحۃ ولا اشارۃ ان المال مباح دون العقد واما ثانیا فلان العقد الربوی من الحربی لا یخلو عن ان یکون اما صحیحا او فاسدا او باطلا فعلی الاول لا یصح الحکم بعدم اباحۃ العقد کما ہو ظاہر وعلی الثانی الحکم بعدم اباحۃ العقد صحیح اما الحکم باباحۃ المال فغیر صحیح لان فساد العقد یورث خباثۃ فی المال کما ہو مصرح فی الفقہ وعلی الثالث حکم العقد والمال ظاہر ولم نجد فی الکتب نوعا من العقد بحیث یکون العقد فاسدا او باطلا والمال حلالا واما ثالثا فان النص المحرم قولہ تعالیٰ احل اللہ البیع وحرم الربوا قطعی والخبر لا ربوا الحدیث لیس متواترا ولا مشہورا فبای حجۃ خصص اصحابنا نصا قطعیا فعلیکم الجواب بالدلیل لیشفی العلیل - مولانا شاہ عبد العزیز صاحب قدس سرہ کی عبارت مجریہ ذیل میں مذکور ہے مجموعہ فتاوائے مولانا عبد العزیز قدس سرہ ج اول ص۳۳ (سوال) تمامی اقلیم نصاری باتفاق دار الحرب ہست یا نہ اگر ہست اہل اسلام را از ان نصاری سود گرفتن جائز است یا نہ (جواب) بشروطیکہ در دار الحرب در روایات فقہیہ مذکور است ملاحظہ باید نمود چنانچہ برخی از ان درین قرطاس ثبت خواہد شد درین اقلیم آن شروط را باید جست اگر متحقق شدند پس دار الحرب قرار یافت و بحکم اذا ثبت الشیٔ ثبت بلوازمہ ہرگاہ دار الحرب شد ربوا گرفتن و دادن بکفرۂ آنجا جائز شد زیرا کہ در ہدایہ مذکور است ولا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب وقاعدہ مقرر است کہ الاطلاق فی الروایات ینبئ عن تعمیمہ پس ہر دو صورت اخذ و اعطاء در نفی داخل لیکن مسلمان را باید کہ در دادن سود بحربی احتیاط کند بے ضرورت ندہد - ایضا فیہ ص۲۸ (سوال) سود دادن بحربیان درست ہست یا نہ (جواب) عبارات کتب فقہیہ عام واقع شدہ اند دادن و گرفتن ہر دو شامل اند مثل لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب وقاضی ثناء اللہ صاحبؒ پانی پتی در رسالہ توجیہ دادن سود نیز نوشتہ اند این وقت فقیر را یاد

نیست لیکن انعقد ظاہر ہست کہ گرفتن سود از حربیان باین وجہ حلال است کہ مال حربی مباح است اگر در ضمن آن نقض عہد نباشد و حربی چون خود بخود دہد بلا شبہ حلال خواہد بود و دادن سود بحربیان باینوجہ حلال است کہ خورانیدن حرام مسلمان درست نیست و آنہا حرام خوار ند اگر چیزے بطریق سود داده خواہد شد بیش ازین نیست کہ حرام خواہد خورد اھ

الجواب - قد رایت کلامہ رحمہ اللہ تعالے الدال علی ما فہمتم فی قولکم اولا ولکن حجیۃ الدال تتوقف علے صحتہ فی نفسہ و ثبوتہ بالدلیل ولم یثبت ثم اطلاقہ فی الاخذ والاعطاء یخالف لما صرح بہ فی الشامیۃ عن الفتح مؤیدا لہ بالسیر الکبیر من ان مرادہم ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم لا مطلقا وما قلتم ثانیا فاقول ان العقد عندی فاسد او باطل ولا نسلم استلزام فساد العقد او بطلانہ لخبث المال الا ترے ان عقد بیع الحر حرام و باطل لکنہ لو باع من مدیونہ الجاحد للدین بمثل دینہ وقبض المال ناویا للاستیفاء حقہ یحل المال مع بطلان العقد و یتاید بما فی رد المحتار من قول الدر المختار مطلقا بقولہ ای ولو بعقد فاسد تحت قولہ لان مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا آہ فحکم بکون العقد فاسدا وکون المال حلالا وما قلتم ثالثا فالنص یحرم للعقد و ہو فیما ذہبت الیہ فی تفہم مراد اصحابنا حرام ولم ار احدا من اصحاب الفتاوی فی المذہب حکم بحلہ مقصودا انما حل المال فالآیۃ غیر متعرضۃ لہ اثباتا او نفیا فلا دلالۃ ولا تخصیص واللہ اعلم ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

منافع بنک

سوال - اگر بنک گھر مین روپیہ جمع کیا جاوے تو اُسکے سود سے منتفع ہونا جائز ہے یا نہین مگر صاحب بنک قوم نصرانی ہین۔

الجواب - سود نصوص قطعیہ سے حرام ہی اور اطلاق نصوص سے اس مین نصرانی و غیر نصرانی سب برابر ہین و اباحۃ الشئی لا یستلزم جواز العقد بہ فافہم واللہ تعالے اعلم و علمہ اتم و احکم ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

سوال - بنظر حالت موجودہ و افلاس مسلمانان کیا سود کا لین دین خواہ آپس مین ہو خواہ غیر اقوام سے شرعاً جائز ہے یا نہین۔

الجواب جب آیت تحریم ربوا کی نازل ہوئی ہے افلاس اُسوقت سے زیادہ تھا اور نیز بہت سا سود اُن معاملات کے متعلق باقی تھا جو کہ زمانہ جاہلیت اور حالت کفر مین ہوئے تھے اُسپر بھی حکم ہوا کہ سود چھوڑ دو ورنہ خدا اور رسول کی طرف سے اشتہار جنگ ہے جب متعاقدین کی حالت کفر کا سود وصول کرنا جائز نہین رکھا گیا تو ابتداءً ایسا معاملہ کرنا کیونکر جائز سمجھا جاوے گا دوسرے زمانہ نزول

وحی مین جو کفار بنی اسرائیل تھے اُنکی شکایت قرآن مین موجود ہے واخذہم الربوا وقد نہوا عنہ جب کفار کے لیئے اجازت نہین جو بعض علماء کے نزدیک مخاطب بالفروع بھی نہین اور اسی بناء پر یہ علماء ربوا کو عقود ذمیین سے مستثنےٰ کہتے ہین کما فی کتاب الغصب من الہدایۃ تو مسلمانون کو جو کہ اجماعاً مخاطب بالفروع ہین کیونکر اجازت ہوگی اور رحمت ہداۃ باب الصلح مین بیہقی سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار نجران سے جن شروط پر صلح کی تھی اُن مین یہ بھی قید تھی مالم یحدثوا احدثا اویاکلوا الربا جب کفار کو اکل ربوا سے روکا گیا تو مسلمانون کو کیسے حلال ہوگا وما فی الکتب الفقہیۃ من انہ لاربوا بین المسلم والحربی فلا یستلزم اباحۃ المال اباحۃ العقد۔ واللہ اعلم۔ ۲۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ۔

سوال - یہ مسئلہ استفسار طلب ہے کہ حضور والا کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان مین اکثر کمپنیان (جماعت تجارت) ایسی ہین جو جان و مال کا بیمہ کیا کرتی ہین اور اُس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جماعت تجارت کی جو مشترک قائم ہین وہ مال منقولہ و غیر منقولہ پر ایک کمیشن سالانہ لیا کرتی ہین اور اگر اندر سال کے وہ مال صرف بذریعہ آتش زدگی کے تلف ہوجاوے تو جسقدر تعیین مال پر انھون نے کمیشن لیا ہے اسقدر تعیین یکمشت مالک مال تلف شدہ کو دیدیا کرتے ہین اکثر لوگ اپنی جائداد کا بیمہ کرایا کرتے ہین یہ طریقہ اسقدر رائج ہے کہ غالباً اس سے آنجناب بھی واقف ہونگے پس آپ سے دریافت کرتا ہون کہ آیا یہ طریقہ بیمہ کا شرعاً جائز ہوسکتا ہے یا نہین مثلاً یہ بھی عرض کرتا ہون کہ اکثر لوگ نوٹ وغیرہ بذریعہ رجسٹری شدہ لفافہ کے ڈاک کی معرفت روانہ کیا کرتے ہین جس سے مقصود صرف حفاظت نوٹ ہوتی ہے پس اگر بیمہ کرنا ناجائز ہوگا تو غالباً رجسٹری کرکے نوٹ روانہ کرنا بھی خلاف شرع شریف ہوگا امید کہ یہ سمع خراشی معاف فرمائی جاوے۔

الجواب - ان اشتہاری و تجارتی بیمون مین کمپنیان جو مالک کو خاص صورتون مین معاوضہ دیتی ہین صورۃً تو وہ عوض ہے اُس مال تلف شدہ کا مگر واقع مین عوض ہے اُس رقم کا جو ماہانہ یا سالانہ داخل کی جاتی ہے کیونکہ اُن کو مقصود وہی ہے ورنہ مال ضائع سے اُن کو کیا نفع ہوسکتا ہے پس باعتبار صورت کے تو یہ قمار ہے لانہ تعلیق الملک علی الخطر والمال فی الجانبین اور باعتبار حقیقت کے سود ہے بعدم اشتراط المساواۃ فی الجانبین فیما یجب فیہ المساواۃ اور قمار اور سود دونون حرام ہین پس یہ معاملہ یقیناً حرام ہے اسیطرح جان بیمہ وہ صورۃً رشوت ہے لان المال فیہ عوض من

غیر متقوم وہذا النفل اور حقیقۃً سود ہے بعین ما مر فی المال دہا بیمہ زیور وغیرہ کا جو ڈاک خانہ مین کرایا جاتا ہے
اسکی حقیقت اور ہے کیونکہ ڈاک والے اُس چیز کو پہونچاتے ہین اور اُجرت لیتے ہین پس یہ معاملہ عقد اجارہ
ہے اور عملہ ڈاک اجیر ہین اور بیمہ زیادت اجرہ ہے اور اُنکی یہ ذمہ داری تاوان کی اشتراط ضمان علی الاجیر ہی
جس کو بعض فقہاء نے جائز کہا ہے بخلاف مذکورہ بیمون کے کہ کمپنی اُس مال یا جان مین کوئی عمل نہین
کرتی اُس مین یہ تاویل محتمل نہین فی الدر المختار باب الودیعۃ واشتراط الضمان علی الامین الخ وفی رد المحتار
وانظر حاشیۃ الفتال وقد یفرق بانہ ہہنا مستاجر علی الحفظ قصدا بخلاف الاجیر المشترک فانہ مستاجر علی
العمل تامل وفی الدر المختار باب ضمان الاجیر ولا یضمن ما ہلک فی یدہ الی قولہ خلافا للاشباہ فی رد المحتار ای
من انہ ان شرط ضمانہ ضمن اجماعا ح وہو منقول عن الخلاصۃ وعزاہ ابن الملک للجامع اہ قلت وفی ہذہ البیمۃ
یستاجر بالزیادۃ علی الحفظ قصدا فکان اولی بالجواز من الاجیر المشترک یضمن علی العمل واللہ اعلم ۵ ارمضان [illegible]ھ

بیع آلو و شکرقند بغلہ نسیئۃ

سوال - آلو یا شکر قند دیکر اُسکے عوض مین ایک مدت معینہ کے بعد غلہ لینا کس طور پہ جائز ہے مثلاً
ایک روپیہ من کے حساب سے آلو فروخت ہوتے ہین تو اب ایک من آلو دیکر ایک روپیہ کا غلہ مدت معینہ
کے بعد اُس نرخ پر کہ جس نرخ سے اُسوقت بازار مین غلہ فروخت ہوتا ہو لینا چاہیئے یا حال مین جو نرخ غلہ کا
ہے اُسی حساب سے لینا چاہیئے بالتفصیل بیان فرمائیے گا۔

جواب فی الدر المختار باب الربوا وان وجدا حدہما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو
مع التساوی وفی رد المحتار فی الصفحۃ الآتیۃ وعلتہ القدر ہو القدر المتفق کبیع موزون بموزون او کیل بکیل
بخلاف المختلف کبیع مکیل بموزون نسیئۃ فانہ جائز اہ اور گیہون وجو طرفین کے نزدیک بوجہ نص کے
ہمیشہ کیلی ہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک بوجہ ہمارے عرف کے وزنی اور دوسری غلے بالاتفاق
تبعا للعرف وزنی ہین کما صرح بہ فی کتب الفقہ اور آلو اور شکر قند موزون ہین پس آلو وشکر قند کے
عوض اگر گیہون یا جو نسیئۃ فروخت کیے جاوین تو امام ابو یوسف کے نزدیک تو کسی طرح جائز نہین
لما مر من الدر المختار اور طرفین کے نزدیک اگر وزن غلہ کا معین ہوجاوے کہ بیس سیر مثلاً لین گے خواہ
نرخ حال وآئندہ کا اس سے کم ہو یا زیادہ ہو تو جائز ہے لما سبق من رد المحتار اور اگر اسی عنوان سے
فروخت کیا کہ جو نرخ ہوگا مثلاً یہ ناجائز ہے اور اگر گیہون اور جو کے علاوہ اور غلات ٹھیرائے ہین تو بوجہ
لزوم نسیہ کے متحد القدر اشیاء مین ناجائز ہے جیسا اوپر مذکور ہوا - واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۲ شوال [illegible]ھ

سوال - مال الحربی فی دار الحرب للمسلم مباح لا مملوک والملک یحصل اما بالبیع الصحیح او بالہبۃ او بالاحراز فی دار الاسلام فظہر ان الملک کما یحصل بالبیع الصحیح صحیحا کذلک یکون بالفاسد فاسدا وخبیثا فینبغی ان یکون مال الربوا مع کونہ مباح الاصل خبیث الملک والعجب ان فقہائنا لم یصرحوا بخبثہ بل یتبادر من کلامہم انہ طیب فعلیکم بدفع ہذا الاشکال فقط

الجواب - الجواب عن السؤال الخاص انہ لا دلیل علی انحصار اسباب الملک فیما ذکر فان الماء والکلاء سواء وجدا فی دار الاسلام او فی دار الحرب یحصل الملک فیہما بمجرد الید من غیر اشتراط الاحراز فی دار الاسلام فلما اخذ المسلم المستامن مال الحربی بشرط ان لا یغدر فانہ حرام حصل بہ الملک من حیث انہ اخذ مع قطع النظر عن قید خارج عن حقیقتہ کالقصر یتعلق بمجرد السفر من غیر نظر الی وصف کونہ معصیۃ لیکون القصر ایضا غیر مشروع کما قالت بہ الشافعیۃ واللہ تعالی اعلم

سوال - زید کو ضرورت ہوئی کسیقدر روپیہ کی پس عمرو کے پاس گیا اور کچھ روپیہ طلب کیا عمرو نے لعہ اور بارہ ٹکے دیئے اور اسوقت مبلغ ایک روپیہ کے چوبیس ٹکے ملتے ہین اور زید سے عمرو نے مبلغ عہ لکھوائے یعنے مبلغ لعہ دیئے اور پورے عہ لکھوالیے اور بعد ختم اجل مقررہ کے اُس سے وصول کرلئے یہ لین دین عند الشرع جائز ہے یا نہین -

جواب - انیس لعہ روپیہ تو یقینا قرض ہین اور بارہ ٹکے مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ قرض ہے دوسرے یہ کہ بیع ہے شق اوّل پر حسب قاعدہ شرعیہ الاقراض تقضی بامثالہا یہ شرط ٹھیرانا حرام ہے کہ اسکے عوض مین پورے آٹھ آنے لیئے جاوینگے اور تقدیر ثانی پر چونکہ یہ بیع مشروط قرض ہے جانب مقرض سے یا یہ بیع مشروط بالقرض ہے جانب مستقرض سے اس وجہ سے حسب حدیث لا یحل سلف وبیع حرام ہے غرض دونون صورتون مین یہ معاملہ حرام ہے سودخوارون نے ایسے حیلے ایجاد کیئے ہین اس لیئے اگر کسی تکلف سے کسی قاعدہ پر اس کو منطبق بھی کرلیا جاوے تب بھی بوجہ فساد غرض کے ممنوع ہوگا فقط ۲۰ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال - ہمارے ملک مین سود سے بچنے کے لیئے یہ حیلہ نکالا ہے مثلاً کسی کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہوئی اُسنے دوسرے سے یون کہا کہ بھائی اگر تم مجھکو پانچ برس کا کرایہ پیشگی دو تو چار روپیہ کرایہ والی زمین دو روپیہ کو دیدینگے اسپر وہ راضی ہوگیا دس روپیہ دے دیا اور پانچ برس کے لیے

زمین پر اپنا قبضہ کر لیا درست ہے یا نہین۔

الجواب۔ صورت مسئولہ درست ہے مع الکراہۃ کبیع العینۃ کما فی الھدایۃ ۔ ۳۰ ربیع الثانی ۱۹ھ

سوال۔ حاجی محسن شیرازی جو ہگلی مین تھے اُسنے ایک فنڈ یعنے چندہ سرکار انگلشیہ مین وقف کر دیا ہے اُسکے سود سے انگریزی کالج و اسکولون مین جو طلبہ مسلمانان انگریزی خوانان کو سالیانہ امتحان مین کامیاب ہونے سے بخشش دیا جاتا ہے آیا روا ہے دیا نہین۔

الجواب۔ اس آمدنی سے انعام وغیرہ جو دیا جاتا ہے لینا جائز ہے لیکن اس جواز سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ انگریزون سے سود کا معاملہ کرنا درست ہے جیسا بعضے لوگ سمجھ گئے ہین بلکہ اس جائز ہونے کی بنا دوسرا امر ہے جو مختصر تحریر سے پورا منکشف نہین ہو سکتا اور مطول تحریر کی فرصت نہین واللہ تعالے اعلم ۲۸ جمادی الاولے ۱۳۲۵ھ

کتاب الوکالۃ

سوال۔ ایک قطعہ زمین مین چند حجرے طلبہ کے لیئے بنانے کی تجویز ہوئی جسمین تخمیناً دو ہزار روپیہ خرچ ہوگا اور ظاہر اوہ ہو نہین سکتا اُسکے لیے چندہ فراہم کیا اسقدر رقم فراہم نہین ہوئی کہ جسمین وہ حجرے تیار ہو جاوین بلکہ فراہم کنندہ تساہل بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو رقم فراہم ہوگئی اور جو ہوگی حسب تجویز مقررہ حجرون مین صرف کرینگے اُسی قطعہ مین مسجد بھی تیار ہو رہی ہے مگر اس کا بانی اور شخص ہے حجرون کے چندہ دہندون مین سے ایک شخص اپنی رقم واپس لینا چاہتا ہے اور اس رقم کو مسجد مین خرچ کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ چونکہ تم تعمیر حجرون مین تساہل کرتے ہو تو مین اپنی رقم کو کیون معطل کرون بلکہ بتعمیر مسجد مین خرچ کرون ساعیان تعمیر حجرہ کہتے ہین کہ تم نے حجرون کی تعمیر کے لیے یہ رقم دی ہے تم کو واپس لینا اور دوسری تعمیر مین خرچ کرنے کا اختیار نہین پس صورۃ مذکورہ مین وہ اپنی رقم واپس لے سکتا ہے یا نہین اگر اُس کو حق رجوع حاصل نہین اور اُسنے باصرار تحویلدار سے لے لیئے دونون گنہگار ہونگے یا نہین اور تحویلدار ضامن ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ کسی شخص کو کسی خاص جگہہ صرف کرنے کے لیئے روپیہ دینے سے وہ روپیہ اُس دینے والے کی ملک سے خارج نہین ہوتا لہذا یہ شخص اپنی رقم واپس کر سکتا ہے اور واپس کر کے اختیار ہے

خواہ مسجد مین دے یا جہان چاہے صرف کرے کیونکہ جس شخص کو روپیہ دیا ہے وہ وکیل ہے اور وکیل مثل ید موکل ہی ہے پس جسطرح اپنے پاس ہونے سے خارج عن الملک نہین ہوتا اسی طرح وکیل کے پاس جانے سے بھی اور یہ روپیہ وقف نہین ہوتا تاکہ گنجایش شبہ ہو۔ ۱۵ رشعبان ۱۳۳۱ھ

تصرف فضولی البیع لنفع دیگران بثمن

سوال ۔ زید عمرو کے کتب خانہ کا مہتمم اور عمرو کا دوست ہے زید کو گمان غالب ہے کہ اگر مین کتبخانہ مین کوئی جزئی تصرف کرونگا تو عمرو کے خلاف نہوگا اس گمان پر زید کتب خانہ کی بعض کتابین خالد کو اس وعدہ پہ دے دیتا ہے کہ خالد اُن کتابون کو فروخت کر کے اپنا کام چلائے اور پھر جب خالد کے پاس وہ کتابین موجود ہون تو زید کو دیدے اور زید بدستور وہ کتابین کتب خانہ مین داخل کردے اس طرح کرنے سے عمرو کے کتب خانہ کا کچھ نقصان نہین اور خالد کا کام بھی چل جاتا ہے اور چونکہ زید کو گمان غالب ہے کہ عمرو اس جزئی تصرف کو جو بغرض نفع رسانی خالد ہے (کہ خالد بھی عمرو کا دوست ہی) جائز رکھے گا اسلیے تصریحًا اجازت تصرف نہین لیتا تو کیا زید و خالد کو ایسا تصرف جائز ہے بصورت مذکورہ بالا زید نے اصلاح الرسوم و تعلیم الدین (جو ایک ہی جلد مین مجلد تھین) خالد کو دین خالد کے ایجنٹ نے اُن کو فروخت کر ڈالا اصلاح الرسوم کی قیمت ۱۲؍ تھی اور تعلیم الدین کی ۸؍ جلد کی قیمت ۱؍ رکھی گئی اور خالد کے ذمہ کل ۱؍ لگائے گئے جو اصلی قیمت ان کتابونکی تھی پھر خالد کے ایجنٹ نے خالد کی طرف سے زید کو اصلاح الرسوم اور جلد کی قیمت ۱۳؍ دیدی اور تعلیم الدین کی قیمت نہین دی بلکہ خالد کی کتابون مین تعلیم الدین کے نسخے موجود تھے اُن ہی مین سے ایک نسخہ تعلیم الدین کا زید کو دے دیا یہ نسخہ زید نے ۸؍ کو فروخت کر ڈالا (۱) اب اگر ۸؍ کو تعلیم الدین اور ۱۲؍ کو اصلاح الرسوم خرید کرکے اور ۱؍ جلد بندی کا دے کر دونون کتابین ایک مین مجلد کراکے کتب خانہ مین بدستور رکھدے اور ۲؍ جو تعلیم الدین کے فروخت ہونے مین نفع ہوا یہ خود لے لے یہ جائز ہی یا نہین (۲) یا یہ ۸؍ جو تعلیم الدین فروخت کرنے سے زید کو ملے ہین اگر یہ زید خالد کو دیدے اور خالد پھر دوسری تعلیم الدین جسکی عام قیمت ۶؍ ہے لیکر مجلد کراکر بطریقہ مذکورہ بالا کتب خانہ مین رکھدے تو جائز ہے یا نہین تعلیم الدین کی عام اور اصلی قیمت ۶؍ ہے لیکن خالد کمیاب ہونے کی وجہ سے اپنے یہان ۸؍ کو دیتا ہے اسی بنا پر ۸؍ کو فروخت کیا ورنہ لیا ۶؍ کو تھا۔

الجواب ۔ اول دو امر سمجھنا چاہیئے اول یہ کہ یہ تصرف فضولی کا ہے اور تصرف فضولی کا بعد اذن

مالک کے مثل ہی تصرف وکیل کے ذمے ہے دوسرا امر یہ کہ حقیقت اس تصرف کی اقراض و استقراض نہیں کیونکہ کتاب ذوات القیم سے ہے ذوات الامثال سے نہیں ان دونون امرون سے معلوم ہوگیا کہ زید وکیل عمرو کا ہی اور خالد وکیل زید کا اور ایجنٹ وکیل خالد کا پس ایجنٹ کا فروخت کرنا بواسطہ مثل بیع اصل مالک کے ہے اور زید نے جو خالد کے ذمے نار لگائے چونکہ زید مشتری نہیں بلکہ ماذون فی البیع ہے اسلئے یہ نار لگانا ایسا ہے جیسے موکل وکیل سے کہدے کہ یہ چیز ۱۰ کو فروخت کرنا تو اس سے یہ نار اسکے ذمے نہیں ہوئے اور اگر اس سے زیادہ کو فروخت کرے تو وہ ملک موکل کی ہے اس کا رکھنا وکیل کو جائز نہیں اب اصلاح الرسوم اور جلد کی قیمت جو ۶ دی گئی یہ تو فروخت ہوگئی اور تعلیم الدین بدستور ملک عمرو کی ہے اور دوسرا نسخہ تعلیم الدین کا جو مبادلہ مین لیا اور یہ نسخہ جدیدہ مثل اصل نسخہ مبدل بہ ملک عمرو کی ہوگیا اب جو زید نے ۸ر کو فروخت کیا یہ ۸ر بھی ملک عمرو کی ہین لہذا ۲ر زید کو رکھنا حرام ہین (جواب سوال دوم متعلق سوال اول) جب یہ ۸ر عمرو کی ملک ہین تو بشرط رضائے متیقن عمرو کے اگر زید نے اسکی تعلیم الدین خرید لی تو بیع صحیح ہوجاویگی خلاصہ کلام یہ ہے کہ زید ان تصرفات مین غیر اصل ہے نہ خود اس کو کوئی انتفاع جائز اور نہ کوئی ایسا تصرف جائز جس مین شک ہو کہ عمرو راضی ہے یا نہین - ۱۲ رجب سنہ ۱۳۲۲ھ

کتاب الکفالۃ

دعوی مہر بر کفیل

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ زید کا نکاح ہندہ سے بمہر مبلغ اڑھائی ہزار روپیہ کے قرار پایا اور خالد والد زید ضامن ادائے مہر از طرف زید ہوا بعد عرصہ چھ سات سال کے خالد نے اپنی جائداد منقولہ اپنے تین لڑکون عمرو و بکر و زید اور اپنی ایک زوجہ مین زبانی تقسیم کرکے اپنے قبضہ مین رکھی اسکے چند یوم بعد زید کا انتقال ہوگیا بعدازان خالد بھی مرگیا اس حالت مین عمرو و بکر اسکی جائداد کے وارث ہوئے اور جو حصے عمرو و بکر کو جائداد خالد سے ملے ہین وہ بہت کم قیمت ہین اب زوجہ زید دعوی اپنے مہر کا اپنے بھائی اور ماموں کی معرفت سے عمرو و بکر پر کرتی ہو اور بگواہی زبانی گواہان نکاح و قاضی نکاح پڑھانے والے کی ضمانت خالد ادائے مہر حسب منشاء خود ثابت کرتی ہو اور کوئی ثبوت تحریری اس بارہ مین نہین رکھتی اور عمرو و بکر بیان کرتے ہین کہ ہم سے

کبھی خالد نے اپنا ضامن ہونا مہر کا بیان نہین کیا تو کیا از روی شرع شریف عمرو بکر مستحق ادای مہر مذکور ہو سکتے ہین اور اگر ہو سکتے ہین تو جسقدر ارث پائی ہے اُسکے موافق عمرو بکر دینگے یا اور زیادہ بھی دینے کے مستحق ہین بینوا توجروا

الجواب - درحالیکہ کفالت کے گواہ موجود ہین کفالت ثابت ہوجائیگی اور کفالۃ بالمال موت کفیل سے باطل نہین ہوتی پس ادای زر کفالۃ میراث پر مقدم ہے پس ہندہ جائداد خالد سے جوکہ عمرو بکر کے قبضہ مین ہے زر مہر وصول کر سکتی ہے اگر جائداد کفایت نہ کر سکے زائد کا مطالبہ عمرو بکر سے نہین ہو سکتا اور عمرو بکر زید کے ترکہ سے بقدر اپنے حق کے وصول کر سکتے ہین بشرطیکہ کفالۃ بامر زید ہوئی ہے ورنہ زید کے ترکہ سے عمرو بکر کچھ تعرض نہین کر سکتے۔ اما الکفیل بالمال فلا تبطل لان حکمہا بعد موتہ فیوفی من مالہ ثم ترجع الورثۃ علی المکفول عنہ ان کانت بامرہ۔ شامی ج ۳ ص ۲۵۷ ۱۵ ربیع الاول

باب الحوالۃ

سوال - ایک شخص نے کسی کی واجب الادا رقم روک لی دوسرے نے اپنے نام سے اُس سے وصول کرکے جلد سے دے دی یعنی جسکی واجب الادا رقم تھی جو اصل قرضخواہ تھا اُس کو دیدی اور وصول کیئے ہوئے شخص کو کہدیا کہ تمہارے روپے ہم نے اُس کو دے دیئے اُس نے جواب نہ دیا تو یہ معتبر ہوا یا نہین۔

جواب - جائز و معتبر نہین یدل علیہ اشتراط رضا المحیل والمحتال علیہ والمحتال فی الحوالۃ۔

۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

کتاب الودیعۃ

سوال - زید عمرو کے پاس وقتاً فوقتاً امانت رکھتا تھا اور بوقت ضرورت لیتا دیتا رہا گو یہ معاملہ مدت تک رہا مگر جانبین نے کچھ لکھا لکھایا نہین ایک مرتبہ زید نے عمرو سے مبلغ عہ جو اُس کا امانت تھا طلب کیا عمرو نے کہا کہ مجھے تو یاد ہے کہ صرف عہ ہین زید نے زبانی یاد دلایا آخر ش عمرو نے ملاکر پورے عہ حوالہ کیے اب زید نے دوبارہ عمرو کو صرف دیا کہ فلان ماہ مین فلان شے خرید کر

ہمارے پاس اروا کرو کرنا عمرو نے نہ بھیجا اُس وقت روپیہ لیکر وعدہ تو کیا جب زید بذریعہ تحریر متقاضی ہوا تو عمرو نے لکھا کہ میرے ذمہ تمہارا کچھ نہین پھر تو اسکی حیص بیص ایک مدت تک رہی زید نے رفع دفع کی غرض سے یہ لکھا کہ تم یہ ہبسلغات خمسہ کسی مدرسہ یا یتیم خانہ مین دیدو باین نیت کہ یا اللہ اگر زید کا روپیہ ہے تو اُس کو ورنہ مجھکو ثواب ملے عمرو نے جہلا کے صرف زید کے نام روپیہ داخل کیا اور لکھا کہ تم نے جبرًا دلوایا ہے تو ایسی مشتبہ صورت مین جب کہ زید کی تحریر کے خلاف روپیہ عمرو نے صدقہ کیا تو آیا زید کو مبلغ صہ عمرو کو دینا چاہیئے یا نہین فقط

الجواب ۔ جب اول بار مین زید کی یاددہانی پر عمرو نے صہ ادا کیئے تو بدلالۃ حال اسکی وجوب کا اقرار کر لیا جو اُسپر حجۃ ہے اب دوبارہ جو زید نے عمرو کو صہ دیئے وہ امانت ہین اُس کا رکھنا عمرو کو جائز نہ تھا اس لئے یہ کہنا کہ جبرًا دلوایا ہے غلط ہے اور یہ صدقہ زید کی طرف سے ہو گیا اور یہ صدقہ دینا خلاف تحریر زید نہین ہے زید کا اصل مقصود تو یہی تھا کہ میری طرف سے دیا جاوے دوسری بات محض رفع نزاع کے لئے کہدی تھی پس خلاف مقصود نہین ہوا اسلیئے یہ صہ نہ زید سے عمرو لے سکتا ہے اور نہ عمرو سے زید ۔ واللہ اعلم ۶ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ اگر عم در مال ایتام برادر اعیانی خود خیانت می کند و مال اوشان بیفائدہ مصروف می سازد درین صورت مال ایتام مذکور برای محافظت و تصرف بر آنانان حوالہ شخص دیگر امین معتبر کردہ شود جائز است یا نہ و نیز جد فاسد و مادر مے دارند اگر بایشان حوالہ کردہ شود درست است یا نہ ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ فی الدر المختار باب الحضانۃ ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک اھ ازین روایت ثابت شد کہ ہرگاہ پدر کہ علی الاطلاق ولایت می دارد بتبذیر و اتلاف ممنوع التصرف و مسلوب الولایت می شود پس تا بعم چہ رسد و درین تخصیص مادر نیست ہر کس کہ اہلیت امانت و حفاظت داشتہ باشد احق و مقدم تر است ۔ واللہ اعلم ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ ایک قصبہ مین جامع مسجد و عیدگاہ کی ترمیم کی وقتاً فوقتاً ضرورت واقع ہوئی اور بنظر آسانی ایک آمدنی دوامی کی حاجت محسوس ہوئی لہذا اہتمام باشندگان نے جمع ہو کر یہ صورت نکالی اور اس امر پر اتفاق کیا کہ تمام لوگ بوقت فروختگی مال بحساب فی روپیہ ایک چھدام دیا کرین تاکہ

نزع امانت نابالغ از وصی خائن

تصرف متولی در زر چندہ خلاف رضائے اہل چندہ

رفتہ رفتہ رقم معتد بہ ہو جائے اور بوقت ضرورت خاص اُن ہی مسجدون مین کام آئے اور صرف کیجائے
چنانچہ اسپر عملدرآمد شروع ہوا اور اہتمام انتظام کے لیئے امام جامع مسجد کو متولی مقرر کیا اور یہ آمدنی
ہمیشہ بطور امانت خریداران قصبہ کے پاس جمع ہوتی رہی اور بوقت ضرورت متولی نے خریداران
سے وصول کرکے مصارف مخصوصہ و مقررہ شدہ مین صرف کیا اور اگر کبھی کسی خریدار نے علاوہ
مصارف مقررہ کے اور مصرف یا کسی دوسری مسجد مین صرف کیا تو اہالیان قصبہ و متولی نے
اُسنے دام دام وصول کیا اور ہمیشہ زمانہ دراز تک امور مذکورہ بالا پر عملدرآمد ہوتا رہا اب کچھ زمانہ
سے چند خریداران جو محض بحیثیت امین اُس رقم امانت پر قابض ہین دینے سے انکار کرتے ہین
تو آیا اُن حضرات کو شرعًا رقم مذکور روک لینا اور علاوہ اُس مسجد کے جسکے لیئے تخصیص کی گئی
جس مسجد اور کار خیر مین چاہین صرف کرسکتے ہین یا نہین اور متولی مساجد مخصوصہ کو استحقاق
وصول کرنے رقم مسطور کا ہے یا نہین۔ بینوا بالکتاب۔

الجواب جس شخص کے پاس یہ رقم جمع ہوئی ہے اُس مین اگر خود اس شخص کی بھی کسیقدر رقم
ہے تو اُس قدر مین اس امین کو اختیار ہے کہ جو چاہے تصرف کرے اور جس قدر دوسرون کی رقم ہے
اُسمین اگر کوئی صاحبِ رقم اس امین کو اختیار و اجازت دوسرے تصرف کی دیدے اسی طرح
اُس مین بھی اُس کو تصرف جائز ہے اور ان دونون رقمون مین متولی کو یا کسی اور کو کوئی حق مطالبہ
و مزاحمة کا نہین ہے اور جسقدر دوسرونکی رقم ہے اور اُن اصحاب رقوم کی طرف سے اس امین کو تصرف
کی اجازت بھی نہین ہے اُس مین کوئی تصرف جائز نہین بلکہ اُن اصحاب رقوم کو یا جس شخص کو وہ
اختیار دے دین خواہ متولی ہو یا اور کوئی ہو وہ اختیار حاصل ہے اور اگر مجموعی رقم سے کچھ خرچ
ہوچکا ہو اور اُس کے بعد یہ نزاع ہوا ہو تو احکام مذکورہ مفصلہ سابقہ ہر قسم کی رقوم مین حصہ رسد
جاری ہون گے البتہ اگر کوئی رقم مختلط نہوئی ہو تو اُس جدا رکھی ہوئی رقم مین اُس کا حکم خاص
مستقلًا جاری رہیگا یہ تو سوال مذکور کا جواب تھا اور ایک مستقل کلام سوال مذکور کے متعلق اسپر
ہے کہ آیا ایسا قانون آمدنی کا مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز چونکہ اس کو پوچھا نہین گیا اس لیئے
جواب سے تعرض نہین کیا گیا لیکن چونکہ اکثر لوگون کو اس طرف التفات کم ہے اسلیئے اسقدر اجمالاً
تنبیہ کردی گئی اور جن قواعد شرعیہ پر یہ تقریر مبنی ہے چونکہ وہ نہایت معروف ہین اس لیئے

نقل عبارات کتب کی حاجت نہیں سمجھی ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

ضمان مودع المودع

سوال ۔ ایک مسماۃ نے زید کو چمپا کلی وجگنی واسطے بنوانے کے دی چونکہ وہ معتکف تھا اُس نے عمرو کو دیدی اُس کا بیان ہے کہ مین طاقچہ پر زو بر ور رکھکر پائجامہ پہننے لگا اور بھولکر چلا گیا اب مسماۃ زید سے دعوی کر سکتی ہے یا نہیں اور زید عمرو سے دعوی کر سکتا ہے یا نہیں ۔

الجواب ۔ صورت مذکورہ مین مسماۃ موکلہ حکم مودعہ اور زید وکیل حکم مودَع اور عمرو وکیل الوکیل حکم مودَع المودَع مین ہے کما ہو ظاہر اور مودَع المودَع مثل مودع کے ہلاک ودیعت سے ضامن نہین ہوتا استہلاک سے ہوتا ہے اور نسیان استہلاک ہے پس صورت مسئولہ مین عمرو ضامن ہے اب مسماۃ کو اختیار ہے خواہ زید سے دعویدار ہو اور وہ عمرو سے دعوی کرے اور خواہ ابتداءً عمرو ہی سے دعوی کرے اور زید سے کچھ تعرض نہ کرے نہ زید عمرو سے کچھ مواخذہ کرے فرع ولو قال وضعتها بین یدی وقمت ونسیتها فضاعت یضمن شامی ج ۳ صفحہ ۵۰۰ وھی امانۃ فلا تضمن بالہلاک مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا در مختار قولہ سواء امکن التحرز عنہ ام لا ولیس منہ النسیان کما لو قال وضعت عندی فنسیت وقمت بل یکون مفرطا بخلاف ما اذا قال ضاعت ولا ادری کیف ذہبت فان القول قولہ مع یمینہ ولا یضمن لانہ امین حموی بتصرف طحطاوی ج ۳ صفحہ ۳۷۹ ولو استہلک الثانی الودیعۃ ضمن بالاتفاق ولصاحب الودیعۃ ان یضمن الاول ویرجع علی الثانی وان یضمن الثانی ولا یرجع طحطاوی ج ۳ صفحہ ۳۸۱ واللہ اعلم ۹ شوال روز جمعہ ۱۳۲۴ھ

تلف ودیعت مع مال مودع یا بغیر آن

سوال ۔ زر ومال امانت خواہ کسی بالغ کا ہو یا نابالغ کا امین یا اُسکے ملازم یا عزیز وآشنا کے پاس ہے جس کو امین نے معتمد سمجھ کر رکھوا دیا ہو سرقہ یا تلف یا گم ہو جاوے یا لُٹ جاوے اور امین کی جانب سے یا جسکے پاس امین نے رکھوا دیا تھا بددیانتی و بے احتیاطی ظہور مین نہ آئی ہو تو وہ زر ومال امین وغیرہ پر ادا کرنا لازم ہوگا یا شرعًا اس تاوان سے وہ محفوظ رکھے جائینگے اور اگر امین کا زر ومال بھی شامل زر ومال امانت کے تلف ہوا ہے اور کچھ حصہ زر کا سرقہ واتلاف ولوٹ سے بچ رہا ہے اور دونون کے زر کی تعداد مساوی نہین کم وبیش ہے تو وہ دونون کس حساب سے بقیہ زر تقسیم کرینگے بحصہ رسد یا کیونکر ۔ اور اگر ایک مکان وایک بکس وصندوق وغیرہ مین امین کا ذاتی روپیہ اور نیز زرِ امانت رکھا ہوا ہے مگر تھیلیان یا ظروف جن مین روپیہ ہے دونون کے جدی جدی ہین اور اتفاقیہ بلا ظہور بددیانتی امین کے زرِ امانت چوری ہوگیا اور امین کا ذاتی روپیہ بچ رہا تو امین زرِ امانت کا دیندار

ہوگا یا نہیں۔

الجواب۔ اگر امانت جدا رکھی ہے اور باوجود نگہداشت کے تلف ہو گئی امین ضامن نہ ہوگا اور اگر شامل رکھی ہے سو اگر ایسی چیز کے ساتھ شامل ہے کہ جدا ہو سکتی ہے تو بھی امین ضامن نہیں۔ تلف شدہ و باقی ماندہ مالک کی ہے اور اگر ایسی چیز کے ساتھ مخلوط ہے کہ تمیز دشوار ہے سو اگر بدون شامل کیئے ہوئے شامل ہو گئی تب دونوں شریک ہیں تلف شدہ و باقی ماندہ دونوں پر حصہ رسد تقسیم ہوگا اور اگر دانستہ شامل کی ہے تو اگر مالک کی اجازت سے کی ہے تب بھی دونوں مثل سابق کے شریک ہیں اور متلف اور باقی دونوں کا حصہ رسد ہے اور اگر بلا اجازت خلط کر دیا ہے محض خلط سے ضامن ہو جائے گا جو کچھ تلف ہوگا امین کا ہوگا اور اُسکی امانت کی قیمت کا ادا کرنا واجب ہوگا

وکذا لو خلطہا المودع بمالہ بغیر اذن بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبی ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط (قولہ لا تتمیز فلو کان یمکن الوصول الیہ علی وجہ التیسیر کخلط الجوز باللوز والدراہم السود بالبیض فانہ لا ینقطع حق المالک اجماعا شامی) وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ ۱۲ قولہ بغیر صنعہ فان ہلک ہلک من مالہا جمیعا ویقسم الباقی بینہما علی قدر ما کان لکل واحد منہما کالمال المشترک بحر شامی) اور اگر امانت جاتی رہی اور امین کی ذاتی چیز بچ گئی باوجود حفظ کے ضامن نہیں وہی الامانۃ فلا تضمن بالہلاک مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا ہلک معہا شئی ام لا ۱۲ واللہ اعلم

کتاب العاریۃ

سوال۔ خسر یا خوشدامن نے بہو سے کچھ ظروف مسی و چینی استعمال کے واسطے لیئے اور تصریح ہبہ یا عاریت کی نہیں ہوئی وہ لوگ اُن کو استعمال کرتے رہے پھر وہ بہو مر گئی اور شوہر اور والدین اور اطفال خرد سال بعض ہشیار بعض محض لا یعقل وارث چھوڑے اور اُن میں سے بعض ظروف قبل موت و بعد موت مرحومہ شکستہ بھی ہو گئے اب تین امر دریافت طلب ہیں اول تو یہ کہ یہ ہبہ کہا جاویگا یا عاریت دوسرے یہ کہ بر تقدیر عاریت ہونے کے اب بعد موت مالک بھی خواہ باذن ورثہ یا بحکم اذن سابق مورثہ استعمال ظروف جائز ہے یا نہیں تیسرے یہ کہ ظروف شکستہ کا ضمان بھی لازم ہے یا نہیں۔

الجواب - صورت مذکورہ ہر گاہ متردد ہے درمیان ہبہ و عاریت کے اور ہبہ کا کوئی قرینہ قوی موجود نہیں ضرورۃً عاریت پر محمول ہو گی کیونکہ وہ ادنی متیقن ہے جیسا وقت تعارض ہبہ و ودیعت کے ودیعۃ پر حمل کیا جاتا ہے لان الاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنی وہو متیقن درمختار مع الشامی ج ۴ ص ۴۹۳ - جب عاریت ہونا ثابت ہو گیا تو عاریت موت معیر یا مستعیر سے باطل ہو جاتی ہے اذا مات المعیر او المستعیر تبطل الاعارۃ خانیہ ۱۲ شامی ج ۴ ص ۵۰۷ پس ورثہ سے دوبارہ عاریت لینا ضرور ہوا ان میں سے شوہر اور والدین بنفس خود و طفل عاقل باذن پدر مختار عاریت دینے کے ہیں قولہ (فی حکم العبد الماذون) یملک الاعارۃ وکذا الصبی الماذون شامی ج ۴ ص ۵۰۶ پس ان کی اجازت تو ممکن ہے البتہ طفل غیر ممیز نہ تو خود اجازۃ کا مجاز - نہ باپ کو اسکے مال کا عاریت دینا جائز ولیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی والوصی درمختار مع الشامی ج ۴ ص ۵۰۶ - اور بوجہ مشترک ہونے کے بدون تقسیم اپنے حصے کے مقدار میں بھی کسی کی اجازۃ صحیح نہیں پس قبل از تقسیم رد کرنا اس کا واجب ہے اور جو ظروف بعد موت معیرہ شکستہ ہوئے ان کا ضمان تو قطعاً آویگا کیونکہ بعد بطلان استعارہ کے اس کا حکم مثل غصب کے ہوا کہ تلف سے ضمان واجب ہے اور قبل موت حالت بقاء اعارہ میں جو تعدی اور غفلت سے ضائع ہوا اس کا ضمان لازم ہے ورنہ نہیں ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد درمختار مع الشامی کتاب العاریۃ ج ۳ ص ۵۰۳ واللہ اعلم یکم رمضان روز شنبہ ۱۳۲۲ھ

کتاب الاجارۃ

در اجرت بر طاعات

سوال - مذہب قدماء میں عبادات پر اجرت لینا دینا حرام ہے - ان حضرات کی دلیل کیا ہے متاخرین نے کن کن عبادات پر اجرت جائز فرمائی ہے اور مصلحۃ مجوزہ کیا تھی اور وہ مصلحۃ مجوزہ شاملہ ہے یا غیر شاملہ اگر شاملہ ہے تو اختصاص بعض دون البعض کیوں اور اگر غیر شاملہ ہے تو وہ کونسی ہے - یہاں زیارۃ قبور و صلوۃ جنازہ و تہلیل خوانی و قرآن خوانی بر قبور فاتحہ ذبح فتوی نویسی فرائض نویسی دستخط بر فتوی فرائض شہادت و عقد وغیرہا عبادات پر اجرت لیتے ہیں اور اجرت لینا دینا مشہور ہے اس طرح پر اگر کسی جانب سے اجرت کا ذکر بھی نہ ہو تاہم اجرت دیتے ہیں - اگر نہ دیں تو خفا ہوتے ہیں کیسا ہے -

ہین کیسا ہے۔

الجواب۔ اصل مذہب یہ ہے کہ کسی طاعت مقصودہ پر اجرت لینا جائز نہین مگر جن طاعت مین دوام یا پابندی کی ضرورت ہے۔ اور وہ شعار دین مین سے ہے کہ ان کے بند ہونے سے اخلال دین لازم آویگا اور ویسے کسیکو مہلت نہین ایسے امور کو اس کلیہ نے مستثنے کر دیا ہے اور ظاہر ہے کہ زیارۃ قبور و تہلیل خوانی قرآن خوانی بر قبور فاتحہ کے متروک ہونے سے نظم دین مین کوئی خلل لازم نہین آتا اسلئے یہ اس کلیہ سے مستثنے نہین ہوسکتا علی ہذا القیاس گواہی نہ دینے سے دین مین بے رونقی نہین ہوتی خود کاتم گنہگار ہوگا دستخط مین کوئی مشقت نہین نہ شعار دین سے ہے تیج وعقد و فرائض نویسی مین البتہ باین وجہ کہ عبادت مقصودہ مین سے نہین گنجایش معلوم ہوتی ہے۔ منصف طالب کے لیئے اتنا کافی ہے مگر علماء مجادلین کے لیئے بار شتر سے بھی سکوت و قبول کی امید نہین اس لئے اسیپر بس کیا گیا۔ فقط واللہ اعلم۔ اشرف علی عفی عنہ

تحقیق مسئلہ مستفسرہ کھجور

یہ معاملہ کہ نصف تاڑی ٹھیکہ دار ے لیوے اور نصف مالک کو دیدے خود معاملہ باطل ہے خواہ وہ تاڑی یا اس کا گڑ حلال ہو یا حرام وجہ یہ کہ یہ معاملہ بیع ہے یا اجارہ۔ اگر بیع ہے سو اول تو مجہول ثانیاً موضع غرر مین مثل لبن فے الضرع ثالثاً دونون بدل ایک شخص کی ملک مین داخل ہونگے اور بیع کی ماہیت مقتضی اسکی ہے کہ ایک بدل ملک بائع مین ہو دوسرا ملک مشتری مین۔ اور اس صورۃ مین بیع الشئی بملک نفسہ لازم آتا ہے وہو باطل۔ اور اگر اجارہ ہے جیسا کہ ظاہر ہی ہے سو یہ اجل قفیز الطحان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس اجرت کی تحصیل عامل کے عمل پر موقوف ہو اس کا اجرت مقرر کرنا بمقابلہ عمل اس عامل کے حرام ہے اور یہان ایسا ہی ہے کیونکہ تحصیل اجرت یعنی نصف تاڑی کا موقوف اوپر استخراج اس شخص کے ہے اور یہ نص امنع ہے ثانیاً اجرت کا معلوم ہونا واجب ہے اور یہان مجہول المقدار ہے غرض یہ معاملہ کسی عقد صحیح مین داخل نہین اس لیے باطل ہے۔ اب رہی تحقیق حلت و حرمت اسکی اور اسکے گڑ کی سو یہ امر تو ظاہر ہے کہ قبل سکر وہ حلال ہے اور بعد سکر حرام و نجس اور بانقلاب ماہیت و زوال سکر

سبب حلت نہیں اگر گڑ پکا کر بنایا جاوے۔ بدون اسکے کہ اس مین کوئی شئے مخلوط ہو جیسے نیشکر کا بنتا ہے وہ حلال ہوجاوے گا اور حکم اُس کا مثل مثلث کے ہے اور اگر کسی چیز نجس کو مخلوط کرکے بنائے ہون سو چونکہ خلط بالنجس موجب نجاست ہے وہ مرکب نجس وحرام رہے گا اور اس صورت مین قلب ماہیت مفید نہیں جیسے دقیق معجون بالخمر حرام ہے خواہ اسکی روٹی مسکر نہو بوجہ تنجس کے فکذا ہٰذا فتامل۔ حاصل یہ کہ اگر گڑ حلال بھی ہو تب بھی یہ عقد باطل وحرام ہے اور وجہ حرمت کے منحصر سکر مین نہین جو رفع اسکا مستلزم رفع حرمت کو ہو بلکہ وجوہ حرمت متعدد ہین اور یہان وہ حرمت موجود ہے کما مر۔ فقط

تحقیق معصیت بودن اجارہ فاسدہ

سوال۔ آج کل اجارہ فاسدہ بکثرت رائج ہین مثلاً مطابع مین تصحیح وکتابت وغیرہ کا ایک خاص دستور ہے اسکے موافق اجرت ملجاتی ہے اور کچھ طے نہین ہوتا بلکہ بعض اوقات اجیر کو بوجہ ناواقفیت کچھ بھی معلوم نہین ہوتا اس خیال پر کہ جو کچھ دیدین گے لے لون گا کام کیا کرتا ہے اسکے علاوہ اور اجارات رائجہ زمان۔ انکے متعلق دریافت طلب یہ ہے کہ اجارہ فاسدہ کا اثر صرف دنیوی ہے یعنے اجر مثل کا ملنا اور درصورۃ اجر مسمی کے مسمی کا نہ ملنا یا کچھ اخروی اثر بھی ہے یعنی استحقاق عقوبت وگناہ وخبث اجرت وغیرہ۔

الجواب۔ تصریحاً نظر سے نہین گذرا مگر غالباً معصیت سے خالی نہین لارتکاب المنہی عنہ اور اجرت مین خبث نہین آتا لمشروعیتہ باصلہ وانکان غیر مشروع بوصفہ واللہ اعلم۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

تحقیق اجرت زنا

سوال۔ شامی صفحہ ۴۲ جلد خامس مین ہے۔ وفی غرر الافکار عن المحیط ما اخذتہ الزانیۃ انکان بعقد الاجارۃ فحلال عند ابی حنیفۃ لان اجر المثل فی الاجارۃ الفاسدۃ طیب وانکان الکسب حراما وحرام عندہما وانکان بغیر عقد فحرام اتفاقا لانہا اخذتہ بغیر حق اھ تعجب ہے زانیہ جو روپیہ بعقد اجارہ کسب کرے وہ طیب ہو حالانکہ صریح لفظ حدیث مہر البغی حرام کہہ رہا ہے اس سے بڑھ کر اور یہ بات ہے کہ در مختار صفحہ ۳۳ ونیز دیگر متون وشروح مین ہے لا تصح الاجارۃ لعسب التیس ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی الخ علامہ شامی اسی کے قریب نقل کرتے ہین وفی المنتقی امرأۃ نائحۃ او صاحبۃ طبل او زمر اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان علموا والا تتصدق بہ وان من غیر شرط فہو لہا قال الامام الاستاذ لا یطیب والمعروف کالمشروط اھ قلت وہذا مما یتعین الاخذ بہ فی زماننا لعلمہم انہم

لابد منہ الا باجرۃ البتۃ اھ زمارہ وغیرہ کا مال تو طیب نہو اور زنا کا کسب طیب ہو اس مین کیا توجیہ ہو سکتی ہے کچھہ سمجھہ مین نہین آتا ہے اور روایت مذکورہ کو دیکھکر بڑی حیرت ہے ادھر تو اتنی سختی اور ادھر اتنی مساہلت کہ حلال طیب اور مخالفت حدیث مزید بران حضور اس مسئلہ کے متعلق شافی جواب اور قول فیصل تحریر فرماوین کہ تسکین ہو۔

الجواب ۔ حلت ما اخذتہ الزانیۃ کی علت فساد اجارہ کو ٹھیرایا ہے اور ظاہر ہے کہ فاسد کہتے ہین مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ کو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ زنا فعل محرم ہے اُس کا اجارہ بوجہ حرمت معقود علیہ کے مشروع باصلہ نہین ہو سکتا پس یہ یقینی دلیل ہے اسپر کہ مراد اس سے وہ صورۃ ہے کہ اجارہ ہوا ہے فعل مباح پر مثل خبز وطبخ وغیرہما اور اُس مین یہ شرط ٹھیرا دی کہ مجھسے زنا بھی کیا کریگی چونکہ یہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ یعنے بشرطہ ہے یہ اجارہ فاسد ہوگا اس صورۃ مین جو اجرۃ ملے گی وہ حلال ہے صاحبین یا تو خبث طریق کو خبث مال مین موثر سمجھتے ہونگے یا انھون نے شرط کو شطر قرار دیا ہے اور امام صاحب نے تصحیح عقد کے واسطے اُس کو شرط کہا ہو کہ عاقل بالغ کے تصرف کو جہانتک صحیح کرنا اولی ہے اسوجہ سے اختلاف ہو گیا اور بغیر عقد مین وہی عقد مباح مراد ہے یعنے اگر عقد مباح ہوا ہی نہین صرف زنا ہی ہوتا رہا تو جو ماخوذ ہوگا وہ ماخوذ بالزنا ہوگا اس لیے وہ حرام ہے اگرچہ زنا کو معقود علیہ بھی نہ ٹھیرایا ہو لان المعروف کالمشروط اور حاشا وکلا کہ خود زنا کو معقود علیہ بنا کر کوئی مسلمان اُس کو اجارہ فاسدہ اور اُسکی آمدنی کو طیب کہے یقیناً وہ اجارہ باطلہ اور آمدنی اس کی حرام وخبیث ہے اور امام صاحبؒ کی تو بڑی شان ہے فقط واللہ اعلم ۲۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۱ھ

مستفتی کا اس جواب پر شبہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ تاویل مسئلہ بہت خوب ہے مگر ذرا یہ شبہ ہے بحر الرائق جلد ہشتم صفحہ ۲۲ مین ہے وفی المحیط ومهر البغی فی الحدیث هو ان یواجر امتہ علی الزنا وما اخذہ من المهر فهو حرام عندهما وعند الامام ان اخذہ بغیر عقد بان زنی بامتہ ثم اعطاها شیئا فهو حرام لانہ اخذہ بغیر حق وان استاجرها لیزنی بها ثم اعطاها مهرها او ما شرط لها لا باس باخذہ لانہ فی اجارۃ فاسدۃ فیطیب لہ وان کان السبب حراما اھ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص زنا کے لیئے اگر اجارہ واقع ہو تو اُس مین اجر طیب ہے یہ بہت صاف ہے

جیسا ارشاد فرمایا

الجواب سرسری نظر میں واقعی شبہ قوی ہے مگر ذرا غور کیا جاوے تو خود تعلیل حکم کی لانہ فی اجارۃ فاسدۃ اسکی توجیہ بتلا رہی ہے اس لیئے کہ یہ دونوں مقدمے اجماعاً مسلم ہیں کہ (۱) زنا حرام لعینہ ہے اور (۲) جو معقود علیہ حرام لعینہ ہو وہ اجارہ باطلہ ہے نہ فاسدہ پس جب اجارہ کو فاسد کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ معقود علیہ زنا کو نہیں ٹھیرایا پس لامحالہ لیزنی بہا کو زنا کے معقود علیہ بنانے پر محمول کرنا صحیح نہوگا ورنہ کلام کا اوّل وآخر باہم متعارض ہونگے جو ادنیٰ عاقل کے کلام میں بھی محتمل نہیں نہ کہ افاضل واکابر فقہا کے کلام میں ایسا واقع ہو بلکہ یہ لام غایت وغرض کا ہے اور غرض کا غرض ہونا تصریح غرضیت پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ تعلق بقصد کافی ہے مثلاً اسلمت لادخل الجنۃ کی صحت میں یہ ضرور نہیں کہ اسلام کے وقت اس کا اشتراط بھی زبان سے کرے بلکہ محض قصد مراد ہے پس معنی اس کلام کے یہ ہونگے کہ استیجار ہوا ہے مطلقاً جیسے اجیر خاص ہوتا ہے کہ تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر آئی کوئی کام نہ لے مگر اجیر کی جانب سے تسلیم نفس پایا جاوے تو اُجرت واجب ہوجاتی ہے پس اسی طرح کسی نے امۃ کو مثلاً اجیر خاص کے طور پر نوکر رکھا اور غرض ومقصود دل میں یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کریگے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہوگا اور چونکہ قرائن مقامیہ یا مقالیہ اس اجارہ میں یہ شرط بھی معلوم ہے اور المعروف کالمشروط قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا صراحۃً معقود علیہ تسلیم نفس ہوا اور اس میں ایسی شرط ہو تو بوجہ مشروع باصلہ وغیر مشروع بوصفہ ہونے کے اجارہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہوگا بلکہ اگر ہم اس غرض کو مصرح قولاً بھی مان لیں تب بھی یہ توجیہ مذکور دافع اشکال ہے یعنے معقود علیہ مطلق تسلیم نفس کو کہا جاوے اور اس میں اس غرض کی بھی تصریح کردی تب بھی حسب تقریر مذکور یہ اجارہ فاسدہ ہوگا ہاں اگر خاص معقود علیہ اسی فعل خبیث کو بنادے تو مال کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ رہا یہ کہ بغیر عقد کے کیوں حرام ہے تو وجہ اسکی یہ ہے کہ المعروف کالمشروط جب اس نے کچھ عقد نہیں کیا اور پھر دیا تو دلالۃ حال سے ظاہر ہے کہ اسی کے مقابلہ میں ہے بخلاف عقد مباح کے کہ تنصیص علی المباح پر دلالت احطار علی الحرام کو ترجیح نہیں ہوسکتی لان الدلالۃ لا یعوق الصریح۔ اور اگر یہ توجیہ خلاف ظاہر معلوم ہو تب بھی بوجہ حدیث وقواعد مسلمہ فقہیہ اس کا ارتکاب لازم ہے۔ ورنہ ہم کو ایک عبارت کا مقابلہ حدیث وقواعد صحیحہ فقہیہ کردینا

سہل ہوگا۔ والسلام یکم جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۱ھ

السر المکنون

وفی المقام سر دقیق عمیق ہو مبنی لقول الامام رح نسمح بذکرہ للخواص ولا ناذن لہم باذاعتہ للعوام او من کان مثلہم وانہ تعیقضی بعض مقدمات الاولی فی الفتح وذکرانہ فی الخلافیات للبیہقی عن علی رض وہو مسند ابی حنیفۃ رح عن مقسم عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات وفیہ وایضا فی اجماع فقہاء الامصار علی ان الحدود تندرء بالشبہات کفایۃ الثانیۃ ان الشبہۃ کما فی الہدایۃ حقیقتہا ما یشبہ الثابت لا نفس الثابت الثالثۃ ان الاجارۃ کما قال الفقہاء عقد ترد علی ملک المنافع الرابعۃ فی سنن الترمذی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل فان دخل بہا فلہا المہر بما استحل من فرجہا دل الحدیث علی ان وجوب المہر لا ینافی بطلان العقد اذا وجد شبہۃ ومن ثم قال علماؤنا ان الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مہر الخامسۃ ان ما وجب اعطاؤہ لاحد لا یکون حراما علیہ والا لزم کون اعطاء الحرام واجبا وہو باطل کیف واعطاء الحرام لیس بجائز فضلا عن ان یکون واجبا اذا تمہدت تلک المقدمات فاعلم ان من استاجر امرأۃ لیزنی بہا وجد ہہنا صورۃ الاجارۃ وان لم توجد حقیقتہا لکون المعقود علیہ حراما العینہ کما فی نکاح المحارم وجد صورۃ النکاح وان لم توجد حقیقتہا فتحقق شبہۃ الاجارۃ وتترتب علیہا شبہۃ ملک المنافع بالمقدمۃ الثانیۃ والثالثۃ فاندرء الحد بالمقدمۃ الاولی فوجب العقر بالمقدمۃ الرابعۃ ولا یکون ہذا العقر خبیثا للمرأۃ وکذا من اعطتہ للمقدمۃ الخامسۃ فالحکم بکونہ حلالا لیس من حیث کونہ اجرۃ بل من حیث کونہ عقرا یجب اداؤہ علی العاقد والعقر وان فسر علی بعض الاقوال بمہر المثل لکن مہر المثل فی العاقد الفاسد علی ما فی الہدایۃ لا یزاد علی المسمی عندنا خلافا لزفر رح فلذا لم یجب فی الاستیجار الا ما سمیاہ ومن ثم عبروا عنہ بقولہم بالخدمۃ او المہر اما شرط لہا ولم یسموہ اجرۃ ہذا اذا عقد الاجارۃ اما اذا لم یستاجر یجب فیہ الحد فلا یجب العقر فلا یکون الماخوذ حلالا لکون الحل مبنیا علی العقریۃ فلما انتفی المبنی انتفی المبنی فبقی بدلا محضا عن الزنا واما الحدیث المبین بکونہ خبیثا فلما ثبت کونہ مبنیا ایضا علی الحدیث الآمر بدرء الحدود بالشبہات وجب الجمع بین الحدیثین بحمل حرمۃ مہر البغی علی ما اذا لم یوجد العقد ولا بعد مثل ہذا التخصیص اذا اضطر الی الجمع بین الاحادیث کما لا یخفی علی ذوی العلم ولما لم یعتبرہ الصاحبان شبہۃ اوجبا فیہ الحد فلم یوجبا العقر فیکون الحکم فی العقد وغیرہ عندہما سواء کما اعتبر الامام رح نکاح المحارم شبہۃ فی سقوط الحد۔

ولم یعتبراہ ورکیک ہذا کلہ ما فی الفتح ومن شبہۃ العقد ما اذا استاجرہا لیزنی بہا ففعل لا حد علیہ ویعزر وقالا ہما والشافعی ومالک واحمد یحد لان عقد الاجارۃ لا یستباح بہ البضع فصار کما لو استاجرہا للطبخ ونحوہ من الاعمال ثم زنی بہا فانہ یحد اتفاقاً ولہ ان المستوفی بالزنا المنفعۃ وہی المعقود علیہ فی الاجارۃ لکنہ فی حکم العین فبالنظر الی الحقیقۃ یکون محلاً لعقد الاجارۃ فاورث شبہۃ بخلاف الاستیجار للطبخ ونحوہ لان العقد لم یضف الی المستوفی بالوطی والعقد المضاف الی محل یورث الشبہۃ فیہ لا فی محل آخر وفی الکافی لو قال امہرتک کذا لازنی بک لم یجب الحد وکذا لو قال استاجرتک او خذی ہذہ الدراہم لاطأ بک والحق فی ہذا کلہ وجوب الحد اذ المذکور معنی یعارض کتاب اللہ الزانیۃ والزانی فاجلدوا فالمعنی الذی یفید ان فعل الزنا مع قولہ ازنی بک لا یجب معہ للفظۃ المہر معارض لہ اھ وقد بان لک بقول الفتح والحق الخ ان القول بعدم وجوب الحد مرجوح فکذا القول بکون المال حلالا الذی کان بناءً علیہ۔ وبالجملۃ لا یسع الاخذ بکون المال حلالا لکن لا مساغ للطعن علی الامام رحمہ اللہ لانہ قال ما قال بالحدیث لا بالرای وقد تایدما قال بحدیث الترمذی المذکور فیما قبل حیث حکم بالبطلان واوجب المہر وہو مسقط للحد بالاتفاق ہذا واللہ اعلم بالصواب فی کل باب۔ غرۃ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - اکثر مدارس اسلامیہ مین مدرسین کے لیے ایک ماہ کی رعایتی رخصت کا قانون ہے جس ماہ مین تعلیم نہین ہوتی کس طرح وہ تنخواہ کے مستحق ہوسکتے ہین مہتمم یا اہل شوری ایسے قواعد مقرر کرسکتے ہین یا نہین۔

الجواب - مہتمم واہل شوری وکیل ہین اہل چندہ کے پس اگر بتصریح یا بقرائن اس قانون پر اہل چندہ کو اطلاع اور انکی رضا ثابت ہو تو چندہ سے تنخواہ دینا جائز ہے ورنہ ناجائز اگر رضا نہو اور شرط ہو تو جسنے مدرس کو نوکر رکھا ہے وہ اپنے پاس سے دے ۱۵ ر شعبان سنہ ۱۳۲۱ ہجری

سوال - مدرسہ کے وقت مین مدرس کو کوئی اپنا کام پیش آیا اور اس نے اپنا کام کیا اور خارج از وقت مدرسہ اسنے اسکے عوض تعلیم دی تو اس صورۃ مین وہ مستحق کل تنخواہ کا ہوسکتا ہے یا نہین۔

الجواب - مدرسی عقد اجارہ ہے اگر باہم معاہدہ اجارہ کے وقت وقت کی تخصیص بھی ہوئی ہے کہ فلان وقت مین کام کرنا ہوگا تو دوسرے وقت کام کرنے سے مستحق اجر کا نہین ہے اور اگر صرف مقدار معین ہوئی ہے اور تخصیص نہین ہوئی تو مستحق اجر ہے۔ فقط ۱۵ ر شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - مدرس مدرسہ مین آیا طلبہ بیمار ہین یا بوجہ قلت اسباق تمام وقت مقررہ مدرسہ تعلیم مین

مشغول نہین تو اس صورت مین کل تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہین ۔

الجواب ۔ یہ اجیر خاص ہے تسلیم نفس سے استحقاق اجر کا ہوجاوے گا پس اگر یہ اُس وقت مین حاضر رہا تو مستحق ہے ورنہ نہین ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ مدرس بیمار ہوگیا ایام مرض کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہین اگر ہے اور اُس نے نہین لی تو لے سکتا ہے یا نہین ۔

جواب ۔ اگر قالاً یا حالاً اہل چندہ کی رضا سمجھی جاوے تو پیشتر ٹھیرا دست ہو کہ ایام مرض کی تنخواہ دیجاویگی ورنہ درست نہین پھر اگر شرط نہ ٹھیری تھی تب تو استحقاق نہین ہے اور اگر شرط ٹھیر گئی تھی تو وہ مستحق ہے پھر اگر اہل چندہ کی رضا معلوم ہو تو چندہ سے دینا درست ہے ورنہ جس نے مدرس کو رکھا ہے وہ اپنے گھر سے دے جیسا سوال نمبر ۱ کے جواب مین مذکور ہوا ۔ ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ مہتمم نے ایک ساعی چندہ کے لئے مقرر کیا اور اُسکی تنخواہ مقرر کی اُسکی سعی سے چندہ مقرر ہوا اب وہ سعی جیسا کہ پہلے کیا کرتا تھا کہ سفر یا شہر مین جدید چندے مقرر کرائے نہین کرتا بلکہ محرر وغیرہ کی نگرانی وغیرہ کرتے ہین اور جس وقت نگرانی کرتے ہین اُس وقت کی تنخواہ تعلیم وغیرہ کی ہی وہ لیتے ہین پس اس صورۃ مین وہ سعی چندہ کی تنخواہ کے مستحق ہوسکتے ہین یا نہین ۔

الجواب ۔ جب عمل نہین استحقاق اجرت نہین جیسا ظاہر ہے ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ سعی چندہ کے لیے ماہوار مقرر ہے تمام سال مین ایک یا دو ماہ سعی کی جن مہینون مین سعی کی اُنکی تنخواہ کے مستحق ہونگے یا تمام سال کے ۔

جواب ۔ صرف اُن ایام کے جیسا ظاہر ہے فقط ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ اواخر شعبان و اوائل شوال و تمام ماہ رمضان و دیگر ایام عید الضحے وغیرہ مین تعطیل ہوتی ہے ان ایام کی تنخواہ کا مدرس مستحق ہے یا نہین ۔

جواب ۔ برضاء اہل چندہ چندہ دے سکتے ہین ورنہ عدم اشتراط مین استحقاق نہین اور اشتراط مین بذمہ موجر واجب ہے جیسا کہ نمبر ۹ و نمبر ۱۲ مین مذکور ہوا فقط ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال ۔ طلبہ کو بوجہ سرزنش کسی روز سبق نہین پڑھایا اُس روز کی تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہین

جواب اس کا حکم بھی نمبر ۱۰ و نمبر ۱۲ و نمبر ۱۳ سے مفہوم ہوگیا ۔ واللہ اعلم ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال (۴۲) فتاوی اشرفیہ حصہ دوم مین مسئلہ منی آڈر کے متعلق قصور فہم سے کچھ خلجان ہے اس لئے کہ تسلیط کو تملیک کہا گیا اگر اسی مسئلہ مین براہ راست کسی فقیر کو منی آڈر نہ کیا جاوے بلکہ کسی غنی کے ذریعہ سے تو لا محالہ یہ تسلیط تملیک نہین بلکہ توکیل بالقبض ہے پھر اقتران نیت بوقت منی آڈر کرنے کے مفقود ہی و نیز فقہاء قاطبۃ تسلیط کو توکیل بالقبض کہتے ہین کہ جسکے بعد مسلط اصیل فی القبض لنفسہ ہوتا ہے چنانچہ شامی قولہ علی قبضہ پر سائحانی سے نقل کرتے ہین وح یصیر وکیلا فی القبض عن الآمر ثم اصیلا فی القبض لنفسہ الخ اور جس عبارت کو صاحب درمختار نے الا اذا سلطہ سے تعبیر کیا ہے ہدایہ صفحہ ۱ کتاب الوکالۃ بالبیع والشراء مین تملیک الدین من غیر من علیہ الدین من غیران یوکلہ بقبضہ وذلک لایجوز الی قولہ بخلاف ما اذا عین البائع لانہ یصیر وکیلا عنہ فی القبض ثم یتملکہ الخ سے تعبیر کیا ہے جس سے تسلیط اور توکیل کا متحد ہونا ثابت ہے اور صاحب درمختار نے بھی کتاب الوکالۃ بالبیع والشراء مین مسئلہ مذکورہ کو وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ الخ سے ذکر کیا ہے اور اگر تسلیط سے ما نحن فیہ مین تملیک مراد لیا بھی جاوے تو معنی الا اذا سلطہ علی قبضہ کا الا اذا ملکہ علی قبضہ ہوا اور تملیک علی القبض توکیل علی القبض ہی نہ تملک العین پس اقتران بوقت تملیک کیونکر متحقق ہوا۔

جواب - تسلیط و توکیل کا اتحاد اُس وقت مضر ہوتا کہ یہان صرف تسلیط ہوتی اور جبکہ یہان تملیک بھی ہے کما ہو ند کور صریحا فی قولہ تملیک الدین الخ اور اُسکی شرط مین کہا ہے اذا سلطہ الخ تو تملیک مع التوکیل بالقبض متحقق ہوگئی اور تملیک کا وقت نیت مقارن ہے پس محل تردد نہین ہی چنانچہ بعد عبارت سائحانی منقولہ فی السوال مصرح ہے واذا نوی فی ذلک التصدق بالزکاۃ اجزاہ کما فی الاشباہ اس تقریر سے محذور اخیر جو مبنی ہے تسلیط و تملیک کے اتحاد پر نیز دفع ہوگیا کیونکہ اتحاد کا دعوی نہین کیا گیا اور اگر اس جملہ سے ایہام ہو کہ "خود تسلیط تملیک ہے" تو اس سے اصل مقصود یہ دعوی کرنا ہے کہ تملیک وقت قبض تک مؤخر نہین بلکہ بالفعل ہے البتہ تعبیر مین تسامح ہے مقصود تسلیط و تملیک کی مقارنت کا دعوی ہے فافہم البتہ غیر فقیر کی معرفت بھیجنے مین یہ تقریر جاری نہو گی جس سے اصل سائل نے بھی سوال نہین کیا جیسا اُسکی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہے گو درس کا ذکر قرینہ عموم تھا مگر اُسکی طرف التفات نہوا تھا بہر حال اس صورت

تحقیق ازالہ اشکال متعلق بمسئلہ منی آرڈر و جواب ...

مین وکیل کی نیت کو شرط کہا جاویگا واقعی اصل جواب مین اسکی تصریح ہونا مناسب بلکہ ضروری تھا واللہ اعلم ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

جواز اخذ اجرت زائد از مقدار معین سرکاری

سوال - کاشتکار سے سرکاری معینہ رقم سے زیادہ وصول کرنا جائز ہے یا نہین -

الجواب - اس سوال کے معنی جو مین سمجھا ہون وہ یہ ہین کہ زمیندار یعنی مالک زمین کو سرکار نے کسی قانون سے یہ حکم کر دیا ہے کہ تم اپنی زمین کے کاشتکار سے اسقدر مقدار سے زیادہ لگان نہین لے سکتے ہو اگر یہی معنے ہین تو جواب یہ ہے کہ اجرت ٹھیرانے کا استحقاق مالک کے ہوتے ہوئے غیر مالک کو نہین ہے اس لیئے یہ حکم شرعاً غیر معتبر ہے اور زمیندار کو بلا شبہہ یہ حق حاصل ہے کہ کاشتکار کو مجبور کرے کہ ہم کو اسقدر لگان دینا ہوگا ورنہ ہم تم کو کاشت کی اجازت نہین دیتے اگر اسکے بعد وہ بڑھاوے گا تو زمیندار کے لیئے حلال طیب ہے اور اگر اس نے نہ بڑھایا تو ایسی زمین کی کاشت سے وہ گنہگار ہوگا اور اگر سوال کا کچھ اور مطلب ہے تو اسکی توضیح کے بعد جواب ممکن ہے -

۲۴ جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ

تحقیق بعض احکام دلال

سوال - (۱) دلال اجیر مشترک ہے یا خاص (۲) بیع وشرا مین دلالی کا اجرہ کس قسم کا جائز ہے (۳) نیل اور چینی اور کپڑے کے تجار مال آڑہت والے کے پاس بھیجدیتے ہین آڑہت والا مال حفاظت سے اپنے مکان مین رکھتا ہے جب خریدار آجاتا ہے اس کو فروخت کر کے ۶ / ۱۰ یا ۸ فیصدی رقم آڑہت کی جو مقرر ہے لے لیتا ہے آیا اس قسم کی اجرت درست ہوسکتی ہے (۴) کپڑے کی آڑہت والے کے پاس خریدار فرمایش لکھکر بھیجدیتے ہین آڑہت والا فرمایش کے مطابق کپڑا خرید کر بھیجدیتا ہے اور حق آڑہت کا ۱۰/ فیصدی جو مقرر ہے لے لیتا ہے آیا یہ درست ہے (۵) بعض جگہہ دلالون کی دلالی فی روپیہ ایک پیسہ مقرر ہے یعنی جتنے روپیہ کا کپڑا فروخت کردین فی روپیہ ایک پیسہ دلالی لے لیتے ہین ایسی دلالی جائز ہے یا نہین (۶) چینی کے دلال ہر بل مین ۲ ر دلالی پاتے ہین یہ درست ہے یا نہین (۷) بعض جگہہ یہ رسم ہے کہ وہانکی قوم متفق ہوکر بعض شخص کو دلال مقرر کرتے ہین اور انکے خیال مین وہ خاندانی دلال متصور ہوتا ہے اور جتنی اولاد اسکے خاندان مین ہوتی ہے سب دلال کہی جاتی ہے اور حق دلالی کا رکھتی ہے کیا دلالی ایسی شے ہے کہ اس مین توریث جاری ہوسکتی ہے (۸) نکاح کی دلالی مین بعض لوگ اجرت دیتے لیتے ہین یہ درست ہے یا نہین -

جواب۔ (۱) اُجرت مثل ہے (۲) یہ سوال سمجھ مین نہین آیا (۳) فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ للخادمی الجزء الرابع منہ عن لب الاحیاء والاعانۃ علی عمل معین الی قولہ او مباحا فیہ تعب بحیث یجوز الاستیجار علیہ حل اخذہ وہو حل اھ فی رد المحتار عن جامع الفصولین للقاضی ان یاخذ ما یجوز لغیرہ الی قولہ جواز اخذ الاجرۃ الزائدۃ وان کان الحمل مشقۃ قلیلۃ ونظرہم لمنفعۃ المکتوب لہ اھ قلت ولا یخرج ذلک عن اجرۃ مثلہ فان من تفرغ لہذا العمل کثقاب اللآلی مثلا لا یاخذ الاجر علی قدر مشقتہ فانہ لا یقوم بمؤنتہ ولو الزمناہ ذلک لزم ضیاع ہذہ الصنعۃ وکان ذلک اجر مثلہ اھ جلد خامس صـ۹۶ اس روایت سے معلوم ہوا کہ چونکہ آڑہت مین عمل اور مشقت موجود ہے اس لیے اجرت درست ہے۔ (۴) جیسے اوپر کی صورت مین بیع مین مشقت تھی اس صورت مین اشتراء مین مشقت ہے لہذا اس مین بھی اجرت درست ہے۔ (۵) جب اس اجرت کا جواز ثابت ہوگیا اور اُسکے شرائط مین سے تعیین اجر ہے اور تعیین کی یہ بھی ایک صورت ہے اس لیے جائز معلوم ہوتا ہے (۶) اسمین بھی مثل نمبر۵ کے تعیین ہے لہذا درست معلوم ہوتا ہے (۷) دلالی عقد اجارہ ہے اور اجارہ محل توریث نہین چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر موجر یا مستاجر مرجاوے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے اُسکے ورثہ قائم مقام نہین ہوتے البتہ اگر اپنی خوشی سے پھر اُسی شخص کی اولاد سے معاملہ رکھے یہ امر دیگر ہے لیکن جبر نہین ہوسکتا موجر کی طرف سے نہ مستاجر کی طرف سے (۸) فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ بعد العبارۃ المذکورۃ فی نمبر۳ ما نصہ ولا تعب فیہ ککلمۃ او فعلۃ من ذی الجاہ حرم اخذہ اذ لم یثبت فی الشرع التعویض عن الجاہ اس سے معلوم ہوا کہ جہان اجرت بمقابلہ جاہ کے ہو وہ حرام ہے اور نکاح مین یقیناً قبول قول ساعی موقوف ہے اُسکی جاہ پر چنانچہ اگر کوئی غیر ذی جاہ اس سے زیادہ سعی کرے اور کامیابی نہو ہرگز اُس کو اسقدر عوض نہ دیا جاوے گا اور جاہ شرع مین کوئی چیز متقوم قابل اجارہ نہین اس لئے یہ دلالی حرام ہے۔ ۱۶ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوالات متعلقہ سوالات بالا

بندہ نے ماہ شعبان مین چند سوالات بھیجے تھے اُس کا جواب آیا مگر شکوک نہین زائل ہوئے دلالی کے مسئلہ مین یہان رائین مختلف ہین عبارتین کتابونکی اور شک پیدا کرتی ہین اس وجہ سے مین کتابونکی عبارت نقل کرکے بالتفصیل اپنے شکوک عرض کرتا ہون امید کہ جواب شافی سے سرفراز فرمایا جاؤن (توضیح سوال نمبر۲) چونکہ عبارت منقولہ ۱ و ۲ و ۵ و ۶ سے صاف ثابت ہے کہ بلا تعیین مدت

سوالات متعلقہ سوالات بالا

بیع وشراء کی دلالی ہمارے مذہب میں درست نہیں اور جب تعیین وقت ہوگی تو دلال اجیر مشترک نہیں رہسکتا بلکہ وہ اجیر خاص ہوگیا اسی وجہ سے مجھے شبہ ہوتا ہے کہ دلال جب اجیر مشترک ہی تو بیع وشراء مین کس قسم کی دلالی اُسکی جائز ہے (توضیح سوال سوم) آڑہت دار اگرچہ مال اپنے مکان مین رکھتا ہی مگر اس کے لئے کوئی مدت معین نہین بلکہ مجہول ہے اگر دو ماہ تک مال فروخت نہو تب بھی عاسکرہ حق آڑہت لیتا ہے اور اگر ایک روز مین فروخت ہو بلکہ اسٹیشن پر قبل پہونچنے مکان آڑہت کے مال فروخت ہوجائے تب بھی اُسیقدر آڑہت کی رقم لیتا ہے اور اگر کہا جاوے کہ وہ اجورہ مکان نہین بلکہ دلالی ہی تو دلالی اس قسم کی بمذہب حنفیہ نادرست ٹھہرتی ہے جیسا کہ عبارت منقولہ سے واضح ہی اسوجہ سے مجھے تامل ہوتا ہے کہ آڑہت کی رقم کو جائز کہون یا ناجائز (توضیح نمبر ۴ و ۵ و ۶) چونکہ اس صورت مین تعیین وقت نہین ہی بمذہب امام نادرست ہونا چاہیے چنانچہ عبارات منقولہ شاہد ہین۔

عبارات کتب معتبرہ۔ (۱) فتاوائے قاضیخان ج ۳ ص۵۳ مین ہے رجل امر سمسار البیشة له الكرابيس او دلالا ليبيع له هذه الاثواب بدرهم لا يجوز هذه الاجارة لان البيع لا يتم بالدلال وانما يتم به وبالمشتري ولا يدري متى يجيئ المشتري فان ذكر لذلك وقتا ان ذكر الوقت اولا ثم الاجرة بان قال استاجرتك بدرهم اليوم على ان تبيع لي كذا وتشتري لا يجوز وهذه مسئلة تذكرة الملكيس سواء واذا فسدت الاجارة والعمل واتم العمل كان له اجر مثله على ما هو العرف في اهل ذلك العمل وذكر محمد رح الحيلة في استيجار السمسار فقال يامره ان يشتري شيئا معلوما او يبيع ولا يذكر له اجرا ثم يواسيه بشيء اما هبة او جزاء لعمله فيجوز ذلك للناس لحاجة كما جاز دخول الحمام باجرة غير مقدرة ثم يعطي الاجر عند الخروج فكذا الرجل شرب الماء من السقاء ثم يعطي له فلسا او شيئا وكذا الختان والحجام واذا اخذ السمسار اجر مثله هل يطيب له ذلك اختلفوا فيه قال الشيخ الامام المعروف بخواهر زاده يطيب له ذلك وكذا عن غيره واليه اشار محمد رح في الكتاب وهو نظير ما لو اشترى شيئا شراء فاسدا فهلك المبيع عنده واخذ البائع قيمته طابت القيمة للبائع وقال بعضهم لا يطيب للدلال والسمسار اجر مثله لانه مال استفاده بعقد فاسد هذا اذا امر السمسار بالبيع والدلال بالشراء ولم يذكر له وقتا اما اذا ذكر له وقتا بان قال استاجرتك اليوم بدرهم على ان تبيع لي هذه الاثواب او تشتري لي كذا حتى جازت الاجارة كان له المسمى فيطيب له عند الكل اھ (۲) اور فتاوائے عالمگیری ج ۴ ص۶۲۲ مین ہی اذا استاجر رجلا ليبيع له كذا او يشتري له كذا فهي فاسدة فان باع وقبض الثمن فهلك ما له كذا في

الغیاثیۃ وان ذکر لذلک وقتا فان ذکر الوقت اولا ثم الاجر بان قال لہ استاجرتک الیوم بدرہم علی ان تبیع لی وتشتری لایجوز الخ الی ان قال ہکذا فی فتاوی قاضیخان (۳) رد المختار ج ۵ صـ۲۹ مین ہی قال فی البزازیۃ اجارۃ السمسار والمنادی والحمامی والصکاک ومالا یقدر فیہ الوقت ولا العمل تجوز لما کان للناس بہ الحاجۃ ویطیب الاجر الماخوذ لو قدر اجر المثل اھ ایضاً فیہ صـ۳۹ (۴) قال فی التاتارخانیۃ وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل وما تواضعوا علیہ ان فی کل عشرۃ دنانیر کذا فذاک حرام علیہم وفی الحاوی سئل محمد بن سلمۃ عن اجرۃ السمسار فقال ارجو ان لاباس بہ وان کان فی الاصل فاسد الکثرۃ التعامل وکثیر من ہذا غیر جائز فجوزوہ لحاجۃ الناس الیہ کدخول الحمام اھ بخاری شریف جزو ۹ مین ہی باب اجر السمسرۃ ولم یر ابن سیرین وعطاء وابراہیم والحسن باجر السمسار باسا فتح الباری جزو تاسع صـ۳۱۲ مین ہے کان المصنف اشار الی الرد علی من کرہہا وقد نقلہ ابن المنذر عن الکوفیین وایضاً فیہ صـ۳۱۵ (۵) ثم اورد المصنف حدیث ابن عباس رض الماضی فی البیوع والمراد منہ قولہ فی تفسیر النہی لبیع الحاضر للبادی ان لایکون لہ سمسارا فان مفہومہ انہ یجوز ان یکون سمسارا فی بیع الحاضر للحاضر ولکن شرط الجمہور ان تکون الاجرۃ معلومۃ وعن ابی حنیفۃ ان دفع لہ الفا علی ان یشتری بہا بزا باجرۃ عشرۃ فہو فاسد فان اشتری فلہ اجرۃ المثل ولا یجوز ما سمی من الاجرۃ وعن ابی ثور اذا جعل لہ فی کل الف شیئا معلوما لم یجز لان ذلک غیر معلوم فان عمل فلہ اجر مثلہ وحجۃ من منع انہا اجارۃ فی امر لا یدری غیر معلوم وحجۃ من اجازہ انہ اذا عین لہ الاجرۃ کفی ویکون من باب الجعالۃ واللہ اعلم اھ او عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۵ صـ۱۴۵ مین ہی (۶) وہذا الباب فیہ اختلاف العلماء فقال مالک یجوز ان یستاجرہ علی بیع سلعۃ اذا بین لذلک اجلا قال وکذلک اذا قال لہ بع ہذا الثوب ولک درہم انہ جائز وان لم یوقت لہ ثمنا وکذلک ان جعل لہ فی کل مائۃ دینار شیئا وہو جعل وقال احمد لاباس ان یعطیہ من الالف شیئا معلوما وذکر ابن المنذر عن حماد والثوری انہما کرہا اجرہ وقال ابو حنیفۃ ان دفع لہ الف درہم یشتری بہا بزا باجر عشرۃ دراہم فہو فاسد وکذلک لو قال اشتر مائۃ ثوب فہو فاسد فان اشتری فلہ اجر مثلہ ولا یجاوز ما سمی من الاجر وقال ابو ثور اذا جعل لہ فی کل الف شیئا معلوما لم یجز لان ذلک غیر معلوم فان عمل علی ذلک فلہ اجرہ وان اکتراہ شہرا علی ان یشتری لہ ویبیع فذلک جائز۔ اور مسئلہ دلالی کے متعلق ایک شبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ جب وہ اجارہ فاسد ہے تو اجرت مثل دلائی جاویگی اور اجرت مثل کا موازنہ اور تخمینہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ کوئی فرد اس کا جائز ثابت ہو مگر کتابوں کی عبارت سے نہیں ثابت ہوتا ہی

کہ بیع و شرا میں کسی قسم کی دلالی جائز ہو۔

الجوابات

(جواب توضیح سوال ۲) فی الواقع ان عبارات کا بھی مقتضا ہی لیکن بوجہ حاجت عامہ روایت بزازیہ مندرجہ ۲ و روایت حاوی مندرجہ ۲ پر فتوی دینا ارفق بالناس ہے ہذا ما رایت واللہ اعلم واری

(جواب توضیح سوال ۳) عبارت سوال ۳ صحیح ہے اس میں کہ یہ آڑھت والا دلال ہی و قد علم حکمہ آنفا

(جواب توضیح سوال نمبر ۴ و ۵ و ۶) یہ بھی اوپر کی تحقیق پر متفرع و مبنی ہے فحکمہ حکمہ واللہ اعلم۔

اور اخیر کا شبہ بعد ثبوت جواز خود دفع ہو جاویگا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۲ ہجری

اجرت بر سماع قرآن و قراءت قرآن

سوال۔ سماعت قرآن کی اجرت اور قراءۃ قرآن کی اجرت میں کیا فرق ہے کہ ثانی حرام ہے اور اول حلال۔

جواب۔ سماعت قرآن سے غرض یہ ہے کہ جہاں بھولے گا بتلادیگا پس یہ تعلیم ہے اور تعلیم پر اجرت لینے کے جواز پر فتوی ہے بخلاف قرآن کے کہ اس میں تعلیم مقصود نہیں اسلئے کلیہ حرمت اجر علی الطاعت میں داخل رہے گا۔ فقط واللہ اعلم ۱۱ رمضان ۱۳۲۲ ہجری

حکم دادن اجرت بر تعلیم قرآن باعتقاد ناجائز

سوال۔ جو شخص کہ جواز اجرت تعلیم قرآن کا قائل نہو اور کسیکو تعلیم قرآن شریف دیکر تنخواہ لینی محض ناجائز سمجھتا ہو مطابق رای متقدمین کے اُس کو اگر ان بچوں کے سرپرستوں سے جسے وہ قرآن شریف پڑھاتا ہو اوقات مخصوصہ میں یعنی جس وقت وہ زکوۃ نکالتے ہوں یا صدقہ دیتے ہوں کچھ روپیہ ملجایا کرے اور وہ معلم اُن روپیوں کے لینے والوں میں اپنے کو زیادہ مستحق سمجھتا ہو اور اُن بچوں کے سرپرستوں کا بھی ایسا ہی خیال ہو بسبب تعلیم و تعلم کے چنانچہ اگر اُس شخص کو اُسی قدر روپیے دیئے جاویں جس قدر اوروں کو بھی دیئے گئے ہیں تو اُنکی خفگی کا باعث ہو اور دینے والے بھی اُنکی خفگی بجا سمجھتے ہوں پس ایسے شخص کو اُسکے اعتقاد کے مطابق ایسی صورت میں وہ روپے جائز ہوں گے یا ناجائز۔ اور اگر باعث خفگی نہو بلکہ لینا اور نہ لینا اور دینا نہ دینا مساوی سمجھا جاتا ہو تو کیسا ہے فی زماننا جیسا کہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ لوگ مرید کیا کرتے ہیں اور کسی خاص وقت میں یا جسوقت بھی وہ مریدوں کے یہاں پہونچ جائیں اُنھیں کچھ روپیہ ملجایا کرتے ہیں اور اگر وہ روپیہ نہ ملیں تو گو وہ اپنی زبان سے بُرا بھلا نہیں کہیں گے مگر اس کا ملال اُنھیں ضرور ہوگا ایسے روپیہ کا دینا اور لینا کیسا ہے اور اگر ایسی بات نہیں ہے بلکہ جو

وعدم یعنی دینا اور نہ دینا مساوی سمجھا جاتا ہے پھر کیسا ہے ۔حاصل کلام یہ کہ اگر تعلیم مذکور کو عبادت قرار
دیا جاوے برین تقدیر ورثہ صبیان کو بطور خاطر داری داد و دہش کرنا جائز ہے یا نہ اگرچہ اس داد و دہش کو
مزدوری قرار نہ دیا جاوے وحال پیران و مرشدان کیا ہے اس صورت مین کہ اُن کو بھی بطریق خاطرداری
بوجہ تلقین و تذکیر روپیہ وغیرہ دیا جاوے بر تقدیر عبادت یہ روپیہ پیران مذکور کو لینا جائز ہے یا نہ اور
مریدان کو دینا ان جملہ صورتون مین یہ داد و دہش اجرت قرار نہین دی گئی ہے ۔

الجواب ۔اگر ایسا لینا دینا عام طور سے متعارف ہوجاوے کہ لینے دینے کو ضروری سمجھا جانے لگے
تب تو بقاعدہ المعروف کالمشروط یہ صریح عوض اور اجر ہے اور مرشد کے لئے اتفاقاً ناجائز اور معلم
کے لئے مختلف فیہ مگر دینے والے کی زکوۃ ادا نہوگی اور اگر معروف کے درجہ مین نہین پہونچا تو نہ دینے
سے دلمین رنج و شکایت ہونا دلیل ہے فساد نیت و حرص و قصد عوض کی اس سے معلم کو ثواب تعلیم اور
مرشد کو ثواب تلقین نہ ملے گا اور حرص کی ظلمت و وبال مین ابتلا ہوگا لقولہ علیہ السلام انما الاعمال بالنیات
لیکن زکوۃ ادا ہوجاویگی رہا اس روپیہ کا حلال یا غیر حلال ہونا سو اگر دینے والا بطیب خاطر دیتا ہے تب تو
روپیہ حلال ہے اور اگر تنگ اور گران خاطر ہوکر دیتا ہے تو روپیہ بھی حلال نہین لقولہ علیہ السلام
الا لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسہ البتہ اگر محض محبت سے دیتا ہو گو وہ محبت بوجہ معلم اور مرشد ہونے
کے ہو وہ ہدیہ مسنونہ ہے جس طرح صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش
کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ محبت نبوت کی وجہ سے تھی مگر اس کو تبلیغ احکام کا عوض نہ کہا جاویگا
اور یہ سب امور بہت ظاہر ہین ۔ ۱۶ ؍ رمضان ۱۳۲۲ھ

سوال ۔کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید بکر کا ملازم با اختیار مختار
عام ہے اور بکر کی طرف سے اُسکے گاؤن زمینداری کو روپیہ کی تحصیل کے واسطے جاتا ہے دو چار دن یا
ہفتہ عشرہ موضع مذکور مین رہ کر روپیہ تحصیل کرتا ہے اور جنس خوردنی کا انتظام تو بطور خود کرتا ہے لیکن
دودہ و دہی کاشتکارون کے گھر سے بقدر ضرورت باری باری سے منگاتا ہے کوئی کاشتکار خوشی
سے کوئی ناخوشی سے دیتا ہے لیکن جبر و تعدی ناخوشی سے دینے والے پر بھی نہین کیا جاتا دودہ دہی
دیہات مین فروخت ہونے کا دستور نہین ہے زمیندار و کارندہ عموماً دودہ دہی کاشتکارون سے
بلا قیمت حسب ضرورت لیتے ہین کاشتکارون سے کوئی معاوضہ گاؤن مین رہنے اور مویشی کے گھاس

حکم گرفتن [illegible] از کاشتکار [illegible] زمیندار

چرانے کا نہیں لیا جاتا یہ بھی لحاظ فرمایا جاوے کہ کھانا روزمرہ کا زید کا بکر کے ذمہ ہو سفر و حضر میں انہی کے ذمہ کھاتا ہے تو ایسی حالت میں یہ دودھ دہی اسکو حلال و مباح ہے یا نہیں۔

الجواب - قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حقوق واجبہ کے سوا جو آمدنی بواسطہ حکومت کے ہو وہ اقسام رشوت میں کی ایک قسم ہے اور زمیندار و کاشتکار کا علاقہ شرعاً حاکم و محکوم کا نہیں بلکہ موجر و مستاجر کا ہی پس جو کچھ کاشتکار سے لیا جاتا ہو اُس کو سکنائی یا زرعی صحرائی زمین کے معاوضہ کا یعنی اجرت کا ایک جزو ٹھیرا سکتے ہیں البتہ اُجرت کے شرائط میں سے اجرت کا معین و معلوم ہونا بھی ہی پس صورت مسئولہ میں بقاعدہ المعروف کالمشروط یہ دودھ دہی بھی داخل اُجرت زمین ہی اس لیے اصل میں جائز ہی لیکن اسمین شرعاً اتنا فساد ہے کہ اُسکی مقدار معین نہیں پس اسکی اصلاح اسطرح واجب ہی کہ معاہدہ اجارہ یا اضافہ کے وقت ہر کاشتکار سے تصریحاً کہدیا جاوے کہ تم کو سال بھر یا ششماہی میں اسقدر دودھ دہی بھی دینا ہوگا پھر اس کا حساب ذہن میں یا لکھکر یاد رکھے کہ سال بھر میں فلاں فلاں کاشتکار سے اسقدر آتا کہ اُس مقدار سے زائد دودھ دہی نہ آنے پاوے اگر کم آوے تو مضائقہ نہیں اس طرح مقرر کر لینے میں اگر اُس سے ناخوشی کے ساتھ بھی وصول ہوگا تو حلال ہے اور اگر اسطرح مقرر نہ کیا تو اجارہ فاسدہ کی وجہ سے اُس کا لینا اور کھانا درست نہیں خواہ اپنے ذمہ کھاتا ہو یا اپنے آقا کے ذمہ کھاوے اور اگر تھوڑی توجہ کیجاوے تو شرط جواز کا اہتمام کچھ دشوار نہیں - فقط ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

سوال - ہدایہ میں تصریح ہی کہ اُن طاعات پر اُجرت جائز نہیں جو مسلمان کے ساتھ مختص ہوں نصرت مظلوم اگرچہ طاعت ہی لیکن مسلم کے ساتھ مختص نہیں پس وکالت کی آمدنی کیوں ناجائز ہے جیسے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا۔

جواب - یوں تو تعلیم مذہب بھی مخصوص بامسلم نہیں یہ قید اختصاص بالمسلم کی غیر واجب میں معلوم ہوتی ہے جیسا نکاح و ذبح بخلاف نصرت مظلوم یا تعلیم دین کے کہ امور واجبہ سے ہیں گو اختصاص نہو واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم - ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

الصراح فی اجرۃ الانکاح

بعد الحمد والصلوٰۃ والسلام للہ تعالیٰ و علے رسولہ و آلہ و اصحابہ الکرام - بہت روز سے میری دلی

خیال تھا کہ اس نکاح خوانی کی اُجرت متعارفہ کے متعلق کچھ تحقیق کیا جاوے لیکن اتفاق سے آج کل
خاص طور پر اس کا ایک استفتاء آ گیا چونکہ اُس کا جواب قدرے مفصل لکھا گیا جس سے وہ ایک چھوٹے
رسالہ کی برابر ہو گیا اس لئے بمناسبت مضمون الحق الصراح فی اجرة الانکاح اُس کا نام رکھ دینا مناسب
معلوم ہوا وجہ استفتاء کی یہ ہوئی تھی کہ احقر نے ایک جگہ ایک حافظ صاحب کو نیابت سے منع
کر دیا تھا اس لئے منیب کے صاحبزادے نے بغرض اپنے والد ماجد کو کہ اُن کا قیام دوسری جگہ ہے
حکم شرعی سے اطلاع دینے کے اسکی تحقیق کی فبارک اللہ تعالیٰ فیہم۔ العبد محمد اشرف علی عفی عنہ

سوال۔ حضرت اقدس جناب مولوی صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:
حافظ صاحب نے رجسٹر نکاح یہ فرما کر واپس کر دیا ہے کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اول تو یہ
آمدنی ناجائز ہے اور اگر طوعاً وکرہاً جائز ہوتی بھی ہے تو اس طرح ناجائز ہو جاتی ہے کہ تم اُس میں سے
کچھ جزو قاضی صاحب کو دیتے ہو جو مقدمہ رشوت ہے رشوت جبریہ تو جائز ہی نہیں مگر رشوت طبعی ہے
جو کسی دباؤ کے بغیر محض بغرض انتفاع اسلئے ناجائز ہے۔ جناب والد صاحب یہاں تشریف نہیں
رکھتے جو اس کام کو خود انجام دیتے یا کوئی اور انتظام فرماتے لہٰذا میری غرض یہ ہے کہ اُنکی خدمت میں
بذریعہ عریضہ کل احکام متعلقہ جواز وعدم جواز عرض کر دوں تاکہ انتظام میں سہولت ہو ورنہ خدانخواستہ
کیا انتظام ہوا اور ناحق بھی مبتلائے گناہ ہونا پڑے پس گذارش ہے کہ جناب ضروری احکام متعلقہ
سے مطلع فرما کر سرفراز فرماویں گے اور نیز اس سے بھی مطلع فرماویں گے کہ آیا بطور تنخواہ دار کے کسی
شخص سے یہ کام لیا جاوے تو جائز بھی ہے یا نہیں اطلاعاً یہ بھی گذارش ہے کہ لوگ نکاح خوان کا حق
صرف چار ہی آنہ خیال کرتے ہیں باقی ایک روپیہ قاضی صاحب کے نام کا ہوتا ہے جس کو عطیہ یا
نذرانہ جو کچھ بھی ہو کہنا چاہیئے اور اکثر ایسا ہوا بھی ہے کہ قاضی صاحب کے نام کا روپیہ اُنھوں نے
نکاح خوان کو نہیں دیا خود اپنے آپ آ کر دیگئے ہیں مکرر یہ ہے کہ اگر حافظ صاحب نے یہ کام نہ کیا تو اور
لوگوں سے یہ امید نہیں کہ وہ مسائل کی تحقیق کرینگے پس بہت سے نکاح خلاف شرع ہوا کرینگے

جواب۔ اس کا مجمل جواب تو یہ ہے کہ مولانا محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسائل
اربعین میں ایک ایسے سوال کے جواب میں خزانۃ الروایات سے استدلال کر کے اس کے ناجائز
ہونے کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ وہ سوال وجواب مع روایات نقل ہوتا ہے (**مسئلہ**) بعد نکاح

بقاضی ووکیل وشاہدان کہ از طرف عروس می آیند بخوشی خود بدون مطالبہ شان چیزے دادن جائز است یا نہ

جواب - دادن این مردمان بدون مطالبہ وجبر از طرف ایشان مباح است واگر جبر کنند وخواہ مخواہ بکند واصرار طلب نمایند وبگیرند پس مباح نیست چنانچہ درکتاب خزانۃ الروایات مرقوم است . وما سنہ القضاۃ فی دار الاسلام ظلم صریح وہوان یاخذوا من الانکحۃ شیئاً ثم یجیزون اولیاء الزوج والزوجۃ بالمناکحۃ فانہم مالم یرضوا الشئی من اولیاء ہما لم یجیزوا بذلک فانہ حرام للقاضی والناکح انتہے الجواب المذکور قلت فلما ان الاجازۃ غیر متقومۃ لایحل العوض عنہا کذلک الجاہ والعقود الفاسدۃ التی ہی المنشأ فی الاکثر لہذا الاخذ کما سیاتی غیر متقومۃ لایحل العوض عنہا اور مفصل جواب یہ ہے کہ جو چیز کسی کو دیجاتی ہے اسکی دو حالتین ہین یا تو بعوض دیا جاتا ہے یا بلا عوض اور جو بعوض دیا جاتا ہے دو حال سے خالی نہین یا تو ایسی شے کا عوض ہے جو شرعاً متقوم وقابل عوض ہے اور یا ایسی شے کا عوض ہے جو شرعاً متقوم وقابل عوض نہین خواہ حقیقۃ جیسا عقود باطلہ مین ہوتا ہے یا حکما جیسا عقود فاسدہ مین ہوتا ہے اور جو بلا عوض دیا جاتا ہے وہ بھی دو حال سے خالی نہین یا تو محض طیب خاطر اور آزادی سے دیا جاتا ہے یا تنگی خاطر وکراہت قلب سے دیا جاتا ہے خواہ وہ تنگی اور کراہت زیادہ ہو یا کم ہو یہ کل چار قسمین ہوئین قسم اول جو متقوم شے کے عوض مین حاصل ہو قسم دوم جو غیر متقوم شے کے عوض مین حاصل ہو قسم سوم جو بلا عوض بطیب خاطر حاصل ہو قسم چہارم جو بلا عوض بکراہت حاصل ہو قسم اول بوجہ اجرت یا ثمن ہونے کے اور قسم سوم بوجہ ہدیہ وعطیہ ہونے کے حلال ہے اور قسم دوم بوجہ رشوت یا ربوا حقیقی یا حکمی ہونے کے اور قسم چہارم بوجہ ظلم یا جبر فی التبرع ہونے کے حرام ہے اب دیکھنا چاہیے کہ نکاح خوانی کی آمدنی کون قسم مین داخل ہے تاکہ اس کا ویسا ہی حکم ہو اگر قسم اول مین داخل کہا جاوے جیسا خود نکاح پڑہنے والے کی نسبت اس کا ظاہرا احتمال ہوسکتا ہے کیونکہ خود نکاح پڑہنے نہ جاوے وہان تو اس کا احتمال ہی نہین البتہ نکاح خوان کے اعتبار سے ظاہرا اس کا شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ نکاح خوان کے اس عمل کی اجرت ہے مگر غور کرنے کے بعد یہ احتمال صحیح نہین رہتا کیونکہ صحت اجارہ کے لئے شرعاً چند امور لازم ہین وہ یہ کہ کام لینے والے کو پورا اختیار ہو جس سے چاہے کام لے اور کام کرنے والے کو پورا اختیار ہو کہ کام کرے یا نہ کرے اور اسی طرح مقدار اجرت ٹھیرانے مین کام لینے والے کو پورا اختیار ہو کہ جسقدر چاہے کم کہسکے اور زیادہ پر راضی نہو اور کام

کرنے والے کو بھی پورا اختیار رہو کہ جتنا چاہے زیادہ مانگے ان امور مین اپنی آزادی واختیار سے منتفع ہونے
مین ایک پر دوسرے کی طرف سے کوئی طعن یا ملامت مانع نہو اور یہ سب امور مسئلہ مبحوث عنہا مین مفقود ہین
کیونکہ گو کام لینے والے کو اس مین تو آزادی حاصل ہے کہ کسی سے مفت نکاح پڑہوا لے لیکن اگر وہ اجرت
پر کسی نے شخص سے نکاح پڑہوا لے مثلاً مجمع حاضرین مین سے کیفما اتفق کسی کو کہدے کہ تم پڑہدو اور
وہ اجرت تم کو دین گے یا اُسی مقرر نکاح خوان سے کہے کہ تم دوسری جگہہ اتنا لیتے ہو ہم تو اس سے نصف
دینگے اگر نہین پڑہتے تو ہم کسی دوسرے کو بلالین گے یا اسی طرح اگر کام دینے والا نہ تو خود جاوے اور
نہ اپنی طرف سے کسی کے بھیجنے کا اہتمام کرے بلکہ صاف جواب دیدے کہ کچھ ہمارے ذمہ نہین یا
یون کہے کہ گو اور جگہہ سے ایک روپیہ لیتا ہون مگر تمسے دس لونگا چاہے لے چلو چاہے نہ لے چلو تو ضرور
ان چارون صورتون مین ایک دوسرے کی طرف سے بھی اور عام سننے دیکھنے والونکی طرف سے سخت
ملامت ہوگی کہ لو صاحب ہمیشہ سے تو اس طرح چلا آرہا ہے انھون نے یہ نئی بات نکالی اور سب قائل
معقول کرکے اُسی رسم قدیم پر اس کو مجبور کرینگے پس جب صحت اجارہ کے شرائط مفقود ہین تو اجارہ
مشروع نرہا پھر اجرت کہنے کی گنجایش کہان رہی پھر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نکاح
خوان بلانے والے کا اجیر نہین سمجھا جاتا بلکہ خود اصل قاضی کے خیال مین بھی اور دوسرے عوام کے
خیال مین بھی اصل قاضی کا نوکر سمجھا جاتا ہے چنانچہ وہ قاضی اس کو جب چاہے معزول کردیتا ہے
اور اس صورت مین اس کا غیر مشروع ہونا اور زیادہ ظاہر ہے کیونکہ نوکر کسیکا اور اجرت کسی کے ذمہ
یہ خود باطل ہے اور شرع مین اسکی کوئی نظیر نہین اور اگر قسم سوم مین داخل کیا جاوے جیسا خود
نکاح نہ پڑہنے والے کی نسبت اس کا ظاہر احتمال ہوسکتا ہے کیونکہ جو شخص نکاح پڑھانے گیا ہے
وہان تو مفت ملنے کا احتمال ہی نہین البتہ غیر نکاح خوان کے اعتبار سے ظاہراً علی عکس القسم الاول اسکا
شبہہ ہوسکتا ہو کہ یہ اس کو عطیہ وہدیہ کے طور پر دیاگیا ہو جیسا سوال مین اس سے تعرض بھی ہے
مگر غور کرنے کے بعد یہ احتمال بھی صحیح نہین رہتا کیونکہ مشروعیت ہدیہ کے لیے بھی چند امور لازم ہین
وہ یہ کہ نہ تو دینے والا اُس کو لینے والے کا اور نہ خود لینے والا اُس کو اپنا حق سمجھے اور دینا بھی ضروری
نہ سمجھا جاوے اور اسی طرح مقدار ہدیہ مین دینے والے کو اختیار ہو خواہ کم دے یا زیادہ دے غرضکہ نہ دینے
مین بھی ملامت نہو اور کم دینے پر بھی ملامت نہو اور مسئلہ مبحوث عنہا مین یہ امور بھی مفقود ہین کیونکہ

گو بعضے لوگون کو اس مین آزادی حاصل نہ ہے کہ بالکل نہ دین چنانچہ جو لوگ اس سے پورے واقف ہین کہ ان کا کوئی حق نہین وہ بالکل نہین دیتے اور اُنپر ملامت بھی نہین کیجاتی لیکن عوام مین سے جو لوگ دیتے ہین وہ بیشک یہی سمجھہ کر دیتے ہین کہ ان کا حق ہے خواہ بوجہ قدامت کے کہ ان کے بڑون سے یہ بات چلی آ رہی ہے خواہ اس خیال سے کہ ان کو اس کام پر سرکار نے مقرر کر دیا ہی خواہ بوجہ زمینداری کے کہ ہم انکی رعایا ہین جیسا مختلف مقامات پر مختلف عادات و خیالات ہین غرض دینے والے بھی حق سمجھتے ہین اور لینے والے بھی بعضے تو ویسے بھی حق سمجھتے ہین چنانچہ بعض اُن مین قرضخواہونکی طرح مانگ مانگ لیتے ہین اور بعضے تدبیرات و تقریرات سے اسکی کوشش کرتے ہین کہ عوام مین یہ خیالات جاگزین رہین کہ یہ ان کا حق ہے حتے کہ اگر دوسرا ان ہی کی طرح اس کام کو کرنا شروع کر دے تو اُس سے آزردہ اور اُسکے درپے ہوتے ہین کہ یہ ہمارے حق مین خلل ڈالتا ہے اسی طرح اگر کوئی بجائے روپیہ کے آنہ دو آنہ دینا چاہے تو خود لینے والا بھی اور دوسرے لوگ بھی اس کو طریقہ مقررہ کے خلاف سمجھکر موجب ملامت قرار دین گے جب مشروعیت ہدیہ کے شرائط مفقود ہوئے پھر ہدیہ کہنے کی گنجایش کہان رہی جب اس آمدنی کا قسم اول و سوم مین داخل نہونا ثابت ہوگیا پس لامحالہ قسم دوم یا چہارم مین داخل ہوگی جسکی وجہ تسمین منفیین کی تقریر نفی سے خود ظاہر ہوچکی ہی اور تنبیہ مکرر کے لیئے اُس کا خلاصہ پھر عرض کیے دیتا ہون کہ بدون نکاح پڑھے دینا جیسا اکثر منیب کو ملتا ہے یا لتو اُنکے جاہ و قدامت و زمینداری کے عوض مین ہے اور یہ سب امور غیر متقوم ہین تب تو یہ دینا رشوت ہوگا اور یا پابندی رسم کے سبب حق سمجھنے کی وجہ سے ہے تو یہ جبر فی التبرع ہوگا اور نکاح پڑھوا کر دینا جیسا اکثر نائب کو اور کہین منیب کو ملتا ہے یہ اجارہ فاسدہ پر مبنی ہے اور خصوصًا جبکہ نائب نوکر قاضی کا سمجھا جاوے تو یہ آمدنی اجارۂ غیر مشروع کی حکمًا ربوا ہوگی جب اس کا قسم دوم یا چہارم مین داخل ہونا ثابت ہوگیا تو ان دونون قسمونکا جو حکم تھا یعنی عدم جواز وہ بھی ثابت ہوگیا اور یہ تقریر تو اس عمل کی نفس حقیقت کے اعتبار سے تھی اور اگر اسکے ساتھ ایک امر خارجی کو بھی ملاحظہ فرمایا جاوے جو کہ وقوع مین اس کا مقترن ہی وہ یہ کہ اکثر جگہہ عادت ہے کہ نکاح خوانی کے لیئے بلانے والا تو دولہن والا ہوتا ہے اور نکاح خوانی دلواتے ہین دولہا والے سے اور وہ بوجہ پابندی رسم کے خواہ مخواہ دیتا ہے جو کہ شرعًا محض ناجائز ہے کہ بلا وجوب شرعی کسی سے کوئی رقم اُس کو ضروری

ولازم قرار دیکر وصول کیجاوی تو اس عارض کی وجہ سے اس کا عدم جواز اور زیادہ موکد ہوجاویگا
غرض باعتبار نفس اصل کے بھی اور باعتبار اس عارض کے بھی یہ رقم ناجائز ٹھیری اور یہ تمام کلام خود
لینے والے کے اعتبار سے ہے اور دوسرے کو دینا جیسا نائب کے ذمہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ ایک بڑا حصہ
اس رقم کا اپنے منیب کو دے سو یہ دینا محض اس بنا پر ہوتا ہے کہ اسنے مجھکو اس کام کے لیئے
اجازت دی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اجازت دینا شریعت مین امر غیر متقوم ہے اور غیر متقوم کے عوض
مین دینا رشوت ہے اور رشوت بلاضرورت دفع ظلم دینا حرام ہے پس اس دینے والے کو ایک گناہ
رشوت دینے کا اور زائد ہوا غرض جو صورتین اسکے متعارف ہین اسمین کسی کو نہ لینا جائز ہے اور نہ دینا
جائز ہے اور اس مین نائب و منیب اور شادی والے سب آگئے جیسا بوجہ الکل والبسط اسکی تفصیل
گذر چکی اب ان متعارف صورتونکے علاوہ دو صورتین اور رہگئین جن مین ظاہرا جواز کا احتمال معلوم ہوتا
ہے ایک یہ کہ بطور اجارہ کے قاضی کسی کو نوکر رکھکر اسکی تنخواہ مقرر کردین اور اس سے کام لین جس سے
سوال مین بھی تعرض ہے دوسرے یہ کہ بطور شرکت تقبل کے قاضی مین اور دوسرے کسی شخص
مین باہم قرارداد ہوجاوے کہ دونون نکاح پڑھاکرین اور جو کچھ دونون کو آمدنی ہو وہ فلان نسبت
سے باہم تقسیم کرلیا کرین سو تامل کرنے کے بعد ان مین بھی جواز نہین معلوم ہوتا مثلاً اول
صورت مین اگر اس کو اجیر خاص کہا جاوی تو اُس مین دوسری نوکری نہین کرسکتا حالانکہ اسمین نائب کو اسکی
ممانعت نہین ہوتی اور اگر اجیر مشترک کہا جاوے تو اجیر مشترک ہر شخص کا جو کام چاہے کرسکتا ہی حالانکہ
یقینی بات ہے کہ اگر قاضی کو معلوم ہوجاوے کہ یہ نائب کچھ نکاح میری طرفسے پڑہتا ہے اور کچھ دوسرے
شخص کی طرف سے جو اتفاقاً مثل قاضی کے وہ بھی یہی کام کرتا ہو تو یقیناً اُس نائب کو معزول کردیگا
پھر دونون شقون مین محذور مشترک یہ ہے کہ خود قاضی مین اور اہل تقریب مین باہم کوئی عقد اجارہ
نہین ٹھیرا پھر اُس قاضی کو اجرت لینا کس طرح جائز ہوگا اور اگر کہا جاوے یہی نائب وکالۃً اہل تقریب
سے عقد اجارہ ٹھیرالے جو مثل قبول قاضی کے ہوگا اس کا جواب ایک تو اخیر دونون شقون کے
جدا جدا محذور سے معلوم ہوگیا کیونکہ جواز اور عدم جواز کے مقتضیات جمع ہونے سے عدم جواز کا مقتضی
موثر ہوگا دوسرا جواب آگے شرکت تقبل کے محذور سوم مین آتا ہے یہ تحقیق تو اول صورت کی ہوئی
اور دوسری صورت یعنی شرکت تقبل اولاً تو ایسا واقع نہین کیونکہ قاضی کو جو ملتا ہے اسمین سے

نائب کو کچھ نہین دیا جاتا دوسرے ہدایہ کتاب القسمۃ مین مصرح ہے کہ جو لوگ تقسیم کا کام اجرت پر کرتے ہون
حاکم اسلام کو چاہیے کہ اُن کو باہم شریک نہونے دے کہ عمل تقسیم کی اُجرت گران نہو جاوے یہی حال ہے
نکاح خوانی کا کہ ضرورت اسکی دنیا اور دین دونون اعتبار سے ہر شخص کو پڑتی ہے اور اکثر نکاح خوان
لوگ باوجاہت ہوتے ہین اگر سب جدا جدا رہینگے ہر شخص ارزان ملیگا اور اگر سب شریک ہوگئے تو گران
ہوجاوین گے تیسری خرابی وہی ہے جو قسم سوم کی نفی مین مذکور ہوئی ہے کہ یہ عرفاً یہ قاضی کا حق
مختص سمجھا جاتا ہے ظاہر ہے کہ اختصاص کا کوئی استحقاق نہین اور جو شخص قاضی یا نائب قاضی کو
بلاتا ہے اسی استحقاق واختصاص کی بنا پر بلاتا ہے پس قاضی کا اجیر بنانا جب اس بناء فاسد پر مبنی ہو
تو خواہ وہ بالانفراد اجیر ہو جیسا ابھی صورت اولی مین مذکور ہوا جس مین حوالہ اسی محذور سوم کا دیا گیا ہے اور
خواہ بالاشتراک اجیر ہو جیسا اس صورت دوم مین فرض کیا گیا ہی ہر حالت مین بناء الفاسد علی الفاسد کے
سبب ناجائز ہوگا پس سابقہ متعارف صورتین اور اخیر کی غیر متعارف صورتین سب ناجائز قرار
پائین البتہ اگر مثل دیگر معمولی اجارات تعلیم اطفال وفرائض نویسی اور دوسری صنعتون اور حرفتون کے
اس کی بھی حالت رکھی جاوے کہ جس کا دل چاہے جس کو چاہے بلاوے اور کسی کی خصوصیت
نہ سمجھی جاوے اور جس اجرت پر چاہین جانبین رضامند ہوجاوین نہ کوئی اپنے کو اصل مستحق قرار دے
نہ دوسرون کے ذہن مین اسکو پیدا کیا جاوے اور اگر اتفاق سے کوئی دوسرا یہ کام کرنے لگے نہ اس سے
رنج وآزردگی ہو اگر نائب نیابت سے دست بردار ہوکر خود مستقل طور پر یہ کام شروع کردے نہ اسکی
شکایت ہو اور شہر مین جتنے چاہین اس کام کو کرین اُن سب کو آزاد سمجھا جاوے ہان جو اس کا اہل
نہو اُس کو خود ہی جائز نہوگا وہ ایک عارض کی وجہ سے روکا جاوے گا جیسا کوئی امام اگر قرآن صحیح نہ
پڑھتا ہو امامت سے روکا جاوے لیکن جو بہت سے آدمی اسکے اہل ہون تو اُن مین مختلف ومتعدد
آدمی اس کام کو کرنے کے مختار سمجھے جاتے ہین اسیطرح اس نکاح کے ساتھ معاملہ کیا جاوے اور نیز
بلانے والا اپنے پاس سے اجرت دے دولھا والے کی تخصیص نہو اس طرح البتہ جائز اور درست ہے
غرض دوسرے اجرت کے کامون مین اور اس مین کوئی فرق نہ کیا جاوے یہ تحقیق ہے اس اجرت نکاح
خوانی کے متعلق اور جو مضمون اخیر مین مکرر کے عنوان سے لکھا ہے اُس کا جواب بہت واضح ہے کہ
دوسرے شخص کے دین سنوارنے کے لیئے اپنا دین بگاڑنا کسی طرح درست نہین ہوسکتا خصوصاً

جبکہ اُس کا دوسرا طریقہ بھی ممکن ہو جیسا کہ احقر نے ابھی عرض کیا تھا کہ اس پیشہ کو عام رکھا جاوے مگر نا اہل کو نہ بلایا جاوے اس کا تو کام لینے والے خود یا کسی واقف و بعلم سے دریافت کرکے انتظام کرسکتے ہیں دوسرے یہ کہ اس انتظام متعارف میں بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ بہت جگہہ نا اہل اس کام کو کررہے ہیں پھر اس انتظام کی پابندی سے شرعاً کون نفع خاص ہوا اور پابندی نہ کرنے سے کون ضرر خاص ہوا پھر یہ کہ قاعدہ شرعی ہے کہ جب کسی امر میں مفسدہ و مصلحت جمع ہوجاویں مفسدہ موثر ہوتا ہے مصلحت مؤثر نہیں ہوتی پس اگر اس مصلحت کو تسلیم بھی کیا جاوے تو اس قاعدہ کی بنا پر اس عمل کی اجازت نہ دی جاوے گی۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۱۲ محرم ۱۳۲۴ھ

(حکم اجارہ ارض برائے بنا)

سوال۔ علماء دین و مفتیان شرع متین ابقاہم اللہ الی یوم الدین اس مسائل میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے زمین افتادہ ایک دو سال کو کرایہ لیکر اجازت سے چھپر ڈال لیا بعد چند روز چھپر اُتار کرکے بغیر اجازت مالک زمین کے مکان خام بنالیا جب مالک زمین کو اطلاع ہوئی تو کہا کیوں بغیر اجازت میری مکان بنالیا کرایہ والے نے کہا کہ اپنے آرام کو بنایا ہے یہ مالک زمین اپنی زمین کا ہر سال کرایہ لیتا رہا اب پندرہ برس کے بعد مالک زمین کہتا ہے کہ میری زمین مع ملبہ خالی کردو تو اب وہ ملبہ مالک زمین کی ہے یا کرایہ والے کا اور جس وقت زمین کرایہ کو لی گئی تھی اُسوقت کوئی وعدہ مقرر نہیں کیا گیا تھا کہ ہم دس برس یا پندرہ برس تک کرایہ کو لیتے ہیں جب سال گذرا کرایہ دیدیا اول جب زمین کرایہ کو لی تب سال بھر کا وعدہ کیا تھا اور سال گذار کرایہ دیدیا اسی واسطے اسقدر عرصہ گذر گیا۔

الجواب۔ فی الہدایۃ ویجوز ان یستاجر الساحۃ لیبنی فیہا او لیغرس فیہا نخلا او شجرا ثم اذا انقضت مدۃ الاجارۃ لزمہ ان یقلع البناء والغرس ویسلمہا فارغۃ الا ان یختار صاحب الارض ان یغرم لہ قیمۃ ذلک مقلوعا ویتملکہ فلہ ذلک وہذا برضاء صاحب الغرس والشجر الا ان تنقص الارض بقلعہا فحینئذ یتملکہا بغیر رضاہ وفیہا ومن استاجر دارا کل شہر بدرہم فالعقد صحیح فی شہر واحد فاسد فی بقیۃ الشہور الا ان یسمی جملۃ الشہور معلومۃ فان سکن ساعۃ من الشہر الثانی صح العقد فیہ ولیس للمواجر ان یخرجہ الی ان ینقضی وکذلک کل شہر سکن فی اولہ اھ اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے ۱ بدون اجازت مالک زمین کے مکان نہ بنانا چاہیے نہ تھا ۲ بعد بنانے کے بھی اگر اجازت نہیں دی تو مالک زمین کو اختیار ہے

جب چاہے مکان کو اکھڑوا دے ۳؎ اور اگر بعد بنانے کے اجازت دیدی ہو تو اُس زمین میں یہ حکم ہے کہ جیسے زمانہ یہ سال کرایہ کا ختم ہوتا ہے جب وہ روز آوے اُس روز تو زمین خالی کرا لینے کا اختیار ہے اور اگر درمیان سال کے خالی کرانا چاہے تو اُس کرایہ دار کی رضامندی پر خالی ہو سکتا ہے البتہ اگر درمیان سال کے مالک زمین یون کہدے کہ دیکھئے یہ سال ختم ہو کر پھر مین کرایہ پر زمین دینے پر رضامند نہین ہون کرایہ کو توڑے دیتا ہون تو سال ختم ہونے کے بعد خواہ عین ختم کے دن خواہ اُسکے کتنے دن بعد مالک زمین کو زمین خالی کرا لینے کا اختیار ہوگا ۴؎ مالک زمین کو بہ تفصیل بالا جس وقت زمین خالی کرانے کا اختیار شرعاً حاصل ہو کرایہ دار کو انکار جائز نہین ۵؎ جسوقت زمین خالی کرانے کا وقت آجاوے اُس وقت اگر مالک زمین و مالک مکان دونون اس بات پر رضامند ہون کہ ملبہ کی جو قیمت بحالت اکھڑے ہوئے ہونے کے ہو وہ قیمت مالک زمین اُس مالک مکان کو دیکر مکان کو کھڑا رہنے دے اور زمین مع مکان لیلے تو بھی جائز ہے اور اگر دونون اسپر اتفاق نہ کرین تو مکان والا اپنا ملبہ اکھاڑکر لیجاوے اور زمین والا اپنی زمین لے لے ملبہ زمین والے کا نہین ہے واللہ اعلم بالصواب فقط

۵ رجمادی الاولے ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر کسی محصل چندہ کو اہل مدرسہ تحصیل چندہ کے لیئے اس شرط پر مقرر کرین کہ جو آمدنی ہووے تو اُس کا چہارم یا سوم یا پنجم یا نصف یا دو تہائی حصہ ہووے اس زمانہ کی موجودہ حالت اور ضرورتون کے لحاظ سے شرعاً مباح ہے یا نہین۔

الجواب حنفیہ کے اصول پر یہ اجارہ فاسدہ ہے اور دوسرے مذاہب کی تحقیق نہین فقط ۱۲ ر ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر کسی شخص کو کچھ اجرت دیکر مچھلی پکڑوائی تو کھانا درست ہے کہ نہین -

الجواب - یہ ملک ہوئی پکڑنے والے کی اُس سے بزور لینا جائز نہوگا بخوشی دیدے تو درست ہے اور یہ اجارہ باطل ہے - ۱۵ ر ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سوال - اگر کوئی شخص دو آدمی خواہ تین آدمی مقرر کر دیوے کہ تم لوگ مچھلی تالاب سے پکڑا کرو ہم تم لوگون کو اسقدر مزدوری دیوین گے درست ہے کہ نہین اور مچھلیون کا کھانا درست ہی کہ نہین -

الجواب - اجارہ باطل ہے مچھلی آخذ کی ملک ہے اگر بخوشی دیدے کھانا جائز ہے والدلیل علیہ ما فی الدر المختار استاجرہ لیصید لہ او یحتطب لہ فان وقت لذلک وقتا جاز و الا لا فی رد المحتار لہ جاز لانہ

اجیر وحد وشرطہ بیان الوقت قولہ والالامی والحطب للعامل ط ج ۵ ص۵۹ وفیہ فلو لم یوقت وعین الحطب فسد والحطب للمستاجر وعلیہ اجر مثلہ۔ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

نوکری کرنا اور لینا معاوضہ اس شخص سے جس کا مال حرام یا مشتبہ ہو یا فروخت کرنا شئ اس کے ہاتھ

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین شرع متین اس مسئلہ مین کہ کسی شخص نے ایک کسبی یا سود خور یا مے فروش کی نوکری کی اور مینون کی آمدنی محض حرام ہے تو اب اس کو اس مال حرام سے جو تنخواہ ملی حلال ہے یا نہین یا کسی شخص نے اپنے گیہون یا کوئی اور چیز کسی مے فروش کے ہاتھ فروخت کی اور اسنے اس آمدنی ناجائز سے قیمت دی تو اب اس کو وہ حلال ہے یا نہین اس مسئلہ کی اچھی طرح تشریح فرمائیے۔ نور الحسن ردولی۔

الجواب - جنکی آمدنی بالکل حرام خالص ہے جیسے کسبی یا مے فروش یا سود خوار وغیرہم انکی نوکری کرنی ناجائز ہی اور جو تنخواہ انہین سے ملتی ہو وہ حلال نہین اور اسیطرح اپنی چیز انکے ہاتھ فروخت کرکے اسی مال حرام مین سے قیمت لینی بھی حلال نہین۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب تو اپنی پاکیزہ مزدوری یا پاکیزہ چیز کو اس ناپاک مال سے بدلنا ناجائز ٹھیرا۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل ثمن الکلب ولا حلوان الکاہن ولا مہر البغی ص۱۳۰ وقال عمر ان اللہ حرم الخمر وثمنہا ص۱۳۰ وعن ابن عباس رض قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسا عند الرکن قال فرفع بصرہ الی السماء فضحک فقال لعن اللہ الیہود ثلاثا ان اللہ تعالیٰ حرم الشحوم فباعوہا واکلوا اثمانہا وان اللہ تعالیٰ اذا حرم علی قوم اکل شئ حرم علیہم ثمنہ ص۱۳۷ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربا وموکلہ ص۱۳۷ سنن ابی داؤد جلد ثانی وغیر ذلک من الآیات والاحادیث ہان جن لوگونکی آمدنی مشتبہ اور مختلط الحلال والحرام غالب الحلال ہو مثلاً یہی لوگ کسبی و مے فروش و سود خوار وغیرہم کوئی دوسرا پیشہ مباح مثل تجارت حلال یا اور کچھ بھی کرتے ہون اس وقت انکی نوکری اور اپنی چیز انکے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ تنخواہ یا قیمت حلال مال مین سے دین یا غیر مشتبہ غالب الحلال سے دین نہانا صلعم عن کسب الامۃ الا ما عملت بیدہا وقال ہکذا باصابعہ نحو الخبز والغزل والنقش ابوداؤد جلد ثانی ص۱۳۱ وجہ یہ کہ مشتبہ سے تحرز متعذر یا دشوار ہے پس بضرورت جائز ہے لان الضرورات تبیح المحظورات ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اگرچہ خلاف تقوی ہے کہ دع ما یریبک الی ما لا یریبک وہو الموفق۔ ۱۳ محرم ۱۳۲۶ھ

حقوق زمینداری بر ذمہ کاشتکار

سوال - ابواب وحقوق زمینداری جو کاشتکاران کے ذمہ ہمیشہ سے مقرر ہیں وہ لینے جائز ہیں یا نہیں مثلاً جیسے کاشتکار سے غلہ خرید کرتے ہیں وہ بازار کے نرخ سے ایک سیر زیادہ لیتے ہیں اور اگر دانہ بندی کر کے اپنے حق کے غلہ کے ان سے دام لیتے ہیں وہ بازار کے نرخ سے ایک سیر کم کر کے ان سے قیمت لیتے ہیں یا بابت کلہ چرائی بکرا لیا جاتا ہے یا روغن زرد بذمہ کاشتکاران مقرر ہے یا اور حقوق ہیں وہ جائز ہیں یا ناجائز۔

الجواب - جو کچھ حقوق زمینداروں نے کاشتکاروں پر مقرر کر رکھے ہیں اگر علاوہ اجرت زمین کے ہیں مثلاً چرائی کا بکرا لیتے ہیں اُنکے ممنوع ہونے میں تو کچھ شک نہیں قال اللہ تعالے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلاء والنار الحدیث وتحقیقہ فی موضعہ اور اگر یہ حقوق اجرت زمین میں داخل ہیں تو اجرۃ کا معلوم ومتعین ہونا اور وقت عقد تصریح کرنا ضرور ہے۔ ولا یصح (ای الاجارۃ) حتی تکون المنافع معلومۃ والاجرۃ معلومۃ ہدایہ پس ان حقوق میں سے جو غیر معین ہیں یا قابلیۃ اجرۃ ہونے کی نہیں رکھتے جیسے کاشتکار سے ایک سیر غلہ زیادہ لینا یا اپنا کم کر کے دینا وعلی ہذا القیاس یہ بھی جائز نہیں اگرچہ شرط کرلے بلکہ شرط کرنے سے اجارہ بھی فاسد ہوجاوے گا اور جو حقوق متعین ہوں مثلاً ہم روغن زرد اسقدر لینگے پس یہ حقوق اگر وقت عقد یعنی پٹہ لکھنے کے صراحۃ کہدے اور لکھدے اور وہ راضی ہوجاوے جائز ہیں لقولہ تعالے الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ورنہ جائز نہیں۔ واللہ تعالے اعلم

حلت تنخواہ مرتشی

سوال - کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کا ملازم ہے اور رشوت لیتا ہے ایسی حالت میں وہ تنخواہ معینہ اپنی بکر سے حاصل کرتا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔

الجواب - قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیہ یعنی لوگوں کے مال باطل طریق سے مت کھاؤ پس رشوت چونکہ اکل بالباطل ہے حرام ہے اور جو تنخواہ معینہ بمقابلہ نوکری ملتی ہے اگر وہ نوکری خلاف شرع نہیں تو چونکہ وہ اکل بالباطل نہیں حلال ہے اور اگر خلاف شرع ہے تو وہ نوکری ہی حرام ہے اُسکی تنخواہ بھی حرام ہے ۱۵ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ

نوکری محکمہ

سوال - سررشتہ مسکرات مثل آبکاری وافیون وغیرہ میں اہل اسلام کو نوکری کرنا کیسا ہے

اور ایسے ملازم قابل امامت ہین یا نہین۔

الجواب۔ نوکری کرنا ایسے کارخانون مین جائز نہین کہ اعانت علی المعصیۃ ہے قال اللہ تعالیٰ و لا تعاونوا علی الاثم والعدوان وعن انس قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر عشرۃ عاصرہا ومعتصرہا وشاربہا وحاملہا والمحمولۃ الیہ وساقیہا وبایعہا وآکل ثمنہا والمشتری لہا والمشتری لہ رواہ ترمذی وابن ماجہ خیر المواعظ اور افیون کا استعمال جس صورت مین ناجائز ہے اُسکے اعتبار سے تو اُس کا حکم مثل خمر کے ہے فالمعین فی ذاک کالمعین فی ہذا لقولہ علیہ السلام الاان کل مسکر حرام وکل مفتر حرام و کل مخدر حرام رواہ ابونعیم خیر المواعظ اور جس صورت مین استعمال جائز ہے اُسکے اعتبار سے اُسکی بیع سے روکنا دوسرون کو ظلم ہے اور ظلم کی اعانت بھی حرام ہے غرض ہرحال مین یہ شخص بھی معین ہے فعل ناجائز کا اور یہ لوگ بھی فاسق ہین انکی امامت بھی مکروہ ہے لامرہ

اے قدم برداشتہ از راہ دین | از چہ شد ماکول وملبوست چنین
چند مال شبہ ناک آری بکف | چند جاکٹ پوش باشی خوش ملف
عاقبت سازد ترا از دین بری | این تن آرائی واین تن پروری

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

گروی کردن پیداوار زمین تا مدت معلوم بعوض مبلغ

سوال۔ ایک شخص کے زمین بیس بیگہہ ہے اُس کو اکتالیس روپیہ اس اقرار پر دیئے کہ عرصہ دس برس تک اس کا پیداوار ہم لیتے رہین اور جو محصول سرکاری پٹہ کا ہے اصل مالک ادا کریگا مگر روپیہ اکتالیس بعد دس برس کے مالک زمین سے کھانے والا پیداوار زمین کا واپس نہ لیگا اور بعد دس برس کے مالک زمین اپنی زمین پر قابض ہوجاوے گا اس طرح کا کھانا درست ہے یا نہین۔

الجواب۔ معلوم نہین کہ اُس زمین مین کوئی چیز پیداواری کی موجود ہے یا یہ کہ بطور کرایہ کی زمین لی ہے کہ اسمین جس طرح چاہے جوتے بووے اور پیداوار لے پس اگر دوسری صورت ہے تو یہ عقد اجارہ ہے دس برس کی میعاد تک وہ زمین بمقابلہ اکتالیس روپیہ کی اجارہ لی ہے یہ جائز ہے پھر حرج نہین اختیار ہے جو چاہے بووے اور حاصل کرے مگر اس مین شرط یہ ہے کہ یہ اجارہ بدون دباؤ قرض کے ہو اور اگر مقصد اکتالیس روپیہ کا قرض لینا تھا اور قرض دینے والا قرض پر نفع حاصل کرنے کی غرض سے یہ حیلہ کرے کہ یہ زمین جسمین منفعت زیادہ ہے بمقابلہ اس اکتالیس روپیہ کے

دیدو تو بوجہ اسکے کہ یہ رعایت قرض کے دباؤ مین ہوئی ہے حرام اور سود ہے اور اگر اس زمین مین کوئی چیز آمدنی کی مثل باغ وغیرہ موجود ہی تو یہ عقد جائز نہین کیونکہ اجارہ تو ہو نہین سکتا کہ اجارہ مین تملیک منافع کی ہوتی ہے اور یہ تملیک عین ہے نہ رہن مجری ہو سکے کیونکہ رہن مجری مین بعد حصول پیداوار اسکی قیمت لگاتے ہین اور یہان پہلے طے ہو چکی دوسرے اُس مین کوئی مدت نہین ہوتی بلکہ جب تک مجرا نہوے وصول کئے جائے پھر چھوڑ دے یہان مدت ٹھیری ہے نہ بیع پیداوار کی ہوسکی کیونکہ وہ معدوم ومجہول ہے اور بیع موجود ومعلوم ہونی چاہیئے پھر زمین پر قبضہ بے معنے ہے پس جب عقود صحیحہ مین سے کچہ نہین ہوسکتا تو معاملہ باطل ٹھیرا حاصل یہ کہ اگر اُس زمین مین کوئی چیز پیداواری کی موجود نہین اور روپیہ والا دس برس تک بطور اجارہ کے رکھکر اُس سے منفعت حاصل کرے جائز ہے مگر اُس مین وہی شرط ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اگر کوئی چیز موجود ہے تو یہ معاملہ باطل ہے اور اگر کچہ زمین بطور اجارہ ہے اور کسیقدر مین کوئی چیز موجود ہے پس اگر ہر ایک کا جدا معاملہ کرین تو معاملہ اجارہ کا جائز ہوگا اور دوسرا معاملہ باطل اور دونون کا ایک معاملہ کرین تو بسبب شیوع فساد کے سب باطل ہوگا۔ واللہ اعلم فقط ٢ صفر سنہ ١٣٢١ھ

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ جس شخص کا دل نوکری کو بسبب قواعد کے کہ اُسمین نماز فرضی قضا ہوتی ہے اور انگریزی زبان سیکھنی اور بولنی پڑے اور اصل مقصود اس قواعد وغیرہ سے یہ ہی کہ جب کہین لڑائی درپیش ہو تو قواعد دان بھیجے جاوین نہ چاہتا ہو اور والدین واسطے چھوڑنے کے ازبس ناراض ہین اور نوکری کرنے مین خوش ہین اسکے جواب سے سائل کو معزز فرماوین۔

الجواب ۔ یہ نوکری بوجہ اسکے کہ نماز فرض فوت ہوتی ہے اور وقت مقابلہ کفار ومسلمین کے تائید کفار کی کرنی پڑتی ہے اور وقت پر انکار ہو نہین سکتا ناجائز ہے اس کا چھوڑ دینا چاہیئے اگرچہ والدین ناراض ہون خدا تعالے کے سامنے کسیکی اطاعت نہین ہی۔ قال اللہ تعالی ان الحکم الا للہ الآیہ وایضا قال جل شانہ وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعہما الآیہ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق الحدیث واللہ اعلم فقط، محرم جمعہ سنہ ١٣٢١ھ

سوال حضرت علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص نے مثلا اپنی زمین

جس مین درخت ڈھاک کے ہے کسی کو دو سال پر ٹھیکہ پر دیدیا اور جس کو دیدیئے اُس سے یہ کہا کہ اتنی مدت تک یہ زمین تیرے قبضہ مین ہے تجکو اختیار ہے کہ تو ان درختون کو کاٹ یا رکھ بعد انقضاء مدت معہودہ یہ زمین مین تجھ سے لے لون گا تو آیا یہ معاملہ اُسکو کرنا جائز ہو یا نہین اور وجہ عدم جواز کی کیا ہے مولوی عبد الرحمن مرادآبادی

الجواب - یہ معاملہ صحیح نہین کیونکہ معنی کلام کے یہ ہوئے کہ دو سال تک جتنے درخت تو کاٹ لیگا وہ تیرے ہاتھ بیع ہین اور تعداد اُن درختونکی معلوم نہین کہ دو سال مین کتنے کٹینگے تو بیع مجہول کی ہوئی اور یہ جائز نہین - سلخ محرم ۱۳۰۱ھ

کتاب الدعوی

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ عمرو نے بوجہ بغاوت حاکم وقت اپنی جائداد بغرض محفوظی زید اپنے برادرزادہ حقیقی کے نام کرادی اور ہمیشہ وہ جائداد بقبض و تصرف عمرو رہی اور کبھی قبضہ زید کا مالکانہ اُسپر نہین ہوا اب زید بعد وفات عمرو فقط اس وجہ سے کہ وہ جائداد اُسکے نام بغرض مذکور کرادی تھی وارثان عمرو سے دعوی ملکیت کرتا ہے تو اس صورت مین ملک اُسکی ہوسکتی ہے یا نہین اور یہ دعوی اُس کا صحیح و درست ہے یا نہین -

عدم خروج شے از ملک بنام کردن دیگرے

الجواب - اس صورت مین عمرو نے محفوظی جائداد کے واسطے ایک حیلہ کیا ہے پس زید کسی طرح اُس جائداد کا مالک نہین ہوسکتا کیونکہ نہ تو استیلاء حاکم اُس جائداد پر پایا گیا کہ یون کہہ سکین کہ حاکم کی طرف سے زید کی ملکیت ہوگئی اور نہ قبضہ زید کا اُس جائداد پر مالکانہ پایا گیا پس دعوی زید کا غلط ہے اور وہ جائداد وارثان عمرو کی ہے - فقط

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مرد مسلمان جو کچھ نقد و جنس اپنی آمد و تجارت یا نوکری وغیرہ کے ذریعہ سے پیدا کرکے بغرض حفاظت اپنی زوجہ کے تحویل مین رکھے یا کوئی جائداد بغرض انتظام و حفاظت اپنے روپیہ سے خرید کرے اور بعینامہ مین زوجہ کے نام تحریر کراوے اور اس جائداد کی آمدنی بھی اپنے خرچ خانگی مین صرف کرتا ہے اور جب زوجہ مذکورہ بمقتضائے الٰہی انتقال کرجائے تو وہ مرد مسلمان اُس جائداد کو اپنے قبضہ و تصرف مین رکھے تو ایسی حالت مین اُس شخص کے پسر جو اُس زوجہ کے بطن سے پیدا ہوئے ہین اپنی والدہ کا

ترکہ سمجھ کر کہ بعینامہ مین زوجہ کا نام لکھا دیا تھا اپنے باپ سے طلب مانگتے ہین اور شوہری حصہ ایک ربع دیتے ہین لہذا وہ جائداد شرعاً اُس مرد مسلمان کی ہے یا اُسکی زوجہ کی اور مہر زوجہ ادا ہوگیا تھا اُس کا جھگڑا اس مین کچھ نہین۔

الجواب - اگر واقعہ مطابق صورت مذکورہ سوال کے ہے تو زوجہ کے حق مین کوئی امر اسباب ملک سے نہین پایا گیا یعنی نہ وہ مشتری ہے اصالۃً یا وکالۃً اور نہ یہ ہے کہ شوہر نے بطور اشتراء فضولی کے اُسکی طرف سے خریدا ہو اور اُس نے اس بیع کو اپنی طرف سے جائز رکھا ہو پھر خواہ ثمن خود دیتی یا تبرعاً کوئی دوسرا دیدیتا اور نہ زوج کی طرف سے کوئی صیغہ ہبہ پایا گیا اور نہ زوج کی جانب سے کوئی اقرار اس کا کہ یہ جائداد زوجہ کی ملک ہے پایا گیا اور یہی اسباب ملک کے اس صورت مین ہو سکتے تھے جب سب منتفی ہین تو جائداد ملک زوج کی ہے زوجہ کی نہین البتہ اگر اسباب مذکورہ مین سے کوئی امر باقرار زوج کے یا ورثہ زوجہ کے بینہ یعنی گواہ قائم کرنے سے ثابت ہوجاوے تو اُسوقت جائداد ملک زوجہ کی ہے اور میراث جاری ہوگی وہذا کلہ ظاہر واللہ تعالے اعلم۔ ۱ر جمادی الاخری ۱۳۲۵ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ زید نے بکر سے کہا کہ فلانی زمین میرے دادا کی تیرے دادا نے بزور اپنے قبض و تصرف مین کرکے کچھ غلہ مقرر کرلیا تھا وہ ملتا بھی رہا اب عرصہ چالیس۴۰ پینتالیس۴۵ سال سے وہ بھی نہین ملا بکر نے جواب دیا کہ اس حال کی مجھکو بالکل خبر نہین نہ مین نے کبھی اپنے مورثون سے سنا نہ کوئی کاغذ ایسا دیکھا اور نہ کسی سے ثابت ہوا اور زمانہ حیات مورث مین کیون دعوی نہ کیا اور اس زمانہ مین بکر کے دادا کی جائداد ورثہ پر تقسیم بھی ہوگئی ہے مگر زید کا دعوی صرف بکر سے ہے اس بنیاد پر اگر بفریب وجھوٹ کوئی مقدمہ عدالتی حکام وقت زید بکر پر قائم کرکے نقد روپیہ وصول کرے تو اُس کو جائز ہے یا نہین۔ فقط ظہیر الدین از انبہٹہ

الجواب - اگر زید اس دعوی مین سچا ہے تو جس حالت مین کہ وہ زمین سب ورثہ مین منقسم ہے فقط بکر پر دعوی کرنا جائز نہین مدعا علیہم سب مین سب پر دعوی کرکے اول تو اگر کسی طور پر ممکن ہو تو وہ زمین ہی لے لے اور اگر نہو سکے تو جھوٹا مقدمہ قائم کرکے تو روپیہ وصول کرنا جائز نہین ہان بقدر اپنے حق کے روپے ورثہ سے چھین لے یا چرا لے یا کسی حیلہ سے لے لے مثلاً قرض کے بہانہ لیکر پھر نہ دے یہ جائز ہی یعنے جتنے جتنے کسی وارث کے پاس ہے بقدر اُسکی قیمت کے اُس سے لیلے

مگر احتیاط کرو ایعنی روپیہ نہ لینا بہتر ہے کیونکہ صاحب حق کا خلاف جنس سے لینا مختلف فیہ ہے
فی کتاب الحجر من الشامی قال الحموی فی شرح الکنز نقلا عن العلامۃ المقدسی عن جدہ الاسقر عن شرح
القدوری للاخصب ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانہم لمطاوعتہم فی الحقوق والفتوی
الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمداومتہم العقوق قال الشاعر عفاء
علی ہذا الزمان فانہ زمان عقوق لا زمان حقوق ۔ وکل رفیق فیہ غیر مرافق ۔ وکل صدیق فیہ غیر صدوق ۔
ج ۵ ص ۹۵ ۔ ولیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع ۱۲ در مختار قولہ و
جوزہ الشافعی قدمنا فی کتاب الحجر ان عدم الجواز کان فی زمانہم اما الیوم فالفتوی علی الجواز ۱۲ شامی جلد
خامس ص ۲۲۱ ۔ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ ہجری

سوال ۔ قدیم زمانہ میں جب کہ معاملات کے انفصال کا شریعت پر حصر تھا تمام معاملات اور دعوی
میں سوائے اوقاف اور ایسے دعاوی کے جو منافع عام کے متعلق ہیں سماعت کے لئے پندرہ سال تک
تحدید کردی گئی تھی جس کو علماء شریعت نے (مرور زمان) سے تعبیر کیا ہے اور عملدرآمد اسی پر رہا ہی
کہ اگر مدعی علیہ سقدر میعاد گذر جانے کی وجہ سے قابل سماعت نہ رہنے کا عذر پیش کرتا تھا تو عذر اسکا
مسموع ہوتا تھا بالفعل عثمانی حکام شریعت اور حکام عدالت دیوانی اس تحدید کے پابند ہیں سہولت
کے لئے چند معتبر کتب فقہیہ کا حوالہ بھی ذیل میں دیا گیا ہے ۔ اگر جناب کے نزدیک بھی عملدرآمد اسی
ثابت ہوجاوے اپنے قلم یا مہر سے اس پرچہ کو مزین فرماویں فی فتاوی العقابلی لا تسمع الدعوی
بعد ست وثلاثین سنۃ ولکن المختار الآن ان لا تسمع بعد خمس عشرۃ سنۃ الا بامر السلطان
وعلیہ الفتوی بزازیہ من کتاب الدعوی ورد الامر من السلطان بعدم سماع حادثۃ لہا خمس عشر
سنۃ وقد افتیت بعدم سماعہا لنہیہ من البحر الرائق فی کتاب الدعوی القضاء یجوز
تخصیصہ وتقییدہ بالزمان والمکان واستثناء بعض الخصومات کما فی الخلاصہ فعلی ہذا
لو امر السلطان بعدم استماع الدعوی بعد خمس عشرۃ سنۃ لا تسمع الاشباہ والنظائر ہکذا
فی الظہیریۃ لان السلطان لو یوکل بسماع الدعوی بعد خمس عشرۃ سنۃ فیکون لا فلہ
بقول الشرع لا القانون فقط

الجواب ۔ فی الدر المختار (فرع) القضاء مظہر لا مثبت ویتخصص بزمان ومکان وخصومۃ

تحقیق عدم سماع دعوی بعد میعاد

حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر فسمعہا لم ینفذ قلت فلا تسمع الآن بعدہا الا بامر لخ اس روایت سے حکم مسئول عنہ کی لم اور حقیقت اور بنی اصلی منکشف ہوگیا یعنی چونکہ ولایت قاضی کی مستفاد ہوتی ہے امر سلطانی سے تو جسقدر سلطان نے اسکو اختیارات دیئے ہین اُنسے زائد مین وہ قاضی ہی نہین اسلئے اُسکے احکام اُن امور مین نافذ نہونگے پس جب سلطان نے اُس کو کہدیا کہ اتنی مدت کے بعد تم دعوی مت سننا اور بتصریح روایت فقہیہ قضاء کی تقیید مکان و زمان کے ساتھ جائز ہے اسلئے معنے کلام سلطان کے یہ ہوئے کہ تمہاری قضا خاص ہے اُن ہی واقعات کے ساتھ جو اس میعاد کے اندر کے ہون اور دوسرے واقعات مین ہم تم کو قاضی نہین بناتے بوجہ ہے قضا نافذ نہونے کی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ واقع مین صاحب حق کا حق زائل و باطل ہوجاوے یا خود سلطان کو اس قید کا رفع کرنا جائز نہو چنانچہ قول الا بامر خود اس کا صریح مؤید ہے اور جب اس حکم کی علت معلوم ہوگئی تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہ تقیید اُسی وقت اور اُسی شخص کے حق مین ہے جو اُس سلطان کا محکوم ہو اور جب تک وہ سلطان زندہ رہے اور اپنے اسی حکم پر قائم رہے اور اگر کوئی حاکم و قاضی اُس سلطان کے دائرہ حکومت سے خارج ہو یا وہ سلطان مرجاوے جسکے مرنے سے بتصریح فقہاء اُس کا حکم مرتفع ہوجاتا ہے یا خود وہ سلطان اپنا حکم منسوخ کردے ان صورتون مین یہ حکم نہین خلاصہ یہ کہ یہ حکم مقصود شرعی نہین بلکہ شعبہ ہے توکیل بامر خاص کا چنانچہ عبارت سوال مین سے یہ قول لان السلطان لم یوکل الخ اسکی صریح دلیل ہے اس بناء پر غیر حدود سلطنت عثمانیہ مین ان روایات کو حکم فقہی سمجھکر عمل کرنا جائز نہین اور حدود عثمانیہ مین بھی صرف قضاۃ پر عمل واجب ہے نہ اہل حقوق پر۔

کتاب القضاء

فتوائے دربارۂ حکم سلطین در قضات

سوال - قاضی درین ملک نصاری در کسے جا موجود ست یا نہ و قاضی چگونہ میشود اگر مردم قصبہ کلان اعلی ادنے جمع شدہ امام جمعہ و جماعت و عیدین یکے عالم را سازند آن عالم کار قاضی کردن میتواند یا نہ مولانا رشید احمد صاحب در جواب نوشتہ بودند کہ نابالغہ نکاح کردہ برادر چون بالغہ شد وفور علامت حیض انکار کرد نکاح فسخ میشود پس یکی نابالغہ خاندان ما کہ از بیوقوفی و تعصب قوم بنکاح صغیرہ در آمدہ بود بالغ شدہ انکار کرد پدر نابالغ را راضی کردہ حکم ساختہ از حکم فسخ کنانیدیم بدیگر خویش

نکاح کردیم بعض اقوام با معترض ہستند درین حکم چیست فقط

جواب۔ قاضی آن کہ برای فصل خصومات حاکم ساختہ شود و برای عموم نفاذ احکامش دو طریق ست تولیت از سلطان گو کافر باشد و تولیت از عامۂ مسلمین و اگر در واقعہ خاصہ صرف متخاصمین بر نفس خود ہا او را والی سازند آن حکم ست و در حق نفس آنہا مثل قاضیست نہ در حق غیر آنان پس بناءً علیہ درین ملک آن حکام کہ برای این غرض از سرکار مامور کردہ می شوند اگر مسلمان باشند در حکم قضاۃ ہستند مثل ڈپٹی وغیرہ فی الدر المختار ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ وفیہ ولو فقد وال لغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعۃ فتح پس آنکس کہ مسلمانان او را محض برای اقامت اعیاد وجمعہ ہا قائم کردہ اند در حکم قاضی نیست البتہ او را متخاصمین حکم میتوانند ساخت پس در صورۃ مسئولہ اگر شوہر نابالغہ بشرطیکہ خود بالغ باشد و منکوحہ مذکورہ کسے را حکم ساختند حکم قضایش بر ایشان نافذ گردیدی و پدر شوہر اگر کسے را حکم سازد نا معتبرست چرا کہ حکم حکم بر غیر محکم نا فذ نمی شود فی الدر المختار وہو (ای التحکیم) تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما وفیہ لا یتعدی حکمہ الی غیرہما پس چون از شوہر تحکیم صادر نشد لہذا قضای حکم نافذ نگردیدہ واللہ اعلم ۱۲ رجب سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال متعلق جواب بالا۔ قاضی درین ملک چنانچہ فرمودند مفقود ست لاکن حاکم وقت علاقہ ما بعض وقت اسسٹنٹ و تحصیلدار و جج کسے نہ کسے مسلمان می باشند اما او شان چنین فیصلہ قضا یعنی فسخ نکاح ہرگز ہرگز نمی کنند و اگر تقدیراً کنند و نخواہند کرد مگر علمایان این طرف نیم علم خطرۂ ایمان بالکل نیم علم و کم فہم و متعصب اند این حاکمان را حکم کفر در پردہ و عاملان را کفر ظاہر خواہند داد و علی ہذا القیاس قاضی حنفی مقرر سرکار و عوام مردم کہ در ضلع دیگر باشد از خوف خلاف مذہب قطعاً حکم فسخ نکاح مفقود الزوج نخواہد کرد آرے در ینجا در شہرے قاضی حنفی بود اہلحدیث شدہ است لاکن بر فیصلہ ہا اجرت بے اندازہ می گیرد اگر جائز باشد از و فتوی گرفتن مفقود الزوج از و حکم گیرد و دیگر عالم اہل حدیث ہم است چیزے نخواہد گرفت و قریب ست اگر جائز باشد از و حکم گیریم و اگر جائے اینچنین قاضی لایق فتوی معلوم باشد اطلاع فرمایند تا از و رجوع کردہ شود؟

جواب اگر قاضی عرفیست شرعاً قاضی نیست و اگر قاضی شرعیست کہ برائے فصل خصومات مقرر کردہ شد قضایش نافذ مے شود اگرچہ اجرت گرفتن او را جائز نباشد فی رد المحتار واما اذا ارتشی الے قولہ فعلی

ما فی الحمادیۃ فیہ ثلثۃ اقوال قیل ان قضاءہ نافذ فیما اتشی فیہ وفی غیرہ والاول اختار البزدوی واستحسن فی الفتح الی ان قال وینبغی اعتمادہ للضرورۃ فی ہذا الزمان اھ مختصراً لاکن محض فتوی گرفتن از کسی کافی نیست کما نقلہ المفتی سعد اللہ المرحوم الرامپوری فی فتاواہ وعبارتہ ہکذا قال البزازی فی فتاواہ قال السرخسی ہذا شرط آخر وہو ان یصیر حادثۃ فیجری بین یدی القاضی من خصم علی خصم حتی لو فات ہذا الشرط لا ینفذ القضاء لانہ فتوی اھ ۷ رشعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اگر حنفیہ مفقودۃ الزوج را از شافعی عالم فتوی گرفتہ عمل کردن جائز باشد مطلع فرمایند از نام ومقامش تا رجوع باو کند۔

جواب۔ فتوی محض کافی نیست لما مر فی الجواب عن السوال الاول وایضاً فی فتاوی المفتی المرحوم مانصہ وایضاً فیہا کان بمنزلۃ الفتوی منہ فلا یرفع الخلاف فصار وجودہ کعدمہ فاذا رفعت الحادثۃ الی حنفی فانہ یحکم بمقتضی مذہبہ ولا ینفذ حکم المالکی من ذلک فانہ فتوی ولیس بحکم اھ پس ازین عبارت نیز معلوم شد کہ فتوی صرف در تخصیص کافی نیست واللہ اعلم ۲ رشعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ اگر سرکار برضامندی فریقین عالمی را برائے فیصلہ شرعی منصف سازد واجرت از فریقین دہاند یا مسلمان را کہ عالم باشد منصف فریقین برای تصفیہ شان سازد واجرت از فریقین این منصف را دہاند یا فریقین خود یکی را حاکم سازد وچیزے اجرت فیصلہ دہند گرفتن جائز ست وعلی ہذا القیاس شاہدان را از مدعی خرچہ وحرجہ می دہانند شاہدان را گرفتن جائز۔

الجواب۔ اولاً فقہاء رزق القاضی را جائز نوشتہ اند اگر این اجرت بقدر کفایت حوائج باشد داخل رزق القاضی ست در جوازش شبہہ نیست وہمچنین شاہدان را بقدر خرچہ راہ وخوراک سفر گرفتن جائز ست وزیادہ ازین اجرت ست بر شہادت چون شہادت عبادت ست مثل قضا بران اجرت گرفتن جائز نباشد ۱۷ رشعبان ۱۳۲۱ھ

سوال۔ ہندہ نابالغہ کا نکاح ایسے ولی کی ولایت سے ہوا کہ جسکے فسخ کا اختیار بعد بلوغ ہندہ کو حاصل ہے مگر نفاذ فسخ کے واسطے چونکہ ترافع الی القاضی شرط ہے اور آج کل ہندوستان میں سلطنت کفار کی ہے کوئی قاضی اسلام ایسا مقرر نہیں جو تمام قصاص وحدود وغیرہ شرعیہ کا نفاذ کرے کہیں پر تو کفار جو نزاعات بین المسلمین کا فیصلہ کرتے ہیں اور کہیں کفار کی جانب سے ایک مسلمان حاکم ہے

ف عدم کفایت فتوی از نکاح مفقودۃ الزوج

ف اجرۃ دہانیدن حاکم قاضی یا شاہدان را از فریقین

ف اشتراط قاضی بہر فسخ عقد

کہ نزاع باہمی کا فیصلہ کرتے اور کسی جگہہ انکی طرف سے عالم مقرر ہے کہ بعض نزاع بین المسلمین کا موافق شرع کچھ فیصلہ کر دیا کرے اور کہین کوئی مقرر نہین بلکہ وہانپر مسلمان کسی عالم کو اپنے امور کا حکم بنا لیتے ہین آیا صورۃ اولے مین اگر فسخ نکاح ہوا تو وہ فسخ شرعًا معتبر ہے یا نہین اور صورۃ ثانیہ و ثالثہ و رابعہ کا کیا حکم ہے آیا ان لوگونکا فیصلہ فسخ نکاح مین جو کہ موافق حکم شرعی ہوا ہو معتبر ہوگا یا نہین اور ان سب صورتون مین حکم واحد ہے یا کچھ تفصیل ہے اور بوجہ معدوم ہونے قاضی اسلام کے ہندہ کو خود فسخ کا اختیار ہے یا نہین نیز اسوقت مین جملہ امور مین جو کہ مفوض بقضاء قاضی ہین پیش آتے ہین انمین کیا تدبیر کیجائے۔

الجواب - فی الدر المختار فی خیار الفسخ بشرط القضاء للفسخ فی رد المحتار ای ہذا الشرط انما ہو للفسخ لا للثبوت الاختیار الخ جلد ۲ صفحہ ۵۰ وفی الدر المختار کتاب القضاء یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا اھ وفی الہدایۃ ولا تصح ولایۃ القاضی حتی یجتمع فی المولی شرائط الشہادۃ اھ ای من العقل والبلوغ والاسلام فی الہدایۃ فاذا حکم رجلان رجلا لحکم بینہما ورضیا بحکمہ جاز لان لہما ولایۃ علی انفسہما فصح تحکیمہما وینفذ حکمہ علیہما قال العینی لا علی غیرہما حتے لو ظفر المشتری بعیب فحکم ہو والبائع رجلا فرد علی البائع بحکمہ لم یکن للبائع ان یردہ علی بائعہ اھ ان روایات سے یہ امور مستفاد ہوئے اول صورت اولی مین فسخ معتبر نہوگا صورۃ ثانیہ مین معتبر ہوگا اور صورۃ ثالثہ مین اگر اس عالم کو حاکمانہ اختیارات دیئے گئے ہین تو مثل صورۃ ثانیہ کے فسخ معتبر ہوگا اور اگر صرف حصہ مفتی مین ہی تو معتبر نہوگا اور صورت رابعہ مین جن لوگون نے حکم بنایا ہے انکے حق مین معتبر ہوگا دوسرون کے حق مین نہوگا پس مقضی لہ و مقضی علیہ دونون کا حکم بنانا شرط ہے ۔ خود ہندہ کو اختیار نہین ۔ سب ملکر حاکم وقت سے درخواست کرین کہ ایسے امور کے لئے ایک مسلمان حاکم مقرر کردے واللہ اعلم ۲ صفر ۱۳۲۵ ہجری

سوال - ہندو را مبالغ دادم منکر شد تنہا بودم منکر شد در شرع با وحلف اگر آید چہ حلف دادہ آید

الجواب - فی الدر المختار والوثنی باللہ تعالیٰ لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اھ ازین روایت مفہوم شد کہ ہندو را کہ بت پرست بود حلف باللہ کافی ست واللہ اعلم ۲۱ شعبان ۱۳۲۱ھ

کتاب الشہادۃ

عدم کفایت شہادت محض زنان در حقوق طلاق و نکاح

سوال ۱ - رویت ہلال ماہ شوال و یا ذی الحجہ کی و یا طلاق و عقد نکاح کی اگر صرف چار پانچ عورتین

شہادت دین توان امور مین انکی شہادت مقبول ہو یا نہین یعنی چار پانچ عورتونکی شہادت سے طلاق وعقد نکاح وماہ شوال وماہ ذی الحجہ ثابت ہوجاوے گا یا نہین۔

الجواب۔ ثابت نہوگا فی الدر المختار اول کتاب الشہادات بعد ذکر نصابہا فی الزنا والحدود والقصاص والولادۃ والبکارۃ وعیوب النساء ما نصہ ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح و طلاق الی قولہ رجلان او رجل وامرأتان ثم قال ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل۔ واللہ تعالی اعلم ۶ رجب ۱۳۲۲ھ

شہادت دو کس بر یک خرد دعوی وشہادت دو کس بر خرد دیگر

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین کہ ایک شخص نے دو امر کے دعوے کیے اُسکے ثبوت مین شہادت پیش کی دو شخصون نے ایک امر کی شہادت دی اور دو نے دوسرے امر کی اول دو شخصون مین سے ایک نے بیان کیا کہ مجھے دوسرے امر کا علم نہین اور وہ اُسی جلسہ مین تھا مگر یہ نہین معلوم ہوا کہ اول سے آخر تک یا تھوڑی دیر پس اس صورت مین دوسرے امر کی شہادت ثابت ہوجاویگی یا نہین نصاب شہادت موجود ہے اُس شخص کا انکار ہے اور تردد ہے کہ تمام جلسہ مین رہا یا نہین۔

الجواب۔ فی الہدایۃ باب الاختلاف فی الشہادۃ واذا شہد شاہدان انہ قتل زیدا یوم النحر بمکۃ وشہد آخران انہ قتلہ یوم النحر بالکوفۃ واجتمعوا عند الحاکم لم یقبل الشہادتین لان احدہما کاذبۃ بیقین ولیست احدہما باولی من الاخری۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جہان دو دو شاہد ایسے دو امر پر ہون جن مین تنافی نہو دونون شہادتین مقبول ہین پس صورت مسئولہ مین دونون شہادتین مقبول وثابت ہین وہذا ظاہر جدا واللہ اعلم۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

فرق درمیان عبدین وکتاب القاضی در شرائط

سوال۔ جب عبدین مین مثل معاملات کے شہادت رجلین او رجل وامرأتین مشروط ہے تو کیا وجہ کہ کتاب القاضی الی القاضی کے تمام شرائط عبدین مین معتبر نہون۔

الجواب۔ عبارات وجزئیات فقہ سے تصریحاً ثابت ہے کہ عبدین من کل الوجوہ مثل معاملات وحقوق العباد کے نہین بلکہ من وجہ دیانت ہے اس لیئے اسکے بعض احکام مثل دیانات کے ہین پس کتاب القاضی کے شرائط کا معتبر ہونا ضروری اور لازم کسی دلیل سے نہین وتلک الجزئیات ہذہ فی الدر المختار وشرط للفطر نصاب الشہادۃ ولفظ اشہد وعدم الحد فی قذف لتعلق نفع العبد لکن لا یشترط الدعوی کما لا تشترط فی عتق الامۃ وطلاق الحرۃ فی رد المحتار والفطر وان کان فیہ حق عبد لکن فیہ حق اللہ تعالی لحرمۃ صومہ ووجوب صلوۃ العید وہو بعتق الامۃ اشبہ فلا یشترط فیہ الدعوی ص ۱۲۶

جلد ثانی وفی الدر المختار ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین فی العلۃ للضرورۃ فی رد المحتار ای ضرورۃ عدم وجود الحاکم یشہد عندہ صفحہ ۱۴۶ جلد ثانی فی رد المحتار فی تعبیر المصنف کغیرہ بالظن اشارۃ الی جواز التسحر والافطار بالتحری الی قولہ لان التحری یفید غلبۃ الظن وہی کالیقین جلد ثانی صفحہ ۱۰۶ فقط

۵ از ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کتاب الغصب

سوال ۔ کسی چور یا چور کے دوست کے پاس مال مسروقہ رکھا ہے اب اللہ نے چور کے دل مین یا جس کو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کر دیا ہے یہ بات ڈالی کہ یہ مال ہمارے لئے حرام ہے اس کو واپس کرنا چاہئے یا اگر وہ مال خرچ ہو گیا ہے تو اسکی قیمت مالک تک پہونچانا چاہئے مگر چور اور چور کے دوست جس کو چور نے وہ مال مسروقہ ہبہ کیا ہے دونون کو اندیشہ ہے کہ اگر مال یا مال کی قیمت مالک تک پہنچائے تو حال کھلجائے گا اور بےعزتی کے علاوہ قید کا خوف ہے تو کیا حیلہ کرے جس سے مالک کو مال یا قیمت پہونچ جائے اور چور اور چور کے دوست کی بےعزتی بھی نہو۔

الجواب ۔ پوشیدہ طور پر وہ مال مالک کے قبضہ مین جس تدبیر سے چاہے پہونچا دینے سے یہ بری الذمہ ہو جاویگا مالک کو اسکی اطلاع کی حاجت نہین کہ فلان شخص نے یہ میرا حق دیا ہے فی الدر المختار کتاب الغصب ویبرأ بردہا ولو بغیر علم المالک الی قولہ وکذا لو سلمہا الیہ بجھۃ اخری کھبۃ او ایداع او شراء اھ واللہ اعلم ۔ ۱۸ ۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال ۔ زید کا ایک اسلامی ریاست سے بطور تنخواہ کے کچھ مقرر ہے زید اس بات کو خوب جانتا ہے کہ ریاست اسلامیہ مین روپیہ بوجہ موافق احکام شرعیہ کے رعایا سے وصول نہ کئے جانے کے ظلماً وصول کیا جاتا ہے اور استیلاء المسلم علی مال المسلم موجب ملک نہین پس اس صورت مین زید کی یہ آمدنی جائز ہوگی یا نہین اور اسی بنا پر ایسی ریاستون کی نوکری بھی جائز ہے یا نہین۔

الجواب ۔ ہرچند کہ غصب و ظلم کا مال اپنے مال مین یا دوسرے مغصوب مال مین ملا دینے سے ملک غاصب مین داخل ہو جاتا ہے مگر وہ ملک خبیث ہوگی نہ اس کو خود اس کا صرف کرنا جائز ہے نہ دوسرون کو اس کا قبول کرنا جائز ہے جب تک کہ غاصب اس کا ضمان ادا نہ کرے پس صورت مسئولہ مین زید کی آمدنی جائز نہوگی نہ ایسی ریاست کی نوکری جائز ہوگی والروایات ہذہ اما التملک بالخلط بمال الغصب

حوالہ از حق باوجود بلا اطلاع مالک

علم تنخواہ ریاست

اوغیرہ فلما فی الدر المختار ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملکه فتجب الزکوۃ فیه ویورث عنه لان الخلط استهلاک اذا لم یمکن تمییزہ عند ابی حنیفة وقوله ارفق اذ قلما یخلو مال عن غصب ۱۳۵ وفیه اما اذا اخذ من انسان مائة ومن آخر مائة وخلطهما ثم تصدق لا یکفر لانه لیس بحرام لعینه بالقطع لاستهلاکه بالخلط ۱۳۵ قلت وافاد ایضاً کون ہذا المخلوط حراما خبیثا ولو حراما لا لعینه ۱۲ واما حرمة الانتفاع به فلما فیه ایضاً فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمه واعظم منافعه او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمنع امتیازہ او یمکن بحرج ضمنه وملکه بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانه ای رضاء مالکه باداء او ابراء او تضمین قاض والقیاس حله وهو روایته فلو غصب طعاما فمضغه حتی صار مستهلکا یبتلعه حلالا فی روایة وحراما علی المعتمد حسما لمادۃ الفساد ۲۶۶ واما حرمة قبول الغیر له فلما فیه ایضاً وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا والا لم یحل ۳۱۹ قلت والفرع بعد تمهید الاصول ظاہر حکمه واللہ اعلم فقط

سوال - جس زمین کو کوئی کاشتکار بارہ سال تک کاشت کرے تو قانون سرکاری سے اُس کو ایک حق حاصل ہو جاتا ہے کہ اُس اراضی سے بیدخل وغیر قابض نہیں ہو سکتا پس کاشتکار کا اس زمین کو اپنے قبضہ مین رکھنا اور اُس سے منتفع ہونا جائز ہے یا نہین اور للہ خیرات کرنا اور امید ثواب کی رکھنا یا کسیکو ہدیہ دینا اس آمدنی سے جائز ہے یا نہین۔

الجواب - فی کتاب الغصب من الهدایة ومن غصب عبدا فاستغله فنقصت الغلة فعلیه النقصان و یتصدق بالغلة اھ اس سے معلوم ہوا کہ شئے مغصوب سے جتنا نفع ہوتا ہے اُس سے انتفاع اس غاصب کو درست نہین اور جب یہ غاصب ہے تو اس لیے جسقدر اس کا خرچ ہوا ہے اُسقدر تو پیداوار مین سے رکھ سکتا ہے اور جو زائد نفع ہوا ہے اُس کا نہ تو خود استعمال درست ہے نہ کسی کو ہبہ وغیرہ دینا اُس مین سے جائز ہے بلکہ مالک زمین کی طرف سے غریب محتاجون کو دیدے اور خود امید ثواب کی نہ رکھے یہ تو پیداوار کا حکم ہوا اور زمین کے لیے یہ حکم ہے کہ آیندہ کے لیے اُس کو چھوڑ دے ورنہ ظلم وغصب کے گناہ مین مبتلا رہے گا واللہ اعلم ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال - پانی پرنالہ ہمسایہ کا اپنی چھت یا صحن مین لیکر اور حق متعلقہ آبچک مالک پرنالہ کے بزور بازو یا زور عدالت زائل کرانا جائز ہے یا نہ فقط منشی ظہیر الدین از انبہٹہ

عکس ہے حرمت تفاوت بیداراں — مرتبہ: ۱۱۸ فی الدین ۲

الجواب - سیل یعنی پرنالہ و بدرو وغیرہ نکالنا حقوق ملک سے ہے جو شخص اُس جگہہ کا مالک ہو اُس کو ہر طرح کا تصرف پہونچتا ہے پس یہ شخص جو حق پرنالہ ہمسایہ کو زائل کرنا چاہتا ہے اگر وہ پرنالہ گرنے کی جگہہ اس شخص کی مملوک ہو اور اب تک بطور تبرع و احسان و رعایت ہمسایہ کو پانی ڈالنے کی اجازت دے رکھی تھی اور اب زائل کرنا چاہتا ہے اور پرنالہ بند کرتا ہی یہ جائز ہے اپنی ملک کا اختیار ہے اور اگر وہ جگہہ ہمسایہ کی مملوک ہے تو اُس شخص کو اُس کا پرنالہ بند کرنا جائز نہیں کہ یہ غصب ہے ومن اشتری بیتا فی دار او منزلا او مسکنا لم یکن لہ الطریق الا ان یشتریہ بکل حق ہو لہ او بمرافقہ او بکل قلیل و کثیر وکذا الشرب والمسیل ہدایہ ج ۲ صفحہ ۴۹ واللہ اعلم ۳ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین اس مین کہ مسمے امیر احمد نے مساۃ وزیر النسا سے بعوض اُس اپنے روپیہ کے کہ اُسنے بشمول اراضی ملکیت اپنی کے لعہ ۵ ذرعہ اراضی ملکیت مساۃ عید و زوجہ کلو و بہ حمن پسر کلو کے خرید کری تھی ایک زمین تعدادی تیرہ درعہ لی کہ جس کا مسمے رشید احمد شفیع ملاصق ہو کہتے ہین کہ جو وزیر النسا نے اکتالیس درعہ نوگرہ اراضی بذریعہ بعینامہ سابق بنام امیر احمد بیع کی تھی اُسمین اُنیس درعہ اراضی کی کمی بسبب ثبوت استحقاق غیر یعنی عید و وغیرہ کے امیر احمد کو پڑی وزیر النسا نے اُس تعداد اراضی اکتالیس درعہ نوگرہ مذکور مبیعہ سابق کو اس تیرہ درعہ اراضی سے پورا کردیا پس یہ معاوضہ کمی بعینامہ سابق ہے کوئی بیع جدید نہین کہ جو رشید احمد کو شفعہ پہونچے اب رشید احمد کو شفعہ بموجب شرع شریف کے لینا پہونچتا ہے یا نہین اور یہ معاوضہ اقرارنامہ بیع ہے یا نہین -

الجواب - صورت مسئولہ مین جو وزیر النسا نے امیر احمد کے ہاتھہ زمین فروخت کری اور اُس مین غیر کا حق نکل آیا اور اسکی وجہ سے اُس مبیع مین کمی ہوگئی تو بقدر اُس کمی کے وزیر النسا پر امیر احمد کا روپیہ واپس کرنا واجب ہوا لیکن وہ دونون باہم راضی ہوگئے ہین اور اُس روپیہ کے عوض کچھ زمین وزیر النسا نے امیر احمد کو دیدی پس یہ بیع جدید ہوئی کہ مبادلہ مال بمال ہے اور اس مین رشید احمد شفیع کو شفعہ شرعاً پہونچے گا اور بظاہر اگرچہ یہ بیع تکمیل بیع اوّل کی معلوم ہوتی ہو مگر حقیقت مین بیع اول سے کچھ علاقہ نہین بیع جدید ہے کیونکہ جب بوجہ استحقاق غیر اُس زمین مین کمی آگئی تو بقدر اُسکی کمی کے وزیر النسا بائعہ پر مشتری کا روپیہ لوٹانا واجب ہوا اور مشتری وہ روپیہ اس بائع سے بجبر لے سکتا ہے بائعہ کو مجاز نہین کہ وہ روپیہ نہ دے اور عوض مین زمین دے اور

ف: استحقاق شفعہ در زمین کہ بعوض کمی سابق کہ بوجہ استحقاق غیر در مبیع باشد دادہ می شود

اوراسی طرح اگر بالغہ روپیہ دے تو مشتری کو مجاز نہین کہ روپیہ لینے سے انکار کرے اور زمین عوض مین طلب کرے غرض اصل واجب الادا روپیہ مذکور ہے زمین کے دینے لینے پر بالغہ ومشتری مجبور نہین بلکہ زمین کا معاوضہ تراضی طرفین پر موقوف ہے تو اگر یہ بیع اول ہوتی تو بوجہ ایجاب وقبول وتراضی سابق بالغہ ومشتری پر زمین کے دینے لینے مین جبر کیا جاتا اور روپیہ کا دینا یا لینا بلا رضا مشتری وبالغہ کے جائز نہوتا کیونکہ روپیہ کا واپس ہونا فسخ ٹھیرتا اور فسخ بیع بلا رضا جائز نہین جائز نہین توجب زمین کے معاوضہ مین کسی پر جبر نہین اور روپیہ لینا دینا بجبر جائز ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بیع اول نہین بیع جدید ہے کہ تراضی طرفین کی حاجت پڑی پس جب بیع جدید ہوئی تو استحقاق شفعہ سے اب کون مانع ہے یہ بات بہت ظاہر ہے ذرا　تامل سے معلوم ہوسکتی ہے۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

شفعہ میں شرکت وقت بیع شریکین

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک جائداد مشاع غیر منقسم ہے اس مین کئی شخص شریک ہین اگر ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بیع کرے تو دیگر شرکاء کو دعوے شفعہ کا پہونچتا ہے یا نہین اور سب کو برابر پہونچتا ہے یا کم وزیادہ ۔ فقط

الجواب ۔ دیگر شرکاء کو دعوی شفعہ کا پہونچتا ہے کیونکہ سب کا استحقاق جائداد مین برابر ہے اور سب شرکاء کو برابر حق پہونچے گا کم وزیادہ نہین ۔ واذا اجتمع الشفعاء فالشفعۃ بینہم علی عدد رؤسہم ولا یعتبر اختلاف الاملاک ۔ ہدایہ ج ۴ ص ۳۸۳ واللہ اعلم ۱۵ صفر ۱۳۱۰ھ

کتاب الرہن

عدم جواز انتفاع مرہون باذن راہن

سوال ۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ مرتہن کو انتفاع مرہون سے باذن راہن جیسا آج کل ملکیون مین رائج وشائع ہے جائز ہے یا نہین ۔

الجواب ۔ انتفاع مرہون سے اگر مشروط یا معروف ہو جیسا آج کل ہے ربوا حرام ہے اور ربوا اذن سے حلال نہین ہوتا ۔ قال فی المنح وعن عبد اللہ محمد بن اسلم السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقند انہ لا یحل لہ ان ینتفع بشئی منہ بوجہ من الوجوہ وان اذن لہ الراہن لانہ اذن لہ فی الربا لانہ یستوفی دینہ کاملا فتبقی لہ المنفعۃ فضلا فیکون ربا وہذا امر عظیم (ثم قال بعد اسطر) قال الطحطاوی قلت و الغالب من احوال الناس انہم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراہم وہذا بمنزلۃ

الشرط لان المعروف کالمشروط وهو مما یعین المنع واللہ تعالیٰ اعلم انتہیٰ شامی جلد خامس مطبوعہ مجتبائی صہ۳۱ و صہ۳۱۱ واللہ اعلم سنہ ۱۳ھ

سوال - ایک شخص زید اپنا گاؤن فروخت کرتا ہے لیکن اس شرط پر کہ ایک میعاد معین کے اندر اگر زر ثمن واپس کردے تو گاؤن مبیعہ واپس لے لے ایسا معاملہ اور استفادہ اُس گاؤن سے مشتری کو شرعًا جائز ہے یا نہین (۲) ایک شخص اپنا گاؤن واسطے اطمینان قرضہ کے دائن کے قبضہ مین دیتا ہے اور یہ معاہدہ ہوتا ہے فریقین مین کہ تا ادائیگی قرضہ کے وہ اُس گاؤن پر قابض اور متصرف رہے اور اُس کا انتظام اور حفاظت اور سرکاری مطالبہ اور جملہ نفع ونقصان جوکچھ بھی ہو وہ ذمہ دائن کے ہوگا مدیون کو نفع و نقصان سے کچھ سروکار نہوگا اور حال یہ ہے کہ ایسی صورت مین بظاہر اکثر فائدہ اور گاہے نقصان ہوتا ہے مثلاً خشکسالی ہوجاوے مزارعان فرار ہوجائین سرکاری مطالبہ دینا پڑے لہذا ایسا معاملہ شرعًا جائز ہے یا نہین -

الجواب - صورت مندرجہ سوال اول ظاہرًا بیع وقصدًا رہن ہے اور صورت مندرجہ سوال ثانی صریح رہن ہے سو رہن صریح مین تو اگر انتفاع مرتہن کا مشروط یا معروف ہو بلا اختلاف حرام ہے فی الدر المختار ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اہ قلت ہذا فی المشروط وقد تقرر ان المعروف کالمشروط اور رہن قصدًا و بیع ظاہرًا کو بیع الوفا رکہتے ہین سو اصل قواعد مذہب کی رو سے یہ بھی رہن ہے اور انتفاع اُس سے حرام ہے اور اگر وہ بیع ہے تو بوجہ مشروط ہونے کے بیع فاسد ہے تب بھی حرام ہے لیکن بعض متاخرین نے اجازت دی ہے پس بلا اضطرار شدید تو اُس کا ارتکاب نکرے اور اضطرار شدید مین بائع کو اختیار ہے کہ فتوے متاخرین پر عمل کرے اگرچہ مشتری کو کوئی اضطرار نہین و التفصیل فی الدر المختار قبیل کتاب الکفالۃ فقط واللہ اعلم یکم ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۰ھ

حکم فک رہن جائداد مرہونہ کہ سرکار بعلت بغاوت راہن ضبط کردہ نیلام نمود

جب سرکار نے زید راہن کی جائداد ضبط کرلی تو مثل اصل راہن کے اُس جائداد کے مالک اور مرتہن کی مقروض ہوگئی کیونکہ تسلط سے ملک اور مالک کو قرضہ سے بری کرکے خود اپنے ذمے لے لیتے

سے مقروضیت ثابت ہوئی پھر جب عمرو نے وہ جائداد سرکار سے خریدلی تو یہی حال عمرو کا ہوگیا جو کہ سرکار کا تھا کہ جائداد کا مالک بھی ہوگیا اور مرتہن کا مقروض بھی ہوگیا جسکے مقابلہ مین وہ جائداد مرتہن کے پاس محبوس ہے جو حاصل ہے رہن کا غرض عمرو راہن ٹھیرا اور جو مرتہن تھا وہ بدستور مرتہن رہا پس رہن کا جو حکم ہے کہ جب راہن زر رہن ادا کردے مرتہن پر واجب ہوتا ہے کہ روپیہ لیکر شئے مرہون کو چھوڑ دے وہ حکم اس راہن اخیر اور مرتہن کے درمیان بھی ثابت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۸ صفر ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید نے اپنی جائداد رہن کرکے عمرو سے کچھ روپیہ قرض لیا شرائط رہن یہ تھے۔ میعاد اس رہن کی صرف ایک مہینہ قرار پائی ہے بعد انقضائے میعاد مذکور فوراً باادائے کل زر رہن یکمشت جائداد مرہونہ کو فک رہن کرالونگا۔ اگر منتقر بعد انقضائے میعاد ایک ماہ فوراً زر رہن ادا کرکے جائداد کو فک نکرالون تو یہی دستاویز رہن نامہ بجائے بیعنامہ کے اور یہی زر رہن بجائے زر ثمن کے متصور ہوگا اور جائداد مرہونہ بیع شدہ سمجھی جاوے گی اور اسی وقت سے قبضہ جائداد مرہونہ پر مرتہن کا مالکانہ ہوجاوے گا اور مرتہن مثل میرے اُن تمام حقوق کے مالک کامل مشتریانہ ہوجاوینگے جو مجھکو جائداد مرہونہ مین اس وقت حاصل ہین لہذا یہ چند کلمے بطور دستاویز بیع بالوفاء کے لکھدیئے بعد اس رہن کے عمرو مرتہن کا قبضہ جائداد مرہونہ پر ہوا اور جائداد مرہونہ کا کرایہ عمرو مرتہن کرایہ دارون سے وصول کرتا رہا مگر جزو جائداد مرہونہ پر زید راہن کا قبضہ رہا اور زید راہن بھی عرصہ تک کرایہ اس جزو جائداد مرہونہ کا جسپر اُس کا قبضہ تھا عمرو مرتہن کو ادا کرتا رہا ساڑھے چار برس کے بعد عمرو مرتہن نے زید راہن کو ایک نوٹس دیا جس کا مضمون بعبارتہ یہ ہے۔ بموجب دستاویز بیع بالوفاء مورخہ (تاریخ وماہ سنہ) آپنے مبلغ (تعداد کل زر رہن) یہ رہن املاک واسطے میعاد ایک ماہ کے قرض لئے اور چونکہ معاملہ رہن کا باقبضہ تھا اسوجہ سے بعض املاک مرہونہ کو بکرایہ آپنے اپنے قبضہ مین رکھا چنانچہ اب مبلغ (تعداد کل زر رہن) اصل زر رہن اور مبلغ (تعداد) بابت زر کرایہ لغایت (ماہ سنہ) جملہ (تعداد روپیہ) آپ کے ذمہ واجب الادا ہین لیکن آپ نے ادا نہین فرمایا اندر میعاد پندرہ یوم ادا وبیباق کردیجئے (یہ صورت واقعہ کی ہے آپ حضرات علمائے کرام مدظلہم سے یہ سوالات بکمال ادب ہین) ۱ صورت مذکورہ مین جائداد مرہونہ بیع ہوگئی یا نہین ۲ جو کرایہ جائداد مرہونہ کا کرایہ دارون اور نیز زید راہن سے عمرو مرتہن کو وصول ہوتا رہا وہ اصل زر رہن مین ادا ہوتا گیا یا نہین ۳ عمرو مرتہن کو

اب اُسی قدر اصل روپیہ رہن کا حلال ہے جو بعد مجرا کرانے کرایہ وصول شدہ کے باقی ہو یا کل زر رہن بدون وضع کرایہ وصول شدہ کے لینا حلال ہے ۵ جس وقت زید راہن اُسقدر روپیہ جو بعد وضع کرایہ وصول شدہ کے عمرو مرتہن کا اصل زر رہن میں باقی ہو ادا کردے تو عمرو مرتہن پر جائداد مرہونہ چھوڑ دینا واجب ہے یا نہیں۔

الجواب - فی فتح القدیر لایجوز تعلیق البیع کان یقول اذا دخلت الدار فقد بعتک کذا بمائۃ فقبل الآخر لاینعقد البیع عند الدخول - فی الکفایۃ عن الزہری ان اہل الجاہلیۃ کانوا یرتہنون ویشترطون علی الراہن انہ ان لم یقض الدین الی وقت کذا فالرہن مملوک للمرتہن فابطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذلک بقولہ لا یغلق الرہن - وقیل لسعید بن المسیب اہو قول الرجل ان لم یات بالدین الی وقت کذا فالرہن بیع بالدین فقال نعم وفی الدر المختار و بیع الوفاء ذکرتہ ہہنا تبعا للدرر وصورتہ ان یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین وفی الدر المختار عن الاشباہ کل قرض جر نفعا فہو حرام فکرہ للمرتہن سکنی المرہونۃ باذن الراہن وفی الدر المختار نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ لا یحل للمرتہن ذلک ولو باذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل وفی الدر المختار اباح للمرتہن نفعہ حل للمرتہن ان یوجرہ قال لا قبیل فلو آجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لہ او للراہن قال لہ ان آجرہ بلا اذن وان باذنہ فللمالک وبطل الرہن وفی الدر المختار وبطلہا (ای الشفعۃ) صلحہ منہا علی عوض وعلیہ ردہ لانہا رشوۃ اھ وفی الہدایۃ الکتابۃ والاجارۃ والرہن بمنزلۃ البیع لانہا تبطل بالشروط الفاسدۃ ان روایات مذکورہ بالا سے معلوم ہوا ۱ صورت مسئولہ میں جائداد بیع نہیں ہوئی کیونکہ تعلیق بیع باطل ہے بلکہ یہ صورت غلق رہن کی ہے جو کہ حرام اور باطل ہے اور بیع بالوفا کی یہ صورت نہیں ہے بلکہ اُس میں فی الحال بیع ہوتی ہے اور اقالہ کا وعدہ جس میں خود ہی کلام ہے سو یہاں یہ صورت نہیں ہوئی لہٰذا یہ رہن ہے اور رہن بھی فاسد کیونکہ اس میں شرط فاسد لگائی گئی ہے ۲ اور چونکہ کرایہ ملک راہن کی ہے اور مرتہن کو بوجہ اشتراط فی الرہن اس کا لینا حرام ہے لہٰذا یہ واجب الرد ہے ۳ اس لئے جسقدر روپیہ کرایہ میں مرتہن کو وصول ہوا ہے اُس مقدار میں مقاصہ ہوگیا یعنے ذمہ راہن سے ساقط ہوگیا بقیہ روپیہ کا مطالبہ راہن سے کرنا مرتہن کا حق ہے ۴ جب اس باقی روپیہ کو راہن ادا کردیگا مرتہن کا دین رہن ادا

ہو جاویگا پھر جائداد مرہونہ کا چھوڑ دینا مرتہن پر واجب ہوگا۔ ۲۰ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۱ھ الجواب صحیح
بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

دفع شبہ بر بیع مرتہن ثمار مرہون را

سوال - باغ مرہون کے پھل مشتری کو جائز ہین یا نہین اگر ناجائز ہین تو کیون اس لئے کہ مرتہن تو مامور ہے کہ اثمار فروخت کرکے قیمت جمع رکھے اور شے مرہون کے ساتھ واپس کرے پھر اس کا خریدنا اور کھانا کیون ممنوع ہے رہا فساد عقد سو مشتری بر بیع فاسد کا ہدیہ جائز ہے۔

الجواب - مرتہن کے مامور بالبیع ہونے مین راہن کا وہ اذن معتبر ہے جو بہ نیت تملک باطل مرتہن کے نہو ورنہ وہ ربوا ہے اور وہ اذن غیر معتبر ہے لہذا وہ تصرف شے غیر مملوک مین ہوگا جس طرح متعارف سود مین ملہوار بنام بہاد سود جو دیا جاوے حالانکہ بردے حساب اصل مین شمار کیا جانا واجب ہے مگر پھر بھی جب تک اس نام سے لیا جاوے گا محرم الاستعمال ہے بخلاف مقیس علیہ کے کہ وہ تصرف اپنی ملک مین ہے اسلیے مقیس مین مشتری کے لیے بھی ناجائز ہے اور مقیس علیہ مین ہدیہ لینا مثلاً جائز ہے۔ واللہ اعلم - ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۲ھ

ابراء بعض دین از راہن بمرتہن در قبال انتفاع

سوال - رہن بالقبض مین اگر راہن نے بلا منشا سود ایک رقم مرتہن کو معاف کردی ہو اور یہ کہا ہے کہ باقی منافع سے تم اپنا قرض ادا کرلو تو جائز ہے یا نہین۔

نمبر ۲ - راہن نے ایک رقم خود لی باقی مرتہن کو معاف کردی اور یہ کہا کہ باقی منافع تم لو جب مین یہ قرض ادا کرلونگا منفک کرالون گا مثلاً راہن نے ایک ہزار منافع کی جائداد پانچ ہزار مین مکفول کی شرط یہ ہوئی کہ سالانہ اس ایک ہزار مین سے دو سو مجھے دیا کرو باقی تمہارا جب مین پانچ ہزار ادا کرلون گا منفک کرالون گا یہ دو سو کی رقم قرض مین نہین ادا ہو رہی ہے بلکہ مرتہن کی جیب مین جاتی ہے جائز ہے یا نہین

حکم بعض رعایات مرتہن

الجواب - چونکہ یہ یقینی بات ہے کہ یہ دونون رعایتین قرض کی وجہ سے ہین اس لئے ناجائز ہین اور کل قرض جر نفعاً کے کلیہ مین داخل اگر عقد رہن مین مشروط ہین تب تو ظاہر ہی ہے اور اگر مشروط بھی نہون لیکن چونکہ متعارف ہین اسلئے حسب قاعدہ المعروف کالمشروط کے وہ بھی ناجائز ہے البتہ بلا اشتراط وبلا تعارف ایسی رعایتین جائز ہین۔ واللہ اعلم ۹ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - رہن لینے مین جو آسانی ہوتی ہے اسکی کوئی صورت شرعاً پیدا ہوسکتی ہے یا نہین دیکھو

فرض کیجئے کہ ایک موضع میں میرا حصہ پندرہ آنہ ہیں ایک آنہ والا حصہ دار بضرورت قرض لینا چاہتا ہے مجھسے رہن بالقبض یا بلاقبض کی درخواست کرتا ہے اگر میں نہیں لیتا تو دوسرے کے قبضہ میں جاتا ہے جس سے پھر ملنے کی امید نہیں اور گویا مجموعی انتظام میں ہزاروں طرح کے رخنے پڑنے کا احتمال ہے یا مثلاً کوئی زیادہ قیمت کی جائداد تھوڑے روپوں میں ہمارے پاس رک جاتی ہے جسے ہم سمجھتے ہیں کہ راہن ہیں ادا کرنے کی قوت نہیں ہے پھنس جانے پر رفتہ رفتہ ہم قیمت ادا کر دیں گے اور اسطرح ہمارے پاس ایک معقول جائداد ہوجاویگی آسانی صرف اسقدر ہوئی کہ یکمشت قیمت نہ دینی پڑی)

جواب ۔ صرف اسقدر ممکن ہے کہ مدت رہن کے اندر جو منافع حاصل ہوں اُن کو امانۃً جمع رکھے اور جب وہ زمین فرخت ہو جاوے تب وہ امانت اُس راہن کو واپس کر دیجاوے زمین بھی آسانی سے آجاویگی اور منافع رہن کے استعمال سے بھی محفوظ رہیگا البتہ اس صورت میں اتنا امر کھٹکتا ہے کہ اس صورت میں اگر راہن کو اطلاع ہوجاوے کہ اتنا واپس ملے گا تو امید ہے کہ وہ فک کرا سکے تو اطلاع نہ کرنا یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے جس میں گناہ کا اندیشہ ہے البتہ سود کھانے کا گناہ اُسکو نہیں ہوا۔ واللہ اعلم ۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ زید نے زمین بکر کے پاس پانچ برس کو رہن رکھی اور یہ اقرار کیا کہ اس زمین کو میں جوتوں گا اور جو منافع رہن صحیح ہوگا وہ میں لونگا پہلے مدت سے اگر راہن روپیہ ادا کرے تب بھی مدت کا نفع پیدا وار زمین مرہونہ کا مباح ہے یا حرام۔

الجواب ۔ اس رہن میں دو فساد ہیں ایک تو مدت پانچ برس مقرر کرنا کہ اس سے پہلے فک پر قدرت نہو کیونکہ معنی رہن کے شرع میں یہ ہیں کہ کسی شے کا دین کے بدلے میں محبوس کرنا فی الدر المختار ہو حبس شیٔ مالی بحق یمکن استیفاءہ منہ کالدین پس جب محبوس بوجہ دین کے ہے توجسوقت راہن دین ادا کردے گا مرتہن کو حق حبس باقی نہ رہے گا خواہ پانچ برس سے پہلے ہو یا بعد ہو اب یہ شرط ٹھیرانا کہ اگر راہن روپیہ بھی ادا کردے تب بھی مدت کا شرط فاسد ہے دوسرا فساد شرط انتفاع کی لگانا کیونکہ بمقتضائے حدیث کل قرض جر منفعۃ فھو ربا مرتہن کو انتفاع مرہون سے بالکل جائز نہیں خصوصاً جبکہ مشروط ہو اُس وقت تو ربوا صریح ہی اگرچہ راہن اذن دیدے کیونکہ ربوا اذن سے حلال نہیں ہوتا لایحل لہ ان ینتفع بشیٔ منہ من الوجوہ وان اذن لہ الراہن لانہ اذن لہ فی الربوا۔ شامی مجتبائی ج ۵ صفحہ ۱۳۱

از تعیین اجل و شرط انتفاع

ثبوت ہبہ بالقرائن

کتاب الھبۃ

سوال - زید نے بلا تصریح و اعلان بشرع و دین کے کسیقدر روپیہ عمرو عم حقیقی اپنے کو دیا کہ ایک نشستگاہ اندر زمین اپنی کے بنالو عمرو نے اس روپیہ سے اپنی زمین مملوکہ مین اپنی خشت سے ایک مکان بنالیا اب زید وارثان عمرو سے بعد وفات عمرو طالب اُس زر کا ہے جو مزدوری مزدوران و معماران مین صرف ہوا ہے پس عند اللہ و عند الرسول استرداد اس روپیہ کا زید کو وارثان عمرو سے آتا ہے یا نہین

الجواب - صورت مسئولہ مین زید نے جو عمرو کو روپیہ دیا ہے عند الشرع ہبہ ہے اگرچہ کوئی تصریح نہین مگر ظاہر قرینہ ہبہ پر دلالت کرتا ہے اور ہبہ مین قرینہ بھی تملیک کے لیے کافی ہے قلت فقد افادان التلفظ بالایجاب والقبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالۃ علی التملیک کمن دفع الی الفقیر شیئا وقبضہ ولم یتلفظ واحد منہما بشیئ انتہی درمختار صفحہ ۵۰۰ اور جب ہبہ متحقق ہوگیا اور عمرو وفات پاچکا ہے اب زید کو وارثان عمرو سے کچھ دعویٰ نہین پہونچتا اور استرداد اس کا ہرگز جائز نہین کیونکہ موت احد المتعاقدین مانع رجوع ہبہ ہے والمیم موت احد المتعاقدین درمختار باشامی صفحہ ۷۱۵ واللہ اعلم

سوال - میت کے تین وارثون سے ایک وارث نے کہا کہ میرا حصہ بقیہ دولون کو دیدو مین نقد لے کر کیا کرونگا یون نہین کہا کہ مین نے اپنا حصہ چھوڑا اپنا حصہ مین نہ لونگا تو اس طرح کہنے سے بھی تخارج ہوجاویگا یا یہ ہبہ ناجائز ہے وہبہ مشاع ہوجاوے گا۔

الجواب - اگر خود ان وارثون سے کہا کہ مین نے تم کو دیا تو ہبہ ہے اور جو اور کسی سے کہا کہ دیدو تو یہ توکیل بالہبہ ہی بہرحال یہ تخارج نہین جسکی حقیقت تصالح علی الاقرار ہے جو حکم بیع مین ہی اور چونکہ ہبہ مشاع کا ہے لہذا جہان مشاع ہونا مانع صحت ہے وہان جائز نہوگا فقط

سوال - روپیہ اشیاء غیر منقسمہ مین سے ہے یا منقسمہ سے یعنی دو شخصون کو ہبہ کرنا درست ہے یا نہ چونکہ چاندی آج کل ارزان ہی لہذا روپیہ بیچ سے تقسیم کردینے سے وہ نفع نہین رہسکتا لہذا ایسی غیر منقسم ہوئے لیکن اگر چاندی گران ہوجاوے تو کیا اُس وقت حکم بدلجاوے گا۔

الجواب - روپیہ اشیاء غیر منقسمہ سے ہے خواہ چاندی ارزاں ہو یا گراں کیونکہ اس کا نفع موضوع لہ باقی نہیں رہتا وہو المراد ببقاء نفعہ وعدمہ در مختار میں جزئیہ مذکور ہے (فروع) قبیل باب الرجوع فی الھبۃ وھب لرجلین درھما ان صحیحا صح وان مغشوشا لا لانہ مما یقسم لکونہ فی حکم العروض فقط واللہ اعلم

تحقیق قرائن ہبہ وعدم آں

سوال - زید ملازم بادشاہ وقت تھا پس جب اسکو تنخواہ ملتی تھی وہ سب کی سب لاکر اپنی بیوی ہندہ کے حوالہ کردیتا تھا اور ہندہ جو چاہتی تھی وہ کرتی تھی وہ اصلا پرسان نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ حالت تھی کہ زید کو اگر آنہ دو آنہ یا روپیہ دو روپیہ یا کچھ کم و بیش کی حاجت ہوتی تھی تو ہندہ سے مانگتا تھا اگر ہندہ نے دیدیا تو خرچ کیا ورنہ چپ ہو رہتا تھا پس اسی تنخواہ کے روپیہ سے ہندہ نے زید کی حیات میں جائداد اپنے نام سے خریدی اور روز خرید سے اس وقت تک وہی اسپر قابض ہے اور زید نے اس سے اصلا تعرض نہیں کیا اب عرصہ چار پانچ سال کا ہوتا ہے کہ زید انتقال کر گیا پس یہ جائداد علی ما فی الشامی وغیرہ ہبہ میں صرف قرائن دالہ علی التملیک کے بھی کافی ہونے کی وجہ سے ہندہ کی قرار پاویگی یا زید ہی کی سمجھی جاکر اسکے کل ورثا اس میں سے حصہ پاویں گے۔

الجواب - ہرچند ہبہ قرائن سے ثابت ہو جاتا ہے لیکن صورت مسئولہ میں اسی میں کلام ہے کہ یہاں قرائن ہبہ کے ہیں یا نہیں سو جہاں تک غور و تامل کیا گیا یہ دینا ہبہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ بی بی کو محض تحویلدار سمجھتے ہیں اور محض اس وجہ سے سب کمائی سپرد کر دیتے ہیں کہ اس کو امور خانہ داری میں تجربہ کار سمجھتے ہیں تو اس کو دیدینا ایک گونہ انتظام کی سہولت سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو عورتیں سلیقہ شعار نہیں سمجھی جاتیں ان کو اس طرح کے اختیارات نہیں دیئے جاتے اسی طرح اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اپنے رشتہ دار کو دیتی ہے تو یقینا شوہر ناخوش ہوتا ہے ان سب قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہبہ نہیں محض توکیل و ایداع ہے رہا نہ پوچھنا اور تعرض نہ کرنا یا اس وجہ سے نہیں کہ اس کو مالک کر دیا ہے بلکہ محض اس وجہ سے ہے کہ زوجہ پر اعتماد ہے کہ بے موقع صرف نکریگی بہرحال روپیہ بچا ہوا تو شوہر ہی کی ملک ہوگا جب اسنے جائداد خریدی گویا مغصوب روپیہ سے خریدی لہذا جائداد زوجہ کی ملک ہوگی اور یہ روپیہ ترکہ زوجہ سے وصول کر کے سب ورثہ زید کو تقسیم ہوگا جس میں خود زوجہ بھی داخل ہے پس بقدر اسکے حصے کے تو ساقط ہو جاوے گا بقیہ روپیہ بقیہ ورثہ کے لئے وصول کیا

جاویگا البتہ اگر شوہر کو یقیناً یہ معلوم ہو کہ یہ میرے ہی روپیہ سے خریدی گئی ہے اور بی بی نے اپنے ہی لیئے خریدی ہے اس مین میرا کوئی حق نہین یہ سکوت البتہ دلیل ہبہ کی ہے مگر جب تک یہ احتمال باقی ہو کہ شاید شوہر کو اسکے اطلاع نہو کہ یہہ میرے روپیہ سے خریدی گئی ہے یا یہ کہ اطلاع ہو مگر اُسنے یہ سمجھا ہو کہ گو اپنے نام خرید لی ہے مگر اُس کو میری ہی سمجھتی ہے اور میرے بعد میرے ورثہ کو محروم نہ کرے گی یا اس لئے وہ خاموش ہو گیا ہو کہ اسکے نام ہونے سے جائداد محفوظ رہے گی میرے پاس سے شاید کوئی تبلاء قرضہ مین کرالیوے تو ان احتمالات سے ہبہ ثابت نہوگا خلاصہ یہ کہ جب تک مجموعہ قرائن کی تفتیش و تعیین نہو حکم ہبہ کا مشکل ہے۔ واللہ اعلم۔ ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱

سوال۔ بروقت تعمیر اور مکان طیار ہونے کے بعد حاجی صاحب مرحوم نے بہت دفعہ کہا کہ یہہ مکان مسماۃ ... زوجہ ثانیہ کے لئے بنوایا گیا ہے اور اسی ہی وجہ سے چار سو روپیہ کا زیور مسماۃ مذکورہ کا حاجی صاحب نے فروخت کرکے اس مین لگایا آیا یہہ اس مکان مین میراث جاری ہوگی یا اور سب وارثون مین تقسیم ہوگا یا مسماۃ ... کا ہوگا۔

الجواب۔ اگر اس کو ہبہ مان لیا جاوے تو ہبہ اُس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ہبہ کرنے والا بالکل اُس مکان کو اپنی چیزون سے خالی کرکے موہوب لہا کو قبضہ کرا دے اگر ایسا ہوا ہے تو بعد اقامت شہود ہبہ صحیح ہوگا ورنہ نہین فی الدرالمختار۔ وتتم الھبۃ بالقبض الکامل ولو الموھوب شاغلا بملک الواھب لا مشغولا بہ الی قولہ فلو وھب جرابا فیہ طعام الواھب او دارا فیہا متاع او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذلک لا تصح وبعکسہ تصح اھ اور زیور اُس مین لگانا غایۃ ما فی الباب قرینہ ہبہ کا ہوگا مگر ہبہ مین جو شرط ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے جیسا اوپر بیان ہوا پس جب تک ہبہ صحیح نہوگا وہ زیور بطور احسان کے زوجہ کی طرف سے سمجھا جاوے گا۔ فقط واللہ اعلم

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ زید کی اولاد مین چند لڑکے اور لڑکیان ہین اُن مین سے کبیر سن اولاد کی تعلیم اور شادی وغیرہ مین حسب لیاقت روپیہ صرف کر چکا ہے اور صغیر سن اولاد کی نہ تعلیم ہوئی ہے اور نہ شادی اب زید اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اپنی حیات مین ورثہ کو شرعی طور پر مال و اسباب تقسیم کرنا چاہتا ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ صغیر سن اولاد کی تعلیم اور شادی وغیرہ کا صرف اُن کو مثل اولاد کبیر سن کے

علاوہ ترکہ کے شرعاً دے سکتا ہی یا نہین اور جنکی حفاظت مین صغیر سن اولاد کو کرنا چاہتا ہی اُن کو ترکہ غیر منقسم مین سے کچھ دے سکتا ہے یا نہین - بینوا توجروا -

الجواب - فی الدر المختار قبیل باب الرجوع فی الہبۃ عن الخانیۃ لاباس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ سوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی فی رد المحتار ای علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثی افضل من التثلیث الذی ہو قول محمد رملی چونکہ صورت مسئولہ مین بعض اولاد کو بغرض شادی وتعلیم کے زیادہ دینے سے مقصود دوسری اولاد کو ضرر پہونچانا نہین بلکہ ایک ضرورت ومصلحت سے زیادہ دیتا ہے بنا بر روایت بالا اس مین کچھ حرج نہین اس زائد کے علاوہ اور جو کچھ ترکہ ہو سب اولاد ذکور واناث کو برابر تقسیم کر دینا چاہیے لیکن صحت تقسیم کے لیے ہر حصہ کا جدا کر دینا اور بالغین کا قبضہ بھی کرا دینا ضروری ہے - اور آخر مین جو پوچھا ہے کہ جن کی حفاظت مین الخ - ان سے مراد اجنبی ہے یا وارث اُس وقت جواب ہو سکتا ہے[۵] واللہ اعلم ۴ جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ مسمی زید نے مسمی خولید کو اپنے مال کا ہبہ کیا اور اُسکی تحریر بھی کر دی ہے لیکن تحریر ہبہ نامہ مین مال واسباب وجائداد منقولہ وغیر منقولہ کا مفصل ذکر نہین کیا بلکہ صرف لفظ کل مال زیور وبرتن کا تحریر ہے اُس زیور وبرتن سے قدرے مال خولید کے پاس ہے باقی کل مال واسباب وجائداد منقولہ وغیر منقولہ زید کے قبضہ مین ہے اور مکان مین بھی اب تک زید ہی رہتا ہے اب زید اُس ہبہ سے رجوع کر کے اپنا مال جو خولید کے پاس ہے واپس لینا چاہتا ہے آیا زید کا اس ہبہ کی طرف رجوع کرنا درست ہے یا نہین بموجب حکم شرع شریف مفصل تحریر فرماوین - بینوا توجروا -

الجواب - جسقدر خولید کے پاس ہے اُس کا ہبہ صحیح ہوگیا اور جسقدر زید کے قبضہ مین ہے اُس کا ہبہ صحیح نہین ہوا اور جس کا ہبہ صحیح ہو چکا اُس مین رجوع کرنا اُس وقت درست ہے کہ موانع رجوع بھی نہ پائے جاوین اور خولید بھی رضا مند ہو جاوے یا کوئی حاکم دلادے اور اگر نہ حکم حاکم ہوا اور نہ خولید واپس کرنے پر راضی ہو تو زید کو رجوع کرنا حرام ہے اور اگر اس طرح رجوع کرے گا غاصب ہوگا فی الہدایۃ ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم قال العینی لو استردہا بغیر قضاء ولا

[۵] کیونکہ مرض الموت مین کسی وارث کو نہین دیسکتا اور اجنبی کو ثلث سے زائد نہین دیسکتا ۱۲ منہ

رضا رکان غاصبا فلو ہلک فی یدہ یضمن قیمتہ للموہوب لہ واللہ اعلم ۸ رمضان ۱۳۲۴ھ

سوال ۔ زید نے بحالت صحت و ثبات عقل اپنی مملوکہ مقبوضہ جائداد غیر منقولہ زرعی و سکنی کو منجملہ چار ذکور و تین اناث اولاد صلبی کے صرف لڑکوں کے نام ہبہ نامہ لکھدیا اور رجسٹری کرا دیا لڑکیوں کے رنجیدہ ہونے پر زبانی یہ ظاہر کیا کہ لڑکیوں کو محروم الارث کرنا مقصود نہیں ہے بمصلحت ایسا کیا گیا ہے ہبہ نامہ رجسٹری ہونے کے بعد زید جب تک زندہ رہا موہوبہ جائداد پر خود ہی قابض رہا اور ہر چہار موہوب لہم میں جائداد مشترک رہی نہ موہوب لہم قابض ہوئے نہ باہمی حصص منقسم ہوئے اب زید کا انتقال ہو گیا اور لڑکیاں میراث کی خواہشمند ہیں شرعاً حصہ مل سکتا ہے یا نہیں۔

ثانی ۔ صورت مذکورہ میں بجائے ہبہ نامہ کے اگر لڑکوں کے نام باپ نے فرضی بیعنامہ لکھکر رجسٹری کرا دیا اور باقی صورت بجنسہ ہے پس یہ ہبہ یا بیع فرضی شرعاً معتبر ہے یا نہیں۔

الجواب عن الاول فی الدر المختار وہب اثنان دارا لواحد صح وبقلبہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اما ما لا یحتملہ کالبیت فیصح اتفاقا قید نا بکبیرین لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال الکبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا فی رد المحتار قولہ لم یجز والحیلۃ ان یسلم الدار الی الکبیر ویہبہا منہما بزازیۃ وافاد انہا للصغیرین تصح لعدم المرجح لسبق قبض احدہما حیث اتحد ولیہما فلا شیوع فی قبضہ ج ۴ ص ۷۲۱ عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ عنہا میں سب موہوب لہم وقت ہبہ کے اگر بالغ تھے تب تو یہ ہبہ صحیح ہو گیا اور صرف واہب کا یہ کہنا کہ بمصلحت ایسا کیا گیا ہے معتبر نہیں اور اس صورت میں جائداد موہوبہ میں میراث جاری نہ ہوگی اور اگر سب کبیر یعنی بالغ تھے یا بعضے کبیر اور بعضے صغیر تھے تو یہ ہبہ بوجہ فقدان شرائط صحت ہبہ کے صحیح نہیں اور اس صورت میں زید کی لڑکیاں بھی مستحق میراث ہیں۔

الجواب عن الثانی فی الدر المختار بیع التلجیۃ قبیل کتاب الکفالۃ ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعترفا ببنائہ علی التلجیۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر یہ شخص جس کے نام بیع یا ہبہ ہے اقرار کرتا ہو کہ یہ فرضی تھی تو بیع و ہبہ کالعدم ہے ورنہ نافذ ہے واللہ اعلم ۷ صفر ۱۳۲۵ھ

سوال ۔ جاء فی الحدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواہب احق بہبتہ ما لم یثب منہا کذا فی القسطلانی پس امام صاحب کے نزدیک قرابت محرمیہ میں رجوع کس دلیل سے جائز نہیں۔

الجواب ۔ وہ دلیل یہ ہے قال علیہ السلام اذا کانت الہبۃ لذی رحم محرم لم یرجع منہا رواہ البیہقی و

الدار قطنی فی سننہا والحاکم فی المستدرک کذا فی حاشیۃ الہدایۃ عن علی قاری شرح نقایہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال :- اوصی لرجل بثلث مال ومات الموصی فصالح الوارث من الثلث بالسدس جاز الصلح وذکر الاسلام المعروف بخواہر زادہ ان حق الموصی لہ وحق الوارث قبل القسمۃ غیر متاکد یحتمل السقوط بالاسقاط الخ شامی جلد ۴ کتاب الصلح فصل فی التخارج قول دل اشباہ والنظائر میں ہے جس کا حوالہ قول مذکور میں دیا ہے ولو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ اذا لملک لا یبطل بالترک صـ ۲۳۵ مطبوعہ کلکتہ اسکی شرح حموی میں ہے اعلم ان الاعراض عن الملک ضابطۃ انہ ان کان ملکا لازما لم یبطل بذلک کما لو مات عن ابنین فقال احدہما ترکت نصیبی عن المیراث لم یبطل لانہ لازم لا یترک بالترک بل ان کان عینا فلا بد من التملیک وان کان دینا فلا بد من الابراء بظاہر دونوں عبارتوں میں تعارض ہے تعجب یہ ہے کہ شامی نے خود اشباہ کا حوالہ دیا ہے جو اسکے خلاف ہے قیاس کے مطابق قول اشباہ معلوم ہوتا ہے البتہ یہ کہ جب یہ تملیک ہے تو چونکہ تملیک مجانا ہے اس لیے ہبہ میں داخل ہونا چاہیے اور شرائط مثل قبض وعدم شیوع شرط ہوگا البتہ اگر وہ شے قابل تقسیم نہو تو بظاہر ہبہ صحیح ہونا چاہیے شبہ یہ ہے کہ اگر متروک میت میں سے ایک ایک چیز مختلف جنس سے ہے مثلاً ایک الماری ہے ایک کرسی ہے یا اور کوئی چیز جس کو ملا کر تقسیم کیے جانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور ہر چیز کو علحدہ علحدہ تقسیم کرنے سے وہ شے منتفع بہ نہیں رہتی ایسی چیز اگر ایک وارث دوسرے کو ہبہ کردے تو یہ صحیح ہوگا یا نہیں ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ہوجاوے کیونکہ مثلاً اُس کا الماری میں علحدہ حصہ ہے اور وہ بھی قابل تقسیم نہیں پس شیوع مانع صحت ہبہ نہوا علحدہ کرسی میں علحدہ حصہ ہے اور وہ بھی قابل تقسیم نہیں اگر یہ تمام باتیں صحیح ہیں تو پھر یہ امر جواب طلب ہے کہ کتبہائے مختلفہ خواہ ایک فن کی ہوں مثلاً شرح وقایہ ہدایہ یا مختلف فن کی ہوں ان کا کیا حکم ہے مثلاً ایک مولوی نے انتقال کیا اور اپنا کتب خانہ چھوڑا تمام ورثہ نے اپنا اپنا حصہ خاص ایک وارث کو دیدیا تو یہ ہبہ بطریق سابق صحیح ہوسکتا ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر کتاب میں تمام ورثہ کا حصہ ہے اور چونکہ ہر کتاب علحدہ قابل تقسیم نہیں اس لیے وہ ہبہ صحیح ہوگیا البتہ اگر کتاب کے دو نسخہ ہوں تو صحیح نہو کیونکہ قابل تقسیم ہے اور آیا عدم صحت ہبہ (جبکہ کتاب کے دو نسخے ہوں) اُسی وقت ہوگا جبکہ دو وارث ہوں اور زائد ہونے سے پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کتابیں صرف دو ہیں اسلئے قابل تقسیم نہیں یا کہ تمام کتابوں کو ایک ساتھ شامل کرکے سبکو ایک نوع قرار دیدیا جاوے گا اور ہر صورت میں ہبہ صحیح نہوگا اس مسئلہ کی نسبت بڑا تردد اور پریشانی ہے توضیح کی وجہ سے تطویل ہوگئی

دفع تعارض در عبارات فقہیہ در اسقاط وارث حق خود را و بعض احکام ہبہ

الجواب - میرے نزدیک دونون مین تعارض نہین کیونکہ لم یبطل حقہ الخ اُس صورت مین ہی جب بالکلیہ دست بردار ہوجاوے جیسے ہندی بہنین اپنا حق بھائیون سے نہین لیتین اور یحتمل السقوط اُس صورت مین ہے کہ جب اپنے حق سے کم پر صلح کرے چنانچہ جاز الصلح کی دلیل مین بیان کرنا اسکا قرینہ ہی اور جنت رحا بیان یہ ہے کہ اپنے حق سے کم پر صلح کرنے کا جواز مخصوص معلوم ہوتا ہے دین کے ساتھ اور یہان صلح عن العین ہے پس محتمل تھا عدم جواز کو اسلئے تصریح کردی اب تدافع نہ رہا اور جن امور کو لکھکر آپ نے لکھا ہے کہ اگرچہ یہ تمام باتین صحیح ہین الخ سو واقع مین یہ سب باتین صحیح ہین اور ظاہر یہی ہے کہ کتب مختلفہ اجناس مختلفہ ہین اور ایک کتاب کے مختلف نسخے جنس واحد کے مختلف افراد ہین مگر جب وارث زیادہ ہون اور نسخے کم ہون تو مجموعہ قابل تقسیم نہوگا واللہ اعلم ۔ ۱ رجب ۱۳۲۵ھ

سوال - عمرو زید ہر دو ایک مکان مشترک مین رہتے تھے لیکن قبضہ دار سکنی ہر فریق کا جداگانہ طور پر تھا حصہ عمر با علان نصفی مکان بحالت بغاوت حاکم وقت نیلام ہوگیا زید نے بوقت نیلام روپیہ آسکے نیلام کا عمرو کو بلا تصریح کسی امر کے کہ وہ چاہا اُس کا حقیقی بھی تھا دیا کہ وہ نیلام خرید کرلے عمر نے وہ مکان اپنے نام پر خرید کرلیا اور تاحیات عمرو کے قبض و تصرف مین رہا اور بعد وفات عمرو کے ورثان کے اور اس قسم کے تبرعات زید عمر کے ساتھ اکثر کرتا رہا اب زید وارثان عمرو سے دعوی اس امر کا کرتا ہے کہ مکان میرے روپیہ سے خرید ہے شرعًا یہ دعوی زید کا جائز ہے یا ناجائز اور استرداد اس روپیہ کا زید کو پہنچتا ہے یا نہین ۔

الجواب - صورت مسئولہ مین زید نے جو عمرو کو روپیہ واسطے خرید نیلام کے دیا اور عمرو نے اپنے نام پر خریدا اور قبضہ مین عمرو ہی کے رہا پس یہ روپیہ دینا ہبہ ہے اگرچہ تصریح نہین کی مگر قرائن ظاہرہ ہبہ پر دلالت کرتے ہین اور وہ ملکیت عمرو کی ہے اور جب عمرو مرگیا اب رجوع ہبہ کا نہین ہوسکتا ۔ فقط

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت کی کوئی جائداد مملوکہ بلا شرکت غیرے ترکہ مادری یا پدری سے ہے اور اُس عورت کی ایک پسر دو دختر موجود ہین اگر وہ عورت بحالت صحت و رضا و رغبت اپنی کل جائداد اپنی دختران کو ہبہ کردے اور بوجہ ناراضی کے پسر کو نے حق کردے اور کچھ نہ دے اور پسر صاحب جائداد بھی ہے تو آیا شرعًا اس امر کا اختیار رکھتی ہے یا نہین اور وہ پسر عویدار ہوسکتا ہے یا نہین ۔

الجواب - وہ عورت اختیار رکھتی ہے کہ اپنی زندگی مین بحالت صحت کل جائداد اپنی دخترون کو ہبہ کردے اور پسر کو کچھ نہ دے پسر کو کچھ دعوی نہین پہونچتا باقی گناہ ہونا نہونا دوسری بات ہی اگر کسی وجہ شرعی سے مثل نافرمانی وایذارسانی وفسق وظلم وغیرہ پسر کو نے حق کیا ہی گناہ بھی نہوگا اگر بیوجہ کیا تو گناہ ہوگا مگر حاکم دونون صورتون مین اس تصرف کو جائز ونافذ رکھے گا۔ رجل وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز فی القضاء ویکون آثما فیما صنع کذا فی فتاوای قاضیخان وان کان فی ولدہ فاسق لا ینبغی ان یعطیہ اکثر من قوتہ کیلا یصیر معینا فی المعصیۃ کذا فی خزانۃ المفتین ولوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ہذا خیر من ترکہ کذا فی الخلاصۃ عالمگیری نولکشوری ج ۳ صفحہ ۱۰۶۴ و ۱۰۶۵ واللہ اعلم فقط ۱۳ صفر سنہ ۱۳۱۲ ہجری

سوال - زید کو ایک دربار سے تعلق تھا اُسکے صلہ خدمت مین وہان سے بطور اراضی وغیرہ کے بہت کچھ انعام ملا بعد ازان آقا و نوکر کے درمیان مین مخالفت واقع ہوئی پس آقا نے جو کچھ دیا تھا واپس لے لیا زید بھی ناخوش ہوکر دوسری جگہہ چلا گیا بعد مدت دراز کے اولاد زید دو لڑکے پھر اُسی بستی مین گئے اور اُسی سرکار مین نوکر ہوئے اور منجملہ عطیہ مذکورہ پھر اُن کو دیا گیا اب اُس مین باقی زید کی اولاد شریک ہوسکتی ہے یا نہین اور یہہ ہبہ جدید ہے یا قدیم بعد اُسکے سرکار کی عادت یون ہی رہی کہ دو چار برس کے لئے وہ زمین چھوڑ دیا کرتی پھر ضبط کر لیا کرتی اور پھر مہینہ دو مہینہ بعد چھوڑ دیتی آخر کار یہہ بات ہوئی کہ اُن دونون بھائی مین سے ایک بھائی کی تنخواہ مین لکھدی اب اُس کا مالک کون ہے -

الجواب - اگر آقا نے زید کو بطور عاریت اراضی مذکورہ دی تھی تو استرداد جائز ہے لقولہ علیہ السلام العاریۃ مؤداۃ والمنحۃ مردودۃ رواہ الترمذی اور اگر بطور ہبہ دی تھی تو بعد وجود شرائط جواز ہبہ بحکم حاکم یا برضای زید استرداد جائز ہے اگرچہ مکروہ تحریمی ہے اور بلا حکم حاکم یا رضاے زید استرداد ناجائز۔ ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ درمختار۔ اور کوئی یہہ وہم نہ کرے کہ آقاے واہب اگر خود حاکم ہے تو رجوع بحکم حاکم پایا گیا کیونکہ حکم حاکم کا اُسکے نفع کے لئے نافذ نہین ہوتا وفیہا لا یقضی القاضی لنفسہ و لولدہ درمختار۔ البتہ اگر واسطہ حکم کے کسیکو نائب کرکے اُس سے فیصلہ کراتا تو نافذ ہوجاتا اذا وقع للقاضی حادثۃ اولولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ اولولدہ جاز قضاءہ درمختار علی ہذا القیاس زید کے دو لڑکون کو جو دیا گیا اُس مین بھی یہی تفصیل ہے اگر عاریۃ دیا تو استرداد جائز اور اگر ہبۃ بدون تقیید دیا تب بھی استرداد

جائز کیونکہ ہبہ غیر مقسوم کا صحیح نہین وہب اثنان دارا لواحد صح وبعکسہ لکبیرین لا درمختار الہبۃ اگر وہ دونون محتاج ہون تو بدون تقسیم بھی صحیح ہے قولہ لکبیرین ای غیر فقیرین والا کانت صدقۃ فتصح شامی اور اگر بعد تقسیم دیا تو بحکم حاکم یا برضا ہر دو شخص استرداد جائز ورنہ ناجائز پس صورتہای مذکورہ مین سے جس صورت مین زید سے استرداد جائز نہین اُس صورت مین اگر زید زندہ ہے تو وہ ورنہ اُسکے ورثہ مالک اُسکے علی قدر الحصص الشرعیہ ہونگے نہ تخصیص ہر دو پسران کی نہ اُسکی جسکی تنخواہ مین لکھدیا اور جس صورت مین زید سے استرداد جائز تھا لیکن اُن دونون لڑکون سے جائز نہ تھا اس صورت مین صرف وہی دونون مالک ہین نہ ورثہ زید کے مستحق ہین نہ وہ خاص جسکی تنخواہ مین لکھدیا اور جس صورت مین اُن سے بھی استرداد جائز ہو اُس صورت مین صرف وہی مالک ہے جسکی تنخواہ مین لکھدیا واللہ اعلم ۲۲ صفر سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ بادر حقیقی نے اپنی ایک دختر کو کل جائداد از آن خاص منقولہ اور غیر منقولہ بمقابلہ اعزا و اقربا کے جمع کرکے ہبہ کردیا اور بعض جائداد اُس مین جو منقولہ تھی جیسے ڈگری عدالت وغیرہ اُسکے کاغذات سپرد موہوب لہ کے کردیے اور بہ نسبت جائداد غیر منقولہ جیسے حصص دیہات وغیرہ اُسکی تحصیل پیداآمدنی اور اداے مالگذاری سرکار وغیرہ کارضروری متعلق زمینداری سپرد موہوب لہ کردیا اور اجازت عام دیدی کہ تم جانو اور یہ جائداد جو بشرط موہوب ہے جانے مین تم کو دیچکی تو ایسی ہبہ لسانی شرعاً جائز ہے کہ نہین اور موہوب لہ نے موہوب کو قبول کیا -

الجواب - روپیہ کا ہبہ محض کاغذات کے دینے سے صحیح نہین ہوا کیونکہ موہوب کا موجود ہونا ضروری ہے تملیک العین بلکہ اُس کو روپیہ وصول کرکے مالک ہوجانے کی اجازت دی ہے پس یہ توکیل بالاقتضا ہے پس اگر قبل معزول ہونے کے روپیہ وصول کرکے اُسپر قبضہ کرلی جاوے تو مالک ہوجاویگی اور بعد عزل مالک نہوگی اور معزول ہونے کی کئی صورتین ہین منجملہ اُنکے یہ بھی ہے کہ وہ موکلہ معزول کردے یا موکلہ مرجاوے ان دونون صورتون مین وکیلہ معزول ہوجاویگی اور وصول کرنے کی مجاز نہین بلکہ سب ورثہ اپنے حصص مین برابر استحقاق رکھتے ہین واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین

فان امرہ بقبضہ صحت درمختار - ای ویکون وکیلا عنہ فیہ ۱۲ شامی فللموکل العزل متی شاء ۱۲ ویعزل بموت احدہما ۱۲ یہ جب ہے کہ حالت صحت واہبہ مین وصول کرکے قبضہ کرلیا ہو اور اگر واہبہ کے مرض الموت مین یا بعد الموت قبضہ کرلیا تو بدون اجازۃ ورثۃ صحیح نہوگا ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لانہ کاقرار

ان اسلم اور دیگر اشیا موجودہ منقولہ یا غیر منقولہ جو ہبہ کی ہین اُنمین دیکھنا چاہیے کہ یہ لڑکی صغیرہ نابالغہ ہے یا کبیرہ بالغہ اگر نابالغہ ہے تو دیکھنا چاہیے کس کی تربیت مین ہے اگر باپ دادا یا اُن کا وصی موجود نہین یا موجود ہے لیکن سفر مین ہے اور بالفعل ماں کی ولایت مین ہے تب تو محض زبانی کہدینے سے ہبہ صحیح ہوگیا اور اگر بالغہ ہے یا نابالغہ ہے لیکن باپ دادا یا وصی موجود ہے تب یہ ہبہ زبانی کہدینے سے تام نہوگا تاوقتیکہ قبضہ باپ دادا کا یا لڑکی یا اُسکے نائب کا نہو و ہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ تتم بالعقد ۱۲ وان وہب لہ اجنبی یتم بقبض ولیہ وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرہم وعند عدمہم ولو بالغیبۃ المنقطعۃ تتم بقبض من یعولہ اور جس صورت مین ماں کا قبضہ کافی نہین ہے یہ بھی شرط ہے کہ جو چیز قابل تقسیم ہو اُس کو جدا کرکے اُس کو یا اُسکے ولی و نائب کو قابض کردے اور قبضہ محض حساب و کتاب دیدینے سے نہین ہوتا تاوقتیکہ تسلط تام نہو جس کو عرف قانون مین دخلیابی کہتے ہین وتتم الہبۃ بالقبض الکامل وکل الموہوب لہ الرجلین بقبض الدار فقبضاہا جاز ۱۲ خانیہ الہبۃ جو چیز ہین قابل تقسیم نہین اُس مین اشتراک و اشاعۃ مضر نہین فی محوز مقسوم ومشاع لا یقسم لا فیما یقسم ولو لشریکہ والروایات کلہا من الدر المختار ۔ واللہ اعلم فقط

سوال - کیا فرماتے ہین علماے دین رحمہم اللہ تعالی اجمعین اس مسئلہ مین کہ مثلاً زید نے اگر اپنے بیٹے عمرو کے نام کسی مصلحت سے بعوض اپنے مال کے کوئی معاش خریدی جیسا کہ فی زماننا اکثر رائج اور عرف مین بنام اسم فرضی مشہور ہے تو آیا وہ معاش زید کی ملک ہوگی یا عمرو کی اور بھی زید کو اُس مین اختیار نقل و تصرف مثل بیع و ہبہ وغیرہ کا ہے یا نہین - بینوا توجروا

الجواب - رکن بیع کا ایجاب و قبول ہے جنکے درمیان ایجاب و قبول ہوا مبیع اُسی کی ملک ہوگی پس زید نے اگرچہ بمصلحت اپنے بیٹے کے نام سے معاش خریدی زید ہی کی ملک ہوگی نظیر اسکی بیع تلجیہ ہے کہ دو شخص کسی وجہ سے بیع ظاہر کرین اور مقصود بیع نہو سو وہ بیع مفید ملک نہین ہوتی جب باوجود ایجاب و قبول کے بوجہ عدم قصد ثبوت حکم کے ملک نہین ہوتی تو جسکے ساتھ ایجاب و قبول تک نہین ہوا اور نہ اُسکے ہاتھ بائع کا بیچنے کا قصد ہے نہ اُسکے لیے مشتری کا خریدنے کا قصد ہے اُسکی ملک کیونکر ہوسکتی ہے فی الدر المختار و بیع التلجیۃ وہوان یظہرا عقدا وہما لا یریدانہ ملجاً الیہ لخوف عدو وہو لیس ببیع فی الحقیقۃ بل کالہزل اھ پس مشتری ہی کی ملک ہوگی اور اُس کو تصرفات مالکانہ جائز ہون گے

خریدن جائداد بنام لڑکے وغیرہ

تا وقتیکہ کوئی سبب صحیح موجب انتقال ملک جس سے عمرو کی ملک ہوجائے نہ پایا جاوے ہاں بعض اشیا
مین بوجہ عرف کے نفس اشترا رسے مشتری لہ کی ملک ہوجاتی ہے جیسے چھوٹے بچے کے لیے کپڑے بنائے
جاوین نفس اتخاذ سے اسکی ملک ہوجاتے ہین۔ فی الدر المختار عن الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ اولتلمیذہ ثیابا
ثم اراد دفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک مالم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ انتہے۔ نہ اس وجہ سے کہ اشترا رموجب
ملک ہے بلکہ اس وجہ سے کہ قرائن دال ہین ہبہ پر اور ہبہ للصغیر مین باپ کا ایجاب اگرچہ دلالۃ ہو کافی
ہے یہی وجہ ہے کہ اگر اعادہ کی تصریح کر دے تو صغیرہ کی ملک نہین ہوتی کما مرا اور یہی وجہ ہے کہ کبیر
کے لیے اگر کپڑے بنائے تو قبل تسلیم اسکی ملک نہون گے۔ فی رد المحتار تحت قولہ لولدہ ای الصغیر و
اما الکبیر فلا بد من التسلیم کما فی جامع الفتاوی انتہے۔ اور زمین وغیرہ خریدنے مین جب قرائن عدم ہبہ پر
دال ہین تو ہبہ بھی صحیح نہوا پس نہ بیعا نہ ہبۃ کسیطرح بیٹے کی ملک نہین خواہ صغیر ہو یا کبیر واللہ اعلم
وانما اطلنا الکلام فی ہذا المقام لانہ من مطارح الاعلام فکم من اقدام ہہنا زلت وکم من افہام فیہ ضلت واللہ
ولی العصمۃ۔

کتاب الشرکۃ

سوال - ہندوستان کے عام رواج کے موافق زید اور اسکے تمام ورثہ ایک ہی مین رہتے سہتے
کھاتے پیتے ہین عمرو نے زید سے کوئی چیز خریدی اور اسکی قیمت نہین دی تھی کہ زید کا انتقال ہوگیا انتقال
کے بعد عمرو نے قیمت ورثہ زید مین سے ایک وارث کو دیدی ہر ہر وارث کو ان کے حصون کے موافق
نہین دی تو کیا عمرو اپنے بار سے سبکدوش نہین ہوا اور کیا دوبارہ ہر ہر وارث کو اُنکے حصون کے
موافق دینا چاہیے زید کے ورثا اب تک بدستور سابق ایک ہی مین رہتے سہتے کھاتے پیتے ہین اور
اُنکے اموال باہم مشترک ہین اور زید کے بعد اسی اشتراک اور ایک مین ہونے کے سبب زید کا کچھ
ترکہ تقسیم نہین ہوا اور نہ آیندہ ہونے کی امید ہے۔

الجواب - یہ شرکت املاک ہے شرکت عقد نہین جسمین ہر شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے پس جب
شرکت املاک مین وکالت نہین تو ایک وارث کو دینے سے دوسرے ورثہ کا مطالبہ اپنے اپنے حصہ کا
باقی رہیگا البتہ اگر سب ملکر اُس وارث کو اذن دیدین یا میت اُس وارث کو اپنا وصی بنا گیا تھا تب
البتہ اُس کا قبض سب کا قبض ہے البتہ اگر دوسرے ورثہ عمرو سے مطالبہ کرین تو عمرو اُس وارث سے

باستثنا اُسکے حصے کے بقیہ رقم واپس لے سکتا ہے۔ ۲۷ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال - مجھے کچھ روپیہ قرض لینے کی ضرورت پڑگئی ہے ایک صاحب روپیہ دینے پر تیار ہین مگر کہتے ہین کہ تجارت مین مجھکو بھی شریک کرلو بہت سے امور ایسے ہین جنکی وجہ سے مین کسیکی شرکت پسند نہین کرتا لیکن اسوقت ایسی مجبوری ہوگئی کہ لامحالہ چند روز کے لیئے مجھے اس کو منظور کرنا پڑا اگر خواہش یہہ ہے کہ شرکت ایسے طریقہ سے کیجائے کہ روپیہ جلدی ادا ہوکر علحدگی ہوجاۓ لہذا اُسکے واسطے مین نے یہہ صورت تجویز کی ہے کہ جسقدر روپیہ کی مجھکو ضرورت ہو وہ مین لے لون اور جن کتابون کی خواہش ہے ان کو خرید لون اور اپنی کل تجارت مین ان صاحب کو شریک کرلون تاکہ روپیہ جلدی ادا ہوجاۓ اور مین سبکدوش ہوجاؤن ورنہ اگر چند کتابون مین شریک کرونگا تو روپیہ بہت دنون مین ادا ہوگا اور فی روپیہ ۲/ نفع طے پایا ہے مثلاً مین نے ۵ لیکر کتابین منگوالین اب ۲/ کے حساب سے ۵ مین عا نفع کے ہوئے اصل ونفع ملاکر ۵ عا ہوئے اب اگر ۵ کی کتابین علحدہ رکھی جاوین تو مدت مین نکلینگی اسلیئے روپیہ لیکر مین کتابین اپنی ضرورت کی منگواؤنگا باقی اس خیال سے کہ روپیہ جلدی ادا ہوجاۓ اپنی کل کتابون مین انکی شرکت کیئے لیتا ہون اور اس امر کی اطلاع انکو کردیگئی ہے وہ اسپر راضی ہین اگر یہہ صورت شرعاً جائز ہو تو اجازت مرحمت فرمائی جاوے اور اگر ناجائز ہو تو کوئی ایسی آسان صورت اطلاع فرمائی جاوے کہ میری ضرورت بھی نکل آوے اور روپیہ آسانی کے ساتھ جلدی ادا ہوجاوے کل تجارت سے میرا یہہ مقصود ہے کہ جو کتابین میرے پاس پہلے سے موجود ہین اور جو کتابین اس روپیہ کے ساتھ خریدونگا دونون کو ایک ہی مین ملاکر شرکت کرلون قدیم وجدید دونون ذخیرے ایک کردیئے جاوین۔

جواب - فی الدر المختار کتاب الشرکۃ وشرطہا ای شرکۃ العقد کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وفیہ واما عنان الی قولہ ومع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ وببعض المال دون بعض وفیہ ولا یصح مفاوضۃ وعنان بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ اھ ان روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یہہ صورت شرکت عنان کی ہے اور شرکت عنان مین دو شرطین ہین وہ یہان نہین ہین کیونکہ ایک کا مال نقد ہے دوسرے کی کتابین اور نقد والے کا نفع معین ہے لہذا یہہ شرکت ناجائز ہے اور یہہ نفع معین

اشتراط نقد در مال شرکت و غیر معین بودن ربح

سود ہے جو ایک حیلہ سے قرض پر لینا مقصود ہے۔ ۱۲ رجب ۱۳۲۲ھ

کتاب القسمۃ

سوال۔ عمرو زید ہر دو ایک مکان مشترک میں رہتے ہیں اور ہر فریق کی تعمیر جداگانہ قبضہ واعلحدہ علحدہ ہے اور صحن مکان و زینہ و پائخانہ و دروازہ مشترک ہے اور صحن مشترکہ جنوباً شمالاً ۷ گز ہے اور شرقاً غرباً ۸ گز اور مکان ہر فریق کے جنوباً شمالاً بنے ہوئے ہیں زید چونکہ ایک تونگر آدمی ہے بغرض ایذا و رسانی عمرو کے یہ کہتا ہے کہ نصف صحن میں ایک دیوار کرلو اور دروازہ و پائخانہ و زینہ بھی تقسیم کرلو چونکہ زید کے پاس بوجہ امارۃ و دولت ظاہری اور مکان بھی ہیں لہذا بعد تقسیم زید کو تنگی مکان مضر نہوگی اور عمرو کے پاس بجز اس مکان کے کوئی دوسرا مکان نہیں اس کو تنگی صحن باعث ایذا و مضر صحت ہوگی زید کا تقسیم پر مصر ہونا بغرض ایذا رسانی عمرو شرعاً جائز ہے یا نہیں

الجواب۔ منجملہ شرائط تقسیم کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ بعد تقسیم کے اس شے مشترک کی منفعت مقصودہ فوت نہو پس اس صورت میں صحن کی تقسیم تو جائز ہے کیونکہ بعد تقسیم بھی منفعت صحن کی باقی رہتی ہے اور پائخانہ اور زینہ اور دروازہ کی تقسیم جائز نہیں کیونکہ بعد تقسیم انکی منفعت باقی نہیں رہسکتی وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لایقسم نحو حائط وحمام درمختار وقال الشارح تحت قولہ المنفعۃ۔ ای المعہودۃ وہی ماکانت قبل القسمۃ اذ الحمام بعدہا ینتفع بہ کمخور بط الدواب شامی صہ ۱۶۱ ہاں اگر دونوں شریک تقسیم چاہیں درست ہے فقط ایک کے اصرار پر جائز نہیں اما اذا رضی الجمیع صحت شامی صہ ۱۶۱ فقط

کتاب المزارعۃ

سوال۔ جو درخت کہ کاشتکار لگاتے ہیں اُنکے لاپتہ ہوجانے یا مرجانے پر زمیندار کو کوئی حق مثل قبضہ و فروخت یا فروخت ثمر حاصل ہے یا نہیں اور جائز بھی ہے یا نہیں

الجواب۔ چونکہ درخت کا مالک وہ شخص ہے جو اس کو لگادے لہذا ایسے درخت زمیندار کی ملک نہونگے البتہ زمیندار کو یہ اختیار ہر وقت حاصل ہے کہ کاشتکار کو مجبور کرے کہ ہماری زمین خالی کرو اگر وہ نہ مانے یہ اُکھاڑ کر پھینک سکتا ہے اگر لگانے والا مرجاوے اُسکے وارث مالک ہوں گے

اور اگر کوئی وارث بھی نہو یا خود وہ بے نشان ہوجاوے تو پہلی صورت مین وہ مساکین کا حق ہوا
اُسکو یا ثمر کو جب فروخت کرین گے دام مساکین کو دینے ہونگے اور اگر زمیندار خود کھاویگا تو بھی اُسکے
دام لگاکر خیرات کرنا ضروری ہوگا اور دوسری صورت مین یعنی جب بے نشان ہوجاوے اُس کو
نوّے سال کی عمر تک کا انتظار کرکے اب کہین گے کہ وہ مرگیا اگر اُسکے وارث ہون تو اُن کا حق
ہے ورنہ پھر مساکین کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

سوالات متعلق جواب بالا

(۱) کاشتکار جو درخت لگاتے ہین اُسکی صورت یون ہے کہ اُنھون نے زمیندار سے یہ کہکر زمین
حاصل کی کہ آپ کوئی زمین بتادیجیے جسمین چار درخت لگادون جس کا مطلب رواجًا یہ ہوتا ہے
کہ درخت لگانے والا اپنی زندگی تک اُس کا پھل کھائیگا اُسکے مرنے یا لاپتہ ہونے پر زمیندار کو اُسپر
قبضہ کا حق حاصل ہے یہ جائز ہے یا ناجائز۔
(۲) اگر زمیندار لگائے ہوئے درخت پر بجبر قبضہ کرلے تو یہ گوارا ہوسکتا ہے بمقابلہ اس جبر کے کہ دس
بارہ برس تک جن درختون کو کاشتکار نے نہایت جانفشانی سے بچون کی طرح پرورش کی ہو اُس سے
زمین خالی کرالی جائے اگرچہ کاشتکار کو دبانے کا یہ جائز طریق ہو لیکن کیا اُسکی نقصان رسانی
کی منشاء کے ساتھ بضرورت ہی ایسا کرنا جائز ہوگا یا نہین۔

جوابات

(۱) غایۃ مافی الباب اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ایک امر واقع فی المستقبل پر زمیندار کے مالک ہونے کو
معلق کیا ہے سو تملیکات مین اس تعلیق کی صلاحیت نہین ہوتی قمار کی حقیقت شرعًا یہی ہے البتہ
اگر کاشتکار بتصریح وصیت کی کردے کہ جب مین مرجاؤن یہ درخت زمیندار کے ہین تو یہ وصیت
ہوجاویگی اور جسقدر احکام وصیت کے ہین سب جاری ہونگے مثلاً ہر وقت کاشتکار کو اس وصیت کے
واپس لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور مثلاً اس زمیندار کے اول مرجانے سے یہ وصیت باطل
ہوجاوے گی اور مثلاً ثلث ترکہ سے زائد مین جاری نہوگی اور مثلاً یہ تبرع محض ہے اسمین
جبر یا شرط لگانا جائز نہوگا اور مفقود کا حکم اُسکی نوّے ۹۰ سال کی عمر ہونے سے پہلے احیاء کا
ہے اُس کا مال امانت رہے گا اور بعد اس مدت کے وہ میت ہے اُسوقت وصیت کے احکام

مذکورہ ملحوظ ہون گے۔

۲۔ جب زمین کا خالی کرا لینا جائز ہے واقع مین یہ جبر ہی نہین اگر کاشتکار اس کو جبر ناگوار سمجھے اُس کا کوئی اعتبار نہین اور بجبر متقبضہ کر لینا چونکہ ناجائز ہے اجازت تو اسلئے نہین ہی رہا کاشتکار کا اس کو گوارا کر لینا یہ دلیل طیب خاطر کی نہین کیونکہ حقیقۃ اس کو گوارا نہین بلکہ واقع مین تو ناگوار ہی ہے لیکن دوسری ناگواری سے یہ ناگواری کم ہے جب ناگواری ثابت ہے اسلئے گوارائی کو علت اجازت نہین قرار دیسکتے البتہ اگر اس کو بیچ گوارا ہے تو صاف لفظون مین کہدے کہ مین آپ کو بخوشی ہبہ کرتا ہون بشرطیکہ قرائن سے معلوم بھی ہے کہ واقع مین طیب خاطر ہے اور یہ عبارت سمجھ مین نہین آئی لیکن کیا اس کی نقصان رسانی لئے تو لیا نہین اگر اس جواب کے بعد بھی شبہ باقی ہو اسکو ذرا واضح عبارت سے مکرر پوچھا جاوے شاید یہ مطلب ہو کہ یہ طریق جائز ہو لیکن اگر نیت نقصان رسانی کی ہے تب بھی جائز ہی یا نہین اگر یہ مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ طریق مروت کے خلاف ہوگا مگر گناہ بالکل نہوگا واللہ تعالی اعلم ۷ جمادی الاخری ۱۳۲۲

کتاب اللقطہ

سوال۔ ایک شخص کے پانچ روپیہ ہمارے ذمہ باقی ہین اور اس کا کہین پتہ نہین ملتا اور ہمارا اسباب اُسکے پاس ہے جس کی قیمت تخمیناً پانچ روپیہ سے زیادہ ہوگا تو یہ قرضہ اسباب سے ادا ہو سکتا ہے یا نہین۔

جواب۔ وہ پانچ روپیہ اسباب مین نہین لگ سکتے آپ کو چاہیئے کہ اللہ واسطے مسکینون کو اسکی طرف سے تقسیم کر دین جب وہ شخص ملے اور مانگے تو اُس کو دین اور اپنا اسباب اُس سے لین اور اگر وہ اسباب تلف ہو گیا ہو باوجود حفاظت کے تو آپ اُس سے نہین لے سکتے وجہ یہ کہ معاوضہ مین اور دین بدون تراضی طرفین جائز نہین ۱۱ شعبان ۱۳۲۱ ہجری

کتاب الوصایا

سوال۔ ہندہ کو کچھ زر نقد سرکار سے ملتا تھا اُسنے اُس کو اپنی بہو مسماۃ زینب کے نام جس کا شوہر پسر ہندہ سامنے اپنی ماں کے مرگیا تھا ہبہ کر دیا اور لکھدیا کہ بعد میرے وہ روپیہ میری بہو کو ملا کرے اور بعد وفات اُسکے میرے ورثہ کو ملا کرے بعد وفات ہندہ کے مقدمہ عدالت مین

پیش ہوکر وہ ہبہ نامہ وصیت نامہ قرار پایا اور ثلث زینب موصی لہا کو دیا گیا باقی دو ثلث ورثای ہندہ کو اب موصی لہا مسماۃ زینب مرگئی پس وہ ثلث زینب کے ورثہ کو ملے گا یا مسماۃ ہندہ کے ورثہ کو بعض اہل علم کی رائے ہے کہ بموجب شرط ہبہ نامہ (جو وصیت نامہ قرار پایا) ورثہ ہندہ کی طرف منتقل ہوجائیگا اور بعض کی رائے ہے کہ وصیت تملیک ہی لہذا جو شرط اسکے خلاف ہوگی وہ باطل ہے پس اُس ثلث کی مالک مستقل زینب ہے اُسکی وفات کے بعد اُسکے ورثہ کو ملے گا۔

الجواب چونکہ وصیت یا ہبہ دونوں خاص ہین ملک موصی و واہب کے ساتھ جیسا شرعاً ظاہر ہے اور جو روپیہ سرکار سے ہندہ کو ملتا ہے وہ تبرع محض ہے قبل قبض اُس ہین کوئی ملک یا حق تملک اُس کو حاصل نہین لہذا ہندہ کا یہ کہنا نہ وصیت ہے نہ ہبہ ہے بلکہ تصرف حق غیر مین ہے لیکن جب سرکار نے ایک ثلث زینب کو دیا اور دو ثلث ہندہ کے ورثہ کو چونکہ یہ ابتداءً تبرع ہے اسلئے یہ دینا اور لینا بھی درست ہوگیا گو اسکی یہ بنا کہ اسکو وصیت قرار دیا صحیح نہین ہے اب بعد وفات زینب کے بھی بنا برعلے الوصیت کسی کا حق نہین جیسا بیان ہوچکا بلکہ سرکار جسکو جسقدر روپیہ اُسکو اُسیقدر لے لینا درست ہے وہ سب تبرع مبتدا ہوگا پس بعض کا یہ کہنا کہ ہندہ کی شرط کے موافق منتقل ہوجاوے گا یا بعض کا یہ کہنا کہ وصیت تملیک ہے الخ اسلئے صحیح نہین کہ شرط و تملیک دونوں مخصوص ہین ملک وحق ملک کے ساتھ اور یہان یہ مفقود ہی جیسا مذکور ہوا اور قول ثانی اسلئے بھی صحیح نہین کہ اگر یہ تملیک واقعی بھی ہوتی تو چونکہ موصی بہ عین نہین حق محض ہے اور حقوق مین وصیت کا بقا موصی لہ کی حیات تک رہتا ہے اُسکی موت کے بعد وہ موصی بہ ورثہ موصی کی طرف عود کر آتا ہے فی الدر المختار ورد المحتار وبموت الموصی لہ بعد موت الموصی یعود العبد والدار ای خدمۃ العبد وسکنی الدار وغلتہا الی الورثۃ ای ورثۃ الموصی بحکم الملک ای ملک الموصی اوورثتہ فلا یعود الی ورثۃ الموصی لہ انتہی ملخصا ومثلہ فی الہدایۃ ۲۵ ذی الحجہ

سوال - زید نے مرض الموت مین ایک وصیت نامہ لکھا کہ میرے ترکہ سے ایک ثلث مین وصیت ہے کہ ایک سو روپیہ تجہیز و تکفین و ایصال ثواب اور ایکسو روپیہ فلان عمرو کو اور بقیہ فلان فلان پانچ شخصون کو جو وارث شرعی نہین بحصہ مساوی دیا جاوے اور دو ثلث ورثہ شرعیہ کو تقسیم کیا جاوے اس وصیت نامہ کو سُنکر اور لوگون نے اپنے اپنے دستخط کردیے مگر پانچوین موصی لہ نے دستخط کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھکو لینا منظور نہین ہے یہ سمجھکر کہ یہ مال زکوۃ ہے اسپر زید موصی نے کہا کہ تم منظور کرلو پھر لیٹ کر کبھی

(د) رد موصی لہ وصیت را بعد از موت موصی

اوپر لگا دینا اور دوسرے موصی لہ نے بھی سمجھایا کہ تم منظور کر لو یہ زکوٰۃ نہیں ہے سب کو ملا ہے اور زید نے
بھی لیا گیا میں تمہارے نزدیک زکوٰۃ کھانے والا ہوں تب بھی نہیں مانا تب زید موصی نے سمجھانے
والے سے کہا کہ تم کیوں اصرار کرتے ہو وہ نہیں منظور کرتے ہیں نہ لیں تم ان کا نام کاٹ دو اور چار ہی
نام رہنے دو تب دوسرے شخص نے کہا کہ نام کاٹنے سے کاغذ مشکوک ہو جاوے گا تو زید موصی نے
کہا کہ ان کے نام پر (ص) بنا دو پھر کہا گیا کہ صاد کا مطلب بھی مشکوک رہے گا تب زید موصی نے
کہا کہ انکے نام پر انکا انکار لکھوا لو چنانچہ زید موصی نے خود منکر کے ہاتھ سے اسکے نام پر اس کاغذ پر
یہ الفاظ لکھوائے مجھکو لینا منظور نہیں فلاں بقلم خود پھر زید موصی نے اس وصیت نامہ پر اپنے
دستخط کر کے اپنے پاس رکھ لیا اور اپنے مرنے سے کچھ پیشتر (منجملہ ان چار شخصوں کے جن کو تقسیم میں
اس کار کے لئے بموجب وصیت نامہ کے مقرر کیا تھا) ایک شخص کے پاس بھیجدیا اس شخص نے
اپنے پاس رکھ لیا اب بعد انتقال زید موصی کے وہ شخص منکر کہتا ہے کہ میں نے زکوٰۃ کا مال سمجھا تھا
اس لئے میں نے انکار کیا تھا اب مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ زکوٰۃ کا مال نہیں ہے اور میں نے مولویوں سے
پوچھ لیا ہے اور مجھے لینا درست ہے تو علماء دین سے سوال یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں بعد انکار و ردید ل
منکر کے حق میں یہ وصیت رہی یا کالعدم ہو گئی اور اس کا یہ عذر کہ میں نے مال زکوٰۃ سمجھ کر انکار
کیا تھا قبول ہو سکتا ہے یا نہیں اور مال وصیت بعد ادا دو سو روپیہ مصارف تجہیز و تکفین و وصیت
در حق شخص واحد بقیہ ان پانچوں پر تقسیم ہو گا یا نہیں اگر کوئی شخص بلا رضامندی دیگر شرکاء
کے تقسیم کر کے پانچویں شخص کو دیوے تو اس کو حلال ہے یا حرام اور ایسی تقسیم کرنے والا گنہگار ہو گا
یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب - الروایۃ الاولیٰ - فی الہدایۃ ص۶۹ وقبول الوصیۃ بعد الموت فان قبلہا الموصی لہ فی حال
حیوتہ او ردہا فذلک باطل - الروایۃ الثانیۃ فی الہدایۃ ص۶۶ ویجوز للموصی الرجوع عن الوصیۃ
واذا صرح بالرجوع او فعل ما یدل علی الرجوع کان رجوعاً - الروایۃ الثالثۃ فی الدر المختار باب الوصیۃ
بثلث المال واصلہ المعول علیہ انہ متیٰ دخل فی الوصیۃ ثم خرج لفقد شرط لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر
ومتیٰ لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر کذا ذکرہ الزیلعی - صورت مسئولہ میں اگر موصی
بعد رد موصی لہ کے اس باب میں کچھ دخل نہ دیتا تو یہ رد و انکار حیات موصی میں ہوا قابل اعتبار

تھا بلکہ موت موصی کے بعد جب وہ قبول کرلیتا تو یہہ وصیت بحال خود رہتی بشرطیکہ بعد موت موصی کے نوبت انکار موصی لہ کی نہ آتی ہوتدل علیہ الروایۃ الاولی لیکن جبکہ انکار موصی لہ کے بعد موصی نے کہاکہ انکے نام پر اُنسے انکار لکھوالو تو موصی نے اس رد کو منظور کرلیا جو کہ فعل دال علی الرجوع عن الوصیۃ ہے چنانچہ ظاہر ہے اس رجوع سے حق موصی لہ کا باطل ہوگیا تدل علیہ الروایۃ الثانیۃ لیکن اس شخص کا حصہ یعنے موصی بہ کا خمس اُن چار باقی کو نہ ملے گا بلکہ حق ورثہ کا ہے البتہ اگر موصی اسکے بعد کہدیتا کہ اب یہہ مجموعہ ان چار کو ملے تو یہ خمس بھی ملے السواء ان چاروں کو ملجاتا لیکن اگر نہ کہا ہو تو ان اربعہ کا اس خمس کا مستحق ہونا محتاج وصیت ہے اور وہ پائی نہیں گئی تدل علیہ الروایۃ الثالثۃ لیکن اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور اپنی رضا سے اُن کو یہ خمس دیدیں یا جو بالغ ہوں وہ اپنا حصہ اس خمس میں سے اسکو دیدیں تو اُس کا لینا جائز ہے ورنہ دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲۶ شوال ۱۳۲۲ھ

وصیت للوارث

سوال - وارث کے لیے وصیت کی اور ورثہ نے بعد موت موصی اس کو رد کردیا پھر اگر اجازت دیں تو وصیت صحیح ہوجاوے گی اور لازم یا کہ جدید تبرع ہوگا اور دینے نہ دینے کا اختیار ہوگا اسی طرح موصی لہ نے وصیت کو قبول نہیں کیا تو وصیت صحیح ہوجاوے گی یا نہیں

الجواب - تصریح تلاش کرنے کا وقت نہیں ملا لیکن قواعد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت اولیٰ میں یہ تبرع جدید ہوگا کیونکہ تصرف موقوف قبول یا رد پر منتہی ہوجاتا ہے والاعتبار للشئ بعد انتہائہ جیسا کہ بیع موقوف ونکاح موقوف میں کہ بعد رد اصلاً اعتبار نہیں رہتا اور صورت ثانیہ میں بھی اسی طرح وہ وصیت معتبر نہوگی - فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم - ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

وصیت للاجنبی والوارث

سوال - ایک مسئلہ کی نسبت یہاں بڑا تردد ہے وصیت کی نسبت فقہاء نے اسکی تصریح کی ہے کہ اگر دو شخصوں کے لیئے وصیت کرے اور ایک کو مال نہ مل سکے تو اگر اُس کو ملنے کا احتمال ہی نہو تو کل مال موصی لہ ثانی کو ملجاویگا اور اگر احتمال ہے تو نصف ملے گا مثلاً زید اور وارث کے لیے وصیت کی اور وارث کو نملا تو جسقدر مال کی وصیت کی ہے اُس کا نصف ملے گا اور اگر زید و عمرو کے لیئے وصیت کی اور زید میت ہے تو کل مال عمرو کو ملجاویگا سوال یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے کل مال کی زید اور وارث کے لیئے وصیت کی اور بقیہ ورثہ نے اس کو جائز نہ رکھا تو آیا یہ سمجھا جاویگا کہ چونکہ کل مال کی وصیت نادرست ہے تو گویا ثلث مال کی وصیت کی تھی زید و وارث کے لیئے حتے کہ زید کو ثلث کا نصف یعنی سدس ملے

بایں سمجھا جاوے گا بلکہ اگر ورثہ راضی نہ ہوئے تو اجنبی کو ثلث مال دلایا جاوے گا فقہاء کے قاعدے سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جہان تنصیف کیجاتی ہے وہان وجہ یہ ہے کہ موصی کو کل دلانا مقصود نہین بلکہ تنصیف کرنا مقصود ہے اسی لیے اگر کسی وجہ سے ایک شخص کو نہ مل سکا لیکن دوسرے کو اس کا حصہ نہ دیا جاوے گا اور صورت مسئولہ مین یہ امر مفقود ہے کیونکہ بہرحال اجنبی کو نصف کل مال بلکہ اُس سے بھی کہ دیا جاوے گا اگر ورثہ راضی نہوئے پھر ثلث کے نصف کرنے کی کیا وجہ باادب تمام التماس ہے کہ اسکی نسبت جو اعلیٰ حضرت کی رائے ہو اُس سے مطلع فرمایا جاوے اور اگر بنظر توجہات اعلحضرت کوئی روایت بھی تحریر فرمائی جاوے تو اور بھی اطمینان قلب ہوجاوے گا۔

الجواب۔ ہدایہ مین ہے ومن اوصیٰ لاجنبی ولوارثہ فللاجنبی نصف الوصیۃ وتبطل وصیۃ الوارث لانہ اوصی بما یملک وبما لا یملک فصح فی الاول وبطل فی الثانی اس روایت سے صورت مسئول عنہا کا جواب ظاہر ہے کہ اس مین زید کو نصف ثلث ملیگا کیونکہ تعلیل ہدایہ کی اس مین جاری ہے اوصی بما یملک وبما لا یملک الخ کیونکہ روایت مذکورہ مین ما یملک سے مراد ظاہر ہے کہ وصیت للاجنبی ہے اور ما لا یملک سے مراد وصیت للوارث ہے قطع نظر مقدار موصی بہ سے کہ وہ دوسری دلیل مستقل سے ثابت ہے کہ ثلث سے متجاوز نہوگا اور اگر ثلث سے زائد ہو تو وہ بھی بمنزلہ ثلث کے ہوگا اور وصیت مسئول عنہا مین تفضیل احدہما علی الآخر مقصود نہین پس تساوی کا حکم کیا جاویگا اس بناء پر صورت مسئول عنہا بھی روایت مذکورہ کی ایک جزئی ہوگئی پس حکم مذکورہ بھی اُسکے لیے ثابت ہوگا۔ قولکم وہان وجہ یہ ہے کہ موصی کو کل دلانا مقصود نہین الی قولکم یہ امر مفقود ہے قلت کل سے مراد کل متروکہ ہے یا کل موصی بہ اگر شق اول ہے تو مسلم نہین کہ یہ وجہ ہے کہ اسکے لیے حاجت نقل ہے اور اگر شق ثانی ہے تو مسلم ہے لیکن یہ کہنا کہ مفقود ہے مسلم نہین کیونکہ جب دو کے لئے وصیت کی تو زید کو کل موصی بہ دلانا مقصود نہین بلکہ دونوں کی تساوی مقصود ہے اور کل مال معنے مین ثلث مال کے ہے پس لوازم تساوی سے زید کو نصف ثلث ملنا ہے آپ مکرر غور فرمایئے اگر کچھ شبہہ رہے پھر لکھئے واللہ تعالے اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۵ محرم سنہ ۱۳۲۴ھ

تطبیق روایات وصیت

سوال۔ مسائل ذیل مدرسہ مین آئے ہوئے ہین اور کوئی قابل تسکین جواب خدام کی نظر سے نہین گذرا اسلئے اعلحضرت کو تکلیف دیجاتی ہے امید کہ تکلیف فرماکر رفع تردد فرمایا جاوے سوال سوم کی نسبت تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ درحقیقت وصیت انتفاع کی ہے نہ عین شے کی اور انتفاع مین

مین حیات تک وصیت درست ہی اسلئے یہ جائز ہو جاوے وہ سوالات یہ ہین (۱) وصیت مین کسی قسم کی
شرط میعاد انتقال ذات شے مین کرے تو وہ وصیت جائز ہے یا نہین (۲) اگر زید ایک ثلث عین کی
وصیت بحق اجنبی کرے اور شرط میعاد کی اسطرح کرے کہ بعد میرے پانچ سال تک مثلاً قابض نہوگا
بلکہ ورثہ قابض رہین گے اور بعد پانچ سال کے موصی لہ قابض ہوگا یہ میعاد شرط قابل پابندی ہوگی
یا نہین اور وصیت جائز ہوگی (۳) اگر وصیت زید کل مال کی کرے بنام اجنبی کے اور شرط میعاد
تاحیات کرے یعنی بعد وفات موصی لہ میرے ورثہ پاوینگے اور حالت حیات مین اجنبی قابض رہیگا
تو یہ وصیت جائز ہوگی یا نہین اور ورثہ موصی بعد مرنے کے اسپر راضی ہوگئے۔

الجواب ۔ وصیت کی تفسیر درمختار وغیرہ مین ہے تملیک مضاف الی ما بعد الموت اور اس کے
شرائط مین سے یہہ بیان کیاہے وکون الموصی بہ قابلا للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا
او نفعا موجودا للحال ام معدوما ای وھو قابل للتملیک بعقد من العقود قال فی النھایۃ ولہذا قلنا
بان الوصیۃ بما تثمر نخیلہ العام وابدا تجوز وان کان الموصی بہ معدوما لانہ یقبل التملیک حال حیوۃ الموصی
بعقد المعاملۃ وقلنا بان وصیۃ بما تلد اغنامہ لا تجوز استحسانا لانہ لا یقبل التملیک حال حیوۃ الموصی بعقد
من العقود اھ ردالمختار اس سے معلوم ہوا کہ سوال اول ودوم مین یہ اشتراط ناجائز ہے کیونکہ حیات مین
عین کی تملیک اسطرح ناجائز ہے پس وصیت مین موت موصی کے بعد معاً موصی لہ مالک ہوگا اور
جب یہ نہین تو وصیت باطل ہے اور سوال سوم مین وہی جواب صحیح ہے جو آپنے تحریر فرمایا ہے۔
واللہ تعالےٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ

سوال متعلق جواب بالا

وصیت کی نسبت جو حضرت نے ترمیم فرمایا ہے صحیح ہے لیکن شبہہ صرف اسقدر ہے کہ فی نفسہ وصیت
ثلث جائز ہے باقی شرط فاسد ہے مافی اللباب فاسد ہے اور وصیت شروط فاسدہ سے فاسد نہین ہوتی
ومالا یبطل بالشرط الفاسد القرض والہبۃ والصدقۃ والنکاح والایصاء والوصیۃ والشرکۃ اھ درمختار
مختصرا قولہ الوصیۃ کاوصیت لک بثلث مالی ان اجاز فلان عنی وفیہ نظر لانہ مثال تعلیقہا بالشرط
ولیس الکلام فیہ وفی البزازیۃ وتعلیقہا بالشرط جائز لانہا فی الحقیقۃ اثبات الخلافۃ عند الموت اھ و
معنی صحۃ التعلیق ان الشرط ان وجد کان للموصی لہ المال والا فلا شئ لہ بحر الخ شامی اس عبارت سے

معلوم ہوتا ہے کہ وصیت شرط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی بلکہ شرط لغو ہو جاتی ہے اور تعلیق بالشرط وصیت میں صحیح ہے یہاں چونکہ شرط فاسد ہے اس لئے لغو ہو جاوے اور وصیت صحیح ہو گی در مختار میں ہے وما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ الخ والایصاء ای جعل الشخص وصیا والوصیۃ بالمال فانہما لایفیدان الا بعد الموت فیجوز تعلیقہما واضافتہما در رآہ شامی اگر صورت مسئولہ اس میں داخل مانی جاوے اور یہ سمجھا جاوے کہ دراصل یہاں بھی اضافت الی الزمان المستقبل ہے تو یہ اضافت بھی صحیح ہو جانا چاہئے۔ خلاصۃ الامر یہ ہے کہ اس میں تشفی نہیں ہوتی اسلئے اگر خدام اعلیٰ حضرت دوبارہ توجہ فرما دیں تو یقین ہے کہ رفع اشتباہ ہو جاوے۔

الجواب۔ اضافت اور تعلیق دونوں کا صحیح ہونا ان عبارات سے مفہوم ہوا لیکن مراد اس سے وہ صورت معلوم ہوتی ہے جہاں وہ مضاف الیہ یا معلق بہ قبل موت موصی پایا جاوے کہ اس وقت موصی میں قابلیت تملیک ہو جیسا اصولیین نے تعلیقات میں کہا ہے کہ تکلم بالجزاء تقدیراً وجود شرط کے وقت ہوتا ہے پس یوں سمجھیں گے کہ موصی نے اب وصیت کی ہے بخلاف مسئلہ متکلم فیہا کے کہ وہ شرط ایسے وقت پائی گئی جب کہ موصی میں تملیک کی صلاحیت نہیں اور ایصاء کے وقت کا صیغہ تملیک کے لئے کافی نہیں یہ فرق ہے مقیس ومقیس علیہ میں اور شرط فاسد سے مراد وہ ہے کہ بعد صحت تملیک کے ہو مثلاً یوں کہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ چیز فلاں کی ہو جاوے لیکن پانچ سال تک دیجاوے اس میں یہ شرط فاسد اور وصیت صحیح ہو جاویگی اور جب یہ کہا کہ یہ چیز فلاں شخص کی پانچ سال کے بعد ہو گی یہاں تملیک ہی صحیح نہیں ہوئی فاتضح الفرق آپ روایات درمختار ورد المحتار سے اس تقریر کو ملا کر دیکھیے اگر شبہ رہے تو ان عبارتوں کا پتہ بھی لکھئے تاکہ میں بھی دیکھ سکوں جو عبارتیں آپ نے لکھی ہیں معلوم نہیں کہاں ہونگی زیادہ فرصت ہوئی نہیں کہ تلاش کروں واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال متعلق جواب بالا

سوال اول کی نسبت جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ شامی جلد ثالث کی ہے باب السلم کے بعد باب المتفرقات میں بعنوان ما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ درج ہے حضرت والا ملاحظہ فرمالیں جس قدر جوابات اعلیٰ حضرت نے ترمیم فرمائے ہیں سب کی نسبت اطمینان ہو گیا البتہ جواب اول (وصیت) کی نسبت ابتک کچھ پوری تشفی نہیں۔

جواب۔ میں نے آج شامی میں وہ مقام دیکھا اس میں ایک جزئیہ مل گیا جس سے سارا اشتباہ صاف ہو گیا

فی رد المحتار قولہ والوصیۃ الخ وفی الخانیۃ لو اوصی بثلثہ لام ولدہ ان لم تتزوج فقبلت ذلک ثم تزوجت بعد انقضاء عدتہا بزمان فلہا الثلث بحکم الوصیۃ انتہی قولہ ووجہہ انہ اذا مضت مدۃ بعد العدۃ ولم تتزوج فیہا تحقق الشرط الخ ۵ ص ۴۴۳ ج ۳ ظاہر ہے کہ معلق بہ عدم تزوج فی العدۃ تو ہے نہیں بلکہ عدم تزوج بعد العدۃ ہے اور اس وقت موصی زندہ نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ تعلیق وصیت کی ایسی شے کے ساتھ بھی جائز ہے جو بعد مدت موصی کے متحقق ہو اور تائید اس کی اسی کلیہ سے ہوتی ہے الاضافۃ تصح فیما لا یمکن تملیکہ للحال شامی قبیل باب الصرف اس کلیہ میں کوئی قید نہیں لگائی پس اس جزئیہ اور اس کلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی کا یہ کہنا قابل عمل ہوگا کہ میرے بعد پانچ سال تک قابض نہ ہو اور پھر موصی قابض ہو جاوے اب میں تحریرات سابقہ سے رجوع کرتا ہوں واللہ تعالیٰ اعلم ۶ رجادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ

وصیت برائے دفن در مکان معین

سوال ایک شخص نے وصیت کی کہ مرجانے کے بعد اس گھر میں جہاں میں عبادت کرتا تھا دفن کرنا اب اس شخص کو بعد مرجانے کے اس کے عبادت خانہ میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب ۔ فی الدر المختار ولا ینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ہذہ السنۃ بالانبیاء وفی رد المحتار ومقتضاہ انہ لا یدفن فی مدفن خاص کما یفعلہ من یبنی مدرسۃ ونحوہا ویبنی لہ بقربہا مدفنا تامل ج ۱ ص ۹۳۵ وفی الدر المختار قبیل باب الوصیۃ بالخدمۃ فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قالہ المصنف ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ وصیت باطل ہے اس پر عمل جائز نہیں فقط ۷ صفر ۱۳۲۵ھ

وصیت برائے وارث یا اجنبی و اجازت وارث لہ ورد

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مورث نے وصیت کیا ہو قبل تین دن موت کے حالت بیہوشی میں اپنی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے بیچ تین وارث اور چوتھے محجوب الارث کے بخلاف شرع محمدی کے اور انکار کیا ہو کسی وارث نے اس وصیت سے کہ جس کی حق تلفی ہوتی ہو بعد موت مورث کے اور پھر اقرار کرے وہی وارث بسبب جبر و دباؤ کے تو ایسی حالت میں کہ جب اس نے پہلے انکار کیا ہو وصیت سے وصیت منسوخ ہو چکی یا نہیں اگر وہ منسوخ ہو چکی تو دوبارہ اس کے اقرار سے پھر جواز اسکا ہو سکیگا یا نہیں

الجواب ۔ اگر موصی وقت وصیت بالکل بیہوش لا یعقل ہے تو وصیت صحیح نہیں کیونکہ موصی کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے وشرطہا کون الموصی اہلا للتملیک درمختار ۔ اور اگر اس قدر ہوش ہے کہ قصد کر کے اور سمجھ کے کلام کرتا ہے تو اگر کسی وارث کے لئے کچھ وصیت اس کے حق سے زیادہ کی ہے تو باطل ہے

ہاں اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور راضی ہو جاویں تو جائز ہے ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ الا باجازۃ ورثتہ وہم کبار ردمختار اور اگر بعض بالغ ہوں بعض نابالغ اور بالغین جائز رکھیں یا بالغین میں سے بعض جائز رکھیں بعض رد کریں تو بقدر حصۂ بالغین و مجوزین کے جائز ہے ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ درمختار اور اگر اجنبی غیر وارث کے لئے وصیت کی ہے تو ثلث تک جائز ہے اگرچہ کوئی وارث راضی نہو اور ثلث سے زیادہ باجازت ورثہ بالغین مع تفصیل مذکور بلوغ بعض وعدم بلوغ بعض وقبول بعض ورد بعض جائز ہی وتجوز بالثلث للاجنبی وان لم یجز الوارث ذلک لا الزیادۃ علیہ الا ان یجیز ورثتہ بعد موتہ وہم کبار ردمختار اور اگر بعد اجازت کے رد کرے تو جائز نہیں بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبر علی التسلیم درمختار اور اگر بعد رد کے اجازت دی جیسا صورت مسئولہ میں ہوا تو جائز ہے لان المرء یؤخذ باقرارہ اور شرعاً اکراہ وہ ہوتا ہے جو قتل یا قطع یا حبس مدید یا ضرب شدید کے ساتھ ہو اُس میں مکرہ بالفتح اپنے اقرار سے رجوع کر سکتا ہی اور یہاں کوئی صورت اکراہ کی معتبر نہیں اسلئے اقرار لازم ہو جاوے گا فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید او حبس او قید مدید ین حتے باع او اشتری او اقر او آجر فسخ او امضی درمختار **تنبیہ** چونکہ صورت سوال بوجہ انتشار بیان سائل متعین نہیں اور محتمل وجوہ کثیرہ کو ہے اس لئے جواب تشقوق کے ساتھ تحریر ہوا۔ واللہ اعلم ۲۶ ربیع الثانی دوشنبہ ۱۳۱۲ھ

کتاب الفرائض

سوال ترکہ ماموں صاحب میں کئی قسم کی چیزیں ہیں ایک خاص ان ہی کے استعمال کے لایق جیسے مردانہ کپڑے وغیرہ وہ تو یقیناً منقسم بین الورثہ ہوں گے دوم خاص زنانی چیزیں جیسے زنانہ کپڑے وغیرہ یہ تو زوجینؔ میں جو جسکے قبضہ میں ہے غالباً اُسی کی ملک قرار دی جاوے اور وراثت جاری نہو۔ سوم اثاث البیت جیسے لوٹا پتیلی صندوق تخت چارپائی وغیرہ اسباب خانہ داری قسم ثالث کا یہ حال ہی کہ زوجین میں جو چیز جسکے پاس ہی وہی اُسکے اوپر قابض ہے یہ بھی داخل ترکہ ہی یا نہیں کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ اسباب فی اثاث البیت حیات میں زوجین کو دیتے گئے تھے وہ دینا بطور ہبہ تھا کچھ زنانے منجانب زوجہ اور کچھ لڑکے کے پاس بغرض نکاح اسعد تھے اُن کا کیا حکم ہے۔ ممانی صاحبہ کے دینے کی صورت میں اُن کا لینا درست ہی یا نہیں۔

الجواب - فی الدر المختار باب التحالف اختلف الزوجان فی المتاع فی البیت فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ مع یمینہ والقول لہ فی الصالح لہما وان مات احدہما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل فالقول فیہ للحی اھ

ع مراد اس سے زوج و زوجہ نہیں بلکہ دونوں زوجہ ہیں۔ کہ میت کے دو زوجین تھیں ۱۲۔

ف وارث شدن ابن الزنا از مادر خود

سوال ولد الزنا کو اپنی ماں کی طرف سے تو غالباً ضرور میراث ملے گی البتہ باپ کی طرف سے بوجہ غیر ثابت النسب ہونے کے میراث نہ ملے گی اور غیر ثابت النسب ہونے کا غالباً یہی مطلب ہے کہ باپ سے نسب ثابت نہیں ماں سے تو ثابت ماننا پڑے گا جو رائے عالی ہو ارشاد فرماویں۔

الجواب ماں سے ثابت النسب بھی ہے اور میراث بھی پاویگا فی الدر المختار۔ والدلزنا یرث من توأمہ وقلتہ من الام اوسے واللہ اعلم۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

ف تقسیم بدون افراز و تسلیم حصص

سوال زید نے انتقال کیا اور خالد ولید عمر و پسران ساجدہ عابدہ دختران حامدہ زوجہ چھوڑی ترکہ زید پر صرف خالد قابض رہا اس نے ترکہ زید کو بموجب شرع شریف تقسیم کیا مگر مسماۃ عابدہ کو اسکے حصہ کا نصف ادا کیا اور نصف کے دینے کا وعدہ کیا بعدہ مسماۃ عابدہ نے انتقال کیا اور ایک پسر اور ایک دختر اور شوہر چھوڑا وارثان متوفیہ نے خالد سے باقی نصف جو زر نقد تھا طلب کیا تب خالد نے ایک ہفتہ میں ادا کر دینے کا وعدہ کیا اسی طرح پر خالد پر تقاضے ہوتے رہے اور وہ ہفتہ عشرہ میں دینے کا وعدہ کرتا رہا آخر کار خالد نے کہدیا کہ میرے چوری ہو گئی اور میرے مال کے ساتھ نصف حصہ عابدہ جو میرے پاس باقی تھا چوری ہو گیا بعد اسکے خالد نے اپنے لئے جائداد خریدی اب یہ دریافت طلب ہے کہ جو نصف حصہ مسماۃ عابدہ کا خالد کے پاس باقی رہگیا ہے وہ از روئے شرع شریف خالد کے ذمہ واجب الاداہے یا نہیں۔

الجواب فی الدر المختار من کتاب القسمۃ۔ ورکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتمیز بین الانصباء ککیل وذرع وفیہ ایضاً عن الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر و غائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخر من والا لا الخ روایات بالا سے معلوم ہوا کہ تقسیم میں جب تک سب کا حصہ علیحدہ نہ ہو جاوے وہ تقسیم معتبر نہیں بلکہ مال مشترک بدستور مشترک رہے گا اسی طرح اگر بعض شرکاء اپنا حصہ علیحدہ کر لیں مگر بعض کو ان کا حصہ تسلیم نہ کیا جاوے تب بھی وہ تقسیم نافذ نہیں ہوتی پس صورۃ مسئولہ میں عابدہ کہ نصف حصہ جب اس کو تسلیم اور ادا نہیں کیا گیا تو وہ مشترک رہا اور سب کا چوری گیا اس لیے تمام ترکہ زید سے اس مقدار کو منہا کر کے جسقدر ترکہ باقی رہا اس کو از سر نو تقسیم کرکے دیکھیں گے کہ اس باقی میں سے عابدہ کا کتنا حق ہے وہ سب ورثہ سے حصہ رسد اس مقدار حق کے تکمیل کر لینے کے لئے مطالبہ کرنے کی مستحق ہے چونکہ مسئلہ ہذا میں وہ وفات پا چکی ہے اس لیے اس کے ورثہ اسی طرح اس مطالبہ کے مستحق ہیں۔ فقط واللہ اعلم ۱۶۔ صفر ۱۳۳۳ھ

سوال زید فوت ہوا ایک منکوحہ بی بی الف دو بیٹیاں ب ج ایک منکوحہ کنیزک د اور ایک بیٹی کنیزک سے ہ جسکی پیدائش قبل از نکاح ہے اور ایک بیٹا اسی کنیزک سے ز اور ایک حقیقی چھوٹا بھائی وارث چھوڑے پھر بیٹا باپ سے پانچ سال بعد فوت ہوا اندریں صورت زید کا ترکہ ہر وثہ میراث ہر پسماندہ کو کتنا پہونچے گا

الجواب مسئلہ ۲۴ ۳۳۶ ۹۶

زوجہ	زوجہ	بنت	بنت	بنت مولود قبل نکاح	ابن	اخ
الف	د	ب	ج	ہ	ز	ط
۱/۶	۲/۶	۷/۲۱	۷/۲۱	م	۱۴	م

مسئلہ ۶ ز مف ۱۴

ام	اخت لام	اخت لاب	اخت لاب	عم
د	ہ	ب	ج	ط
۱/۷	۱/۷	۲/۱۴	۲/۱۴	م

۹۶

الاحیاء

الف	د	ب	ج	ہ
۶	۱۳	۳۵	۳۵	۷

صورۃ مندرجہ بالا میں بعد تقدیم ما یقدم علی الارث مثل تجہیز و تکفین و ادائے دیون جس میں مہر ہر دو زوجہ بھی ہے و تنفیذ وصایا بشرط حصر ورثہ ترکہ زید کا ۹۶ سہام ہو کر الف یعنی زوجہ زید کو چھ سہام اور د یعنے زوجہ ثانیہ کنیزک کو تیرہ سہام اور ب وج یعنے ہر دو دختران زید کو ۳۵ ۳۵ سہام دلائے جاویں اور ہ یعنے وہ بیٹی جسکی پیدائش قبل از نکاح ہے وہ چونکہ زنا سے پیدا ہوئی ہے اس لیے شرعاً زید سے اس کا نسب ثابت نہو گا تو اس سے تو وارث نہو گی لیکن ز یعنی زید کے پسر کی چونکہ اخیافی بہن ہے اس لیے اس سے وارث ہو گی۔ اسکے ترکہ سے ہ کو سات سہام ملیں گے۔ ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

سوال زید و بکر و عمرو و خالد و ہندہ و زینب حقیقی بھائی بہن ہیں زید و بکر کی موجودگی میں عمرو و خالد کا انتقال ہو گیا انکی اولاد ذکور و اناث سب باقی رہی اسکے بعد بکر بھی ایک زوجہ چھوڑ کر مر گیا اس کے نام جو وظیفہ سرکار سے مقرر ہے اسکی تقسیم میں جھگڑا ہوا زید کا یہ دعویٰ ہے کہ چونکہ میں حقیقی بھائی ہوں۔ اس واسطے زوجہ کا حق چھوڑ کر باقی کل میرے نام مقرر فرمایا جاوے زوجہ کا یہ ادعا ہے کہ شوہر کا کل ترکہ میرے نام مقرر ہونا چاہئے اولاد عمرو و خالد اس بات کے دعویدار ہیں کہ وظیفہ مذکور سرکار سے بطور پرورش

فی توارث اخت الا من الزنا

بلا تحقیق ہو ہوشیں ... وظیفہ ہ... سیم

کل اولاد مقرر ہوا ہے اور ہنگام تقسیم وظیفہ مذکورہ سرکار نے جائداد مکسوبہ قرار نہیں دیا ہی بلکہ ایسا وظیفہ جائداد غیر مکسوبہ قرار دیا جاتا ہے ایسی حالت میں تنخواہ مذکورہ ہم کل اولاد کو بھی ملنا چاہئے کیونکہ جو بعد ہمارے والد اور والدہ کی زندگی کی وجہ سے بکر کے درمیان تھا وہ ہماری والدہ کے فوت ہونے کی وجہ سے جاتا رہا اور مثل زید ہم بھی قرب رکھتے ہیں کیا یہ وظیفہ زید کی خواہش کے موافق تقسیم ہو سکتا ہے یا اُس کی زوجہ کی خواہش کے مطابق اور اولاد عمرو وخالد دلیل مذکور کی وجہ سے حصّہ پا سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب چونکہ میراث اموال مملوکہ میں جاری ہوتی ہی اور یہ وظیفہ محض تبرع و احسان سرکار کا ہی بدون قبضہ کے مملوک نہیں ہوتا لہذا آیندہ جو وظیفہ ملے گا اُس میں میراث جاری نہیں ہو گی سرکار کو اختیار ہی جس طرح چاہے تقسیم کر دے۔ البتہ اگر یہ وظیفہ کسی جائداد مملوکہ کا نفع جائز ہے تو اس میں میراث جاری ہوگی اور اس صورت میں بکر کے ترکہ میں اُسکی زوجہ کو ربع بوجہ اولاد نہونے کے ملے گا باقی زید اور اُسکی دونوں بہنوں کا حق للذکر مثل حظ الانثیین اور بھائی بہنوں کے ہوتے عمرو اور خالد کی اولاد کا کچھ حق نہیں ہے۔ ۹ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال وارث علی فوت ہوا اُس نے ایک زوجہ مسماۃ امۃ اللہ اور تین ابن العم ایک ذوالفقار علی دوسرا محمد علی اور تیسرا احمد علی وارث چھوڑے اور احمد علی ابن العم بھی ہے اور ابن الام بھی ہے دو جہت رکھتا ہے پس ترکہ وارث علی کا ان ورثا پر کس طرح تقسیم ہوگا

الجواب بعد تقدیم حقوق متقدمہ کل ترکہ ۳۶ سہام پر منقسم ہوکر زوجہ کو ۹ اور احمد علی کو ۱۳ اور ذوالفقار علی اور محمد علی کو سات سات ملیں گے فی الدر المختار ویاخذ ابن عم ہو اخ لام السدس بالفرض ویقتسمان الباقی بینهما نصفین بالعصوبة حیث لامانع من ارثه بهما فرث بجهتی فرض وتعصیب والتخریج هکذا۔

مسئلہ ۳۶ — وارث علی

ابن العم	ابن العم	ابن العم	اخ لام	زوجہ
محمد علی	ذوالفقار علی	احمد علی	احمد علی	امۃ اللہ
			۶	۹

سوال شرع محمدی کا مسئلہ یہ ہے جب عصبہ نہوں تو ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں لیکن یہ امر ناممکن ہے کہ کسی متوفی کا کوئی عصبہ الّا اگر حضرت آدم علیہ السلام کا رشتہ لگایا جاوے مثلاً ایک علوی یا صدیقی وغیرہ کا انتقال ہوا ایک غاصب نے متوفی کی جائداد پر قبضہ حاصل کر لیا تب ذوی الارحام نے دعوی متروکہ کا کیا غاصب یہ کہتا ہے کہ تم اُس وقت وارث ہو سکتے ہو کہ جب عصبہ بنو علوی اور صدیقیوں کے بہت سے خاندان دنیا میں موجود ہیں جب تک وہ موجود ہیں تم بحیثیت ذوی الارحام کے وارث نہیں ہو سکتے ہو تو

ایسی حالت میں ذوی الارحام کو عصبہ کا عدم کس طرح ثابت کرنا چاہتے ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ عصبہ کا عدم ثابت کرنا قریب قریب محال ہے تو اسکے یہ معنے ہونگے کہ ذوی الارحام کبھی متوفی کے متروکہ کا وارث نہو یہ بات اگرچہ خلاف عقل ہے لیکن اس کے لئے فقہ کی کسی مستند کتاب کی ضرورت ہے عنایت فرماکے فقہ کی کتب کے حوالہ سے جواب تحریر فرماکر ممنون فرمائیے۔

جواب اس غاصب کے استدلال باطل کا یہی جواب کافی ہے کہ شریعت نے ذوی الارحام کو بھی وارث بنایا ہے ورنہ اگر عصبہ میں اس قدر تعمیم ہوتی تو ذوی الارحام کے وارث ہونے کے کوئی معنے ہی نہوں گے اوس کو خود شریعت باطل کر رہی ہے اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی اور جو ائمہ توریث ذوی الارحام کے قائل نہیں ہیں انہوں نے بھی کبھی یہ دلیل بیان نہیں کی اور اس کے بعد کے مستحقین کو میراث دلائی ہے کہ اخیر میں بیت المال مستحق قرار پایا تو یہ سب احکام جو نصاً و اجماعاً ثابت ہیں سب باطل ہو جاوینگے اور نص اور اجماع کا باطل ہونا باطل ہے اور جو دعوی مستلزم امر باطل کو ہو وہ خود باطل ہے معلوم ہوا کہ یہ استدلال اور دعوی غاصب کا باطل ہے تمام کتب فرائض و فقہ کی تصریح کے موافق کل عصبات یہ ہیں ابن ثم ابن الابن وان سفل اب جد صحیح وان علا حتی الی آدم علیہ السلام جزء الاب وان سفل جزء الجد یعنی عم ثم ابنہ وان سفل عم الاب ثم ابنہ وان سفل عم الجد ثم ابنہ وان سفل۔ بس اس پر عصبات ختم ہو گئے اور مفہوم تصانیف حسب تصریح علماء محققین ہی معلوم ہوا کہ اس سے آگے عصبات نہیں اور مرتبہ ثالثہ میں جد کے عموم وان علا سے دوسرے مراتب میں عموم لازم نہیں بلکہ عدم عموم اسلئے لازم ہے کہ عموم کی صورت میں جزء الجد کے بعد کوئی مرتبہ نہ نکلنا چاہئے کیونکہ عم الاب اور عم بھی کسی مرتبہ کے جد کے تو جز ہی ہیں اور بعض محشین نے جو جزء الجد میں جد کو عام کہدیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض متون میں کل مراتب کو چار عنوان میں منحصر کر دیا ہے جزء اصل جزء الاب جزء الجد اسپر شبہ عدم تناول عم الاب و عم الجد کا وارد ہوتا تھا اسکے دفع کے لئے عام کہدیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عموم سے مراد مطلق عموم نہیں بلکہ عموم خاص ہے جو تناول عم الاب و عم الجد پر منتہی ہو جاوے جیسا شامی نے اس ایراد کو اسی طرح دفع کیا ہے پس ثابت ہوا کہ دوسرے مراتب میں جد سے خاص اب الاب مراد ہے پس جو شخص میت کے اب الاب کے عم کی اولاد سے بھی نہو وہ عصبہ نہیں ہے اور یہ بہت ہی ظاہر ہے لیکن قدرے فہم درکار ہے فبای حدیث بعدہ یومنون واللہ تعالے اعلم تم ۳۰ ذی قعدہ ۳۲ھ

سوال زید مر گیا اور اس کے ذمہ کچھ قرض ایک بقال کا تھا اور زید نے اس قدر روپیہ نہیں چھوڑا کہ قرض اسکا

ادا ہوا اور زید کے مرنے سے پہلے وہ بقال مرگیا تھا صرف اُس کا ایک بھتیجا باقی تھا کچھ مدت کے بعد ورثہ زید زید کا ایک مکان بیع کر کے چاہتے ہیں کہ قرضہ ادا کریں لیکن جس وقت ادا کرنا چاہا تو اُس بقال کے کوئی وارث نہیں اب سوال یہ ہے کہ وہ قرض کا روپیہ کس مصرف میں صرف کیا جاوے تاکہ زید سے اس کا مواخذہ نہو۔

الجواب۔ اصل قرضدار کے نزدیک دور کے رشتہ داروں کی اور اُس کے بھتیجے کے نزدیک دور کے رشتہ داروں کی تحقیق ضرور ہے اگر کوئی موجود ہو تو لکھیں تاکہ مسئلہ بتایا جاوے اور اگر کوئی موجود نہو تو یہ روپیہ ایسے کاموں میں خرچ کرنا چاہیئے مساجد کی مرمت وخدمت تیل بتی لوٹہ بدھنا ڈول رسّی مؤذن وامام کی تنخواہ مدارس اسلامیہ میں علماء کی تنخواہ طلبہ کی اعانت خوراک پوشاک کی اور جو لوگ بلا تنخواہ اللہ کے لئے علم دین پڑھا رہے ہیں (والدلائل ہذہ) فی کتاب الفرائض من الدر المختار ثم یوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین وفی باب اللقطۃ منہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہا توضع فی بیت المال فی رد المحتار للنوائب بحر وفیہ قبیل باب المرتد وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی الٰی قولہ مصالحنا ثم قال وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس الٰی قولہ وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح فی رد المحتار ومثلہ بناء مسجد وحوض الٰی قولہ وکذا النفقۃ علی المساجد کما فی زکوۃ الخانیۃ فیدخل فیہ الصرف علی اقامۃ شعائرہ من وظائف الامامۃ والاذان ونحوہما بحر وفی باب المستامن من الدر المختار فان ادانہ حربی دینا ببیع او قرض ولعکسہ او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم یقض لاحد بشئ ویفتی المسلم برد المغصوب وبرد الدین الیضا دیانۃ لا قضاء انتہی مختصرا قلت فحصل من ہذہ الروایات ان ہذا الدین الذی ہو من ترکۃ ہذا الرجل الکافر واجب ردہ دیانۃ سواء کان ذمیا او حربیا ویکون علی کل فیئا یصرف فی مصارفہ فانطبق الجواب علی کلا القولین فی الہند اہو دار الاسلام ام دار الحرب فافہم فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں رحمہم اللہ تعالیٰ عرصہ سولہ برس کا ہوا زید نے انتقال کیا اور سات لڑکے محمود[۱] وعبدالحمید[۲] واحمد[۳] وعبدالحلیم[۴] ومحمد سلیم[۵] وعبدالمجید[۶] ومحمد شبلی[۷] اور دو لڑکی اقلیمہ[۱] ونعیمہ[۲] اور ایک بی بی سکینہ کو ورثہ چھوڑا لیکن محمود زید کی حیات ہی میں جدا ہوگیا تھا اور ایک قطعہ مکان زید نے اس کو دے دیا تھا بقیہ لڑکے بعد وفات زید چند روز تک حسب لیاقت اپنے اپنے کام یکجا رہکر کرتے رہے بعد اُس کے عبدالمجید بھی کچھ روپیہ لیکر بلا اجازت عرصہ بارہ برس کا ہوا کنارہ ہوگیا

بعدہ محمد سلیم عرصہ چھ برس کا ہوا کہ کچھ روپیہ بلا اجازت ناجائز طور پر خرچ کرکے کنارہ ہوگیا اور عبد المجید نے عرصہ سات برس کا ہوا کہ انتقال کیا باقی احمد و عبد الحلیم و محمد شبلی ابھی تک ایک جگہہ ہین مگر عبد الحلیم زید کی حیات سے اب تک روزگار کا کام کرتے آتے ہین اور احمد دس برس سے کام کرتے ہین اور محمد شبلی زید کی وفات کے وقت ایک برس کا تھا تین چار برس سے روزگار کا کام کرتا ہے عرصہ تیرہ برس کا ہوا کہ اقلیمہ نے انتقال کیا اور عرصہ دو برس کا ہوا کہ مسماۃ سکینہ نے انتقال کیا زید کا ترکہ ابھی تک تقسیم نہین ہوا زید کے ترکہ سے اور کچھ مہاجنون سے روپیہ لیکر لڑکون نے روزگار کرکے مال زیادہ حاصل کیا ہے اب اس حالت مین مال کسطرح تقسیم ہوگا۔

الجواب بعد تقدیم حقوق متقدمہ علی المیراث ترکہ زید کا (۱۲۸) سہام پر منقسم ہوکر ساتون لڑکون مین سے ہر لڑکے کو (۱۴) (۱۴) اور دونون لڑکیون کو (۷) (۷) اور زوجہ کو (۱۶) ملین گے اور محمود کو جو مکان زید نے دیدیا تھا اگر مرض موت سے قبل دیا تھا وہ بلا شرکت خالص اُس کا مملوک ہے اور باقی ترکہ حسب حصص بالا مشترک ہے۔ پھر بقیہ لڑکے جو یکجا کام کرتے رہے اگر یہ کام کرنا سب حصہ دارون کی رضامندی سے تھا تو نفع مین بھی سب شریک ہونگے اور اگر بعض ورثہ راضی نہ تھے تو وہ نفع مین شریک نہون گے البتہ یہ نفع بوجہ اسکے کہ مال غیر مین تصرف بلا اذن تھا جائز نہوگا بلکہ اس کا تصدق واجب ہوگا پھر عبد المجید جب کچھ روپیہ لیکر جدا ہوا ہے اس وقت ترکہ زید کا جسقدر موجود تھا اُس مین عبد المجید کا حصہ دیکھنا چاہیے کسقدر تھا اگر دونون برابر ہین تو حساب برابر ہوا اور اگر دونون مین تفاوت ہے تو کمی بیشی کا حساب بقیہ ورثہ سے رہے گا اسی طرح محمد سلیم کے جدا ہونے کے وقت دیکھا جاوے گا پھر عبد المجید کے انتقال کے وقت حسب قاعدہ مذکورہ جس قدر اُس کا ترکہ قرار پاوے گا اُسکے ورثہ شرعیہ مین منقسم ہوگا اسی طرح اقلیمہ اور سکینہ کے انتقال کے وقت بھی عملدرآمد ہوگا اور شرکت فی النفع کے لیئے کام کرنے کی ضرورت نہین صرف رضا بشرط بلوغ کی ضرورت ہے پس جو لڑکے نابالغ تھے اُن کے مال مین تجارت کرنے کا بھائیون کو حق حاصل نہین اسیطرح جو راضی نہ تھے اس لیئے نہ وہ نفع مین شریک ہونگے نہ اُنپر قرضہ مہاجن کا پڑیگا باقی ورثہ نفع اور قرضہ دونون مین شریک ہون گے واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم۔

سوال زید جائداد موروثی پر قبضہ اور زوجہ منکوحہ اور چار لڑکی چھوڑکر فوت ہوگیا اور بھی اُسکے ذمہ دین مہر مقدم ہے تو متوفی کی جائداد مرہونہ سے اُسکی منکوحہ قبل ادائے قرضہ کے دین مہر وصول کرسکتی ہے یا نہین

مگر یہ کہ متوفی کی منکوحہ نے نکاح ثانی بھی کرلیا ہو تو اس صورت میں دین مہر کی سابق شوہر متوفی کی جائداد سے مستحق ہے یا نہیں۔

الجواب فی الدر المختار یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن الی قولہ بتجہیزہ ثم دیونہ الخ

فی رد المحتار قولہ کالرہن مثال للعین التی تعلق بہا حق الغیر فاذا رہن شیئا وسلمہ ولم یترک غیرہ فدین المرتہن مقدم علی التجہیز فان فضل بعدہ شیٔ صرف الیہ اھ پس صورت مسئولہ میں جس جائداد پر قرضہ ہی اگر وہ مرہونہ اُس قرضہ کے عوض میں ہو اور مرتہن کی مقبوضہ بھی کرادی گئی تھی تب یہ دین رہن دین مہر سے مقدم ہے اُس کو ادا کرکے اگر کچھ بچے یا متوفی کے پاس اور ترکہ بھی ہو تو اُس میں سے مہر ادا کیا جاویگا اور اگر مرتہن کا قبضہ اُسپر نہیں ہوا تھا تو وہ اور مہر برابر ہیں اور دین رہن کی وہ مقدار معتبر ہوگی جسقدر اصل قرض بذمہ راہن ہے اور اگر مرتہن کچھ سود لے چکا ہے یا مرتہن اُس شے مرہون سے کچھ آمدنی حاصل کرچکا ہے کہ وہ بھی سود ہی تو یہ سود اور آمدنی منہا کرکے جو باقی رہے گا وہ قرضہ شمار کیا جاوے گا اور نکاح ثانی کرنے سے دین مہر ساقط نہیں ہوا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ

جریان میراث در مہر

سوال سماۃ زاہدہ بانو یک برادرزادہ ودو دختر وارث گذشتہ فوت شدہ وسوای زر نقد بابت مہر خود چیزے ترکہ نکردہ پس درین صورت درعوض مہر بیست مزبورہ بدختران چہ قدر میرسد و بہ برادرزادہ چند زر مہر بمال متروکہ محسوب است یا چگونہ بینوا توجروا۔

الجواب زر مہر ہیچو دیگر اموال مملوکہ در مال متروکہ محسوب است در ترکہ شمار خواہد شد پس زر نقد گذاشتہ میت مع مہر ہمہ را ترکہ قرار دادہ بر سہ حصہ منقسم خواہد شد دو ثلث بدو دختر و یک ثلث باقی بہ برادرزادہ خواہد رسید پس مسئلہ از سہ شد وایشان را اختیار است کہ از زوج متوفیہ تقاضا مہر کردہ وصول کنند واللہ اعلم ۲۳ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ

حکم عطاء سرکار ... در معاش

سوال خدمت قضاءت حسب فرمان سلطان بنام زید مقرر بود و زید چہار پسر داشت مسمیون عمرو وبکر وخالد ومحمود واز انجملہ عمرو پسر کلان روبروی زید بحصول سند سرکار بر انعام خدمت مذکورہ قابض گردیدہ بود بموجب وصیت زید نصف معاش خدمت مذکورہ در قبضہ خود داشتہ در باقی نصف معاش بہ بکر وخالد ومحمود علی السویہ بعد فوت پسری آنہا تقسیم کردہ داد مگر اسناد سرکاری بشروط کلہم معاش بنام عمرو حاصل بعد فوت عمرو بجاہیم پسرش بدستور پدر بحصول اسناد سرکاری بشروط کلہم معاش بر نصف حصۂ خود

تا حالت تحریر قابض و متصرف است پس در ملک مشروط الخدمت سوائے عمرو و ابراہیم صاحب سند برادران
و اعمام آنہا حصہ از روئے شرع شریف جوازی شود یا نہ و اگر ابراہیم بموجب سند خود معاش منقسمہ از بکر و خالد
و محمود واپس کردن خواہد دعوی ابراہیم در معاش منقسمہ درست می گردد یا نہ و فی زماننا حکام سرکار آصفیہ
حصہ در ملک مشروط الخدمت می کنند این چہ جواب موافق کتب ہای معتبر و فقہ ہائے مسجل زیر سطور ہذا زیب
و مزین خواہند فرمود بینوا توجروا۔

الجواب ملکے کہ زید قابض را از سرکار عطا شد اگر سرکار زید را مالک کردہ است بعد وفات در و میراث جاری
خواہد شد و ہمہ وارثانش مستحق حصص خودہا خواہند شد و اگر آن ملک از سرکار بمقابلہ ہمین خدمت است پس ہر کہ
بر آن خدمت مقرر باشد ہمان مستحق است بشرط اذن سرکار آصفیہ و در و میراث جاری نخواہد شد۔ واللہ اعلم
فقط۔ ۲۳ جمادی الثانیہ ۱۳۳۱ھ

سوال باپ نے بذریعہ حلال یا حرام کچھ مال حاصل کیا تھا بیٹوں کو تحقیقی طور سے معلوم ہوا کہ ذریعہ حرام سے مال
حاصل کیا اس صورت میں بیٹوں کو وہ مال لینا حلال یا حرام۔

الجواب ہرچند بعض فقہانے مطلقاً مال حرام کو وارث کے لیے حلال کہا ہے لیکن یہ روایت صحیح نہیں مفتی بہ
اور معتمد یہ ہے کہ اُنکے لیے بھی حرام ہے پس اگر ارباب حقوق ورثہ کو معلوم ہیں تو اگر بعینہٖ انکی چیز محفوظ ہو اُس کو
ورنہ اُسکی قیمت واپس کر دیں اور اگر معلوم نہیں تو اگر مال حرام معین اور متمیز ہے تو اُس کو مالک کی نیت سے
تصدق کر دیں اور اگر مخلوط غیر متمیز ہے تو اگر اُسکی مقدار قیمت معلوم ہے اُس کو تصدق کر دیں ورنہ تخمینہ
کرکے تصدق کریں انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں مواخذہ نہوگا۔ لاناخذ بہذہ الروایۃ و ہو حرام مطلقاً
علی الورثۃ فتنبہ در مختار قال الشامی بعد البحث الطویل الحاصل انہ ان علم ارباب الاموال وجب ردہ علیہم
والا فان علم عین الحرام لا یحل لہ و یتصدق بہ بنیۃ صاحبہ وان کان مالا مختلطاً مجتمعاً من الحرام والحلال ولا یعلم
اربابہ ولا شیئا منہ بعینہ حل لہ حکما والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ انتہی فی الدر المختار علیہ دیون و مظالم جہل اربابہا
فعلیہ التصدق بقدرہا و سقط عنہ المطالبۃ فی العقبی واللہ اعلم صفر ۱۳۳۲ھ

سوال رمضانی بیگم فوت شد و یک دختر برادر و یک پسر خواہر و یک دختر خواہر دیگر کہ ہمہ ازینہا بالغان
بودہ اند بگذاشت اندرین صورت بچہ طور ترکہ میت خواہد گشت۔

الجواب

مسئلہ ۔۔۔ رمضانی بیگم

بنت اخ	ابن اخت	بنت اخت
۲	۱	۱

جواب دیگر

مسئلہ ۔۔۔ رمضانی بیگم

بن اخت	بنت اخ	بنت اخت
۲	۱	۱

جواب دیگر

مسئلہ تصحیح من ۱۲ ۔۔۔ رمضانی بیگم

بنت اخ	ابن اخت	بنت اخت
۶ ۲	۴ بینہما اثلاثا	۲

تقسیم ذوی الارحام

اقول مستعینا و مسلما یہ ورثہ ذوی الارحام صنف ثالث سے ہین اور قرب الی المیت اور ولد بنت عصبہ و قوت قرابت مین برابر لیکن مختلف الاصول ہین اس صورت مین امام ابو یوسف رح ابدان فروع کا لحاظ کر کے للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم فرماتے ہین اور امام محمد رح اصول پر تقسیم کر کے ذکور کو ایک طائفہ اناث کو ایک طائفہ فرض کر کے ہر ایک کے فروع کو للذکر مثل حظ الانثیین دیتے ہین و ان کانوا من بنی الاعیان او بنی العلات او بنی الاخیاف یقسم علی الابدان عند ابی یوسف رحمہ اللہ وکذلک محمد رحمہ اللہ ان اتفقت اصولہم والا فیقسم علی الاصل بالخلاف ثم یجعل الذکور طائفۃ والاناث طائفۃ علی قیاس ما سبق من الشیخ والعلوی ۱۲ پس جواب ثانی بنا بر مذہب ابو یوسف رح کے صحیح ہی اور جواب ثالث بنا بر مذہب محمد رح کے صحیح ہے اور جواب اول دونون کے خلاف ہے اور دونون مذہبون کی تصحیح و ترجیح مین اختلاف ہی کما یظہر لمن نظر ضیاء السراج لیکن صاحب سراجی نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے وقول محمد رح اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی اھ قال الشیخ فالعمل بہ اولی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب والحج فی کل باب من شان رب الارباب ۲۶ محرم جمعہ ۵ شنبہ ۱۳ھ

سوال علماء دین متین اس صورت مین نزدیک شریعت کے کیا فرماتے ہین ۔ سوال اول شیخ بشارت علی نے زوجہ اولے کے سامنے مقام راجگڈہ سے روپیہ بصیغہ نوکری پیدا کر کے ایک حویلی پختہ طیار کرائی اور ایک نشستگاہ اور ایک ہنلخانہ خرید کیا اور زوجہ اولے سے دو لڑکیاں پیدا ہوئین اور زندہ ہین زوجہ مذکورہ نے انتقال کیا ۔ سوال دوم بشارت علی نے بعد انتقال زوجہ اولے کے نکاح ثانی کیا اور

اُس سے دو پسر اور ایک دختر پیدا ہوئی اور شیخ صاحب نے انتقال کیا اور بمقام سندھ سے روپیہ حاصل
کیا اور وہ روپیہ حوالہ زوجہ ثانیہ رہا اور دختر زوجہ ثانیہ نے بعد انتقال شیخ صاحب مذکور کے انتقال کیا بعد
انتقال شیخ صاحب مذکور کے زوجہ ثانیہ نے اُسی روپیہ سے جائداد اپنے نام سے خرید کی۔ سوال سوم ہر دو
زوجہ کا مہر حسب دستور شیخ زادگان مبلغ پانچ پانچ ہزار روپیہ کا مقرر ہوا۔ سوال چہارم کچھ جائداد جدی
شیخصاحب موصوف نے چھوڑی اب اس صورت میں ورثہ زوجہ اولے کو کسقدر حصہ پہونچتا ہے اور ورثہ
زوجہ ثانیہ کو کس قدر حصہ پہونچتا ہے اور جو جائداد زوجہ اولی کے سامنے مندرجہ سوال ۲ پیدا کی یا طیار
کرائی اُس میں کسقدر ورثہ ہر دو زوجہ کو پہونچتا ہے یا نہیں اور جو جائداد زوجہ ثانیہ نے بعد انتقال شیخصاحب
مذکور خرید کی اُس میں بھی ورثہ زوجہ اولی کو پہونچتا ہے یا نہیں اور اگر زوجہ ثانیہ دعوی کرے کہ مجکو بطور ہبہ
روپیہ دیا ہے تو اُسکے ذمہ گواہ لانے لازم ہیں یا نہیں۔

الجواب جو روپیہ شیخ بشارت علی نے زوجہ ثانیہ کو حوالہ کیا ہے بحکم عرف وہ امانت ہے صرف حوالہ
کرنے سے ملک نہیں ہوجاتا اور اگر وہ دعوی ہبہ وغیرہ کا کرے تو گویا ملکیت شوہر کا اقرار کر کے مدعی انتقال
ملک کی ہے پس گواہ لانے اسپر لازم ہیں فی الشامی فی بحث اختلاف الزوجین فی متاع البیت ہکذا و فی
البدائع وہذا کلہ اذا لم تقر المرأۃ ان ہذا المتاع اشتراہ فان اقرت بذلک سقط قولہا لانہا اقرت بالملک لزوجہا
ثم ادعت الانتقال الیہا فلا یثبت الانتقال الا بالبینۃ انتہے وکذا اذا ادعت انہا اشترتہ منہ کما فی الخانیۃ ولا یخفے
انہ لو برہن علی شرائہ کان کاقرارہ بشرائہ فلا بد من بینتہ علی الانتقال الیہا منہ بہبۃ ونحو ذلک ولا یکون استمتاعہا
بمشریہ ورضاہ بذلک دلیلا علی انہ ملکہا ذلک کما تفہمہ النساء والعوام وقد افتیت بذلک مرارا بحر ۱۲ شامی جلد
رابع صفحہ ۴۴۳ پس کسی شخص دانا کو حکم مقرر کر کے اُسکے روبرو اپنے اس دعوی پر بینہ یعنی گواہ گذرانے اگر وہ
بینہ نہ لاسکے تو جو ورثہ اُس سے نزاع اور مطالبہ روپیہ کا کرتے ہیں وہ اُس حکم کے سامنے یہ قسم کھاویں کہ
قسم خدا کی ہم کو معلوم نہیں کہ شوہر نے اس کو یہ روپیہ ہبہ کیا ہو۔ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر الحدیث
وفی الدر المختار مع الشامی التحلیف علی فعل نفسہ یکون علی البتات ای القطع بانہ لیس کذلک والتحلیف علی فعل غیرہ
یکون علی العلم ای انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل بہ غیرہ انتہی جلد رابع صفحہ ۴۳۶ پس اگر اُنھوں نے قسم
کھالی تو دعوی زوجہ ثانیہ کا مسموع نہوگا اور وہ امانت ہی قرار دیجاویگی اور اُس میں میراث جاری
ہوگی یعنی کل مال متروکہ مع اُس روپیہ کے میراث قرار دیکر حسب تخریج ذیل کل ورثہ میں بقدر حصص تقسیم

ہوگا البتہ اگر وہ اپنے مہر مین رکہنا چاہے بشرطیکہ شیخ بشارت علی نے مہر ادا نہ کیا ہو اور نہ اُس نے معاف کیا ہو تو بقدر پانچ ہزار روپیہ کے رکھ سکتی ہی اُس مین کسی کو دعوی نہین پہونچتا اور اسی طرح زوجہ اولی کا مہر بھی بشرط عدم ادا و عدم ابرا اُسی مال متروکہ مین سے نکالا جاویگا مگر چونکہ وہ شوہر کے سامنے مرگئی ہی اس لیے چوتھائی حصہ یعنے منجملہ پانچہزار روپیہ کے ایک ہزار دوسو پچاس روپیہ شوہر کو میراث مین آکر معاف ہوگیا تین چوتھائی باقی یعنی تین ہزار سات سو پچاس روپیہ اسی مال متروکہ مین سے نکال کر زوجہ اولی کے وارثون کو یعنی اُسکی دونون لڑکیون کو اور جو کوئی اُس کا شرعًا وارث ہو اُنکو ازروی فرائض تقسیم کیا جاویگا پس اب دیکھنا چاہیئے کہ ترکہ مین دونون مہر نکال کر اگر حساب برابر ہو جاتا ہی یا کمی رہتی ہی تو اور ورثہ بالکل محروم ہین اور اگر کچھ باقی رہتا ہے تو اُس باقی مین اور ورثہ بحسب تخریج ذیل شریک ہون گے تخریج حصص کل ورثہ یہ ہے

مسئلہ ۹۶

شیخ بشارت علی مورث

زوجہ ثانیہ	بنت من الاولی	بنت من الاولی	ابن من الثانیہ	ابن من الثانیہ	ابن من الثانیہ
الف	بے	جیم	دال	ہے	واؤ
۱/۱۲	۱/۱۲	۲/۲۴	۲/۲۴	۲/۲۴	(۱)

ثم مسئلہ ۶ — ابن من الثانیہ تو واؤ

ام	اخ لاب وام	اخت لاب وام	اخت لاب	اخت لاب
الف	دال	ہے	بے	جیم
۱/۶	۵	۵	۴	۴

الاحیاء المبلغ ۹۶

الف	بے	جیم	دال	ہے
۱۴	۱۲	۱۲	۲۹	۲۹

یعنی بعد تقدیم ما یجب تقدیمہ شرعًا من التجہیز والتکفین وادار الدین کالمہر وغیرہ وتنفیذ الوصیۃ من الثلث ترکہ شیخ بشارت علی مورث کا اس طرح تقسیم ہوگا کہ منجملہ چھیانوے سہام کے زوجہ ثانیہ کو چودہ ایک بنت الاولے کو بارہ دوسری بنت الاولے کو بارہ ایک ابن الثانیہ کو انتیس دوسرے ابن الثانیہ کو انتیس ملین گے واللہ اعلم وہو یقضی بالحق فقط ۱۴ محرم ۱۳۱۱ ہجری

تحقیق حیات خضر علیہ السلام

سوال خواجہ خضر علیہ السلام در قید حیات ہین یا نہین پانچوین مذہب والے کہتے ہین کہ نہین اگر حیات ہوتے تو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیون نہ کرتے اس کا جواب رقم فرمادین

الجواب حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کا زندہ رہنا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک ثابت

ہے چنانچہ بعد وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے پاس تشریف لائے اور تعزیت فرمائی اور حضرت ابو بکر صدیق و حضرت علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے چنانچہ روایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے ودخل رجل اشہب اللحیۃ جسیم صبیح فتخطی رقابہم فبکی ثم التفت الی الصحابۃ رضی اللہ عنہم فقال ان فی اللہ عزاء من کل مصیبۃ وعوضا من کل فائت وخلفا من کل ہالک فالی اللہ انیبوا والیہ فارغبوا ونظرہ الیکم فی البلاء فانظروا فانما المصاب من لم یجبر وانصرف فقال ابو بکر وعلی رضی اللہ عنہما ہذا الخضر علیہ السلام ۱۲ اس یعنی مستدرک حاکم ظفر جلیل ترجمہ حصن حصین حاشیہ متن حزب پنجم صفحہ ۱۲ اور اب تک زندہ ہونے پر تمام اہل باطن و صلحاء کا اتفاق ہے اور ہمیشہ ایسے لوگوں سے ملاقات کرتے رہے اور کرتے ہیں مولوی نظامی فرماتے ہیں مرا خضر تعلیم گر بود دوش اور اکثر بزرگوں سے حکایات بمنزلہ خبر متواتر انکے زندگی کے منقول و مشہور ہیں ۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم ۔

(خط ہدایت بنط نزد عزیزیکہ شکایت عوام از بے طاقتی کرد)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپ کا الطاف نامہ آیا مکرر لکھتا ہوں کہ جس کام کو آپ نے اختیار کر رکھا ہی یعنی امر بالمعروف دو حال سے خالی نہیں یا اس کا تحمل ہے یا نہیں اگر تحمل ہے تو پھر عوام کی شکایات نے معنی جتنا وقت اس حکایت شکایت میں صرف کیا جاتا ہے اپنے کام میں کیوں نہ صرف کیا جاوے اور اگر تحمل نہیں تو اسکو ترک کر دینا چاہیے کہ صرف مستحب کے لئے اس قدر صعوبت برداشت کرنا ضروری نہیں ؎

سر مدگلہ اختصار می باید کرد ✦ یک کار ازین دو کار میباید کرد ✦ یا تن برضائے دوست میباید داد ✦ یا قطع نظر زیار می باید کرد

فقط کتبہ اشرف علی از تھانہ بھون

سوال لفظ مولیٰ بمعنے اولےٰ بالتصرف در کلام عرب منقول است یا نہ و نیز در کتب لغت معنی مولےٰ محبوب ہم آمدہ است یا باین معنی مساسی ندارد اگر آمدہ است در کدام لغت باید جست بینوا توجروا ۔

الجواب در منتہی الارب است مولی خداوند و بندہ و آزاد کنندہ و آزاد کردہ و ہمنشین و قریب و نزدیک و دوست و ہمسایہ و ہم سوگند و پسر و برادر و بہمان فرود آیندہ و انباز و پسر خواہر و یاد دہ مددگار و صاحب و پرورندہ و نعمت دہندہ و نعمت دادہ شدہ و مہربان و پیرو و داماد و شوی خواہر مرد و خسر انتہی مختصراً معنی اولےٰ بالتصرف از نظر نگذشتہ و معنی دوست از منتہی مذکور شد واللہ اعلم ۔

سوال جس مسجد میں تاوان و ڈنڈ کے پیسے صرف کیے گئے ہوں یعنے اسکی تعمیر میں وہ تاوان یہ ہے کہ کسی شخص کو عوض جرمیت ڈنڈ کیا اور چرم قربانی کا پیسا اور دم کا و عقیقہ کے چرم کا اور نکاح کا مسجد میں لگایا جا

ہے یا نہیں اور اس مسجد میں نماز ہوتی ہے یا نہیں

الجواب جرمانہ ہمارے علماء حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں تو اسکی آمدنی جائز نہو گی فی الدر المختار لا باخذ مال فی المذہب الی قولہ فی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اھ اس لئے ایسا روپیہ مسجد میں لگانا جائز نہیں اور چرم قربانی کی قیمت کا تصدق واجب ہے فی الدر المختار والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع وفیہ (ای الہبۃ) تملیک العین مجانا اور مسجد میں لگانے سے تملیک نہیں ہوتی لہذا وہ بھی مسجد میں صرف نہیں ہو سکتا اور لفظ دم عام ہے اگر سوال میں تعیین کیجاوے تو جواب ہو سکتا ہے۔ اور عقیقہ میں احکام قربانی کی رعایت مستحب ہے تو اس اعتبار سے اسکے چرم کی قیمت مسجد میں صرف کرنا خلاف اولی ہوگا اور نکاح پر اجرت لینا جائز ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو طاعۃ مخصوص باہل اسلام نہو اسپر مثل مباحات اخذ اجرت جائز ہے اور نکاح ایسا ہی ہے اس لئے مالک اگر اپنی خواہش سے مسجد میں لگانا چاہے جائز ہے خلاصہ یہ ہوا کہ جرمانہ اور قیمت چرم قربانی کا مسجد میں لگانا جائز نہیں اور چرم عقیقہ کی قیمت لگانا خلاف اولی ہے اور اجرت نکاح کا لگانا جائز ہے واللہ اعلم۔ ۱۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال ترکہ مرحوم کی آمدنی حاجی۔۔۔۔۔ صاحب شوہر مسماۃ۔۔۔۔۔۔ دختر مرحوم ہی نے وصول کرکے اپنی رضامندی سے بلا کسی شرط کے مسماۃ۔۔۔۔ کو سرکاری مالگذاری مسماۃ مذکورہ سے لیکر دی آیا یہ اسکے حق میں محسوب ہوگا یا مرحوم کا اسکے ذمہ قرض رہے گا یا کیا صورت ہوگی۔

الجواب کسی ذی حق کو کچھ دینے کی کئی صورتیں ہیں ایک[1] یہ کہ اس کا جنس حق دیا اور حق سے زائد نہیں دیا اسمیں اس کا حق ادا ہوگیا دوسرے[2] یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا اور تصریح کردی کہ زائد قرض ہے اس میں بقدر واجب حق ادا ہوگیا اور زائد قرضہ رہا تیسرے[3] یہ کہ جنس حق دیا اور زائد دیا۔ اور تصریح قرضہ کی نہیں کی تو بقدر واجب حق ادا ہوگیا اور زائد احسان ہوا چوتھے[4] یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح کردی کہ تمہارے حق واجب کے عوض میں دیا جاتا ہے تو اس میں اس کا حق ادا ہوگیا جس قدر مقدار حق کے عوض میں دینے کی تصریح ہوئی ہے اور دونوں رضامند ہوگئے ہیں پانچویں[5] یہ کہ غیر جنس حق دیا اور یہ تصریح نہیں کی تو اس میں یہ دینے والے کا احسان ہوا اصل حق باقی رہے گا پس ان صورتوں میں سے جو واقع ہوئی ہو ویسا حکم ہوگا۔ استیعاب صور کے لیے شجرہ مذکور ہے۔

ف یعنی قربانی وغیرہ کو عوض مالی سے منسوخ کیا جاوے تفصیل اسکی رسالہ الحق الصراح میں ہے ۱۲ منہ

ف صور متعددہ درادائے حق

عطار ذی حق

بعض حق — غیر جنس

زائد دیا — غیر زائد دیا

تصریح قرض کی — عدم تصریح قرض — حق ادا ہوگیا

قرض مین محسوب ہوگا — تبرع

تصریح مبادلہ

تحقیق مسئلۂ تبدل ملک

سوال یون مشہور ہے کہ تبدل ملک سے اور دام دینے سے حرمۃ زائل ہوجاتی ہے یہ صحیح ہے یانہین۔

الجواب تبدل ملک سے تبدل عین کا ہوجانا اسکے یہ معنی نہین جو عوام سمجھے ہین بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کسی خاص طریقہ سے کوئی چیز آئی جو اُس شخص کے لیئے وہ طریقہ حلال تھا لیکن اس طریقہ سے اگر دوسرے شخص کے پاس آتی تو اسکے لیے حلال نہوتا اب اس شخص نے اُس دوسرے شخص کو کسی دوسرے طریق سے وہ چیز دی جو کہ اُس دوسرے شخص کے لیے بھی حلال ہے سوا بین اُس پہلے طریقہ پر لحاظ نہ کیا جاویگا اور اس کا اثر باقی نہ رہے گا مثلاً غنی کو صدقہ لینا حرام ہے مگر کسی فقیر کو کوئی چیز صدقہ مین ملی اور اس نے ہدیۃً اُس غنی کو دی اب اسکے لیے حلال ہوگی گویا یہ دوسری چیز ہوگی یہ مطلب ہے اس قاعدہ کا اسی طرح جو مشہور ہے کہ دام دینے سے حرمۃ زائل ہوجاتی ہے یہ تو بالکل ہی غلط ہے فقط

حکم اموال حرام

سوال رنڈی جواری خانا باز یعنی کسب حرام والے تائب ہوکر اگر چاہین کہ اپنے مال کو خدا کی راہ مین صرف کرین تو اسکی کیا صورت ہے اگر خدا کی راہ مین صرف ناجائز ہو تو کیا کرے جلادے ڈبادے اور کوئی شرعی حیلہ حلال کرنے کا ہے یانہین بعض اپنا حلال روپیہ ان حرام روپیہ مین ملا کر زمین خرید لیتے ہین یہ حیلہ کیسا ہے۔

الجواب وہ مال حرام رہتا ہے جو لوگ فقر وفاقہ سے بہت پریشان ہوں ایسوں کو وہ مال بہ نیت دفع حاجت دینا چاہیئے نہ بہ نیت حصول ثواب اور اگر وہ شخص جس سے وہ مال ان لوگوں کو حاصل ہوا ہے وہ بالتعیین وبالتخصیص معلوم ہو تو اُس کو واپس کردینا چاہیئے اور حرام کو حلال کرنے کے لیے کوئی حیلہ مفید نہیں اگر دوسرے روپیہ میں ملایا تو حصّہ رسد اسکے نسبت سے اُس میں بھی حرمة وخباثت پیدا ہو جاویگی اور اسی طرح جو چیز اس سے خریدی اُسمیں بھی فقط واللہ تعالےٰ اعلم

سوال اگر زنے حاملہ انتقال نماید پس بوقت قیام قیامت حشرش بچہ صورت خواہد شد درین امر اختلاف فضلاست بعضے می گویند کہ حشرش بلا تجرید حمل خواہد شد و وضعش عند الصراط خواہد شد وبعضے می گویند کہ از حملش تجرید گشتہ حشرش خواہد شد و وضعش در قبرش خواہد شد۔

الجواب درین باب دلیلے صریح از کتاب وسنت بنظر نیامدہ لیکن ظاہر آیت وتضع کل ذات حمل حملہا علی التفسیر الراجح وظاہر حدیث کما تموتون تحشرون مشعر آن ست کہ زنان حاملہ در قیامت حاملہ محشور خواہند شد واز ہول قیامت وضع خواہند نمود واللہ اعلم باحوال عبادہ ۲۰ رجمادی الاخرے ۱۳۲۱ھ

سوال ان دنوں ایک کتاب شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں چھپکر گورکھپور سے شائع ہوئی ہے اسکی روایات دیکھکر مجھے یہ کہنے کی جرأت ہوتی ہے کہ یہ کتاب کسی پیر پرست جاہل کی تصنیف ہے جس نے وقعت قائم کرنے کے لیے کتاب کو بڑے لوگونکی طرف منسوب کردیا ہے یہ کتاب میں ارسال خدمت کرتا ہوں اسکی پوری لغویت تو اسکے ملاحظہ سے ہی معلوم ہوگی مگر بطور مشتے نمونہ از خروارے ایک روایت لکھتا ہوں قطب یونینی نے مختصر المرأۃ میں شیخ ابو سعید قیلوی رح سے روایۃ کی ہے فرمایا کہ میں نے حضرت کی مجلس عالی میں انبیا علیہم السلام کو ایک بار سے زیادہ دیکھا پیغمبرونکی مبارک روحوں کو آسمان وزمین کے درمیان پھرتے ہوئے دیکھا جس طرح فضا رکائنات میں ہوا چلتی ہے مردان غیب کو دیکھا کہ دوڑکر مجلس عالی میں حاضر ہوتے تھے خضر اکثر حاضری دیتے تھے میں نے سبب پوچھا تو کہا جسکو فلاح حاصل کرنا ہو حضرت کی ملازمت اختیار کرے ص۲۹ میں دیکھتا ہوں کہ جہلا تو جہلا بعض سادہ مزاج علما بھی اس کتاب کو بڑے لوگونکی طرف منسوب دیکھ کے ان روایات کو صحیح جانتے ہیں اس لیے بنظر خیر خواہی اسلام عرض پرداز ہوں کہ جس طرح اصلاح ترجمہ دہلویہ اصلاح ترجمہ مرزا حیرت وغیرہ تحریر فرماکے جہلا وعلما کے مذہب کی حفاظت فرمائی گئی ہے اسکی بھی اصلاح تحریر فرماکے جہلا وعلما کے مذہب کی حفاظت فرمایئے۔

ه اور اپنی طرف سے دینے کی نیت نہ کرے بلکہ اہل حقوق کی طرف سے [illegible]

ه توضیح بعض مضامین منسوب بہ شیخ عبد القادر جیلانی رح

الجواب بجز احادیث کے کہ انمین سند کافی کا نہونا حکم بالوضع ظناً کے لیے کافی ہے دوسرے قصص و حکایات مین جب تک کہ امتناع عقلی یا امتناع شرعی پر دلیل قائم نہو یقیناً تکذیب و انکار کرنا مشکل ہے اور اس امتناع کا حکم بعد تبحر و مہارت علوم شرعیہ و فنون عقلیہ کے ہو سکتا ہے ورنہ اکثر نظر ظاہری مین مستبعدات کو مستحیلات سمجھکر انکار کر دیا جاتا ہے یہ قاعدہ کلیہ معیار کافی ہے باقی مجھکو متن و حواشی کے مفصل دیکھنے کی فرصت نہین جہان جہان ایک آدہ جگہہ دیکھا ہے وہان میری نظر مین ایسا کوئی امر نہین گذرا جس مین صحت کی توجیہ نہو سکے اور شبہات ضعیف معلوم ہوئے اور اگر کوئی مضمون ایسا ہو بھی تو مفصل مواخذہ اسکا کرنا محتاج فرصت ہے اور ترجمہ قرآن کی اور بات ہے کہ اسپر مدار ایمان ہے اور اگر ہر رسالہ کی تحقیق کیجاوے تو آدمی کسی کام ہی کا نہ رہے طلب حق کے لیے قاعدہ معیار یہ کافی ہے ۔

شبہات مستفتی متعلقہ جواب مندرجہ بالا مع جواب

نوازش نامہ مین جو قاعدہ کلیہ معیار یہ تحریر فرمایا گیا ہے اُسکے عمدہ ہونے مین کیا کلام ہو سکتا ہی لیکن بہ تقاضائے بشریت اُس مین خادم کو جو شبہات واقع ہوگئے ہین اُنکو بعد مین لکھے گا پہلے یہ عرض کرتا ہی کہ اس کتاب پر جو شبہات کیئے گئے اُن کا منشا ر کیا تھا کئی سال ہوئے ہندوستان مین ایک اشتہار شائع ہوا تھا اُس کا خلاصہ یہ تھا کہ شیخ عبداللہ مجاور روضۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ حضرتؐ فرماتے ہین کہ اے عبداللہ اس سال میری امت مین سترہ لاکھ آدمی مرے جن مین صرف ۷ با ایمان باقی بے ایمان اسلیئے امت کو آگاہ کردے کہ اعمال صالحہ مین سعی کرین اس اشتہار کے ساتھ ساتھ دو باتین اور بھی شائع ہوئی تھین کہ شہر سورت کے بعض لوگون کا اعتقاد ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم ارواح مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا دودہ پیا ہے اور اُنھون نے حضرت ملک الموت سے زنبیل ارواح چھین لی انتہے مختصراً ان تینون باتون کا جواب اُسی زمانہ (زمانہ قیام کانپور) مین غالباً جناب والا نے ارقام فرمایا تھا اور یہہ جواب مولوی صادق الیقین صاحب کے نام سے اشتہار کی صورت مین شائع ہوا تھا پہلی بات کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ ۱۷ لاکھ آدمیون مین بہت سے نا بالغ بچے بھی ہونگے جو مکلف شرعی نہین اُنکے بے ایمان مرنے کے کچھ معنے نہین دوسری بات کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ روح کے منھ نہین ہوتا اور

حضرت عائشہؓ کے دودھ نہ تھا تیسری بات کا خلاصہ یہ تھا کہ ملک الموت سے زنبیل ارواح چھیننے کی
کیا ضرورت تھی اگر حضرت عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو زنبیل ارواح لینے اور ملک الموت کو دینے کا حکم ہوا
تھا تو وہ خود ہی دیدیتے چھیننے کی ضرورت نہ تھی اور اگر دینے کا حکم نہیں ہوا تھا تو نہ ان کو لینے کا اختیار
تھا نہ اُن کو دینے کا ان تینوں باتوں کے جواب سے جو نتیجہ احقر نے نکالا وہ یہ ہے کہ جو بات عقلاً یا شرعاً مستبعد ہو
اُس کو مستحیل سمجھ کے اُس کو تکذیب کرنا صحیح ہے اُس میں توجیہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں اگر توجیہ
کی ضرورت ہوتی تو جناب والا ہر ایک کی عمدہ سے عمدہ توجیہ کر سکتے تھے اور اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا
کہ قصص وحکایات کا جب تک عقلاً یا شرعاً قوی دلائل سے ثبوت نہو اُس وقت تک اُنکی تکذیب
کرنا صحیح ہی ممکن تھا کہ پہلی بات کی یوں توجیہ کیجاتی کہ شیخ عبداللہ مجاور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو خواب دیکھا وہ صحیح ہے کیونکہ اسکے امتناع پر کوئی دلیل عقلی یا شرعی قائم نہیں رہی یہ بات کہ
الا کہ میں بہت سے نابالغ بچے بھی ہونگے جو مکلف نہیں اُنکے بے ایمان مرنے کی کچھ معنے نہیں
اس کا جواب اس حدیث سے نکل سکتا ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی جنازۃ صبی من الانصار فقلت یا رسول اللہ طوبی لہذا عصفور من عصافیر الجنۃ لم یعمل السوء ولم یدرکہ
فقال او غیر ذلک یا عائشۃ ان اللہ خلق للجنۃ اہلا خلقہم لہا وہم فی اصلاب آباہم وخلق للنار اہلا خلقہم لہا وہم
فی اصلاب آباہم رواہ مسلم مشکوۃ باب الایمان بالقدر الفصل الاول دوسری بات کی توجیہ یوں کیجاتی کہ
حضرت عبد القادر رحمہ نے عالم ارواح میں حضرت عائشہ رضؓ کا دودھ پیا ہے رہی یہ بات کہ روح کے منہ
نہیں ہوتا اور حضرت عائشہ رضؓ کے دودھ نہ تھا اس کا جواب اس تقریر سے نکلسکتا ہے کہ دودھ کو علم سے
باطنی مناسبت ہے جیسا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یقول بینا انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتی انی اری الری یخرج فی اظفاری ثم اعطیت فضلی
عمر بن الخطاب قالوا فما اولتہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال العلم متفق علیہ مشکوۃ باب مناقب عمر
الفصل الاول اور روح سے فیض کا حاصل کرنا صوفیہ کے نزدیک مجرب ہے مطلب یہ ہوا کہ حضرت
عبد القادر رحمہ نے حضرت عائشہ کی روح سے فیوض علمیہ حاصل کیئے تیسری بات کی توجیہ یوں کیجاتی ہی
کہ حضرت عبد القادرؒ نے حضرت ملک الموت سے زنبیل ارواح چھین لی رہی یہ بات کہ اُن کے چھیننے کی
کیا ضرورت تھی الی آخرہ اس کا جواب اِس تقریر سے نکل سکتا ہے کہ بعض مومن اللہ تعالی کے نزدیک

ملائکہ سے بھی زیادہ اکرم ہین جیسا حدیث مین آیا ہی کبھی اس اکرسیت کو اللہ تعالیٰ ملائکہ پر اس عنوان سے ظاہر فرماتا ہے چنانچہ اسکی تفسیر حدیث مین موجود ہی وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء ملک الموت الی موسی بن عمران فقال لہ اجب ربک قال فلطم موسی عین ملک الموت ففقأها قال فرجع الملک الی اللہ فقال انک ارسلتنی الی عبد لک لا یرید الموت وقد فقأ عینی الی آخرہ متفق علیہ مشکوٰۃ باب بدء الخلق و ذکر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام الفصل الاول حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ نبی اولوالعزم تھے اسلئے اُنھون نے طمانچہ مارا اور آنکھ پھوڑ ڈالی حضرت عبدالقادر رح چونکہ ولی تھے (نبی کے برابر کرامت نرکھتے تھے) اس لئے زنبیل ارواح چھین لی زیادہ کچھ نہ کر سکے پہلے استفتا مین اس کتاب کی ایک روایت لکھی تھی جناب والا نے اُسکی کوئی توجیہ نفرمائی گو قاعدہ کلیہ معیاریہ کے تحریر فرمانے کے بعد جزئیات کی طرف توجہ فرمانے کی ضرورت نہ تھی مگر توجیہ دیکھنے سے خادم کو اس کا موقع ملتا کہ اُسی قسم کی توجیہین اور روایات مین کرتا پہلے استفتا مین خادم نے صرف روایت نقل کر دی تھی اُسپر اپنے شبہات نہین عرض کیئے تھے ابکی ایک پرچہ مین وہ روایت اور اپنے شبہات قلمبند کردیئے ہین لفظ **قال** کے بعد روایۃ کے الفاظ ہین اور لفظ **اقول** کے بعد خادم کا شبہہ ہی اگر جناب والا نے توجہ فرمائی تو خادم کو توجیہ کرنے کا عمدہ انداز معلوم ہوجاویگا اب قاعدہ کلیہ معیاریہ و شبہات ہین اور جنکی وجہ سے دو ہفتون سے سخت خلجان مین گذرتی ہو عرض کئے جاتے ہین قاعدہ کلیہ کے الفاظ یہ ہین۔ دوسرے قصص وحکایات ہین جب تک کہ امتناع عقلی یا امتناع شرعی پر دلیل قائم نہو یقیناً تکذیب وانکار کرنا مشکل ہے (**شبہہ**) تمام قصص وحکایات بمنزلہ دعاوی ہین اور ہر دعوے کے اثبات پر دلیل عقلی یا شرعی قائم کرنے کی ضرورت ہی نہ اُسکے امتناع پر پھر یقیناً تکذیب وانکار کرنے کی ضرورت نہین ظناً کافی ہی جیسا تمام دعاوی مین ہوتا ہے اگر امتناع ہی پر دلیل عقلی یا شرعی قائم کرنے کی ضرورت سمجھی جاویگی تو صحیح بات کا دریافت ہونا قیامت ہی جاویگا ورنہ ہزارون لاکھون غلط باتون کو صحیح ماننا پڑے گا یا اُن سے سکوت کرنا پڑے گا مثلاً خادم ایک غلط قصہ بیان کرے اور کہے امام غزالی رح نے اپنی بعض تصانیف مین نہایت صحیح سند سے لکھا ہے کہ حضرت یوسف کے زمانہ حکومت مین مصر کے تمام شہرون مین ریل اور تار برقی جاری ہوگیا تھا یا کہے حضرت عبدالقادر رح اور امام ابوحنیفہ رح سے عالم برزخ سے مناظرہ ہوا کہ قرأت فاتحہ خلف الامام

مین مذہب حق کیا ہے" مناظرہ مین حضرت غبدالقادرؒ کو غلبہ ہوا اور اُنھون نے ثابت کر دیا کہ اس باب
مین امام احمد بن حنبلؒ رح کا مذہب حق ہے اسطرح کی لاکھون کروڑون قصے تصنیف ہو سکتے ہین جو
فی نفسہ غلط ہون مگر اُنکے امتناع پر نہ کوئی دلیل عقلی قائم ہوسکتی ہے نہ دلیل شرعی اسکے بعد قاعدہ
کلیہ معیاریہ مین یہ الفاظ ہین" اور اس امتناع کا حکم بعد تبحر و مہارت علوم شرعیہ و فنون عقلیہ کے ہوسکتا
ہے" اسپر یہ شبہہ ہے کہ فی زماننا تبحر تو عنقا صفت ہے اور ایسے حضرات بھی قریب قریب سات ہی یا
آٹھ کے ہین جو علوم شرعیہ و فنون عقلیہ دونون مین مہارت رکھتے ہین مثلاً جناب والا ہین جناب
مولوی رشید احمد صاحب ہین جناب مولوی محمود حسن صاحب ہین جناب مولوی احمد حسن صاحب
امروہوی ہین جناب مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈہی ہین جناب مولوی عبد الحق صاحب کابلی قاضی
بھوپال ہین جناب مولوی عین القضاۃ ہین ان حضرات کے علاوہ شاید دو چار اور بھی نکلین باقی
حضرات علماء ایسے ہین کہ کسیکو تو صرف علوم شرعیہ مین مہارت ہے فنون عقلیہ مین نہین مثلاً جناب
مولوی محمد یحییٰ صاحب مفتی بھوپال جناب مولوی حافظ عبد العزیز صاحب نائب مفتی بھوپال وغیرہ
کسیکو صرف فنون عقلیہ مین مہارت ہے علوم شرعیہ مین نہین مثلاً جناب مولوی فاروق صاحب
چریاکوٹی جناب مولوی احمد حسن صاحب پنجابی کانپوری وغیرہ اور آج کل کے ناولون کو جو بالکل عقل کے
عادت کے موافق ہوتے ہین اُن مین کوئی بات مستحیل کیا مستبعد بھی نہین ہوتی گل بکاؤلی کے قصہ کو
امیر حمزہ کے داستان کو طلسم ہوشربا کو بوستان کی حکایتون کو گلفام کے قصہ کو اور اُنکے علاوہ بہت
قصون کو یہ کل حضرات علماء کیا معمولی عربی فارسی جاننے والے شایستہ اشخاص اس حیثیت سے نہین کہ
وہ مخرب اخلاق ہین بلکہ غلط ہونے کی حیثیت سے منع کرتے ہین اور یہ نہین سُنا گیا کہ کسی شخص نے
بھی اسکو منع کرنے کو انکار کی نگاہ سے دیکھا ہو معمولی عربی فارسی جاننے والون سے بھی قطع نظر کیجا
جہلا کے گروہ مثلاً لکھنو کے افیون مدک باز وغیرہ بھی ان سب قصون کو غلط ہی خیال کرتے ہین مگر جی کو
دل بہلاؤ ہین اسلئے سُنتے ہین حالانکہ اس قاعدہ کلیہ معیاریہ کی رو سے اُن کو کوئی شخص غلط نہین
کہہ سکتا یا صحیح سمجھے گا یا اُنکی صحیح ہونے سے سکوت کریگا کیونکہ ان قصص و حکایات مین (باستثناء
بعض واقعات) تمام واقعات ایسے ہین کہ اُنکے امتناع پر نہ دلیل عقلی قائم ہوسکتی ہے نہ شرعی
خادم بھی اب تک اپنے گھر کی عورتون مردون کو ان قصص و حکایات سے منع کرتا آیا اور اب بھی

جو کوئی پوچھتا ہے کہ یہ قصص و حکایات کیسے ہیں یہی کہہ دیا جاتا ہے کہ سب جھوٹے اور فرضی ہیں اگر واقعی یہ قصص و حکایات جھوٹے اور فرضی نہیں ہیں تو انکے جھوٹے اور فرضی کہنے میں یقیناً کذب و معصیت ہے اللہ تعالے معاف فرمائے اس بارہ میں للہ خادم کی تشفی فرمائیے جب سے جناب والا کا نوادر شمامہ آیا ہم اپنی بیعلمی و کم فہمی کی وجہ سے نہایت خلجان ہے۔

الجواب اُس قاعدہ کلیہ معیار یہ میں ایک قید بنا بر علی الظہور و الشہرۃ متروک ہوگئی تھی اسی کے عدم استحضار سے سب شبہات پیدا ہوئے وہ قید یہ ہے کہ اُن قصص و حکایات کے ناقل ایسے لوگ ہوں جنکا صدق و تدین مشاہدہ یا شہادت ثقات اور اُنکے مجموعہ حالات سے مظنون ہو تو چونکہ قرآن و حدیث سے سوءظن اور مراء مسلم اور تکذیب صادق سے ممانعت آئی ہے ان احکام کے واجب العمل ہونے سے ضرورت ہوتی ہے کہ اگر ایسے لوگ کوئی امر خلاف ظاہر نقل کریں تو اُسمیں تاویل کیجاوے خواہ قریب ہو یا بعید اور یہ ظاہر ہے کہ تاویل کی حقیقت یہی ہوتی ہے کہ ظاہر سے کلام کو منصرف کرنا مگر اس کا ارتکاب ضرورت کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور یہاں ضرورت یہ ہے کہ نصوص شرعیہ واقع میں متعارض ہو نہیں سکتیں تو جہاں اُنکی مقتضیات میں صورت تعارض کی ہواس کا رفع کرنا واجب ہے مثلاً یہ بھی ثابت بالنص ہے کہ کل ما جاء بہ الرسول حق اور یہ بھی ثابت ہے کہ انتم شہداء اللہ فی الارض اور شہادت ثقات کی کسی کے صدق پر مشاہدہ سے ثابت پس مقتضاء نص کا اُسکی تصدیق ہوئی پس یہ صدق ثابت بدلیل شرعی جب تک یقینی دلیل سے مرتفع نہوگا اس حکم شرعی پر عمل کرنے کی ضرورت سے اُسکی حفاظت کرینگے اور اس حفاظت کا یہی طریق ہے کہ اُسکے اقوال کا دلیل شرعی سے معارض نہونا حتے الوسع ثابت کریں اسکی تائید کے لیئے قصہ حضرت موسے علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام کا کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو بیان فرما کر تمنا فرمائی لو صبر موسے الخ حالانکہ بظاہر افعال خضریہ معارض نصوص شرعیہ کے تھے اور اسی بناء پر حضرت موسے علیہ السلام نے انکار فرمایا تھا مگر آخر میں ظاہر ہوا کہ معارض نہ تھے اور اسی لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لو صبر فرمایا پس حاصل یہ ہوا کہ جس شخص کا کمال فی الدین یقیناً یا ظناً ثابت ہو اُس کو بدون یقین کامل کے ناقص الدین نہ کہیں گے اور جس شخص کا ابھی کمال فی الدین ہی ثابت نہیں بلکہ یا ناقص الدین ہونا معلوم ہے یا مجہول محض ہے وہاں چونکہ مدار اضطرار صرف عن الظاہر نہیں پایا جاتا لہذا ایسے شخص کی خبر جو موافق ظاہر و عادت کے ہوگی اُسکی تصدیق کرینگے ورنہ تکذیب کریں گے

خواہ قطعاً یا ظناً جیسا کہ تقتضا مقام کا ہو اس تقریر سے شیخ عبداللہ مجاور کی تکذیب اور مشائخ اہل کمال کی
تصدیق کی وجہ معلوم ہوگئی اور مجاور کے قول کی تاویل نہ کرنا اور ان حضرات کے قول کی تاویل کرنا بھی ثابت
ہوگیا پس قصہ دودھ پینے کا اگر کسی معتبر راوی سے ہے تو بیشک تاویل کرینگے ورنہ رد کرینگے اور زنبیل کی
حکایت جس ہیئت سے منقول ہے کہ اول اللہ میان سے کہا جب اُنہوں نے نمانا تب عزرائیل علیہ السلام
سے چھین لیا اس مین صریح معارضہ ہے قضا و قدر سے اس لیئے یقیناً خلاف نصوص ہے اور یہ اوپر مذکور ہو چکا
ہے کہ تاویل صورت عدم معارض یقینی مین ہے لہذا یہان تاویل نہ کرینگے اس سے شبہ اہل کذب و اہل باطن
کے اخبار و حکایات فرضیہ کے محتمل الصدق کا بھی دفع ہوگیا لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ایسے اقوال
خلاف ظاہر کا اعتقاد واجب نہین کیونکہ حجج شرعیہ مین سے نہین لیکن اُس کو کاذب و مفتری و مخالف سنت
کہنا حرام ہے یا یون کہا جاوے کہ اُنکی طرف نسبت ثابت نہین یا یون کہا جاوے لا نصدق ولا نکذب اور
جس شخص کو تبحر حاصل نہو اُسکے لیئے یہی طریق اسلم ہے اس سے تمام جزئیات کا فیصلہ آسان ہے۔

شبہات مشار الیہا قال قطب یمنی نے مختصر المراۃ مین شیخ ابو سعید قیلوی سے روایت کی ہے
کہ فرمایا کہ مین نے حضرت کی مجلس عالی مین انبیاء علیہم السلام کو ایکبار سے زیادہ دیکھا **اقول** انبیاء علیہم السلام
کی طرف اُسوقت تک کوئی بات منسوب نہین کیجا سکتی جب تک اُس کا ثبوت حدیث سے نہو جب تک حدیث
سے یہ بات ثابت نہوجاوے کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات زندونکی مجلس مین شریک ہوتے ہین اُسوقت
تک کسی کے کشف والہام کے بھروسہ پر کیونکر اس بات کا یقین کیا جا سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد
وفات زندون کی مجلس مین شریک ہوتے ہین اور اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی کا کشف یا الہام شریعت مین حجت
نہین اسکے علاوہ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی شیخ عبدالقادر جیلانی
رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس سے کروڑون درجہ عالی ہے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ
سے کروڑون درجہ عالی ہین اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہین ثابت نہین پاتے وہ فرماتے ہون کہ
ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی مین انبیاء علیہم السلام کو ایکبار یا ایکبار سے زیادہ
دیکھا تو ہم کو یہ روایت موضوع معلوم ہوتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے ہم حفظ مراتب کا زیادہ خیال
رکھنا چاہتے ہین۔

جواب جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک مین تشریف آوری کا منقول نہونا

مستلزم نہین نفی تشریف آوری مجلس اولیا کو نہ شرعاً نہ عقلاً اس لیئے تکذیب مشکل ہے اگرچہ تصدیق بھی واجب نہین جیسا قاعدہ معیاریہ کی تفصیل مین بیان ہوا اور احتیاج ثبوت بالحدیث اُس نسبت مین ہے جو عالم شہادت کے متعلق ہو کیونکہ اُس سے احتجاج ہوتا ہے بخلاف واقعات عالم مثال کے کہ چونکہ حجۃ شرعیہ نہین لہذا اس مین توسع وتسامح ہے **قال** پیغمبرونکی مبارک روحون کو آسمان وزمین کے درمیان پھرتے ہوے دیکھا جس طرح فضائے کائنات مین ہوا چلتی ہے **اقول** پیغمبرونکی مبارک روحین عام مسلمانونکی روحون کے مثل نہین کہ اُنکے متعلق کسی کے کشف یا الہام سے جو بات ثابت ہو کہدیجاوے بلکہ اُنکی روحین شہیدونکی روحون سے کروڑون درجے عالی ہین اور شہیدونکی روحون کا یہ حال ہے کہ وہ سبز طائرون کے جوف مین رہتی ہین اور وہ سبز طائر اُن قندیلون مین رہتے ہین جو عرش مین معلق ہین جیسا صحاح کی حدیثون سے ثابت ہوتا ہے فضائے کائنات مین ہوا کی طرح روحون کا پھرنا روحون کے لیئے موجب ذلت یہ حالت تو عام مسلمانونکی روحونکی بھی نہین جیسا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے جو شرح مسلم مین ارواح شہدا وانبیاء وصلحاء کے متعلق ہے ظاہر ہے نہ کہ خاص انبیاء علیہم السلام کی روحونکی ہو جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل اکرام ہین اور مانا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس عالی مین پیغمبرونکی روحین ہوا کی طرح پھرتی تھین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی اس بات کی بہت زیادہ مستحق تھی کہ اس مین بھی پیغمبرونکی روحین پھرتین مگر یہان روحین کیا ایک روح بھی کسی صحابی نے کبھی پھرتی نہ دیکھی یہ عجب اُلٹا معاملہ ہے کہ پیغمبرونکی روحین اپنے سردار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس عالی کا تو کبھی یہ اکرام نہ کرین اور ایک ولی کی مجلس عالی کا جو اُن سے مرتبہ مین کروڑون درجہ کم ہو یہ اکرام کرین یہ حفظ مراتب بھی قابل دید ہے!

جواب تحت العرش مسکن ہے اور قوالب ملبس ہے اور کسی مسکن وملبس کا ثبوت مستلزم نہین ہے نفی سیر وتبدیل ملبس کو پس ممکن ہے کہ بطریق سیر نورانی لباس مین جو قوالب مذکورہ سے بھی افضل ہے تشریف لاوین اس مین مفضولیت ارواح شہداء سے لازم نہین آتی اور مجلس عالی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شبہہ کا جواب اوپر کے جواب مین گذر چکا **قال** خضر اکثر حاضری دیتے تھے جب سبب پوچھا تو کہا جس کو فلاح حاصل کرنا ہو حضرت کی ملازمت اختیار کرے **اقول** اس قول کے انداز بیان سے ظاہر ہے کہ قائل حضرت خضر علیہ السلام کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کم سمجھتا ہے

یہ وہی خضر ہین جنکے پاس حاضری دینے جن سے فلاح حاصل کرنے جنکی ملازمت اختیار کرنے کا حضرت موسے علیہ السلام سے اولوا العزم پیغمبر کو حکم ہوا تھا اب وہ ایسے گئے گذرے ہوئے کہ شیخ عبدالقادر کے پاس حاضری دیتے تھے اُن سے فلاح حاصل کرتے تھے اُنکی ملازمت اختیار کرتے تھے پیغمبر کیسے ہی درجہ کا کم ہو پھر بھی ولی سے لاکھون کروڑون درجہ بڑھکر ہے اُنکی علوم ولی سے کروڑون درجہ زیادہ ہون گے۔ اور پھر خضر علیہ السلام انکے برابر حقائق و معارف و اسرار الٰہی کا جاننے والا شاید ہی کوئی پیغمبر ہوا ہو کسی ولی کی تو کیا حقیقت ہے جو انکا عشر عشیر بھی ہو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ انکی ملازمت بشرط امکان اگر اختیار کرتے تو بجا تھا اُن کو انکی ملازمت اختیار کرنے کی ضرورت نہ تھی ہان اگر یہ کہا جاتا کہ حضرت خضر علیہ السلام شیخ عبدالقادر سے باذن الٰہی ملے اور اُن کو کچھ حقائق و معارف تعلیم فرمائے اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فلاح حاصل کی تو نازیبا نہ تھا بزرگون نے تو حفظ مراتب نہ کرنے کو زندقہ کہا ہے یہ کیا حفظ مراتب ہے کہ پیغمبر اولوا العزم کو ولی سے نیچے گرا دین ع دوستی نے خرد الخ۔

جواب حاضری دینا یہ تو ترجمہ کی خرابی ہے ہم اس کی حضر کو بعنوان تشریف می آوردند ترجمہ کرسکتے ہین رہا فلاح و ملازمت کا قصہ تو خود اسکی نسبت خضر علیہ السلام کی طرف نہین بلکہ اسکی ترغیب کی نسبت ہے سو اس مین کوئی اشکال نہین اُنکا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ ایسے مقبول ہین کہ ہم باذن الٰہی اپنی تشریف آوری سے ان کو شرف دیتے ہین پس تمکو چاہیے کہ اس سے انکی مقبولیت پر استدلال کرکے ملازمت اور فلاح حاصل کرو اور حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا مختلف فیہ ہے اور سب انبیاء علیہم السلام سے اُن کا اعلم بالاسرار ہونا بے دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے اور قصہ مشہورہ مین اسرار کونیہ کا ثبوت ہے نہ اسرار الٰہیہ کا جو کمال مقصود ہے مگر ان امور کو ہمارے جواب مین کوئی دخل نہین محض تبرعاً ذکر کر دیا ہے واللہ اعلم ۱۸ رجب ۱۳۳۱ھ

تحقیق حق اللہ یا حق العبد بودن زنا

سوال اگر کوئی شخص کسی عورت خاوند والی سے زنا کرے تو یہ گناہ صرف توبہ کرنے سے معاف ہوجاویگا یا کہ خاوند سے معاف کرانے سے معاف ہوگا زنا حق العبد ہے یا حق اللہ ہے ان دیار مین اس بارہ مین اختلاف ہے بعض کہتے ہین شوہر سے معاف کرانا ضروری نہین توبہ سے معاف ہوجاویگا اور دلیل یہ حدیث پیش کرتے ہین التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ یہ حدیث اس باب مین قابل سند ہے یا نہین بعض کہتے ہین کہ بغیر شوہر سے معاف کرائے معاف نہوگا اور دلیل مین حضرت سیدنا

داؤد علیہ السلام واوریا رض کا قصہ پیش کرتے ہیں ان دونوں میں کون حق پر ہے۔

الجواب اخرج الستة عن ابی ہریرة رض وزید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہما ان اعرابیا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انشدک باللہ الا قضیت لی بکتاب اللہ الی ان قال ان ابنی کان عسیفا علی ہذا فزنی بامرأتہ وفیہ قال صلی اللہ علیہ وسلم لاقضین بینکما بکتاب اللہ تعالی الولیدة والغنم رد علیک وعلی ابنک جلد مائة وتغریب عام الحدیث واخرج مالک وابو داؤد عن ابن المسیب ان رجلا من اسلم یقال لہ ہزال شکی رجلا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی قولہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ہزال لو سترتہ بردائک لکان خیرا لک کذا فی التیسیر روایۃ اولے دال ست برانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بجز حد شرعی چیزے نفرمودہ پس اگر عفو کنانیدن از زوج ضروری بودی لامحالہ برآن تنبیہ فرمودی وروایت ثانیہ دالست بر آنکہ ستر این چنین امر مطلوب ست و ظاہر ست کہ عفو کنانیدن از زوج مستلزم ست افشار را پس غیر محبوب خواہد بود و واجب بودن شے با غیر محبوب بودنش جمع نمیتوان شد پس مقتضای ہر دو دلیل آن برآمد کہ عفو کنانیدن بجز حق تعالے از کسے ضروری نیست بلکہ گویہ خلاف حیاست و ستر افضل ست وسر دریں آنست کہ این امر شنیع از حقوق اللہ ست زیراکہ اگر از حقوق العباد بودی پس بالیستی باذن مستحق جائز بودی حالانکہ باطل محض است وقصہ اوریا اولا ثابت نیست ثانیا آنرا بمتنازع فیہ مس نیست زیراکہ بر تقدیر ثبوت حق اوریا آن بود کہ مقصود از فرستادنش ہمی بود کہ او را خبر نبود ثالثا شرایع من قبلنا گاہے خلاف قواعد شرع ما باشد حجت نیست وحق آنست کہ آن قصہ بے اصل محض است وحدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ دلیل کافیست درین باب فقط ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

سوال مسجد کی فصیل یعنی منڈیر مسجد کے اندر داخل ہے یا خارج۔

الجواب مسجد کے اندر کسی جزو کے داخل یا خارج ہونے کا مدار بانی وواقف کی نیت پر ہو اگر وہ موجود نہو تو قرائن پر ہے تو میرے نزدیک قرائن عرفیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے خارج ہے اگر کسی جگہ اس کا خلاف قرائن سے محقق ہوجاوے تو داخل سمجھنا چاہیے لیکن خارج ہونے کی صورت میں بھی وہاں بیٹھکر کوئی ایسا فعل نکرے جس کا اثر مسجد پر پہونچکر موجب تفویت اسکے احترام کا ہو مثلا حقہ وغیرہ وہاں بیٹھکر پینا حدیث من اکل من ہذہ الشجرة فلا یقربن مصلانا الخ میں لا یقربن کا لفظ اس دعوی مذکور کا مؤید ہے ۱۵ شوال ۱۳۲۱ھ

سوال بر تصویر روضۂ منورہ حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم ونقشہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً ونقشہ مکہ مکرمہ کہ در دلائل الخیرات واقع است بوسہ دادن وچشم مالیدن از روے شرع جائز ست یا نہ۔

الجواب بوسہ دادن وچشم مالیدن بریں نقشہا ثابت نیست و اگر از غایت شوق سرزد ملامت وعتاب ہم برجا نباشد۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ الجواب صحیح اشرف علی عفی عنہ ۲ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال دلائل الخیرات کے پڑھنے پڑھانے کے واسطے اجازت لینا ضروری ہے یا نہین اور جو شخص بغیر اجازت اور بغیر سند حاصل کیئے ہوئے پڑھتا پڑھاتا ہو اُسکے واسطے کیا ارشاد ہے۔

الجواب جائز تو ہے مگر وہ فائدہ نہوگا جو اجازت سے ہوتا ہے اگر بلا اجازت کوئی شخص پڑھتا پڑھاتا ہے وہ بھی نفع سے محروم نہوگا فقط واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی **تشریح جواب بالا** فائدہ کی دو قسمین ہین ایک اجر وثواب دوسرے کیفیت باطنی پس بلا اجازت پڑھنے سے اجر وثواب مین تو ذرا برابر کمی نہین ہوتی البتہ کیفیت باطنی مین تفاوت ہوتا ہے یہ تفصیل ہے حضرت مولٰنا کے جواب کی۔ واللہ اعلم کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ ۲ محرم ۱۳۲۳ھ

سوال شرعاً ہم مالک زمین ہین یا نہین (حالانکہ گورنمنٹ نے قانوناً طے کر دیا ہے کہ اصل مالک زمین سرکار انگریزی ہے ہم صرف ایک واسطہ ہین کاشتکار اور سرکار کے درمیان ہین)۔

جواب صرف قانون طے کر دینا خروج عن الملک کے لیئے کافی نہین تاوقتیکہ استیلا نہو یعنی گورنمنٹ ان اراضی کو زمیندار سے چھین کر اپنی طرف سے کاشتکارون کو دیدے پس ابھی تک زمیندار یقیناً مالک ہین واللہ اعلم۔ ۲۴ جمادی الاولےٰ ۱۳۲۲ھ

سوال پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم افضل وبہتر ہین قرآن مجید سے یا قرآن شریف افضل واشرف ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے دوسرے یہ کہ فضیلت وشرافت جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی قرآن محدث ومکتوب ومتلو پر ہے یا اُس قرآن قدیم پر ہے جو کلام نفسی ہے۔

الجواب فی الدر المختار قبیل باب المیاہ وعنہ علیہ الصلوۃ والسلام القرآن احب الی اللہ تعالیٰ من السموات والارض ومن فیہن فی رد المحتار قولہ ومن فیہن ظاہرہ یعم النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمسئلۃ ذات خلاف والاحوط الوقف۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس مین توقف بہتر ہے مین کہتا ہون کہ وجہ اسکی ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ کوئی ضروریات دین سے نہین ہے اور نص نے اس کا کوئی

فیصلہ نہین کیا قال اللہ تعالے ولا تقف مالیس لک بہ علم وقال اللہ تعالے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا حدیث مین متکلمین فی القدر پر غصہ فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فضول امور مین کلام کرنا ممنوع ہے۔ واللہ اعلم ۲ر شعبان ۱۳۳۱ھ

سوال بعد ادائے سلام مسنون عرض خدمت ہے چند روز ہوئے اس موضع جسوئی مین مرض وبائی پھیلا ہوا ہے اسکے دفعیہ کے واسطے کئی طریقے سُنے گئے اور کتابون سے معلوم ہوئے مگر پوری طور پر اطمینان نہین ہوتا نہ عمل کا پورا طریقہ معلوم ہو سکا۔ اسجگہہ اکثر باشندگان نے اس کام کو جناب کی رائے پر منحصر رکھا ہے جو کوئی طریقہ سہل اس آفت کے دفعیہ کا اور حصول امن و امان کا جائز طور پر ہو مطلع فرمایا جاے چندہ بھی اُسکے انجام کے واسطے فراہم ہو رہا ہے مگر اب تک کسی کام مین خرچ نہین ہوا اور دو روز سے اکثر باشندگان گاؤن کے صبح کے دس بجے گاؤن سے باہر عیدگاہ مین جمع ہوکر تھوڑے عرصہ تک توبہ و استغفار پڑھکر سات مرتبہ اذان پڑھتے ہین پھر دو رکعت نفل ادا کرتے ہین اور اللہ تعالے سے اس مرض وبائی کے دفعیہ کے واسطے دُعا مانگتے ہین یہ عمل یا کوئی دوسرا طریقہ اور جس طرح مناسب رائے عالی ہو براہ الطاف بزرگانہ بنظر رفاہ خلق اللہ حامل عریضہ ہذا کو سمجھا دیا جاوے اور مختصر طور پر تحریر بھی فرما دیا جاوے کتاب شرع محمدی مین جو کتاب فقہ کی اردو مین منظوم ہے اُس مین ایسا طریقہ لکھا ہے اگر یہ جائز ہے اور رائے عالی مین مناسب معلوم ہوتا ہے اسکو بھی پورے طور سے حامل عریضہ کو بتلا دیوین۔ خادمون پر احسان بے اندازہ ہوگا۔ نقل از کتاب شرع محمدی

اشعار

حق وبا سے اُسکو رکھتا ہے بچا ‖ جو کرے ترتیب ایسی برملا
صاف کر کے شہر کی بھونی ٹکیان ‖ لکھا ہین نکلے اسکا یک مومنان
نیچے سے اُسکے وہ نکلین سات بار ‖ منھ طرف کعبہ کی کر کے آشکار
کہتے ہین ہین اذان سات بار ‖ سات بار ہر روز آگیسی فروز

شہر کے چارون طرف گاوین جلال ‖ وہ کرے دیسے نیاز ذوالجلال
بعد اسکے لیوین پھر قرآن کو ‖ جمع ہوکر مومنان پاکیزہ خو
پھر پڑھین بعد اسکے دو رکعت نماز ‖ اور اذان دین سات بار عجز و نیاز
ہے بلا بیشک اذان اے مومنان ‖ اس سے ہوتی ہین گریزان جنیان

الجواب عنایت فرمائے بندہ سلمہم اللہ تعالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالے اس مرض کو سب جگہہ سے دور فرماوین۔ جو عمل آپنے شرع محمدی سے نقل کیا ہے اسکی کوئی اصل نہین اور نہ اذان کہنے کی کوئی اصل ہے اور نہ جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا ثابت ہے اسلیئے ان سب اعمال کو موقوف کر دیا جاوے اسکے سیے اصل دوا مرہین صدقہ کی کثرت اور گناہون سے توبہ کرنا اور صدقہ کے لیئے چندہ جمع کرنا مناسب نہین اکثر

دیکھا گیا ہے کہ دینے مین خلوص نہین رہتا بلکہ ہر شخص کو چاہیے کہ بطور خود جو توفیق ہو روزمرہ غریب مسکین لوگون کو دیدیا کرے خواہ آدھی ہی روٹی ہو لیکن ہر روز ہو یا نقد غلہ وکپڑا جو توفیق ہو بطور خود دین جو چندہ جمع ہوگیا ہے سب دینے والون سے اجازت حاصل کر کے لیسے لوگون کو نقد یا غلہ خرید کر خفیۃً دیدیا جاوے جو بہت حاجتمند ہین اور کسی سے سوال نہین کرتے اور عیدگاہ مین جمع ہوکر دعا کرنا مضائقہ نہین لیکن نہ اذان کہین نہ جماعت سے نفلین پڑھین بلکہ رووین اور توبہ کرین اور نفلین الگ الگ پڑھین اور بہتر ہی کہ گھر آکر نفلین پڑھین اور نیز ضرور ہی کہ حقوق العباد جو کسی کے ذمہ ہون اُنسے سبکدوشی حاصل کرین جسنے کسی کا حق دبا رکھا ہو اُس کو واپس کرے ظلم کرنا غیبت کرنا جھوٹ بولنا۔ بدنگاہ کرنا وغیرہ معاصی کو چھوڑ دین اور ہر وقت استغفار زبان اور دل سے جاری رکھین اور جن لوگون کو سورۂ تغابن جو اٹھائیسوین[۲۸] پارے کے تین پاؤ پر ہی یاد ہو صبح وشام بعد نماز فجر ومغرب ایک ایک بار پڑھکر اپنے اوپر اور سب گھر والون پر دم کر دیا کرین اور جو چیز کھاوین پیوین اوّل اُسپر سورۂ انا انزلناہ تین بار پڑھ کر دم کر لیا کرین بلکہ جو مبتلا ہوگیا ہو اُس کو بھی پانی پر دم کر کے ہی پلاوین اور یہ تعویذ لکھ لکھکر سب کے بازو پر باندہ دین (تعویذ) بسم اللہ الرحمن الرحیم الٰہی بحرمت حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ از شر وآفت وبا وطاعون نگاہ دار وصلی اللہ تعالے علے خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اور اس کو لکھکر گھول کر کنوئین مین پانی چھوڑ دین اور سب سے بڑی چیز گناہون کا چھوڑنا ہو اور ظاہری علاج معالجہ بھی ضروری ہے والسلام۔ ۳ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ ایک وصیت نامہ چھپا ہو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شائع ہوا ہے بو شیخ عبد اللہ خادم مجاور روضۂ مطہرہ کو ارشاد ہوا ہی اسکی کیا اصل ہے (مستفتی نے تمام وصیت نامہ کی نقل لکھی تھی بوجہ اختصار اور بنا علی الشہرۃ چھوڑ دیا گیا)

الجواب ایسا وصیت نامہ بہت دفعہ شائع ہو چکا ہے ہمیشہ اسی نام اور لقب سے شائع ہوتا ہے اول تو یہ تعجب ہے کہ ایک شخص اتنی بڑی عمر پاوے دوسرے یہ تعجب ہو کہ ایک شخص کے سوا اور کسی خادم کو یا اور ملکون کے بزرگون اور ولیون کو یہ دولت زیارت اور ہمکلامی کی نصیب نہو تیسرے اگر ایسا قصہ ہوتا تو خود مدینہ مین اسکی زیادہ شہرت ہونا چاہیے تھی حالانکہ وہان کے آنے جانے والون یا خطوط سے ان امور کا نام ونشان بھی نہین معلوم ہوتا پھر محض اس طرح بلا سند کوئی مضمون قابل اعتبار

(تحقیق وصیت نامہ کہ جو بار بار بنام مجاور روضۂ منورہ شائع ہوتا ہے)

قاعدہ سے نہین ہوسکتا ورنہ جو جسکے جی مین آوے مشہور کر دیا کرے ہمشرع مین حکم ہے کہ جبات ہو خوب تحقیق کے
بعد اُس کو معتبر سمجھو۔ علاوہ اسکے اس مین بعض مضامین ایسے ہین جو شرع اور عقل کے خلاف ہین مثلاً ستره
لاکھ کلمہ گو مرین اور اُن مین سترہ آدمی صرف مسلمان ہون اول تو خدا تعالیٰ کی رحمت غالب ہو اُنکے غضب پر
دوسرے ہم خود دیکھتے ہین کہ زیادہ مسلمان توبہ کرکے اور کلمہ پڑھتے ہوئے مرتے ہین جو علامت خاتمہ بالخیر کی ہو
پھر اس مضمون کی گنجایش کہان ہو اسی طرح اس مین لکھا ہو کہ تارک الصلوۃ کے جنازہ کی نماز نہ پڑھین یہ حکم
صاف حدیث کے خلاف ہے صلوا علیٰ کل بر و فاجر یہ بھی قرینہ ہے اس وصیت نامہ کے غلط ہونے کا اسی
طرح جن چیزون کا بدعت ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہو چکا ہے جیسے تخصیص شربت کی شہداء کربلا کے
واسطے اور کھیر حضرت خاتون رضؓ کے واسطے اور ملیدہ حضرت غوث اعظم رضؓ کے واسطے اسی طرح آج کل کا سا مولود
شریف ان سب چیزونکی اس مین ترغیب ہے یہ سب باتین ایسی عقل اور شرع کے خلاف ہین اسلئے یہ وصیت نامہ
محض کسی کا تراشیدہ ہے محدثین نے اس سے ہلکے قرینوں پر حدیث کو موضوع کہدیا ہے اور موضوع کی اشاعت
و روایت نصاً اور اجماعاً حرام بلکہ بعض محدثین کے نزدیک کفر ہے ہرگز اسکے تمام مضمون کو صحیح نہ سمجھین البتہ
جو باتین قرآن و حدیث اور دین کی کتابون مین لکھی ہین اُسکے موافق نیک راہ پر چلین اور بُری راہ سے
بچین اور جھوٹی بات کا نسبت کرنا حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑا بھاری گناہ ہو اس لئے ایسے
مضمون کا رواج دینے والا گنہگار ہوگا۔ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

سوال طعام المیت میت القلب میت عام ہے خواہ اولیاءؒ انبیاءؑ ہون یا عامہ مومنین لیکن طعام اموات
عامہ سے جو کراہت و تکدر قلب مین محسوس ہوتا ہے وہ طعام اولیاءؒ و انبیاءؑ سے نہین ہوتا اسکی کیا وجہ ہے اگرچہ
انبیاءؑ و اولیاءؒ حقیقۃً مثل اموات عامہ کے میت نہین ہین لیکن بظاہر اموات ہین اور طعام اموات عامہ و اولیاءؒ و
انبیاءؑ صدقہ ہونے مین برابر ہے۔

الجواب یہ قول خدا جانے کس کا ہے اگر کوئی شخص اس کو نہ مانے اُسپر تو کوئی اشکال نہین اور اگر کوئی شخص
زکوۃ کے وسخ ہونے سے استنباط کرلے کہ جب صدقہ واجبہ مین وسخیت ہے تو صدقہ نافلہ مین بوجہ اشتراک
معنے صدقہ کے شاید کوئی کیفیت قریب وسخ کے ہو اسی کا اثر موت قلب سے تعبیر کیا گیا ہو اس صورت
مین اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ فرق خیالی ہے اور راز اُس مین یہ ہے کہ عرفاً عام اموات کے طعام کا
کھانا تذلل سمجھا جاتا ہے وہ کدورت اسی تذلل کی ہے جو ایک طبعی امر ہے نہ کہ کوئی امر ذوقی و باطنی اور بعض

عنوان طعام المیت میت القلب

کے لئے یہ وجہ ہے کہ عام اموات چونکہ اکثر نزدیک کے مرے ہوئے ہوتے ہیں اُنکے طعام سے اُنکی موت کا اور اُنکے معاصی کا استحضار ہوجاتا ہے یہ سبب ہوتا ہے دلگیری اور انقباض کا بخلاف اولیاء اور انبیاء کے کہ اکثر کی موت کا اُن میں سے مشاہدہ بھی نہیں ہوا اور خیال میں ظاہرا اور بیز مثل دیگر احیاء کے معلوم ہوتے ہیں اس لیئے انقباض نہیں ہوتا آگے اللہ کو معلوم ہے۔ واللہ تعالے اعلم ۱۴ محرم ۱۳۱۳ھ

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مثلاً عبداللہ نے بوجہ گردش سماوی و اسباب وساوس شیطانی کے زید کے ایک بقرہ کے ساتھ زنا کیا نعوذ باللہ تعالیٰ مگر اُس عبداللہ نے اپنے فعل سے بہت نادم و پشیمان ہوکر توبہ خالص کرلی بلکہ ایک عالم کے ہاتھ پر بھی بیعت توبہ کرلی اور اُسی توبہ پر ابتک دائم و قائم ہے اور اُس عالم مذکور نے حکم کیا کہ بقرہ کو عبرۃً آگ میں جلانا چاہیئے مگر عبداللہ نے قیمت بقرہ یعنے مالک بقرہ کو قیمت دیکر خرید کرلی پھر چند روز کے بعد وہ بقرہ مذکورہ کو راہ دور و دراز لیجا کر فروخت کردی جس سے اب بالکل اُس بقرہ کا پتہ و نشان معلوم نہیں کہ کہاں ہے اور عبداللہ مذکور نے بقرہ کو فروخت کر کے قیمت اپنے صرف میں کی اور بوجہ اس فروخت بقرہ مذکورہ کے اُس عبداللہ کو لوگ مسلمانوں کی مجالست و مواکلت و مشاربت سے یہاں تک کہ جمعہ و عیدین میں سب لوگوں کے پیچھے صف میں یعنی سب صبی و نابالغ کی صف کے پیچھے کردیتے ہیں جس سے بہت بدتر و ذلیل سب کے سامنے ہوتا ہے اگرچہ عبداللہ نے صدق توبہ کرلی تاہم کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ یہ کیسا ہے اور از روے شرع شریف کے اُس بقرہ کو راہ دور و دراز پر فروخت کرنا کیسا ہے اور قیمت مذکورہ عبداللہ صرف کرسکتا ہے یا نہیں اور مشتری کے لئے اُسی بقرہ سے نفع لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب فی الدر المختار ولا یحد بوطی بہیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ ومیتۃ مجتبے ای لقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت ولیس بواجب کما فی الہدایۃ وہذا اذا کانت مما لاتوکل فان کانت توکل جاز اکلہا عندہ وقالا تحرق ایضا فان کانت توکل جاز اکلہا عندہ وقالا تحرق ایضا فان کانت الدابۃ لغیر الواطی یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح ہکذا قالوا وفیہ قولہم یطالب صاحبہا ان یدفعہا الی الواطی لیس علی طریق الجبر وعبارۃ النہر والظاہر انہ یطالب علی وجہ الندب ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کے نزدیک تو اس گائے کا ذبح کرکے کھانا جائز تھا اور صاحبینؒ کے نزدیک گو اُس کا کھانا مناسب نہیں بلکہ جلانا مناسب ہے لیکن اس حکم کی اصل علت یہ ہے کہ اُس کو بار بار دیکھکر اس کا چرچا نہو

معلوم ہوا کہ اگر اور کسی طریق سے چرچا قطع ہو جاوے تو مقصود حاصل ہو گیا جیسا کہ صورت سوال مین تصریح ہے کہ وہ دور چلی گئی اب نظر ہی نہ آویگی کہ چرچا کیا جاوے پس مقصود حاصل ہو گیا پھر جب کہ وہ بہیمہ غیر واطی کا ہو تو واطی کے ہاتھ اُسکی بیع کے جائز ہونے سے معلوم ہوا کہ قیمت اُسکی حلال ہے اور ان سب امور سے قطع نظر کر کے جب اُس کا احراق ممکن نہین اور تکلیف مالا یطاق شرعاً مرتفع ہے تو اُس شخص کو اسقدر تنگ کرنا کب درست ہے نیز یہ حکم درجۂ وجوب مین نہین پس غیر واجب کے ترک پر اسقدر تشدد یہ خود تعدی حدود شرعیہ سے ہے اسلئے سب پر واجب ہے کہ جب وہ شخص تائب ہو گیا اُس کو پریشان نہ کرین ورنہ عاصی ہونگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ ۱۵ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بطریق مشروع کہنا کیسا ہے عام اس سے کہ نثر ہو یا نظم دوا یک حدیثین اسکے متعلق عنایت ہون من انشد فینا بیتا فلہ الجنۃ اس فقرہ کو لوگ حدیث کہتے ہین کیا کسی حدیث کی کتاب مین یہ حدیث یا ہم معنی اس حدیث کی آپکی نظر پڑی ہے دوسرے یہ کہ قصیدہ بانت سعاد فقلبی الیوم متبول آنحضرت کی شان مین حضرت حسان رضؓ ابن ثابت نے پڑھا تو آنحضرت صلعم نے سبحان ہذہ الآیۃ فرمایا اور ردائے مبارک عنایت فرمائی اسکی سند صحیح کس کتاب مین ہے۔

الجواب مدح جائز ہے نظماً ونثراً ہر طرح بشرطیکہ حدود شرعیہ سے متجاوز نہو جیسا عام شعراء مبتلا ہین مشکوۃ مین بخاری سے حدیث روایت کی ہے عن عائشۃ رضؓ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع لحسان رضؓ منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او ینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح او فاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الاطلاق نظماً او نثراً فعن عائشۃ قالت ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشعر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح رواہ الدارقطنی کذا فی المشکوۃ اور من انشد الخ میری نظر سے کہین نہین گذرا ۔ یہ قصیدہ حضرت حسان رضؓ کا نہین ہے کعب رضؓ بن زہیر کا ہے دیکھا تو ہے مگر یاد نہین کہ کس کتاب مین دیکھا ہے اور کتابین پاس نہین جو دیکھون اور سبحان فرمانا یہ کہین نظر سے نہین گذرا واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۹ رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال۔ ایک امر مین مجھے اندیشہ ہے حل کر دیجیے وہ یہ ہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ گو فاسق وظالم ہو ائسنے بغاوت وخروج عن الاطاعت نہین ہوا ہے یزید اگرچہ فاسق و

ظالم ہو لیکن امور شرعیہ مین زیر اطاعت اُسکے رہنا چاہیئے تھا یا نہین پھر اتنے بڑے امام کیونکر خلاف شرع کر سکتے ہین ورنہ بغاوت کا دھبہ لگے گا۔

الجواب اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے کہ فاسق امام ہو سکتا ہو یا نہین اور یہی طرح یہ کہ فسق طاری سے منعزل ہوجاتا ہے یا نہین و نیز یہ کہ مدار امامت کا اتفاق ہے اہل حل وعقد کا اور اہل حل وعقد ہونا امر اجتہادی ہے پس ان سب امور مین حضرت امام ہمام کے اجتہاد مین اُسکی امامت صحیح نہ تھی لہذا خروج کا شبہ اُن پر نہین ہو سکتا فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال[۵۶] ایصال ثواب جو چند مردگان کو کیا جاتا ہے وہ سب کو برابر پہونچتا ہے یا تجزی سے پہونچتا ہے

جواب[۱] سب کو برابر پہونچے گا کیونکہ رحمت اللہ تعالیٰ کی واسع ہے سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لاہل المقبرۃ الفاتحۃ ہل قسم الثواب بینہم او یصل لکل منہم مثل ثواب ذلک کاملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وہو اللائق بسعۃ الفضل شامی ج ا ص ۶۰۵ وعن علی رضی اللہ عنہ علیہ السلام قال من مر علی المقابر وقرأ قل ہو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وہب اجرہا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات طبرانی فتح القدیر واللہ اعلم

جواب[۲] یہ مسئلہ مختلف فیہا بین العلماء ہے بعض تجزی کے قائل ہین وہو الاقیس اور بعض عدم تجزی فرماتے ہین وہو الاوسع واللہ تعالیٰ اعلم حررہ خلیل احمد عفی عنہ

جواب[۳] اصل مذہب وموافق قواعد شرعیہ یہ ہے کہ ثواب متجزی ہوتا ہے کما فی الشامی ویوضحہ لو اہدی الکل الی اربعۃ یحصل لکل منہم ربعہ فکذا لو اہدی الربع لواحد وابقی الباقی لنفسہ البتہ اگر حق تعالیٰ اپنی وسعت رحمت سے ہر ایک کو پورا ثواب دیوے تو یہ اُس کا فضل ہے ولا مانع منہ کما افتی بہ جمع اور اس مین بحث کرنے کی ضرورت بھی نہین جسقدر حق تعالیٰ کو منظور ہے ثواب پہونچ جاوے گا بعض اجر بسبب اخلاص نیت کے اگرچہ قلیل ہو کثیر سے بھی زیادہ ہوجاتا ہے فقط واللہ اعلم۔

کتبہ عزیز الرحمن دیوبندی عفی عنہ

جواب[۴] جس امر مین نص نہو اگر وہ احکام فقہیہ جواز وعدم جواز مین سے ہو تو اُس مین قیاس کرنا فاعتبروا یا اولی الابصار وغیرہ نصوص سے مامور بہ ہے اور اگر وہ احکام فقہیہ سے نہو تو اُس مین قیاس کرنا لا تقف ما لیس لک بہ علم وغیرہ نصوص سے منہی عنہ ہے اور امر مسئول عنہ احکام فقہیہ سے نہین اور نص موجود نہین لہذا قیاس سے کلام کرنا منہی عنہ ہوگا۔ اور جن علماء سے کلام منقول ہے مقصود اُن کا حکم لگانا

۵۶ اس سوال کے تین جواب لکھے ہوئے آئے تھے چوتھا جواب احقر کا ہے ۱۲ منہ

نہین بلکہ محض بعض احتمالات کی اقربیت بیان کرنا و اللہ اعلم بخفیات اسرارہ کتبہ اشرف علی ۱۶ محرم ۱۳۲۵ھ

ف تحقیق ایذاء ارواح خبیثہ

سوال ارواح خبیثہ انسان کو تکلیف پہونچا سکتی ہین یا نہین ارواح خبیثہ سے کیا مراد ہی۔

الجواب نہین پہونچا سکتین۔ ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

ف تحقیق دست غیب

سوال دست غیب کیا شے ہے اور کیونکر حاصل ہو سکتا ہی کیا اسپر اعتقاد رکھنا مثل دیگر اعتقادی کے ہے۔ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

الجواب بواسطہ جنات کے چوری ہے لہذا حرام ہے۔

ف تحقیق ہمزاد

سوال ہمزاد کیا چیز ہے کیا وہ قبضہ مین آسکتا ہے۔

الجواب یہ لفظ تراشا ہوا ہے البتہ جنات کا کسی عمل سے مسخر ہونا صحیح ہے۔ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

ف رد بعض شبہات قادیانی

سوال مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ یہ جو مولوی لوگ کہتے ہین کہ نبوت جزئی اور کلی طور پر ختم ہو چکی ہے یہ بات غلط ہے حالانکہ اس آیت کے لفظی ترجمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسالت کا سلسلہ ختم نہین ہوا وہ آیت سورۂ اعراف مین یہ ہے یابنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی اس آیت سے ضرور یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ منقطع نہین ہوا ہے اگر منقطع ہو چکا ہے تو اس آیت کا کیا مطلب ہے اس کا جواب تسلی بخش ارقام فرماوین۔

الجواب آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ آیت متصل ہے قصۂ آدم علیہ السلام کے ساتھ بعد خطاب اہبطوا کے یہ بھی ارشاد ہوا کہ اما یاتینکم رسل الخ چنانچہ اس خطاب کے بعد بہت سے رسل آئے گو بعد ختم نبوت پھر نہین آئے ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

ف تحقیق حدیث کتابت ایں کلمات بر کفن

سوال یہ حدیث صحیح ہے یا نہین وہ یہ ہے عن طاوس انہ امر بہذہ الکلمات فکتب فی کفنہ یہ حدیث صحیح ترمذی مین ہی یا کس کتاب مین صفحہ اور نام کتاب وغیرہ ارقام فرماوین۔

الجواب ترمذی مین تو یقیناً نہین اور کسی جگہ بھی نظر سے نہین گذری ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

ف طریق خوردن ماہی برائے معذور

سوال جو شخص کہ خود مچھلی پکڑ نہین سکتا وہ کس طرح کھا سکتا ہی۔

جواب پکڑنے والا اس کو ہدیہ دیدے یا اسکے ہاتھ بیچ کر دے۔ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

ف حد بلوغ زن

سوال۔ حد بلوغ عورت کیا ہی۔

الجواب۔ بلوغ دختر کی کوئی مدت معین نہین مگر نو برس سے پہلے بالغ نہین ہو سکتی اور علامات آسکے

ـــــــــــــــ

ف ۱ اس کا تعلق بالتعبیر مثل سونا سنا ہے تھا یا کلام میں ۱۲ منہ

بلوغ کی حیض وغیرہ ہے اگر کچھ علامت ظاہر نہو تو بعد سترہ برس[ف] کے کہ وہ اپنے کاروبار مین ہوشیار ہوجاوے حکم بلوغ کا دیا جاوے گا اور اُس کا مہر حوالہ کیا جاویگا وان حاضت الجاریۃ واحتلم الغلام او تاخر فاستکمل الغلام تسع عشر سنۃ والجاریۃ سبع عشر سنۃ واونس منہما الرشد واختبروا بالحفظ لاموالہما والصلاح فی دینہما دفعت الیہما اموالہما عالمگیری جلد ثانی صـ۳۱۳

سوال در کتاب ہدایۃ الاسرار منقول است کہ یکی از علمائے نصاری بجناب ولایت مآب حضرت علی علیہ السلام عرض نمود کہ پیش از آدم صفی اللہ چہ بود حضرت فرمود کہ آدم باز تکرار کرد و باز ہمان جواب داد و بار سوم سوال کرد و ہمان جواب یافت وصاحب تاریخ خواجگی مینویسد کہ شخصے از امام برحق امام جعفر صادق علیہ السلام احوال پیدایش آدم پرسید حضرت فرمود کہ انا آدم صفی اللہ کہ جد من و تست میپرسی یا از آدم دیگر آن شخص متعجب شد و عرض کرد کہ یا حضرت سوای آدم صفی اللہ دیگر ہم بوجود آمدہ آنجناب فرمود کہ آدم صفی اللہ آدم صد و یکم است و قبل از وے یکصد آدم گذشتہ اند کہ اولاد و احفاد ہر یکے از انہا بدنیا ماندند و ہم تاریخ طبری مسطور است کہ روزے موسی علیہ السلام از مدت خلقت آسمان و زمین بحضرت رب العالمین استدراک نمود حکم شد کہ در فلان وادی چاہے است خود را بر سر آن چاہ برسان و سنگ ریزہ دران بینداز تا حقیقت حال بر تو ہویدا شود موسی علیہ السلام بر سر آن چاہ رفت و سنگ ریزہ دران انداخت از اندرون چاہ آوازے بر آمد کہ کیست برلب چاہ فرمود کہ منم موسی بن فلان و فلان تا آنکہ سلسلہ نسب خود تا آدم صفی اللہ علیہ السلام بشمرد دیگر بار آواز آمد کہ در ہر زمانے شخصے بہمین نام و نسب بر سر این چاہ آمدہ و سنگی درین چاہ انداختہ تا آنکہ نصف چاہ پر شد واللہ اعلم حاصل آنکہ این ہمہ معنی مذکور سوائے کتب مسطورہ از دیگر کتبہائے معتبر سیر یا آثار وغیرہ بہ ثبوت مے رسد یا چہ وخلاصہ احوال آن برچہ منوال۔

در تحقیق تعدد آدم

الجواب این چنین مضمون از اکثر بزرگان منقول شدہ است مگر تحقیق آنست کہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی در مکتوب پنجاہ و ہشتم از جلد ثانی نوشتہ اند و ہو ہذا نوشتہ بودند کہ شیخ محی الدین العربی قدس سرہ در فتوحات مکیہ حدیثے نقل مے کنند کہ آن سرور فرمودہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام ان اللہ تعالیٰ خلق مائۃ الف آدم و حکایتی می آرد در بعضے مشاہدات عالم در وقت طواف کعبہ معظمہ چنین ظاہر شد کہ ہمراہ جمعی طواف مے کنند کہ من ایشانرا نمی شناسم و در اثناے طواف ایشان دو بیت عربی خواندند کہ یکے ازان دو بیت

[ف] یہ امام صاحب کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال اور اسی پر بھی فتوی دیا گیا ہے ۱۲ منہ

اینست ۵ لقد طفنا کما طفتم سنینا • بهذا البیت طرا اجمعینا چون این بیت شنیدم در خاطر گذشت که اینها ابدان عالم مثال اند و مقارن این خطور یکی ازینها بجانب من نگاه کرد و فرمود که من از جملہ اجداد توام من پرسیدم که چند سال ست از فوت تو فرمود که از فوت من زیادہ از چهل هزار سال ست من از روی تعجب گفتم که از ابتدای خلقت آدم ابی البشر علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام تا این زمان هفت هزار سال تمام نشدہ است فرمود تو از کدام آدم می گوئی این آدم ست که در اول دورہ هفت هزار سال مخلوق شدہ است شیخ فرمود درین وقت آن حدیث نبوی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام که سابق تحریر یافتہ است بخاطر گذشت که موید این قول است مخدوما مکرما درین مسئلہ بعنایت اللہ سبحانہ آنچہ برین فقیر ظاہر گشتہ است که این ہمہ آدم که پیش از وجود حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام گذشتہ اند وجود شان در عالم مثال بودہ است نہ در عالم شہادۃ۔ ہمین حضرت آدم ست که در عالم شہادت موجود گشتہ است و بزمین خلافت یافتہ و مسجود ملائکہ شدہ صلوات اللہ تعالی وتسلیماتہ سبحانہ علی نبینا وعلیہم اجمعین۔ فلا ست ما فی الباب آدم چون بر صفت جامعیت مخلوق گشتہ است و در حقیقت خود لطائف و اوصاف بسیار دارد پیش از وجود او بقرون متطاولہ در ہر وقتے از اوقات صفتے از صفات یا لطیفہ از لطائف او بایجاد خداوندی جل سلطانہ در عالم مثال موجود گشتہ است و بصورت آدم ظاہر شدہ مسمی باسم او گشتہ و کاروبار آدم منتظر از وی بوقوع آمدہ حتی که توالد و تناسل که مناسب عالم مثال است نیز بظہور پیوستہ و کمالات صوری و معنوی مناسب آن عالم نیز یافتہ و شایان عذاب و ثواب گشتہ بلکہ در حق او قائم شدہ بہشتے بہ بہشت و دوزخی بدوزخ رفتہ بعد ازان در وقتے از اوقات بمشیت اللہ سبحانہ صفتے یا لطیفہ دیگر از صفات و لطائف او علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام در ہمان عالم بمنصہ ظہور آمدہ و کاروبارے که از ظہور اول بوجود آمدہ بود از ظہور ثانی نیز بوجود آمدہ چون آن دورہ نیز تمام شدہ ظہور ثالث از ان صفات و لطائف او علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بحصول پیوستہ و چون آن ظہور نیز دورہ خود را تمام کردہ ظہور رابع بہ ثبوت پیوستہ الی ما شاء اللہ تعالی و چون دوائر ظہورات مثالیہ او که تعلقات بہ صفات و لطائف او داشت تمام گشتہ آخر الامر آن نسخہ جامعہ در عالم شہادت بایجاد خداوندی جل سلطانہ بوجود آمدہ و بفضل خداوندی جل سلطانہ معزز و مکرم گشتہ اگر صد ہزار آدم باشند ہم اجزاء ہمین آدم اند و دست و پای او بند و مبادی و مقدمات وجود او ینداانتہی مختصرا۔ و تمام او در مکتوب ست من شاء فلیرجع الیہ واللہ اعلم ۲۳ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳ ہجری۔

ت معاملہ با غیر مقلدان

سوال ایک اشتہار غیر مقلدون کا مقام چاندپور مین آیا وہ آپکی خدمت مین بھیجتا ہون اس کا مضمون صحیح ہے یا نہین اور اُن کے پیچھے نماز پڑہنی چاہیے یا نہین۔

حاصل مضمون اشتہار معنون بہ نقل معاہدہ علماے اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کشنری دہلی چونکہ دہلی و دیگر امصار مین اکثر نافہم لوگون نے مسائل فرعیہ مین تنازعات بی معنے برپا کرکے طرح طرح کے اشتہار و مسائل مشتہر کئے اور نوبت بعداوت پہونچائی فساد و عناد بڑہتا گیا نوبت بفوجداری پہونچی حالانکہ یہ اختلاف سلف صالح سے چلا آتا ہے لیکن اُن حضرات مین بغض و فساد نہ تھا اور آجکل لوگ انھین فروعی مسائل کے سبب اتفاقی حرمتون مین مبتلا ہو رہے ہین کیونکہ کینہ غیبت عداوت بالاتفاق حرام ہی جن مسائل مین اختلاف ہے وہ یہ ہین۔ نجاست آب۔ آمین بالجہر۔ رفع یدین و دیگر مسائل اختلافیہ بعض نے حرام سمجھا بعض نے مثل موکدہ غرض جادۂ اعتدال سے گذر گئے ایک فریق دوسرے فریق کے افعال مین طعن و توہین سے پیش نہ آوے اور نماز ایک فریق کی دوسرے کے پیچھے جائز ہے آپس مین محبت و اتحاد رکھین کوئی کسیکو بُرا اور بدمذہب نہ جانے منازعت اور تکرار نہ کرے انتہے مختصرًا۔ مواہیر فلان و فلان و دستخط فلان و فلان از علماے مقلدین و غیر مقلدین مقام دہلی۔

الجواب۔ نقل معاہدہ اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کشنری دہلی نظر سے گذرا مضمون معلوم ہوا ان جھگڑون مین بولنے کو لکھنے کو جی نہین چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہین نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپنے دریافت فرمایا ہے ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت مین دہوکہ دیا ہے کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدون سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہین ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ شافعیہ کی کبھی نہ بنتی لڑائی دنگہ رہا کرتا حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا بلکہ نزاع ان لوگون سے اصول مین ہوگیا ہے کیونکہ سلف صالح کو خصوصًا امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہین اور چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربارہ تراویح کے بدعتی بتلاتے ہین اور مقلدون کو مشرک سمجھکر مقابلہ مین اپنا لقب موحدین رکھتے ہین اور تقلید ائمہ کو مثل رسم جاہلان عرب کی کہتے ہین کہ وہ کہا کرتے تھے وجدنا علیہ آباءنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا تعالی کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہین فقہ کی کتابون کو اسباب گمراہی سمجھتے ہین اور فقہا کو مخالف سنت ٹھیراتے ہین اور ہمیشہ درپاے فساد و فتنہ انگیزی رہتے ہن علی ہذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہین کہ تفصیل و تشریح

اسکی طویل ہے اور محتاج بیان نہین بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے خاصکر جو صاحب انکی تصنیفات کو ملاحظہ فرماوین اُنپر یہ امر اظہر من الشمس ہوجاویگا پھر اُسپر عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہین اکثر باتون سے مکرجاتے ہین اور منکر ہوجاتے ہین پس بوجوہ مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی و دنیاوی مین بہتر معلوم ہوتی ہے باقی لڑنا جھگڑنا کسی سے اچھا نہین کہ انجام اس کا بجز خرابی کے کچھ نہین ہوتا اور مخالف مخاصم جھگڑنے سے راہ پر نہین آتا تو پھر تکرار بیفائدہ سے کیا حاصل قال اللہ تعالیٰ یاایہا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم الآیۃ واللہ ولی التوفیق و ہو اعلم بالتحقیق والسلام علے من اتبع الہدی ۸ محرم ۱۳۲۳ھ

سوال السلام علیکم کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ زوجہ ایک شخص کا ایام حمل مین بتاریخ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ ہجری مین انتقال ہوا اُس کو بذریعہ خواب بوقت شب یوم شنبہ بتاریخ ۱۴ صفر سنہ مذکور قبل پانچ بجنے کے تخمیناً دو گھنٹہ رات باقی تھی اہلیہ مرحومہ کی تولد ہونا فرزند کا معلوم ہوا بدریافت امر معروضہ صدر نسبت چاک کرنے قبر وقت ایام پورے حمل کے حکم شرع شریف کیا ہے۔

الجواب - قبر کھولنا شرعاً ناجائز ہے اور خواب شرع کے نزدیک کوئی حجت تامہ نہین ورنہ کوئی خواب کا سمجھنے والا معلوم ہو کہ اسکی تعبیر پر اعتماد ہو پس یا تو یہ خواب از قسم خیالات ہے کیونکہ مردہ کے پیٹ مین بچہ کا زندہ رہنا خلاف قاعدہ اور عادۃً ناممکن ہے کیونکہ ماں کی سانس سے بچہ سانس لیتا ہے جب ماں کا سانس موت سے منقطع ہوگیا بچہ بھی مرجاویگا یا اگر قدرت خداوندی سے بطور خرق عادت یہ امر واقع بھی ہوجاوے تو بطور خرق عادت وہ بچہ بھی قبر سے نکل آویگا کیونکہ اللہ جل شانہ رحیم و کریم ہے اگر اُس بچہ کی عمر کرنی ہوگی تو اُس کو ضائع نہ کریگا بلکہ ظاہر کردے گا اور اگر اُسکی عمر مقدر نہین تو نکالنے سے کچھ فائدہ نہوگا غرض محض گمان اور خیال پر قبر کھولنا نہ چاہیئے قال اللہ تعالیٰ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا واللہ اعلم فقط ۱۹ صفر ۱۳۲۳ ہجری

سوال ایک شخص نے اپنے پسر کو عاق کردیا اب اُس سے رجوع کرنا چاہتا ہے پس وہ کیا کرے۔

الجواب عاق دو معنے مین مستعمل ہے ایک معنے شرعی دوسرے عرفی شرعی معنے تو یہ ہین کہ اولاد والدین کی نافرمانی کرے سو اس معنی کے تحقق مین تو کسی کے کرنے نہ کرنے کو دخل نہین جو والدین کی بیحکمی کرے گا وہ عند اللہ عاق ہوگا اور اس کا اثر فقط یہ ہے کہ خدا کے نزدیک عاصی و مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوگا

باقی حرمان میراث اسپر مرتب نہین ہوتا دوسرے معنی عرفی یہ ہین کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو بوجہ ناراضی کے حق
ومحروم الارث کردے سو یہ امر شرعًا بے اصل ہے اس سے اُسکا حق ارث باطل نہین ہوسکتا کیونکہ وراثت
ملک اضطراری وحق شرعی ہے بلا قصد مورث ووارث اُس کا ثبوت ہوتا ہے قال اللہ تعالے
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین الآیہ اور لام استحقاق کے لئے ہے پس جب اللہ تعالی نے حق
وراثت مقرر فرما دیا اُس کو کون باطل کرسکتا ہے اور نیز قصہ حضرت بریرہ رض کا شاہد اس کا ہے کہ حضرت
عائشہ رض نے اُن کو خرید کرآزاد کرنے کا ارادہ کیا تھا اُسکے موالی نے شرط کی کہ ولا ہماری رہیگی اُسپر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنکی شرط باطل ہے اور ولا معتق کی ہے کما روی النسائی عن عائشۃ انہا
ارادت ان تشتری بریرۃ للعتق وانہم اشترطوا ولاءہا فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتریہا واعتقیہا فان الولاء لمن اعتق الحدیث جب ولا کہ حق ضعیف ہے
چنانچہ حسب فرمودہ پاک الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب الحدیث ضعف اُس کا کاف تشبیہ سے ظاہر ہے وہ نفی
کرنے سے نفی نہین ہوتا پس حق نسب کہ اقوی ہے کیونکر نفی کو قبول کرسکتا ہے پھر جب واضح ہوا کہ اس
معنے کا شرعًا کچھ ثبوت نہین تو اُس سے رجوع کی کچھ حاجت وضرورت نہین بعد مرگ پدر اُس کا وارث
ہوگا البتہ محروم الارث کرنے کا طریق یہ ممکن ہے کہ اپنی حالت حیات وصحت مین اپنا کل اثاثہ کسی کو ہبہ یا
مصارف خیر مین وقف کرکے اپنی ملک سے خارج کردے اُس وقت اُس کا بیٹا کسی چیز کا مالک نہین
ہوسکتا کما فی العالمگیریۃ لوکان ولدہ فاسقا واراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر ویحرمہ عن المیراث ہذا خیر من
ترکہ کذا فی الخلاصۃ ۱۲ ج ۳ ص ۱۰۶۵ واللہ اعلم ۲۲ ربیع الثانی یوم پنجشنبہ سنہ ۱۳۰۳ھ

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اسمین کہ زید کہتا ہے کہ طعام ولیمہ وہ کھانا ہے جو دولھا کی طرف سے
بعد فراغ نکاح تیسرے دن ارباب برادری وغیرہ کو تقسیم ہوتا ہے اور حدیث شریف اسکی مصدق
ہے عمرو کہتا ہے کہ جو کھانا رسم ختنہ وغیرہ کے بعد ارباب برادری کو کھلایا جاتا ہے وہ بھی بموجب حدیث
شریف کے طعام ولیمہ کہلاتا ہے زید اس قول کو عمرو کے غلط بتاتا ہے اور طعام ولیمہ صرف طعام مذکورہ
سطر بالا ٹھیراتا ہے پس اس صورت مین قول صحیح کس کا ہے اور حدیث شریف مین کون قول مستند ہے

الجواب - بحسب لغت اور نیز اصطلاح شرع قول زید کا صحیح ہے اما اللغۃ فلما فی منتہی الارب ولیمۃ
کسفینۃ مہمانی عروسی وقیل اسم الولیمۃ یقع علی کل دعوۃ تتخذ لسرور حادث لکن الاشہر استعمالہا عند الاطلاق

فی النکاح ویقید فی غیرہ فیقال ولیمۃ الختان ونحو ذلک انتہی واما الشرع فلما فی صحیح البخاری ومسلم عن انس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم رای علی عبدالرحمن بن عوف اثر صفرۃ فقال ما ہذا قال انی تزوجت امرأۃ علی وزن نواۃ من ذہب قال بارک اللہ لک اولم ولو بشاۃ متفق علیہ وعنہ قال اولم رسول اللہ صلعم حین بنی بزینب بنت جحش فاشبع الناس خبزا ولحما رواہ البخاری اور طعام ختنہ کا نام اعذار ہے اور بعض علماء نے اقسام طعام کو نظم کر دیا ہے وہو ہذا ؎

ان الولائم عشرۃ مع واحد — من عدھا قد عز فی اقرانہ
فالخرس عند نفاسھا وعقیقۃ — للطفل والاعذار عند ختانہ
ولحفظ قرآن و آداب لقد — قالوا الحذاق لحذق وبیانہ
ثم الملاک لعقدہ وولیمۃ — فی عرسہ فاحرص علی اعلانہ
وکذاک نادیۃ بلا سبب یری — ووکیرۃ لبنائہ لمکانہ
ونقیعۃ لقدومہ ووضیمۃ — لمصیبۃ وتکون من جیرانہ
ولاول الشہر الاصم عتیرۃ — بذبیحۃ جاءت لرفعۃ شانہ

منقولا من رد المحتار جلد ۵ ص ۱۰ اور کبھی توسعاً ومجازاً ان سب اقسام کو ولیمہ کہدیتے ہیں چنانچہ نظم مذکور میں کہا ان الولائم عشرۃ الخ وفی رد المحتار وعلی الی ولیمۃ ہے طعام العرس وقیل الولیمۃ اسم لکل طعام ج ۵ ص ۲۲۱ ولما مر من عبارۃ منتہی الارب وقیل الخ پس قول عمرو کا بھی صحیح ہے لیکن استعمال غالب حسب قول زید ہے لما مر من ان الاشہر الخ باقی یہ کوئی مسئلہ شرعی نہیں ہے محض نزاع لفظی ہے اسپر کوئی ثواب وعقاب مترتب نہیں واللہ اعلم تحریر تاریخ ۸ جمادی الثانی روز پنجشنبہ ۱۳۲۳ھ

سوال ما جوابکم ایہا العلماء رحمکم اللہ اس صورت میں کہ بعض مواضع میں اکثر اشخاص حنفی المذہب ناخواندہ ہوتے ہیں مگر انکے عقائد موافق شرع شریف کے خوب مضبوط ہوتے ہیں علما وحفاظ کی خدمت تعظیم بجان ودل کرتے ہیں انکے وعظ وپند کی جہت سے انکے عقائد پکے ہیں اب وہا پر بعض بعض غیر مقلدین انکو جا کر ورغلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہب محمدی کو چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کرتے ہو۔

الجواب احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں منصوص غیر منصوص منصوص دو نوع ہیں متعارض وغیر متعارض

متعارض دو قسم ہین معلوم التقدیم والتاخیر غیر معلوم التقدیم والتاخیر پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ یا
متعارضہ معلومۃ التقدیم والتاخیر مین نہ قیاس جائز نہ کسی کے قیاس کا اتباع جائز لقولہ تعالے
وان ہم الا یظنون ولقولہ تعالی ان یتبعون الا الظن اس ظن سے مراد وہی ظن ہے جو مقابل نص کے
ہو اور احکام غیر منصوصہ یا منصوصہ متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخیر مین یا تو کچھ عمل نہ کرے گا یا کچھ
کرے گا اگر کچھ نہ کیا تو مخالفت نص ایحسب الانسان ان یترک سدی اور افحسبتم انما خلقناکم عبثا کے
لازم آے اگر کچھ کیا تو بدون علم یا تعیین کسی جانب کے عمل ممکن نہین پس علم یا تعیین حکم نص سے تو
ہو نہین سکتا لعدم النص فی الاول وللتعارض من غیر علم بالتقدیم والتاخیر فی الثانی ضرور علم بالتعیین
قیاس سے ہوگا پس یا قیاس ہر شخص کا شرعا معتبر ہے کہ جو کسی کی سمجھ مین آے یا بعض کا معتبر ہے
بعض کا نہین کل کا تو معتبر ہو نہین سکتا لقولہ تعالیٰ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ
الذین یستنبطونہ منہم پس بعض کا معتبر ہوگا بعض کا نہوگا جس کا معتبر ہے اُس کو مجتہد و مستنبط کہتے
ہین جس کا معتبر نہین اُسکو مقلد کہتے ہین پس مقلد پر ضرور ہوا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے لقولہ تعالے
واتبع سبیل من اناب الی اب جاننا چاہیے کہ ائمہ اربعہ کی تاریخی حالات سے بالقطع معلوم ہے کہ
تحت عموم من اناب الی کے داخل ہین پس انکا اتباع بھی ضروری ہوا۔ رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سے
گذرے ہین کسی دوسرے کی تقلید کیون نہ کیجاوے اُس کا جواب یہ ہے کہ اتباع سبیل کے لیے علم سبیل
ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل تفصیل جزئیات و فروع معلوم نہین پس
کیونکر کسی کا اتباع ممکن ہے پس انحصار مذاہب اربعہ مین ثابت ہوا رہی یہ بات کہ ان چارون مین سے
ایک ہی کی تقلید کیون ہو اُسکی وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہین متفق علیہا مختلف فیہا مسائل متفق
علیہا مین تو سب کا اتباع ہوگا مسائل مختلف فیہا مین سب کا تو ہو نہین سکتا بعض کا ہوگا بعض کا
نہوگا پس ضرور ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو سو حق تعالے نے اتباع کو انابۃ الی اللہ پر متعلق فرمایا ہے
جس امام کی انابۃ الی اللہ زائد معلوم ہوگی اُس کا اتباع کیا جاوے گا اب تحقیق زیادۃ انابۃ کی یا تفصیلا
کیجاوے گی یا اجمالا تفصیلا یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ مین دیکھا وے کہ حق کسکی جانب ہے اجمالا یہ
ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیت پر نظر کیجاوے کہ غالبا کون حق پر ہوگا اور کس کی انابۃ زائد ہے
صورت اولے مین علاوہ حرج اور تکلیف مالا یطاق کے مقلد مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا

نہ دوسرے کی سبیل کا وھو خلاف المفروض پس صورت ثانیہ متعین ہوئی کسی کو امام ابوحنیفہ رح پر اُن کے مجموعہ حالات سے یہ ظن غالب واعتقاد راسخ ہوا کہ یہ منیب ومصیب ہیں کسی کو امام شافعی رح پر کسیکو امام مالک رح پر کسی کو امام احمد بن حنبل رح پر اس لیے ہر ایک نے ایک ایک کا اتباع اختیار کیا اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالا نا بتہ اجمالاً کے التزام کیا گیا۔ اب بعض جزئیات مین بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدیدہ اُسکی مخالفت مین شق اول عود کرینگی وقد ثبت بطلانہ پس بحمد اللہ تقریر بالا سے وجوب تقلید مطلقا وتقلید ائمہ اربعہ خصوصًا وانحصار فی المذاہب الاربعہ ووجوب تقلید شخصی وبطلان تلفیق کالشمس فی کبد السماء واضح ہوگیا ودونہ خرط القتاد والکلام فیہ طویل وفیما ذکرنا کفایۃ لطالب الرشاد انشاء اللہ تعالی ولنعم ماقیل۔ ہر کہ سر برخط فرمان دلیلے ننہد ٭ کے میسر شودش روئے براہ آوردن ٭ ہر کہ خواہد کہ بسر منزل مقصود رسد ٭ بایدش پیروی راہ نمایان کردن ٭ اور یہ کہنا کہ مذہب محمدی کو چھوڑکر مذہب حنفی اختیار کیا یہ عجب خبطیون کا کلام ہے اس کو یہ تو خبر ہی نہین کہ مذہب کس کو کہتے ہین جو دین محمدی کو مذہب محمدی کہتا ہے دین ومذہب مین فرق بھی معلوم نہین کہ دین مجموعہ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعہ فروع کا اور ہر فروع کے لیئے اصول ضروری ہین جب مذہب محمدی ہوا تو دین کونسا ہوگا۔ یہ شخص اس نسبت سے حنفیہ کو منع کرتا ہے اور اپنی خبر نہین کہ کیا خاک پھانک رہا ہون کہ دین محمدی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور حنفیہ کی نسبت تو نہایت صحیح ہے کیونکہ دین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلہ کے ہے اور مذہب مثل شہرون اور چھوٹے قبیلون کے اطلاقات روزمرہ مین اپنے کو شہر اور چھوٹے قبیلہ کی طرف نسبت کیا کرتے ہین البتہ جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے اُسوقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتلاتے ہین اسیطرح اطلاقات روزمرہ مین اگر کوئی اپنے کو حنفی بتلاوے اور جب دین سے سوال ہو اُس وقت محمدی کہے فرمایئے کونسا شرک وکفر لازم آگیا اسپر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم اپنے کو صدیقی یا لکھنوی کیون کہتے ہو بلکہ آدمی یا ہندی بتلاؤ ایسے شخص کا مقابلہ بجز جواب جاہلان باشد خموشی کے اور کیا ہوگا۔ ایہا الاخوان لاتسعوا فی الارض بالفساد والطغیان فان الفتنۃ اشد من القتل بالسیف والسنان۔ والمستعان علی البلیات والاحزان۔ رب توفنا علی الحق والایمان۔ فقط ۱۰؍ شعبان روز چہار شنبہ سنہ ۱۳۱۴ھ

سوال۔ ذبح کرنا گائے بھینس وغیرہ کا کب سے جاری ہوا ہے اس معاملہ مین آیت قرآن مجید و

وحدیث شریف جو ہون مطلع فرماوین۔

الجواب جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے جبھی سے ان جانورون کا ذبح کرنا بحکم الٰہی جاری ہے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹون ہابیل قابیل کا قصہ قرآن شریف مین مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے یہان مقبول ہوئی اور وہ جانور اُنکی قربانی کا یا اونٹ تھا یا مینڈھا علی اختلاف روایات التفسیر قال اللہ تعالیٰ اذ قربا قربانا فتقبل من احدہما ولم یتقبل من الآخر الآیہ ہابیل صاحب ضرع قرب جملا سمینا۔ بیضاوی ۱۲ وہو کبش لہابیل۔ جلالین ۱۲ اور جب سے اب تک سب امتون مین ان جانورون کا ذبح کرنا جاری ومشروع رہا قال اللہ تعالیٰ لبنی اسرائیل ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ الآیہ وقال تعالےٰ امتنانا علینا اللہ الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منہا ومنہا تاکلون الآیہ

۱۲ محرم ۱۳۱۵ ہجری واللہ اعلم

ش: مجتہد مقید ہونا ابن ہمام رح کا

سوال حضرت ابن ہمام رح کو مجتہد مقید کہنا صحیح ہے یا نہین۔

الجواب ۔حضرت ابن ہمام رح کو مرتبہ اجتہاد کا حاصل ہے اور اُن کو مجتہد مقید کہنا صحیح وصادق ہے قال الشامی فی جواب اعتراض علی ابن الہمام فی مسئلۃ واجاب العلامۃ المقدسی بان ما بحثہ الکمال (ای ابن الہمام) ہو القیاس کما صرح بہ الامام الحصیری فی شرح الجامع الکبیر واذا کان ہو القیاس لا یقال فی شانہ انہ غلط وسوء ادب علی ان الشخص الذی بلغ رتبۃ الاجتہاد اذا قال مقتضی النظر کذا لشئ ہو القیاس لا یرد علیہ بان ہذا منقول لانہ انما تبع الدلیل المقبول وان کان البحث لا یقضی علی المذہب انتہی شامی ج ۲ ص ۳۷۰ واللہ اعلم فقط

ش: مسجد میں کھڑکی کھولنا

سوال اگر بالاخانہ مکان خاص یا مشترک متصل مسجد کے کھڑکیان مسجد مین کھولی جاوین جنسے سوائے فائدہ ہوا کے اور کوئی غرض قبض وتصرف زمین یا فرش وغیرہ کا مقصود نہین جائز ہے یا نہین۔

الجواب ۔اگر کھڑکی وغیرہ آنے جانے کے واسطے کھولی جاوے یہ تو جائز نہین کیونکہ طرق حقوق ملک سے ہی اور مسجد غیر مملوک ہے اور اگر محض ہوا وغیرہ کے لئے کھولا ہے اور جس دیوار مین کھڑکی کھولتا ہے وہ اسکی مملوک ہو اور کوئی غرض فاسد نہو تو اُس مین اگر مسجد واہل مسجد کو کسی قسم کا ضرر وحرج نہ ہوپنچے تو جائز ہی اور اگر کوئی نقصان یا بے احتیاطی ہو جائز نہین مثلاً مسجد مین وہانسے دھوان جاوے یا خس وخاشاک وہانسے پھینکا جاوے یہ منع ہے ومن اخرج الی الطریق الاعظم کنیفا او میزابا او جرصنا او دکانا فلرجل من عرض الناس ان ینزعہ ویسع للذی عملہ ان ینتفع بہ ما لم یضر بالمسلمین فاذا اضر بالمسلمین کرہ لہ ذلک لقولہ علیہ السلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔ ہدایہ ج ۲ ص ۵۸۵۔ واللہ اعلم ۳ جمادی الاولے ۱۳۱۵ھ

مسائل طاعون

سوال رسالہ مرسلہ خدمت الماعون مین صفحہ ۲ سے صفحہ ۴ کے شروع تک جو فتوی مندرج ہی جسکی شرح رسالہ مرسلہ خدمت اعاذۃ الناس مین صفحہ ۴ سے صفحہ ۸ تک اور صفحہ ۲۸ سے ۴۳ تک بیان کی گئی ہے آیا اس زمانہ جبلہ جوی مین زید کو اس قسم کا فتوی لکھنا صحیح ہے یا نہ بینوا توجروا۔

الجواب - مین نے دونون رسالے مع اُنکے لواحق کے سرسری نظر سے دیکھے مؤیدات زائدہ سے قطع نظر کرکے اصل مقصود مین نزاع لفظی معلوم ہوتا ہے اور اختلاف یا شرط سے تناقض حقیقی نہین چنانچہ اعاذہ کے صفحہ ۳۵ مین مصرح ہے اگر کوئی اس نیت سے بھاگے کہ طاعونی مقام مین ٹھیرنے اور طاعون مین مبتلا ہونے سے کہین یہ اعتقاد پیدا نہو جاوے کہ طاعونی مقام مین رہنا طاعون ہونیکا سبب ہوا ہی تو ایسے بھاگنے کی ممانعت حدیث سے ہرگز مفہوم نہین ہوتی اھ اور صفحہ ۷ مین ہے اگر طاعون سے بچنے کی نیت ہو تو ممنوع اھ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جس فرار کا منشاء یہ غرض اور اعتقاد ہو کہ خروج موجب نجات ہوگا صاحب اعاذہ کے نزدیک بھی ممنوع ہے اور مانعین اسی کو منع کرتے ہین اور جس خروج کا منشا یہ غرض اور اعتقاد نہو صاحب اعاذہ اُس کو جائز بتلا رہے ہین اور مانعین بھی اسکو منع نہین کرتے پس جائز اور چیز ہوئی اور منہی عنہ دوسری چیز پس نفس مسئلہ مین اختلاف نہ رہا اور اسی تفصیل کی تائید عبارت درمختار واقعہ آخر مسائل شتے سے ہوتی ہے اب صرف محل نزاع یہ رہگیا کہ آیا فارین کی غرض فاسد ہے یا صحیح ہے سو یہ کوئی مسئلہ شرعیہ نہین ہے جس مین اسقدر کلام کیا جاوے محض ایک واقعہ جزئیہ ہے جسکی تحقیق بتجربہ ومشاہدہ وتتبع احوال ناس سے بآسانی کرکے نزاع مرتفع ہوسکتا ہے سو جہان تک استقراء صحیح سے کام لیا گیا یہی ثابت ہوا کہ اکثر مین جہل وضعف نیت کے غلبہ سے اور بعض مین الحاد ودہریت کے اثر سے فساد غرض متیقن ہے الا نادر[۱] والنادر کالمعدوم بل عسے ان لایکون فی زماننا الا المفہوم لہذا مقتضاء انتظام احکام منع عام ہے جو مانعین کا حاصل کلام وملخص مرام ہے واللہ اعلم ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

سوال - ایک مقام مین طاعون واقع ہوا اور چوہے کثرت سے مکانون مین مرنے لگے اور کچھ لوگ بستی کے محض بغرض تبدیل آب وہوا مکان چھوڑ کر محلہ کے بالکل متصل چند بیگھہ کے فاصلہ پر میدان

صاف و پُر فضا مین اقامت پذیر ہوگئے آیا خروج محض بایں نیت جائز ہوگا یا نہین۔

الجواب۔ چونکہ فنار آبادی حکم مین آبادی کے ہے لہذا مجموعہ کو مکان واحد کہا جاویگا اس لئے صورت مسئولہ مین میدان مین رہنا جائز ہے والدلیل علیہ علی ما ادی نظری ان بعض الاحادیث ذکر فیہا لفظ ارض کما رواہ مسلم وفی بعضہا بلد کما حکاہ النووی ولما کان الحدیث یفسر بعضہ بعضاً علم ان المراد بالارض ہی البلدۃ ویؤیدہ ما فی الدر المختار اذا خرج من بلدہ حیث قید الحکم بالبلدۃ ولما ثبت کون متعلق الحکم ہی البلدۃ وہی بجمیع اجزائہا محل واحد کما اعتبر فی احکام الجمعۃ والعید لم یکن الخروج الی الفنار خروجا من البلدۃ فتفکر نعم نقل فی بعض الرسائل عن الفتاوی الکبری لابن حجر المکی ان المراد بالارض محل الاقامۃ وقع بہ الطاعون سواء کان بلدا ام قریۃ ام محلۃ ام غیرہا لا جمیع الاقلیم الخ لکنہ من العلماء الشافعیۃ فلا یکون قولہ حجۃ علینا الا ان لم نلتزم اتباعہ واللہ اعلم ۲۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۱ھ

شبہ متعلق جواب مندرجہ بالا

طاعونی مقام سے فناء بلد مین خروج کے جواز کی دلیل حضرت نے جو لکھی ہے مطالعہ کی لیکن تھوڑی تشریح کے لئے اور مکلف خدمت ہوں ۱ عبارت درمختار کے جواب مین جو مرقوم ہے بہت تھوڑی ہی یعنی اسقدر اذا خرج من البلدۃ الخ معلوم نہین یہ کہانکی عبارت ہے مین نے اپنے مظنونہ مقامات مین تلاش کیا نہ ملی تا کہ مجھے معلوم ہو جاتا کہ یہ عبارت خروج من البلد الطاعون ہی کی بابت ہے ۲ دوسری یہ کہ اصل محاورات عرب مین تو بلد قطعۃ من الارض عامرۃ کانت او غامرۃ کے معنے مین مستعمل ہوتا ہے قال اللہ تعالیٰ سقناہ لبلد میت قال الشاعر ؎ وبلدۃ لیس بہا انیس ٭ الا الیعافیر والا العیس ٭ اسلیئے مجھے خیال ہوتا ہے کہ کلام نبوی مین محض قدیم استعمال کے بموجب ارادہ معنی بہتر ہوگا فلا ضرورۃ اذاً فی ادخال الفنار الغیر المعمور فی حکم العمران ۳ تیسرے یہ کہ فنار کی بابت خروج للسفر و قصر صلوٰۃ کی بحث مین شامی مین ہے۔ اما الفنار وہو المکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب ودفن الموتی والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزتہ وان انفصل بغلوۃ او مزرعۃ فلا کما یاتی بخلاف الجمعۃ فتصح اقامتہا فی الفنار ولو منفصلا بمزارع لان الجمعۃ من مصالح البلد بخلاف السفر پس خروج از بلد للسفر اور جمعہ کے لئے فنار کے اعتبار مین فرق ہوا اس مسئلہ مسئول عنہا مین کیا معتبر ہوگا ارض متصل ہے یا منفصل بمزارع بھی داخل ہے وعلی کل حال کیف تقدیر الفنار وتحدیدہ وغیرہ اس مین ہی بخلاف البساتین ولو متصلۃ بالبنار لانہا لیست من البلدۃ مما لہا فی ہذہ المسئلۃ۔

الجواب۔ سوال اول در مختار مین کتاب الفرائض سے چند سطر پہلے یہ عبارت ہے **جواب سوال دوم** اگر بلدہ مین تعمیم لیلی جاوے تب بھی مضر نہین کیونکہ اس تقدیر پر بھی ہر ہر جزو ارض پر تو اطلاق کیا نہ جاویگا تاکہ بیوت و محلات کو شمول ثابت ہو بلکہ ایک قطعہ محدودہ کے ساتھ خاص ہوگا چنانچہ قاموس مین قطعہ کے بعد متحیزہ کی قید مصرح ہے اور تعین حدود کا مبنی عرف پر ہے سو ظاہر ہے کہ عرفاً معنے خاص کے اعتبار سے حقیقۃً مجموعہ اجزاء معمورہ پر اور حکماً اجزاء تابعہ غیر معمورہ پر بھی اور معنی عام کے اعتبار سے حقیقۃً ولغۃً اجزاء معمورہ و غیر معمورہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے پس خروج عن العمارات کا خروج عن البلد ہونا پھر بھی ثابت نہوگا اور فناء غیر معمور تقدیر اول پر حکماً اور تقدیر ثانی پر لغۃً بلد مین داخل ہوگا سو تقدیر ثانی تعمیم کسیقدر مدعا مین مقید ہوگئی۔ **جواب سوال سوم** فناء کو حکم جمعہ متصل و منفصل دونون کے لیئے عام اور وسیع ماننے کی اور سفر مین وسیع نہ ماننے کی جو علت بیان کی ہے لان الجمعۃ من مصالح البلد بخلاف القصر یہ خود تبلا رہی ہے کہ خروج متکلم فیہ کو حکم جمعہ مین کہنا چاہیئے کیونکہ سکنے بھی مثل جمعہ کے یقیناً مصالح سے ہے پس اندر باہر کا سکنی یکسان ہوا اور ارض متصل و منفصل و مزارع سب آسمین داخل ہوگئے اور عبارت بخلاف البساتین الخ سے بساتین کا فناء بلد سے خارج کرنا مقصود نہین بلکہ ابنیۂ بلد سے خارج کرنا مقصود ہے چنانچہ سباق و سیاق سے یہ امر صاف ظاہر ہے اس سے سابق یہ عبارت ہے واشار الیٰ انہ یشترط مفارقۃ ما کان من توابع مواضع الاقامۃ کربض المصر وھو ما حول المدینۃ من بیوت و مساکن فانہ فی حکم المصر وکذا القری المتصلۃ بالربض فی الصحیح بخلاف البساتین الخ اور اسکے بعد یہ عبارت ہے واما الفناء الخ پس معلوم ہوا کہ اما الفناء سے پہلے غیر فناء کا ذکر ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ قصر سفر مین تو عمارات ولواحقہا معتبر ہین پس بساتین چونکہ سکنی اور اسکے مرافق کے لیئے موضوع نہین لہذا ابنیہ سے خارج ہین اور جمعہ مین فنا معتبر ہے اور اسمین زیادہ عموم و وسعت ہے جیسا خود سوال مین مصرح ہی پس بساتین کا قصر مین خارج عن البلد ہونا مستلزم نہین کہ جمعہ و ما یماثلہا کالخروج المتکلم فیہ مین بھی خارج ہو اور لفظ بلدہ کے محلات و منازل کو علم ہونے اور بساتین اور مزارع و نحوہا کے داخل بلد ہونے کے لئے اتنا امر کافی ہے کہ ایک گھر سے دوسرے گھر مین کسی کی ملاقات کے لیئے یا بساتین و مزارع کے لئے جو کہ ضرورت شدیدہ نہونے کی وجہ سے مجوز خروج عن محل الطاعون نہین ہو سکتا جانا بالاتفاق جائز سمجھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا یہ خروج عن البلد الی بلد آخر نہین ہے فتأمل وانصف

واللہ اعلم ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

سوال - طاعون شہر میں داخل ہونے کے بعد یہاں سے کچھ لوگوں نے بستی چھوڑ دی ان میں سے بعض دوسری بستیوں میں چلے گئے اور بعض بستی کے نزدیک ہی چھپروں میں قصبہ میں جاگزین میں فریق ثانی بھی مرضیٰ کی عیادت و نماز جنازہ و تکفین کی محنت وغیرہ میں شریک نہیں ہوتے جی میں آئی تو شہر سے باہر دفن میں آکر مٹی دیدی ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ہم نے گنگوہ سے اور تھانہ بھون سے فتویٰ منگایا ہے تبدیل آب و ہوا کے لئے بستی سے زمانہ طاعون میں نکلنا درست ہے ایک شخص نے الہ آباد سے شاید حضور کے پاس یہیں کے لئے اپنے عزیزوں کے اشارہ سے استفسار کیا تھا اور بستی کے باہر قریب میدان میں جانے کی اجازت کا سوال تھا کہتے ہیں کہ جواز کا فتویٰ مولانا نے دیا بہرکیف طالب علم کے استفسار کا خیال حضور کو ہوا یا نہ ہوا دونوں فریقوں کا جو حال حکم شرعی سے ہو اور جیسا کچھ پہلے کبھی لکھا گیا تحریر فرمایئے کیونکہ ہمارے یہاں کے علماء کل اس جواز کے مخالف مجھ سے کم مایہ شخص کی فہم میں بھی ہر دو فریق گنا ہگار معلوم ہوتے ہیں اور سخت مجرم - اہل محلہ کو مبتلائے متعدد اموات ہوتے اور ایک روز میں پانچ پانچ سات سات مردوں کی تجہیز و تکفین کی محنت شاقہ اٹھاتے ہوئے دیکھتے ہیں اور شرکت نہیں کرتے نماز جنازہ و پنجگانہ باوجود سماعت اذان محلہ میں پڑھنے نہیں آتے تبدیل آب و ہوا کا بہانہ کرتے ہیں اور طاعونی مریضوں کے پاس اور طاعونی مکان بلکہ اپنی بستی میں جانے سے نہایت ڈرتے ہیں کیا یہ عدویٰ و فرار من الطاعون میں داخل نہیں -

الجواب - چونکہ جواب تابع سوال ہوتا ہے اور اس سوال میں ان مفاسد سے تعرض نہ تھا جو اس سوال میں مذکور ہیں لہذا جواب اس کا جواز سے دیا گیا چنانچہ نقل جواب یہ ہے - لیکن جب اسکے ساتھ یہ مفاسد بھی ہیں جو اس سوال میں مذکور ہیں جس میں عقیدہ کا فساد اور فرائض اور واجبات و سنن ہدیٰ کا ترک لازم آتا ہے اس عارض کی وجہ سے یہ خروج جائز نہوگا - واللہ اعلم ۸ ارمحرم ۱۳۲۲ ہجری

سوال - کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ طاعون سے بھاگنا جائز ہے یا نہیں خواہ بیماری لگجانے کے اندیشے سے ہو یا موت کے خوف سے اور بھاگنا ایک بستی سے دوسری بستی میں ہو یا بستی سے باغوں کی جانب ہو ۲ اگر سارا مکان چوہوں کے مرنے کے سبب سڑ جاوے اور اس میں سکونت دشوار ہو تو نقل مکان جائز ہے یا نہیں ایک مکان سے دوسرے مکان میں ہو یا مکان سے

ف چونکہ یہ جواب سائل مذکور کو دوسرے سوال کے جواب میں مذکور ہے اس لیے یہاں ترک کر دیا گیا۔

باغونکی جانب ہو یا بستی سے دوسری بستی کی جانب ہو ۔ ۳ اگر ساری بستی کے لوگ بھاگ گئے ہون اُن
بستی کے خالی ہوجانے کے سبب وحشت ہو خواہ چوروں کے خوف سے یا محض تنہائی کے سبب تو نقل مکان
بمواضع مذکورہ جائز ہے یا نہین ۔ ۴ اگر بستی کے خالی ہوجانے کے سبب حوائج ضروریہ نہ پورے ہوتے
ہون اور تکلیف ہونے لگے تو اس حالت مین دوسری بستی مین یا جہان حوائج پورے ہوتے ہون چلا
جانا جائز ہے یا نہین ۔ ۵ مرض طاعون سے یا موت سے کسی کو اگر وحشت ہو تو اُسکے لیئے تبدل
مکان بمواضع مذکورہ جائز ہے یا نہین ۔ ۶ اگر بستی بالکل خالی نہو اور حوائج ضروریہ برابر پورے ہوتے
ہون اور کوئی تکلیف پیش نہ آتی ہو تو اُس وقت بستی کا چھوڑنا کیسا ہے ۔ ۷ اگر کسی کے بستی چھوڑنے
سے ضرر متعدی ہو اور عوام سند جواز پکڑین تو اُسکے لیئے فرار جائز ہے یا نہین ۔ ۸ اگر بعض مکان
سڑ گیا ہو اور بعض نہ سڑا ہو اور اس وجہ سے سکونت دشوار نہو تو کیا حکم ہے ۔ ۹ اگر مکان بالکل سڑ گیا
ہو اور اسوجہ سے مکان مین سکونت دشوار ہو تو تبدل مکان صرف بستی ہی کے اندر کسی مکان مین
کرسکتا ہے یا بستی کے باہر باغون مین یا کسی دوسری بستی مین جاسکتا ہے ۔ ۱۰ قصہ حضرت سیدنا
عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے جواز مفرورین پر استدلال کرتے ہین جو بعض مورخین نے نقل
کیا ہے چنانچہ الفاروق مین مولوی شبلی لکھتے ہین مصر اور عراق مین سخت وبا پھیلی حضرت عمر رضہ کو اول
جب خبر پہونچی تو اُسکی تدبیر اور انتظام کے لیئے خود روانہ ہوئے سرغ پر پہونچکر ابوعبیدہ رضہ وغیرہ سے جو
اُنکے استقبال کو آئے تھے معلوم ہوا کہ بیماری کی شدت بڑہتی جاتی ہے مہاجرین اولین اور انصار کو
بلایا اور راے طلب کی مختلف لوگون نے مختلف رائین دین لیکن مہاجرین فتح نے یک زبان ہوکر کہا
کہ آپ کا ٹھیرنا یہان مناسب نہین حضرت عمر رضہ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ پکار دین کہ کل کوچ ہو
حضرت ابوعبیدہ رضہ چونکہ تقدیر کے مسئلہ پر نہایت سختی کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے اُن کو نہایت غصہ
آیا اور طیش مین آکر کہا (افرارًا من قدر اللہ) حضرت عمر رضہ نے اُنکی سخت کلامی کو گوارا کیا اور کہا (نعم نفر
من قضاء اللہ الی قضاء اللہ) غرض خود مدینہ چلے آئے یہ مضمون الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۶۲ ۱۶۳
مین مذکور ہے ۔ افرمن قضاء اللہ الی قضاء اللہ کا صحیح مطلب کیا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۴
مین ہے معاذ کے مرنے کے بعد تو اُنھون نے یعنی عمرو بن العاص رضہ نے عام مجمع مین خطبہ پڑھا اور کہا
کہ وبا جب شروع ہوتی ہے تو آگ کی طرح پھیلتی چلی جاتی ہے اس لیئے تمام فوج کو یہان سے اُٹھکر

پہاڑون پر جا رہنا چاہیے اگرچہ انکی رائے بعض صحابہ رضی کو جو معاذ کے ہم خیال تھے ناپسند آئی یہان تک کہ ایک بزرگ نے علانیہ کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہی تاہم عمرو نے اپنی رائے پر عمل کیا فوج انکے حکم کے مطابق ادھر ادھر پہاڑون پر پھیل گئی اور وبا کا خطرہ جاتا رہا ۱۱ بخاری شریف اور مسند امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی احادیث سے استدلال عدم جواز پر مطلقا کرتے ہین خواہ ایک بستی سے دیگر بستی مین ہو یا بستی سے باغونکی جانب ہو بخاری کی حدیث یہ ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوہا واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا منہا اور مسند مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ مین طاعون کے متعلق جو حدیث ہے اس کا اخیر ٹکڑا یہ ہے فاذا وقع بارض فلا تدخلوا علیہ واذا وقع بارض فلا تخرجوا فرارا منہ اور نیز اسی مسند مین ہے الفار من الطاعون کالفار من الزحف ۱۲ فرار من الطاعون اگر گناہ ہے تو کبائر مین سے ہے یا صغائر مین سے اور فرار کو جو جائز سمجھے اور جواز کا حکم کرے وہ کیسا ہے ۱۳ اگر بھاگنے کو سبب حفاظت از موت سمجھا جاوے تو کیسا ہے ۱۴ جس مقام پر طاعون ہو وہان جانا ممنوع ہے یا نہین اگر ممنوع ہے تو مطلقا ممنوع ہے یا ضرورت کیوقت اجازت ہے ۱۵ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون مسلمانون کے لئے رحمت اور شہادت ہے مسند مذکور مین حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے الطاعون شہادۃ لامتی ورحمۃ لہم مروی ہے پس اس سے تعوذ اور دعا جائز ہے یا نہین۔

الجواب ۱ طاعون سے بھاگنا جائز نہین لقولہ علیہ السلام واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارا منہ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ اور اطلاق حدیث ہر فرار کو شامل ہے جو طاعون سے خواہ بخوف موت ہو خواہ بخوف بیماری لگجانے کے البتہ یہ امر کہ یہ حکم خود اس بستی کے میدان و باغ وغیرہ کو بھی شامل ہے یا نہین تصریحا کتب مذہب مین نظر سے نہین گذرا لیکن ظاہرا یہ خروج منہی عنہ مین داخل نہین کیونکہ فناء مصر احکام شرعیہ مین حکم مصر مین قرار دیا گیا ہے کما فی الجمعۃ والعیدین ویؤیدہ ما وقع فی الحدیث من قولہ علیہ السلام فیمکث فی بلدہ الحدیث رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ حیث علق الحکم بالبلد وبالخروج الی الفناء لم ینتف مکثہ فی البلد واما ما وقع من لفظ الارض فیفسر بالبلدۃ فان الحدیث یفسر بعضہ بعضا ویؤیدہ ایضا ما روی عن انس قال رجل انا کنا فی دار کثیر فیہا عددنا واموالنا فتحولنا الی دار قل فیہا عددنا واموالنا فقال ذروہا ذمیمۃ رواہ ابو داؤد کذا فی المشکوۃ باب الفال والحدیث وان حملوہ علی الفال والشوم

لکنہ یعارض بالاحادیث الاخر والذی یمیل الیہ القلب ان تلک الدار للضیق او لقربہا الی النتن ونحوہ کانت فاسدۃ الہواء مورثۃ للامراض وبہذہ الامراض کثر الموت وبکثرۃ الموت وقلۃ عدد الکاسبین وکثرۃ الصرف الی الادویۃ والتدبیر قل الاموال والتائید مبنی علی ہذا الوجہ واللہ اعلم وان قال قائل قد عدد الاذن فی ما یلی ذلک الحدیث فی المشکوۃ تبرک البلدۃ للوبا ریقال قد ضعف ہذا الحدیث واول فی الشرح الفارسی للمشکوۃ فانظر فیہ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

؎۲ جو خروج کسی اور عارض کی وجہ سے ہو وہ فرار من الطاعون نہین ہے اگر وہ عارض قوی معتبر ہے تو خروج جائز ہے یدل علیہ ما فی الدر المختار قبیل کتاب الفرائض واذا خرج من بلدۃ بہا الطاعون فان علم ان کل شئ بقدر اللہ تعالے فلا باس ان یخرج او یدخل الخ اب یہ امر باقی رہا کہ کون عارض قوی ہے کون نہین پس جو ہو نکا سڑ جانا اسطور کہ سکونت دشوار ہو جاوے عارض قوی معلوم ہوتا ہے اور دوسری بستی اور اس بستی کے اجزا کا حکم اوپر لکھا گیا۔ ؎۳ صرف وحشت یا خوف قلیل عارض قوی نہین ہے اور خوف شدید عارض قوی ہے یؤیدہ ما فی قاضیخان المعتدۃ اذا کانت فی منزل لیس معہا احد ہی لا تخاف من اللصوص ولا من الجیران ولکنہا تفزع من امر المیت ان لم یکن الخوف شدیدا لیس لہا ان تنتقل من ذلک الموضع لان قلیل الخوف یکون بمنزلۃ الوحشۃ وان کان الخوف شدیدا کان لہا ان تنتقل لانہا لو لم تنتقل یخاف علیہا من ذہاب العقل ونحوہ ص ۲۷۲ ؎۴ یہ عارض قوی معلوم ہوتا ہے ؎۵ وحشت کا غیر معتبر ہونا جواب سوال سوم مین مذکور ہو چکا۔ ؎۶ یہان عارض قوی نہین ہے ؎۷ مباحات موہمہ لضرر العوام سے بچنے کا وجوب اس وقت ہے جبکہ کوئی ضرورت شرعی یا طبعی معتبر اس مقتدا کو لاحق نہو ورنہ دوسرے کے عدم تضرر کے واسطے اس کا تضرر گوارا نہو گا وہذا ظاہر جدا ؎۸ یہان عارض قوی نہین ہے ؎۹ عارض قوی ہے اور دوسری بستی مین اور اس بستی کے جمیع اجزا مین فرق جواب سوال اول مین بیان ہو چکا ؎۱۰ حضرت عمر رضہ کے قصہ سے کچھ استدلال نہین ہو سکتا کیونکہ خروج عن محل الطاعون نہین ہوا بلکہ عدم الدخول فی محل الطاعون ہوا جسکے جواز بلکہ وجوب مین بھی کلام ہے چنانچہ حدیث شیخین مین ہے فاذا سمعتم بارض فلا تقدموا علیہ کذا فی المشکوۃ ومعنے الفرار لے القبنا را نا لم نعتمد فی ذہابنا ہذا علی سبب غیر قدر اللہ تعالیٰ بل نتوکل علی اللہ تعالیٰ ونتمثل فی الذہاب لامرہ فلیس ہذا من الفرار من القضاء فی شئ البتہ حضرت عمرو بن العاص کی اس مسئلہ مین یہ راے معلوم ہوتی ہے کہ نہی عن الفرار

لکنہ یعارض بالاحادیث الاخر والذی یمیل الیہ القلب ان تلک الدار للضیق اولقربہا من النتن ونحوہ کانت فاسدۃ الہواء مورثۃ للامراض وبہذہ الامراض کثر الموت وبکثرۃ الموت قلۃ عدد الکاسبین وکثرۃ الصرف الی الادویۃ والتدبیر قل الاموال والتائید مبنی علی ہذا الوجہ واللہ اعلم وان قال قائل قد ورد الاذن فی مایلی ذلک الحدیث فی المشکوۃ تبرک البلدۃ للوباء ینقال قد ضعف ہذا الحدیث واول فی الشرح الفارسی للمشکوۃ فانظر فیہ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

سے جو خروج کسی اور عارض کی وجہ سے ہو وہ فرار من الطاعون نہیں ہے اگر وہ عارض قوی معتبر ہے تو خروج جائز ہے یدل علیہ ما فی الدر المختار قبیل کتاب الفرائض واذا خرج من بلدۃ بہا الطاعون فان علم ان کل شئ بقدر اللہ تعالی فلا باس ان یخرج ویدخل الخ اب یہ امر باقی رہا کہ کون عارض قوی ہے کون نہیں پس جو ہوا کا سڑ جانا یا اسقدر کہ سکونت دشوار ہو جاوے عارض قوی معلوم ہوتا ہے اور دوسری بستی اور اس بستی کے اجزا کا حکم اوپر لکھا گیا۔ سے صرف وحشت یا خوف قلیل عارض قوی نہیں ہے اور خوف شدید عارض قوی ہے یؤیدہ ما فی الہندیۃ المعتدۃ اذا کانت فی منزل لیس معہا احد وہی لاتخاف من اللصوص والامن الجیران ولکنہا تفزع من امر المیت ان لم یکن الخوف شدیدا لیس لہا ان تنتقل من ذلک الموضع لان قلیل الخوف یکون بمنزلۃ الوحشۃ وان کان الخوف شدیدا کان لہا ان تنتقل لانہا لو لم تنتقل یخاف علیہا من ذہاب العقل ونحوہ ص ۲۷۲ ج ۲ ۴ یہ عارض قوی معلوم ہوتا ہے ۵ وحشت کا غیر معتبر ہونا جواب سوال سوم میں مذکور ہو چکا۔ ۶ یہاں عارض قوی نہیں ہے ۷ مباحات موہمہ لضرر العوام سے بچنے کا وجوب اس وقت ہے جبکہ کوئی ضرورت شرعی یا طبعی معتبر اس مقتدا کو لاحق نہ ہو ورنہ دوسرے کے عدم تضرر کے واسطے اس کا تضرر گوارا نہ ہو گا وہذا ظاہر جدا ۸ یہاں عارض قوی نہیں ہے ۹ عارض قوی ہے اور دوسری بستی میں اور اُس بستی کے جمیع اجزا میں فرق جواب سوال اول میں بیان ہو چکا ۱۰ حضرت عمر رض کے قصہ سے کچھ استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ خروج عن محل الطاعون نہیں ہوا بلکہ عدم الدخول فی محل الطاعون ہوا جسکے جواز بلکہ وجوب میں بھی کلام ہے چنانچہ حدیث شیخین میں ہے فاذا سمعتم بارض فلا تقدموا علیہ کذا فی المشکوۃ ومعنی الفرار لے القبیار انا لم نعتمد فی ذہابنا ہذا علی سبب غیر قدر اللہ تعالی بل نتوکل علی اللہ تعالی ونشتغل فی الذہاب لامرہ فلیس ہذا من الفرار من القضاء فی شئ البتہ حضرت عمرو رض بن العاص کی اس مسئلہ میں یہ رائے معلوم ہوتی ہے کہ نہی عن الفرار

من الطاعون معلل ہو علت فساد اعتقاد کے ساتھ کہ خروج کو طبعًا موثر فی النجاۃ سمجھے جیسا اہل سائنس کا خیال ہے اور جو صرف اسباب عادیہ مین سمجھے اُسکے لئے جائز ہی سوال اول تو یہ اُن کا اجتہاد ہے جو دوسرے مجتہد پر جو کہ ظاہر حدیث مرفوع سے تمسک کرتا ہو حجت نہین دوسرے اب اکثر فارین مین بوجہ اختلاط معتقدین سائنس کے فساد اعتقاد یقینی ہے پس اس مین کسی کے نزدیک بھی گنجائش نہین کیونکہ اس مین مخالفت ہے شریعت کی جو نافی ہے تاثیر طبعی لازم کی ۱۲ ان کے معانی کی تحقیق جواب سوال اول مین گذر چکی ہے۔ ۱۲ شیخ عبدالحق محدث رحنے شرح مشکوٰۃ فارسی مین تحت حدیث الفار من الطاعون کالفار من الزحف کے لکھا ہے ازین حدیث معلوم میشود کہ گریختن از طاعون گناہ کبیرہ است چنانکہ فرار از زحف اھ اور جائز سمجھنے والا اگر احادیث کو رد کرتا ہے کفر ہے اور اگر خلاف قواعد شرعیہ تاویل کرتا ہے مبتدع ہے اور اگر باوجود رعایت قواعد کے کسی شبہ سے غلطی کرتا ہے امید ہو کہ معذور ہے ۱۲ شیخ عبدالحق رحنے تو عبارت مذکورہ کے بعد اس اعتقاد کو کفر لکھا ہے لیکن تفصیل حق معلوم ہوتی ہے اگر موثر حقیقی سمجھے تو کفر ہے اور جو سبب عادی سمجھے تو بوجہ ورود نہی کے معصیت ہے۔ ۱۴ اور جواب سوال دوم مین گذر چکا ہے کہ ضرورت و عارض قوی سے خروج اور اسی طرح دخول جائز ہی ۱۵ اور چونکہ مطلق امراض و بلیات کا موجب رحمت ہونا احادیث مین آیا ہے پھر بھی اُنکے لئے دعا و تعوذ قولاً و فعلاً حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور راز اس مین یہ ہے کہ بحیثیت مصیبت فی الحال ہونے کے دعا و دوا کی اجازت ہے اور بحیثیت رحمت فی المآل ہونے کے صبر و رضا و تسلیم کا امر ہے فلا منافاۃ اور جس نے منع کیا ہے اُسکی غلطی ہے واللہ اعلم ۲۹ محرم ۱۳۲۲ھ

سوال مرض طاعون سے جو تقریبًا نو سال سے بلاد ہندوستان مین پھیلا ہوا ہی فرار کرنا کیسا ہے کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف عظیم واقع ہے بعض جواز و بعض عدم جواز فرار کے قائل ہین مدعیان جواز فرار چند دلائل پیش کرتے ہین اول یہ کہ جب طاعون عمواس واقع ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رض کو طلب کیا جو امیر لشکر دمشق تھے جہان کہ طاعون کا زور تھا لیکن جب وہ نہ آئے تو آپنے اُن کو لکھ بھیجا کہ اس مقام کو چھوڑ کر جابیہ نامی مقام پر جو بلند ہے چلے جاو چنانچہ ابو عبیدہ رض کی وفات کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے اس حکم کی تعمیل کی ہکذا فی روضۃ الاحباب پس درصورت منع از فرار ان حضرات کے متعلق کیا خیال رکھنا چاہیئے کہ ان کا یہ فعل صواب پر ہے یا نہین دوسرے یہ کہ لوگ

وقت نمود طاعون موضع طاعون کے مضافات و باغات و صحرا مین نکلکر مقیم ہوتے ہین اور وہ فنار شہر ہے
تو گویا من وجہ شہر ہے پس جو حدیث کہ حرمت فرار مین عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور
جس کا آخری جملہ یہہ ہے (ولا تخرجوا منہا فرارا یعنی موضع طاعون سے نہ بھاگو) کے یہ فعل مخالف نہین ہے
کیونکہ ارض موضع طاعون و مقام قیام فارین واحد ہے پس اس موضع سے فرار نہوا علاوہ ازین اسوقت علل
ممانعت فرار مین سے صرف ایک وجہ یعنی عدم صبر و استقامت موجود ہے والا سب مفقود جیسا کہ مولانا
شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ رجز من السماء کی تفسیر مین فتح العزیز مین ارشاد فرماتے ہین کہ
حرمت فرار بوجہ اسکے ہے کہ درصورت فرار علاج و تدابیر دشوار ہے اور اصحاب کے فرار پر مرضا کے مزید
تکلیف کا گمان ہے پس یہ صعوبتین فی زماننا دور ہین کیونکہ باغون او صحرا مین علاج بھی ممکن ہے
جیسا کہ اکثر ہوتا ہے اور انکی دلشکنی کا پورا لحاظ کیا جاتا ہے تیسرے یہہ کہ جس گھر مین آگ لگی ہو یا کوئی دیوار
گر رہی ہو وہان ٹھیرنا خلاف عقل ہے بلکہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کے نہی کو امر کے ساتھ ادا کرنا ہے
پس درصورت عدم جواز فرار دلائل مسطورۂ بالا کا کیا جواب ہے عقلاً و نقلاً عدم جواز ثابت کرنا چاہیے۔

سوال دوم درصورت عدم جواز فرار جو لوگ فرار کو جائز قرار دیتے ہین اور فرار کرتے ہین عند الشرع کیسے ہین

سوال سوم۔ جابیہ دمشق کا کوئی محلہ ہے یا دوسرا مقام اگر محلہ ہے تو کیا ایک محلہ سے دوسرے محلہ
مین فرار کرنا جائز ہے اور درصورت دوسرا مقام ہونے کے تو فرار کا پورا ثبوت ہے اس کا کیا جواب ہے۔
مدعیان عدم جواز فرار اپنے دعوی پر ان احادیث کو پیش کرتے ہین جو انکی ممانعت مین صحاح مین پائی
جاتی ہین جیسے الفار من الطاعون کالفار من الزحف وغیرہ بہرحال جواز و عدم جواز عند الشرع جو کچھ
ثابت ہو بالتفصیل والدلیل عقلاً و نقلاً بیان کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ احادیث صحیحہ مین تخصیصاً فرار عن الطاعون کی ممانعت آئی ہے اور شبہات جو اسپر
کیے گئے ہین ان کا یہہ جواب ہے علا قاعدہ کلیہ ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اگر کسی صحابی
کے قول و فعل کے معارض ہو تو آپکے ارشاد کو ترجیح ہوگی اور امتی کے قول و فعل مین اگر وہ مقبول ہے
ہو تاویل کیجاوے گی پس حضرت عمر رضہ کا یہہ فعل اگر معارض مان لیا جاوے تو حدیث مرفوع صحیح پر
مقدم نہین ہوسکتا دو وجہ سے اولاً سند اسکی صحاح کے برابر نہین دوسرے شارع غیر شارع برابر
نہین پس لابد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول و فعل مین کوئی تاویل ضروری ہوگی مثلاً اسی لشکر کو

دوسری جگہہ بھیجنے کی ضرورت ہوگی اور یہ مسلم ہے کہ مقام طاعون سے اور کسی ضروری کام کے لئے سفر کرنا جائز ہے یا اگر علت یہ قرار دیجاوے کہ اصحاب کے چلے جانے سے مرضی کی خرابی ہے تو اس صورت مین سارا لشکر کا لشکر سفر کرے تو یہ علت نہ پائی جاویگی اس لئے اجازت دیدی ہوگی چنانچہ بعض محققین قائل ہین کہ اگر کسی بستی کے کل آدمی دوسری جگہہ چلے جاوین توکچھ حرج نہین یا اُنکے نزدیک یہ بھی معلل ہوگی علت احتمال فساد اعتقاد فارین کے ساتھ اور یہ علت مفقود تھی اسلیے اجازت دیدی بہرحال یہ امر اُنکا اجتہادی سمجھا جاویگا جو دوسرے پر حجت نہین اور درصورت حجیت اس زمانہ کے طبائع کو مفید بھی نہین کیونکہ اب خاص طاعون کی وجہ سے بھاگتے ہین اور ساری بستی کے لوگ کہین نہین جاتے اور فساد اعتقاد بھی اگر کسی خاص مین نہو تب بھی اُس کا فعل موجب فساد اعتقاد عامی کا ہو اس لئے اُسکے لیے بھی منہی عنہ للغیر ہے یہ سب جب ہے جب کہ تعارض ظاہری مان لیا جاوے اگر تعارض نہو تو ان تکلفات کی حاجت نہین چنانچہ قاموس مین جابیہ کو دمشق کا قریہ لکھا ہو اور دمشق کا بلد عظیم ہونا مشہور ہو اور بلد عظیم کا فنا بعض جگہہ مین نے خود مشاھدہ کیا ہو کہ گرد و نواح کے قریٰ تک ہوتا ہے چنانچہ کانپور کے فوجی لوگ موضع جاجمئو تک جو کہ مستقل آبادی اور کانپور سے کئی میل پر واقع ہو اکثر اوقات نشانہ کی مشق وغیرہ کرنیکے واسطے جاتے ہین پس جابیہ اگر فناء دمشق مین داخل کرلیا جاوے تو کیا بعید ہے ۲ فناء شہر مین جانا جائز ہی جیسا ۱ مین بیان ہوا اور یہہ جو لکھا ہو کہ اس وقت علل فرار مین سے ایک ہی علت ممانعت کی ہے اگر اسکو تسلیم کرلیا جاوے تب تو جواز کا احتمال ہی نہین پھر جواز مین سعی کرنا فضول ہے کیونکہ ممانعت کے لیے ایک ہی علت کافی ہے جیسا اہل علم پر ظاہر ہے۔ ۳ یہ قیاس مع الفارق ہے گرتی ہوئی دیوار یا لگتی ہوئی آگ مین عادةً ہلاک متیقن ہے اور یہان متیقن نہین پس ایک کا قیاس دوسرے پر صحیح نہین ورنہ قتال کفار تہلکہ مین داخل ہوکر ممنوع ہوگا اور طاعون کو زحف کے ساتھ تشبیہ خود حدیث مین وارد ہے اور من وخز الجن بھی آیا ہے **جواب سوال دوم** ناجائز کو جائز قرار دینا ظاہر ہے کہ فساد اعتقاد ہے اور اس کا فعلا اختیار کرنا فساد عمل ہے **جواب سوال سوم** جواب سوال ۱ مین گذر چکا واللہ اعلم

۲۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ طاعون سے بھاگنے کی نسبت ہمارے علماء کرام یہ فرماتے ہین کہ طاعون سے بھاگنا حرام ہے خواہ اندیشہ موت سے ہو یا اندیشہ مرض سے طاعون سے بھاگنے والا لشکر اسلام سے بھاگنے والا ہے

طاعون سے بھاگنا خدا و رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے اگر بھاگنے کو کوئی شخص گناہ نہ سمجھے
اُسکے ایمان مین خرابی ہوگی اگر یہ اعتقاد کرے کہ بھاگے گا تو نہ بچیگا ورنہ مرجائیگا تو کافر ہوگا اس بارہ مین
چند شکوک مندرجہ ذیل ہین اُن کا جواب مرحمت فرمایئے :

(۱) جب کہ یہ مسلم ہے کہ علاج کرنا مسنون ہے اور ہر شخص استعلاج کا مجاز ہے اور ہر صاحب علم
جانتا ہے کہ فن طب دو مقصدون پر مبنی ہے ایک حفظ صحت دوسرے استرداد صحت پس جبکہ علاج
مسنون اور عام ٹھیرا تو کیا سبب ہے کہ تدابیر حفظ صحت جو شامل تدبیر مکان اور تصفیہ آب و ہوا اور نقل شہر
وغیرہ کو ہین گناہ کبیرہ یا کفر متصور ہون (۲) جو اختلاج قلب مین جو کہ سوء مزاج حار سے ہو مریض کا
شہر بارد مین جانا مستسقی کو حجاز جانا صاحب امراض باردہ کو ملک حار مین اور بالعکس جانا اب تک
گناہ کبیرہ اور کفر کیون نہ تجویز کیا گیا (۳) اگر کہین جنگ معمولی تیر و تفنگ ہوا اور بخوف جان کوئی
شخص وہان نہ جائے یا وہان سے علحدہ ہوجاوے یا سنکھیا بخوف مرنے کے نہ کھائے یا سنکھیا کھانا مہلک
اور نہ کھانا باعث امن تصور کرے تو اب تک ایسا شخص کافر کیون نہ قرار پایا اور طاعون سے مہلک
مرض سے یہ خیال کیون کفر ہوا (۴) اس حدیث شریف کا یعنی جہان وبا ہو نہ جاؤ اور جہان ہو وہان سے
نہ بھاگو اگر یہ مطلب تصور کیا جاوے یعنی جہان وبا ہو جاکر مبتلا ہوگے لہذا نہ جاؤ اور وبا سے بھاگ کر دوسرے
شہر کو تہلکہ مین نہ ڈالو بلکہ اپنے ہی آبادی کے کنارے ویرانی مین رہو تو کیا عیب ہے گو باعتبار شرع شریف
کے کوئی مرض متعدی یعنی ایک مریض دوسرے تندرست کو بیمار کرتے نہین بلکہ آلودگی اجزای سمیہ دوسرے
مقام کی اچھی ہوا کو اپنی صفت ذمیمہ سے موصوف کرے گی اسکے ماننے مین کیا قباحت ہے۔ (۵)
درحالیکہ طاعون و اسہال و دردزہ پانی مین ڈوب کر مرنا دیوار یا مکان مین دب کر اور مسلول ہوکر مرنا۔
جل مرنا یہ سب شہادتین ہین پس تخصیص طاعون کی کیا ہے گرتے ہوئے مکان ٹوٹی ہوئی کشتی مین بھی
رہنا چاہیئے۔ مضرات ریہ بطوق شہادت استقبال فرمانا چاہیئے دیگر شہادتین نظر انداز نہ کرنا چاہیئے
(۶) یہ حدیث شریف کہ طاعون سے مرنا شہادت ہے اس کا یہ نتیجہ نکالنا کہ طاعون سے بھاگنا شہادت
اور لشکر اسلام سے بھاگنا ہے کیا ضرور ہے بلکہ اکثر کفار کا یہ قول بالعموم سنا گیا ہے کہ وبا آسیب و بلا ہے
اور اُس کا مردہ بھی اُسی گروہ مین شامل ہوجاتا ہے اور مغفور نہین ہوتا ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی امت کے واسطے اس خیال کی نفی فرماتے ہین اور ماجور فرماتے ہین نہ یہ کہ حصول طاعون کی ترغیب

فرماتے ہین (۷) درحالیکہ طبیب حاذق حرام دوا کو یہ سمجھکر کہ بجز اس دوا کے کوئی مفید اور مزیل مرض نہین کھانا تجویز کرے تو شریعت اجازت دیتی ہے پس تمام حذاق بھاگنے کو مفید بتلاتے ہین تو یہ امر کفر و گناہ کبیرہ کیون قرار پاوے حالانکہ حرام چیز کھالینا اور بھاگنا اس مین تفاوت ہر ہوشمند جانتا ہے۔ (۸) ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہو کہ میری امت کے لوگ طاعون مین مرین یہ حدیث شریف پوری پوری نقل فرمائی جاوے (۹) درصورتیکہ طاعون سے بھاگنا منع ہے تو اُس آبادی کی ویرانی کی اجازت کیون دیجاتی ہو جب بھاگنا منع ہے تو پچاس قدم اور پچاس کوس سب برابر ہو اسکا ثبوت کتابی کیا ہے (۱۰) درصورتیکہ ٹیکہ جو بغرض حفظ شہادت طاعون کے مفید سمجھا گیا ہے مشروع فرمایا گیا بھاگنا کیون گناہ کبیرہ و کفر قرار دیا گیا حالانکہ غرض متحد ہے چونکہ خلائق کی جانون سے متعلق ہے لہذا امید ہے کہ کریمانہ توجہ خاص مبذول فرمائی جاوے گو قیمتی وقت صرف ہو۔

الجواب (۱) نفس معالجہ کی اجازت سے یہ لازم نہین آتا کہ ہر علاج جائز ہو اور کسی خاص علاج کی ممانعت سے یہ لازم نہین آتا کہ مطلق علاج کی ممانعت ہو پس جس طرح شراب و دیگر اشیاء محرمہ تجربہ سے بعض امراض کا علاج ثابت ہوئی ہین اور پھر بھی ناجائز ہین اسی طرح اگر فرار باوجود علاج ہونے کے ناجائز ہو تو کیا استبعاد ہے (۲) چونکہ ان امراض مین نقل کی ممانعت نہین آئی اور طاعون مین ممانعت آئی ہے اس لئے دونون مین جواز و ناجواز کا تفاوت ہو گیا اور اگر یہ شبہ صاحب شرع پر ہے تو اُس کا جواب اُس وقت ضروری ہو جب سائل غیر مسلم ہو جواب مذکور اس بناء پر دیا گیا ہے کہ شبہ علماء پر ہے تو اس بناء پر یہ جواب کافی ہے۔ (۳) اگر ان تدابیر کو موثر حقیقی سمجھے جس سے تخلف محال ہو جیسے دہریوں کا مذہب ہے تو یہ اعتقاد ہی کفر ہے اور فرار من الطاعون کو موجب سلامت سمجھنا بھی کفر اُسیوقت ہی جبکہ اُس کو موثر حقیقی سمجھے اور اگر اسباب عادیہ سے سمجھے تو نہ یہان کفر ہے نہ وہان کفر ہو البتہ طاعون مین ممانعت شرعی کی وجہ سے یہ فرار گناہ ہوگا اور دوسری تدابیر بوجہ ماذون فیہ ہونے کے جائز ہونگی (۴) اگر صرف یہ حدیث ہوتی تو فی نفسہ اسکی گنجائش تھی گو بوجہ اسکے کہ سلف کے خلاف خلف کا

اجتہاد جائز نہین یہ معنی مقبول نہوتے لیکن صحیح مسلم مین یہ لفظ ہین عن اسامۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذا الطاعون رجز سلط علی من کان قبلکم او علی بنی اسرائیل فاذا کان بارض فلا تخرجوا منہا فرارا منہ الخ اس حدیث مین خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص سے معلوم ہو گیا کہ علت نہی کی فرار

مین الطاعون کا قصد ہے سوا گر دوسری بستی کے کنارہ پر کوئی شخص جا بیٹھے تب بھی فرار من الطاعون تو صادق آگیا اب وہ علت نہین چلسکتی جو سوال مین لکھی ہے کہ دوسرے شہر کو تہلکہ مین نہ ڈالو (۵) اول تو اس شبہ مین قیاس مع الفارق سے کام لیا گیا ہے کیونکہ مقیس تو طاعون حادث کی جو مہلک ظنی ہے ایک تدبیر خاص نکرنا ہے اور امور مقیس علیہا مین سے بعض مین آفات حادثہ مہلکہ بالیقین کی تدبیر نہ کرنا ہے جیسے دار منہدم یا سفینہ منکسرہ مین رہنا اور بعض مین خود آفات کا احداث ہے جیسے مفترہ کا قصداً استعمال کرنا البتہ اس دوسری قسم کے مقیس علیہ کے مشابہ وہ صورت ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص اشیاء و اسباب مورثہ طاعون کا قصداً استعمال کرے تو غایۃ مافی الباب جب اضرار یقینی ہوگا اسکی اجازت ندی جاویگی دوسرے طاعون مین فرار سے نہی آئی ہے اور مکان منہدم وغیرہ مین قرار سے نہی ہے پس دونون جگہہ منہی عنہ کو منع کرین گے (۶) اس سے کس نے نتیجہ نکالا ہے اس مضمون کی تو صریح حدیث وارد ہے فی المشکوۃ قبیل باب تمنی الموت عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الفار من الطاعون کالفار من الزحف والصابر فیہ لہ اجر شہید رواہ احمد آگے جو لکھا ہے وہ معنی ہے اس حدیث کے معلوم ہونے پر اس لیئے قابل التفات نہین (۷) اول تو منشی کلام ہے کہ شریعت نے اوس محرمہ کی اجازت دی ہے حدیث مین تو صاف نہی آئی ہے آگے امام ابو حنیفہ کا مذہب منع ہی کا ہے صرف بعد کے بعض علماء نے اجازت دی ہے تو اسکو شریعت کی اجازت کہنا خود واجب التسلیم نہین دوسرے اگر ان علماء کے قول کو حجت شرعیہ سمجھا جاوے تو فقہاء نے رسم المفتی و تفصیل طبقات فقہاء مین یہ بات طے کردی ہے کہ ہمارے زمانہ کے لوگون کو اجتہاد کی اجازت نہین تو اونکے استنباط پر اپنے استنباط کو قیاس کرنا غلط ہوگا (۸) یہ حدیث میری نظر سے نہین گذری (۹) بعض علماء کے نزدیک تو یہ بھی منع ہے اونپر تو شبہ ہی نہین بعض نے البتہ اجازت دی ہے انکی دلیل جواب نار کے بعد معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ فنا مصر حکم مصر مین ہے بدلیل احکام جمعہ وغیرہا اور مصر جمیع اجزاء کے شئ واحد ہے تو اس بناء پر تبدل مکان ہی نہین ہوا لہذا یہ فرار نہین ہے اس سے زیادہ کوئی تصریح مین نے نہین دیکھی (۱۰) اگر ایک مرض کے دو علاج ہون ایک ماذون فیہ دوسرا منہی عنہ تو اس مین کیا محال ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ اگر ایک ماذون فیہ ہو تو دوسرا بھی ماذون فیہ ہو اور اگر ایک منہی عنہ ہو تو دوسرا بھی منہی عنہ ہو مثال اسکی جواب سوال اول مین گذر چکی۔ آخر مین استقدر التماس ہے کہ مسائل

شرعیہ دریافت کرنے مین معاندانہ عنوان سے احتراز واجب ہے ان سوالات مین اس کا لحاظ نہین کیا گیا۔ واللہ اعلم ۲۲ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال اردو کے ایک رسالہ مین چند احادیث منقول دیکھین انکی اسانید و متون کے متعلق جو شبہات واقع ہوئے تسکین قلب کیلئے ان کا دریافت کرنا بہتر معلوم ہوا اول حدیث یہ ہی کہ مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مین حضرت ابو ہریرہ بن قیس رضہ سے جو کہ حضرت ابو موسی اشعری کے بھائی ہین روایت کرتے ہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ میری امت کا خاتمہ اپنے راستہ مین طعن وطاعون سے فرما۔ دوسری حدیث یہ ہی کہ منتخب کنز العمال مین ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طاعون تم لوگون کے لیے رحمت اور تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور موت صلحا کی ہی کہ تم سے پیشتر گذری ہین اور یہ شہادت ہے۔ تیسری حدیث یہ ہی اسی مسند مین کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وبای طاعون عذاب ہے کہ ہلاک کیا اللہ تعالی نے اس سے اگلی امتون کو اور تحقیق موجود ہے یہ زمین مین کہ آجاتا ہے کبھی اور دفع ہوجاتا ہے کبھی پس جب کبھی یہ کسی مقام پر نازل ہو تو مت نکلو وہان سے اور جب سنو کہ یہ کسی مقام پر ہے تو وہان مت جاؤ۔ چوتھی حدیث یہ ہے کہ بخاری شریف مین ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی کیفیت پوچھی فرمایا کہ یہ طاعون عذاب تھا کہ نازل فرماتا تھا اللہ تعالی جسپر چاہتا تھا اور اب جل جلالہ نے مومنین کے لئے اس کو رحمت بنایا ہی جو بندہ اس مین مبتلا ہو صبر کرے اور ثابت قدم رہے اپنی جگہہ پر یعنی بھاگے نہین اور یقین رکھتا ہو اس بات کا کہ نہین پہونچے گا اس کو کچھ مگر جو کہ اللہ تعالے نے لکھدیا ہی اسکے لئے تو ملتا ہی اس کو ثواب شہید کا۔ پانچوین حدیث یہ ہے اسی مسند مین حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا خاتمہ طعن اور طاعون مین ہوگا۔ عرض کیا گیا کہ طعن تو معلوم ہے مگر طاعون نہین معلوم کہ کیا شے ہے فرمایا کہ جنون مین سے جو تمہارے دشمن ہین اور تم سے عداوت رکھتے ہین ان کا نیزہ ہی اور طعن وطاعون دونون مین شہادت ملتی ہے۔

احادیث بالا کے متعلق سوالات

(۱) یہ احادیث باعتبار اسانید صحیح ہین یا نہین (۲) پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتی ہی

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے طاعون کی دعا کی ہو آپ رحمۃ للعالمین اور مومنین پر رؤف رحیم تھے چند خاص کفار کے سوا آپ نے کسی کافر کے لیئے بھی بددعا نہین کی بلکہ دعای ہدایت ہی کی پھر آپ خود اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی عافیت طلب کیا کرتے تھے اور امت کو بھی دعای طلب عافیت دنیا و آخرت تعلیم فرمایا کرتے تھے جیسا صحاح کی بعض روایتون مین عافیت طلب کرنے کی دعائین موجود ہین اور آپکی حالت یہ تھی کہ جب کبھی باد تند دیکھتے تو چہرہ متغیر ہو جاتا اس حالت پر آپ طاعون کی بددعا کیون فرماتے (۳) دوسری حدیث مین جو یہ ہے کہ موت صلحار کی ہے کہ تم سے پیشتر گذرتے ہین یہ الفاظ تیسری حدیث کے ان الفاظ کے خلاف ہین کہ وبلے طاعون عذاب ہو کہ ہلاک کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے اگلی امتوں کو۔ زمانہ رسالت و زمانہ صحابہ رض سے پہلے کون سے صحابہ گذرے ہین جنکی موت طاعون سے ہوئی ہو البتہ حضرت موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مین بعض ظالم و فاسق بنی اسرائیل کی موت طاعون سے ہوئی ہے وہ انکے فسق کے سبب سے ہوئی ہے نہ انکی صلاحیت کی وجہ سے جیسا انزلنا علی الذین ظلموا رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون کی تفسیر مین لکھا ہے (۴) میرا عقیدہ یہ ہے کہ طاعون کو جو بعض احادیث مین رحمت کہا گیا وہ باعتبار اجر اخروی کے کہا گیا ہو نہ باعتبار صورت دنیوی اگر وہ باعتبار صورت دنیوی رحمت ہوتا تو پھر ان الفاظ کے کچھ معنے نہوتے جو چوتھی حدیث مین مذکور ہے کہ جو بندہ اس مین مبتلا ہو صبر کرے کیونکہ رحمت پر صبر نہین کیا جاتا بلکہ مصیبت پر صبر کیا جاتا ہے اسکے علاوہ طاعون مین نقل مکان کی اجازت ہے رحمت کو چھوڑ کر نقل مکان کرنا عاقل کا کام نہ تھا جاہل کا کام تھا پھر ممانعت ہے کہ جہان طاعون ہو وہان نہ جاؤ رحمت مین جانے کی ممانعت خلاف عقل و نقل ہو غرض جس وجہ سے دیکھا جاتا ہو طاعون صورت دنیوی کے اعتبار سے رحمت نہین بلکہ اجر اخروی کے لحاظ سے انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا میرا یہ عقیدہ خلاف سنت تو نہین ہے (۵) تیسری حدیث کے ان الفاظ سے اور تحقیق موجود ہے یہ زمین مین کہ آجاتا ہے کبھی اور دفع ہو جاتا ہے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ طاعون زمین سے آتا ہے مگر اسی حدیث کے ان الفاظ سے اور جب کبھی کسی مقام پر یہ نازل ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین سے نہین بلکہ زمین پر نازل ہوتا ہے اور قرآن مجید کے الفاظ انزلنا اور رجزاً من السماء سے تو بہت صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے نہین آتا بلکہ آسمان سے نازل ہوتا ہے زمین مین موجود

ہونے اور آسمان سے نازل ہونے مین زمین آسمان کا فرق ہے (۶) کتب طب مین طاعون کی جو حقیقت وماہیت لکھی ہے وہ ادہر ہی کچھ ہے اور یہان پانچوین حدیث سے اور ہی کچھ ثابت ہوتا ہے حدیث کے سامنے قول اطبا مردود ہے مگر یہ معلوم ہوجانا ضرور ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے طاعون کو جنون کا نیزہ کہا گیا ہے اور نیزہ مارنے کا سبب دشمنی وعداوت کو بتایا گیا ہے تو جنون کو تو دشمنی وعداوت ہمیشہ ہی سے تھی اور انسان پر نیزہ مارنے کی قدرت بھی اُن کو ہر وقت حاصل ہے کیونکہ وہ انسان کو دیکھتے ہین اور انسان اُنکو اور اُنکے نیزہ کو نہین دیکھتا پھر خاص خاص وقتون مین اور خاص خاص مقامون مین طاعون کے ظاہر نہونے کی کیا وجہ ہے کہین نہ کہین بلکہ سب کہین ہر وقت طاعون موجود رہنا چاہیے حالانکہ ایسا نہین ہے۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے ایک عذاب ہے بصورت مرض طاعون بسبب فسق وفجور نازل کیا جاتا ہے اور وہ عام ہوجاتا ہے تو مومنین اور اہل تقوی کو بھی لے لیتا ہے تاکہ اُنکے مراتب آخرت مین اور عالی کیے جاوین جنون کی دشمنی اور عداوت اور نیزہ مارنے کا حال اگر صحیح حدیث سے معلوم ہوجاوے تو اسی بات کا یقین اور عقیدہ رکھنا ضروری ہے خواہ وہ سمجھ مین آئے یا نہ آئے اتنا لکھنے کے بعد رسالہ علاج القحط کی بہت سی عبارتین اس رسالہ کی عبارتون کے خلاف معلوم ہوئین دو باتون کو بطور نمونہ عرض کرتا ہون (۱) اس رسالہ کی پہلی اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون کے لیئے آپ نے دعا کی اور علاج القحط سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے آپنے پناہ مانگی جیسا علاج القحط کی اس عبارت سے واضح ہے ابن ماجہ مین حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ دس آدمی مہاجرین مین سے حضور نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین حاضر تھے جن مین سے ایک مین تھا آپ نے فرمایا کہ اے مہاجرین پانچ باتین ہین اور مین تمہارے لیے اللہ کی پناہ مانگتا ہون کہ تم اُن مین نہ پڑو (۱) نہین ظاہر ہوئین بیحیائی کی باتین کسی قوم مین حتے کہ کھلم کھلا کرنے لگین مگر مبتلا ہوئے طاعون مین اور ایسی بیماریون مین کہ جو اُنکے باپ دادون مین کبھی نہوئی ہونگی۔ علاج القحط ص۵ و ۶ سطر ۱ (۲) اس رسالہ کی چوتھی حدیث مین یہ لفظ ہین یہ طاعون عذاب تھا کہ نازل فرماتا تھا اللہ تعالی جسپر چاہتا تھا اور چوتھی حدیث کے علاوہ ایک جگہہ یہ لفظ ہین اور امتون کے لیئے یہ طاعون عذاب تھا اور اس امت کے لیئے رحمت وشہادت ہے۔ تھا کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ اب اس زمانہ مین جو چار طرف طاعون

پھیل رہا ہو وہ عذاب نہین علاج القحط کی یہ عبارت ہے وہ فرماتی ہین (یعنی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی نسبت سوال کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک عذاب ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے بھیجتا ہے۔ تھے کے لفظ سے صاف ظاہر ہو کہ اب اس زمانہ مین جو طاعون پھیل رہا ہے وہی عذاب ہے رہا اس کا مومنین کے لئے رحمت ہونا وہ باعتبار اجر اخروی پہلے زمانہ مین بھی تھا اور اب بھی ہے دونون مین فرق کی وجہ سمجھ مین نہین آتی۔

الجوابات (۱) اول مسند اور کنز العمال یا اُسکے منتخب میرے پاس نہین اس لئے ان احادیث کی صحت کی تحقیق نہین کر سکتا علی تقدیر الثبوت جواب شبہات کے لکھون گا البتہ بخاری کی جو حدیث اُس مین موجود ہے صحیح ہے (۲) ایک شے مین مختلف اعتبارات اور حیثیات ہوتی ہین اگر رحمت ہونے کی حیثیت سے دعا ہو تو کیا حرج ہے اور اس حیثیت سے عافیت کے بھی منافی نہین جیسے حدیثون مین تمنائے شہادت بھی ہے اور سوال عافیت بھی اور باد تند پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اُس کا رحمت ہونا کہین وارد نہین (۳) اگر سابقین مین سے اشرار کے لئے عذاب اور ابرار کے لئے رحمت کہا جاوے تو دونون حدیثون مین تعارض نہوگا اور صلحاء امم سابقہ مین بھی بہت گذرے ہین گو اُن مین سے اہل طاعون کا قصہ ہم کو بالتعیین معلوم نہو (۴) ٹھیک عقیدہ ہے لیکن تعبیر کے لیئے یہ عنوان زیادہ واضح ہے کہ رحمت اور مصیبت دونون دنیا ہی مین ہین لیکن رحمت باعتبار اثر یعنی استحقاق اجر کے ہے اور مصیبت باعتبار صورت ظاہری کی (۵) اگر دونون طرح تلوہی یا اسباب سمایہ و اسباب ارضیہ دونون کو کچھ کچھ دخل ہو تو کیا بعید ہے (۶) اگر دونون طرح ہوتا ہو یا مجموعہ کو دخل ہو اطباء نے ظاہری اسباب کو بیان کر دیا ہو اور شارع علیہ السلام نے باطنی سبب کو یا ان اسباب مین خود ایک دوسرے کے لیئے سبب ہو سب احتمالات ممکن اور دفع تعارض کے لیئے کافی ہین مثلاً کسی کو مٹھائی کھلانے سے صفرا کا ہیجان ہوا اور اُس سے بخار ہوگیا تو دونون کو بخار کا سبب قرار دیا جا سکتا ہو یا جیسے حکماء حال نے آثار طاعون کا سبب کیڑون کو بتلایا ہے اور قدماء نے مادہ کو اور دونون مین کچھ تدافع نہین اور جنون کی دشمنی پر جو شبہہ کیا ہو اُس کا یہ مقدمہ کہ ہر وقت نیزہ مارنے کی قدرت حاصل ہو مسلم نہین ممکن ہو کہ حفاظت خداوندی مانع دوام قدرت ہو اور گاہ گاہ ابتلا کے واسطے حفاظت اُٹھا لیجاتی ہو اور اُسکے لیئے فسق و فجور کا سبب بننا

اسکے منافی نہین ممکن ہے کہ سزا کا یہی طریقہ ہو۔

اب شبہات متعلقہ علاج القحط کا جواب سُنیئے

(۱) جب معصیت کی سزا مین عقوبت ہے اس ترتب کے مرتبہ مین پناہ مانگی جو درحقیقت معصیت سے پناہ مانگنا ہے اور بلا ترتب علی المعصیت رحمت ہے اس درجہ مین دعا مانگے پس کچھ تعارض نہین کیونکہ لوگون کے حالات معصیت وطاعت مین خود مختلف ہین پس ایک جگہہ عقوبت ہے دوسری جگہہ رحمت

(۲) جس حدیث کے ترجمہ مین لفظ ہے واقع ہے یہ حدیث مشکوۃ شریف مین یا ین لفظ ہے انہ عذاب یبعثہ اللہ الخ۔ اگر اشرار کے لیئے پہلے بھی عذاب ہوا اور اب بھی تو تھا اور ہے دونون درست ہو گئے رہا یہ کہ پھر دونون امتون مین فرق نہوا حالانکہ ظاہر الفظ حدیث سے فرق مقصود معلوم ہوتا ہے سو وہ فرق یہ ہو سکتا ہے کہ ابتدا اسکی امم سابقہ سے بطور عذاب کے ہوئی چنانچہ صحیح مسلم مین مرفوعاً یہ حدیث ہے الطاعون رجز ارسل علی بنی اسرائیل الخ اس لیے عذاب کی حیثیت کو بعض احادیث مین صرف اُنکے ساتھ نسبت فرمانے مین خاص فرما دیا باوجودیکہ دونون امتین رحمت وعذاب ہونے مین شریک ہین کیونکہ ابتداء عرفاً ومحاورۃً اعظم اسباب تخصیص ذکر ہی سے ہے یا یون کہا جاوے کہ امم سابقہ مین حیثیت عذاب غالب تھی اور حیثیت رحمت مغلوب اور اس امت مین بالعکس و للاکثر حکم الکل اسیلیے وہان عذاب کی اور یہان رحمت کی تخصیص ذکر ہی بعض احادیث مین کردیگئی اور بعض مین دوسری حیثیت کی بھی دونون امتون کے لئے تصریح کردی۔ واللہ اعلم۔ ۵ اجمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید کہتا ہے کہ جب طاعون مین چوہے وغیرہ سڑین تو جس دالان یا کوٹھی مین سڑین اُسے چھوڑدین اور دوسرے دالان یا کوٹھری مین آرہے اور جب اس دالان اور کوٹھی مین بھی بو آنے لگے اور اس دوسری کوٹھڑی کو بھی چھوڑدے تو صحن وغیرہ مین رہے غرض ہر پھر کے گھر ہی کے اندر رہے یا زیادہ سے زیادہ گھر کے دروازہ کمرہ وغیرہ مین رہے اُس محلہ کے یا دوسرے محلہ کے گھر مین اپنا گھر چھوڑ کے نجاوے ورنہ فرار مین داخل ہو جاویگا اور اسکی وجہ یہ بتاتا ہے کہ آخر گھر چھوڑنے کی کیا وجہ موت سے بچنے کے لئے گھر چھوڑتا ہے تو جسکی موت نہین آئی ہے وہ مر نہین سکتا چاہے گھر چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جان بچانے کے لئے گھر چھوڑنا ہی تو فرار ہے اگر دفع وحشت کے لیے چھوڑتا ہے تو وحشت کیسی کس چیز سے وحشت موت سے تو وحشت ہو نہین سکتی جب موت سے

پہلے کوئی مر نہین سکتا اور یہی عقیدہ ہی تو پھر وحشت کیون جو لوگ طاعون زدہ بستی کے باہر اسی بستی کے متعلق باغون مین یا کھیتون مین یا عیدگاہ یا اور کہین جا بسے ہین یا اسی بستی کے اندر ایک محلہ سے دوسرے محلہ مین یا اسی بستی بلکہ اسی محلہ کے اندر ایک گھر سے دوسرے گھر مین جا بسے ہین اُن کو زید صف جہاد سے بھاگنے والونکی برابر خیال کرتا ہے اور ارتکاب گناہ کبیرہ کا الزام لگاتا ہے اور مجمع عام مین ملامت کرتا ہے اور بڑے زور و شور سے بیان کرتا ہے کہ نہ بستی کے اندر بھاگنا درست ہے نہ بستی کے متعلق باغون کھیتون عیدگاہون یا اور کسی جگہہ نہ بستی کے باہر اور بستی کے خلاف دوسری بستی مین کیونکہ طاعون سے بھاگنے کی حدیث شریف مین سخت ممانعت آئی ہے اور بستی اور غیر بستی کی قید حدیث مین نہین پس جسطرح دوسری بستی مین جان بچانے کے لئے بھاگ جانا درست نہین اسی طرح بستی کے اندر اور بستی کے متعلقات مین بھی جائز نہین اسکی وجہ یہ ہے کہ جب طاعون نہ تھا تو کوئی بھی بھاگا نہ تھا سب اپنے اپنے گھرون مین تھے جب طاعون آیا اور لوگ بھاگے تو ضرور طاعون سے بھاگے اور جان بچانے کے لئے بھاگے اور ضرور اس خیال سے بھاگے کہ اگر بستی مین رہینگے تو مر جائینگے اور بھاگ جائینگے تو بچ جائینگے اگر اللہ تعالیٰ ہی کو مارنے جلانے والا سمجھتے تو اپنا اپنا گھر چھوڑ کے تکلیف کے ساتھ کبھی بستی کے باہر رہنا گوارا نہ کرتے بھاگنے والونکی ظاہری حالت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بھاگنے کو زندگی مین دخیل سمجھتے ہین جب لوگونکی یہ حالت ہے تو بستی کے اندر اور بستی کے باہر اُسکے متعلقات مین بھاگ کر جا کر رہنا کسیطرح جائز نہوگا بلکہ یہ فرار مین داخل ہوگا پس جن لوگون نے حدیث مطلق کو بستی کے اندر یا متعلقات کی قید بن لگا کر مقید کیا ہے اور اُس کو فلان فلان حالتون پر محمول کیا ہے۔ یہ سب غلط اور حدیث مین اصلاح دینا ہے جو کسی مسلمان کے نزدیک جائز نہین ہو سکتا جو لوگ یہ قید لگاتے ہین کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھے تو جانا درست ہے یا دفع وحشت یا علاج کرنے یا تجارت کرنے یا اور کسی ضرورت سے چلا جائے تو درست ہے یہ سب قیدین غلط اور من گڑھت ہین اگر اسی طرح ہر شخص کہنے لگے تو بھاگنا ہی درست ہو جائے گا اور ایک کے جانے اور بھاگنے سے دوسرا بھی حیلہ نکال کر بھاگنا چاہے گا اور ضرر و نقصان متعدی ہوگا پس کوئی صورت ایسی نہین جس سے گناہ متعدی نہوتا ہو یا کم از کم گناہ لازمی نہ لازم آتا ہو اس لیے اس وقت بلکہ ہر زمانہ مین مطلقاً بستی سے نکلنے بلکہ گھر چھوڑنے ہی سے ممانعت کرنا ضروری ہے

اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا یہ اعتقاد و عمل جو اوپر مذکور ہوا موافق شریعت کے ہو یا نہین اور زید کو کیسا سمجھنا اور اسکی بات کو ماننا چاہیے یا نہین۔

الجواب - احکام شرعیہ بعضے معلل ہوتے ہین اور اُس علت کو مجتہدین اپنے ذوق اجتہادی سے سمجھ جاتے ہین اور یہ اجتہاد وہ رائے نہین ہے جسکی مذمت وارد ہو کیونکہ اجتہاد کا استعمال بلانکیر صحابہ سے قاطبۃً ثابت ہے اور وہ علت کبھی مصرحاً منقول ہوتی ہے کبھی اشارۃً مفہوم ہوتی ہو اس تمہید کے بعد جاننا چاہیے کہ راحت المحزون مین کنز العمال سے یہ روایت نقل کی ہو فکتب الیہ (ابی عبیدۃ) عمر رضہ ان الاردن ارض وبیئۃ عمقۃ وان الجابیۃ ارض نزہۃ فاظہر بالمہاجرین الیہا اھ باوجودیکہ حضرت عمر رضہ کو حدیث مرفوع نہی عن الفرار پر اطلاع تھی اس سے مفہوم ہوا کہ علت نہی کی آپ نے مریضون اور مصیبت زدون کا ضایع ہوجانا سمجھا تھا اسی بنا پر چونکہ سب کے منتقل ہونے مین ضیاع مذکور نہ تھا اسلیے آپ نے اجازت دیدی اور حضرت عمر رضہ مجتہد ہین اسلیے یہ علت معتبر ہوگی چونکہ نقل عن المکان یا خروج الی الفنا مین یہ علت نہین ہے اسلیے نہی نہوگی دوسری حدیث مین بارض اور بلدۃ الفاظ آئے ہین اور حدیث ایک دوسرے کی مفسر ہوتی ہے معلوم ہوا کہ ارض سے مراد بلد ہی ہے اور فنا بلد احکام مین مثل بلد کے ہے پس فرار فی البلد کو فرار کہنا حدیث کے مقابلہ مین رائے لگانا ہے اس تقریر سے سب شبہات کا جواب ہوگیا ۱۲ ارشعبان ۱۳۲۲ھ

سوال - نقل مکان مین اگر نقل بلد کے ساتھ نہو مجھکو شبہ ہے کیونکہ حکم تو عام اور مطلق ہے جو مشتمل ہے تمام افراد خروج دخول کو پس مخصص کونسا حکم ہے جس مین نقل مکان کے فرد خاص کر اور جو علت نقل بلد مین متحقق ہے وہی نقل مکان مین جواب شافی مرحمت ہو۔

الجواب فی المشکوٰۃ عن البخاری عن عائشۃ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیس من احد یقع الطاعون فیمکث فی بلدہ الخ وفیہا عن الشیخین عن اسامۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارا منہ چونکہ طبعا وعرفا وشرعا لازم ہے کہ ترغیب اسی امر پر ہوتی ہے جسکے ترک پر ترہیب ہو اور ترغیب مین مکث فی البلد کا عنوان ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسی ترک مکث فی البلد پر ترہیب ہوگی پس یہ قرینہ ہے کہ ارض کی تفسیر بلد ہے وئیز اور احکام شرعیہ فقہیہ مین تمام بلد و مایلحق بہ کو حکم موضع واحد مین ٹھیرایا ہے جیسے اقامت جمعہ مین

فنا مصر حکم مصر مین ہی اسلیے تمام امکنہ بلد واحد کو حکم مکان واحد مین کہا جاویگا یہ کلام تو متعلق نص کے ہے رہی علت سو وہ محققین کے نزدیک ضیاع حقوق مرضی و اموات ہی اور نقل مکان فی البلد الواحد مین یہ علت نہین لہذا معلول یعنی نہی بھی نہین واللہ اعلم

سوال مقام طاعون سے بخوف طاعون بھاگنا کیسا ہی جو مسلمان طاعون سے بھاگ کر دوسری جگہہ چلے گئے اور پھر وہان جا کر بھی طاعون سے نہ بچے اور اسی عارضہ مین مبتلا ہو کر مری تو ان کا شمار شہیدون مین ہوگا یا نہین -

الجواب یہ بھاگنا حرام ہی اور قاعدہ ہی کہ جو شخص معصیت کے سبب مرے وہ شہید نہین ہوتا اور جو شخص معصیت مین کسی سبب شہادت سے مرجاوے وہ شہید ہے اور گناہ کا وبال جدا رہا پس یہ شخص گو معصیت کی حالت مین مرا ہی مگر مرا ہے سبب شہادت سے اسلیے شہید ہوگا فی رد المحتار قبیل باب الصلوۃ فی الکعبۃ من غرق فی قطع الطریق فہو شہید وعلیہ اثم معصیتہ وکل من مات بسبب معصیتہ فلیس بشہید وان مات فی معصیتہ بسبب من اسباب الشہادۃ فلہ اجر شہادتہ وعلیہ اثم معصیتہ وکذلک لو قاتل علی فرس مغصوب او کان قوم فی معصیتہ فوقع علیہم البیت فلہم الشہادۃ وعلیہم اثم المعصیتہ اھ فقط ۶ شعبان ۱۳۲۲ھ

سوال بخوف طاعون مقام طاعون کی آبادی سے فرار کر کے اسکے مضافات مین یعنی آبادی سے کم و بیش ایک میل کے ایسے فاصلہ پر چلا جانا جو آبادی کے اکثر ضروریات کو پورا کرتا ہو کیا داخل فرار عن الطاعون ہوگا جسکی ممانعت و حرمت حدیث عبد الرحمن سے جو بخاری کی جلد رابع باب ما یذکر فی الطاعون مین مروی ہی ثابت ہی اگر داخل فرار طاعون ہوگا تو کیون جبکہ مسافر کو رباعی نماز مین موضع اقامت کی عمارات سے نکلنے سے فورًا قصر واجب ہوجاتا ہے جیسا کتب فقہ سے ثابت ہی کہ شہر کا اطلاق محض عمارات پر ہوتا ہی نہ کہ فناء عمارات پر

الجواب فناء مصر حکم مصر مین ہی در باب مصالح بلد کے اور سکنے مصالح بلد سے ہی مثل اقامت جمعہ کے اس لیے فناء شہر مین آ کر رہنا مثل شہر مین رہنے کے ہے بخلاف سفر کے کہ وہ مصالح بلد مین سے نہین بلکہ متقابل ہے مصلحت بلد یعنی سکنے کا اسکے بارہ مین فناء حکم بلد مین نہین اور فناء ہی سے قصر شروع ہوجاتا ہی فی الشامیۃ عن الشرنبلالی بخلاف الجمعۃ فتصح اقامتہا فی الفناء ولو منفصلا بمزارع لان الجمعۃ من مصالح البلد بخلاف السفر ج ۱ ص ۸۱۸ واللہ اعلم ۹ صفر ۱۳۳۰ھ

سوال - اذان دینا واسطے دفع وبا کے جائز ہی یا ناجائز اور جو لوگ جائز استدلال مین حصن حصین اذا تغیلت الغیلان نادی بالاذان پیش کرتے ہین یہ استدلال ان کا درست ہی یا نہین اور اس حدیث کا کیا مطلب ہے اور ایسے ہی یہ جو حدیث مین آیا ہی کہ شیطان اذان سے استقدر دور بھاگ جاتا ہے جیسے روحا اور طاعون

اثر شیاطین سے ہے اس کا کیا مطلب ہے۔

الجواب اس باب مین دو حدیثین معروف ہین ایک حصن حصین کی مرفوع اذا تغلبت الغیلان نادی بالاذان دوسری صحیح مسلم کی موقوف حضرت سہل سے قال ارسلنی ابی الی بنی حارثۃ قال ومعی غلام لنا او صاحب لنا فناداہ مناد من الحائط باسمہ قال فاشرف الذی معی علی الحائط فلم یر شیئا الی قولہ اذا سمعت صوتا فناد بالصلوٰۃ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نودی للصلوٰۃ ولی الشیطان ولہ حصاص اور حصن حصین مین مسلم کا جو حوالہ دیا ہے وہ یہی حدیث ہے اور دونون حدیثین مقید ہین اذا تغلبت اور اذا سمعت صوتا کے ساتھ اور تغول کے معنی حرز ثمین مین نہایہ سے نقل کیے ہین تبغول تغولا ای یتلون تلونا اور حاصل اس حدیث کا لکھا ہے اذا رای اشیاء منکرۃ او تخیلت لہ خیالات مستنکرۃ او تلونت لہ اجسام مکروہۃ اھ اور جو حکم مقید ہوتا ہے کسی قید کے ساتھ اس مین قائلین بمفہوم المخالف کے نزدیک تو عدم القید مفید ہوتی ہے عدم الحکم کو اور غیر قائلین بالمفہوم کے نزدیک گو عدم الحکم کو مفید نہو مگر حکم کو بھی مفید نہین بلکہ عدم القید کی صورت مین حکم اپنے وجود مین محتاج دلیل مستقل کا ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ طاعون مین دونون قیدین منتفی ہین کیونکہ اسمین نہ شیاطین کا تشکل اور تمثل ہے اور نہ انکی آواز مسموع ہوتی ہے صرف کوئی اثر مبطن ہے جسکے بارہ مین حدیث مرفوع آئی ہے فنا الطاعون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخز اعداکم من الجن اخرجہ احمد عن ابی موسیٰ رض کذا فی بعض الرسائل عن فتح الباری للحافظ ابن حجر پس جب اس مین قیدین منتفی ہین تو حدیثین مذکورین سے اس مین حکم اذان کا بھی ثابت نہوگا پس دوسری دلیل شرعی کی حاجت ہوگی اور چونکہ بوجہ اشتمال اذان کے حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر غیر صلوٰۃ کے لیے اذان کہنا حکم غیر قیاسی ہے اور ایسے حکم کا تعدیہ قیاس سے صحیح نہین اسلیئے وہ دلیل شرعی کوئی نص ہونا چاہیئے محض قیاس کافی نہین اور طاعون مین کوئی نص موجود نہین اگر کہا جاوے کہ حدیث مسلم مین صحابی کا سماع صوت شیطان کے وقت حکم بالاذان کو معلل کرنا علت تولی شیطان بالاذان کے ساتھ مقتضی ہے صحت تعدیہ اس حکم کو دوسرے محل پر بھی جہان دفع شیطان کی حاجت ہو اور طاعون مین اسکی حاجت ہے پس اسی علت سے طاعون کو بھی سماع صوت پر قیاس کر لیا جاویگا جواب یہ ہے کہ اول تو بدلیل مذکور یعنی بوجہ اشتمال اذان کے حی علی الصلوٰۃ وحی علی الفلاح پر غیر نماز کے لیئے اذان کہنا حکم مخالف قیاس ہے اور ایسے حکم کا تعدیہ قیاس سے جائز نہین تو بلکہ مورد نص پر مقتصر رہا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ غیر صلوٰۃ کے جن مواقع پر اذان وارد ہوئی ہے ان مین احادیث سے استدلال کیا گیا ہے چنانچہ رد المحتار مین ایسے مواقع نقل کر کے کہا ہے لان ما صح الخبر فیہ بلا معارض فہو مذہب المجتہد اور آگے کہا ہے ونقل الاحادیث الواردۃ فی ذلک

اور یہی وجہ ہے کہ جس مین نص نہ تھی اُس کو علماء نے رد کر دیا ہے چنانچہ شامی نے موقع مذکور مین کہا ہے قبل وعند انزال
المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ للدنیا لکن رواہ ابن حجر فی شرح العباب اور حدیث بالا مین ممکن ہے کہ صحابی نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بالخصوص یہ حکم سنا ہو جیسا غیر مدرک بالرای مین حدیث موقوف کو مرفوع حکمی کہا جاتا ہے اور حدیث
تولی کو ذکر کرنا تعلیل کے لیئے نہو بلکہ بیان حکمت حکم منصوص کے لیئے ہو اور اگر اس سے قطع نظر کر کے اس حکم کو
قیاس ہی مان لیا جاوے تب بھی صحت قیاس کے لیئے اول تو مجتہد ہونا قائس کا شرط ہے اور طاعون مین اذان کہنا
کسی مجتہد سے منقول نہین اور اب قیاس مفقود ہے دوسرے صحت قیاس کیلئے اشتراک علت موثرہ کا درمیان مقیس اور
مقیس علیہ کے شرط ہے اور یہان علت موثرہ اگر محض احتیاج الی دفع الشیطان ہو تو لازم آتا ہے کہ جتنے انواع قسم
تصرفات خفیہ شیطانیہ ہین سب کے لیئے اذان مشروع ہو مثلاً استحاضہ کی نسبت حدیث مین ہے رکضۃ من رکضات الشیطان
تو اس کا علاج بھی اذان سے مشروع ہونا چاہیئے ولا قائل بہ پس سے معلوم ہوا کہ یہان علت موثرہ مین کوئی اور
وصف بھی معتبر ہے سو ممکن بلکہ غالب یہ ہے جیسا کہ اُن مواقع مین تامل کرنے سے جہان اذان بہیئت اذان صلوٰۃ
وارد ہوئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وصف یہ ہو کہ وہ حادثہ دفعۃً پیش آجاوے اور فی الفور ہی اُسکے علاج کی احتیاج
ہو چنانچہ وہ مواقع یہ ہین عند مزدحم الجیش وعند الحریق وعند تغول الغیلان وخلف المسافر وللمتوحش الطریق فی ارض قفر
کذا فی رد المحتار ان سب مواقع مین وصف مذکور مشترک ہے اور جو اذان بہیئت اذان صلوٰۃ نہو اُسمین بحث نہین۔
کالاذان فی اذن المولود والمھموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقہ من انسان او بھیمۃ کما فی رد المحتار ایضا اور ظاہر
ہے کہ طاعون مین یہہ وصف نہ ہوگا ہی چنانچہ اُس کا عروض و معالجہ دونون اسقدر متدرج اور ممتد ہین کہ عین اُسکے
دوران مین خود نماز کی متعدد اذانین ہوجاتی ہین جو دفع اثر جنات کے لئے کافی ہین خود اُسکے لیے مستقل اذان
کی کچھ حاجت نہین اور یہی سر ہے وصف مذکور کے علت موثرہ ہونے مین کیونکہ جو امر فوری نہو اُسکے لیئے اذان صلوٰۃ
کافی ہو سکتی تھی البتہ جہان کان مین اذان کہی جاوے چونکہ اذان صلوٰۃ کان سے منہ قریب کر کے نہین ہوتی لہذا
اُسمین یہ علت نہو گی اور نہ طاعون مین یہہ وصف حملاً ہے کیونکہ جب مریض کو عین عروض مرض کا وقت ہوا اُسوقت
کوئی بھی اذان نہین کہتا بلکہ شب و روز مین کیفما اتفق یا کسی وقت کی تعیین کیساتھ اذان کا معمول ہے خواہ عروض
مرض اُسکے قبل ہو یا بعد ہو سو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بلا وصف فوریت تو پانچ وقت کی اذان ہی کافی ہے اور یہی وجہ ہے کہ
اذان مین جو علاوہ خاصیت تولی شیطان کے اور خواص حدیثون سے ثابت ہوئے ہین مثل اجابت دعا عند اللہ اور
شہادت اشیاء علی ایمان المؤذن اُنکی تحصیل کے لیئے مستقل اذان کی کسی نے اجازت نہین دی کیونکہ اذان

نماز کی اُسکے لیے کافی ہو ورنہ چاہیے کہ جب دعا کرنا ہو پہلے اذان کہہ لینا جائز ہو خواہ کوئی وقت ہو یا اسی طرح جب اشعار
کو شاہد ایمان بنانا ہو ولا قائل بہ اور جاننا چاہیے کہ جواب ثانی مین جو کہ علی سبیل التنزل ہے تبرعاً غض بصر کر لیا گیا ہے کہ
طاعون مین اذان کا ثبوت اس تقدیر پر بھی نہو سکے ورنہ نفس الامر مین یہ حکم غیر قیاسی ہے پس اس قیاس سے زلزلہ وغیرہ
کے وقت بھی اذان کی گنجائش نہین ہو سکتی تیسرے خود یہی امر معرض کلام مین ہے کہ آیا یہ طاعون مسبب وخز جن سے
ہے جیسا کہ اطلاق حدیث اسکا مرجح ہے یا بعض طاعون اُس کا مسبب ہے جیسا مہلہ کا قوت جزئیہ مین ہونا اُس کا
مصحح ہے جب خود مبنی یعنی وخز جن ہی مشکوک فیہ ہے تو مبنی یعنی اذان کا کیسے ثبوت ہو جاویگا چوتھے اسمین
بہت سے مفاسد لازم آتے ہین مثلاً التباس مصلین بوجہ غلبہ جہل اہل زمانہ کے اور توحش ضعیف القلب
لوگونکا کہ وہ اُنکے ذہن مین تخیل ہجوم مرض کی تجدید کر دیتا ہے اور عوام الناس کا اذان کے بھروسہ اصلاح
اعمال و استغفار و دعا الٰہی سے بےفکر ہو جانا اور اس کو احکام مقصودہ سے سمجھنے لگنا وغیرہ وغیرہ تو ایسی حالت مین
تو جائز بھی ناجائز ہو جاتا ہے چنانچہ تغول وغیرہ کے مواقع مین جو اذان وارد ہے اس مین بھی عدم لزوم مفسدہ
شرط ہے پس تقریر مذکور سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تغیل سے استدلال کرنا اس باب مین درست نہین
اور یہ اذان محض احداث فے الدین ہے اور یہی وجہ ہے کہ طاعون عمواس مین باوجود شدت احتیاج کے
کسی صحابی سے منقول نہین کہ طاعون کے لیے اذان کا حکم دیا ہو یا خود عمل کیا ہو اور سوال ثانی مین حدیث
کا مدلول تو ظاہر ہے اگر اُسکے متعلق کوئی خاص امر پوچھنا ہو تو تصریح اور تعیین کرنا چاہیے اور سوال ثالث مین
جس حدیث کی طرف اشارہ ہے اُسکے تحقق کی صورت قریب الی الفہم یہ ہو سکتی ہے کہ وخز جن سے مادہ سمیہ کا حدوث
ہو جاتا ہو جس سے ہیجان دم یا انصباب دم عارض ہوتا ہو خواہ ہمیشہ یا کبھی کبھی جیسا اوپر گذرا باقی حقیقت
حال اللہ کو معلوم ہے۔ ۲۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۵ھ

فہرست مضامین فتاوی امدادیہ معروف بہ فتاوی اشرفیہ جلد چہارم

مضمون	صفحہ

جملہ تالیفات حضرت مولٰنا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی سلمہ مندرجہ ذیل مطبع مجتبائی دہلی سے ملسکتی ہین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
القول البدیع متعلق جمعہ		تعلیم الدین معاش و معاد کے طریقے	۶ر	قصد السبیل الی المولی الجلیل		مناجات مقبول	۵ر
اور عیدین وغیرہ	۲ر	تعلیم الدین معہ تکمیل الیقین		تصوف و سلوک مین	۱۰ر	مجموعہ تلخیصات عشر	
اکسیر فی اثبات التقدیر	۰ر	یعنی خلاصہ سائنس اور اسلام	۔ر	قصہ حضرت موسیٰ و خضر		مجتبائی یہ مجموعہ مولانا مولوی	
الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد	۲ر	جزاء الاعمال	۱۰ر	ابراہیم المسمی بتہذیب اللطیف		محمد اشرف علی صاحب کی مجوزہ کورس عربی	
اصلاح الرسوم مع ضمیمہ مجتبائی		حفظ الایمان چند ضروری		فی تحفۃ الکلیم والحنیف مجتبائی	۱ر	کا ایک حصہ ہے جسمین حسب ذیل کتب	
رسوم مروجہ ماننے کی تحقیق جواز		مسائل کا جواب۔ مجتبائی	ر	کرامات امدادیہ	۳ر	بروح گنگوہی ہین یعنی تلخیص المرقاۃ	
وناجواز آمین پیدایش سے لیکر		حق السماع مجتبائی در		کمالات امدادیہ	۴ر	تلخیص الشرنبلیہ تسہیل المعانی	
مرنے تک جسقدر رسوم شایع ہوئے		تحقیق جواز و عدم جواز سماع	۱ر	کلید مثنوی شرح مثنوی مولانا		تلخیص المنار المدار و درایۃ الحکمۃ	
ہین ان سبکی تردید مدلل بدلائل عشرہ	۳ر	حقوق الاسلام	ر	روم حامل المتن بزبان اردو نہایت		تلخیص ہدایۃ الحکمۃ تلخیص الہدایۃ	
اور اوراد رحمانی و اذکار سبحانی		خطب ماثورہ	۱ر	سلیس مطلب خیز و مختصر تقریر مین		تفصیل شرح عقائد عشرہ طروس	
مجتبائی اسمین تسبیح و تحمید و تکبیر مین	۲ر	رونمائے مثنوی۔ مجتبائی	۔ر	یہ شرح لکھی گئی ہے نصف دفتر اول	۲ر	اس آخری سالہ مین ریلوہ حصہ	
بہشتی زیور کامل احصون مین	۶ر	سبق الغایات ـ تے		ایضا حصہ دوم بقیہ دفتر اول	۲ر	تاریخ کا ہے و بہت سی اصطلاحات	
جدا گانہ ہر حصہ بھی کو ملسکتا ہے		نسق الآیات عربی ربط آیات		مثنوی زیر و بم۔ فارسی مثنوی		پر مشتمل ہے جنکی ضرورت طلباء مدرسین	
دس حصہ تک اور حصہ ۱۱ یعنے		مین بے نظیر کتاب ہے۔ مجتبائی	۸ر	مولانا روم کے طرز پر ایک حکایت		کو اکثر ہوتی ہے اور واقف ہونے پہ	
بہشتی گوہر	۵ر	صفائی معاملات		اور جابجا نکات تصوف	۴ر	بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہین اور	
تحقیق تعلیم انگریزی	۔ر	ضروری احکام داد ستد	۱۰ر	مجموعہ اعمال قرآنی ہر حصہ		پوری کیفیت ان سالونکی نقشہ مین	
تنشیط الطبع فی اجراء		فروع الایمان	۲ر	یعنے اعمال قرآنی۔ اسرار آسمانی		تکمیل سے جو اس کتاب کے شروع مین ہے	
						اچھی طرح معلوم ہوسکتی ہے بہت	
السبع مجتبائی لخلاف قرأت اور		فتاوی اشرفیہ حصہ اول	۳ر	آثار تیہانی خواص قرآنی معہ ضمیمہ		ہی مفید مجموعہ ہے	۷ر
ساتون قراتون کے معلوم ہونے		ایضا حصہ دوم	۴ر	لاثانی و تعویذات مفید عام مجتبائی	۲ر	مجموعہ فتاوی المسمی بہ	
						امداد الفتاوی مجتبائی در	
کی ترکیب اور قاعدے اور قانون	۴ر	یادگار حق القرآن نظم	۔ر	مواعظ اشرفیہ	ر	چہار جلد کامل	۲ر

کتاب ما یتعلق بالتفسیر

بیان اشکال در ابدیت ثمار جنت

سوال - الحمد للّٰہ والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علی خیر البریۃ واٰلہ واصحابہ وسلم اما بعد فانی احقر عباد اللہ تعالیٰ امین الحق البکر مفومری الجہانگیر نگوی المبتقالی مولداً والاسحاقی الجمالی تلمذاً والحنفی مذھباً اقول واعرض عند خدامکم انہ قد خطر خطرۃ ببالی ووقع خدشۃ ما اعلم حل عقدتہا ولیس عندی کتاب احقق فیہ ذلک فرجعت الیکم الجواب وھو ان الجنۃ ابدیۃ واثمارھا ایضاً ذلک فکیف اکلہا اٰدم علیہ السلام فی الجنۃ وما صار ابدیا وکیف نزلت معہ حنطۃ الجنۃ وصارت غیر ابدیۃ وما معنی الاکل والذوق فی قولہ تعالیٰ کلوا وذوقوا فان کان معناہ از دہان در شکم فرو بردن فلا یخلو ان یکون منہضما اولا والاول یستلزم منہ ان یکون الابدی فانیا وھو خلاف ما قالوا من ان الجنۃ ابدیۃ اگر این خدشہ را مطابق قواعد اہل السنۃ والجماعۃ بالتفصیل ارقام نمودہ دلم راجمع نمایند ہر آئینہ عند اللہ ماجور باشند کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

الجواب - قال اللہ تعالیٰ اکلہا دائم وظلہا وقال تعالیٰ کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل واتوا بہ متشابہا دلت الاٰیۃ الاولی علی دوامہا وبقائہا ودلت الثانیۃ علی طعمہا وفنائہا فوجہ الجمع ان المراد بکونہا دائمۃ ابدیتہا بالنوع لا بالشخص کما یشیر الیہ قولہ تعالیٰ واتوا بہ متشابہا فبہذا تطابقت الاٰیات وتوافقت الروایات وزاحت الشبہات وزالت الاشکالات - وھذا ظاہر جدا لمن مارس الفنون الشرعیۃ ودارس العلوم السمعیۃ واللہ تعالیٰ اعلم

تحقیق عطف مجزوم بر منصوب

سوال - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: قد تلوت ذات یوم سورۃ المنافقین فاوقعنی اعراب بعض اٰیاتہ فی ریب وہی ہذہ: وانفقوا مما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین لفظ اکن معطوف علی اصدق ولا یوافقہ فی الاعراب فالمعطوف علیہ منصوب والمعطوف مجزوم فی الکتاب قال صاحب الکشاف فی تفسیر الاٰیۃ اکن معطوف علی محل اصدق الخ اقول ان کان محل اصدق مجزوما فکیف

صار ذو المحل منصوبا وان کان صاحب المحل منصوبا فقراءۃ اکون بالنصب مستقیم موافق للقیاس النحوی فکیف اختارت القراءۃ المشہورۃ جزم المعطوف اذہی عن جادۃ القیاس مصروف العطف علی المحل مخالفا لذی المحل غیر ہذہ الآیۃ مارأیناہ فہذا یطلب الاستناد والآیۃ محل البحث لا یصح بہا الاستشہاد وہذا الشک مازال عن قلبی الی الآن فارجو منکم ان تزیلوہ بالبرہان والسلام الخامس والعشرون من ذی الحجۃ سنہ ۱۳۲۳ھ

الجواب - وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - لیعلم ان قولہ تعالیٰ فاصدق لکونہ جوابا للتمنی الذی فی قولہ تعالیٰ لولا اخرتنی منصوب لفظا ولکونہ جوابا للشرط المقدر بعد التمنی مجزوم محلا لان المعنی ان اخرتنی اصدق فاذا عطف علیہ قولہ واکن جاز فیہ الوجہان اعتبار اللفظ واعتبار المعنی ای المحل فالمنقول فی المتواتر من القراءات اعتبار المحل وفی الشواذ اختیار اللفظ لان بعضہم قرأ اکون بالنصب ولیس فی اختیار احد الجائزین ایہما کان محذور ولما کان ہذا التوجیہ منقولا کما فی الروح من النحاۃ کابی علی الفارسی والزجاج وکذا من سیبویہ والخلیل باختلاف یسیر فی التعبیر لا یرتاب فی صحتہ واما الاستشہاد فلا یحضرنی الآن ولا اری الیہ حاجۃ بعد نقل صحتہ عن ائمۃ العربیۃ نعم لو قال احد لا اری قول ہؤلاء حجۃ لقام آخر ولو غیری یاتی بالشاہد واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

۲۸ - ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۳ھ

ما یتعلق بالحدیث

جواب اشکال ادخال نار با وجود رحمت

سوال - ایک صاحب فرماتے ہین کہ مجکو تعجب ہے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندون کو مان باپ سے بڑھکر چاہتا ہے پھر کافرون کو خلود دائمی دوزخ مین کیون فرمائے گا - اولاد چاہے کیسی ہی بُری سے بُری ہو لیکن باپ اس کی تکلیف ہرگز گوارا نہین کرتا اور اوسکو مصیبت مین نہین دیکھ سکتا -

الجواب - یہ سوال خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے کیا تھا - حیث قالت الیس اللہ ارحم بعبادہ من الام بولدہا قال صلی اللہ علیہ وسلم بلی قالت ان الام لا تلقی ولدہا فی النار فاکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبکی ثم رفع راسہ

فقال ان اللہ لا یعذب من عبادہ الا المارد المتمرد الذی یتمرد علی اللہ وابی ان یقول لا الہ الا اللہ رواہ ابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمر کذا فی المشکوۃ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جو جواب ارشاد فرمایا اوس کا حاصل اصطلاحی الفاظ مین یہ ہے کہ عباد گو عام ہے مگر دوسرے دلائل نے اسمین سے بعض کو خاص کر دیا ہے جو ملعون ہو کر دائرۂ رحمت سے خود نکل گئے ہین پس عباد دو قسم کے ہوئے ایک مرحومین اور اُن پر اسقدر رحمت ہو گی کہ والدہ کو ولد پر نہین دوسرے غیر مرحومین سو اون پر آخرۃ مین رحمت ہی نہ ہو گی پھر زیادتی کمی کا کیا ذکر یا یون کہو کہ عبادہ عام نہین ہے خود اضافت تخصیص کو مفید ہے یعنی بندگان خاص جیسے قرآن مجید مین عباد الرحمن کو خاص کیا ہی موصوف بصفات خاصہ سے - رہا یہ کہ والدہ کو توسب اولاد پر رحمۃ ہوتی ہے اللہ تعالے کو سب عباد پر کیون نہین اسکا جواب یہ ہے کہ رحمۃ والدہ کی اضطراری ہے مشیت پر موقوف نہین اسلئے عام ہے اور اللہ تعالی کی رحمۃ اختیاری ہے اور مشیت پر موقوف ہے جسکا سبب ظاہری اعمال صالحہ ہین اسلیے آخرۃ مین خاص ہے البتہ دنیا مین عام ہے رہا مرحومین کو تکلیف ہونا سو وہ تہذیب ہے تعذیب نہین فقط واللہ اعلم۔

سوال ایک صاحب دریافت کرتے ہین کہ حدیث کی جیون کا تیون محفوظ رہنے کی کیا دلیل ہی وحی کے محفوظ رہنے کا تو یہ سبب ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو لکھا دیا کرتے تھے مگر حدیث کے متعلق کیسے باور کیا جاوے کہ جو کچھ آپ فرماتے تھے اور اوسکو لوگ سنتے تھے پس اونکو سننے سے لفظ بلفظ یاد ہو جاتا تھا کیونکہ بہت سی حدیثین بہت طویل ہین مثلاً معراج کی حدیث اسیطرح سے صحاح مین بہت سی حدیثین ہین جو بہت طویل ہین اور اونکے واسطے یہ عقیدہ ہے کہ یہ وہی الفاظ ہین جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے مثلاً اگر کوئی شخص دس پانچ سطرین ایک مجمع کے سامنے کہے اور پھر پوچھے کہ مین نے کیا کہا تھا تو کوئی اونمین ایسا نہو گا کہ جو لفظ بلفظ کہدے کہ اوس نے یہی الفاظ کہے تھے تو اسیطرح جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے اونکی نسبت یہ کس طرح باور ہو سکتا ہے کہ سننے والون کو وہی الفاظ یاد رہے اور دو سو برس کے بعد جب حدیثین جمع ہوئین تو وہی الفاظ جون کے تون منقول ہوتے چلے آئے لہذا اوس شخص کا قول ہے کہ اس امر کا دعوے کرنا کہ حدیث کے وہی الفاظ ہین گویا عادۃً محال ہو اسکا جواب بھی بجواب اس خط کے کسیقدر شرح اور مدلل لکھئے

رفع شبہ در محفوظ ماندن حدیث

الجواب - احادیث کے محفوظ رہنے کے باب مین جو شبہہ کیا ہے یہ نیا شبہہ نہین ہے مدت سے لوگ نقل کرتے چلے آتے ہین چنانچہ سید صاحب بھی اس شبہہ کو بہت سے مباحث مین اپنا متمسک بناتے تھے لیکن یہ شبہہ چند امو مین غور کرنے سے محض مضمحل ہے -

اول - صحابہ و تابعین و محدثین کی قوت حافظہ کی حکایات و قصص تواریخ مین اسقدر مذکور ہین کہ قدر مشترک متواتر المعنے ہین چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ستو شعر کا قصیدہ ایکبار سنکر بعینہ اعادہ فرما دیا کرتے تھے امام بخاری رح کا کسی مقام پر تشریف لیجانا اور اونکی خدمت مین سَو حدیثون کا خلط ملط کرکے پیش کرنا اور پھر اونکا سکو بعینہ نقل کرکے پھر سبکی تصحیح کر دینا مشہور و مذکور ہے اگر یہ شبہہ کیا جاوے کہ ایسا حافظہ خلاف فطرت ہو اس لیے یہ حکایات غلط ہین سو اول تو آج تک اس فطرت کے حدود و اصول منضبط نہین ہوے جس سے سمجھ لیا جاوے کہ یہ فطرت کے موافق ہے یہ مخالف ہے جن امور کو بکثرت مشاہدہ کیا جا رہا ہی یقینی بات ہی کہ اگر انکا وقوع ہوتا مگر مشاہدہ نہوتا تو ضرور اسکو خلاف فطرت سمجھا جاتا جسکا غلط ہونا اوسکے وقوع بکثرت سے معلوم کرکے عاقل سخت افسوس کرتا اور فوراً اپنے اس بے بنیاد قاعدہ کا موجب مغالطہ ہونا تسلیم کر لیتا دوسرے اسپر آج تک کوئی دلیل قائم نہین ہوئی کہ جو خلاف فطرت ہو وہ محال ہی اور اوسکا وقوع کسیوقت ہو ہی نہین سکتا بہرحال یہ عذر محض بناء الفاسد علی الفاسد ہے تیسرے اسکے خلاف فطرت نہونے پر یہ دلیل مشاہدہ قائم ہی چنانچہ ابھی قریب زمانہ ہوا کہ آگرہ آباد مین مولوی حافظ رحمت اللہ صاحب نابینا گذرے ہین اون کے حافظہ کے واقعات بچشم خود دیکھنے والے موجود ہین جنکو سنکر عقل دنگ ہوتی ہے کہان تک کوئی تکذیب کرسکتا ہے حافظ محمد عظیم صاحب پشاوری کی ایسی ہی حکایتین ہین ایک عالم رامپور مین ابھی گذرے ہین ایسے ہی اونکے واقعات ہین اور احقر ان تینون بزرگون کے دیکھنے والون سے ملا ہی اور واقعات سنے ہین **ثانی** جب اللہ تعالی کو کسیوقت کسی سے کوئی کام لینا ہوتا ہی اپنی قدرۃ و حکمۃ سے اوسوقت کے لوگون کے قوی ظاہرہ و باطنہ ویسے ہی بنا دیتے ہین اور یہ قاعدہ بھی منجملہ قواعد فطرت ہے دیکھیے اس زمانہ مین کیسے عجیب و غریب صنایع ایجاد ہو رہے ہین کوئی پوچھے کہ اتنی عقل ہونا خلاف فطرت ہی یا موافق فطرت شق اول پر وقوع کیسے ہوا شق ثانی پر پہلے کیون نہین وقوع ہوا اگر کہا جاوے کہ طبیعت یوماً فیوماً ترقی کرتی ہے مین

کہتا ہون کہ یہ ترقی ہر طبیعت انسانیہ مین ہونا چاہیے کیونکہ مقتضے ماہیت کلا فراد مین بدلا نہین کرتا پھر یہ تخصیص قوم دون قوم کیسی اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس زمانہ مین ایسی چیزون کا ایجاد کرانا منظور ہے ایک قوم کو ایسے قوی عنایت فرما دے اسیطرح اگر حق سبحانہ و تعالیٰ کو جسوقت حفاظت دین کی مقصود و منظور ہوئی اوسوقت حاملان دین کے ایسے حافظے بنا دئے تو اسمین کیا تعجب و استبعاد ہے اس امر کا انکار تو وہی شخص کر سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کو علیم و قدیر نمانتا ہو سو ایسے شخص سے خطاب ہی لاحاصل ہے **ثالث** بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم احادیث لکھا بھی کرتے تھے جیسے عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض کو خود حضور نے حدیث لکھوا کر دی ہے چنانچہ حدیثون مین ہے اکتبوا لابی شاہ اور عمر بن عبدالعزیز جو پہلی ہی صدی مین ہوئے ہین اونکا اہتمام جمع احادیث کے لیے ابو داؤد مین موجود ہے پھر برابر محدثین اپنے طور پر لکھتے رہے البتہ کتاب کی شکل امام مالک سے شروع ہوئی جو ۹۰ھ مین پیدا ہوئے اور ظاہر ہے کہ اتنے قریب زمانہ تک نہ لکھا جانا مضر نہین ہوتا بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب کسی کے دیکھنے سننے والے قریب بانقراض ہونے لگتے ہین اوسوقت تدوین ہوتی ہے **رابع** قطع نظر قوت حافظہ کے وہ حضرات غیبی طور پر مؤید من اللہ تھے چنانچہ احادیث مین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بسط رداء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوسمین کچھ پڑھ دینے اور پھر اونکا اوسکو اپنے سینہ سے لگا لینے کا قصہ مذکور ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعا حفظ قرآن و حدیث کی تعلیم فرمانا اور پھر اونکا آیات و احادیث کو نہ بھولنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسپر ایمان کامل کی بشارۃ دینا مروی و منقول ہے **خامس** فطری طور پر یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم جیسے دلدادہ و عاشق جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قطرات وضو پر تقاتل و تجادل کرنیوالے آپ کے بزاق و مخاط کو اپنے ہاتھون اور موہنون پر لینے والے کیا آپکے الفاظ کو ایسا بیوقعت سمجھ سکتے ہین کہ اوسکو مدون و محفوظ نہ کرین یونہی ضائع کر دین خصوصًا جبکہ حضور فرما دین بلغوا عنی اور یون فرما دین نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا کما سمعھا اور یون فرما دین لیبلغ الشاھد الغائب اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس قدر اہتمام تھا کہ تناوب کا معمول کر رکھا تھا یہ سب دلائل ہین اونکی شدت اہتمام کے اور نقل و قبول مین احتیاط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قصون سے کہ بعض دفعہ خبر واحد پر قناعت نہین کی ظاہر ہے ایسی حالت مین ایسے احتمال کی کب

گنجایش ہے پس جب محفوظ کرنا ضروریات فطرت سے ہوا تو آگے سمجھنا چاہیے کہ محفوظیت کے دو ہی
طریقے ہین یا کتابت یا حفظ فی الذہن اور یہ معلوم ہو کہ کتابت کی عام عادت نہ تھی اور بوجہ احتمال
خلط فی القرآن کے ناپسند بھی تھی پس معلوم ہوتا ہے کہ اونکو اپنے حافظون پر پورا اعتماد تھا اگر
ایسا اعتماد نہوتا تو صحابہ ضرور لکھتے لکھواتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے کہ تم لکھتے کیون
نہین بدون اسکے تبلیغ کیسے کروگے اور کوئی اہتمام نہ کرنا آپ خود مثل قرآن کے اسکا اہتمام فرماتے
خصوصًا بعد اس ارشاد کے کہ دیکھو مجکو قرآن کی مثل ایک اور چیز بھی ملی ہے - اگر کسیکو شبہہ ہو کہ یہ تو اثبات
الحدیث بالحدیث ہی تو جواب یہ ہے کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ شبہہ عدم حفظ احادیث کا باعتبار الفاظ خاصہ
کے ہے نہ درجہ اطلاق کے پس یہ واقعات جو بناء جواب قرار دئے ہین انکا بناء جواب ہونا الفاظ
خاصہ پر موقوف نہین ایک واقعہ کی نقل ہے جسکے الفاظ خواہ کچھہ ہی ہون ہر حالمین اوس سے
تمسک صحیح ہے **سادس** کالشمس فی نصف النہار مشاہد و ثابت ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ
عنہم نے قطع نظر حفظ و ضبط کے رواۃ کے تقوی و طہارت و دیانت کی سخت تحقیق کی ہی خصوصًا صفت
صدق کی جب ایک شخص کا صدق یقینًا ثابت ہوا اور وہ ثابت الصدق دعوی کرے کہ یہ الفاظ
مین نے اسطرح سنے ہین اور جتنے رواۃ اوس سلسلہ کے ہون سبکا یہی دعوے ہو پس دو حال سے
خالی نہین یا ایسا حفظ ممکن ہے یا ناممکن اگر ممکن ہے تو اب انکار کی کیا وجہ اور اگر ناممکن ہے تو
اتنے بڑے بڑے عقلاء نے اسکو ناممکن سمجھکر رد در رد کیون نہین تکذیب کی اور اسکا نام فہرست
صادقین مین سے کیون نہین خارج کیا اور پھر جب روایات اس قاعدہ سے مقبول ہی نہین تو
تحقیق صدق سے کیا فائدہ ہوا اور یہ کہدینا کہ سب کے سب مجنون تھے اپنے جنون پر دلیل قائم کرنا ہی
سابع کتب احادیث مین رواۃ کا بکثرت یہ کہنا کہ یہ لفظ ہے یا یہ لفظ بعد تسلیم اون حضرات کی بزرگی
کے جو مشاہدہ و تواتر سے ثابت ہے واضح دلیل ہے اونکے صاحب حافظہ قویہ ہونیکی اور اسکی کہ اور
الفاظ جہان اونہون نے ایسا شک نہین ظاہر کیا اونکو خوب ہی یاد ہین اور اونکو پورا اعتماد ہے
اگر یہ شبہہ ہو کہ پھر ایک ہی حدیث مین مختلف رواۃ مختلف الفاظ کیون لاتے ہین جواب یہ ہی
کہ احادیث مین وارد ہے کہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ ایک بات کو تین بار
اعادہ فرماتے تھے پس ممکن ہے کہ ایک نے ایک لفظ نقل کردیا دوسرے نے دوسرا لفظ اور احیانًا

سہو بھی ہو سکتا ہے لیکن جہان ایسا احتمال ہوا اوس جگہ استدلال مسائل مین اوس لفظ سے نہین کیا گیا بلکہ واقعہ مشترک الثبوت سے کیا گیا ہے پھر الفاظ کی کمی بیشی کیا مضر ہے **ثامن** تواریخ جنکی سند احادیث کی برابر تو کیا اوس سے ہزارون حصہ مین بھی نہ متصل نہ اوسمین اوتنی احتیاطین پھر بھی تمام عقلاء اوسپر مدار کار کرتے ہین احادیث کہ جسمین اسقدر احتیاطین کی گئی ہین اونکے مقبول نہ ہونے کی کیا وجہ **تاسع** تمام شبہات کا اثر صرف الفاظ احادیث کے محفوظ ہونے پر پڑتا ہے اگر سب اجوبہ مذکورہ سے قطع نظر بھی کرلیجاوے تو اسقدر جواب کافی ہے کہ علمانے روایت بالمعنے کے جواز کی تصریح کی ہو جہان الفاظ مشتبہ ہون وہان معنی مشترک سے استدلال کیا جاتا ہو اوسمین کیا خلل ہے اور اکثر استدلالات وافقات ہی سے ہین **عاشر** متواتر تمام اہل عقل کے نزدیک خواہ صاحب ملت ہو یا نہو حجت ہے اور حد تواتر کی یہی ہے کہ قلب اوسکے ثبوت پر شہادت دینے لگے حتی کہ بعض اوقات دو تین شخصون کے یہ اخبار کہ فلان حاکم نے یہ لفظ کہا تھا درجہ تواتر مین سمجھا جاتا ہے پھر جب ایک لفظ مختلف روایات واسانید سے تمام صحاح مین موجود ہے فطرۃً قلب اوس کے ثبوت پر شہادت دیگا ہرگز اوس کے تواتر مین شبہہ نرہیگا ان امور عشرہ مین جو شخص خالی الذہن ہوکر نظر غائر سے دیکھیگا انشاء اللہ تعالی شبہہ مذکور کا اوسکے قلب مین نہ عین رہیگا نہ اثر ورنہ ع انانیکہ پر شد دگر چون پرد۔ اب اس مضمون کو ایک شبہ کے جواب پر ختم کرتا ہون وہ یہ ہے کہ شاید کوئی شخص کہے کہ اگر صحابہؓ کا ایسا حافظہ تھا تو قرآن لکھانیکا حضور نے کیون اہتمام فرمایا جواب یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ علاوہ اثبات احکام کے تحدی بھی مقصود تھی اور الفاظ متقاربہ اوسکے لیے مضر تھے بخلاف احادیث کے کہ الفاظ سے تحدی مقصود نہین لہذا تقارب الفاظ گوارا کیا گیا کہ استدلال کے لیے کافی ہے لہذا اوسکا اہتمام کیا گیا اسکا نہین کیا گیا ۱۳۲۱ رجب ۱۳۲۱ھ

سوال۔ آج کل یہان غیر مقلدی کا بہت زور شور ہو رہا ہی حتے کہ نماز مین کہا جاتا ہی کہ ایڑی سے ایڑی اور چھنگلیا سے چھنگلیا ملاکر کھڑے ہواکرو اور بہت لوگ کھڑے بھی ہوتے ہین۔

الجواب۔ فی المشکوٰۃ باب تسویۃ الصف عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رصوا صفوفکم وقاربوا بینہا وحاذوا بالاعناق الحدیث رواہ ابوداؤد وعن ابی امامۃ فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سووا صفوفکم وحاذوا

بین مناکبکم الحدیث رواہ احمد حدیث اول مین رصوا کے بعد قاربوا آیا ہے - ظاہر ہے کہ اگر
تراص بمعنے مماست اقدام وغیرہ لیا جاوے تو قاربوا کے منافی ہوگا کہ مقاربت چاہتا ہے عدم مماس
کو جیسا کہ ظاہر ہے اس سے معلوم ہوا کہ مقصود مقاربت ہے اُسیکو مبالغۃ تراص یا بعض حدیثون مین
الزاق فرما دیا اور آگے جو حاذوا آیا ہے گویا اسی کی تفسیر ہے اور اسیکو دوسری حدیث مین حاذوا
بین مناکبکم سے تعبیر کیا ہے - وہذا ظاہر جدا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۲۹ - رمضان ۱۳۲۳ھ

سوال - یہان ایک مولویصاحب جو اپنا شمار اہل حدیث مین کرتے ہین لیکن ایک بزرگ و
سنجیدہ آدمی ہین آج کل تشریف لائے ہین نماز جماعت مسجد مین وہی پڑھاتے ہین انھون نے
صف بندی مین الزاق الکعب بالکعب کو بہت رواج دیا ہے ہر شخص جماعت مین پیر کو اپنے
پاس والے کے پیر سے چسپان کرتا ہے اسمین چند فتور ہوتے ہین اول درمیان دونون پیر ایک
آدمی کے فصل زیادہ ہو جاتا ہے دوسرے جسکا پیر چھوٹا ہے وہ صف سے پیچھے معلوم ہوتا ہے یعنی
اُسکا مونڈھا مونڈھے سے نہین ملتا تیسرے جب سجدہ مین جاتے ہین تو سب کے پیر اپنے مقام
سے ہٹ جاتے ہین پھر جب دوسری رکعت مین کھڑے ہوتے ہین تو پیرون کی طرف ملتفت ہو کر
اُن کو دونون طرف بڑھا کر ایک دوسرے سے ملاتے ہین اس التفات وحرکت غیر مامور بہا کو
مکروہ خیال کر کے اپنے طریق پر قائم رہا اور ہون بعض حضرات نے مجھے کہا تو مین نے جواب دیا
کہ میرے فعل سے آپ کو کیا بحث لیکن ایک روز مولویصاحب ممدوح نے اس پر مجھے ملامت
کی اور کہا کہ تم تارک سنت موکدہ ہو مین نے کہا کہ اس کا سنت ہونا غیر ثابت ہے پس آپ مجھپر
افترا کرتے ہین یہ آپ کو مناسب نہین انھون نے ثبوت مین روایت نعمان بن بشیرؓ کی جس کا
جزو یہ ہے رایت الرجل منا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وکعبہ بکعبہ اور روایت حضرت
انسؓ کی فکان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ فی الصف رواہ
البخاری پیش کی مین نے کہا حدیث اول سے مواظبت نہین نکلتی اور حدیث ثانی سے الزاق
الکعب کا استدلال صحیح نہین بہت ناراض ہوئے پھر کہلا بھیجا کہ اپنے شبہات تحریراً پیش کرو مین
آپ کا اطمینان کردونگا مین نے ایک جزو مین تقریر لکھکر بھیجدی جواب آج تک نہین دیا اس شبہہ
مین تمام لوگ پھر الزاق الکعب کے تارک ہوگئے - اب آپ سے عرض ہے کہ اس بیان کو مفصلاً

تحریر فرمائیے کہ میرا اور لوگون کا اطمینان ہوجاوے :

الجواب - اس باب مین مختلف الفاظ سے روایات آئی ہین بخاری کے الفاظ تو سوال ہی مین مذکور ہین اور سنن ابو داؤد مین نعمان بن بشیرؓ سے یہ الفاظ آئے ہین قال فرأیت الرجل یلزق منکبه بمنکب صاحبه وركبته بركبة صاحبه وكعبه بكعبه اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً یہ الفاظ ہین قاربوا بینها وحاذوا بالاعناق اور عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً یہ الفاظ ہین حاذوا بالمناكب اور یہ امر یقینی ہے کہ ان سب عبارات کا معبر عنہ ایک ہی ہے اُسی کو کہین الزاق سے تعبیر کردیا کہین مقاربت سے کہین محاذاۃ سے اس سے معلوم ہوا کہ محاذاۃ و مقاربت ہی کو الزاق کہدیا ہے مبالغۃً فی المقاربۃ دوسرے اگر الزاق کے معنی حقیقی لیے جاوین تو الزاق المناكب اور الزاق الكعب اس صورت متعارفہ معتادہ مین مجتمع نہین ہوسکتے کہ مصلی اپنے قدمین مین خوب انفراج رکھے کیونکہ اس مین الزاق الکعاب تو ہوگا لیکن الزاق المناكب نہوگا جیساکہ ظاہر اور مشاہد ہے اور کوئی وجہ نہین کہ الزاق الکعاب کو مقصود سمجھا جاوے اور الزاق المناكب کی رعایت نہ کیجاوے کوئی شخص کہسکتا ہے کہ الزاق المناكب اصل ہے اور الزاق الکعاب غیر مقصود تیسرے الزاق الکعاب کی جو صورت بھی لیجاوے الزاق الرکب کے ساتھ اُس کے تحقق کی کوئی صورت نہین کیونکہ رکبہ بمعنی زانو کا الزاق دوسرے رکبہ سے جب ہوسکتا ہے کہ دو شخص باہم متقابل اور متواجہ ہون جیساکہ ظاہر ہے البتہ محاذاۃ رکب مین ہر حال مین ممکن ہے ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ جس الزاق کا دعویٰ کیا جاتا ہے حدیث اس پر دلالت نہین کرتی بلکہ فرجات چھوڑنے کی ممانعت سے اس کی نفی ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم - ۹ - شوال ۱۳۲۳ھ

سوال - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعث ایجاد عالم ہین یا نہین اور حدیث لولاک لما خلقت الافلاک پایہ ثبوت کو پہونچی ہے یا نہین اور یہ حدیث کس کتاب مین ہے -

الجواب - آپ کی اولیت خلق تو بعض روایات سے معلوم ہوتی ہے جیسا بعض رسائل مین بحوالہ مواہب لدنیہ بتخریج عبد الرزاق بروایت حضرت جابر بن عبد اللہؓ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول دیکھا گیا ہے کہ سب سے اول حق تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور پیدا کیا آہ لیکن یہ

تحقیق حدیث لولاک لما خلقت الافلاک

حدیث مذکور فی السوال کہین نظر سے نہین گذری اور ظاہراً موضوع معلوم ہوتی ہی واللہ اعلم

۲۸- رجب ۱۳۲۴ھ

تحقیق محرم شدن مدینہ

سوال- حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم مدینہ منورہ کے متعلق یہ الفاظ انی احرم مابین لابتیہا کما حرم ابراهیم مکۃ (او کما قال) حنفیہ کے نزدیک کیون ماؤل ہے اس کے معارض اس سے قوی کوئی مضمون ہے جو حرم مدینہ کے حرم مکہ کی طرح ممنوع قطع الاشجار وغیرہا ہونے کے لیے مانع ہے -

الجواب- صحیح مسلم مین حدیث تحریم مدینہ مین ہے لایخبط فیہا شجرۃ الا العلف اور صحاح مین ہے یا ابا عمیر ما فعل النغیر اور خبط شجرہ مطلقاً وتعرض للصید کی حرمت لوازم تحریم بالمعنے المتعارف سے ہے پس انتفاء لازم مستلزم ہوگا انتفاء ملزوم کو اس سے معلوم ہوا کہ تحریم لغوی درجہ مذہب مین ہے جیسا ابو داؤد مین موضع وج کے باب مین جو ناحیہ طائف مین ہے آیا ہی صید وج وعضاہہ حرم محرم اللہ اور گو حدیث ابی عمیر مین احتمال تقدم علی احادیث التحریم کا ہے مگر اول حدیث مین یہ احتمال بھی نہین فقط ۱۸- صفر ۱۳۲۵ھ

رفع تعارض مذہب حنفی با حدیث در عتق احد الشریکین

سوال جامع الترمذی حدیث الترمذی ص ۲۱۲ مطبوعہ اصح المطابع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اعتق نصیبا لہ فی عبد فکان لہ من المال ما یبلغ ثمنہ فہو عتیق من مالہ والا فقد عتق منہ ما عتق و مذہب ابی حنیفہ رح خلاف ذلک لانہ قال ان کان موسرا ضمن او استسعی الشریک العبد او اعتق وان کان معسرا لایضمن لکن الشریک اما ان یستسعی او یعتق اس حدیث اور مذہب امام صاحب رح مین مطابقت فرمادیجیے -

الجواب - یہ حدیث مجمل ہے اور امام صاحب کا مذہب اسی حدیث کی تفصیل اور ظاہر ہے کہ اجمال اور تفصیل مین معارضہ نہین ہوا کرتا کیونکہ اجمال مین نفی واثبات مسکوت عنہ ہوتے ہین تفصیل اس کے ساتھ ناطق ہوتی ہی اور ناطق و ساکت معارض نہین ہوتے تقریر اس کی یہ ہے کہ حدیث سے صورت اعتبار حق مین تجزیہ اعتاق کا ثابت ہوتا ہے اور اس باب مین کل دو ہی مذہب ہین تجزیہ مطلقاً یا عدم تجزیہ مطلقاً اور یسار و اعسار کا تجزیہ و عدم تجزیہ مین متفاوت ہونا باجماع مرکب باطل ہے پس جب صورت اعسار مین تجزیہ ثابت ہو گیا تو صورت یسار مین بھی ثابت ہو گیا اور

تجزیہ کے لوازم مین سے ہے احتباس مالیت حصہ غیر معتقہ عند العبد اور اس احتباس کے لوازم مین سے ہے تضمین عبد اور بقاعدہ الشیٔ اذا ثبت ثبت بلوازمہ جب تجزیہ ثابت بالنص ہے تو تضمین عبد بھی بواسطہ ثابت بالنص ہے اور اطلاق دلیل بے قیاس مقتضی ہے اس اقتصار علی التضمین العبد کے عموم کو پس حدیث نے فہو عتیق من مالہ سے اس عام کی تخصیص کردی یعنی صورت یسار معتق مین تضمین معتق بالکسر بھی جائز ہے جیسا کہ تضمین معتق بالفتح کی بھی جائز ہے اور صورت اعسار مین وہی حکم ہے تضمین عبد کا جو مقتضا ہی تجزی اعتاق کا اس لئے استسعی العبد کو تعبیر فرمایا گیا عتق منہ ما عتق سے اور اعتاق کا جواز دونون صورت مین چونکہ اظہر تھا اس لیئے اُس سے کہین تعرض نہین فرمایا تحمل ضرر کا برضائے خود ظاہر الجواز ہے فقط ۱۴- ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

معنی حدیث لا تشد الرحال

سوال - غیر مقلد لوگ اس حدیث شریف سے تمسک پکڑتے ہین کہ زیارت قبور اور عرس اولیا عظام پر یا کسی اور متبرک مکان کو سفر کر کے جانا درست نہین ہے وہ حدیث یہ ہے عن ابی سعید الخدری رض قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصے ومسجدی ھذا اب علمار کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اِس حدیث سے ان مقامات مذکورہ پر سفر کر کے جانے کی ممانعت ثابت ہی یا نہین یعنی ان مقامون پر سفر کر کے جانیوالا گنہگار رہے یا نہین -

الجواب - اس حدیث کے معنے یہ ہین کہ بہ نیت تضاعف صلوٰۃ اور کسی مسجد کے طرف سفر کرنا ممنوع ہے اس کو زیارت قبور سے کوئی علاقہ نہین البتہ اعراس متعارفہ کا مجمع خلاف سنت ہے اس سے احتراز ضروری ہے - ۱۳۲۵ھ

سوال ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت ہے انہا اختلعت علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فامرھا النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان تعتد بحیضۃ رواہ الترمذی صفحہ ۱۴۲ کتاب الطلاق اس حدیث مین ایک حیض عدت لکھی ہے دوسری حدیث شریف مین جو صاحب ہدایہ نے روایت کیا ہی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الخلع تطلیقۃ بائنۃ اور بائن کی عدت تین مہینے ہین ان مین کس طرح تطبیق ہونا چاہیے -

الجواب - حیضۃ مین تنوین افراد کی نہین جس پر ایک حیض کا عدت ہونا لازم آوے پس معنے حدیث

کے یہ ہین کہ یہ امر فرمایا کہ حیض سے عدت پوری کرے نہ کہ اشہر و وضع حمل سے کیونکہ وہ حائضہ متعین
اور دوسرا مسلک یہ ہوسکتا ہے کہ ثلثۃ قروء مطلقہ کی عدت منصوص قطعی ہے پس تعارض کے
وقت خبر واحد پر عمل متروک ہوگا فقط ۱۹- ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ

سلوک

سوال - اب کچھ اپنی تباہی کا حال بیان کرتا ہون امیدوار ہون کہ سمع خراشی کی بابت معاف
فرمایا جاؤن جس کا یقین کامل ہے - حضرت اب تو نہایت ابتر حالت ہی وظیفہ وغیرہ سب ترک ہے
اگر بجبر تسبیح لیکر بیٹھتا ہون جی گھبراتا ہے قید شمار تسبیح سے جی الجھتا ہے تب خاموش بیٹھ جاتا ہون
اُس مین البتہ کبھی کچھ عرصہ تک نیند کہون یا کیا کہون خبر نہین رہتی کہ کہان ہون اور کیا ہون
ہان اتنا ضرور ہے کہ شغل اشغال قطعاً بند ہین کیونکہ دل الجھتا ہے لیکن اس کا نہ ہونا ہر دم سوہان
روح ہے اور ایک بات یہ بھی کہتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے کیونکہ خدا جانے مین کچھ سمجھتا ہون
اور ہو کچھ اور وہ یہ ہے کہ زیادہ اوقات مین اور کبھی کبھی ہر کام مین اور کبھی کبھی نہین بھی دھیان
اللہ کا دل مین رہتا ہے اگر کچھ تسکین اس وقت ہے تو اس سے ہے کہ اگرچہ زبانی یا بقصد تسبیح کے
ذکر نہین کرتا ہون خیر یہ بھی غنیمت ہے کہ کبھی دھیان تو اپنے اللہ کا آجاتا ہے پیشتر جو سوز و گداز
اور غلبہ رہتا تھا اس کا پتہ بھی نہین ہے اب فرمائیے کہ یہ کیا حالت واقع ہوئی اور کیا علاج کیا جاوے
کل صفحہ ۹۶ رسالہ تعلیم الدین پڑھ رہا تھا کہ ایک موقع جہان پر حضور نے لغزشات سالک تحریر
فرمائے ہین نظر سے گذرا بجنسہ اپنی حالت کو اعراض - حجاب - تفاضل - سلب مزید - سلب قدیم -
تسلی مین مبتلا پایا لیکن الحمد للہ کہ عداوت نہین پائی جاتی اب فرمائیے کیا ہوا اور کیا کرون آپنے
تحریر فرمایا ہے کہ سالک اگر عبادت مین کوتاہی کرتا ہے تو راجع ہوجاتا ہے - اب یہ فرمائیے کہ
ہین کس ذیل مین ہون للہ جلد جواب دیجیے گا اور علاج فرمائیے گا کیونکہ تحریر مذکور الصدر کو دیکھکر
میرا دل بیقرار ہوگیا ہے اور بدحواسی سی پیدا ہوجاتی ہے جس کا کیا بیان کرون دل ہی جانتا ہے
اگر خدانخواستہ کوئی بات خلاف ظہور مین آوے تو اللہ کو علم ہے کہ میری کیا حالت ہوگی للہ صاف صاف
صاف جواب تحریر فرمائیگا ہرچہ بادا باد اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرماوین اور حضور کو مع متعلقین

خوش و خورم رکھین آمین ثم آمین پیشتر اس قدر تسبیح پڑھتا تھا کہ تیس تیس ہزار تسبیح علاوہ نماز ونوافل کے روزمرہ ہوجاتی تھین اور ایک ذوق ہوتا تھا اب قسمت میری یہ حالت واقع ہوئی بہرحال اللہ کا شکر ہے پیشتر جوش و خروش ابتدا مین تھا اب ایک معمولی حالت ہوگئی ہے کوئی نئی بات نہین معلوم ہوئی بلکہ پیشتر سے اپنے مین بدرجہا کمی معلوم ہوتی ہے - میرے خیال مین پیشتر سے بعوض ترقی کے کمی معلوم ہوتی ہے اب آپ تحریر فرمائیے کہ کیا ہے خدانخواستہ جو عبارت تعلیم الدین مین تحریر ہے جس کا حوالہ دیا گیا ہے وہ کیفیت تو نہین ہے مختصر آیہ عرض ہے کہ اب ذکر وغیرہ کچھ نہین بن پڑتا ہے - البتہ میرے خیال مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ فکر کچھ ضرور ہے کیونکہ دل مین اللہ کی یاد کبھی کبھی ضرور رہتی ہے یہ کمی اشغال و معمولات نہ معلوم کیون ہوگئی براہ کرم مطلع فرمایا جاؤن بعض دفعہ اپنی تصویر مجسم اپنے روبرو بیٹھے ہوئے نظر آتی ہے ہرچند آنکھ بند رہتی ہے کبھی کبھی آنکھ بند کر لینے سے جو چیز روشن ہو یا مثل رنگ آسمان کے ہو آنکھون پر ہاتھ رکھ لینے سے بھی نظر آتی ہے مثلاً ایک تجربہ یہ کہ ایک روز اپنی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا سامنے دروازہ کے ایک چھجہ تھا اور اس پر کچھ کھلا ہوا مطلع اندر مکان سے نظر پڑتا تھا آنکھ بند کر کے جو دیکھا تو وہی نقشہ نظر آیا پھر آنکھون پر ہاتھ رکھکر دیکھا بجنسہ نظر آیا - فقط

الجواب مشفقم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - آپ کا حال اچھا خاصا ہے - عبادت کے مختلف طرق ہین فکر بھی عبادت ہے ذکر بلا قید عدد بھی عبادت ہے اپنے کو ذلیل و خوار قاصر و ناقص سمجھنا بھی عبادت ہے غرض مقصود ہر حال مین حاصل ہے ہان مذموم حالت دو ہین ایک معصیت دوسری غفلت سو یہ بفضلہ تعالیٰ نہین ہے رہا غلبہ اور شوق یہ حالات عارضیہ مین سے ہے اس کا فقدان سالک کو مضر نہین اور نہ یہ کیفیت بعینہ قائم و دائم رہ سکتی ہے جن حجابات کا آپکو شبہ ہوگیا ہے وہ محض وہم ہے اور کچھ نہین ہے آپ بلا دلیل محض تقلید سے میری تحریر پر مطمئن رہیے اور اپنے کام مین سہولت اور راحت سے لگے رہیے پریشانی سے البتہ قلب ضعیف ہوجاتا ہے جس مین مضر ہوگنے کا احتمال ہے غرض نہ آپ مریض نہ علاج کے محتاج - البتہ فن کے نہ جاننے سے صحت کی خبر نہین سو یہ بھی کوئی ضرر کی بات نہین - ا؁ جو تحریر فرمایا ہے وہ تصرف قوت متخیلہ کا ہے اکثر حس

۔۔۔

؁ یہ جواب ہے اس عبارت کا جسمین سائل نے لکھا تھا کہ نور آسمان وغیرہ کا آنکھ بند کرلنے سے نظر آتا ہے ۱۲ -

مشترک مین الوان وانوار مرئی کے رہ جاتے ہین جو آنکھ بند کرنے سے بھی نظر آتے ہین یہ نہ محمود ہے
نہ مذموم تردد نہ فرماوین - فقط

[illegible]

سوال - حضرت اقدس مولانا صاحب - بعد سلام مسنون آنکہ نامۂ نامی رسید قبول بیعت منکوحہ
بندہ معلوم گردید خرسندگی لانہایت حاصل گردید وظیفہ مرقومہ را حسب فرمان جناب تعلیم یافت
وبالفعل آن خادمہ جناب امیدوار است از ذکر اذکار نیز ارشاد فرمایند زیادہ از طرف او سلام
وامید دعاست ثانیا اینکہ درینجا چند مردمان لفظ انا الحق مے گویند وبعض مولویان این دیار ارشاں
راکافر گویند لہذا امیدوارم معنے انا الحق چیست ونزد صوفیہ کرام جائز است یا نہ تحریر فرمایند

الجواب - عزیز من - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - زنان را اوراد و وظائف بس است
اذکار کہ بطور اشغال می باشند مناسب حال اوشان نیست ہان اگر نزدیک معلم باشند لاباس بہ است
اگر زیادہ اصرار ورغبت یابند اسم ذات اللہ اللہ شش ہزار بار بخلوت نشستہ خواندن امر فرمایند
وہر تغیرے کہ درحالت پیش آید بزودے ہرچہ تمامتر اطلاع دادہ اوشان را از من سلام و دعا رسانند
انا الحق اگر بلا تاویل وبلا غلبہ حال گفتہ شود بے شک موجب کفر است شکے نیست واگر بتاویل گویند
کہ انا الثابت الموجود لا الموھوم کما یقول بہ السوفسطائیۃ یا انا مظہر الحق کما یکون المصنوع
مظہر اللصانع کفر نباشد مگر چونکہ موہم کفر است لہذا معصیت وبدعۃ سیئہ خواہد بود توبہ وکف ازین
کلمات واجب خواہد بود واگر در غلبہ حالی کہ عادم اختیار وقصد باشد گوید نہ عاصی خواہد بود ونہ کافر
والی مثل ہذا ظاہر از حال جہال این زمان کہ خرقہ تصوف در بر کشیدہ اند ہمین است کہ ازین کلمات
متاع ایمان برباد می دہند ہداہم اللہ تعالی وہرچہ در شرع ناروا است نزد صوفیہ ہم خطا است صوفیہ
کرام از جادۂ شرع بیرون نمی روند وہر کہ بیرون افتاد تصوف از دست داد ہمہ آنچہ گفتہ شد ظاہر وباہر
است کالشمس فی نصف النہار واللہ اعلم

معنی ربط قلب

سوال - ربط القلب بالشیخ کے کیا معنے ہین -

الجواب - حقیقت اس کی شیخ سے ازدیاد محبت ہے اور صورت اس کی شیخ کا تصور ہے جو بنا
سبب محبت کا ہوتا ہے اور فائدہ اوس کی حقیقت کا افاضہ برکات وانوار ہے اور فائدہ اوسکی صورت
کا دفع خطرات ہے مگر حقیقت وصورۃ دونون مین شرط یہ ہے کہ حدود شرعیہ سے علماً وعملاً متجاوز نہ ہو

ورنہ معصیت وبدعت سے نسبت باطنی ظلمانی ہوجاوے گی فقط واللہ اعلم۔ ۲۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ جذبہ کی کیا حقیقت ہے۔

الجواب۔ بلاواسطہ اکتساب ومجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہوجاتے ہین اوسکو جذب کہتے ہین اور اجتباد محبوبیت اور مرادیت بھی کہتے ہین فقط واللہ اعلم۔

سوال۔ ذکر جلی اور خفی کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

الجواب۔ بعض کی اصطلاح ہین قلبی کو خفی اور لسانی کو جلی کہتے ہین اور بعض کی اصطلاح ہین لسانی کے جہر کو جلی اور غیر جہر کو خفی کہتے ہین اور طریقے دونون کے کتب سلوک مین مذکور ہین مگر بدون تعیین شیخ کے خود کسی طریق کا اختیار کرنا نافع نہین ہے حصول نسبت مین۔

سوال۔ ذکر جلی کی حد کیا ہے۔

الجواب۔ ادنی کی حد تو معین ہے اصطلاح اول پر تو تحریک لسان اور اصطلاح ثانی پر اسماع نفس خود کما صرح بہ الفقہاء لیکن اکثر کی کوئی حد نہین اپنی نشاط پر موقوف ہے مگر اوسکے جواز کی یہ شرط ہے کہ کسی مصلی یا نائم کو تشویش وایذا نہ ہو کما صرح الفقہاء بہ۔ فقط واللہ اعلم۔ ۲۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ مولانا رومی رح پیر چنگی کے قصہ کے درمیان فرماتے ہین ؎ مصطفے بیخویش شد زان خوب صوت + شد نمازش در شب تعریس فوت + در شب تعریس پیش آن عروس + یافت جان پاک ایشان دست بوس + اسکی تشریح بعض شراح نے اس طرح کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رض کی روحی آواز اذان سے (کیونکہ بظاہر تو اوسوقت اذان تھی ہی نہین) بے ہوش اور مستغرق مشاہدہ تجلیات الہی ہین ہوگئے کیونکہ اونکی آواز آواز ذات حق اور نفحہ الہی تھی جیساکہ گذشتہ اشعار سے مفہوم ومتصور ہوتا ہے اور بظاہر شعر کے معنے یہی ہین اور جہانتک حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ یہ وجہ آپ کی غفلت کی نتھی بلکہ فی الواقع نوم تھی کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از خواب شریف کے بلال رضی اللہ عنہ کو واسطے بیدار کرنے کے تنبیہ کرنا اور بعد نماز فوت ہونے کے فرمانا کہ بلال کو شیطان نے خواب مین ڈالدیا اور یہ وادی وادی شیطان ہے جلدی بڑھو آگے چلکر نماز قضا پڑھین گے اس گزشتہ وجہ از ظاہر مطلب شعر کے بالکل منافی ہے کیونکہ اگر واقعی آپ کی حالت استغراقی تھی تو پھر آپ کے اس ارشاد عالی کے ذکہ مجھکو بیدار

کرنا جو صاف حالت نوم پر دال ہے) کیا معنے اور بلال کے اوس جواب کا (کہ یا حضرت مجھپر بھی وہی خواب غالب آگئی تھی جو آپ پر تھی) کیا مطلب غرض جملہ الفاظ حدیث کے ارتباط و تعلق سے بھی معلوم ہوا کہ واقعی آپ پر نوم غالب تھی - نیز آپ پر تو اکثر تجلیات الٰہی کا نزول و مشاہدات حق کا ہبوط رہتا تھا کبھی ایسا نہوا کہ آپکی نماز قضا ہوگئی ہو اسی وقت کی کیا خصوصیت تھی علاوہ ازین حالت نماز سے زیادہ تو کوئی وقت قرب کا نہین کہ جسکے بارہ مین الصلوٰۃ معراج المؤمنین ایسا ہے چاہیے کہ اس مین زیادہ حالت استغراق ہو یہانتک کہ محو ذات حق ہوکر رکوع و سجود کی بھی اصلا خبر نرہے یعنی اگر قیام کی حالت مین استغراقی حالت کو عروج ہوا تو قیام مین رہے رکوع کی نوبت ہی نہ آئی اگر حالت رکوع مین یہ کیفیت طاری ہوئی تو قعود تک نہ پہونچ سکے علی ہذا مگر کبھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ موقع نہین گذرا - قطع نظر ان سب کے جو کچھ بھی معنے لیے جاوین خواہ حالت استغراقی مراد لین یا کیفیت نومی تو پھر حضرت کے اس ارشاد (تنام عینی ولا ینام قلبی) کے کیا معنے اگرچہ بعض شروح مین بعض اعتراضات کے جواب مرقوم ہین مگر لایق تشفی نہین بلکہ مزید بران انواع انواع کے شبہات قلب مین جاگزین ہوتے ہین حضور پر نور خوب حدیث شریف کے ظاہری و باطنی مطلب اور مولانا کے اشعار کے مدعا سے مطلع فرمائین -

الجواب - اوّل چند امور بطور مقدمات عرض کرتا ہون کہ مطلب مین سہولت ہو - **امر اوّل** جو امر نص مین مسکوت عنہ ہو اوسکا دعوی کرنا کسی قرینہ سے نص کی مخالفت نہین البتہ امر مثبت فی النص کی نفی یا منفی فی النص کا اثبات یہ مخالفت نص کی ہے - **امر دوم** - جو واقعہ وجوہ مختلفہ کو محتمل ہو اور اوس کی وجہ منقول نہ ہو کسی دلیل ظنی سے اوسکی تعیین کرنا کچھ مضائقہ نہین جیسا کہ فلاسفہ مورخین نے ظن سے ہر واقعہ کے اسباب و علل نکالے ہین **امر سوم** اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہین اسیطرح اتحاد سبب سے اتحاد سبب السبب ضروری نہین **امر چہارم** کاملین کو استغراق دائمی نہین ہوتا **امر پنجم** کسی شئے کا محمود ہونا اوس کے مقصود ہونے کو مقتضی نہین **امر ششم** اشعار مین بہت سی لفظی شاعری رعایات بھی ہوتی ہین **امر ہفتم** کسی حاسہ کے تعطل سے اوسکے مدرکات کا ادراک نہین ہوتا - بعد تمہید ان مقدمات کے سننا چاہیے کہ مولانا نے اوّل اذان بلال رض کا ندای حق سے ناشی ہونا بیان کیا ہے اس شعر مین سے ۔ زان دمی کا دم آلخ اسکے بعد دو شعر دن مین اوس

ندائے حق کا اثر بیان فرماتے ہین کہ آپ اوسکے اثر سے بجز دو مستغرق ہوگئے اور استغراق مین نماز قضا ہوگئی تو شب تعریس مین اوس محبوب مطلق یعنی ذات حق کے روبرو آپ کی روح بحیثیت استغراق حاضر تھی آہ یہان مولانا نے استغراق کو سبب فوت صلوٰۃ کا ٹھہرایا اور حدیث مین اسکی وجہ نوم آئی ہے مگر چونکہ ممکن ہے کہ نوم کے بعد یہ استغراق ہوگیا ہو لہذا کچھ تعارض نہین اب یہ کہ طول نوم کی کیا وجہ تھی سو نوم بلال وغیرہ کا سبب مجیٔ شیطان ہونے سے یہ لازم نہین کہ نوم نبوی کی وجہ بھی یہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ وہ استغراق ہو کیونکہ اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہین۔ (بحکم مقدمہ سوم) اور ہر چند کہ حدیث مین استغراق کا سبب ہونا مذکور نہین مگر اوسکی نفی بھی نہین تو اگر اوسکے سبب ہونے کا دعوے کیا جاوے تو حدیث کی مخالفت نہین (بحکم مقدمہ اوّل) اور چونکہ آپ کی شان پاک کے مناسب یہی وجہ ہے اسلیے دوسرے وجوہ محتملہ مین سے اسکو ترجیح دینا مضائقہ نہین (بحکم مقدمہ دوم) اور مولانا نے محض استغراق کا اثر ندا ہونا بیان کیا ہے جو کسی درجہ مین محمود ہے اوس کا فضل بیان کرنا مقصود نہین تاکہ یہ شبہ ہو کہ اگر استغراق مین یہ فضیلت ہے تو نماز کیون فوت ہوئی کیونکہ محمودیت مستلزم مقصودیت نہین (بحکم مقدمہ پنجم) اور چونکہ استغراق دائمی نہین ہوتا اس لیے دوسرے حالات کے اعتبار سے مشبہ نہین ہو سکتا (بحکم مقدمہ چہارم) اور لفظ عروس صرف رعایت لفظی ہے نہ بیان اشتقاق تاکہ لغت کے مخالفت کا شبہ ہو (بحکم مقدمہ ششم) اور دقت مبصرات سے ہے اور نوم عین سے کہ مثل نعاس کے ہے حاسہ بصر معطل اور قوت التفات مختل ہوجاتی ہے لہذا اوسکا ادراک نہ ہوا (بحکم مقدمہ هفتم) فقط

سوال - قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم - بعد سلام سنت الاسلام آنکہ اس احقر نے اپنے مرشد کی حیات ظاہری مین قریب پانچسال کے ریاضت شاقہ کرکے کسیقدر دل کی صفائی حاصل کی تھی اور امید تھی کہ نقشہ حب الٰہی دلپر منقش ہوجائے گا مگر بقول شخصے ؎ تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ؛ کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را ؛ ہونا کی تھی سلنے وفانہ کی سب بنا بنایا کھیل بگڑ گیا نفس اور شیطان جو انسان کے حقیقی دشمن ہین اونکا قابو چلگیا قافلہ سالار آگے چلدیا قافلہ جنگل مین ٹکراتا رہا کچھ عرصہ تک تو ذوق و شوق رہا آخر کو اوسمین کمی شروع ہوئی غرضکہ اب حالت ناگفتہ بہ تک پہونچ گئی نہ کہتے بن پڑتی ہے نہ چھپانے سے کام چلتا

ہے طبیب حاذق سے مرض چھپانا گویا کہ اپنی موت کا سامان کر لینا ہے چونکہ عرصہ سے احقر کا میلان خاطر حضور پر نور کیطرف ہے اس لیے آپ سے زیادہ کوئی اپنا معالج نہین سمجھ سکتا اور اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ بہت جلد اصلاح اور درستی ہوجائیگی مفصل حالات تحریر کرنے کے واسطے تو ایک دفتر چاہیے مگر کسیقدر مجملاً حضور کی اطلاع کے واسطے تحریر کرتا ہون۔ چھ ماہ کا عرصہ ہوا کہ ایک عورت جس کا چال چلن اچھا نہین ہے خواہ مخواہ میریطرف رجوع ہوگئی اول تو اپنے نازو انداز سے میرے دل کو لبھایا اور جب اپنے اوپر اوس نے مجھکو فریفتہ کر لیا تو خود بخود کشش کر بیٹھی بس اوسکا کھنچنا میرے لیے قیامت کا آجانا ہوگیا عشقبازی کا مزا درد فراق کی لذت ہجر کی کیفیت وصل کی طلب کا پورا پورا ذائقہ آگیا قصہ حضرت شیخ صنعان رح کا جو منطق الطیر مین پڑھا تھا وہ ہو بہو مجھپر صادق آگیا جو جو کچھ نہ کرنا تھا کیا مصرع کیا کیا نہ کیا عشق مین کیا کیا نہ کرین گے + ورد و وظائف تو درکنار نماز تک چھوٹ گئی اوسکے ہی نام کا وظیفہ اور باتین ورد زبان ہونے لگین اور اوسی کے رونے کتابی کا مطالعہ کرنے لگا عشق کے مکتب مین آیا ہون دبستان چھوڑکر + اب پڑھا کرتا ہون حسن و عشق قرآن چھوڑکر + غرضکہ اس جنون کا اسوقت پورا شباب ہے اوس کے وصل کی تدبیرین ہون مگر کبھی کبھی خیال مین آجاتا ہے افسوس کیا حال ہوگیا مصرع بتون کو پوجتا ہون اور پھر سید ہا مسلمان ہون + اسی خیال مین تھا کہ آج حضور کو خط تحریر کیا اگرچہ بہت روز سے چاہتا تھا کہ آپکو تحریر کرون مگر وقت نہین آیا تھا اب اسکا وقت آگیا اور خدا تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ اب اصلاح ہوجائے گی اسلیے عجز و انکسار کیساتھ عرض ہے کہ اس احقر کو ورطۂ ہلاکت سے نکالیے للہ میرے واسطے دعا فرمائیے آپ پر میرا حق ہے آپ مجھکو اپنا غلام تصور کرین اور دعا کرین یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ میری طبیعت بالکل پھر جائے اور برگشتہ ہوجائے پیشتر اس سے کہ وہ مجھ سے کشش کرے ورنہ میرے لیے قیامت ہوجائیگی گستاخی معاف فرماوین ضروری امر تھا جسکی وجہ سے تحریر کیا گیا یہ سب امور لغویات مین سے ہین اصل اصول عشق خداوندی ہے اللہ تعالیٰ اپنا عشق اور اپنے حبیب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت عطا فرماوے آمین۔

الجواب مشفق۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہین ہوتا دیکھیے امراض ظاہر ہین علاج کے لیے دوائے تلخ و ناگوار پینا

پڑتی ہے چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے اس لیے ہمت کرکے پی جاتے ہین اور امراض باطنی مین
تو زیادہ اسکی ضرورت ہوگی جب یہ امر معلوم ہوا تو اب اسکا علاج سنیئے اور ہمت کرکے بنام خدا
اسکا استعمال کیجیے انشاء اللہ تعالیٰ شفاے کامل حاصل ہوگی علاج اوسکا مرکب ہے چند اجزا
سے اوّل اوس مردار سے قطعاً تعلق ترک کردیجیے یعنی اوس سے بولنا چالنا اوسکو دیکھنا بھالنا
اوسکا جانا آنا حتیٰ کہ دوسرا شخص بھی اگر اوسکا تذکرہ کرے قطعاً روکدیا جاوے بلکہ قصداً بتکلف
کسی بہانہ سے اوسکو خوب برا بھلا کہکر اوس سے خلاف وخصومت کرلیجاوے اسطور پر کہ اوس کو
ایسی نفرت ہوجاوے کہ اصلاً اوسکو ادہر میلان و توقع رام ہونے کی باقی نرہے اور اوس سے
ظاہراً اسقدر دوری اختیار کیجاوے کہ کبھی غلطی سے بھی اوسپر نظر نہ پڑے غرض اوس سے انقطاع
کلی ہوجاوے دوم ایک وقت خلوت کا مقرر کرکے غسل تازہ کرکے صاف کپڑے پہنکر خوشبو
لگاکر تنہائی مین روبقبلہ ہوکر اول دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھکر اللہ تعالےٰ کے روبرو خوب
استغفار اور توبہ کیجاوے اور اس بلا سے نجات بخشنے کی دعا والتجا کی جاوے پھر ۵۰۰ سے لیکر
۱۰۰۰ امرتبہ تک لا اِلٰہ اِلا اللہ کا ذکر اسطرح کیا جاوے کہ لا اِلٰہ کیساتھ تصور کیا جاوے کہ مین نے
لا اِلٰہ کے ساتھ سب غیر اللہ کو قلب سے نکالدیا اور اِلا اللہ کیساتھ خیال کیا جاوے کہ مین نے
محبت الٰہی کو قلب مین جمالیا یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہو سوم جس بزرگ سے زائد عقیدت ہو
اوس کو اپنے قلب مین تصور کیا جاوے کہ بیٹھے ہین اور سب خرافات کو قلب سے نکال نکال کر
پھینک رہے ہین چہارم کوئی حدیث کی کتاب کا ترجمہ ہو یا ویسی ہی کوئی کتاب ہو جسمین دوزخ
اور غضب الٰہی کا جو نافرمانون پر ہوگا ذکر ہو مطالعہ کثرت سے کیا جاوے پنجم ایک وقت معین
کرکے خلوۃ مین یہ تصور باندھا جاوے کہ مین حقتعالیٰ کے روبرو میدان قیامت مین حساب کے
لیے کھڑا ہون اور حقتعالیٰ فرما رہے ہین کہ اے بیحیا تجھکو شرم نہین آتی کہ ہمکو چھوڑکر ایک مردار
کیطرف مائل ہوا کیا ہمارا تجھپر یہی حق تھا کیا ہمنے تجھکو اسی لیے پیدا کیا تھا اے بے حیا ہماری ہی
دی ہوئی چیزون کو آنکھ کو دل کو ہماری نافرمانی مین تو نے استعمال کیا کچھ شرم بھی آئی بڑی
دیر تک اس مراقبہ مین غرق و مشغول رہنا چاہیے اور یہ مین اوپر لکھ چکا ہون کہ گو نفس کو
تکلیف پہونچے مگر اس نسخہ کو ہمت کرکے بناہ کر کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے والسلام فقط ۹ شعبان
۱۳۲۱ھ

تفاضل جہر و خفی و ظہور انوار لطائف و عدم اشتراط حضور پیر در توجہ

سوال - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اگرچہ ہم ذکر برابر کئے جا رہے ہین لیکن یہ معلوم نہین ہے کہ حضور نے ذکر جہر ارشاد فرمایا ہے یا کیا اور ہم ابھی تک برابر ذکر جہر کیے جا رہے ہین اور وہ ہی حالت ہے لیکن نور نیلگون بہت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے اور حضور نے جو بارہ ہزار ارشاد فرمایا تھا وہی برابر کرتا ہون اور پیر جو مرید کو توجہ دیتے ہین اگر مرید دور ہے تب بھی توجہ پیر کی ہوتی ہے یا نہین یون تو توجہ ہونا پیر کا ضرور ہی نہین بلکہ وہ توجہ جیسا کہ مرید کے حاضر رہنے مین ویسے ہی جس سے مرید کی قلب پر حرارت پیدا ہوتی ہے اوس قسم کا توجہ دور کے مرید کو بھی دے سکتے ہین یا نہین -

الجواب عزیزم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - ذکر دونون طرح مفید ہے لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے آپ بھی جہر کرین مگر اسقدر جہر نہو کہ لوگون کو تکلیف پہونچے یہ نور نیلگون وغیرہ اہل طریقت کے نزدیک انوار لطائف کے ہین جو ذکر سے منور ہو جاتے ہین گو یہ مقصود نہین مگر علامت محمود ہے انشاء اللہ تعالے روز بروز ثمرات نیک مرتب ہوتے رہین گے حتی کہ مقصود حقیقی تک وصول میسر ہو جاویگا اپنے کام مین لگے رہین ان حالات مین غور و فکر نہ کرین کہ یہ کیا چیز ہے کیا بات ہے سب سے قطع نظر کر کے ذکر کو مقصود سمجھنا چاہیے اگر فرصت ہو تو چھ ہزار اسم ذات اور بڑھا دین اور توجہ کی حقیقت اور اوسکے اقسام اور حاضر و غائب سے اوسکا اثر ہونا یہ بات زبانی بیان کرنے کی قابل ہے تحریر سے سمجھ مین نہ آویگی فقط ۲۵ - شعبان ۱۳۲۱ھ

علاج صحبت پیر ناقص در وصول کامل

سوال - یہان ایک حافظ صاحب ہین کہ پیشہ نعلبندی کا کرتے ہین اور درویش دوست اور ذاکر و شاغل آدمی ہین کل اونہون نے بندہ سے کچھ اپنے حالات کہے اور اصلاح چاہی بندہ نے عذر کیا کہ مین طفل مکتب ہون اصلاح و علاج سے کیا علاقہ اور حضور کا پتہ بتا دیا اونہون نے اصرار کیا کہ تو ہی ایک عریضہ لکھ - حال یہ ہے کہ یہ صاحب ایک پنجابی درویش صاحب خاموش صاحب نامی کے پاس کسیوقت مین حاضر ہوئے تھے طبیعت کے نہایت غبی ہین لیکن قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق بیحد تھا درویش صاحب نے دعا کی جس سے بالکل خلاف امید اوسی سال مین قرآن شریف حفظ ہو گیا تب اونہون نے اونہین کی صحبت چند روز اختیار کی بیعت تو نہین ہوئی مگر کچھ سیکھ لیا جب سے انکی یہ حالت تھی کہ صرف اپنی سد رمق کی مقدار پیشہ نعلبندی

مین کما لینا اور جب اتنا ملگیا تو نفل باندھنے سے بھی انکار کر دینا انکی بیوی بچے بھی مر گئے مگر انکو مطلق پروا نہین نفل باندھتے ہین اور جماعت قضا نہین ہوتی اگر کوئی اہل اللہ ملجاتا ہے تو نقلبندی کی بھی پرواہ نہین قرآن شریف نہایت اچھا پڑھتے ہین اب چند روز ہوے کہ ایک فقیر صاحب بجنور مین آئے تھے ظاہر پابند شریعت تھے بہت لوگ اونکی طرف رجوع تھے چند اشخاص نے انسے بھی کہا کہ مل لو انہون نے اول انکار کیا مگر لوگون کے اصرار سے چلے گئے فقیر صاحب نے انکو پاس بلاکر دو زانو بٹھلایا اور کہا آنکھین بند کرو اور زبان کو تالو سے لگاکر سانس مین خیال کرو کیا آواز معلوم ہوتی ہے انہون نے اسیطرح کیا معلوم ہوا کہ نیچے اوپر دونون سانسون مین اللہ اللہ نکلتا ہے فقیر صاحب نے فرمایا اسیطرح روز ذکر کیا کرو انہون نے چند روز کیا اب کہتے ہین کہ میرے سینہ مین سوزش ہے اور قلب مین وحشت اسقدر ہو گئی ہے کہ کسی کام مین دل نہین لگتا حتی کہ نماز و تلاوت مین بھی دل گھبراتا ہے کہتے ہین کہ قریب ہے کہ نماز چھوڑدون احقر نے ہر چند غور کیا مگر انہون نے کہا ضرور کچھ بتادو اب حضور کوئی علاج ارشاد فرمادین!

الجواب - ان صاحب سے کہدیجیے کہ گھبراوین نہین اور وہ ذکر اگر اب بھی کیا کرتے ہون تو اونسے کہدیجیے کہ اوسکو بالکل چھوڑدین اور بجاے اوسکے اوتنا وقت تلاوت قرآن یا درود شریف مین صرف کرین اور چلتے پھرتے بھی درود شریف پڑھین اور ہر نماز کے بعد اور رمضان شریف مین صرف مغرب و عشا کے بعد اور سحر کھاکر درود شریف گیارہ مرتبہ پانی پر دم کرکے پیا کرین اور خلوت مین بیٹھکر اپنے قلب پر چاند کا تصور کیا کرین اور آب تازہ یا آب گرم سے جو موافق مزاج ہو روزانہ غسل کرلیا کرین اور تین چار روز کے بعد اپنے حالات سے پھر اطلاع دین انشاء اللہ تعالیٰ بالکل سکون ہوجاوے گا اور آیندہ سے اسکا خیال رکھین کہ ہر شخص کی تعلیم پر خصوصًا سیاحون کی ہرگز عمل نہ کرین کسی شیخ محقق کو اپنا عروہ وثقے بنالین - والسلام ۲۵ - شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

تحقیق تفضیل حب عقلی بر عشق

سوال - ایک بات قابل دریافت ہے وہ یہ ہے کہ صراط مستقیم مین مولانا اسمٰعیل شہید نے حُبِّ ایمانی یا عقلی کو حب نفسانی یا عشق پر بہت کچھ ترجیح دی ہے اور طریق عشق کو ایک حد تک مذموم ثابت کیا ہے حالانکہ بڑے بڑے صوفیہ کرام مولانا رومؒ - جامیؒ - وغیرہ نے عشق کی مدح سرائی کی ہے اسباب مین آنحضرت کی جو تحقیقی راے ہو اوس سے مفصل مطلع فرمائیے؟

الجواب - اول یہ مقدمات سمجھنا چاہیے اوّل فضیلت دو طرح کی ہوتی ہے ایک باعتبار ذات شئے کے دوسری باعتبار کسی حالت خاصہ کے اول کو فضیلت ذاتیہ دوسری کو اضافیہ کہنا مناسب ہے دوم کمالات ولایت کے مستفاد ہوتے ہین کمالات نبوت سے اسلئے جو کمال ولایت کا جسقدر کمال نبوت کے ساتھ مشابہ ہوگا وہ دوسرے کمال سے جو مشابہت مین کم ہے افضل ہوگا سوم عشق ایک خاص درجہ ہے محبت کا جسمین ہیجان و غلیان ہوتا ہے ان مقدمات کے بعد جاننا چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام مین جو صفت محبت الٰہی کی ہوتی ہے اوسمین ہیجان نفسانی نہین ہوتا اسلئے بالیقین یہی نوع محبت کی فی نفسہ افضل ہوگی مگر کسی خاص استعداد و صلاحیت کے اعتبار سے تربیت باطن مین دوسرے نوع کا انفع و اوفق ہونا ممکن ہے جیسے کہ گوشت فی نفسہ افضل الاغذیہ ہے لیکن کسی خاص طبیعت کے اعتبار سے آش جو کو اصلح کہا جاتا ہے - پس مولانا شہید رحمہ اللہ فضیلت ذاتیہ کے مرتبہ مین حب ایمانی کو ترجیح دے رہے ہین اور بعض آثار مغلوبیت کے اعتبار سے حب نفسانی کو مضر بتلا رہے ہین اور دوسرے حضرات صوفیہ رحمہم اللہ فضیلت اضافیہ کے مرتبہ مین عشق کی مدح کر رہے ہین کیونکہ ایسے مضامین اکثر اہل حال کے کلام مین وارد ہین جنکو تحقیقات عامہ مقصود نہین یا مراد ان حضرات کی اصطلاح عشق سے مطلق کمال محبت ہو جو شامل ہے محبت ایمانی کو بھی اور مقصود مذمت کرنا ہو اوس شخص کی جسمین یہ کمال نہین ہو جیسے حدیث مین ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ الحدیث پس دونون توجیہ پر مولانا اور صوفیہ کے کلام مین تعارض نہین ہو واللہ اعلم

۱۷ - شوال ۱۳۲۲ھ ہجری

خط ہدایت نمط نزد عزیزے کہ از ہجوم وساوس و خطرات عاجز و مغلوب آمدہ قصد خودکشی کردہ بود

از اشرف علی عفی عنہ بخدمت مومن کامل مجاہد النفس بارک اللہ تعالیٰ فی ایمانکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - کئی روز ہوئے آپکا خط آیا حالات معلوم ہوئے ماشاء اللہ آپکا ایمان بالکل کامل ہے اسمین کسی طرح کا نقصان و خلل نہین ہو جو حالت آپ نے لکھی ہے اور اسکو موجب نقصان ایمان سمجھا ہے یہی حالت آپ کے کمال ایمان کی دلیل ہے مگر چونکہ آپ کو ابھی علم کم ہے اسوجہ سے اندیشہ اور قلق کا ہجوم ہوگیا ہے ورنہ آپ کی حالت بڑی خوشی کے قابل ہے یہ حالت وسوسہ کی خواہ وہ ایک وسوسہ ہو یا ہزار ہون کچھ آپکو اول پیش نہین آئے کوئی ایسا سالک و واصل باللہ نہین ہے

جسکو رستہ مین یہ گھاٹی نہ آتی ہو پس انمین جو خود عارف یا کسی عارف سے تعلق ومحبت واعتقاد
کا رکھنے والا ہے اُسکی نظر مین تو یہ لاشئے محض معلوم ہوتی ہے اور جو ناواقف ہین وہ تل کو پہاڑ
کر کے طرح طرح کی پریشانیون مین مبتلا ہوجاتے ہین ای عزیز صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم سے بڑھکر
کسی عالم کا کسی عارف کا رتبہ نہین ہوا اُن تک کا یہ قصہ پیش آیا کہ انواع انواع وساوس نے
گھیرا اور وساوس بھی ایسے جسکو وہ زبان پر لانا جلکر کوئلہ ہوجانے سے بدتر اور سخت تر اور گران تر
وناگوار تر جانتے تھے آخر انہون نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین اسکو ذکر کیا حضور نے فرمایا
ذاک صریح الایمان یعنی یہ تو کھلی نشانی ایمان کی ہے دو وجہ سے اول اسلیے کہ چور وہان جاتا ہے
جہان متاع پاتا ہی پس اگر متاع ایمان اس شخص کے قلب مین نہ ہوتا تو ہرگز شیطان اسکے پیچھے
نہ پڑتا یہی وجہ ہی کہ اکثر نیک لوگون کو وساوس پیش آتے ہین اور جو فساق وفجار واشرار ہین انکو
کبھی اسکا اتفاق بھی نہین ہوتا کیونکہ شیطان ان سے جب گناہ کرارہا ہے تو اُسکو کیا ضرورت ہی
کہ وہ ایسے امر مین مبتلا کرے جسمین کسی قسم کا گناہ بھی نہین نرا رنج ہی رنج ہے۔ دوسرے اسلیے
علامت ایمان کی ہی کہ مومن نے جب اسکو برا سمجھا پس اگر اس شخص کے ایمان مین خلل ہوتا تو
اُن خیالات کفریہ کو حق سمجھتا اور اُنکو دل سے قبول کرتا اور اُن پر مطمئن ہوتا اور انمین اسکے قلب کو
انشراح ہوتا کراہت نہ ہوتی جیسا تمام کفار کو دیکھا جاتا ہے جب اس شخص نے انکو مکروہ سمجھا تو انکے
اضداد کو حق سمجھتا ہی اور یہی ایمان ہے۔ غرض ان وجوہ سے یہ علامت ایمان کی ہی ہرگز ہرگز کفر
نہین بلکہ گناہ ومعصیت بھی نہین کیونکہ گناہ وہ فعل مذموم ہی جو باختیار خود کرے اور چونکہ وساوس
پر اختیار نہین ہے اسلیے وہ گناہ نہین ہوسکتا جب گناہ نہین پھر اُسپر پریشان ہونا فضول ہی۔ یہ تو
تحقیق ہے وسوسہ کی برے یا بھلے ہونے کی رہا اسکا علاج بس سب معالجات سے بہتر علاج جسکو
اکسیر اعظم کہنا چاہیے یہی ہے کہ اسکا کچھ علاج نہ کیا جاوے بلکہ جرأت ودلیری کے ساتھ اور یقین و
عزم کے ساتھ یہ سمجھے اور دلمین خیال کرے کہ جب یہ عنداللہ گناہ نہین اور شرعًا کوئی مرض نہین
پھر کیا غم بلکہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ دلیل ایمان ہے تو اُسپر الٹا اور خوش ہونا چاہیے جب یہ شخص
خوش ہوگا تو شیطان نے وہ وسوسہ تو خاص اسی لئے القا کیا تھا کہ یہ شخص محزون ہوگا جب وہ دیکھیگا
کہ یہ شخص تو خوش ہوتا ہے اور اسکا خوش ہونا اُسکو پسند نہین پس وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیگا

اور بہت آسانی سے اس شخص کو اس سے نجات ہو جاوے گی۔ اور اگر نجات نہ بھی ہو تو بھی پروا نہین کیونکہ جب یہ معصیت نہین تو اس سے نجات کی ضرورت کیا ہی اور جیسا بے پروائی و دلیری اور بے توجہی سے یہ قطع ہو جاتا ہے اسیطرح اگر اس سے ڈرا کرے اور اس کے غم مین پڑجاوے اور یہی فکر و ذکر رکھے اور سوچا کرے تو یہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے گو اسکے بڑھنے سے گناہ تو نہین ہوتا مگر خواہ مخواہ ایک واہیات پریشانی ہوتی ہی پس عمدہ علاج یہ ہے اور ہر وسوسہ کا بالتفصیل جواب سوچنا یا کسی سے پوچھنا یہ طریقہ مضر ہے اسمین اگر فوری تسلی بھی ہو جاتی ہی تو دو چار روز کے بعد پھر اس جواب مین کوئی خدشہ ہو جاتا ہے پھر وسوسہ ستانے لگتا ہے اور نفس مین اچھا خاصہ ایک مناظرہ کا میدان گرم ہو جاتا ہے اس لیے اس طریق کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے بلکہ بجاے اس سوچ بچار کے ذکر اللہ کا شغل رکھے کہ وہ قاطع وسوسہ بھی ہی جیسا حدیث مین آیا ہے اور اس سے قلب مین بھی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ ایسے خرافات سے متاثر نہین ہوتا پس خلاصہ تمام تقریر کا تین امر ہوئے ۱ ایسے وساوس کی کچھ پروا نہ کرین نہ اُنکے دفع کی فکر کرین ۲ اسکا جواب نہ سوچین نہ کسی سے وجہ پوچھین کتاب و سنت کو بلا دلیل حق سمجھین اور اسکے خلاف کو اعتقاداً باطل سمجھین گو کسی بات کی وجہ سمجھ مین نہ آوے گو قلب مین اسکا خطرہ آوے ۳ اودھر سے اعراض کر کے اللہ کے ذکر مین متوجہ رہین خواہ درود شریف خواہ استغفار یا اور کچھ اسی مین خیال لگاے رہین انشاء اللہ تعالی آپ کے قلب کو ایک ہی روز مین بلکہ ایک ہی منٹ مین پوری تسکین و راحت حاصل ہو جاوے گی اور پھر کبھی عمر بھر بھی تشویش نہ ہوگی۔ اگر اور کوئی بات پوچھنا ہو بے تکلف ظاہر کر دین والسلام از تھانہ بھون یکم جمادی الاولے ۱۳۲۱ھ

تحقیق شریعت و طریقت و معرفت و حقیقت

سوال۔ ایک مختصر مضمون مین شریعت اور طریقت اور معرفت اور حقیقت کی حقیقت اور اُن کا باہمی تعلق لکھکر مرحمت فرمائیے۔

الجواب۔ شریعت۔ نام ہے مجموعہ احکام تکلیفیہ کا اُس مین اعمال ظاہری و باطنی سب آگئے اور متقدمین کی اصطلاح مین لفظ فقہ کو اس کا مرادف سمجھتے تھے جیسے امام ابوحنیفہ رحمہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے معرفۃ النفس ما لہا وما علیہا پھر متاخرین کی اصطلاح مین شریعت کے جزو متعلق باعمال ظاہرہ کا نام فقہ ہو گیا اور دوسرے جزو متعلق باعمال باطنہ کا نام تصوف ہو گیا ان اعمال باطنی

کے طریقوں کو طریقت کہتے ہین پھر ان اعمال باطن کی درستی سے قلب مین جو جلا و صفا پیدا ہوتا ہے اُس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان واعراض بالخصوص اعمال حسنہ و سیئہ وحقائق الٓہیہ صفاتیہ وفعلیہ بالخصوص معاملات فیما بین اللہ وبین العبد منکشف ہوتے ہین ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہین اور اِس انکشاف کو معرفت کہتے ہین اور اس صاحب انکشاف کو محقق و عارف کہتے ہین بس یہ سب اُمور متعلق شریعت ہی کے ہین اور عوام مین جو یہ شائع ہوگیا ہے کہ شریعت صرف جزو متعلق باحکام ظاہرہ کو کہنے لگے ہین یہ اصطلاح کسی اہل علم سے منقول نہین اور عوام کے اعتبار سے اس کا منشا بھی صحیح نہین کہ وہ اعتقاد تنافی ہے ظاہر اور باطن مین - واللہ اعلم ۱۷ - جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

ایک خط اور اُس کا جواب

ف علاج حزن دنیوی

میرے مولٰنا مرشدنا - السلام علیک مجھپر اسوقت ایک حادثہ بہت بڑا گذرا ہے کہ جس کے بار گران کہ متحمل میرا قلب نہین ہوتا ہے میرا فرزند جگر بند بعمر ۱۹ سال کہ اُس نے اپنی ذاتی لیاقت سے انٹرنس پاس بھی کرلیا تھا اب زمانہ اُس کے پھل پھول کا آیا تھا یک لخت بمرض ہیضہ مبتلا ہوکر راہی ملک عدم ہوا چونکہ وہ میرے ایک ہی لڑکا تھا دنیا مین میرا قصہ ختم ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون - زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا + بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے + آپ للہ میرے واسطے دعائے صبر فرمائیے گا ورنہ مجھکو وحشت ہوا چاہتی ہے یا کچھ پڑھنے کو تبلائیے گا

الجواب - مجمع اخلاق والطاف دام لطفہم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - صاحبزادہ کے انتقال سے رنج ہوا اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمادین اور آپ کو صبر جمیل بخشین آپ کیمیائے سعادت یا اُس کے ترجمہ اکسیر ہدایت کا باب صبر نکالکر بتکرار مطالعہ کیجیے اور لاحول اُٹھتے بیٹھتے کثرت سے پڑھیے اور احیا مین جس کے ساتھ زیادہ عقیدت ہو اُس کی صورت کا بکثرت خیال رکھیے انشاء اللہ تعالیٰ سکون ہو جاوے گا مین بھی دُعائے خیر کرتا ہون چونکہ آپ کو میرے ساتھ دینی تعلق ہے جس سے خیر خواہی مین تکلف کی اجازت نہین اس لیے یہ بھی لکھنا ضرور ہوا کہ اِس انتقال کے رنج سے زیادہ اس بات کا رنج ہے کہ آپ نے وجہ تاسف مین اقتضائے طبعی سے تجاوز کرکے وجہ عقلی اُس کی یہ لکھی کہ انٹرنس پاس کرلیا تھا اور اب زمانہ اُس کے پھل پھول

ہے یعنی ظہور حق تعالی کا اشیا میں ان کے قلوب پر بوجہ خاص یعنی ذوقا منکشف ہوتا ہے مقدمہ ثالثہ محال تجلی یعنی اشیا کو مظاہر اور حجب بھی اصطلاح میں کہتے ہین مظاہر تو اس اعتبار سے کہ اگر یہ واسطہ نہوتا تو انکشاف وجود واجب کی عند المکلف کوئی صورت نہ تھی تو اشیاء آلۂ ظہور ہوئین اور حجب اس اعتبار سے کہ اکثر اہل غفلت ان وسائط ہی کو دیکھتے ہین اور ان سے استدلال وجود صانع پر نہین کرتے تو ان وسائط کی طرف ایسا التفات مانع ہوگیا التفات الی الصانع سے اس اعتبار سے یہ اشیاء آلۂ اختفار ہوگئین پس صدق مفہومین متضادین کا اعتبارین مختلفین سے موجب اشکال نرہا۔ مقدمہ رابعہ کبھی کسی نکتہ شاعری یا تحقیقی کی وجہ سے مطلق اثر کو گو وہ مقصود نہو غایت یعنی اثر مقصود ٹھیرا دیتے ہین۔ مقدمہ خامسہ چونکہ انسان بہ نسبت اور مخلوق کے عجائب وغرائب کا زیادہ جامع ہے اس کی دلالت بھی صفات کمال الٰہی پر زیادہ ہوگی اس لیے انسان کو مظہر اتم ومنتہائے تجلیات وغیرہ کہتے ہین۔ مقدمہ سادسہ صوفیہ رح کہتے ہین کہ سبب ظہور ذات وصفات حق تعالی کا اُن کی صفت جمال ہے یعنی جمال مقتضی ظہور کو ہوتا ہے اور ذات وصفات سب جمیل ہین اس سبب مقتضی ظہور کو ہوئین اور یہ اقتضاء بمعنے اضطرار نہین بلکہ ادارحق حکمت ہی۔ مقدمہ سابعہ مخلوقات مین اجمل انسان ہی لقولہ تعالے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم الآیۃ ولقولہ تعالی وصورکم فاحسن صورکم الآیۃ اور انسانون مین ظاہری جمال کے اعتبار سے اجمل حضرت یوسف علیہ السلام ہین لقولہ علیہ السلام وقد اعطی شطر الحسن الحدیث

تقریر شرح

جب یہ سب امور ذہن نشین ہوگئے اب مطلب اشعار کا ظاہر ہے یوسف علیہ السلام کے حُسن کا بیان ہے کہ یون سمجھو کہ نور حق جو کہ بالمعنیین المذکورین فی المقدمۃ الاولی قید ماہیت وکیفیت سے منزہ ہی وہ قید چون یعنی حجاب مخلوق سے یا بعنوان دیگر مظہر مخلوق سے کما ذکر کلاہما فی المقدمۃ الثالثۃ ظاہر ہوا اور ان دو عنوانون مین سے پہلے شعر مین آورد بیرون مین عنوان مظہریت کی طرف اور دوسرے شعر مین لفظ روپوش مین عنوان حجاب کی طرف اشارہ ہے اور حسن مطلق نے اس مقید مین بالمعنے المذکور فی المقدمۃ الثانیۃ نزول فرمایا جس کو یا باعتبار مطلق نزول مقصود کے آرام سے تعبیر کیا گیا یا خاص منتہاے نزول کے اعتبار سے آرام کہا گیا کیونکہ یہان مظہر

خاص انسان ہے کما ذکر فی المقدمۃ الخامسۃ تو اُس مقید کا نام روپوشی کے واسطے یوسف رکھدیا
اور اس روپوشی کا ہرچند کہ مقصود ہونے کا دعوی نکیا جاوے لیکن چونکہ اُس نزول پر یہ مرتب
ہوئی ہے مجازاً اس کو لفظ پے سے غایت قرار دیدیا کما ذکر فی المقدمۃ الرابعۃ اور یہاں نکتہ شاید
یہ ہو کہ اس روپوشی سے ابتلا و امتحان خلق منظور تھا کہ دیکھیں کون محو تماشائے یوسف ہوکر جمیل
حقیقی کو بھولتا ہے اور کون ان کو دیکھکر بزبان حال یہ کہتا ہے ؎ حُسن خویش از روئے خوبان
آشکارا کردۂ ۔ پس بچشم عاشقان خود را تماشا کردۂ ع چہ باشد آن نگار خود کہ بندد این نگارہا
ہرچند کہ یہ تجلی اور یہ احتجاب ہر مخلوق مین حاصل ہی لیکن چونکہ یوسف علیہ السلام صفت جمال مین
اور مخلوق سے اکمل ہین کما ذکر فی المقدمۃ السابعۃ تو آپ خاص اُس صفت کے زیادہ تجلی گاہ
ہوئے جو کہ بمقدمۂ سادسہ اصل منشا ظہور و تکوین کا ہے اس لیے اس تجلی و احتجاب خاص
مین خاص اعتبار سے آپ کو ترجیح ہوئی لہذا اس شعر مین تخصیص کرلی گئی واللہ اعلم۔

۴۔ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

تحقیقِ نفس

سوال۔ نفس کیا چیز ہے اگر لمۃ الشر کا نام ہے تو بعض وقت مسلمان طبعاً عبادت کی خواہش
کرتا ہے خصوصاً جب اسمین حق سبحانہ کچھ لذت مرحمت فرماوین اُسوقت ہوائے نفس اور لمۃ الخیر
رضائے باری عز اسمہ مین سوائے اس کے کہ دین اسلام اور شریعت غرا کو ممیز قرار دین اور کوئی
بھی سبیل افتراق ہے یا نہین بظاہر تو جو دل گناہ مین لذت پاتا اور اُسکی خواہش کرتا ہے وہی
عبادت مین لذت پاتا اور اُس کی خواہش کرتا ہی وہی عبادت مین لذت پاتا اور خواہشمند
ہوتا ہے محض یہ سمجھ لینا کہ اول لمۃ الشر من الشیطان ہے دوسرا لمۃ الخیر من الملک ہی دل کو تسکین
نہین دے سکتا اور اگر ہو بھی تو ہر شخص کے لئے نہی النفس عن الھوی پر عمل کرنے کے لیے پورے
علم دین کی ضرورت ہے تھوڑا علم کافی نہین اس صورت مین تکمیل علم زائد از ضرورت جسکو
فرض کفایہ شمار کیا گیا ہے فرض عین اور حد ضرورت مین داخل ہو جائیگا نیز صوفیہ کرام کا مباحات
کو شبہات کے اندیشہ سے ترک کرنا اسی بنا پر ہے کہ ہوائے نفس ہے اور نفس کی جہانتک ہو مخالفت
چاہیے اس بنا پر بھوک کے وقت کھانا اور ضرورت کے وقت مجامعت بھی ہوائے نفس ہوگی پھر
عادت کے موافق یا بغرض حصول لذت عبادت کے وقت طاعت مین مشغول ہونا ہوائے نفس

کیون نہو البتہ وہ بحکم الطبع ہی اور یہ بحکم الشرع مگر عادت کے درجہ مین یہی عبادت بحکم الطبع
مین داخل ہی اور بسبب عبادت و قوام بدن و تصحیح خیال و ازالہ مادہ فاسدہ کی نیت سے
اکل و جماع بھی بحکم الشرع ہے پھر امتیاز دشوار غرض گو اقناعیت کچھ ہو جاتی ہی مگر الزام و اسکات
بلکہ اطمینان نہین۔

الجواب۔ نفس انسان کے اندر ایک قوت ہی جس سے کسی چیز کی خواہش کرتا ہی خواہ
وہ خواہش خیر ہو یا شر اگر اکثر شر کی خواہش کرے اور نادم بھی نہو اُسوقت امارہ کہلاتا ہے
یعنی کثیر الامر بالسوء اور ہوی اسی مرتبہ کی خواہش کا نام ہی اور کبھی کبھی اُسمین خیر کی بھی
خواہش پیدا ہو جانا اس مفہوم کے منافی نہین کیونکہ کثیر الامر کو دائم الامر ہونا لازم نہین اور اگر
نادم بھی ہونے لگے تو لوامہ کہلاتا ہی اور اگر اکثر خواہش خیر کی کرے اُسوقت مطمئنہ کہلاتا ہے یعنی
ساکن الی الخیر گو کبھی اُسمین شر کی بھی خواہش بلا عمل احیاناً پیدا ہو جاوے کیونکہ محض انجذاب
بمعنے میلان منافی سکون کے نہین چنانچہ اجسام ثقیلہ باوجود میلان الی المرکز کے ساکن بھی دیکھے
جاتے ہین البتہ اُس خواہش کے مقتضا پر عمل کرنا کہ حرکت من المقر ہے یہ البتہ منافی سکون ہی
تو اس صورت مین مطمئنہ نرہیگا غرض دونون خواہشین خیر کی بھی اور شر کی بھی نفس ہی کے متعلق
ہین البتہ اسباب ہر خواہش کے جدا جدا ہین بعض تو مشاہد ہین جیسے نصیحت و صحبت نیک خواہش
خیر کے لئے اور اغواے و صحبت بد خواہش شر کے لیے اور بعض اسباب غیر مشاہد ہین جیسے القاء
ملک خواہش خیر کے لیے اور القاء شیطان خواہش شر کے لیے اسیکو حدیث مین لمۃ الملک و لمۃ
الشیطان اور ایعاد بالخیر اور ایعاد بالشر سے تعبیر فرمایا ہے اور بزرگون کا مباحات کو چھوڑنا
اس بنار پر نہین کہ مباحات کی خواہش ہواے نفسانی ہی بلکہ اس بنار پر ہے کہ وہ مفضی الے
الہوی نہو جاوے اس تقریر مین تامل کرنے سے امید ہی کہ سب شبہات زائل ہو جاوین گے
کیونکہ اس مین منشاء اشتباہ کا ارتفاع ہو گیا ہے اور اگر اب بھی کوئی شبہہ رہے تو اُس کی تقریر
مکرر واضح طور پر کیجاوے۔ ۶۔ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ حضرت مخدومی و معظمی جناب مولانا مولوی اشرف علی صاحب۔ تسلیم باعث تحریر
آنکہ مین ایک بلا مین مبتلا ہون ایک دوست کی خفگی و ناراضی نے مجھے تباہ کر دیا ہی بعد میری

دستگیری فرمایئے توجہ خاص کے ساتھ دعا فرمایئے کہ وہ مجھ سے راضی ہو جاوے اس بارہ مین اگر کوئی وظیفہ و عمل مجرب مرحمت ہو تو مین بندہ نوازی ہے میرا تعلق اُس کے ساتھ اضطراری ہے اختیاری نہین فسق و فجور کا وہان خیال نہین محض میری اوقات گذاری کے لیے واسطہ و ذریعہ ہی اگر یہی حال رہا تو خدا معلوم میرا کیا حال ہوگا اور میرے حال پر نظر فرمایئے اور جلد جواب سے سرفراز فرمایئے۔ زیادہ والسلام۔

الجواب۔ عنایت فرمائے بندہ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ چونکہ آپ سے تعلق پیر بھائی ہونیکا ہے اس لیے گستاخانہ مگر خیر خواہانہ عرض ہے۔

عشق ہائے کز پے رنگے بود + عشق نبود عاقبت ننگی بود + عشق بامردہ نباشد پائدار + عشق را باحی و باقیوم دار + غرق عشق شو کہ غرق ست اندرین + عشقہائے اولین و آخرین + عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا + یافتند از عشق او کار و کیا + طلب حق اور غیر پر نظر اللہ سے ڈرئیے اور شرمایئے۔ مانا کہ تعلق اضطراری ہو لیکن نظر اور تخییل اور اکتساب تدابیر قرب یہ تو سب اختیاری اور شرعاً معصیت ہے معصیت کے ساتھ قرب حق و رضائے حق کہان اور اوقات گذاری سے مراد اگر لذت نظر و قرب ہے تو معصیت شریعت ہی اور اگر کفالت رزق و مصارف ہے تو خلق پر نظر معصیت طریقت و خلاف توکل ہے اور یہ جو فرمایا ہو کیا حال ہوگا سو حال کیا ہوتا غایت سے غایت سوخت۔ سنو من عشق فعف و کتم فمات فہو شہید آپ نے سنا ہوگا اور اگر حال فقر ہے تو سہ خدا گر بحکمت ببندد درے + کشاید بفضل و کرم دیگرے + غرض توبہ کیجیے مجھکو یہی تعویذ اور عمل آتا ہی گستاخی معاف فرمایئے۔ والسلام۔ ۱۵ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ ایک امر قابل گذارش ہے اس کا جواب مرحمت فرمایا جاوے۔

حضور اور مولٰنا احمد حسن صاحب مرحوم اور مولوی شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی حضرت حاجی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والغفران کے مرید ہین باوصف اتحاد بیعت حالت علیحدہ علیحدہ نظر آئی حضور کو سماع سے نفرت اور مولٰنا احمد حسن صاحب کو نہ اقبال اور نہ انکار اور مولٰنا محمد حسین صاحب مرحوم کو بغیر سماع چین نہ تھا اسمین کیا اسرار تھا اور غالباً وجہ انتقال جناب مولٰنا محمد حسین صاحب مرحوم حضور نے بھی سماعت فرمائی ہوگی اس واقعہ سے مجوزان سماع

ف دو وجہ اختلاف مذاق در سماع و تحقیق معیت سماع و وفات بعض اہل حال را

کیواسطے ایک بہت بڑا موقع اُس کے جواز کا ملگیا اگر براہ کرم تحریر فرمایا جاوے کہ ایسا کون قوی سبب ہوا کہ عین حالت سماع مین مولانا صاحب ممدوح ومغفور نے رحلت فرمائی تو باعث تسکین خاطر خاکسار منصور ہو۔

الجواب ۔ کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہین کہ کسی حالت پر موت آجانا اُس حالت کے محمود ہونے کی علامت ہی بعض لوگون کو عین معصیت مین موت آگئی ہے چنانچہ پانچ چھ سال ہوئے کہ سہارنپور مین ایک بوڑھا آدمی ایک بازاری عورت سے عین مشغولی کی حالت مین مرگیا تھا اور شدت لذت سے اُس کی روح فنا ہوگئی تھی اسی طرح سکر شدید کہ منجملہ سمیات ہے قاتل ہے تو اگر کوئی شخص جو غنا ومزامیر کو بدلیل شرعی معصیت کہتا ہے جواب مین بطور احتمال یہ کہے کہ ممکن ہے کہ اس معصیت مین اُسوقت لذت ایسی شدید ہوئی ہو یا سکر ایسا قوی ہوا ہو کہ اُس سے روح فنا ہوگئی ہو یا تو اسوجہ سے کہ روح فی نفسہ ضعیف تھی جسکا سبب ممکن ہے کہ کوئی بیماری ہو جیسا کہ محل کلام مین اختلاج قلب کا مرض پہلے سے عارض تھا یا یہ کہ سکر ولذت اُس سے بھی زیادہ قوی ہو کہ اُس کی قوت کے اعتبار سے روح قوی بھی ضعیف ہوگئی کیونکہ قوت وضعف اُمور اضافیہ سے ہی تو استدلال کرنیوالے کے پاس اس احتمال کا کیا جواب ہی اس سے کوئی بزرگوار یہ نہ سمجھین کہ یہ احقر مولانا مرحوم کی نسبت ایسا خیال رکھتا ہے حاشا وکلا یہ صرف جواب ہے اہل غلو کا جو ادلہ شرعیہ کے معارضہ مین واقعہ محتملہ سے استدلال کرتے ہین باقی خود احقر کا مشرب اولاسب کے ساتھ حتی الامکان حسن ظن رکھنا ہی خصوصًا ایک عالم اور صاحب سلسلہ کے ساتھ پھر خاصکر بعد وفات کے اس لیے میرے نزدیک اس واقعہ کی توجیہ بظن غالب یہ ہے (اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہی) کہ مختلفین فی حکم السماع مین سے مولانا مرحوم کا مذاق یہ تھا کہ سماع فی نفسہ اہل کے لیے جائز ہے اور آلات مین حرمت لغیرہ ہے اور وہ غیر قوت شہوۃ بہیمیہ ہے اور اپنے کو اس قوت کا مغلوب نپاتے تھے اس لئے تو جائز سمجھتے تھے اور اس جائز کو وجدان مسئلہ وحدت وجودی نے جس کا سبب واللہ اعلم کثرت مطالعہ واستماع اقوال موحدین سے شدت تخیل تھا راجح کر دیا تھا کیونکہ سماع کے وقت بوجہ یکسوئی کے اس وجدان مین ایک خاص قوت ولذت ہو جاتی ہی یہ سبب ہوگیا

تھا اس عمل مین منہمک ہونے کا جب ایک مجمع مین کہ وہان سب مولٰنا مرحوم کے ساتھ حسن ظن رکھتے تھے جو سبب اعظم ہی اجتماع خاطر وانبساط کا اور کوئی سبب انقباض وانتشار کا وہان نہ تھا وہ مضمون نظم مین پڑھا گیا مضمون حسب مذاق — نظم دلکش - کلام ایک صاحب حال کا پھر معتقد فیہ کا قوال خوش آواز یہ خصوصیات تو فاعل کیجانب مین کچھ اختلاج کے دورون سے قلب مین ضعف کچھ تقلیل طعام سے روح مین لطافت یہ خصوصیات منفعل کی جانب مین نغمات والحان سے کچھ ایسا سمان بندھا کہ بیخود ہوگئے اور اُس بیخودی مین اُس مضمون سے مظہر برنگ ظاہر یا یون کہیے کہ ظاہر برنگ مظہر وجدانا متخیل ہوا اور اُس تخیل کے جزم اور جانب مقابل کیطرف اصلا التفات نہونے نے شوق من المشاہدہ یا شوق الی المشاہدہ کو ایسا غالب اور قوی کردیا کہ دفعۃً روح نے تن کو چھوڑ دیا - سو اس تقریر پر اس واقعہ مین کئی جزو مختلف فیہ ہین - مثلاً سماع کے باب مین تحقیق مذکور کا صحیح ہونا یا نہونا - دوسرے وحدۃ الوجود کے یہ معنے ہونا یا نہ ہونا یا خود وحدۃ الوجود کا مطابق واقع کے ہونا یا نہ ہونا اور ایک جزو بلا اختلاف قابل نظر ہے کہ خواص کا فعل گو وہ کسی وجہ سے اُنکے لیے مباح ہو اگر عوام کے لیے موجب مفسدہ ہو جاوے تو خواص کے لیے بھی واجب الترک ہو جاتا ہے لیکن احقر اجزاء مختلف فیہا مین خود اختلاف کو اور جزو غیر مختلف فیہ مین عدم تعمق یا عدم اطلاع و عدم التفات الی المفاسد کو موجب عذر سمجھتا ہے بہرحال صاحب حال سے اگر کوئی امر موہم خلاف صادر ہو تو منتہاے حسن ظن یہ ہے کہ خود اُس کے فعل مین تاویل مناسب کرکے اوسکو قواعد شرعیہ کے تابع بنادے نہ یہ کہ شریعت مین تبدیل کرکے شریعت کو اوسکے تابع بناوے - یہ جواب ہے سوال ثانی کا اور اسی تقریر مین جو ایک قول یہ ہے (مختلفین فی حکم السماع مین سے قولہ منہمک ہوتا) اور دوسرا قول یہ ہے (ایک جزو بلا اختلاف الی قولہ واجب الترک ہوجاتا ہے) ان قولون سے سوال اول کا جواب بھی نکل آیا کہ جو شخص مانع اور خود ممتنع ہے وہ یا تو آلات کو فی نفسہ محرم سمجھتا ہی یا اپنے کو قوت بہیمیہ کا مغلوب پاتا ہے یا اپنے فعل کو موجب مفسدہ عوام کہتا ہے اور جو شخص نہ انکار کرتا ہے نہ اہتمام کرتا ہے وہ ان اُمور کو جائز اور اپنے کو قوت بہیمیہ پر غالب سمجھتا ہوگا اور مفاسد عوام کیطرف ملتفت یا اُن پر مطلع نہوگا یہ وجہ عدم انکار

کی ہے اور وجدان مرجح مثل تخیل وحدۃ الوجود ونحو ذلک اُس پر غالب نہ ہوگا یہ وجہ عدم اہتمام کی ہے اور انہماک کی وجہ اُن اقوال مین معرحًا مذکور ہے رہا یہ شبہہ کہ ایک پیر کے مرید ہو کر عمل مختلف کیون ہے سو ایسے اُمور نہ مریدی کے ارکان ہین نہ شرائط یا لوازم تاکہ اتحاد سلسلہ کے ہوتے ہوئے اُن مین اختلاف ہونا موجب شبہہ ہو یہ اپنا اپنا مذاق اور تحقیق اور نظر ہے جسمین خود پیر اور مرید کا باہم گر مختلف ہونا بھی محل استعجاب نہین فقط۔ واللہ اعلم ۲۳- رجب ۱۳۲۲ھ

سوال- گذارش خدمت ہے کہ لفظ خود بخود آزاد پر اپنی طرف اشارہ کرنے سے کیا مطلب ہے اور یہ مضمون عارفین کے نزدیک کیا نہایت سخت ہے کہ بوجہ خوف وصال ہوا یا کیا مراد ہے- خادم کا جی چاہتا ہے کہ اس غزل کی تفسیر موافق مذاق اہل حال آنحضور تحریر فرماوین نہایت اشتیاق ہے

غزل

آستین بر رو کشیدی ہمچو مکار آمدی	با خودی خود در تماشا سوی بازار آمدی
در بہاران گل شدی در صحن گلزار آمدی	بعد ازان بلبل شدی با نالۂ زار آمدی
شور منصور از کجا و دار منصور از کجا	خود زدی بانگ انا الحق بر سر دار آمدی
گفت قدوسی فقیری در فنا و در بقا	خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

اس سے زیادہ خادم کو یاد نہین شاید اور بھی اشعار ہون (ضمیمہ سوال) مولانا شاہ محمد حسین خان بہادر صاحب الہ آبادی علیہ الرحمۃ نے ۸- رجب ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۰۴ء بمقام اجمیر شریف ساڑھے نو بجے صبح کو انتقال فرمایا نواب سرور جنگ کے مکان پر جو احاطہ درگاہ شریف مین واقع ہے سماع کا جلسہ تھا مولانا صاحب قدس سرہٗ وہان تشریف لے گئے آستانہ مبارک کے قوالون نے حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ غزل شروع کی شعر آستین بر رو کشیدی ہمچو مکار آمدی + با خودی خود در تماشا سوے بازار آمدی + مولانا صاحب نے حسب عادت ہر مصرعہ کی تفسیر فرمانی شروع کی جب قوالون نے مقطع کا شعر یعنی گفت قدوسی فقیری در فنا و در بقا خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی + گانا شروع کیا تو مولانا صاحب نے تفسیر اس شعر کی کی اور دوبار الفاظ خود بخود آزاد کو فرمایا اور اپنی طرف اشارہ

کرکے سجدہ مین چلے گئے اور چشم زدن مین روح اقدس قید تن سے آزاد ہو گئی آٹھ بجے شب کو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے پائین مین مدفون ہوئے۔

الجواب = آپ نے اس واقعہ کے متعلق تین سوال کئے ہین اول اشارہ سے کیا مطلب ہے دوسرے وجہ وفات کی تحقیق تیسرے ان اشعار کی تفسیر سو وجہ وفات کا سوال ایک اور صاحب نے بھی کیا ہے اُس جواب کا خلاصہ دوسرے پرچہ پر لکھے دیتا ہون تفسیر سے پہلے ایک تمہید سمجھ لیجیے وجہ اشارہ کا سمجھنا بھی اسی پر موقوف ہے وہ یہ کہ ممکن من حیث الامکان کسی وصف وجودی کو یا کسی جمال وکمال کو بذاتہ مقتضی نہین ورنہ وہ واجب ہوجاویگا (ہفت) پھر جب ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہوگا اُسمین کسی علت وواسطہ کی ضرورت ہوگی جو مرجح اتصاف کا ہوا اور وہ واسطہ ذات حق مع الصفات والافعال ہی- اب رہا یہ امر کہ اس توسط کی کیا کیفیت ہی اور آیا وہ واسطہ فی العروض ہی یا فی الثبوت یا فی الاثبات اسکی تحقیق از بس طویل ہے اور کلید مثنوی مین بقدر ضرورت مذکور بھی ہے بہرحال اسمین اہل ذوق کے اقوال مختلف ہین لیکن اتنا امر مشترک التسلیم ہے کہ ممکن کو واجب تعالی کی ذات وصفات وافعال کے ساتھ ایک خاص تعلق اور نسبت ہے اور ممکن کے تطورات وجود اُس انتساب کی بدولت ہین پس کمال وجمال کے ساتھ موصوف بالذات والحقیقۃ ذات حق ہے اور ممکنات اُس کے مفتقر اور مستعیر- پس بعض اوقات کثرت مراقبات یا قوۃ تخیل یا ذوق وجدانی یا غلبہ فنا وسکر سے یہ اوصاف وکمالات وتطورات تو ملاحظہ مین رہتے ہین لیکن ممکن پر من حیث الخلو اور واجب پر من حیث الاتصاف نظر پڑتی ہے اُسوقت اُن اوصاف کو قالاً وحالاً ذات حق کی طرف نسبت کرنے لگتا ہے جیسے کوئی شخص ید مستعیر کو ملاحظہ مین رکھکر پھر اوس کے غیر مالک ہونے پر اور معیر کے مالک ہونے پر نظر کرے تو بالاضطرار کہہ اُٹھے گا ان ید المستعیر ہی ید المعیر چنانچہ اسی بنا پر فقہاء کے کلام مین یہ اطلاق وارد ہے اور اسکو توحید افعالی وصفاتی کہتے ہین اور جب اس حالت کا زیادہ غلبہ ہوتا ہے تو ممکن کا اضمحلال اسدرجہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس قابل بھی نہین معلوم ہوتا کہ اُس کی ذات کو اُسپر محمول کیا جاوے کیونکہ یہ حمل ایجابی بھی ایک گونہ ثبوت موضوع کو چاہتا ہے اور ممکن کے لیے حقیقۃً ثبوت نہین اس لیے جس طرح افعال ممکن کو افعال حق اور

اور صفات ممکن کو صفات حق کہدیا تھا اسیطرح ذوات ممکن کو ذات حق کہدیتا ہے اور ان سب
کو اُسی ایک ذات کے ظہورات سمجھتا ہے بلا اتحاد و بلا حلول جیسا تصریحا مولٰنا نے کہا ہے
؎ اتصالے بے تکیف بے قیاس + ہست رب الناس را با جان ناس + اس حمل کے حکم
کو توحید ذاتی کہتے ہین اور منصور علیہ الرحمۃ کے قول کا منشاء یہی تھا اور ہمہ اوست کی ایک تفسیر
یہ بھی ہے اِن اشعار مین توحید کے اِن ہی مراتب کو بیان کیا ہی اب اُنکی تفسیر مین کوئی خفا
نہین رہا اور بعض اوقات خلو ممکن اور اتصاف پر نظر پڑنے کے ساتھ اوصاف و افعال
و ذوات ممکن ملاحظہ مین نہین رہتے اُسوقت ان سب موصوفات اور اوصاف کو معدوم سمجھتا
ہے اور ان امور کی نسبت ذات حق کی طرف نہین کرتا بلکہ ان سب پر عدم کا حکم کرتا ہی جیسا
نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے قول مین ہے ؎ ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی + اور ہمہ اوست کی ایک
تفسیر یہ بھی ہی جسکو مین نے کلید مثنوی کے دیباچہ مین لکھا ہی اور کبھی اوصاف ممکن کے ساتھ
اتصاف ممکن پر بھی نظر ہوتی ہے اور ساتھ ہی افتقار کو بھی دیکھتا ہی تو ہمہ از وست کہتا ہے
اور یہ حالت صحو کی اور مدرک بالعقل ہے اب رہگئی وجہ اشارہ کی سو چونکہ بہ نسبت دوسرے ممکنات
کی انسان اجمع للکمالات ہی اور اسی بنا پر اُس کو مرتبہ جامعہ اور مظہر اتم کہا گیا ہے اس لیے انتساب
مذکور مین یہ اوروں سے زیادہ احق ہے سو میرا ظن غالب یہ ہے کہ مولٰنا نے اس حالت کے
غلبہ مین اس دلالت وضعیہ غیر لفظیہ سے یودی کے مخاطب کو مشار الیہ بنایا ولعل معنے السجدۃ
ما قالہ المنصور لما سئل ان کنت انت الحق فلمن تصلی فقال یصلی باطنی لظاہری مگر یہ سب ظن
وتخمین ہے اور حقائق امور پر عالم الاسرار مطلع ہین محض آپ کی خاطر سے لکھدیا ہی اگر غلطی ہوگئی
ہو اللہ تعالیٰ معاف فرماوین والسلام ۲۴ - رجب ۱۳۲۲ھ

سوال - خاندان نقشبندیہ مین جو اول ذکر فکر کے ساتھ بتلایا جاتا ہی اور تصور شیخ اور پھر رابطہ اور فنا اور پھر گم شدنی اس کی تفصیل کی مجھے خاص ضرورت ہی جس سے مین ہر ایک بات کو اچھی طرح سمجھ لون اور پھر ان سے کیا کیا نفع مرتب ہوتے ہین۔

الجواب یہ سوال میری سمجھ مین نہین آیا البتہ جو ذکر اول بتلایا جاتا ہی وہ اسم ذات ہے
لیکن اس قید کے ساتھ جو سوال کیا گیا ہے کہ فکر کے ساتھ اس کی تحقیق نہین اور یون بھی ذکر

کے ساتھ فکر واحضار قلب ضروری ہے ما لبتہ متاخرین مشائخ نے اسم ذات کے ساتھ ہی شغل
لطائف کا معمول رکھا ہی متقدمین کے یہان یہ طریقہ نہ تھا یہ تو انس کی حقیقت ہی باقی نفع ذکر کا
ظاہر ہے بلکہ تمامتر منافع اسی کے ثمرات ہین جن مین اصل نفع وہ ہے جو قرآن مجید مین موعود ہے
فاذکرونی اذکرکم الآیہ ۲ و۳ تصور شیخ کا مفہوم عام ہی رابطہ کے مفہوم سے کیونکہ رابطہ خاص
ایک شغل کا نام ہے جسمین شیخ کی صورت ذہن مین حاضر کرکے نظر قلب سے اُس کی طرف
ٹکٹکی باندھ کر اور خیال کو سادہ کر دیکھا جاتا ہی۔ فیفرض کانہ حاضر ناظر لکن تصورا فقط لا اعتقادا
فانہ شرک ولہذا یمنع منہ العوام وہذا ہو المراد فی کلام بعض الاکابر حیث ادخل ہذا فی عموم قولہ تعالے
ماہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون یہ تو حقیقت ہی اسکی اور فایدہ اسکا شغف ہی شیخ کے ساتھ
جس سے بے تکلف اُس کا اتباع اخلاق واعمال مین ہونے لگتا ہی چونکہ احوال ثمرات ہین اعمال
کے اس لیے وہ احوال بھی اسپر وارد ہونے لگتے ہین لکن لما کان ضررہ للعوام اکثر من ہذا النفع
المذکور لم یعتبر ہذا النفع فی منعہم منہ اور تصور شیخ کوئی خاص شغل نہین بلکہ اُس کی حقیقت وہی ہی
جو لغۃً مفہوم ہوتی ہی محل اوسکا وہ وقت ہی کہ ذکر کے ساتھ خطرات فاسدہ کا ہجوم ہو اور دفع
کرنے سے مندفع نہ ہوتے ہون تو منتہی تو اُس کا علاج زیادت توجہ الی المذکور سے کرتا ہے
اور متوسط زیادہ توجہ الی الذکر سے کیونکہ جب نفس کو ایک طرف توجہ تام ہو جاوے گی حسب
قاعدۂ فلسفیہ النفس لا تتوجہ الی شیئین فی آن واحد دوسری طرف نرہیگی اور مبتدی چونکہ غائب
یعنی مذکور کی طرف زیادت توجہ کا خوگر نہین اور ذکر گو امر حسی مشاہد ومسموع ہے اور توجہ دشوار
نہین لیکن اُسکے ساتھ انجذاب طبعی نہین اس لیے وہ جمتا نہین اس سبب سے اُس کے
لیے تصور شیخ کو نافع سمجھا گیا ہی کہ وہ محسوس بھی ہی اور محبوب بھی ہی اُس کا خیال جلدی جم
جاتا ہی اور خیال جمنے سے خطرات مندفع ہو جاتے ہین مگر بعد اندفاع پھر اس تصور کو نہین جماتے
کہ اشتغال بغیر المقصود مخل اشتغال بالمقصود ہے اور اس تقریر سے حقیقت کے ساتھ ان دونون
کا نفع بھی معلوم ہو گیا ۴ و۵ یہ دونون لفظ بھی متقارب المعنی ہین صرف عموم وخصوص ہی
کا فرق ہے فنا عام ہی گم شدن خاص کیونکہ فنا دو قسم ہے فنائے واقعی اور فنائے علمی۔ فنائے
واقعی یہ کہ افعال ذمیمہ وملکات ردیہ زائل ہو جاوین مثلاً ظاہری معاصی چھوٹ جاوین قلب سے

حب غیر اللہ حرص وطول امل وکبر وعجب وریاء وغیرہ سب نکل جائین اس کو فناء واقعی اس
لیے کہتے ہین کہ اسمین جو چیز زائل ہوئی ہے یعنی افعال وملکات ردیہ وہ واقع مین بھی فنا
ہوگئی بخلاف دوسری قسم کے جیسا عنقریب آتا ہے اور اس کو بعضے اصطلاحا فنائے حسی بعضے
فنائے جسمی بھی کہتے ہین اور فنائے علمی یہ کہ غیر اللہ اُس کے قلب سے مرتبہ علم مین نکل گیا یعنی
اُس کو غیر اللہ کے ساتھہ تعلق علمی نہین رہا بایمعنے کہ جیسا التفات واستحضار غیر کا پہلے تھا وہ
نہ رہا بلکہ ملکہ یادداشت کا راسخ ہوگیا اور غیر سے ذہول ہوگیا جیسا محبت مجازیہ مین بھی
غلبہ کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ محبوب دلمین زیادہ بسا رہتا ہے غیر کی طرف کسی بڑی ہی
ضرورت سے توجہ ہوتی ہی ورنہ گنجایش نہین ہوتی پھر اس کے مراتب حسب استعداد سالک
مختلف ہوتے ہین حتی کہ کسیکو استغراق محض ہوجاتا ہی کسی پر سکر غالب ہوتا ہے کوئی مجذوب
محض ہوجاتا ہی کوئی پھر بعض احوال کی تکمیل کے لیے یا دوسرون کی تکمیل کے لیے علم بالاشیاء
کی طرف عود کرایا جاتا ہے مگر ابتداء کے علم بالاشیاء سے یہ علم بالاشیاء کماً وکیفاً وغایۃً مختلف
ہوتا ہی اس حالت کو بقاء کہتے ہین جیسا کہ قسم اول مین بھی عین فنا کے وقت فانی کے اضداد
کے حصول کا نام بقاء ہے اس قسم ثانی کو فنائے علمی اس لیے کہتے ہین کہ اس مین جو چیز اس کے
تعلق علمی سے خارج ہوگئی وہ واقع مین فانی ومعدوم نہین ہوئی مثلاً ہمکو زید کا خیال نہ آیا
تو واقع مین زید معدوم تو نہین ہوا فنا کی اس دوسری قسم کا نام گم شدنی ہے پس مطلق فنا
مقسم اور عام ہی اور گم شدنی اُس کی ایک قسم اور خاص ہی فائدہ قسم کا ظاہر ہی کہ ترک ہی مضرات
شرعیہ کا جس کو تقوی کہنا چاہیے اور قسم ثانی کا فائدہ یہ ہے کہ یہی علم بالاشیاء بعض اوقات
مفضی الی المعاصی ہوجاتا ہے بس اسباب بعیدہ سے بچنا کمال ہے تقوی کا۔ **التماس** مینے
کسی خاص جگہہ سے نقل نہین کیا بلکہ کچھہ کتابی نظر سے کچھہ صحبت شیخ سے کچھہ ذوق سے لکھدیا ہی
شاید کسی جگہہ اس سے کافی تر ملجاوے۔ فقط واللہ تعالی اعلم ۱۳ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

سوال ۔ اشعار ذیل کا مطلب تحریر فرمایا جاوے۔ جملہ قرآن است در قطع سبب + عز درویش و
ہلاک بولہب + ہمچنین ز آغاز قرآن تا تمام + رفض اسباب است و علت والسلام +

الجواب اولاً باید دانست کہ مراد در اشعار مسئول عنہا رفض و قطع اسباب مطلقاً نیست

در حل شعر جملہ قرآن است

وچگونہ آنصورت می توان بست ہرگاہ خود در قرآن امر بعض اسباب وارد شدہ کقولہ تعالیٰ
فی الاسباب الاخرویۃ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وبرین اعمال بہشت را مرتب فرمودہ
یدخلکم جنت تجری من تحتہا الانہار وغیر ذلک من الآیات وفی الاسباب الدنیویۃ ولیاخذوا
اسلحتہم و در علتش فرمود ود الذین کفروا لو تغفلون الخ کہ مشعر است ببودن اخذ سلاح سبب حفظ
از حملۂ اعدائے چنانچہ ظاہر ست بلکہ مراد اسبابیست کہ مزاحم ومعارض مشیت یا رضائے الٰہی
باشد ہرگاہ این مقدمہ ممہد شد پس معنئے اشعار ہویداست کہ مقصود افادۂ این امر است کہ اے
ظاہر پرست تو بر اسباب طبعیہ وتدابیر تراشیدہ خیلی اعتماد داری نمی بینی کہ ابولہب چہا تدابیر
وسامان کہ در اضرار وکسر شوکت درویشان ومساکین اہل اسلام کہ فراہم نیاوردہ وخود چہ قدر
اسباب از اموال وحشم میداشت لیکن چون تدبیرش خلاف مشیت حق بود چگونہ معاملہ منقلب شد
وآن مشتے چند مساکین روئے زمین را درگرفتند واین ابولہب در خاک وخون غلطید پس
بہوش باش تا ہرگز برراے وتدبیر خود بمقابلہ مشیت ایزدی نظر نکنی وہمہ کار از نقیر وقطمیر خود مفوض
بقادر مطلق کنی آرے تدبیرے کہ ماذون فیہ یا ماموربہ در شرع باشد چون آن معارضہ برضا یقیناً
ندارد ومعارضہ بمشیت غیر معلوم اگر این تدبیر را اختیار کنی بر تو ملامت نرود بلکہ اگر ماموربہ باشد
بر تو واجب ست باز اگر مصلحت در علم قدیم اتمامش باشد خود تمام خواہند فرمود واگر مصلحت در
عدم اتمامش باشد تمام نخواہد شد ونیز درین صورت ہم منافع گوناگون ظاہری وباطنی بدست خواہد آمد
فالتدبیر تدبیران محمود ومذموم فالمنفی ہو الثانی والمثبت ہو الاول فانقح الحق۔ واللہ اعلم
۱۴- رمضان ۱۳۲۲ھ

سوال - حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھکو جب ذکر شریف تعلیم فرمایا تھا تو یہ فرمایا تھا کہ
لاالٰہ کے وقت یہ خیال کرے کہ جسقدر محبتین غیر خدا کی قلب مین ہین سب کو نکال کر پس پشت ڈال دین
اور الا اللہ کے وقت یہ خیال کرے کہ صرف اللہ کی محبت قلب مین داخل کی تو اب وسوسہ پیدا ہوتا ہے
کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی محبت کو بروقت ذکر شریف کے ایسا ہی خیال کرے
اور حدیث شریف مین ہے کہ جس نے دل مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہوگی
مسلمان نہین۔

تا دفع شیوع تصور غیر از قلب از ضعف وقت ذکر

الجواب - چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین خدا کی محبت ہے بلکہ جمیع اہل اللہ کی محبت بھی عین خدا تعالیٰ کی محبت ہے پس مراد اس تعلیم مین یہ ہے کہ جو محبتین خدا تعالیٰ سے تعلق نہین رکھتین اُن کو پس پشت ڈال دیا اب کوئی اشکال نہین واللہ تعالیٰ اعلم ۳- ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ

تحقیق اخراج پیر مرید را از بیعت

سوال - کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کر دے اور مرید کا اعتقاد سالم رہے تو بیعت اس صورت مین قائم رہتی ہے یا نہین -

الجواب عن جابر بن عبد اللہ ان اعرابیا بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاصاب الاعرابی وعک بالمدینۃ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد اقلنی بیعتی فابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قولہ علیہ السلام ان المدینۃ کالکیر تنفی خبثہا وتنصع طیبہا متفق علیہ دوسری روایت کعب رضی بن مالک کی ہے کہ غزوہ تبوک کے تخلف کے سبب آپ اُن سے منقبض ہو گئے مگر اُن کا اعتقاد درست رہا پس پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ بیعت واپس نہ کرے لیکن مرید کا اعتقاد جاتا رہے تو بیعت ٹوٹ جاتی ہے اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ ناراض ہو جائے لیکن مرید کا اعتقاد باقی اور قائم رہے تو بیعت باقی رہتی ہے اور ویسے بھی ظاہر ہے کہ مدار اعظم بیعت کا ارادہ پر ہے سو یہ صفت مرید کی ہے نہ کہ شیخ کی پس اس کے بقا و زوال کا دوران ارادت کے عدم و وجود پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم - ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ

جواب متعلق تقلیل ذکر بسبب بیماری

سوال - حضور مولنا و مرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب قبلہ دام برکاتہم - السلام علیکم بحمد اللہ بخیریت ہون اور صحت وری ذات والا مدام درگاہ خدا سے مستدعی حضور والا ع بحیرتم کہ سرانجام ما چہ خواہد بود + اس مرتبہ بعد علالت کیفیت یہ ہو گئی ہے کہ جب دو تین روز جمکر نماز تہجد و دوازدہ تسبیح کا شغل شروع کرتا ہون طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر شغل مذکور چھوٹ جاتا ہے رمضان شریف مین ہر چند چاہا کہ حسب معمول ورد و وظائف کو شروع کرون لیکن وہی حالت پیش آئی جو عرض کر چکا ہون اخیر عشرہ رمضان مین نہایت مستعدی سے چاہا کہ ۲۱ - ماہ مذکور سے اعتکاف کرون اور تلافی مافات کرون لیکن ۲۰ - ماہ مذکور سے طبیعت خراب ہوئی اور ۸ - شوال تک اُس علالت کا سلسلہ رہا ۹ - شوال سے پھر

نماز تہجد کو اٹھا تین روز تک محنت کی تھی کہ کل ۱۱۔ شوال کو پھر حرارت پیدا ہوگئی معلوم نہین کہ کیا منظور خدا ہے تعلقات دنیوی سے قطع کرکے چاہا تھا کہ اللہ اللہ کرون لیکن میری بدقسمتی یہ بھی کرنے نہین دیتی ان واقعات نے طبیعت ایسی متوحش اور پریشان ہے کہ کیا عرض کرون وہی مثل ہوئی کہ۔ نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے۔ آج طبیعت کو بے حد قلق اور افسوس ہوا لہذا خدمت بابرکت مین عرض کیا گیا اگرچہ شکایت تنفس تابعدار کو عرصہ سے ہی لیکن باوصف اُس شکایت کے ورد و وظائف کو انجام دیتا تھا دوسرے آواز اسقدر پست ہوگئی ہے کہ ذکر جہر نہین کرسکتا البتہ ایسی آواز سے کہ خود سُن سکون جب افاقہ ہوتا ہے کرتا ہون اور بحالت نادرستی طبیعت کے کچھ نہین ہوسکتا ہے۔ باقی خیریت ہے اور حالت بدستور ہے۔

الجواب۔ مخدومی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بزرگان دین کا ارشاد ہے طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق یعنی جس قدر مخلوقات کی سانس ہین خدا تعالی اتک پہونچنے کے اُتنے رستے ہین اور اصل مقصود وصول الی اللہ ہے یعنے ضعف نسبت مع الخلق وقوت نسبت مع الخالق خواہ کسی طریق سے ہو پس جسطرح اوراد و نوافل کی کثرت اُس کا ایک رستہ ہے اسیطرح مرض اور حزن اور انقباض اور ضیق قلب وتاسف وندامت وخجلت وانکسار بھی ایک رستہ بلکہ اقرب رستہ ہی پس حالت مرقومہ خط سامی مین گو نفسانی اور جسمانی کلفت وصعوبت ہی لیکن روحانی ترقی ونفع ہے بالکل مطمئن رہیے اور جسقدر ہوسکے اور جسطرح ہوسکے کرلیا کیجیے اور نہ ہوسکے نہ کیا کیجیے ؎ در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست + بر صراط مستقیم اے دل کسی گمراہ نیست + البتہ نفس یون چاہتا ہی کہ مجھکو ذکر وشغل کا ثمرہ عاجلہ دنیا مین ملجاوے سو یہ خطائے عظیم ہی اصل بوقع مشاہدہ ثمرہ کا آخرت ہی جس نے یہ نکتہ پختہ کرلیا اُس کو رضا وتفویض کی حلاوت نصیب ہوئی اور جو اس نکتہ سے غافل ہے عمر بھر مشوش رہیگا مخدوما جوکچھ مین نے لکھا ہے گو مختصر ہے مگر نہایت جامع اور تجربہ کی بات ہی آپ شک نہ لائیے والسلام

سوال۔ زید کہتا ہے کہ انا خیر منہ مطلقاً تکبر نہین ہی نمازی کو اس نیت سے اپنا بہتر سمجھنا

اور بے نمازی پر ترجیح دینی کہ یہ نماز کی توفیق نعمت خداوندی ہے جو مجھے دیگئی ہے اور اس شخص سے روکی گئی ہے مبغوض تو کیا ہو محمود بلکہ مقصود و ماموربہ ہے غرض کسی نعمت پر نعمت من اللہ سمجھکر اپنا اُس شخص سے بہتر سمجھنا جو اس نعمت سے محروم ہے تکبر نہین ہی البتہ اس سے قطع نظر کرکے یا نمازکو اپنا فعل ذاتی اور کارگذاری سمجھکر دوسرے سے بہتر سمجھنا تکبر ہے بلکہ دوسرے کی جانب نسبت نہ بھی ہو تب بھی مذموم و منہی عنہ ہے جس کا نام عجب و خودستائی ہے یہ صحیح ہے یا غلط۔

الجواب۔ زید نے جو تفصیل کی ہے صحیح ہے لیکن جبکہ صرف مرتبہ عنوان مین نہ ہو بلکہ معنون کا مرتبہ بھی اس کو حاصل ہو جس مین اکثر دھوکہ ہو جاتا ہی بالخصوص مبتدیون کو۔ اس کی باطنی پہچان جو وجدان سے معلوم ہو سکتی ہے یہ ہے کہ اگر اس کے قلب مین اپنے دوسرے عیوب سے ذہول اور خود اس کمال کے زوال سے بے فکری اور دوسرے کے کمالات سے بھی ذہول اور اسمین اس کمال کے پیدا ہو جانے سے بے التفاتی اور اپنی اس طاعۃ کے عدم قبول کے احتمال سے اور اس (ک) کی معصیت کے عفو کے احتمال سے بے فکری ہو تو مرتبہ معنون کا حاصل نہین ہے اور اگر سب امور پیش نظر ہون اور لرزان ترسان ہو تو معنون حاصل ہی فقط

سوال۔ زید نے کارخانہ تجارتی کے اشتہارات چھپواکر اپنے نام کو شیخ یا حاجی یا حافظ لکھنا جو حقیقت مین وہ شیخ یا حافظ یا حاجی ہی تو اسکا لکھنا جسمین شائبہ ریا کا احتمال ہے اُس کو ایسے القاب کا لکھنا ثواب حفظ قرآن یا حج کو ضائع تو نکرے گا۔

الجواب۔ ایسے امور مین نیت پر دارمدار ہے اگر اس فعل سے مقصود تفاخر و ریا ہے مذموم ہے اور اگر محض پتہ بتلانا اور دوسرے آدمیون سے جنکا ایسا ہی نام ہے متمیز کرنا اور اسی قسم کی کوئی غرض ہے تو مضائقہ نہین۔ ۲۷۔ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال طریقہ شاذلیہ مین ذکر جلی باقراط لوگون کو لیکر کھڑے ہو کر کرتے ہین جائز ہے یا نہین

الجواب۔ ذکر دو قسم پر ہے ماثور و غیر ماثور۔ ماثور تو وہ ہی جسکو شارع علیہ السلام نے بالجہر یا بالخفا معین کر دیا مثل اذان و اقامت و تکبیرات انتقالات و قراءۃ فی الصلوٰۃ و تشہد و تسبیحات وغیرہا اسکا حکم تو اتفاقاً یہ ہے کہ جس طور معین کر دیا اوسیطرح چاہیئے۔ غیر ماثور دو نوع ہے جہر

اور خفی۔ خفی بالاتفاق جائز ہے جہر مین دو قول ہین بعض علماء کے نزدیک مشروع بعض کے نزدیک غیر مشروع۔ غیر مشروع کہنے والون کے دو قول ہین بعض کے نزدیک حرام بعض کے نزدیک مکروہ۔ مشروع کہنے والون کے تین قول ہین بعض کے نزدیک جہر اصل و افضل ہے خفی مباح بعض کے نزدیک خفی مباح بعض کے نزدیک خفی عزیمۃ اور افضل۔ جہر رخصۃ بعض کے نزدیک دونون فی نفسہ مساوی لیکن بعض وجوہ سے بعض مواقع پر جہر افضل ہے اور بعض وجوہ سے بعض مواقع پر خفا اولی ہے دلائل قائلین حرمۃ وکراہت کے یہ ہین قال اللہ تعالی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ الآیہ وعن ابی موسی الاشعری قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فجعل الناس یجہرون بالتکبیر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الناس اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا متفق علیہ آیت وحدیث مین صیغہ امر وارد ہوا اور مطلق امر وجوب کے لیے ہوا اور ضد واجب حرام یا مکروہ ہوتی ہے علی اختلاف اہل الاصول فی المختار فی بحث الجہر بالتکبیر وعدمہ یوم الفطر ہکذا وجہ الاول ان رفع الصوت بالذکر بدعۃ فیقتصر علی مورد الشرع یہ عبارت مشعر حرمت ہے وایضا فیہ ویکرہ رفع صوت بذکر (ای فی المسجد) الا للمتفقہۃ انتہی یہ عبارت مشعر کراہۃ ہے۔ ودلائل مجوزین کے یہ ہین قال اللہ تعالی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا الآیہ ظاہر ہے کہ منع ذکر بدون اطلاع ذکر ممکن نہین اور اطلاع بدون جہر غیر متصور ہے وعن عبد اللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر الی آخر الحدیث رواہ مسلم۔ وعن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم فی الوتر قال سبحان الملک القدوس رواہ ابوداؤد والنسائی وزاد ثلث مرات یطیل وفی روایۃ للنسائی عن عبد الرحمن ابن ابزی عن ابیہ قال کان یقول اذا سلم سبحان الملک القدوس ثلثا ویرفع صوتہ بالثالثۃ مشکوۃ۔ وعن ابن عباس ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف

الناس من المکتوبة کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ البخاری
ان احادیث سے مشروعیتِ جہر واضح ولائح ہے پھر بناء علی اختلاف الاصولیین فی
ان ادنی مراتب فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاباحة او الاستحباب
اسمیں مختلف ہوئے کہ افضل کیا ہے بعض نے ثبوت عن الشارع کو دلیل اباحۃ ٹھیرایا اور بوجہ
حدیث خیر الذکر الخفی خفی کو افضل کہا بعض نے نفس ثبوت عن الشارع کو دلیل استحباب افضلیۃ
قرار دیا۔ عبارات ان علماء کی یہ ہیں قال المظہر ہذا (ای حدیث رفع الصوت بسبحان
الملک القدوس) یدل علی جواز الذکر برفع الصوت بل علی الاستحباب اذا اجتنب
الریاء اظہارا للدین وتعلیما للسامعین وایقاظا لہم من رقدة الغفلة و
ایصالا للبرکة الذکر الی مقدار ما یبلغ الصوت الیہ من الحیوان والشجر والحجر
والمدر وطلبا لاقتداء الغیر بالخیر ولیشہد لہ کل رطب ویابس سمع صوتہ و
بعض المشائخ یختار اخفاء الذکر لانہ ابعد من الریاء وہذا متعلق بالنیة ذکرہ
مولانا علی القاری وقال الشیخ المحدث الدہلوی فی الحدیث دلیل علی شرعیة
الجہر بالذکر وہو ثابت فی الشرع بلا شبہة لکن الخفی منہ افضل فی غیر الماثور
انتہی حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۱ اس عبارۃ سے واضح ہوا کہ بعض کے نزدیک جہر افضل ہے بعض کے
نزدیک خفا اور قائلین بالتفضیل کے دلائل یہ ہیں قال اللہ تعالیٰ ولا تجہر بصلوتک
ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا قیل معنی بصلوتک بدعائک احمدی
عن المدارک ۱۲ وعن عقبة بن عامر قال قال رسول اللہ صلعم الجاہر بالقرآن
کالجاہر بالصدقة والمسر بالقرآن کالمسر بالصدقة رواہ الترمذی وفی الحاشیة
الشامیة اقول اضطرب کلام البزازیة فی ذلک (ای رفع الصوت بالذکر) فتارة قال
انہ حرام وتارة قال انہ جائز وفی الفتاوی الخیریة من الکراہة والاستحسان جاء
فی الحدیث ما اقتضی طلب الجہر بہ نحو وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہم
رواہ الشیخان وہناک احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینہما بان ذلک
یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال کما جمع بذلک بین احادیث الجہر والاخفاء

ولا یعارض ذلک حدیث خیر الذکر الخفی لانہ حیث خیف الریاء وتاذی المصلین
او النیام فان خلا مما ذکر فقال بعض اھل العلم ان الجھر افضل لانہ اکثر عملا
ولتعدی فائدتہ الی السامعین ویوقظ قلب الذاکر فیجمع ھمہ الی الفکر ویصرف
سمعہ الیہ ویطرد النوم ویزید النشاط اھ ملخصا وتمام الکلام ھناک فراجعہ
وفی حاشیۃ الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب
ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصلی او قاری
الخ انتہی اور دلائل مانعین کے جواب یہ ہین آیت کا جواب اول تو یہ ہے کہ خفیہ مشترک ہی درمیان
اعلان واسرار کے چنانچہ منتہی الارب مین ہے خفاء خفیا پنہان کرد و آشکارا کرد از لغات اضداد
است انتہی پس آیت محتمل ہوئی واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ولو سلمنا کہ خفیہ بمعنے
اسرار ہی لیکن بوجہ تعارض ادلہ جمعا بینہما امر کو اباحۃ یا استحباب پر حمل کرنا ضرور ہے۔ حدیث
کا جواب لمعات مین اسطرح دیا ہی المنع من الجھر للتیسیر والارفاق لا ان یکون الجھر
غیر مشروع انتہی اور اقوال بعض فقہاء کے بعض پر حجت نہین ہوسکتے۔ یہ خلاصہ ہی اختلاف
اقوال کا والبسط فی المطولات راقم کی راے ناقص مین قول مجوزین کا صحیح اور ان مین سے
مفصلین کا قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ سب آیات واحادیث واقوال علماء کے جمع ہوجاتے
ہین ع ان خیر الامور اوسطہا پس بعد ثبوت مشروعیۃ جہر کسی طور وہیئت کے ساتھ مقید
نہین بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع حلقہ باندھکر ہو یا صف باندھکر یا کسی
اور صورت سے کھڑے ہوکر ہو یا بیٹھکر ہر طور سے جائز ہے عن ابی ہریرۃ وابی سعید رض قالا
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتہم الملائکۃ
رواہ مسلم وعن ابی ھریرۃ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
اللہ تعالی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی
نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہم متفق علیہ وعن انس رض قال قال
رسول اللہ صلعم لان اقعد مع قوم یذکرون اللہ من صلوۃ العصر الی ان تغرب
الشمس احب الی من ان اعتق اربعۃ رواہ ابو داؤد وعن انس قال قال رسول

ع مگر اسمین شرط یہ ہی کہ کسی نائم یا مصلی کو اذیت نہ ہو اور جہر مفرط نہ ہو اور اگر کسی شیخ نے جہر مفرط بتلایا ہو تو علاوہ شرط عدم تاذی جیران کے ایک شرط اسمین یہ بھی ہی کہ جہر کے اسی افراط کو قربت مقصودہ نہ سمجھے بلکہ مبنی بر مصالح خاصہ معتبرہ معلومہ عند المشائخ سمجھے ۱۲ منہ

اللہ صلعم اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر رواہ الترمذی وقال اللہ تعالیٰ یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم الآیہ وفی التفسیر الاحمدی فی بحث الجھر والاخفاء وھذا بحث مختلف فیہ بین الانام فی زماننا ولا طائل تحتہ اذ المقصود للکل الوصول الی اللہ بای طریق کان پس ثابت ہوا کہ ذکر جہر ہر طور سے جائز ہے کسیکو کسی طور سے منع نہ کرین یہی ارجح واصح ہے بلکہ اگر عدم مشروعیۃ کو بھی ترجیح دیجاوے تب بھی عوام کو منع نہ کرین کہ اسی بہانہ کچھ خیر کر گذرتے ہین چنانچہ خود مانعین نے اس امر کی تصریح کردی ہے قال فی الدر المختار بعد المنع من الجھر وھذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحر ۱۲ قولہ فلا یمنعون لان تحسن المقابلۃ الا لو قال فلا یکرہ فی حقھم وقد یقال ماذکرہ لازم عدم الکراھۃ وقولہ اصلا ای لاسرا ولا جھرا فی التکبیر شامی ۱۲ ہذا ما عندی واللہ علیم بما عندہ ۱۲ - ۸ - شعبان سنہ ۱۳۲۴ھ

کتاب الرؤیا

سوال - بہت روز ہوئے بندہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے تو احوال یہ ہے کہ بندہ کی والدہ کے انتقال کے تین روز بعد والد صاحب نے خواب دیکھا تھا کہ بندہ کی والدہ غسل کرکے بھیگا کپڑا اور بھیگے بال مع ایک بڑے لڑکے کو ساتھ لیکر والد صاحب کے پاس کھڑی ہین اور کہتی ہین کہ مین اپنے لڑکے کو پائی ہون اوس کے بعد خواب سے فراغت پائی اول تو یہ بات کہ تین روز کے بعد غسل کرنا اسکی وجہ کیا ہے اور اول شب مین کیون نہین غسل سے مشرف ہوئی اور دوسرا یہ کہ اسوقت لڑکا پانا بھی تو دشوار کیونکہ مولانا سید محمد موسی صاحب فرماتے تھے کہ جتنے نابالغ بچے ہین سب ابراہیم خلیل اللہ یا اور کسی کے پاس ہونگے مگر مان باپ کو تو ہرگز نہین ملسکتا حضور براہ کرم تصریح فرماکر تحریر فرماوین؟

الجواب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ غسل کرنا اشارہ ہے طہارۃ عن الذنوب کیطرف سو ممکن

ف اسمین بھی مسائل مثل طاعون کے ہر سوال وجواب کی جداگانہ سرخی لکھنے کی ضرورت نہین سمجھی گئی۔

ہے کہ تین روز کے بعد معافی ہوئی ہو اور ممکن ہے کہ اس کے قبل ہوئی ہو اور خواب تین روز کے بعد نظر آیا ہو کیونکہ واقعہ اور خواب کا متقارن ہونا ضروری نہین تقدم و تاخر دونون کا احتمال ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس پہونچنا والدین کو ملنے کے منافی نہین جیسا دنیا مین مشاہدہ ہے کہ خدمت ماں کے سپرد ہوتی ہے اور ولایت باپ کو ہوتی ہے اسیطرح ممکن ہے کہ بچے سرپرستی مین تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ہون اور اونکے اذن سے ماں باپ کے پاس بھی رہتے ہون واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۲۷ - شعبان سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مین نے آج خواب دیکھا کہ مین مدینہ شریف پہونچا اور سب لوگون کو دیکھا کہ چارون طرف سے آپ کے مزار شریف کو روشن دان سے دیکھ رہے ہین دروازے کی طرف پہونچا تو آپ قبر شریف پر سوتے ہین مگر چہرہ مبارک آپ کا کھلا ہوا تھا اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم جاگ رہے ہین مین نے السلام علیکم کہا آپ نے جوابدیا پھر آپ باہر قبر شریف کے نکل آئے تمام لوگ آپ سے پوچھتے ہین کہ میرے لیے خدا آخرت مین کیا کرے گا اور مجھ سے راضی ہے یا نہین پھر مین نے بھی اسی بارہ مین پوچھا پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ خدا تمہارے لیے فرماتا ہے کہ فربنا ہم نجیا ولکن کفرتم پھر مین نے اپنے دل مین اسی وقت خیال کیا کہ ہم مسلمان ہین لا الہ الا اللہ کہتے ہین اور ہم کو اللہ نے کافر کہا ہے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابدیا کہ اللہ تعالی مومن و کافر دونون کو پیدا کرتا ہے جو مسلمان ہین مگر ازل مین کافر ہین کام مسلمان کا برابر کرتے ہین اور پھر کافر ہین مجھکو اپنی حالت پر سخت صدمہ ہوتا ہے کہ مین کافر ہون اور یہی صبح سے جی مین تشویش ہے کہ مین نعوذ باللہ کافر تو ازل مین نہین ہون پھر کہا قرآن لاؤ ہم تمہارا امتحان لیتے ہین مین نے بہت خوف کیا امتحان نہوا یکایک جہان خواب بدلا کہ کانپور مین جامع مسجد مین پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہین مغرب کا وقت تھا پھر لوگون نے سوال کیا پھر مین نے سوال کیا کہ آپ میرے بارہ مین صاف طور سے فرمائیے کہ مجھکو خداے تعالی کیسے کریگا حضور نے فرمایا پھر قرآن شریف مین غور کرکے جواب دونگا مجھکو اپنے لیے غم تھا کہ یکایک آنکھ کھل گئی بیداری مین اور زیادہ تشویش پیدا ہو گئی جناب والا اس کا مطلب صاف طور سے بیان کرین تاکہ

طبیعت کو اطمینان حاصل ہووے مجھکو اپنے لئے امر آخرت مین زیادہ غم لاحق ہے جیسی تدبیر حضور بتلادین ویسا عمل کیا جاوے مجھ کو اوراد وظائف پڑہنے کی نوبت نہین آئی ہے صرف کلام مجید تین سپارہ دو سپارہ روزمرہ ختم کرتا ہون خواہ سفر مین ہون یا حضر مین معلوم ہوتا ہو کہ بداعمالی ضرور ہے کہ خدائے تعالیٰ کا ایسا ارشاد ہے اور ہان مین نے جب غم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر کیا تھا تو آپ نے کہا غم نکرو کافر و مومن پیدا کرنا خدا کی قدرت ہے اور خلاق ہر شئے کا ہے اُس کی خلق مین خوش ہونا چاہیئے جو پیدا کرے وہی اچھا ہے اور تمنے اپنے پڑہنے کو برباد کیا ان سب صدمون سے مجھکو سخت صدمہ ہوتا ہے اب نہین معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کس مطلب پر محمول ہے۔

الجواب - یہ کفر تم کفرہ سے نہین بلکہ کفران سے ہے قرینا مین اشارہ ہے اعطاء علم دین کی طرف کہ وسیلہ قرب ہے اور کفر تم اُس مشغلہ کو ترک کرنے کی طرف کہ نعمت کی بیقدری ہے باقی اجزاء خواب کے اسی پر منطبق کر لیجیے اور یہ ارشاد کہ اُس کے خلق سے خوش ہونا چاہیے مطلب یہ کہ شغل علم کا ترک کرنا گو مرتبۂ کسب مین قبیح ہے مگر مرتبۂ خلق مین چونکہ متضمن ہے ہزارون حکمتون پر اس لیے اس حیثیت خاص سے اُس پر رضا چاہیے اس رضا کا اثر عمل مین یہ ہے کہ قبیح سے توبہ کرے اور اُس کو ترک کرکے اُس کے تدارک مین تو مشغول ہونا ضروری ہے لیکن شب و روز تاسف مین رہنا بعض اوقات موجب تعطل ہو جاتا ہے اس لیے شدت تاسف کے وقت یہ سمجھیے کہ اس مین بھی میرے لیے کوئی حکمت ہوگی مثلاً یہی حکمت ہو کہ مجھکو اس قبیح کے آثار کا مشاہدہ ہو گیا اب فعل حسن سے موازنہ بصیرت کے ساتھ کر سکتا ہون جس سے اُس قبیح سے سخت نفرت ہوتی ہے اس لیے بزرگون نے گناہ کے زیادہ سوچنے سے روکا ہے مولانا کا قول ہے ؎ ماضی و مستقبلت پردہ خدا است + اور فرمایا ہے ؎ ای کہ از حال گذشتہ توبہ جو + کے کنی توبہ ازین توبہ بگو اس مضمون کو لکھنے سے پورا سمجھنا مشکل ہے زبانی تفہیم ممکن ہے **لطیفہ** - بشارت - قرینا ہم نجیا مین ایک نکتہ بھی ہے وہ یہ کہ یہ عنوان حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان مین وارد ہے چونکہ آپ کا نام بھی موسےٰ ہے اس لیے اسمین لفظی رعایت بھی اعلیٰ درجہ کی ہے اور معنوی رعایت مقتضی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو تشبہ کمالات مین اُن کے ساتھ ہوگا جس کو بزرگون نے

قدم موسیٰ پر ہونا لکھا ہے - واللہ اعلم ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

سوال - ایک شخص نے ایک میت کو خواب مین دیکھا پوچھا کہ تجھے ہر قسم کی مختلف نعمتین کھانے پینے کو خداے تعالیٰ کے یہان سے ملتی ہین میت نے جواب دیا کہ کوئی نہین صرف ایک چیز ملتی ہے تم توسب چیزین ہر قسم کی کھاتے ہو اور مجھے ایک ہی چیز ملتی ہے - اُس کا منشا معلوم ہوتا تھا کہ تم سب چیزین کھاتے ہو اور مجھے نہین دیتے - کیا ایصال ثواب مین اختلاف الوان کو کچھہ دخل ہی اگر ہے توکیا ہے اور اگر نہین تو خواب کے کیا معنے -

الجواب - اختلاف الوان واطعمہ کو اختلاف ثواب مین دخل ہونا منصوص نہین دیکھا اور قیاس ان اُمور مین کافی نہین بہرحال اگر واقع مین دخل نہین ہے تب تو یہ خواب تصرف ہے متخیلہ کا اور اگر دخل ہے تو اُس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حسب آیۂ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون مدار ثواب کامل کا ا حبیت منفق کی ہے اور طبعاً اختلاف اطعمہ کو اختلاف ا حبیت مین دخل ہے کیونکہ ہر نوع کی طرف رغبت جداگانہ ہوتی ہے اس طور پر اگر ثواب مین کسی نوع کا اختلاف ہوتا ہو ممکن ہے واللہ تعالیٰ اعلم - ۵ - محرم ۱۳۲۳ھ

سوال - حقیقت خواب کے متعلق مجھے دریافت کرنا ہے کہ خواب کیا چیز ہے روح بدستور جسم مین رہتی ہے توبندہ مثلاً کلکتہ کیونکر جا پہونچتا ہے اور ولایت کی سیر کیونکر کر آتا ہے دن دیکھتا ہے رات دیکھتا ہے جینا دیکھتا ہے کن آنکھون سے دیکھتا ہے بعض واقعات آیندہ یا موجودہ یا گذشتہ صحیح بھی نکلتے ہے کیا مجرد روح سب کچھہ کرسکتی ہے بہرحال بامفصل لکھیے یا اس علم کی کوئی کتاب عنایت کیجیے ایک آریہ کے جواب مین مجھے ضرورت ہوئی ہے مین نے سوال کیا تھا کہ خدا بے آنکھہ دیکھتا بے کان سنتا ہے تو بلا مادہ اُس نے دنیا بھی بنا دی ہو اُس کے جواب مین وہ کہتا ہے کہ یہ کام تو روح بھی کرسکتی ہے -

الجواب - جو امر مدرک بالحواس نہو اور عقلاً بھی محتمل چند وجوہ کو ہو اُس کی حقیقت کی تحقیق کے لیے دلیل سمعی یعنی نقلی کی ضرورت ہے چنانچہ خواب اسی قبیل سے ہے اور نقل یعنی شرع نے ان اُمور سے بحث کی ہے جن کو نجات آخرت مین علماً یا عملاً دخل ہو اور خواب ان اُمور سے ہے نہین لہذا کسی قطعی دلیل سے اس کی حقیقت کا فیصلہ نہین ہوا اور جس مسئلہ سے سوال مین

مبحث خواب کو متعلق کر دیا گیا ہے اُن سے اس کو کوئی مس اور علاقہ نہین کیونکہ مادہ کے
قدیم کہنے والے خود مدعی ہین ہم کو اُن کے مقابلہ مین بلا جارحہ دیکھنے سننے اور بلا مادہ پیدا کرنے
مین اثبات استلزام کی حاجت نہین بلکہ خود اُن سے اس مدعا کے اثبات پر دلیل کا مطالبہ
کرنیکا حق حاصل ہوا اور جب وہ دلیل بیان کرین اُس کے مقدمات پر مواخذہ کرنیکا منصب ہی
اور ان سب کا جواب اُن کے ذمہ ہے پس روح خواہ بلا جارحہ دیکھے سنے یا مع الجارحہ کسی
حالت مین ہمکو نہ کوئی ضرر ہے نہ اُن کو کوئی نفع ہے جیسا کہ ہم جب حدوث مادہ کا دعوی کرینگے
تو اُس کی دلیل اور اوس دلیل پر جو باضابطہ اعتراض ہو گا اُس کا جواب یہ سب ہمارے
ذمہ ہو گا اس لئے مسئلہ خواب کی تحقیق اس مبحث سے محض خارج ہے بلکہ اُن سے دلیل کا
مطالبہ کرنا چاہیے اگر وہ دلیل عقلی پیش کرین گے ہم اُس کے مقدمات پر کلام کرین گے۔ اور اگر
دلیل نقلی پیش کرین گے تو اُس کے صحیح و معتبر ہونے پر ایسی دلیل قائم کرنا جسکا منتہی مقدمات
عقلیہ ہون ضروری ہو گا بس قدر ضروری تو صرف یہی امر ہے لیکن قطع نظر اس مسئلہ کے تعلق
سے مستقل طور پر آپ کے پوچھنے کی وجہ سے خواب کی حقیقت جو کہ ظنا سمجھا ہون عرض کرتا ہون
تصریحات مکاشفین و تلویحات نصوص سے ثابت ہوا ہے کہ علاوہ عالم دنیا اور عالم آخرت کے
ایک عالم مسمی بہ عالم مثال ہے اور اُس کے خواص عجیبہ مین سے ہے معانی کا بشکل صور متمثل ہو جانا
اور صور مقداریہ غیر مادیہ بھی اُسی مین موجود ہین اور مرنے کے بعد اسی عالم مین روح کا قرار او
تنعم و تالم اُس کا ہوتا ہے اور خواب مین بھی یہی عالم گاہی منکشف ہو جاتا ہے اور نیز ثابت ہوا
ہے کہ ہر انسان کے لیے جسد عنصری کے علاوہ ایک اور جسد بھی ہے جو کہ اس عالم مذکور مین
موجود ہے اسی لیے اُس کو جسم مثالی کہتے ہین اور روح کا تعلق اُس کے ساتھ بھی ہے پس
جو خواب کہ تصرف قوت متخیلہ کا ہو وہ تو اس بحث سے خارج اور منجملہ اضغاث احلام و خیالات
دماغیہ ہے لیکن جو خواب قوت متخیلہ کا تصرف نہو اُس کی حقیقت اسی عالم مثال کا کشف ہو جانا
ہے اور اُس مین جو دیکھنا سننا چلنا پھرنا وغیرہ دیکھتا ہے یہ سب افعال اُسی جسم مثالی کے
ہین اور اُس جسم مین اُس کے مناسب چشم و گوش وغیرہ سب ہوتے ہین اور یہ جسم منجملہ صور
موجودہ اُس عالم کے ہے اور جو واقعات بعینہ بیداری مین واقع ہوتے ہین اُس کے صور د

معانی کا امثال متبدل نہین ہوئے اور جنہین حاجت تعبیر کی ہوتی ہے وہ صور اور معانی دوسرے اشکال جوہریہ یا عرضیہ مین متبدل ہو کر متمثل ہو جاتے ہین جو شخص اصلی اور مثالی اشیاء مین مناسبت سمجھ جاتا ہے وہ معبر ہوتا ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔ ۱۴۔ جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ

سوال ۔ جناب فیضمآب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اگر خواب مین دیکھے تو اسمین شبہ کید شیطان کا ہے یا نہین مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے مکتوبات جلد اول مین ہے کہ فتوحات مکیہ مین لکھا ہے کہ حضرت کی اصلی صورت جو مدینہ منورہ مین مدفون ہے اس صورت مین شیطان ہرگز نہین بن سکتا باقی اگر کسی دوسری صورت مین بنکر وہ دلمین ڈالے اور بتائے کہ فلان ہین تو کر سکتا ہے اور اسمین یہ بھی لکھا ہے کہ بعض علماء اسطرف گئے ہین کہ اس کو اسکی طاقت بھی نہین ہے کہ کسی کے ساتھ ایسا مکر کر سکے اس سے وہ عاجز ہے بلکہ جس طرح اور جس صورت کو دیکھے اور اسے معلوم ہو کہ یہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو وہ بھی حق ہوگا یہان باطل کا گذر نہین ہے اب مجھے یہ پوچھنا ہے کہ مین دونون مین کس کو حق سمجھون جب سے یہ دیکھا گیا دلمین بڑا شبہہ پیدا ہو گیا کیونکہ ہمنے اصلی صورت مبارک کبھی دیکھا نہین اب اگر ہم خواب مین دیکھین تو کیونکر جانین گے ۔ کہ یہ آپ کی صورت مبارک ہی یا نہین ۔

الجواب ۔ اکابر کے دونون قول ہین مگر میرے نزدیک دوسرے قول کو ترجیح ہے لیکن یہ ترجیح ظنی ہے اعتقاد جازم کے لیے کافی نہین باقی یہ کہ کیونکر جانین گے اس کے لیے شہادت قلب جو بطور علم ضروری غیر استدلالی کے حاصل ہو جاتی ہے کافی ہے ۔ واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم ۔ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

سوال ۔ اجازت روح کو ملتی ہے کہ وہ خواب مین آوے اور نصائح وغیرہ کر سکے ۔

الجواب ۔ یہ امر ممکن ہے لیکن خواب کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اُس کی صورت مراد ہو دوسرے وہ کہ اُس صورت سے کوئی معنے مقصود ہون قسم اول محتاج تعبیر نہین دوسری قسم محتاج تعبیر ہے پس اگر پہلی قسم واقع ہو تو اُسمین وہی روح ہوگی اور کلام وغیرہ اُسی کا ہوگا اور باذن الٰہی ہے اُس کے یہ افعال سمجھے جاوین گے اور اگر دوسری قسم ہو تو معنے مقصود کچھ اور ہونگے

جو اُس صورت میں متمثل ہو گئے لیکن اس کی شناخت کہ یہ خواب کونسی قسم کا ہے کوئی قابل یقین و اطمینان نہیں اس لیے ہر خواب میں میرے نزدیک دونوں احتمال برابر درجہ کے ہونگے خلاصہ یہ کہ امکان یقینی ہے اور وقوع یقینی نہیں - فقط ۱۱- ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

تحقیق تمثل شیطان بانبیاء و اولیاء

سوال - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در مقدمہ زیارت انبیاء علیہم السلام و نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام و سید الشہداء حسین و اولیاء اللہ و صوفیہ کرام کو جو شخص بحالت بیداری یا خواب میں زیارت سے مشرف ہو تو ایسے موقع پر شیطان کی نسبت بدگمانی ہو سکتی ہے یا نہیں بینوا توجروا -

الجواب - جناب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں تو احتمال شیطان کا نہیں ہو سکتا عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی متفق علیہ وعن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رأنی فقد رأی الحق متفق علیہ مشکوٰۃ کتاب الرویا اور غیر انبیاء کی صورت بن سکتا ہے چنانچہ لبستان الجن میں شیخ ابو العباس سے چند قصے اس قسم کے نقل کیے ہیں البتہ سوائے رسول اللہ صلعم کے جو اور انبیاء ہیں اُنکے بارہ میں تردد ہے مجھکو تحقیق نہیں البتہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی حدیث بالا کے نیچے لکھتے ہیں و علماء این را از خصائص آنحضرت شمردہ اند و ازینجا ظاہر میشود کہ این حکم در غیر وے صلعم جاری نیست اشعۃ اللمعات اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی شکل بھی بن سکتا ہے اور نیز اس سے پہلے لکھتے ہیں چہ آنحضرت مظہر ہدایت ست و شیطان مظہر ضلالت و میان ضلالت و ہدایت ضدیت ست الی آخر ما قال اس دلیل کا متقضایہ ہے کہ اور انبیاء کی شکل بھی نہیں بن سکتا اور قواعد شرعیہ سے اسیکو ترجیح معلوم ہوتی ہے -

کتاب البدعات

تحقیق محفل مولود مروجہ

سوال - مولود شریف ایک محفل آرائش میں پڑھنا اور کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں لفظ اسی طرح پڑھا جاوے کہ کبھی کچھ بیان بعبارت نثر اور کبھی چند اشعار نعت بعبارت نظم پڑھے جاوین

یہ بھی جائز ہے یا نہیں اور ثواب ہے یا بدعت مفصل تحریر فرماوین۔

الجواب - ذکر ولادت شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب اور افضل ہے اگر بدعات اور قبائح سے خالی ہو اس سے بہتر کیا ہے قال الشاعر و ذکرک للمشتاق خیر شراب + وکل شراب دونہ کسراب + البتہ جیسا ہمارے زمانہ مین قیودات و شنائع کے ساتھ مروج ہے اس طرح بیشک بدعت ہے اور بوجوہ ذیل ناجائز اولاً یہ کہ اکثر مولود خوان جاہل ہوتا ہی اور روایتین اکثر غلط اور موضوع بیان کرتا ہے اور سب قاری و سامعین تحت وعید من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار الحدیث داخل ہوتے ہین ثانیاً یہ کہ اہتمام اس کا مثل اہتمام ضروریات دین کے بلکہ زیادہ کرتے ہین کہین قالین و فروش کہین چوکی و مسند کہین شامیانہ کہین گلاب پاش کہین شیرینی کہین قندیل فانوس جھاڑ چمنی گلاس کہین لوبان سلگنا اور بہت سے امور غیر ضروریہ کو ضروری سمجھتے ہین اور بغیر ان سامانون کے مولود کرنے کو خالی پھیکا سمجھتے ہین ان چیزون مین ناحق اسراف بیجا ہوتا ہے ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الآیہ ثالثاً یہ کہ تعیین و تقیید روز ولادت کو ضروری سمجھتے ہین کہ اور کسی دن مولود میں فضیلت نہین ہے غیر مقید کو مقید سمجھنا اور غیر ضروری کو ضروری جاننا بدعات قبیحہ سے ہے و رہبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم رابعاً یہ کہ اکثر اہل محفل اہل بدعت یا فساق و فجار ہوتے ہین اُن کے ساتھ ناحق مساہلت و مداہنت کرنی پڑتی ہے اور بلکہ اُنکی تعظیم کرتے ہین قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین عن ابراھیم بن میسرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلا خامساً یہ کہ اکثر اشعار نعت تصنیف جاہلون کے ہوتے ہین کہین اُسمین توغل شان نبوی ہوتا ہے کہین اور انبیاء اور ملائکہ کی نسبت بے ادبی ہوتی ہے قال علیہ الصلوۃ والسلام لا تطروني کما اطرت النصاری الحدیث وقال عم لا تخیروني علی موسیٰ وقال

لہ وقال ابن مسعود رض لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ ۱۲ منہ عفی عنہ و ﷲ در من قال گر حفظ مراتب نکنی زندیقی -

ماینبغی لعبد ان یقول انی خیر من یونس بن متّٰی وقال لا تفضلوا بین انبیاء الله الحدیث اے تفضیلا یؤدی الی تحقیر بعض سادسا وقت ذکر ولادت کے کھڑے ہوتے ہین پھر اسمین بعض کا عقیدہ تو یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت تشریف رکھتے ہین یہ تو بالکل شرک ہے اگر علم یا قدرت بالذات کا عقیدہ ہو ورنہ کذب و افترا علی اللہ والرسول ہے اور بعض کہتے ہین کہ ہم واسطے تعظیم ملائکہ کے جو کہ اسوقت موجود ہین کھڑے ہوتے ہین یہ بھی جہل ہے اول تو ملائکہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتے ہین محفل ذکر کی کیا تخصیص ہے اور اگر محفل ذکر ہی کی تخصیص ہے تو محفل ذکر ولادت کی کیا تخصیص ہے اور اگر اس کی بھی تخصیص ہے تو خاص وقت ذکر ولادت کی کیا تخصیص ہے کہ اُسی وقت ملائکہ کی تعظیم ہو اور وقت نہو اور اگر محض تعظیم ذکر کے لیے کھڑے ہوتے ہین تو اگر سوا اس محفل کے اور کسی جگہ کوئی ذکر کرے کہ حضرتؐ پیدا ہوئے تو کیون نہین کھڑے ہوتے معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک حرکت لغو و بیہودہ ہے سابعًا یہ کہ ان اُمور پر اصرار کرتے ہین اور منع کرنے والون سے جھگڑتے اور عداوت کرتے ہین اور اصرار معصیت پر سخت معصیت ہے پس بوجوہ مذکورۃ الصدر نکرنا ہی اسکا بہتر ہے ہان اگر بصورت مجلس وعظ کے خالی ان لغویات سے ہو کچھ حرج نہین اور حیرت ہے کہ یہ لوگ محبت نبوی کا دعوی کرتے ہین اور پھر ان بدعات کے مرتکب ہوتے ہین محبت کو تو اطاعت لازم ہے قال ابن المبارکؒ ؎ تعصی الاله وانت تظهر حبه + هذا لعمری فی الفعال بديع + لو كان حبك صادقا لاطعته + ان المحب لمن يحب مطيع + والله اعلم اللهم وفقنا لما تحب وترضاه ۱۲

ے بعضے لوگ اسکا یون جواب دیا کرتے ہین کہ چونکہ بار بار کھڑے ہونمین حرج ہے اسلیے ہمیشہ ضرور نہین قال تعالی وما جعل علیکم فی الدین من حرج جیسے حضرتؐ کا نام کئی بار سنین تو ہر بار درود پڑھنا ضرور نہین ایکبار کافی ہے فقط اور یہ جواب بالکل مغالطہ ہے کیونکہ اگر اسکو تسلیم بھی کیا جاوے جب بھی ہر مجلس مین ایکبار تو ضرور کھڑا ہونا چاہیے جو پھر اُسی مجلس مین دوبارہ ذکر ہو تو حرج سمجھکر چاہین پھر نہ کھڑے ہوا کرین جیسے حضرتؐ کا نام سنکر ایکبار درود ضرور ہے پھر اختیار ہے پس ہمارا اعتراض پھر باقی رہا کیونکہ ہر مجلس مین ایک بار بھی کوئی نہین کھڑا ہوتا ۱۲ ع ولن یصلح العطار ما افسده الدهر ۱۲ اسلیے کیونکہ بدعات و مکروہات کے ملنے سے عبادت بھی معصیت ہوجاتی ہے جیسے کوئی حالت جنابت مین وقت دوپہر کے نماز پڑھنے لگے سخت گنہگار ہوگا حالانکہ نماز افضل عبادت ہے ۱۲

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ قبور کو بوسہ دینا اور ان کو تعظیما سجدہ کرنا اور اولیاء کرام کا برسوین دن عرس کرنا اور منتین ماننا اور قبرون کا طواف کرنا اور قبرون پر نوبت نقارہ بجانا اور انپر چراغ جلانا اور انپر غلاف چڑھانا اور ان کا پختہ بنانا اور محافل و مجالس مین بیٹھکر مزامیر سننا اور دست بستہ کھڑے ہوکر واجد اور راقص کی تعظیم کرنا اور دست بستہ کھڑے ہوکر اُستاد کو قرآن شریف سنانا اور یا شیخ سلیمان رح اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا وظیفہ پڑہنا شرع شریف مین جائز ہے یا نہین بینوا توجروا فقط

الجواب - اِن اُمور مین سے بعضے تو بالکل شرک ہین جیسے تعبداً سجدہ کرنا اور منتین ماننا اور طواف کرنا اور یا شیخ عبدالقادر و یا شیخ سلیمان کا وظیفہ پڑھنا جیسا عوام کا عقیدہ ہے ان کے مرتکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور مشرک بنجاتا ہے امر ان لا تعبدوا الا ایاہ اور بعضے امور بدعت و حرام ہین اُن کے کرنے سے بدعتی و فاسق ہوگا کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار البتہ اگر ان کو مستحسن و حلال سمجہے گا تو خوف کفر کا ہے کیونکہ استحلال معصیت کا کفر ہے اور قرآن شریف کا اُستاد کے سامنے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی بہتر نہین کیونکہ عبادت مین دست بستہ ہونا بجز خدا کے کسی کے سامنے روا نہین۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم فقط

قیام مولود شریف

سوال - قیام مولود شریف کیا ہے قیام و عدم قیام کی دلیل چاہیے اور بعض فرماتے ہین وقت قیام روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خود محفل مین آتی ہے جواب اسکا عطا ہو

الجواب - اول تو اس محفل مولد مین جو کہ آجکل رائج ہے خود کلام ہے اسمین بہت سی خرابیان ہین اولاً ثانیاً ثالثاً رابعاً خامساً اعنی ماذکرت سابقا فی المسئلۃ السابقۃ علی السابقۃ علی ہذا فلینظر ثمہ - پھر قیام تو سب سے بڑھکر ہے اور خصوصاً یہ سمجھکر کہ روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل مین تشریف لاتی ہے اور آپ ہمارے قیام سے خوشنود ہوتے ہین اور خیر قطع نظر اس سے کہ آپ کو اپنے لیے قیام پسند تھا یا نہین خود اس تشریف آوری کے دعوے پر کوئی دلیل نہین کسی آیت سے ثابت نہین کسی حدیث مین نہین کوئی دیکھتا نہین پھر کہان سے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لاتے ہین یہ جناب سرورؐ پر افترا محض ہے من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار الحدیث جیسا نا کہے ہوئے قول کو آپ کی طرف منسوب کرنا حرام ہے ایسی طور نا کیا ہوا

فعل بھی آپ کی جانب منسوب کرنا حرام ہے بلکہ اس دعوے کے بطلان پر بہت سے امور دلالت کرتے ہین اوّل تو یہ کہ اگر ایکوقت مین کئی جگھہ محفل منعقد ہو تو آیا سب جگھہ تشریف لیجاوینگے یا کہین کہین، یہ تو ترجیح بلا مرجح ہے کہ کہین جاوین کہین نہ جاوین اور اگر سب جگھہ جاوین تو وجود آپ کا واحد ہے ہزار جگھہ کسطور جا سکتے ہین یہ تو خدا تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ ایک وجود سے سب جگھہ حاضر و ناظر رہے اور جو تعدد وجودات کا دعوی کرے دلیل لاوے پھر دوسرے یہ کہ آیا ایسی ہی محفل آراستہ پیراستہ مین تشریف لاتے ہین یا اگر کوئی ویسے بھی آپ کا ذکر ولادت کرے جب بھی آپ تشریف لاتے ہین اگر اس قسم کی زیب و زینت مین تشریف لاتے ہین اور خالی ذکر ولادت کے وقت تشریف نہین لاتے تو یون کہیے کہ باعث آپ کی تشریف آوری کا زیب و زینت ٹھیری ذکر ولادت مین کچھہ فضیلت نہوئی اور اگر خالی ذکر ولادت کے وقت بھی تشریف لاتے ہین تو اسوقت تعظیم کو کیون نہین اٹھتے کیا تعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مقید اس محفل ہی کے ساتھہ ہے پھر تیسرے یہ کہ آپ کو خبر کسطرح ہوتی ہے کہ فلان جگھہ پر مولود ہے خود تو خبر نہین ہو سکتی، لا یعلم الغیب الا اللہ اگر ہو تو فرشتون کے ذریعہ سے ہو جب بھی تشریف آوری آپ کی بعید معلوم ہوتی ہے کیونکہ درود شریف کی فضیلت صحاح سے ثابت اور مولود کا درود سے افضل ہونا کہین ثابت نہین تو جب باوجود افضلیت اور مقبولیت درود شریف کے آپ خود اس جگھہ تشریف نہین لاتے بلکہ فرشتے آپ پر پیش کرتے ہین تو مولود کی محفل کہ جسکی فضیلت درود شریف پر کہین ثابت نہین وہان تو آپ کو کیا تشریف لانا پڑا اور لیجیے آپ کو اپنی امت کا کس قدر خیال اور کتنی توجہ پھر انکا احوال آپ کے سامنے فرشتے لیجا کر پیش کرتے ہین تو مولود شریف کی طرف نہ آپ کو اتنا خیال نہ اسقدر توجہ اسمین کیسے تشریف لانے لگے چوتھے یہ کہ غور کرنا چاہیے کہ بہ نسبت حالت موت کے حالت حیاۃ مین تصرفات اور کمالات زیادہ ہوا کرتے ہین پھر زندگی مین آپ کا حال دیکھیے خبرون کے لیے جا بجا خطوط اور قاصد روانہ فرمایا کرتے تھے ورنہ علی صدق ہذا الدعوے قاصدون کے پیر توڑنے کیا ضرور تھے خود سب جگھہ تشریف لیجایا کرتے اور سب جگھہ کا حال معلوم فرمالیا کرتے جب زندگی مین آپ سے یہ امر صادر نہین ہوا تو بعد موت ظاہری کیسے دعوی کر سکتے ہین اور دعوے بھی

بلا دلیل کوئی دلیل نہین حجت نہین جو منہہ مین آیا کہدیا جاجی مین آیا سمجھ لیا صدق تعالی افرأیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ مولود کیا معاذ اللہ منہا عاملون کی حاضرات ہوگئی کہ جب کسی نے چاہا شیرینی رکھکر مولود پڑھکر حضرت کو بلا لیا کیسی گستاخی اور بے ادبی ہے جیسے رافضی معاذ اللہ تعزیہ مین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مانتے ہین اور اگر بفرض محال کبھی ایسا اتفاق بھی ہوا ہو تو خرق عادت ہے اور خرق عادت دائم اور مستمر نہین ہوتا علاوہ برین یہ امر متعلق کشف کے ہے اور کشف حجت تامہ نہین بلکہ وہ محفل تو وجوہات مذکورہ بالا سے ایسی نکمی ہو جاتی ہے کہ اگر پہلے سے کچھ خیر و برکت بھی ہو تو وہ بھی جاتی رہے اور تشریف لانا تو درکنار شاید اگر آپ کی محفل مین ایسے امور ہوتے جب بھی آپ انکو نکال دیتے یا خود اعراض فرما کر چلے جاتے اور عجب نہین کہ کچھ زجر و توبیخ و عقاب فرماتے یہ عقیدہ بالکل شرک اور محض افترا جناب نبوی مین ہے اس سے توبہ کرنا چاہیے قال صلی اللہ علیہ وسلم لا تطرونی کما اطرت النصاری **شعر**۔ گر نہ بندی زین سخن تو حلق را + آتشے آید بسوز د خلق را + آتش گر نامدست این دود چیست + جان سیہ گشت و روان مردود چیست + پس ثابت ہوا کہ قیام کی یہ وجہ تو باطل ہے پس اب کیا وجہ ہے بعض کہتے ہین کہ ہم واسطے تعظیم ملائکہ کے جو کہ اسوقت موجود ہین کھڑے ہوتے ہین یہ بھی جہل ہے الی آخر المسئلۃ السابقۃ علے السابقۃ علی ہذا۔

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین اس صورت مین کہ جس وقت موذن اقامت مین اشہد ان محمدا رسول اللہ بولے تو سننے والا دونون انگوٹھون کو چوم کر دونون آنکھون پر رکھے یا نہین اگر رکھنا ہی تو آیا جائز آیا مستحب آیا واجب آیا فرض ہے اور جو شخص اُس کا مانع ہووے اُسکا کیا حکم ہی اور اگر نہین رکھنا ہی تو آیا مکروہ آیا مکروہ تحریمہ آیا حرام ہے اور مرتکب اس فعل کا ہووے اُس کا اور جو حکم کرے اُس کا حکم کیا ہی بینوا توجروا۔ جدید یہ کہ اذان پر قیاس کرکے تحریر لفرماوین بلکہ درصورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کرکے تحریر فرماوین۔

الجواب۔ اول تو اذان ہی مین انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہین اور

جو کچھ بعضے لوگون نے اسبارہ مین روایت کیا ہی وہ محققین کے نزدیک ثابت نہین چنانچہ شامی بعد نقل اُس روایت کے لکھتے ہین وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیء انتھی جلد اول صفحہ ۲۶۷ مگر اقامت مین تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہین پس اقامت مین انگوٹھے چومنا اذان کے وقت چومنے سے بھی زیادہ بدعت اور بے اصل ہے اسیواسطے فقہار نے اُس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے ونقل بعضھم ان القھستانی کتب علی ھامش نسختہ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع ۱۲- جلد اول صفحہ ۲۶۷ ۵- محرم سنہ ۱۳۰۱ھ

مصافحہ بعد نماز

سوال- چہ می فرمایند علماء دین درباره کثرت مصافحہ بروز جمعہ وبعد نماز عیدین وبعد نماز پنجگانہ بخصوصیت وقت مصافحہ بدعۃ قبیحہ می شود یا موجب ثواب عظیم-

الجواب- مصافحہ کردن مطلقاً سنت ست بوقتے خاص مخصوص نیست پس تخصیص آن بروز جمعہ وعیدین وبعد نماز پنجگانہ وتراویح بے اصل است ہان اگر در ہمین اوقات یکسے بعد مدتے ملاقات شود با ومصافحہ کردن مضائقہ ندارد نہ اینکہ از خانہ یا مسجد یا عیدگاہ ہمراہ آیند وپس از نماز مصافحہ ومعانقہ کنند واللہ اعلم

فاتحہ مروجہ

سوال- طریقہ فاتحہ گذشتگان اعنی سوم ودہم وچہلم وشش ماہی وسالیانہ کہ درین دیار مروج ست درین بعض علماء وقت اختلاف می کنند بدعۃ شنیعہ ومکروہ می گویند واقوال چند بر درستی اوست وبعض ہم می گویند کہ طعامی کہ بعد موتی بہ نیت ثواب پزند وبرو دست برداشتہ فاتحہ دہند آن طعام بباعث فاتحہ گندہ شود کہ طریقہ فاتحہ در زمان نبوی واصحاب کبار وتابعین واتباع تابعین رض نبود وطعام وشیرینی کہ نیاز بزرگان ست مردارست-

الجواب- سوم ودہم وچہلم وغیرہ ہمہ بدعات وماخوذ از کفار ہنود است وآنکہ طعام روبرو نہادہ چیزے می خوانند این ہم طریقہ ہنود است ترک چنین رسوم واجب است کہ من تشبہ بقوم فہو منھم وہر گاہ طعام بچنین بدعات متلبس شد بہتر آنکہ این چنین طعام نخوردہ شود کہ

عہ قلت واما الموقوف فانہ وان کان منقولا لکن مع ضعف اسنادہ لیس فیہ کون ہذا العمل طاعۃ بل ہو رقیۃ للحفظ عن الرمد والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعۃ والمباح یصیر بدعۃ باعتقاد کونہ طاعۃ ۱۲ منہ

دع ما یوہمک الی ما لا یوہمک وطعام وشیرینی کہ نیاز بزرگان می باشند در و دو جہت است بعضے جہال بہ نیت تقرب بدیشان وطلب مرادہا از یشان می کنند این شرک است واین چنین طعام یا شیرینی خوردن حرام ست وما اہل بہ بغیر اللہ و بعضے محض برائے خدا می کنند ونیت می دارند کہ خدا تعالیٰ ثوابش بروح فلانی بزرگ رساند این جائز ست وچنین طعام و شیرینی ہم حلال واللہ اعلم۔

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس امر مین کہ ایام محرم الحرام مین شہادت نامہ پڑھنا مجمع عام مین اور حالات سید الشہداء علیہ السلام بیان کرنا جائز ہے یا نہین جیسا کہ اکثر ہندوستان مین عادۃ ہے کیونکہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ وحضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے غنیۃ الطالبین واحیاء العلوم مین اس امر کو حرام ومکروہ اور شعار روافض سے فرمایا ہی مثل مشاجرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پس آپکو اس امر کی تشریح بخوبی فرمانا چاہیے کہ آیا پڑھنا شہادت نامہ کا جائز ہے یا نہین اور جائز ہے توکس طور پر اور کس صورۃ سے ؟

الجواب - فی الحقیقت واقعہ جانکاہ جناب سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وعن احبائہ وسخط علے قاتلیہ واعدائہ اس قابل ہی کہ اگر تمام زمین وآسمان وحور وملک وجن وانس وجمادات ونباتات وحیوانات قیامت تک یہ کہہ کہہ کر رووینگے

ے صبت علی مصائب لو انہا صبت علے الایام صرن لیالیا

توبھی تھوڑا ہے مگر خیال کرنے کی بات ہے کہ جنکی محبت مین رووین بیٹھین تو جو حرکات انکے خلاف طبع ہون انکا ارتکاب ان حضرات کے ساتھہ سخت عداوت کرنا ہی ع دوستی بجز چون دشمنی ست ۔ پس ہیئت کذائیہ با جتماع مردمان جاہلان بخصوص ایام عشرہ محرم الحرام بہ بیان غیر واقعی وروایات موضوعہ بحرکات غیر مشروع وافعال ناجائز ونوحہ حرام شہادت نامہ پڑھنا بحسب ارشاد حضرت غوث الثقلین وحضرت امام غزالی رحمہما اللہ تعالیٰ بیشک بدعت اور شعار روافض ہے احتراز اس سے واجب ہے عن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ قال نہیٰ رسول اللہ علیہ وسلم عن المراثی (فی حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم وکل

بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار اور خصوصاً انہین لوگون کی مجلس مین جانا اور
وہان مین شریک ہونا سخت مذموم اور قبیح ہے من کثر سواد قوم فہو منہم و من رضی
عمل قوم کان شریک من عمل بہ رواہ الدیلمی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کذا
ذکر السیوطی فی جمع الجوامع ہان البتہ اگر گاہے گاہے بہ نیت برکۃ بطور ذکر بزرگان بلا تعیین
یوم و بلا التزام اجتماع مجمع بروایات صحیحہ معتبرہ بلا شرکت روافض بدون افعال و اقوال
نامشروع پڑھے اور غمگینؑ ہو باعث خیر و برکۃ ہے

اعد ذکر اھل البیت لی ان ذکرھم هو المسك ما کررتہ یتضوع

سوال - بخدمت ذو المجد والکرم مولانا و مقتدانا مولوی اشرفعلی صاحب مدفیضہم - پس
از سلام مسنون معروض آنکہ اگرچہ مین ایک شخص اجنبی ہون لیکن بعض اعتبارات سے
اپنے آپ کو زمرۂ خدام مین تصور کرتا ہون اور اس بنا پر بے تکلفانہ ایک تکلیف خاص دینے
کی جرأت کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ مجھکو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ
سرہ العزیز کے ساتھ بعض وجوہات سے ہمیشہ سے ایک عقیدہ قلبی ہے اور جو حضرات
حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ واسطہ و ارادت رکھنے والے ہین اُن کے
ساتھ بھی دلی اخلاص ہے اور بالخصوص حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مدظلہم
العالی کے ساتھ جنکے محامد خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تالیفات
مین بالتخصیص ارقام فرمائے ہین اور اپنے معتقدین کو اُنکی جانب رجوع دلانیکی ہدایۃ فرمائی
ہے ایک خاص ارادت ہے لیکن بعض اوقات بعض مخالفین اور مبتدعین کے بعض اغراضات
اور شبہات کی وجہ سے جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سلمہ اللہ
تعالی کے بعض معمولات اور معتقدات کے مختلف فیہ ہونے کے بارہ مین کیے جاتے ہین اور
جنکا جواب معقول اپنے آپ سے بن نہین پڑتا طبیعت کو ایک خلجان پیدا ہو جاتا ہے اس
لیے مین یہ چاہتا ہون کہ اُن شبہات کا دفعیہ مخالفین کے جواب اور نیز اپنی تشفی قلب کے
واسطے آپ کے ذریعہ سے کرون کیونکہ اول تو مخالفین کو ایسے شبہات پیدا کرنے کے لیے

دفع بعض شبہات متعلقہ مسائل حضرت حاجی صاحب مرحوم و خلفاء ذی شان

ع یعنی طبعاً نہ کہ قصداً و اہتماماً ۱۲

جو زیادہ جرأت اور قوۃ ہو گئی ہے وہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کی اشاعت ہے اور یہ رسالہ
آپ ہی کا شائع کیا ہوا ہے۔ اگرچہ آپ نے اس کے ساتھ ایک مضمون بطور ضمیمہ کے
بھی اضافہ فرمایا ہے جو صرف ہم جیسے معتقدین کے لیے فی الجملہ باعث طمانیت ہو سکتا ہے
لیکن تاہم وہ مضمون اس اصلی تحریر کے مطلب پر کوئی کافی و وافی اثر پیدا نہیں کر سکتا
اور مخالفین اسکو نظر تام سے دیکھنے اور قابل قبول قرار نہیں دیتے بلکہ اس تقریظ کے
مضمون سے جو رسالہ درمنظم مولفہ شاہ عبدالحق صاحب مہاجر مکی پر جو حضرت حاجی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے ارقام فرمائی ہے اس اصلی مضمون رسالہ فیصلہ کی تائید ہوتی ہے دوسرے
یہ کہ جناب کی تحریرات جسقدر اس وقت تک میرے مطالعہ سے گذری ہیں ان کو تعصب
و تشدد و نفسانیت سے مبرا اور انصاف اور حقانیت اور معقولیت سے مملو پایا جو مخالف
کو موافق اور حق ناشناس کو حق پسند بنانے کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے تیسرے یہ کہ غالباً آپکو
اُن فتاوی کا حال بھی معلوم ہو گا جو اہل ہند نے کسی کسی مسئلہ مختلف فیہ کی نسبت مکہ معظمہ
سے طلب کئے تھے اور اسکا جواب بعض مخالفین کے حسب منشا ملا اور جن پر مخالفین حضرت
حاجی صاحب کی مہر اور دستخط ہونا بھی بیان کرتے ہیں چوتھے یہ کہ جہانتک مجھکو تحقیق
ہوا ہے آپ اسی کار خیر کے متعلق عرائض کے جواب دینے اور اپنے اوقات عزیز کے صرف
کرنے میں بخیال اصلاح حال و قال مومنین و حقوق المسلمین دریغ بھی نہیں فرماتے ہیں
لہذا وہ شبہات ذیل میں گذارش کر کے امیدوار ہوں کہ بمقتضائے شفقت و ہمدردی
اسلامی تفصیلی جواب انکا مرحمت ہو تاکہ آیندہ کے لیے اس قسم کے خلجان سے جو وساوس
شیطانی کہے جانے کے لائق ہیں طبیعت محفوظ رہے اور مخالفین کو جواب معقول دے کر
ساکت کرنیکا موقع ملے۔ **شبہ اول** یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے
بعض معتقدات و معمولات جو انکے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ سے یا تقریظ مندرج رسالہ
درمنظم سے یا بعض دیگر فتوے ہم مضمون رسالہ مذکور پر دستخط اور مہر ہونے سے یا ان معتقدات
اور معمولات کی نسبت بعض اشخاص معتمد کی چشم دید اور گوش زد احوال و اقوال بیان کرنے
سے ثابت ہوتے ہیں آیا واقعی تھے یا یہ اقوال و افعال بخلاف اپنے ذاتی عقیدہ کے کسی مصلحت

کو قبیح نہ سمجھے یہ اختلاف ضلالت و معصیت ہی دوم یہ کہ اُن مفاسد کو قبیح سمجھے اور ان مفاسد کے ساتھ ان اعمال کی بھی اجازت نہ دے مگر بوجہ حسن ظن اور عوام الناس کے حالات تفتیش نکرنے سے یہ سمجھ کر کہ لوگ ان مفاسد سے بچتے ہونگے یا بچ جاوینگے اجازت دیدی سویہ اختلاف فی الواقع مسئلہ مین اختلاف نہ ہوا بلکہ ایک واقعہ کی تحقیق کی غلطی علم وفضل یا ولایت بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہوسکتی ہے اور اس سے عظمت یا شان یا کمال اور قرب الٰہی مین کچھ فرق نہیں آتا انتم اعلم باموردنیاکم خود حدیث مین ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ درباب بشارت یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا باوجود صدور حکم نبوی درباب اجراء حد زنا ایک جاریہ کے زچہ ہونے کی وجہ سے تعمیل حکم مین التوا کرنا اور حضور کا اس کو پسند فرمانا خود احادیث صحیحہ مین آیا ہی امید ہے کہ میرے اس مختصر مضمون سے سب شبہات حل ہوگئے ہونگے مگر احتیاطاً کسی قدر مفصل بھی عرض کرتا ہون **شبہ اول** کا جواب یہ ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہی عقائد ہین جو اہل حق کے ہین اور حضرت رح کا ان اعمال مین شریک ہونا یا تحریراً وتقریراً اذن فرمانا نعوذ باللہ مبنی فساد عقیدہ پر نہیں ہے نہ تقیہ پر ہے بلکہ چونکہ یہ اعمال فی نفسہا جائز ہین انکو جائز سمجھکر کرتے تھے اور رہتے تھے اور گمان یہ تھا کہ فاعلین یا مخاطبین یا حاضرین مجلس بھی اُن مفاسد سے مبرا ہونگے تو بعض جگہہ یہ گمان صحیح تھا۔ اور بعض جگہ حسن ظن کا غلبہ تھا اور یہ ہی صورت اکثر تھی اور جو لوگ بدعۃ وضلالت ہی کہتے ہین نفس افعال کو نہیں کہتے کہ حضرت پر اثر پہنچے بلکہ مفاسد کو کہتے ہین جس سے حضرت خود بری ہین پس حضرت کے قول وفعل کا خلاصہ یہ نکلا کہ یہ افعال بلا مفاسد جائز ہین اور فتوائے علماء کا حاصل یہ ہوا کہ یہ افعال مع المفاسد ناجائز ہین سو اسمین کچھ اختلاف نہ ہوا البتہ یہ امر کہ آیا اکثر مواقع مین یہ مفاسد موجود ہین یا نہین اسمین حضرت رح اور علماء کا اختلاف رہا سو یہ ایک واقعہ مین اختلاف ہی جیسے زید کے کھڑے ہونے مین اسمین اگر حضرت رح کو صحیح خبر تحقیق نہ ہو تو حضرت رح پر الزام وملامت نہیں اور نہ اختلاف کرنیوالون کو اُسکے خلاف سے کوئی ضرر۔ **دوسرے شبہ** کا جواب یہ ہے کہ جو امر یقیناً خلاف ہو اسمین شیخ کا اتباع مرید کو ضرور نہین اور جو امر ایسا ہو کہ شیخ کا عقیدہ اسمین صحیح ہے اور کسی واقعہ کی صحیح خبر نہ پہنچنے سے عمل خلاف

مصلحت ہوگیا چونکہ فی نفسہ وہ امر خلاف شرع نہین حسن عقیدہ و نیت سے شیخ نے کیا ہے وہ خلاف
شرع نہین ہے اس لیے شیخ کی عظمت مرید کے قلب سے ذرہ برابر نہین گھٹ سکتی مثلاً اگر کسی شخص
نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے مین زہر ملا کر کھلا دیا اور آپ کو اسوقت خبر نہوئی تو صحابہ کے
قلب سے یہ سمجھکر کہ حضور نے زہر نوش فرمایا ہرگز عظمت کم نہین ہوسکتی بلکہ یہ ہی کہا جاویگا کہ آپ نے تو
کھانا حلال نوش فرمایا ہے مگر زہر کی اطلاع حضور کو نہ ہوئی ورنہ ہرگز نوش نہ فرماتے اور اس بنا پر مرید
افعال شیخ کو خلاف شرع نہ سمجھے گا جو عظمت کم ہو اور کشف باطن اور نور عرفان سے حق و باطل کا انکشاف
کسی درجہ مین مسلم بھی مگر یہان تو حق و باطل مین شیخ کو التباس ہی نہین جو انکشاف کی حاجت ہو اس کا
انکشاف تو حاصل ہے کہ فلان طور پر حق ہے اور فلان طور پر باطل ہے صرف ایک واقعہ جزئیہ اسکی نظر
سے مخفی ہے جسکا مخفی ہونا انبیاء علیہم السلام سے بھی مستبعد نہین خود حدیث مین حضور کا ارشاد ہے کہ مین
بشر ہون شاید کوئی شخص اپنے دعوے پر حجت شرعیہ قائم کرکے مقدمہ جیت لے اور اسکا حق نہ ہو اور مین
اسے دلادون تو وہ دوزخ سے حصہ لے رہا ہی۔ ظاہری حجت پر حضور حکم فرمادیتے تھے اور بعض اوقات
احتمال ہوتا تھا کہ شاید دوسرے کا حق ہو حضور پر ہرگز کوئی طعن نہین ہوسکتا آپ نے تو حق ہی فیصلہ فرمایا
مگر چونکہ واقعہ کی تحقیق صحیح نہ ملی اسلیئے صاحب حجت کو غالب فرمادیا ایسی حالت مین کامل مکمل ہونے مین
کوئی شبہ نہین ہوسکتا بخلاف اُس شیخ کے جسکے عقائد یا مسلک مین غلطی یقینی ہو وہ البتہ قابل شیخ ہونے
کے نہین۔ اور اوپر معروض ہوچکا ہے کہ حضرت کے عقائد یا مسلک مین خلاف نہین صرف ایک واقعہ
کی تحقیق صحیح نہین پہنچی پس نہ حضرت پر کوئی شبہ رہا نہ خلفا کی خلافت راشدہ مین کوئی قدح رہا۔ سلطان
نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کے خلیفہ کا سماع سے منکر ہونا شیخ کے روبرو مشہور و معروف ہی اور فہیم آدمی کے
لیے خود فیصلہ ہفت مسئلہ کی عبارت مین جابجا تقیید کو مرتبۂ ضرورت مین سمجھنے کی خدمت مشرح کافی ہی اور
مخاصم کے حق مین دفاتر دوساتیر بھی کافی نہین **تیسرے شبہ** کی نسبت یہ عرض ہی کہ حضرت کے
تمام خدام کی خوش اعتقادی کا دعویٰ ہم نہین کرسکتے یقینا بعض اہل علم کو بعض امور مین لغزش واقع ہوئی ہی
بعض کو تو مسائل مین غلطی ہوگئی ہے جس سے حضرت رح بالکل مبرا و منزہ ہین اگر وہ حضرت رح کے قول کی سند
لاوین تو بہت یقین کے ساتھ کہا جاتا ہی کہ انہون نے حضرت کے ارشاد کو نہین سمجھا یا حضرت نے غلبہ حال
مین کوئی امر فرمایا جو تاویل کے قابل ہوتا ہے اور ان صاحبون نے اسکو ظاہر پر محمول فرمالیا چنانچہ اس ناکارہ

کے روبرو غلبہ اعمال مین بعض امور غامضہ فرمائے اور خود حضرت کی حالت سے معلوم ہوگیا کہ اس وقت غلبہ ہے ممکن ہے کہ کسی کو اسکی طرف توجہ نہوئی کہ اسکو غلبہ سمجھا ہو اور جن امور مین غلطی بھی نہین ہوئی مگر عوام اس سے برباد ہوئے چونکہ ان صاحبون کو غلبہ حال ہی نہین اور عوام کے حال سے بھی علماء کو بوجہ اختلاط عوام کے اطلاع زیادہ ہوتی ہے اس لیے ان صاحبون کی غلطی تحقیق واقعہ مین یا غلبہ حال کے ارشادات نقل کردینے مین قابل معذوری نہین اور مشائخ مین یہ دولون عذر صحیح ہین اور مسئلہ کی یقینی غلطی تو کسی کے لیے بھی عذر نہین مگر حضرت رحمہ اس سے بالکل بری ہین اور حضرت کا خلاف عطا فرما دینا کسی مبتلائے غلطی کو بنا بر عدم اطلاع اس شخص کی غلطی کے ہے جسکا خلاف شان نہونا اوپر ظاہر ہوچکا ہے اگر اس کے بعد کوئی شبہ ہو بے تکلف اظہار فرما دیا جاوے ۔ مین ایک ضرورت سے دوسری جگہ آیا ہون شاید دو چار روز اور رہنا ہو فقط والسلام راقم اشرف علی عفی عنہ ۔

مستفتی کا دوسرا خط جسمین اُسنے پہلے خط کے جواب پر کچھ شبہات کیے ہین

بخدمت فیضدرجت جامع کمالات صوری ومعنوی مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب دامت فیوضہم پس از سلام مسنون عقیدہ مشحون معروض آنکہ افتخار نامہ بجواب عریضہ صادر ہوکر کاشف اسرار ہوا اسمین شک نہین کہ جناب نے بطریق تمہید جواب جو کچھ اجمالاً تحریر فرمایا ہے وہ ہی مخلصین کے اطمینان قلب کے لیے کافی ووافی ہے لیکن منکرین کے لیے ہنوز گنجایش کلام باقی ہے جسکو جناب کے اس ارشاد کی تعمیل مین (کہ اگر اس کے بعد کوئی شبہ ہو تو بے تکلف اظہار کردیا جاوے) ذیل مین گذارش کرتا ہون اور امید ہے کہ اس مرتبہ کافی اور مفصل جواب کے بعد اس معاملہ مین ضرورت تصدیعہ باقی نہ رہیگی ۔ ہر دو روایات مشورہ کتمان بشارت اور التوائے اجراء حدود کو تفصیل کے ساتھ ارقام فرمادیجیے ۔ اور خلیفہ حضرت مولٰنا نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ العزیز کی مخالفت بمعاملہ سماع کا قصہ بھی مفصل مع حوالہ کسی کتاب کے اور نیز اسی قسم کی دیگر روایات اگر مستند کتابون سے بہم پہنچ سکین رقم فرمائیے اسلیئے کہ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بمقابلہ دلائل و براہین عقلی ونقلی کے گذشتہ واقعات کی تمثیل متصوفین زمانہ حال مین زیادہ اثر پیدا کرتی ہے ۔ بنظر علم شبہات جوابات سابقہ عریضہ سابقہ مع سامی نامہ ہمرشتہ عریضہ ہذا مرسل ہے تاکہ تحریر جواب مین سہولت ہو ۔ ایک امر محض بنظر اطلاع پیش کرتا ہون اور وہ یہ ہے کہ اس عرصہ مین میری نظر سے ایک تحریر مولوی احمد حسن صاحب کانپوری کی گذری ہے جسمین رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کی بابت یہ الفاظ تحریر تھے (ہفت مسئلہ مین جو ضمیمہ لگایا گیا ہے اسکی عدم

رضا حضرت کی طرف سے ثابت ہی مولوی شفیع الدین صاحب سے بتاکید آپ نے فرمایا ہی کہ اشتہار رد اس
امر کا کہ ضمیمہ ہمارے خلاف ہی) اب اصل مطلب عرض کیا جاتا ہی اور بطریق مدعیانہ شبہ اول کے جواب
مین آپنے ارقام فرمایا ہی کہ چونکہ یہ اعمال فی نفسہا جائز ہین انکو جائز سمجھکر کرتے تھے اور کہتے تھے اور گمان
یہ تھا کہ فاعلین و مخاطبین و حاضرین مجلس اُن مفاسد سے مبرا ہونگے۔ اس موقع پر اسکی تحقیق کی مطلوب
ہوئی کہ وہ مفاسد کیا ہین جن سے حضرت مبرا تھے اور دوسرونکا مبرا ہونا اپنے حسن ظن سے خیال فرماتے تھے
جہانتک خیال کیا جاتا ہی مفاسد وہی اُمور قرار دئے گئے ہین جنکو حضرت حاجی صاحبؒ نے مصالح پر مبنی
نہ ہونا ارشاد فرمایا ہی اگر یہ کہا جاوے کہ یہ اُمور فی نفسہ جائز ہین اور تبدیل نیت اور عقیدہ سے ناجائز
ہوجاتے ہین اسکے بارہ مین یہ شبہ ہوتا ہی کہ اول تو نیت و عقیدت کا حال کسی کو معلوم نہین ہو سکتا
دوسرے باستثنار جہال و عوام عموماً تعلیم یافتہ اور خواص نیک نیتی و خوش عقیدتی کے ساتھ محض اُن مصالح
پر نظر کر کے جو سلف سے منظور نظر ہین اس قسم کے اعمال کرتے ہین اور اُن اعمال کے ترک کو بھی صرف
بخیال فوت ہوجانے ان مصلحتون کے یا ترک اقتدار بزرگان پیشین کے مذموم تصور کرتے ہین پھر ایسی حالت
مین عام طور پر بلا کسی استثناء کے ان علمار کی ممانعت حضرت حاجی صاحب کے ارشاد کے خلاف کیون نہ
سمجھی جاوے کیا حضرت حاجی صاحبؒ کے یہان جو محفل میلاد شریف ہوتی تھی یا جن محافل کے اندر
ہندوستان مین یا مکہ معظمہ وغیرہ مین حضرت حاجی صاحب کو شرکت کا اتفاق ہوا ہوگا اُن محافل مین
تداعی اور کثرت روشنی اور استعمال خوشبو و اہتمام فروش و جائے نشست ذاکر کو بلند و ممتاز قائم کرنا اور قیام
بالتخصیص عند ذکر الولادۃ اور اجتماع ہر خاص و عام کا نہ ہوتا تھا۔ نہین ضرور ہوتا تھا پس وہ کون سے مفاسد
تھے جن سے حضرت کو عدم واقفیت و لاعلمی تھی اور وہ کون سے واقعات تھے کہ جن سے حضرت بیخبر تھے کہ
جسکی بنیاد پر واقعہ کی تحقیق مین غلطی ہونا تسلیم کیا جا سکے۔ شبہ دوم چونکہ شبہ اول پر مبنی ہے اس لیے
اسکے جواب کا بھی وہی انداز قائم کیا گیا کہ کسی واقعہ کی صحیح خبر نہ پہنچنے سے کوئی عمل خلاف مصلحت مرشد
سے سرزد ہوجاوے تو اس سے عظمت شیخ کی بابت کوئی ناقص خیال پیدا نہین ہو سکتا۔ اول تو حسب اقوال
و اعمال متصوفین سابقین شیخ کے حق مین یہ کلام و گمان بھی کہ عمل خلاف مصلحت ہوا۔ سوء ادبی ہے کیونکہ
باوجود علم و احتمال ایسے اختلافات عظیم کے ایسے شیخ سے عمل خلاف مصلحت ہوجانا اُس کی شان مین فرق
ڈالنے والی بات ہی دوسرے یہ امر دریافت طلب ہوا کہ وہ کون سے ایسے واقعات تھے جنکی خبر صحیح حضرتؒ

کو نہ پہنچی تھی جہانتک خیال کیا جاتا ہی اس امر کا ثابت کرنا سخت متعذر معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کے خلاف شہادتین تحریری و تقریری ہندوستان مین اکثر موجود ہین۔ شبہ سوم کا جواب بھی بطرز سابق یہ ارقام ہوا ہی کہ حضرت کا خلافت عطا فرما دینا کسی مبتلائے غلطی کو بنا بر عدم اطلاع اس شخص کی غلطی کے ہے جسکا خلاف شان نہونا بادی پر ظاہر ہو چکا۔ اس معاملہ مین اول تو اس بات کا مان لینا کہ حضرت کو ان اشخاص کے احوال واقوال عقائد اور اعمال کی اطلاع نہو سخت دشوار بلکہ بداہت کا انکار ہے اور کسی طرح قرین عقل نہین کہ جو لوگ مدتون خدمت و صحبت مین حاضر رہے ہون اور نزدیک و دور سے فیضان باطنی سے مستفیض ہوتے رہے ہون۔ انکے معتقدات اور معمولات سے حضرت بے خبر رہین اور اگر عیاذاً باللہ بہ تمثیل منافقان اوائل زمانہ رسالت بے خبری تسلیم بھی کی جاوے تو حضرت رح پر بڑا الزام یہ عائد ہوگا کہ بلا اطمینان تصحیح حال و اعمال خلافت کیون عطا فرما دی اس لیے کہ یہ امر خلافت تو کوئی دنیا کا کام نہ تھا یا کوئی عبادات یا معاملات کا مسئلہ یا استفتا نہ تھا کہ جسکے بابت یہ حجۃ کی جا سکے کہ واقعات و حالات سے بے خبر رہنے کی وجہ سے حکم یا عمل خلاف واقعہ یا مصلحۃ صادر ہو گیا بلکہ یہ معاملہ تو بالکل نور باطن و تصفیہ قلب و عرفان سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر کیون ان ذریعون سے مثل بزرگان سلف مریدین کے حالات کو دریافت نہین کیا تاکہ وہ غلطیان جن مین بعض خلفاء مبتلا تھے آیندہ سلسلہ مین سنت پیر یا عمل شیخ قرار پاکر شائع نہ ہونے پائین کیون مراۃ قلب حضرت رح مین ان خلفا کے بعض عقائد و اعمال فاسدہ کا عکس جیسا کہ اکثر بزرگوارون کے حالات مین مذکور ہوتا ہی منعکس نہین ہوا۔ اب ان امور کا جواب بعد ملاحظہ و توجہ تحریر اول کے ارشاد فرمایا جاوے اور پہلے پتہ کے موافق ارسال فرمایا جاوے اگرچہ اسمین شک نہین کہ اس فضول کام مین جناب کے اوقات عزیز کا صرف کرانا نہایت بے موقع تصدیعہ دہی ہی۔ مگر مقتضائے ضرورت نظر بہ اشفاق عمیم جناب والا مجبوراً تکلیف دیگئی فقط زیادہ نیاز۔

الجواب۔ از خاکسار اشرف علی عفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مین ہنوز حیرتھا دل ہون اسلیے آپکا خط دیر مین ملا۔ آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ منکرین کے لیے ہنوز گنجایش کلام باقی ہے سو احقر نے پہلے بھی منصفین کے لیے لکھا تھا۔ اور اب بھی اسی غرض سے لکھتا ہون منکرین کے لئے پہلے ہی خط مین لکھ چکا ہون کہ دفاتر بھی کافی نہین۔ خلاصہ یہ کہ تحقیق حق مقصود ہے مناظرہ مقصود نہین نہ آجکل اس سے کوئی نفع لہذا تمامتر تحریرات مین اسکات منکرین سے قطع نظر کر لیجئے اپنے شبہات کو البتہ رفع کر لیجیے۔ دو سرون

سے اگر گفتگو ہو تو اگر وہ منصف ہون تو اُن کو علماء کا حوالہ دیجیے خود اپنے شبہات رفع کرلین آپ کیون فکر فرماتے ہین اور اگر وہ معاند ہون جانے دیجیے اُن کے ساکت کردینے کا کوئی شرعاً مکلف نہین پھر تعب برداشت کرنا ایک فضول امر کے لیے کس کو ضرورت پڑی ہے۔ مشورہ لقمان بشارت مشکوۃ کی کتاب الایمان مین موجود ہے التوے حذرنا کا قصہ مسلم وابوداؤد وترمذی مین موجود ہے ہکذا فی التیسیر فی کتاب الحدود اور مسلم مین ایک اور قصہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک شخص کی گردن مارنیکا حکم فرمایا چونکہ وہ شخص کسی ام ولد کے ساتھ متہم کیا گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُس کو مجبوب پاکر چھوڑ دیا اور آپ نے تحسین فرمائی معاملہ خلیفہ سلطان جی کا غالباً انوار العارفین مین مذکور ہے۔ دیگر روایات کی تلاش کی چونکہ ضرورت نہین اس لیے اس کا قصد نہین کیا گیا۔ جبکہ ایک دلیل بھی کافی ہو۔ اگر یہ امر قابل اطلاع تسلیم بھی کرلیا جاوے تو مضر نہین کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت کی خدمت مین ضمیمہ اس طرح اور ایسے عنوان سے پیش کیا گیا ہو کہ حضرت کو مظنہ انکار نفس اعمال یا مع القیود المباحہ بلا لزوم المفاسد کا ہوگیا ہو اس بنا پر ظاہرا مخالفۃ مانعین کو مضر نہین ہے جو مفاسد آپ نے دریافت فرمائے ہین اگر آپ اصلاح الرسوم کی مفصل بحث میلاد شریف۔ یا رسالہ طریقہ مولد شریف از تالیف احقر ملاحظہ فرماوین تو اون مفاسد کا بخوبی انکشاف ہوجاوے مگر یہان بھی انکا خلاصہ واصل الاصول عرض کیے دیتا ہون۔ وہ مفسدہ یہی تبدیل نیت وعقیدہ ہو اور اسپر جو شبہ لکھا ہی اُسکا جواب یہ ہے کہ عقیدہ ونیت کا حال بلا اظہار البتہ معلوم نہین ہوسکتا مگر جب اہل عقیدہ اپنے قول سے یا فعل سے اس کا اظہار کردین تو معلوم ہوجاوے گا۔ چنانچہ ان صاحبون کی مجموعی حالت سے اعتقاد کا حال صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔ مختصر امتحان یہ ہے کہ اگر یون مشورہ دیا جاوے کہ جو قیود فی نفسہا مباح اور جائز الفعل والترک ہین اُن کو دس بار کرتے ہین تو دس بار ترک بھی کردو تاکہ قولا وفعلاً اباحت ظاہر ہوجاوے تو اس قدر شاق ہوگا کہ فوراً مخالفت پر آمادہ ہوجاوین گے اگرچہ یہ ان امور کو ضروری نہین سمجھتے تو اس شاق گذرنے کی کیا وجہ اکثر عوام کا تو یہی حال ہے اگر کسی تعلیم یافتہ فہیم کا یہ عقیدہ نہ بھی ہو تو غایۃ ما فی الباب اُس کے لیے علت ممانعت یہ نہ ہوگی مگر یہ لازم نہین آتا کہ کسی دوسرے علت سے بھی منع نہ کیا جاوے اگر کوئی دوسری علت منع کی پائے جاویگی تو اُن کو بھی روکین گے وہ علت ایہام جاہل ہے یعنی خواص کے کسی فعل مباح سے اکثر عوام کے عقائد مین فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص بھی مامور بترک مباح ہون گے شامی محشی درمختار نے بحث کراہت تعیین سورۃ مین بہ قاعدہ

لکھا ہے کہ جہان تغیر مشروع ہو یا ایہام جاہل ہو وہان کراہت ہوگی پس عوام الناس تغیر مشروع کی وجہ سے روکے جاتے ہین اور خواص ایہام جاہل کی وجہ سے یہی وہ مفسدہ ہے جس کا مخفی رہ جانا اور ملتفت الیہ نہ ہونا بعید نہین اکثر مفاسد نیات وعقائد عوام کے بزرگان واکابر سے مخفی رہتے ہوئے روز و شب مشاہدہ مین آتے ہین - شبہ دوم کا جواب بھی اسی تقریر سے نکل آیا سوء ادب کا شبہ اہل فہم سے نہایت بعید ہے جب انبیاء علیہم السلام سے زلت کے صدور کے معتقد و قائل ہونے مین سوء ادب لازم نہین آیا تو اولیاء کرام کے حق مین کونسی بات سوء ادب کی ہے ہان سوء ادب ایک طرح ہے بھی کہ بلا ضرورت ان زلات کو گاتا پھرے اور جو شخص مقام تحقیق احکام شرعیہ مین ان زلات کا ذکر کرے درباب احکام کے اُن کا حجت نہ ہونا بیان کرے یہ ہرگز بے ادبی نہین بلکہ عین ادا ماموربہ ہے اور یہ امر دریافت طلب کہ وہ کون سے واقعات تھے اس کی تحقیق اوپر ہو چکی ہے اور وہان یہ بھی ثابت کر دیا گیا ہے کہ ایسے مفاسد دقیقہ عوام کا خواص سے مخفی رہنا شب و روز مشاہدہ مین آرہا ہے - اور ایک شہادت تحریری یا تقریری بھی اس کے خلاف پر قائم نہین البتہ اس کی موافقت مین بے شمار شہادتین ہین - شبہ سوم کا جواب بھی مضامین مذکورہ بالا مین نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے یعنی اوپر ظاہر ہو چکا ہے کہ مفسدہ دو ہین تغیر مشروع اور ایہام جاہل سو ایک عالم کے عقائد مین ایسا فساد کہ تغیر مشروع کی نوبت آوے اگر مستبعد بھی ہو مگر ایہام جاہل یعنی انکے عمل سے عوام مبتلا فساد ہو جاوین ہرگز مستبعد نہین اور چونکہ حضرت کی خدمت مین حاضر رہنے تک ان صاحبون کو ان اعمال کا مستقل اہتمام کا موقع ملا نہ وہان کی حاضری مین مقتدا ہونیکا خاص موقع ملا البتہ ہندوستان مین پہنچکر شان پیشوائی ظاہر ہوئی ان اعمال کا اہتمام بھی کیا معتقدین کا ہجوم بھی ہوا ایہام کی نوبت بھی آئی تو اس ایہام کا زمانہ حاضری مین مشاہدہ کب ہو سکتا تھا پھر مخفی رہنے مین کوئی استبعاد نہین اب شبہ تمثیل منافقان وعطائے خلافت بلا تحقیق سب زائل ہو گیا اور یہ سوال کہ نور باطن سے حضرت کو کیون نہ معلوم ہو گیا یا کیون نہ معلوم کر لیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ آپ کو کشف کیون نہ ہوا یا آپ نے قوۃ کشفیہ کو کیون نہ استعمال کیا سو جو لوگ اس فن سے واقف ہین اُن کے نزدیک اسکا جواب بدیہی ہے کہ کشف امر اختیاری نہین نہ امر دائمی ہے اس لیئے یہ سوال ضعیف ہے اس پر جو تفریعات کی ہین وہ بھی سب اسی طرح مدفوع ہین اب آخر مین یہ عرض ہے کہ اگر کوئی نیا شبہ ہو تو تحریر آئے فرمانیکا مضائقہ نہین اور اگر نقل خط دوم کے پہلے ہی شبہات کا اعادہ اور اُن کے جوابون کی توضیح کا لکھنا مد نظر ہو تو اس تکلف

سے بہتر ہوگا اگر خود تشریف لاکر فیصلہ فرمالیں کیونکہ تحریر مین بہت سے امور مفصل و مشرح ہو جانے سے رہ جاتے ہین اور غیر ضروری امر مین وقت صرف کرنا دیبغ و شاق معلوم ہوتا ہے۔ فقط والسلام

سوال ۔ بعد اداے صد نیاز گذارش ہے کہ میرا اپنا خیال ظاہر کرتا ہون اس مین اگر کوئی امر بیجا ہو مجھکو مطلع فرمادین اُس سے پرہیز کرونگا۔

(۱) مین لڑکیون کو جہیز دینا چاہتا ہون اسمین پچیس جوڑے ہونگے گوٹہ ٹھپہ بھی ہوگا نیم زری اطلس بھی ہوگا مگر جوڑے کھولکر برادری کو نہین دکھلائے جائینگے بعد مین دیدیے جائینگے صندوق پلنگ پیڑھا چوکی برتن ڈولہ یہ سب سامان بھی ہوگا۔ اب مجھکو مفصل معلوم ہونا چاہیے کہ انمین سے کیا ہو کیا نہو۔ (۲) برات نہین ہوگی دو دو تین تین بہلیان ضرور ہونگی یعنی لڑکا مع چند اہل برادری ضرور آئیگا شاید تینون جگہ سے دس بہلیان آوین یہ میری کوشش ہے (۳) زیور بقدر حیثیت کے لڑکیون کو دونگا اسمین کوئی قباحت معلوم نہین ہوتی۔ (۴) لڑکیون کی رخصت کے بعد وہ دو روز کے بعد واپس آوین گی یہ وہ چیز ہے جسکا نام چوتھی اور بہوڑہ ہے میرے نزدیک باپ کے گھر سے لڑکی کا ایک دم چلا جانا کسی عرصہ دراز کیلیے مناسب نہین ہے رخصت سے دو روز کے بعد وہ بلائی جاوینگی اسکے بعد پھر جاوینگی اور مین مع متعلقین بریلی چلا جاؤنگا پس روز کی آمد و رفت موقوف یہ میری رائے ہے جس پر مین اسوقت تک قائم ہون لیکن انمین سے جو بات آپکے نزدیک ناپسندیدہ ہو اصلاح فرما دیجیے اسکے ترک پر آمادہ ہون اصلاح سے میری جو کچھ مراد تھی وہ یہ تھی کہ یہ کمین لوگ ہم لوگون کو بیوقوف بناکر ٹھگتے ہین یہ نہین ہونا چاہیے مین چاہتا ہون کہ آپ تکلیف فرماکر اس عریضہ کے جواب مین ایک دستور العمل لکھیے کہ یون کرنا چاہیے یا اگر میری رائے مین کوئی فساد کی بات نہین ہے تو صرف اتنا تحریر فرما دین کہ جو کچھ کرنا چاہتے ہو اسمین کچھ ہرج نہین فقط۔

الجواب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ راحت نامہ آیا انتظار رفع ہوا عزیز من میرے خیالات مین اختلاف عظیم ہے۔ آن عزیز نے صرف رسوم متعلقہ کمینان مین اصلاح ضروری قرار دی ہے اور میرے نزدیک جو ہیئت مجموعی اسوقت تقریبات کی ہو رہی ہے اسکے ہر ہر جزو کی قریب قریب اصلاح ضروری ہے بلکہ رسوم کمینان سے بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ کمینون کو جو کچھ پہنچتا ہے وہ اُنکا حق الخدمت یا اپنے خادم

سلہ اصلاح الرسوم مستفتی کی درخواست سے تحریر فرمائی ہے ۱۲

کو انعام یا ایک متوقع کی امید بر آری قرار دی جاسکتی ہے اور اُسمین اپنا دنیا کا ایک مطلب بھی ہے کہ آیندہ اچھی طرح اپنا کام کرین گے گو اس مین بھی تین امر نہایت قبیح ہین ایک اپنا حق لازم سمجھ کر ایک گونہ مجبور کر کے لینا اور کمی مین آقا کو شرمندہ و ذلیل و بدنام کرنا دوسرے دینے والون کی نیت مین تفاخر و نمایش ہونا جو بنص قطعی حرام ہے تیسرے اُسکے دینے کی ایک خاص صورت اور وضع مقرر کر لینا اُس کے خلاف کو نہایت مذموم و قبیح سمجھتے ہین ورنہ بلا پابندی کسی خاص طریق کے جس طرح موقع ہوتا ان کو دیدیا جایا کرتا اُن قیود کی کیا ضرورت تھی غرض اسمین یہ تین امر سخت درجہ قبیح ہین بخلاف اور تمام رسوم کے کہ بجز اتلاف مال و ارتکاب معاصی (مثل ریا و تفاخر و اسراف اور دوسرون کے لیے موجب تکلیف ہو جانا اور مقتدائے معاصی بن جانا) کوئی دنیا کا بھی معتد بہ نفع ان مین نہین اسلیے میرے نزدیک ان کی قباحت بہ نسبت رسوم کمینان کے بڑھی ہوئی ہے میرے تمام خیالات کا خلاصہ مختصر الفاظ مین یہ ہے کہ ہیئت متعارفہ کے قریب قریب جمیع اجزا بدلنے کی ضرورت ہے گو اکثر اجزا اگر فرادی فرادی ظاہر نظر سے دیکھے جاوین تو مباح نکلین گے۔ مگر یہ قاعدہ شرعی بھی ہے اور عقلی بھی ہے کہ جو مباح ذریعہ معصیت و معین جرم بنجاوے وہ بھی معصیت اور جرم ہو جاتا ہے ان تقریبات کی بدولت کیا مسلمان مقروض نہین ہو جاتے کیا مہاجنون کو سود نہین دیتے کیا اُن کی جائداد و مکان نیلام نہین ہو جاتے کیا اہل تقریب کی نیت مین اظہار و تفاخر و نمایش نہین ہوتا اگر عام مجمع مین اظہار نہ ہو تو کیا خاص مجمع کے خیال سے (کہ گھر پہنچکر سب زیور و اسباب دیکھا جاویگا اُسکی قیمت کا اندازہ کیا جاویگا) سامان نہین کیا جاتا پھر کچھ ان رسوم مین تسلسل و ترتب اس قسم کا ہے کہ ایک کو کر کے پھر سب ہی آہستہ آہستہ کرنا پڑتا ہے کیا ان قیود و پابندیون کو قیود شرعیہ سے زیادہ ضروری عملاً نہین سمجھا جاتا نماز یا جماعت فوت ہونے سے کیا کبھی شرمندگی ایسی ہوتی ہے جیسی جہیز مین چوکی یا پلنگ کے نہ دینے سے ہوتی ہے گو اُسکی ضرورت نہ ہو جہیز مین ضروری سامان کا لحاظ شرعاً و عقلاً مضائقہ نہ تھا مگر بہت یقینی امر ہے کہ ضروریات کی فہرست ہر جگہ جدا بنے گی لیکن جہیز کی ایک ہی فہرست ہر جگہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ پابندی رواج اس کی علت ہے ضرورت پر اس کی بنا نہین تو اس درجہ کی پابندی نہ عقلاً جائز نہ شرعاً درست بس جب ان مین اس قدر مفاسد ہین تو عقل یا نقل اس کی کب اجازت دے سکتی ہے اگر یہ کہا جاوے کہ کسی کو اگر گنجایش ہو تو دنیوی مذکورہ مضرتون سے بھی محفوظ رہے اور درستی نیت اختیاری امر ہے ہم نہ ان امور کو ضروری سمجھتے ہین نہ تفاخر و نمایش کا ہمکو خیال ہے پس کیا ایسے

شخص کے لیے تو یہ سب امور جائز ہونے چاہئین سو اول تو ذرا اس کا تسلیم کرنا مشکل ہے تجربہ اسکو
تسلیم نہ کرنے دیگا کیسا ہی گنجایش والا ہو کچھ نہ کچھ گرانی اوسپر ضرور ہوگی اور نیت مین بھی فساد ضرور
ہوتا ہے لیکن اگر اسمین منازعة و مزاحمت نہ بھی کیجاوے تو سو مین ایک دو شخص ایسا مشکل سے
نکلسکتا ہے ورنہ اکثر ضرور اُن خرابیون سے ضرر اُٹھا رہے ہین جب یہ حالت ہے تو یہ قاعدہ سننے
کے قابل ہے کہ کسی شخص کے فعل مباح سے جو حد ضرورت سے ادھر نہ ہو دوسرے شخص کو ضرر پہنچنے
کا غالب گمان بالیقین ہو تو وہ فعل اس کے حق مین بھی مباح نہین رہتا تو اس قاعدہ سے یہ اعمال و
افعال اس محفوظ شخص کے حق مین بھی بوجہ اس کے کہ دوسرے تقلید کر کے خراب ہونگے ناجائز ہو جاوینگے
اس شرعی قاعدہ کا حاصل وہ ہے جسکو عقلی قانون مین قومی ہمدردی کہتے ہین یعنی ہمدردی کا مقتضا
یہ ہے کہ جہانتک ممکن ہو دوسرون کو نفع پہنچاوے اگر یہ بھی نہ ہو تو دوسرون کو نقصان تو نہ پہنچاوین
کیا کوئی باپ جس کے بچے کو حلوا نقصان کرتا ہے اس کے سامنے بیٹھکر حلوا کھانا محض مزے کے لیے پسند
کرے گا کیا اسکو خیال نہ ہوگا کہ میری حرص سے شاید بچہ بھی کھائے اور بیماری بڑھ جاوے کیا ہر مسلمان
کی ہمدردی اسیطرح ضروری نہین اس سے عقلاً و نقلاً سمجھ مین آگیا ہوگا کہ کسی کے لیے بھی ان رسوم
کی اجازت نہین اس کے بعد آن عزیز نے دستور العمل دریافت کیا ہے سو آنعزیز کو فرمائش کرتے ہوئے
خود اسوجہ سے حجاب دامنگیر ہوتا ہے کہ خدا تعالے نے آنعزیز کو فہم سلیم و عقل کافی عطا فرمائی ہے پھر جا و بہت
بھی دی ہے مین فرمایش کرتا ہوا کیا اچھا معلوم ہونگا مگر اتنا کہہ سکتا ہون کہ اگر ایسا اتفاق مجھکو پڑا ہوتا
تو اسوقت خیال یہ ہے کہ مین یون کرتا کہ اس کام کے لیے وطن آنے کی ضرورت نہ سمجھتا اور وطن نہ آتا
اور مصارف سفر مین اتنا روپیہ ضائع نہ کرتا لڑکے والون کو لکھدیتا کہ لڑکا اور ایک اسکا کوئی مخدوم
سرپرست اور دو اس کے خادم کل چار آدمی یہان آجاوین اور اُسی مکان مین یا کوئی اور اچھا وسیع
مکان ایک یا مختصر دو تین مکان ہر ایک کے لیے جدا جدا اور یہی بہتر تھا کرایہ پر لے کر انکا قیام کراتا اور
لڑکیون کو اپنے گھر کا جوڑہ پہناتا اور لڑکون کو مجبور کرتا کہ اپنا جوڑہ پہنکر آؤ اور مجلس نکاح مین کسی کو اہتمام
کر کے نہ بلاتا محلہ کی مسجد مین نماز پڑھنے کے لیے سب کو لیجاتا اور نماز کے بعد کہدیا جاتا کہ سب صاحب
ذرا ٹھیر جاوین وہی مجمع اعلان و شہادت کے لیے کافی ہوتا اور خود یا کسی عالم کی وساطت سے نکاح
پڑھدیتا اور روپیہ دو روپے کے خرما تقسیم کر دیتا اب بس مسجد مین نکاح پڑھنے کی بھی تعمیل ہوجاتی

دہان سے مکان ہوکر انہیوقت یا اُسوقت موقع ہوتا لڑکیون کو بلا جہیز اس مکان کرایہ مین رخصت کردیتا اور ایک ایک معتبر خادمہ کو اُن کے ہمراہ بھیجتا۔ پھر اگلے روز اس مکان کرایہ سے اپنے مکان سکونت پر بلاتا اور ایک روز دو روز رکھکر پھر اس کو مکان کرایہ مین بھیجدیا جاتا جب دیکھتا کہ لڑکیان مانوس ہو چلی ہین لڑکون کیے ہمراہ ان کی بستی کو روانہ کردیتا۔ جہیز مین پانچ پانچ جوڑہ پچاس پچاس روپے کا زیور اور پانسو پانسو روپے کی جائداد صحرائی دیتا برتن پلنگ خوان پوش بٹوے گوٹہ ٹھپے کثرت سے ہمراہی مین مٹھائی وغیرہ کچھ ندیتا اور دولہا یا دولہن کے کسی عزیز قریب کو ایک پارچہ ندیتا وہان کے کمینون کو پانچ پانچ روپیہ صرف اُن کے توقع پورا کرنے کو اور وطن کے کمینون کو دس دس روپے دیدیتا اور تمام عمر متفرق طور پر لڑکیون کو دیتا فوقتاً جو جہیز دینے کو میرا دل چاہتا نہ کہ برادری وکنبہ واہل عرف کی خواہش کے موافق اُن کو دیتا رہتا اور جائداد اگر اُن بستیون مین ہوتی اُن کو انتظام سپرد کرتا اور اگر اپنے وطن مین ہوتی خود انتظام کرتا اور اُن کو اُن کا محاصل ششماہی یا سالانہ مع حساب کے دیتا رہتا باقی مین اس سے زیادہ نہین کہہ سکتا ؎

من نگویم کہ این مکن آن کن ۔۔۔ مصلحت بین وکار آسان کن

مین قسم کھاکر کہتا ہون کہ نہ زور ڈالنا چاہتا ہون نہ دخل دینا پسند کرتا ہون صرف اپنے خیالات کا اظہار کردیا ہے دوسرون کو مجبور وتنگ نہین کرتا البتہ میری منصبی مصلحۃ اُس کو مقتضی ہے کہ اگر کوئی شخص درجہ مباح تک وسعت کرے تو اُس کو دل مین برا نہ سمجھون گنہگار نہ کہون شرعاً قابل ملامت

سوال۔ کیا فرماتے ہین علماء دین مسئلہ ہذا مین کہ شہر مودریس کی جامع مسجد مین قبلہ رخ کی دیوار کے ساتھ محراب کے متصل بیت اللہ کے غلاف کا ٹکڑا دو گز لمبا اور سوا گز چوڑا لٹکایا ہوا ہے اور وہان کے باشندے میمن وغیرہ سب سوداگر لوگ خاص وعام بعد فراغ ہر نماز پنجگانہ کے اُس ٹکڑہ کو بوسہ دیتے ہین اور بعد نماز جمعہ کے تو بوجہ کثرت نمازیون کے بوسہ دینے مین بہت ہی ہجوم کرتے ہین کوئی چار بوسہ دیتا ہے کوئی زیادہ کوئی کم جیسا کہ کسی کا موقع لگا ویسا ہی اُسنے کیا اور کوئی کثرت اور ہجوم کی وجہ سے محروم بھی رہجاتا ہے اور اس امر مین اسکو بہت معظم سمجھکر کمال کوشش کرتے ہین کسیقدر جاننے والے لوگ تو تعظیم کا بوسہ دیتے ہین اور عوام کا حال معلوم نہین کہ وہ کیا سمجھکر بوسہ دیتے ہین۔ لیکن ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اسمین بہت مبالغہ کرتے ہین آیا یہ امر شرعاً موجب ثواب ہے یا کسی امر خارجی

کی وجہ سے مستوجب عذاب ہے۔ بینوا توجروا

الجواب - غلاف کعبہ زادہا اللہ تنویرا کے تبرک ہونے اور اس کی تقبیل تبرک کے جواز مین تو کوئی کلام نہین۔ اگر بوسہ دینے مین صرف اسی قدر اعتقاد ہو اور کسی کو ایذا بھی نہو تو کچھ مضائقہ نہین موجب ثواب و برکت ہے اور غلو کرنا علماً یا عملاً مذموم اور مستوجب عذاب ہے مثلاً اس کی تقبیل کو فرض و واجب کے برابر سمجھنا۔ یا مسلمانون کو اژدحام سے ایذا دینا اس غلو اعتقاد کے رفع کے لیے حضرت عمر رضہ نے حجر اسود کو خطاب کرکے فرمایا تھا اعلم انک حجر لا تنفع ولا تضر الحدیث۔ اور اس غلو عملی کے رفع کے لئے آنحضرت صلعم نے حضرت عمر رضہ کو ارشاد فرمایا تھا جس کو صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے وہذہ عبارتہا واستلمہ ان استطاع من غیر ان یوذی مسلما لما روی ان النبی صلعم قبل الحجر ووضع شفتیہ علیہ وقال لعمر رض انک رجل اید تؤذی الضعیف فلا تزاحم الناس علی الحجر ولکن ان وجدت فرجۃ فاستلمہ والا فاستقبلہ وھلل وکبر ولان الاستلام سنۃ والتحرز عن اذی المسلم واجب جب حجر اسود کی تقبیل مین یہ غلو منع ہے جو جزو کعبہ ہے سو غلاف کعبہ کی تقبیل مین بدرجہ اولی ممنوع ہوگا کہ محض ایک منفصل شئے ہے اگرچہ اقتران سے متبرک ہوگیا۔ واللہ اعلم

سوال - زید کہتا ہے کہ مولود قیام مولود عرس فاتحہ وغیرہ گو فی نفسہ مباح ہین مگر آجکل کے عوام چونکہ انکو عملاً یا علماً ضروری جانتے ہین اسلیے انکا ترک کرنا واجب ہے مگر اس کہنے کے ساتھہ زید پیری مریدی کو عملاً وعلماً اچھا جانتا ہے عمر کہتا ہے کہ جسطرح مولود قیام مولود عرس فاتحہ وغیرہا گو فی نفسہ مباح ہین مگر عوام کی اصلاح عقائد واعمال کی غرض سے ان کا ترک کرنا واجب ہے اسیطرح آجکل کی پیری مریدی ہے بلکہ سچ پوچھو تو مولود عرس فاتحہ کرنے والون کے عقائد واعمال اتنے خراب نہین جتنے آجکل کے پیرون مریدون کے ہین اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے دلیل کی محتاج نہین پھر مولود وغیرہ کے ترک کو مصلحۃً واجب کہنا اور پیری مریدی کو نہ کہنا بلکہ اسکی ترویج مین کوشش کرنا خلاف حق پرستی ہے یا نہین اگر پیری مریدی کو قائم رکھکے اوس کے زوائد کی اصلاح کرنا چاہیے تو مولود وغیرہ کو بھی قائم رکھ کے انکے زوائد کی اصلاح کرنا چاہیے ایک کو دوسرے سے ترک کرین اور ایک کے زوائد کی اصلاح کرین یہ انصاف کے خلاف ہے اگر کہا جائے کہ اصلاح باطن فرض ہے اور یہ ممکن نہین جب تک پیری مریدی قائم نہ رکھی جاوے اور اوس کے سب زوائد نہ برتے جاوین کہا جائے گا کہ مولود عرس فاتحہ وغیرہ بھی آجکل

زیادہ تر اونہین لوگو نمین سے ہے جو پیری مریدی کرتے ہین اور غالبًا ہمیشہ انہین لوگون مین زیادہ تر یہ چیزین
رہی ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاح باطن مین انکو بھی کچھ دخل ضرور ہے ورنہ ظاہر ہین تو نہ مولود
سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے نہ پیر کا شجرہ لینے اور پڑھنے سے اگر شجرہ لینے اور پڑھنے سے قلب کی اصلاح
ہوتی ہے تو مولود پڑھنے سے کیون نہین ہوتی اور بالفرض مولود وغیرہ سے کچھ نہین ہوتا اور شجرہ لینے اور
پڑھنے سے سب کچھ ہوتا ہے لیکن جب عوام کی اصلاح خواص پر واجب ہے اور عوام صوفیہ ان زوائد
کو علمًا اور عملًا ضروری خیال کرتے ہین اور مقصود بالذات سے بھی بڑھکر سمجھتے ہین تو خواص کو چاہیئے کہ نہایت
اہتمام سے انکو ترک کرین اور ترک کی ترغیب دلائین مگر اسوقت معاملہ برعکس ہے۔

الجواب۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو امر شرعًا مطلوب و مقصود ہو اور اوس مین مفاسد منضم ہو جاوین تو اوس
امر کو ترک نہ کرین گے خود اُن مفاسد کا انسداد کرین گے اور جو امر مقصود نہ ہو اوسمین غلبہ مفاسد سے خود
اُس امر کو ترک کر دیوینگے دلیل اس قاعدہ کی رسالہ طریقہ مولد شریف مین مذکور ہے پس طریقۂ بیعت کہ موقوف
علیہ نسبت باطنیہ کا ہی جو خود واجب ہی مقاصد شرعیہ سے ہوا اسمین جو مفاسد ہون اونکو دفع کیا جاویگا مثلًا
نااہلون سے بیعت کرنے کی ممانعت کرین گے بیعت کے بھروسے اعمال مین تہاون کرنے سے روکین گے
شریعت و حقیقت کو متغائر و متضاد سمجھنے سے منع کرین گے و مثل ذلک اور خود طریقۂ مذکورہ کو محو نہ کرین گے
بخلاف دیگر اعمال مذکورہ سوال کے کہ مقاصد شرعیہ سے نہین ہین اور مشتمل مفاسد پر ہین اسلیے قابل ترک
ہونگے اور اعمال مذکورہ کو اصلاح باطن مین مطلق دخل نہین نہ شجرہ کو اوس سے کوئی تعلق ہی نہ پیری
مریدی مین شجرہ شرط ہی اگر شجرہ مین کوئی مفسدہ دیکھا جاویگا اوسکو بھی روک دین گے پس قیاس کرنا
انکو پیری مریدی پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اس طریقہ کا اصلاح باطن کے لیے موقوف علیہ ہونا دلیل
سے ثابت ہی بخلاف ان افعال کے کہ کسی دلیل سے ایکا شرط اصلاح ہونا ثابت نہین بلکہ بوجہ مخالفت
شریعت کے مضر ہونا ثابت ہے فافترقا واللہ اعلم۔ ۱۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ زید کہتا ہے کہ بدعۃ کی دو قسمین ہین حسنہ و سیئہ۔ عمرو کہتا ہے بدعۃ ہمیشہ سیئہ ہی ہوتی ہے
زید کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تراویح کو بدعۃ اور نعم البدعۃ کہا عمرو کی دلیل یہ ہے
کل بدعۃ ضلالۃ بدعۃ کی تعریف حدیث مین تو کہین مذکور نہین مذکور ہو تو تحریر فرمائی جاوے بدعۃ کی جو کچھ
تعریف ہو مگر اسمین شک نہین کہ اسوقت یہ پہچاننا کہ یہ امر بدعۃ ہے یہ نہین نہایت مشکل نظر آتا ہے صحابہ رضی

تحقیق سنت و بدعت

کے حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُن اُمور کو بھی بدعۃ کہتے تھے جو فی نفسہا مباح اور بظاہر موجب ثواب تھے مگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ تھے مثلاً تشہد کے اوّل بسم اللہ پڑھنا قرآن مجید کا جمع کرنا چنانچہ اسباب میں حضرت ابوبکر و حضرت الثمی رضی اللہ عنہما کا جو کچھ قصہ ہے صحاح میں موجود ہے چھینکنا اور اوس کے بعد السلام علیکم یا اسی کے مثل کچھ الفاظ کہنا اذان کے بعد نمازیون کو پکارنا چنانچہ اسباب میں حضرت ابن عمر کا غصہ فرمانا اور اوس مسجد مین نماز نہ پڑہنا صحاح مین موجود ہی غرض اسی قسم کے ہزارون اُمور ہین جو فی نفسہا مباح یا بظاہر موجب ثواب ہین مگر چونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً فعلاً تقریراً ثابت نہین اسلیے صحابہ اُن کو بدعۃ کہتے ہین اور نہایت ہی بُرا جانتے ہین اب اس زمانہ مین مباح الاصل چیز تو کسی طرح بدعۃ ہو ہی نہین سکتی اور جس مباح الاصل چیز مین بظاہر کچھ ثواب کی جھلک ہے وہ تو سُنت اور عبادۃ مقصودہ ہی خیال کی جاتی ہے ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا - اس بلا مین آجکل سب ہی مبتلا ہین مگر حضرات صوفیہ سب سے زیادہ مبتلا نظر آتے ہین کتب احادیث مین لاکھون دعائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہین مگر اس فرقہ مین شاید کوئی دُعا بھی حدیث کی معمول بہ نہین اگر ہے تو ترمیم کے ساتھ حالانکہ خود حدیث سے ترمیم کی ممانعت نکلتی ہے ایک صحابی کو آپ نے تعلیم فرمایا اللھم اسلمت نفسی الیک و وجہت وجہی الیک رغبۃ ورہبۃ والجات ظہری الیک لاملجاء ولامنجا منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت صحابی نے نبیک کی جگہہ رسولک کہدیا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا صحابی نے غالباً یہ ترمیم اس خیال سے کی تھی کہ نبی کے لفظ سے رسول کے لفظ مین زیادہ تعظیم ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعظیم ناپسند فرمائی اور اپنے الفاظ کے کہنے پر تاکید فرمائی اس سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ خصوص حضرات صوفیہ جو ادعیہ مسنونہ مین ترمیم کر دیتے ہین یہ ممنوع اور ناپسند ہے خیر ترمیم ہی سہی مگر دیکھا جاتا ہی تو موجود زمانہ کے صوفیہ ادعیہ مسنونہ ترمیم شدہ بھی نہین پڑہتے بلکہ اپنے بزرگون اور سلسلہ والون کی تصنیف کردہ شدہ دعائین وغیرہ پڑہتے ہین اور اونکو زیادہ مفید اور مقبول خیال کرتے ہین یہ بدعۃ نہین تو اور کیا ہے مدارس اسلامیہ اور اُن کے جزئی انتظامات صوفیہ کے اذکار و اشغال وغیرہ سب بدعۃ نظر آتے ہین گو بعض ذہین لوگ ان مین یہ تاویل کرتے ہین کہ مقصود بالذات اصلاح قلب ہی جو فرض ہی اور یہ صورتین مقصود بالعرض ہین مقصود بالعرض مین تصرف کرنا جائز ہے مقصود بالذات مین تصرف نہ کرنا چاہئے اور مثالی

مین حج دجہاد اور توپ اور ریل وغیرہ کو پیش کرتے ہین مانا کہ یہ تاویل ٹھیک ہی مگر جو لوگ یہ تاویل کرتے ہین ان مین کا یہ خیال بھی ہی کہ مقصود بالعرض اور سنت زائدہ کو اس طرح نہ ادا کرو کہ جس سے ان کے علما یا عملاً واجب ہونے کا شبہ ہو بلکہ جسوقت عوام کو یہ شبہ ہو تو خواص کو اُن کا ترک کرنا واجب ہے سنت زائدہ کے متعلق وہ کہتے ہین کہ کبھی کرو کبھی نہ کرو جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم نفل کبھی رکھتے تھے کبھی نہین رکھتے تھے بعد نماز کبھی داہنی طرف پھر جاتے تھے کبھی بائین طرف غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قولاً یا فعلاً یا تقریراً بتا دیتے تھے کہ یہ فعل کس درجہ کا ہے آجکل کے مدارس اسلامیہ اور صوفیہ کے اذکار و اشغال کو دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی ہر ہر بات کو عملاً ضروری جانتے ہین حالانکہ ان کو طرز عمل سے بتانا چاہیے کہ یہ مقصود بالعرض ہین اِن کا یہ بھی خیال ہے کہ سنت مؤکدہ کو بھی ضرورت کے وقت ترک کرنا واجب ہی مثلاً عوام کسی سنت مؤکدہ کے ساتھ واجب کا معاملہ کرتے ہین تو خواص کو یہ سُنت مؤکدہ ترک کرنا چاہیے مگر بہت سی باتون مین ہم اِسکے خلاف نظیر پاتے ہین مثلاً رکوع کرنا فرض ہے اور رکوع مین سبحان ربی العظیم کہنا سنت ہی اب تمام جہان کے لوگ عملاً دونون کو واجب و فرض بتاتے ہین بلکہ قول و فعل و تقریر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو تو بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عملاً دونون ایک سی شان رکھتے ہین گو علما ایسا نہ ہو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ضرورت کے وقت بھی فرض و سنت مین عملاً فرق کرنا ضروری نہین صرف علماً فرق کرنا کافی ہے اب یہ ارشاد ہونا چاہیے کہ فرائض و واجبات و سنن و نوافل وغیرہ مین علماً اور عملاً دونون طرح فرق کرنے کی ضرورت ہے یا صرف علماً انکے لیے کوئی قاعدہ کلّیہ حدیث و فقہ سے مستنبط کیا گیا ہے یا علما کی رائے پر چھوڑا گیا ہے۔ فقط

الجواب۔ قاعدہ کلّیہ اس باب مین یہ ہے کہ جو امر کلیاً یا جزئیاً دین مین نہ ہو اوسکو کسی شبہ سے جزو دین علماً و عملاً بنا لینا بوجہ مزاحمت احکام شرعیہ کے بدعت ہے دلیل اسکی خود حدیث صحیح ہے من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد کلمہ فی اور من اس مدعا پر صاف صاف دلالت کر رہی ہین اور حقیقی بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہوگی اور بدعت حسنہ صوری بدعت ہے حقیقۃً بوجہ کسی کلیہ مین داخل ہونے کے سنت ہی پس تقسیم بدعت الی الحسنہ والسیئہ کا اثبات اور نفی محض نزاع لفظی ہے کہ اثبات بناہر صورۃ کے ہے اور نفی بنا بر حقیقت کے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح اس قاعدہ کلیہ کے اتقان او احسان

کے بعد سب شبہات مذکورہ سوال دفع ہوگئے بدعۃ کی تعریف بھی حدیث سے معلوم ہوگئی اور حدیث تراویح وحدیث کل بدعۃ مین بھی تعارض نہ رہا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے محض اس وجہ سے کسی امر کو بدعۃ نہین کہا کہ عہد برکت مہد مین نہ تھا ورنہ یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ اول ایک امر کو بدعۃ سمجھین اور پھر بلا اس کے کہ اُس کا وجود بعینہ زمانہ مبارک مین نقل سے ثابت ہوا وسکے بدعت ہونے سے رجوع فرمالین جیسا مناظرہ متعلقہ جمع قرآن مین واقع ہوا اس سے صاف معلوم ہوا کہ بناء کلام تعریف مذکور پر ہے ظاہر نظر مین ایک امر جزو دین معلوم ہوا انکار کرنے لگے بعد غور کے کسی کلیہ شرعیہ مین داخل نظر آیا انکار سے رجوع کر لیا اور اس سے باقی جزئیات مشتبہ کا حکم بھی معلوم ہوگیا جہان محذور مذکور لازم آویگا وہ بدعۃ ہوگا گو ظاہراً مستحسن ہو اور جہان وہ محذور لازم نہ آوے گا وہ سنت ہوگا گو صورۃً بدعۃ ہو امید ہے کہ قدرے تامل سب شبہات کے حل ہونے کے لیے کافی ہوگا اسی لیے حاجت تفصیل جواب کی نہین سمجھی گئی اگر بعد تامل بھی کسی جزئی مین اشتباہ باقی رہے تو بالیقین ظاہر کرنا چاہیے - ۱۸ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال - چند سال سے ہندوستان کے کئی مقامات مین رجبی شروع ہونے لگی ہے یعنی ۲۷ و ۲۸ شب کو حضور سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا حال پڑھا جاتا ہے اور بڑا مجمع ہوتا ہے اور کثرۃ سے روشنی کا سامان فراہم ہوتا ہے اور بعض جگہہ اسی مجلس مین بعد بیان معراج شریف قوالی ہوتی ہے اور حال آتا ہی اور روز بروز اسکی ترقی ہے تو براہ مہربانی شریعت کی رو سے اسکے مضار و منافع سے مطلع فرمائیے کہ اسکا کرنے والا اور شریک ہونے والا اور مدد دینے والا داخل حسنات ہوگا یا موجب سیئات -

الجواب - جلسہ رجبی ہیئت متعارفہ زمانہ ہذا مین جو منکرات مجتمع ہین وہ ظاہر ہین التزام مالا یلزم جسکی کراہت فقہاء کے کلام مین منصوص ہے اور بہت فروع فقہیہ کو اوس پر متفرع کیا ہی کما لایخفی علی اہلہ کثرت روشنی مین اسراف کا ہونا جسکی ممانعت منصوص قرآنی ہے - اوس مین تداعی کا اہتمام جو تطوعات کے لیے مکروہ ہے اسی بناپر جماعۃ نافلہ کو مکروہ کہا ہی اور بھی جسقدر منکرات کو محققین نے مجالس متعارفہ میلاد مین ذکر کیا ہے اکثر بلکہ کل مع شئی زائد اوس مین مجتمع ہین بالخصوص اگر اوسکے ساتھ قوالی بھی ہو تو منکرات مضاعف ہوجاوین گے کیونکہ مجالس متعارفہ سماع مین شرائط اباحۃ محض مفقود بلکہ [illegible]

مانعہ بکثرت موجود ہین چنانچہ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ علیہ کی تحقیق کو سماع متعارف پر منطبق کرنے سے اسکی تصدیق ہوسکتی ہے بنا براں جو مذکورہ جلسہ مذکورہ کے داعی اور ساعی وبانی ومعین وشریک سب کے سب شرعاً قابل ملامت وتشنیع ہونگے طالب حق کے لیے یہ مختصر کافی ہے اور مخاصم کے لیے دفتر کے دفتر غیر وافی ہین۔ ۲- شعبان سنہ ۱۳۲۰ھ

سوال- مقام ...... مین بیس پچیس گھر اہلسنت وجماعۃ حنفی کے ہین اور باقی آبادی شیعہ کی ہی وہ یہ کام کرتے ہین کہ محرم مین تعزیہ بناتے ہین اور مہندی چڑھاتے ہین اور علم نکالتے ہین اور تاشے ڈھول بجاتے ہین اب عرض ہے کہ تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہین اور اوسمین باچھ دینی جائز ہے یا نہین اور اوسمین کوئی شے مثل فرش وغیرہ سایبان وروشنی کے دینی جائز ہے یا نہین اور اگر اوسمین کوئی شخص باچھ دیوے تو اوسکے واسطے کیا حکم ہے اور تعزیہ کب سے بنایا جاتا ہے اور کس وجہ سے بنایا گیا اور یہ لوگ کہتے ہین کہ نقل روضۂ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہے مکان کی نقل جائز ہے جاندار کی شبیہ بنانا منع ہے آیا صحیح ہے یا نہین۔

الجواب- غیر ذی روح یعنی بے جان کی شبیہ بنانا اوسوقت جائز ہے جبکہ اوسپر کوئی مفسدہ یعنی خرابی مرتب نہ ہو ورنہ حرام ہے فی الدر المختار او لغیر ذی روح لا یکرہ لانہا لا تعبد قلت علل عدم الکراہۃ بانہا لا تعبد فہذا النص علی انہ لو کانت تعبد لا یجوز اور تعزیہ کے ساتھ جو معاملات کئے جاتے ہین اونکا معصیت وبدعۃ بلکہ بعض کا قریب بہ کفر وشرک ہونا ظاہر ہے اسلئے اسکا بنانا بلاشک ناجائز ہوگا اور چونکہ معصیت کی اعانت معصیت ہے اسلیے اوسمین باچھ یعنی چندہ دینا یا فرش وفروش وسامان روشنی سے اسمین شرکت کرنا سب ناجائز ہوگا اور بنانے والا اور اعانت کرنے والا دونون گنہ گار ہونگے اور تاریخ ایجاد ووجہ ایجاد تعزیہ کی مجکو تحقیق نہین نہ اسکی ضرورت فقط واللہ تعالیٰ اعلم- ۱۳ محرم سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال- عیدین مین مصافحہ ومعانقہ روا ہے یا نہین-

الجواب- قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادت مین حضرت شارع علیہ السلام نے جو ہیئت وکیفیت معین فرمادی ہے اوسمین تغیر وتبدل جائز نہین اور مصافحہ چونکہ سنت ہے اس لیے عبادات مین سے ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ اوسمین ہیئت وکیفیت منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا اور شارع علیہ السلام سے صرف اول لقاء کے وقت بالاجماع یا وداع کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے وبس اب اسکے لیے ان دو

حکم تعزیہ ودرذی روح اعانت در بنائے تعزیہ وحکم تصویر غیر ذی روح

مصافحہ بعد نماز عیدین

وقتوں کے سوا اور کوئی محل و موقع تجویز کرنا تغییر عبادت کرنا ہے جو ممنوع ہے لہذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نماز پنجگانہ مکروہ و بدعۃ ہے شامی مین اسکی تصریح موجود ہے فقط واللہ اعلم ۲ شعبان ۱۳۲۰ھ

بعض رسوم وبدعات ختم قرآن

سوال- تراویح رمضان المبارک باوجود الم ترکیبات سے پڑہنے کے ستائیسوین شب کو شل ختم قرآن کریم روشنی کرنا اور شیرینی پر نیاز دینا اور اجوائن پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب- الم ترکیب اور تمام قرآن کا حکم ان امور مین یکسان ہے یعنی فضول روشنی کرنا اسراف ہے اور بدعۃ ہے اور شیرینی کو لازم سمجھکر بانٹنا یہ بھی بدعۃ ہے اور نیاز دینا اگر اللہ کے لیے ہو تو اوسپر کچھ پڑھکر دعا مانگنے کے کوئی معنے نہین اور اگر کسی بزرگ کے لیے ہے تو عوام کا عقیدہ اوسمین اچھا نہین اونکو نفع و ضرر کا مختار جانتے ہین اسلئے یہ رسم بھی قابل ترک ہے اجوائن دم کرانے کو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ضروری نہین سمجھتا صرف برکت کے لیے دم کراتے ہین اسلیے مضائقہ نہین البتہ اگر اسکو بھی ضروری سمجھین تو بدعۃ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

سماع مزامیر

سوال سماع مع المزامیر شارع علیہ السلام و سلف صالحین نے سنا ہے یا نہین؟:

الجواب روی الامام احمد قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی لمحق المعازف والمزامیر الحدیث باختصار کلام اس مسئلہ مین طویل ہے خلاصہ یہ ہے کہ اسوقت جو سماع متعارف ہے وہ کسیکی نزدیک جائز نہین - ۲- شعبان ۱۳۲۱ھ

بعض بدعات محرم

سوال- چہ میفرمایند علماء دین رحمہم اللہ تعالی کہ روز عاشوراء یعنی دہم محرم آب پاشیدن بر محبوب چنانچہ مروج خطۂ پشاور ست کہ ہر یک شخص بطریقۂ التسنن وتعبد قدرے آب گرفتہ بر قبور مردگان خود می پاشند و موجب بسیار ثواب میدانند این کدام اصلی میدارد یا نہ خاص در مذہب حنفی جائز است سنت ست یا بدعت شمردہ شود درین باب از جواہر نفیس کتابی است مذہب امام ابو حنیفہ نقل میکنند و حدیثے بروایت ابن عباس رض دران درج کردہ ابدا این نقل واندراج قابل اعتبار است یا نہ - درین روز جز صیام دیگر کدام عبادتے را از نوافل نماز و طعام خوردن وغیرہ کدام تخصیصے است یا نہ۔

الجواب درین روز جز صیام از عبادات و توسیع علی العیال از عادات چیزے دیگر در شریعت وارد نشدہ لہذا زیادت برین ہر چہ باشد بدعت باشد کما فی الدر المختار وفی یوم عاشوراء یکرہ کلہم - ولا بأس بالمعتاد خلطا ویؤجر وقال الشامی عن ابن رجب کل مار وی فی فضل الاکتحال والاختضاب والاغتسال

نموضوع لایصح وکتاب جواہر نفیس نہ از کتب فقہیہ معتمدہ شنیدہ شدہ و نہ از کتب حدیث فلا یصح الاعتماد علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۵۔ محرم ۱۳۲۳ھ

ف تحقیق ذکر الا اللہ

سوال چہ میفرمایند علمار دین ومفتیان شرع متین درین مسئلہ کہ ذکر بآواز بلند محض الا اللہ کردن یعنی خواندن جائز است یا نہ امید وارم کہ بعد توجیہ بلیغ فتوی مدلل ومحقق بآیات کلام مجید یا حدیث شریف ارتسام کردہ ارسال فرمایند باعث اجر عظیم خواہد شد مگر بآنکہ اختصاص آواز بلند بالخصوص مقصود نیست محض استفسار ذکر جائز بودن وناجائز مطلوب است۔

علہ یعنی صورۃ ورنہ بقاعدہ نفی موصوف و صفت ہست ۱۲

الجواب۔ جائز است زیراکہ غایتش حذف مستثنیٰ منہ وعامل است وآن عند القرینہ در کلام افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم مثل حذف مستثنیٰ وارد ست اما حذف المستثنیٰ فما اخرج ابن ماجۃ عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذلک لایجنبنی من قربہم الا فال محمد بن الصباح کانہ یعنی الخطایا کذا فی المشکوٰۃ وقع کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا ذکر المستثنیٰ لکمال ظہورہ فالحقہ محمد کذا فی المرقاۃ اما حذف المستثنیٰ منہ فما اخرج الشیخان عن ابن عباس فقال العباس یارسول اللہ الا الاذخر فانہ لقینہم ولبیوتہم فقال الا الاذخر الحدیث ودر مبحوث فیہ قرینہ ظاہر است گاہی قالاً ہرگاہ قبل ازین ذکر لا الٰہ الا اللہ کردہ باشد گاہی حالاً لدلالۃ حالۃ المسلم علی اعتقاد نفی الوہیۃ الغیر واللہ تعالیٰ اعلم ۱۴۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ھ

ف جواب استدلال مجوزین فاتحہ مروجہ

سوال۔ مجوزین فاتحہ مروجہ منجملہ اپنے دلائل کے یہ حدیث بھی جواز پر بیان کرتے ہیں ہلمی یا ام سلیم ما عندک فاتت بذلک الخبز فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ففت وعصرت ام سلیم عکۃ فادمتہ ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ ماشاء اللہ ان یقول متفق علیہ دیگر فرائیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یدہ علی تلک الحیسۃ وتکلم بماشاء ثم جعل یدعو عشرۃ عشرۃ الخ اس قسم کی احادیث کا مانعین کیا جواب دیتے ہیں اور اس سے اُن کا مدعا ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ محض لغو استدلال ہے اِن حدیثوں میں ماشاء کے تکلم وتلفظ سے مقصود ایصال برکت فی الطعام تھی جس کے لیے تلبس کی حاجت تھی اور فاتحہ میں تلاوت سے مقصود ایصال ثواب طعام الی المیت ہے جس کے لیے تلبس کی حاجت نہیں اور ہیئت متعارفہ سے شبہہ حاجت تلبس کا عوام کو ہوتا ہے پس بفساد اعتقاد سے ممنوع ہے اور یہ فرق نہایت واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲۷۔ شوال ۱۳۲۳ھ

ف حاضرات

سوال۔ ایک شخص بذریعہ حاضرات بھوت پلید اور جن خبیث وغیرہ دور کرتا ہے جس کی ترکیب یہ ہے

کہ دو چراغ گھی کے جلا کر سامنے رکھتا ہے اور پھر چراغوں کے سامنے قریب ہی آگ کے دو انگارے رکھکر اسپر گھی جلاتا ہے اور چھوٹی عمر کے بچہ کو پاس بٹھا کر ان چراغوں کی لَو کے اندر دیکھنے کی ہدایت کرتا ہے اور وہ بچہ اُس مین دیکھتا ہے اور عجائب وغرائب مشاہدہ کرتا ہے اور سوال وجواب ہوکر بھوت وغیرہ اُتر جاتا ہے اور عمہ کی شیرینی اور ایک مرغ بھی اور اگر مرغ دستیاب نہو تو بکری کی کلیجی پر پکوا کر فاتحہ دیتا ہے اور فاتحہ کا ثواب واسطے اللہ کے سلیمان پیغمبر علیہ السلام اور بالا شہید اور سلطان شہید اور برہان شہید کی روح کو پہونچاتا ہے اور شیرینی غریبون کو تقسیم کر دیتا ہے اور مرغ یا کلیجی خود کھاتا ہے باقی بچے تو زمین مین دفن کر دیتا ہے اور کسی مہادیو یا کالی وغیرہ کا نام بالکل نہین آتا اور نہ کسیوقت کسی قسم کا پوجا پاٹ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ منتر مین بھی کسی قسم کے الفاظ شرک کے نہین ہین تو کیا صورت مرقومہ مین اُسکا یہ فعل خلاف شرع شریف ہے یا نہین اور اس سے ہزارون مخلوق خدا کو فائدہ پہونچتا ہے اور کسی قسم کا اس شخص کو لالچ اور طمع نہین ہے اور نہ کچھ لیتا ہے محض انسانی ہمدردی کی وجہ سے کرتا ہے اب ایک شخص نے اُس کو اس فعل سے روکا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فعل نہ کیا کرو تو کیا وہ شخص یہ کام چھوڑ دے یا نہ چھوڑے۔

الجواب۔ مین نے جہانتک تحقیق کیا اس عمل مین چند امور تحقیق ہوئے اول جو کچھ اُس بچہ کو مشاہدہ ہوتا ہے وہ کوئی واقعی شئے نہین ہوتی محض خیالی اور وہمی اشیاء ہوتی ہین جو عامل کی قوت خیالیہ کی وجہ سے اُس بچہ معمول کے خیال مین بشکل صور خارجیہ متمثل ہو جاتی ہین گو عامل خود بھی اس راز کو نہ جانتا ہو اور یہی وجہ ہے کہ بچون ہی پر یہ عمل ہو سکتا ہے یا کسی بیوقوف بڑی عمر کے آدمی پر بھی ہو جاتا ہے اور عاقل پر خصوصًا جو اس کا قائل نہو ہرگز نہین ہوتا پس اس تقدیر پر یہ ایک قسم کا خداع اور فریب اور کذب وزور ہے دوسرے فاتحہ کا ثواب جو اِن بزرگون کو پہونچایا جاتا ہے بعضے تو فرضی نام معلوم ہوتے ہین اور جو واقعی ہین یا کل کے کل واقعی ہون تب بھی وجہ تخصیص کی سمجھنا چاہیے سو عاملین وعوام کی حالت سے تفتیش کرنے سے یہ متعین ہوا کہ وہ دفع آسیب مین ان بزرگون کو دخیل اور فاعل سمجھتے ہین پس لامحالہ اُن کو اِن واقعات پر اطلاع پانیوالے پھر اُن کو دفع کر دینے والے یعنی صاحب علم غیب وصاحب قدرت مستقلہ سمجھتے ہین اور یہ خود شرک ہے اور اگر علم وقدرت مین غیر مستقل سمجھا جاوے لیکن عدم استقلال کی صورت مین احیانًا تخلف بھی ہو سکتا ہے مگر تخلف کا خیال مع احتمال

بھی نہین ہوتا ہی اعتقاد شعبہ شرک کا ہی تیسرے اکثر ایسے عملیات مین کلمات شرکیہ مثل ندا غیر اللہ واستغاثہ واستعانت بغیر اللہ ضرور ہوتا ہی اور عامل کا یہ کہنا کہ منتر مین کسی قسم کے الفاظ شرک کے نہین ہین آہ تا وقتیکہ وہ الفاظ معلوم نہون اس لیے قابل اعتماد نہین کہ اکثر عامل بوجہ کم علمی کے شرک کی حقیقت ہی نہین جانتے چوتھے مرغ وغیرہ کے ذبح مین زیادہ نیت وہی ہوتی ہے جو کہ شیخ سدو کے بکرے مین عوام کی ہوتی ہے رہا فائدہ ہو جانا اول تو اکثر وہ عامل کی قوت خیالیہ کا اثر ہوتا ہی عمل کا اُسمین دخل نہین ہوتا اور اگر عمل کا دخل بھی ثابت ہو جاوے تو کسی شئے پر کسی اثر کا مرتب ہو جانا دلیل اُس کے جواز کی نہین بہرحال جس عمل مین یہ مفاسد مذکورہ ہون وہ بلاشبہ ناجائز ہے البتہ جو اس سے یقیناً منزہ ہو وہ جائز ہے اور شاید بہت ہی نادر ہو واللہ تعالے اعلم ۳ - ربیع الاول ۱۳۲۳ھ

سوال اذان کے وقت محمد رسول اللہ کہنے پر ہاتھ چومنا گیسا ہے ایک بزرگ نے فرمایا ہی کہ آنکھون مین لگانے سے دکھتی نہین -

جواب - اذان کے وقت جو عادت ہے انگوٹھون کے چومنے کی یہ فی نفسہ آشوب چشم کا عمل تھا لیکن لوگ اسکو ثواب اور تعظیم اسم مبارک نبوی سمجھکر کرتے ہین اس لیے بدعت ہے اور اگر اعتقاد نہو تو دوسرے کو شبہہ پڑیگا اس لیے درست نہین - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۱۴ - ربیع الاول ۱۳۲۴ھ

سوال - حضرات علماء اہل سنت سے باستدعا اس امر کے کہ جواب اُمور مسئولہ محض بحوالہ آیات واحادیث متجبہا ومنفقۃ تحریر فرمایا جاوے بکمال ادب استفسار کیا جاتا ہے کہ حدیث کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار اگر عند المحدثین قابل احتجاج ہو تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ خود حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے تعریف اُس بدعت کی جسکا مرتکب علی سبیل القطع استحقاق شمول اس وعید کا حاصل کرے کیا ارشاد فرمائی ہے - ۲ نیز حضرت حبیب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بدعت کو اس کلیہ سے مستثنیٰ بھی فرمادیا ہے یا یہ وعید بلا استثناء وارد فرمائی ہے - ۳ نیز کسی صحابی جلیل القدر سے حسب تعریف حضرت سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارتکاب بدعت پایا گیا ہے یا نہین در صورت اولی وہ صحابی فی حیاتہ اُس بدعت پر مصر رہا ہی یا تائب ہوکر دنیا سے گیا - ۴ نیز بر طبق تعریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم فی زماننا وفی دیارنا وہ کونسے افعال ہین جو مصداق صحیح مفہوم بدعت ہوکر اپنے مرتکبین کو مستحق وعید موردہ کر سکتے ہین اجرکم علی اللہ سبحانہ -

تقبیل ابہامین بر نام مبارک

حقیقت بدعت

الجواب ۔ فی الدر المختار وہی (ای البدعۃ) اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندۃ بل بنوع شبہۃ آہ قلت وماخذہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فہو رد الحدیث کما یظہر بالتامل فیہ۔ اس سے تو اس کی تعریف مع الدلیل معلوم ہوگئی پھر اسکی ایک حقیقت ہی ایک صورۃ اگر حدیث کل بدعۃ ضلالۃ الخ مین بدعت حقیقیہ مراد لیجاوے تو اس کلیہ سے کوئی مستثنے نہین اور اگر عام لیا جاوے حقیقیہ وصوریہ کو تو بدعۃ صوریہ غیر حقیقیہ اس عام سے مخصوص ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فروع مجتہد فیہا مین ایک کا دوسرے کو منسوب الی الاحداث کرنا منقول ہے سو یہ اختلاف خود شرعاً غیر مذموم ہے بخلاف غیر مجتہدین کے جو امر جدید اختراع کرین وہ رائے بوجہ رائے غیر مجتہد ہونے کے غیر مقبول اور مصداق مفہوم بدعت کا ہی اور بعد تقریر مذکور کے احصاء جزئیات کی گو حاجت نہین مگر رسالہ اصلاح الرسوم مین بقدر ضرورت مذکور بھی ہین فقط واللہ اعلم۔ ۱۰۔ شوال ۱۳۲۴ھ

سوال متعلق جواب بالا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والانامہ عالی متضمن جواب استفتائے مرسلہ صادر ہوا ممنون ومشکور فرمایا یہ تو آپ کے والانامہ سے معلوم ہوا کہ بوجوہات مرقومہ زیادہ تحقیق وتفصیل مسئلہ مطلوبہ کی آپ تحریر فرمانے سے معذور ہین لیکن جسقدر جواب تحریر فرمایا گیا ہے اسکی توضیح مطلب کے استفسار کی ممانعت آپنے تحریر نہین فرمائی اسوجہ سے اس امر کی جرأت ہنوز حاصل ہے بناء علی ہذا عرض خدمت عالی ہے کہ در مختار سے جو تعریف بدعۃ بالفاظ (ہی اعتقاد خلاف المعروف الخ) نقل فرمائی گئی ہو تو لفظ اعتقاد اس عبارت مین علی الاطلاق ہے اعم ازین کہ کسی مجتہد کا اعتقاد ہو یا غیر مجتہد کا پھر اسکا ماخذ صاحب در مختار نے اس حدیث کو بتلایا ہے کہ (من احدث فی امرنا ہذا) اس مین بھی لفظ من اعم ہے یعنی مجتہد یا غیر مجتہد کی کچھ تخصیص نہین ہی پس آپنے آگے چل کے رائے غیر مجتہدین کو جو مصداق مفہوم بدعت قرار دیا ہے اور رائے مجتہدین کو شرعاً غیر مذموم بتلایا ہے اور مصداق مفہوم بدعت سے خارج کیا ہے یہ امر عبارۃ در مختار سے یا عبارت حدیث مذکور سے کس طور سے اخذ فرمایا ہے پھر بدعت کی دو قسمین حقیقیہ وصوریہ تحریر فرما کر قسم ثانی کو حکم کلی (کل بدعۃ ضلالۃ) سے مستثنیٰ فرما دیا ہے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بدعت صوریہ کی تعریف کیا ہے پھر ایک ایک مثال اقسام بدعت کی معلوم ہونا چاہیے کہ سیئہ وحسنہ یہ دو اقسام بدعت کے جو مشہور ہو رہے مین آیا یہ اقسام

عـــــہ خط مین اس قسم کا مضمون تھا ۱۲ منہ

اُسی صوریہ وحقیقیہ کے تحت مین داخل ہین یا علیحدہ اگر علیحدہ ہین تو اُنکی تعریف ومثال کیا ہے یہ امر بھی ضروری الاستفسار ہی کہ (من احدث فی امرنا ہذا الخ) مین مشار الیہ کون ہے باقی یہ یقینی ہے کہ جو اس کا مشار الیہ ہوگا وہ عین صواب ضرور ہوگا اور رائے مجتہدین خطا پر بھی ہوا کرتی ہی پس وہ اس کے مشار الیہ کو کس طرح شامل ہوگا اور ہرگاہ شامل نہ ہوگی تو مصداق مفہوم بدعت سے کس طرح خارج ہوگی پھر شرعاً تعریف مجتہد بھی معلوم ہونا چاہیے جس کی رائے کو آپ نے غیر مذموم بتلایا ہے فقط

الجواب - قولہ کس طور سے اخذ فرمایا ہی - اقول جن احادیث سے اجتہاد کی اجازت اور اُس مین خطا سے معذور ہونا ثابت ہے وہ اس تخصیص وتقیید کی دلیل ہے البتہ جس شخص کے نزدیک اسکی خطا ثابت ہوجاویگی وہ اتباع نکریگا اور جس کے نزدیک خطا ثابت نہین ہوئی وہ اتباع کریگا - قولہ تعریف کیا ہے اقول جو بعینہ سنت مین وارد نہ ہو لیکن کسی کلیہ سے مستنبط ہوتی ہو - قولہ معلوم ہونا چاہیئے اقول بعد تعیین حقیقۃ کلیہ کے جزئیات پر اُس کو منطبق کرلیا جاوے - قولہ یا علیحدہ اقول سیئہ اور حقیقیہ ایک ہے اور حسنہ اور صوریہ ایک - قولہ کون ہے - اقول دین ہے - قولہ صواب ضرور ہوگا - اقول ہان لیکن جو یقینی دین ہے وہ یقینی صواب ہی اور جو ظنی دین ہے وہ ظنی صواب ہی - قولہ معلوم ہونا چاہیئے اقول کتب اصول اور رسالہ اقتصاد مؤلفہ احقر مین دیکھ لیا جاوے فقط شوال ۱۳۲۴ھ

سوال تعزیہ داری ومرثیہ خوانی کسکی رسم ہی اوسکے عامل ناری ہونگے یا جنتی بوجہ کلمہ کے کبھی نار جہنم سے خارج ہونگے یا نہین اور محروم الشفاعت ہونگے یا نہین کوئی احادیث وآیات سے ممانعت ہے یا نہین -

الجواب - تعزیہ داری ومرثیہ خوانی یہ تو تحقیق نہین کہ ایجاد کسکی ہے اگرچہ تیمور کی طرف نسبت کرتے ہین مگر رسم شیعہ کی ہی اور بدعات قبیحہ سے ہی اور امثال ان بدعات مین وارد ہی کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار اور خلود سوائے کفار کے کسیکی لیے نہین لقولہ علیہ السلام من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ سو بعد سزا پانے کے خارج ہونگے اور محروم الشفاعۃ بھی کفار ہونگے سب اہل اسلام کے لیے خواہ سنی ہون یا بدعتی[ع] شفاعت ہوگی لقولہ علیہ السلام فہی نائلۃ انشاء اللہ تعالی من مات من امتی لا یشرک باللہ شیئا رواہ مسلم ممانعت تعزیہ داری اور تعظیم اوسکی کی اس آیت سے مستنبط ہوسکتی ہے اتعبدون ما تنحتون واللہ خلقکم وما تعملون اور حدیث مشہور ہے من زار قبرا بلا مقبور فہو ملعون اور نہی مرثیہ سے اس حدیث مین مصرح ہی نہی رسول اللہ صلعم عن المراثی

ع جبکہ وہ بدعۃ حد کفر تک نہ پہونچے - ۱۲

رواہ ابن ماجہ واللہ اعلم۔

سوال۔ اولیاء اللہ کا نذر کیا گیا بکرا مرغا گائے وغیرہ باکول اللحم ساتھ بسم اللہ اللہ اکبر کے ذبح کرنے سے حلال ہے یا نہیں۔

الجواب۔ بزرگون کی نذر و نیاز کا جانور اگر اسواسطے ذبح کیا جاوے کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوجاوین اور ہمارا کام کردین اور اونکو متصرف فی التکوین سمجھے اور اُن سے تقرب کے لیے ذبح کرے اور ذبح سے وہی مقصود ہون چنانچہ اس زمانہ مین اکثر جہال کا یہی عقیدہ ہوتا ہی تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک اور وہ ذبیحہ بالکل حرام ہے اگرچہ وقت ذبح اللہ کا نام لیا جاوے وما اہل بہ لغیر اللہ اور اگر اللہ کے واسطے وہ جانور ذبح کیا اور اللہ کے واسطے دیکر اوسکا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخشدیا یہ جائز و حلال ہے فقط۔ ۵۔ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۱ ہجری

سوال۔ غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہی یا نہیں۔ مسلمان ہونے کے لیے ایک مذہب حنفی یا شافعی وغیرہ ہونا ضرور ہے یا نہیں اگر ہی تو کس وجہ سے اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور اماموں کے وقت مین لوگ حنفی یا شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں۔ جو شخص بموجب قرآن و حدیث کے نماز ادا کرتا ہے اور ہر مسئلہ مین مقلد ایک امام خاص کا ہنوا اور سب اماموں کو برابر حق جانکر جسکا جو مسئلہ موافق حدیث کے سمجھے عمل کرے تو وہ مسلمان سنت و جماعت ہی یا نہیں اقتدا اوسکی جائز ہے یا نہیں۔ حنفی مقتدی شافعی وغیرہ امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان فیض اقتران مین طرز عمل لوگون کا یہ تھا کہ آپ کے قول و فعل کا کہ سنتے دیکھتے اتباع کرتے جو ضرورت ہوتی دریافت کرلیتے اصول و اسباب و علل احکام کے نہ کسی نے دریافت کیے نہ پورے طور سے بیان کیے گئے اسلیے نہ باہم اختلاف تھا نہ تدوین فقہ کی حاجت تھی نہ جمع احادیث کی ضرورت تھی بعد وفات شریف آپ کے وقائع قدیمہ مین چونکہ ایک صحابی کو کوئی حدیث نہ پہونچی یا پہونچی لیکن یاد نہ رہی یا یاد رہی مگر فہم معنے مین غلطی ہوئی یا کسی قرینہ سے تاویل کی یا طریق روایت کو مقدوح سمجھا اور دوسرے صحابی کا حال اسکے خلاف ہوا اور وقائع حادثہ مین قیاس دونون کے مختلف ہوئے اور صاحب وحی سے پوچھنا ممکن نہ تھا ان وجوہ سے اونمین بعض فروع مین اختلاف پیدا ہوا پھر وہ صحابہ اقطار و امصار مختلفہ مین منتشر ہوکر مقتدا و پیشوا ہوئے اور تابعین نے ہر نواح مین خاص

جانور نذر و نیاز بزرگان

اقتدا شافعی و حنفی [illegible] ضرورت تقلید اقتدا غیر مقلد

خاص صحابہ کا اتباع کیا اور انکے اقوال وافعال کو محفوظ رکھکر مستند ٹھیرایا اور طرز عمل ہر شہر کا ایک جداگانہ طریق پر ہوگیا جب صحابہ کا زمانہ منقرض ہوگیا تابعین مقتدا ہوئے اور اپنے ہمعصرون کو جو امور کہ صحابہ سے یاد تھے اونکے موافق فتوی دیتے ورنہ تخریج کرتے اون سے تبع تابعین نے اسیطرح اخذ کیا اس زمانہ مین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کوفہ مین اور امام مالک رحمہ اللہ تعالی مدینہ منورہ مین پیدا ہوئے اور اپنے عصر کے تابعین سے آثار وتخریجات محفوظ کرکے اپنے زمانہ مین کچھ اون آثار وتخریجات کے موافق کچھ خود استنباط فرماکر فتوی دیئے اور بہت لوگون نے انکا اتباع کیا اور تلمذ حاصل کرکے اونکے اقوال وفتاوی کو جمع کرکے بعض بعض نواح مین شائع کیا یہانتک کہ اُن اطراف مین وہ دستور العمل ٹھیر گیا اسکا نام مذہب امام ابو حنیفہ رح ومذہب امام مالک رح ہوا اس زمانہ کے اخیر مین امام شافعی رح پیدا ہوئے اونہون نے بعض وجوہ تخریج کو مختل سمجھکر بعض اصول وفروع مین ترمیم کی اور از سر نو بنا ر فقہ کی ڈالی بہت لوگون نے اسکو نقل کرکے مشتہر کیا اور اسکا نام مذہب امام شافعی ہوا یہ لوگ ارباب تخریج کہلاتے مین اور بوجہ توزع واہتمام نفس اپنے کے جمع احادیث پر جرأت نہین کرتے ہین نہ اوسکا چندان اہتمام تھا بلکہ جو احادیث وآثار جن اطراف مین پہونچے اونکو کافی سمجھتے تھے اور چونکہ خدائے تعالے نے تیزی وذہانت وفطانت عنایت کی تھی اسلیے فتوی پر جری تھے اون احادیث سے استخراج کرتے اور فقہ کو بناء دین جانتے اور بوجہ میلان کے اپنے ائمہ واصحاب واہل بلد کی طرف اور اعتقاد عظمت شان اونکی کے اور اطمینان کے اونپر استخراج مین انکی مخالفت نہ کرتے اور درصورت حدیث نہ ہونے کے اونکی تصریحات کو یا اصول کو جو انکے کلام سے ماخوذ ہین مدار اپنے فتوے کا ٹھیراتے لیکن اگر کوئی قول اپنا یا امام کا مخالف کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ دیکھتے اوسکو ترک کرتے اور یہی وصیت ائمہ اور اون کے اصحاب کی ہی پس لوگون کا یہی طور تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پیدا ہوئے اور اُنہون نے اور جو مثل اونکے تھے اونہون نے اس طرز عمل کو ناکافی اور خوض بالرائے کو مذموم اور سابقین کی رائے کو بخیال نہ پہونچنے بعض احادیث کے بعض اطراف مین نامعتمد سمجھا اور فتوے وتفقہ سے احتیاط کی اور احادیث کی جمع وتدوین پر متوجہ ہوئے اور مختلف اقطار سے احادیث کو خواہ اونپر کسی نے عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ وہ مدینہ کی ہون یا مکہ کی جمع کرنا شروع کیا یہانتک کہ ایک ذخیرہ وافی مجتمع ہوا پس اُن لوگون کا طرز عمل یہ ہوا کہ اول کتاب اللہ دیکھتے اگر اوسمین حکم نہ ملتا یا ذات وجود ہوتا تو حدیث دیکھتے اگر اُس سے بھی اطمینان نہوتا تو فتوے

صحابہ وتابعین کا دیکھتے اگر کہین بے حکم نہ ملتا تو بناچاری قیاس کرتے اور قیاس کسی اصل پر
مبنی نہ تھا بلکہ اطمینان نفس وشرح صدر پر ہیوابتدا ہی اہل حدیث کی چونکہ یہ ضرورت فقہ کی بہت
مشکل ہے اسیلیے جب امام احمدرح سے کسی نے پوچھا کہ جسکو ایک لاکھ حدیثین یاد ہوں وہ فقیہ ہوسکتا
ہے یا نہین فرمایا نہین پھر پوچھا کہ اگر پانچ لاکھ حدیثین یاد ہوں فرمایا اوسوقت امید کرتا ہون چونکہ
امام احمدرح تخریج بھی کرتے تھے اونکی تخریجات مشہور ہوکر مذہب احمد بن حنبل نام ٹھہرا ہرچند کہ اوسوقت
دو فریق ہو گئے تھے اہل تخریج واہل حدیث لیکن انمین کوئی معاندت یا مخاصمت نہ تھی بلکہ اگر اہل حدیث
سے اہل تخریج کو کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پہونچتی اپنا مذہب ترک کرتے ایسے ہی اہل حدیث
کو اگر اپنی رائے کا مخالف ہونا صحابہ یا تابعین کے ساتھ معلوم ہوتا وہ اوسکو ترک کرتے اور ایک
دوسرے کے پیچھے اقتدا کرتا اور اپنے اپنے کام کو خدمت دین سمجھکر انجام دیتے اور بزبان حال یہ کہتے
ع ومن ویدی حب الدیار لاہلہا + وللناس فیما یعشقون مذاہب + ع ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل اواندر دلش انداختند + ع بہشت آنجا کہ آزارے نباشد + کسے را باکسے کارے نباشد + جب
انکا زمانہ گذر گیا دونون فریق کے پچھلے لوگون نے تہذیب وترتیب دونون علمون یعنی فقہ وحدیث کی
بوجہ احسن کی اہل تخریج نے مسائل مین توضیح وتنقیح وتصحیح وترجیح وتالیف وتصنیف کی اور جتنے
آثار ملتے گئے اور کلام ائمہ سے اصول ماخوذ ہوتے گئے اونپر استنباط واستخراج کرتے رہے اور اقوال ضعیفہ
یا مخالفہ نصوص کی تضعیف وتردید کرتے رہے یہ لوگ مجتہد فی المذہب کہلاتے ہین۔ اور اہل حدیث نے
احادیث صحیحہ وضعیفہ ومرسلہ ومنقطعہ کو جدا جدا ملخص کیا اور فن اسماء الرجال وتوثیق وتعدیل وجرح وات
کو تدوین کیا اس زمانہ مین صحاح ستہ وغیرہ مدون ہوئین پس روز بروز رونق وگرم بازاری ان دونون
پاک علمون کی ہوتی رہی اور علماء مین یہ دونون فریق رہے اور عوام جس سے چاہتے بلاتقیید وتعیین
کسی امام یا مفتی کے فتوی پوچھکر عمل کرتے اور جس فتوے مین تعارض ہوتا اوسمین اعدل واوثق
واحوط اقوال کو اختیار کرتے مائتہ رابعہ تک یہی حال رہا بعد مائتہ رابعہ کے قضائے الٰہی سے بہت سے
امور پر آشوب پیدا ہوئے تقاصر ہمم یعنی ہمتین ہر علم مین پست ہونا شروع ہوئین جدال بین العلماء
کہ ہر شخص دوسرے کی مخالفت کرنے لگا۔ تزاحم بین الفقہاء کہ ہر فقیہ دوسرے کے قول وفتوی کو رد کرنے
لگا۔ اعجاب کل ذی رای برایہ یعنی ہر شخص حتی کہ قلیل العلم بھی اپنی رائے پر اعتماد کرنے لگا۔ تعمق نے

الفقہ والحدیث یعنی دونون علمون مین افراط ہونے لگا یعنی بعض فقہاء اپنے اصول ممہدہ سے حدیث
صحیح کو رد کرنے لگے اور بعض اہل حدیث ادنی علۃ ارسال وانقطاع یا ادنی ضعف راوی سے مجتہد
کی دلیل کو باطل ٹھیرانے لگے۔ جور قضاۃ یعنی قاضی اپنی راے سے جسپر چاہتے تعدی کرتے تعصب
یعنی اپنی جماعت کو امور مختلفہ مین یقیناً حق پر سمجھنا دوسرے کو قطعاً باطل جانتا جب یہ آفتین پیدا
ہوئین جو لوگ اوس زمانہ مین معتدبہ تھے اونہون نے اتفاق کیا کہ ہر شخص کو قیاس کرنیکا اختیار نہ ہونا
چاہیے اور کسی مفتی کا فتوی اور قاضی کی قضا معتبر نہ ہونا چاہیے جب تک کہ متقدمین مجتہدین مین سے
کسی کی تصریح نہو چونکہ ائمہ اربعہ کے سوا کسی کا ائمہ سابقین سے مذہب مشہور نہ تھا لہذا اونکی تقلید
پر اجماع کیا گیا اور ترک التزام مذہب واحد مین ظن غالب تلاعب فی الدین وابتغاء رخص واتباع ہوے
کا تھا لہذا التزام مذہب معین کا لابد کیا گیا اور بدون کسی غرض محمود شرعی کے اوس سے انتقال وارتحال
کو منع کیا گیا اوسوقت سے لوگون نے تقلید پر اطمینان کر کے کچھ تو قوت استخراج کی کم تھی کچھ توجہ کی
قیاس منقطع ہو گیا بہت لوگ اہل حدیث مین سے اس پرمشورت پر مصلحت کے مخالف رہے مگر
کسی پر لعن وطعن نہین کرتے تھے نہ اہل تخریج ان سے کچھ تعرض کرتے تھے یہانتک کہ اس سے زیادہ
فتنہ انگیز وقت آیا اور دونون فریقون مین تشدد بڑہا بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطاء
ومصیب وجوباً ومفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام
کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہو پھر بھی بہت سی علل وخلل حدیث مین پیدا کر کے یا
اوسکی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کرینگے اور قول امام کو نچھوڑینگے ایسی تقلید حرام اور مصداق
قولہ تعالی اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا الآیۃ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے۔ اور بعض اہل
حدیث نے قیاس وتقلید کو مطلقاً حرام اور اقوال صحابہ وتابعین کو غیر مستند ٹھیرایا اور ائمہ مجتہدین کو
یقیناً خاطی وغاوی اور کل مقلدین کو مشرکین ومبتدعین کے ساتھ ملقب کیا اور سلف پر طعن اور خلف
پر لعن اور اونکی تجہیل وتضلیل وتحمیق وتفسیق کرنا شروع کیا حالانکہ اس تقلید کا جواز مجمع علیہ امت کا
اور داخل عموم آیۂ واتبع سبیل من اناب الیّ وآیۂ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون وآیۂ وجعلناہم
ائمۃ یہدون بامرنا وآیہ اولئک الذین ہدی اللہ فبہدیہم اقتدہ کے ہے اور ہر زمانہ مین استفتا وفتوی
چلا آتا ہے اگر ہر مسئلہ مین نص شارع ضرور ہو تو استفتا وفتوی سب گناہ ٹھیرے ان دونون متشددین

کے درمیان ایک فرقہ متوسط محقق پیدا ہوا کہ نہ مجتہدین کو یقیناً مصیب سمجھا نہ قطعاً خاطی جانا بلکہ حسب
عقیدہ شرعیہ المجتہد یخطی ویصیب دونون امر کو انکا محل خیال کیا اور نہ اونکے محلل کو حلال نہ اونکے محرم
کو حرام جانا بلکہ حرام وحلال اوسیکو اعتقاد کیا جسکو خدا ورسول نے حرام وحلال کیا ہے لیکن چونکہ اپنے
کو اسقدر علم نہیں کہ نصوص بقدر حاجت یاد ہون اور جو یاد ہین اونمین متعارضات مین تقدیم وتاخیر معلوم
نہیں اور نہ قوت اجتہادیہ ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دیسکین اور احکام غیر منصوصہ مین استنباط
واستخراج کرسکین اسلیے کسی عالم راسخ تابع حق مجتہد مصیب فی غالب الظن کا اتباع اختیار کیا نہ اس
اعتقاد سے کہ وہ شارع ہے بلکہ اسوجہ سے کہ ناقل عن الشارع ہے اور باوجود اتباع کے اس بات کا
قصد مصمم رکھا کہ اگر نص مخالف قول امام وضعف مسلک اوسکے کا علم ہوگیا تو حدیث کے مقابلہ مین
قول امام کا ترک کرونگا اور اسمین بھی مخالفت امام کی نہیں بلکہ عین اونکے امر کی موافقت ہے چنانچہ
ہر زمانہ مین تصنیفاً اختیاراً وترجیحاً وترکاً وفتویٰ چلا آیا ہے یہ متوسط تقلید ہزارون علماء ومشائخ و
اولیاء نے اختیار کی ہے اسکے ابطال کے درپئے ہونا تضییع اوقات ہے ع ہمہ شیران جہان بستۂ
این سلسلہ اند + روبہ از حیلہ چہ سان بگسلد این سلسلہ را + پس نفس اتباع مجتہد کا تو عموم نص سے ثابت
ہوہی یہ بات کہ ان چارون ہی کا اتباع ہو اور چارونمین سے ایک ہی کا اور ایک کا کرکے دوسرے
کا نہو یہ بات اگرچہ بتکلف تحت مفہوم نص کے داخل ہوسکتی ہے چنانچہ مین نے اس بارہ مین ایک تحریر
لکھی ہے [عــه] مگر صراحۃً منصوص نہیں لیکن ادنیٰ تامل سے یہ بات ثابت ہوسکتی ہے کیونکہ اتباع مجتہد کے لیے
اوسکے اجتہاد کا علم ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے تفاصیل جزئیات کے ساتھ کسی کا اجتہاد
محفوظ نہیں پھر مسائل متفق علیہا مین تو سبکا اتباع ہوجاویگا مسائل مختلف فیہا مین سبکا اتباع
تو ممکن نہیں ضرور ایک کا ہوگا پھر اوسکے لیے وجہ ترجیح چاہیے وجہ ترجیح بجز ظن اصابت حق کے کیا
ہوسکتی ہے پھر یہ ظن یا تفصیلاً ہوگا یا اجمالاً تفصیلاً تو یہ کہ ہر جزئی مین سبکے اقوال ودلائل کو دیکھکر جو
راجح ہو اوسپر عمل کرے اسمین علاوہ حرج کے اتباع مجتہد کا نہوگا بلکہ اپنی تحقیق کا ہوگا وہو خلاف
المفروض پس ضرور ہے کہ اجمالاً ہوگا یعنی ہر امام کے مجموعہ حالات پر نظر کرکے دیکھا کہ کسمین آثار اصابت
کے ہین پس کسیکو امام اعظم صاحب رح کی مجمل کیفیت سے اونپر ظن اصابت ورشد کا ہوا کیونکہ بقول

عــه یہ تحریر جلد سوم مسائل شتی کے ختم کے قریب گذر چکی ہے ۱۲ منہ

محققین بسبب تابعی ہونے کے تحت آیہ والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے داخل اور
بنا دلیل اکثر شراح حدیث قول رسول اللہ صلعم لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل من فارس الحدیث
او کما قال کے مصداق اور بقول ابن حجر حدیث ترفع زینۃ الدنیا سنۃ مائۃ وخمسین کے مشار الیہ اور ائمہ ثلثہ
رحمہم اللہ کے مثنی علیہ اور عبد اللہ ابن مبارک کی ان ابیات کے ممدوح ہیں ؎ لقد زان البلاد ومن
علیہا + امام المسلمین ابو حنیفہ + باحکام وآثار وفقہ + کآیات الزبور علی الصحیفہ + فما فی المشرقین لہ نظیر +
ولا فی المغربین ولا بکوفہ + یبیت مشمرا سہر اللیالی + وصام نہارہ للہ خیفہ + فمن کابی حنیفۃ فی علاہ + امام
للخلیقۃ والخلیفہ + رایت العائبین لہ سفاہا + خلاف الحق مع حجج ضعیفہ + وصان لسانہ من کل افک +
وما زالت جوارحہ عفیفہ + یعف من المحارم والملاہی + ومرضاۃ الالٰہ لہ وظیفہ + وکیف یحل ان یوذی فقیہ
لہ فی الارض آثار شریفہ + وقد قال ابن ادریس مقالا + صحیح النقل فی حکم لطیفہ + بان الناس فی فقہ عیال
علی فقہ الامام ابی حنیفہ + فلعنۃ ربنا اعداد رمل + علی من رد قول ابی حنیفہ + ای من رد مختقرا ما قال من
الاحکام الشرعیۃ کسیکو امام شافعی رح پر یہ ظن ہوا کسیکو امام مالک رح پر کسیکو امام احمد رح پر پس ہر ایک نے
ایک کا اتباع اختیار کیا جب ایک کا اتباع اختیار کر لیا اب بلا ضرورت شدید یا وجہ قوی یا وضوح حدیث
مخالف مذہب دوسرے کی اتباع میں شق اول یعنی ظن تفصیلاً عود کرے گی وقد ثبت بطلانہ پس ثابت
ہوا کہ انہیں چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کرے۔ علی ہذا اتفق اکثر علماء الاقطار والامصار سیما خیر البقاع
مکۃ والمدینۃ حرسہما اللہ تعالیٰ وہو الاحق بالاتباع وفیما دونہ خطر وارتیاع اللہم ثبتنا علی سنۃ رسولک الامین
ثم علی حب الائمۃ المجتہدین لا سیما امام الائمۃ کاشف الغمۃ سراج الامۃ ابی حنیفۃ النعمان الساعی فی الدین۔ و
احفظنا عن الافراط والتفریط اجمعین۔ آمین یا رب العالمین۔ تقریر بالا سے جواب چاروں سوالوں کا
واضح ہو گیا کہ غیر مقلد کے پیچھے بشرطیکہ عقائد میں موافق ہو اگرچہ بعض فروع میں مخالف ہو اقتدا جائز ہے
اگرچہ خلاف اولیٰ ہے یہ جواب ہوا پہلے سوال کا۔ اور حنفی شافعی ہونا جزو ایمان نہیں ورنہ صحابہ وتابعین
کا غیر مؤمن ہونا لازم آتا ہے لیکن جن وجوہ سبعہ مذکورہ بالا سے متقدمین نے ضروری سمجھا ہے ان وجوہ
ومصالح سے حنفی وشافعی ہونا ضروری ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم
کے زمانہ میں چونکہ یہ مذاہب ہی نہ تھے اسلیے حنفی شافعی کون کہلاتا البتہ ائمہ کے زمانہ میں یہ لقب مشہور
ہو گیا تھا کما مر۔ یہ جواب ہوا دوسرے سوال کا۔ اور جو مقلد مذہب معین کا نہ ہو لیکن عقائد درست ہوں

تو مسلمان بھی ہے سنی بھی ہے مگر بوجہ مخالفت سواد اعظم کے کہ اونہون نے تقلید شخصی کو ضروری سمجھا ہے چنانچہ ہمنے آخر تقریر مین اوسکی دلیل بھی ذکر کی ہے خاطی ہے اور غالب ہے کہ وقت وقوع حوادث نادرہ کے عمل مین متحیر ہوگا کیونکہ بدون اخذ اقوال علماء کے بقول امام احمدرح پانچ لاکھ حدیثین یاد ہونی چاہیئے نہ یہ کہ صحاح ستہ مین منحصر سمجھ کر۔ چو آن کرمی کہ در سنگے نہان است ÷ زمین و آسمان وے ہمان است ÷ بیباکی سے مخالفت مجتہدین پر کمر باندھ لی مگر اقتدا اوسکی جائز ہے اگرچہ اولے نہین۔ یہ جواب ہوا تیسرے سوال کا۔ اور جب مقلد کو غیر مقلد کی اقتدا جائز ہے تو ایک مقلد کو اگرچہ حنفی ہو دوسرے مقلد کی اگرچہ شافعی ہو اقتدا کیون نہ جائز ہوگی مگر اقتدائے شافعی یا غیر مقلد مین ایک امر کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ اگر ایسے امام سے کوئی عمل مناقض وضو یا نماز کا بنا بر مذہب مقتدی پایا جاوے تو مقتدی کی نماز ہوگی یا نہین سو بعض متقدمین کی رائے تو جواز کیطرف ہے مگر اکثر علماء نے احتیاطا حکم فساد صلوٰۃ کا کیا ہے وعلیہ الفتوی پس انکی اقتدا مین یہ دیکھ لے کہ اوسکا وضو نماز بھی اپنے مذہب پر درست ہو گیا۔ یہ جواب ہوا چوتھے سوال کا۔ ہذا ما اخذتہ من کلام بعض الافاضل مع ما اضفت الیہ من بعض الدلائل والمسائل فلیکن ہذا آخر ما اردناہ فی ہذا الباب واللہ اعلم بالصواب۔ اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ بحرمۃ من سکن طابہ وزاد المشتاقون نابہ فقط ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کتاب العقائد والکلام

سوال۔ کلمہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کے ورد کے متعلق جناب کی رائے مبارک کیا ہے قرآن کریم کی صدہا آیات ظاہری طور پر تو اسکے مخالف نظر آتی ہین اور نیز حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب جیسے متبحر عالم اور صوفی بھی اس سے منع کرتے ہین گو دوسری طرف شاہ غلام علی شاہ صاحب اور حضرت مرزا جان جانان صاحب جیسے اعلی درجہ کے صوفی اسکے عامل نظر آتے ہین۔ خود اعلی درجہ کے علماء اور فضلاء اور صوفیاء مین ایسے اہم مسائل کے متعلق اختلاف دیکھکر ہمارے جیسے کم علم جنکو دینی بصیرت کماحقہ حاصل نہین ہے حیران اور سرگردان رہجاتے ہین اور یہ اختلاف حنفی شافعی مالکی حنبلی یا مقلدین اور غیر مقلدین کے خفیف اختلافات سے کوئی تشابہ نہین رکھتا اسکا ایک فریق تو زبردست دلائل سے اسکو شرک ٹھہراتا ہے اور دوسرا فریق ایک لائق پلیڈر کا پارٹ لے کر اس کی

عہ بعض سوال جواب اسکے کتاب البدعات کے بمناسب تھی ۱۲ منہ

حمایت کے واسطے ویسے ہی زبردست دلائل پیش کرتا ہے امید ہے کہ جناب بندہ نوازی فرماکر اسکے
متعلق رائے مبارک کا اظہار فرماوین گے۔

الجواب۔ ایسے امور و معاملات مین تفصیل یہ ہے کہ صحیح العقیدہ سلیم الفہم کے لیے جواز کی گنجائش
ہوسکتی ہے تاویل مناسب کرکے اور سقیم الفہم کے لیے بوجہ مفاسد اعتقادیہ وعملیہ کے اجازت نہین دیجاتی
چونکہ اکثر عوام بدفہم اور کج طبع ہوتے ہین انکو علی الاطلاق منع کیا جاتا ہے اور منع کرنے کے وقت اسکی
علت اور مدار نہی کو اسلیے بیان نہین کیا جاتا ہے کہ قیاس فاسد کرکے ناجائز امور کو جائز قرار دے لین گے
جیسے عوام کی عادت ہے کہ دو امرون کو جنمین واقع مین تفاوت ہے مساوی سمجھکر ایک کے جواز سے
دوسرے پر بھی جواز کا حکم لگا لیتے ہین اسلیے ان کو مطلقاً منع کیا جاتا ہے۔ اس قاعدے کے دریافت
کرلینے کے بعد ہزارہا اختلاف جو ان امور مین واقع ہین انکی حقیقت منکشف ہوجاوے گی اسکی ایسی مثال
ہے کہ بوجہ ردائت اکثر مزاجون کے کوئی ڈاکٹر کسی فصلی چیز کے کھانے سے عام طور پر منع کردے مگر خلوۃ
مین کسی خاص صحیح المزاج آدمی کو بعض طرق و شرائط کے ساتھ اسی چیز کی اجازت دیدین اس تقریر
سے مانعین ومجوزین کے اقوال مین تعارض نہ رہا مگر یہ اجازت عوام کے حق مین سم قاتل ہے۔

سوال بعد آداب بصد نیاز گذارش ہے کہ کل بتاریخ ۲۶ - اپریل وقت بارہ بجے دن کے دو لڑکے توام
پیدا ہوئے انمین سے ایک مرگیا دوسرا زندہ ہے اس موقع پر جو خیال میرے دل مین پیدا ہوگیا ہے
اسکو عقیدتاً آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہون یہ امر مسلم ہے کہ جو عورتین ہمیشہ دائی کا کام کرتی ہین
وہ اس علم سے بالکل ناواقف ہین اسلیے مین نے یہ تجویز کیا تھا کہ اس علم کی جاننے والی عورت یعنی میم دایہ
اس کام کے واسطے بلائی جاوے لیکن گھر مین اسکو پسند نہین کیا مین نے انکے اصرار پر یہ خیال کیا کہ آخر اس
سے پہلے بھی آٹھ بچے ہوچکے ہین اور ان مین سے کسی مین بھی میم نہ تھی تو اب بھی کیا ضرورت ہے کہ ان
کے خلاف کوشش کی جاوے مین بھی خاموش ہورہا چنانچہ ایک معمولی دایہ اس کام پر تعینات کی گئی
جب دردزہ شروع ہوا اس کے اڑھائی یا تین گھنٹہ کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا دوسرے کے آثار معلوم
ہوئے اور دوبارہ شدت درد کی معلوم ہوئی اس ناواقف نے پیٹ کو دباکر بچہ جننا چاہا کہین بے جگہ ہاتھ
پڑگیا بچہ سسکتا ہوا پیدا ہوا اس نے اسے اٹھاکر ڈالدیا وہ مرگیا اور ہم کو کسی کو خبر نہ کی اس کے پانچ منٹ

کے بعد خبر کی مین نے اپنے پاس باہر ڈاکٹر بٹھلا رکھا تھا اس نے بہت افسوس کیا اور کہا کہ فوراً مجھکو کیون نہ خبر کی اب فوراً اُس کو یہان لاؤ چنانچہ لایا گیا اور اُس نے اُسپر عمل کیا تو اس مین حرکت پیدا ہوئی لیکن سانس نہ آیا یعنی زندہ نہ ہوا ڈاکٹر نے کہا کہ اگر میم دایہ یا واقف کار اس فن کی ہوتی تو بچہ کو فوراً گرمی دیجاتی وہ ہرگز نہ مرتا مجھکو اپنی نادانی پر کہ کیون مین نے عورتون کا کہنا مان لیا سخت ندامت ہوئی اور یہ ندامت مجھکو تمام عمر رہیگی کہ میری غفلت سے ایک جان تلف ہوگئی اب مجھسے سب کہتی ہین کہ مرضی خدا یونہی تھی لیکن مین ایسا نہین کہتا بچہ نہایت تندرست جسیم موٹا تازہ نو مہینے تک اللہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے رحم مادر مین پرورش فرمایا تو کوئی وجہ سمجھ مین نہین آتی کہ اُنکی مرضی یہ تھی کہ وہ زندہ نہ رہے اب کہ مسئلہ علم الٰہی کو مین تسلیم کرتا ہون کہ عورتون کا اصرار میری غفلت اور اس سبب سے بچہ کا ضائع ہونا ضرور علم الٰہی مین تھا اور یہ غلط نہین ہو سکتا تھا پس مین اس بچہ کا ضائع ہونا محض اپنی غفلت پر محمول کرتا ہون اور یہ میرا عقیدہ اُسکے متعلق ہے اگر اس مین غلطی ہو تو براے خدا اسکی اصلاح فرما دیجیے دوسرا بچہ بفضلہ اس وقت تک تندرست ہے۔ گھر مین سواے معمولی تکلیف کے کچھ شکایت خاص نہین ہے۔ فقط

الجواب۔ از اشرف علی عفی عنہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ مین اب تک تھانہ بھون نہین جا سکا نہ معالجہ ابھی ختم ہوا اسی وجہ سے آنعزیز کا خط مجھکو دیر مین ملا جس سے خوشی اور رنج دونون قلب مین مجتمع ہوگئے اللہ تعالیٰ زندہ بچے کی عمر کرین اور اسکو صاحب نصیب و علم فرما دین۔ اسمین کوئی شبہ نہین کہ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ مین زمین و آسمان کا فرق ہے ماہر فن سے اگر غلطی بھی ہو جاوے تو تاسف کم ہوتا ہے بخلاف غیر ماہر کے کہ حسرت زیادہ ہوتی ہے۔ جس خیال کو آن عزیز نے حل کرنا چاہا ہے اُس کے متعلق اختصار کے ساتھ لکھتا ہون تین چیزین الگ الگ ہین۔ علم۔ ارادہ۔ مرضی۔ علم الٰہی کا تعلق سب سے وسیع تر ہے یعنی موجودات و معدومات سب احاطۂ علمی کے اندر داخل ہین خواہ حسن ہو یا قبیح اور اس سے ذات پاک مین کوئی الزام نہین آسکتا اور سب سے کم وسعت مرضی یعنی رضا اور خوشنودی کو ہے کہ صرف امور حسنہ سے متعلق ہے شر اور قبیح سے اُس کا کوئی تعلق نہین جسکا حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ امور حسنہ سے راضی اور خوش ہین اور امور قبیحہ سے راضی نہین بلکہ ناخوش ہین کیونکہ اگر ایسا نہو تو ذات پاک مین نعوذ باللہ دھبہ لگتا ہے کہ معاذ اللہ بُری باتون کو پسند فرماتے ہین اور تعلق رضا کا صرف ان

اُمورِ حسنہ سے ہے جو باختیار عبد ہوں جیسے نماز و روزہ و طاعات و اخلاق حمیدہ و عقائد صحیحہ ان کو اُمور شرعیہ بھی کہتے ہین اور انبیا علیہم السّلام اسی مسئلہ کی تعلیم کے لیے تشریف لائے کہ اللہ تعالیٰ کن اُمور سے خوش ہین اور کن اُمور سے ناخوش ہین اب رہ گیا ارادہ جس کی حقیقت یہ ہے ترجیح احد المقدورین یعنی دو چیزین جو قدرت کے اعتبار سے یکسان تھین ان مین سے ایک کو پیدا اور واقع کر دینا سو یہ باعتبار وسعت و عدم وسعت کے بین بین ہے یعنی اسمین نہ علم کی سی وسعت اور نہ رضا کی سی تنگی بلکہ وسعت مین علم سے کم ہے اور رضا سے زیادہ یعنی علم عام تھا موجودات و معدومات کو اور یہ خاص ہے موجودات کے ساتھ اور موجودات مین سے بھی وہ امر جو ممکن ہو کیونکہ جو ممکن نہ ہوگا اُس کے ساتھ قدرت کا تعلق نہ ہوگا اور جو ممکن ہو مگر موجود نہ ہو تو اُس کے ساتھ ترجیح کا تعلق نہ ہوگا اور ارادہ کی ماہیت بھی ترجیح احد المقدورین اس لیے اسمین امکان اور وجود دونون کی ضرورت ہوئی تو یہ علم سے تو تنگ ہوا اور رضا سے اسکی وسعت اس لیے زیادہ ہے کہ رضا صرف اُمور حسنہ اختیاریہ عبد کے ساتھ متعلق تھی اور ارادہ اُمور اختیاریہ عبد و غیر اختیاریہ و اُمور حسنہ و امور قبیحہ سب کو شامل ہے کیونکہ اوپر جو ماہیت اس کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل صرف اسقدر ہے کہ ارادہ کیا چیز ہے دو چیزین جو خدا کی قدرت مین برابر تھین مثلاً زید کا زندہ رکھنا زید کا مارنا انمین سے ایک کو اپنی قدرت سے واقع کر دیا یعنی یا حیات زید کو پیدا کر دیا یا موت زید کر پیدا کر دیا۔ سو چونکہ عقلاً و نقلاً ثابت ہو کہ خالق ہر شئے کا اللہ تعالیٰ ہے اس لئے یہ ماننا پڑیگا کہ تمام اُمور اُن کے ارادہ سے پیدا ہوتے ہین جیسا تفسیر مذکور ارادہ کی اسپر دلالت کر رہی ہے۔ پس خلاصہ یہ ٹھہرا کہ علم تو اللہ تعالیٰ کو سب چیزون کا ہے خواہ موجود ہون یا معدوم پھر جن چیزون کی ایجاد و اعدام پر برابر قدرت ہے اُن مین سے ایک کو خواہ ایجاد کو یا اعدام کو اپنے ارادہ سے ترجیح دیدیتے ہین اُسی کے موافق وہ واقع ہو جاتا ہے خواہ اچھا ہو یا بُرا کیونکہ یہ اچھا بُرا ہمارے اعتبار سے ہے اور چونکہ اُسمین بہت سی پوشیدہ مصلحتین اور حکمتین ہوتی ہین جن تک ہماری رسائی نہین ہو سکتی اس لئے اُس اعتبار سے بالکل بُری کوئی چیز نہین پھر اُن ممکنات مین سے جو اُمور باختیار عبد ہین اور پھر انمین سے جو اُمور حسن ہین اُن کے ساتھ اپنی رضا کو متعلق فرما دیتے ہین۔ پس یہی قصہ جو واقع ہوا یہ یقینی بات ہے کہ علم خداوندی اس کے ساتھ متعلق تھا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ امر واقع ہوا اور یہ بھی یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی اختیاری بے احتیاطی کو پسند

نہین فرماتے پس یہہ کہنا کہ مرضی الٰہی یون ہی تھی اگر مرضی بمعنے ارادہ ہے جیسا کہ کم علمون کا محاورہ ہے تو گویہ لفظ بے موقع ہے مگر مراد صحیح ہے کیونکہ بدون ارادہ خداوندی کوئی چیز عالم مین واقع نہین ہوسکتی ورنہ اُس کے معنے یہ ٹھہرینگے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جیسا اس تفسیر مذکور سے واضح ہوچکا ہے۔ اور اگر مرضی بمعنے رضا و خوشنودی ہے تو سراسر غلط اور باطل ہے۔ امید ہے کہ آنعزیز اس تقریر کو ذرا خوض سے پڑھینگے اور بہتر ہو کہ دو تین بار پڑھین تو شبہ حل ہوجاویگا اور اپنے خیال اور تسلی دینے والون کے خیال کا اختلاف بخوبی فیصل ہوجاویگا۔ مین نے بفضلہ تعالےٰ ان نازک مسئلہ کو بہت سہولیت سے تحریر کردیا ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء فقط۔

سوال۔ اندنون ایک فتویٰ دیکھنے مین آیا۔ خلاصہ فتوی کا یہ ہے سانڈ جو ہندو چھوڑتے ہین اگر مالک اوسکا معلوم ہو اور وہ جانور جو گنگا کو چڑھاتے ہین یا وہ غلہ جو بتون اور قبرون پر چڑھاتے ہین سب حلال اور درست ہین البتہ یہ فعل ناجائز ہے دلیل اُسکی یہ ہے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ سے مراد ما ذبح لغیر اللہ ہے جیسا کہ تفسیر جلالین وجمل وبیضاوی وجامع البیان ومدارک وتفسیر کبیر وفتح الرحمن وغیرہا مین مذکور ہے پس جو شئے قابل ذبح نہ ہو جیسے شیرینی وغلہ وغیرہ وہ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے فرد مین داخل نہین اور جو جانور اب تک ذبح نہین کیا گیا اور فقط کسی بُت یا قبر پر چڑھا دیا گیا وہ بھی اُسکے فرد مین نہین ہوسکتا فقط چڑھا دینے سے کسی شئے مین ہرگز حرمت نہین پیدا ہوسکتی یہ خلاف نص قرآن ہے۔ خدا تعالےٰ نے سائبہ بحیرہ کے باب مین باربار ارشاد فرمایا ہے۔ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون۔ پس سانڈ وغیرہ کو حرام کہنا افترا علی اللہ ہے چونکہ سائبہ کی حلت نص قرآنی سے ثابت ہے لہذا سانڈ اور قبرون اور بتون پر چڑھائی شیرینی وغیرہ بلاشبہ حلال و درست ہے انتہے ملخصاً۔ مین امور ذیل کا جواب چاہتا ہون (۱) اکثر مفسرین ما اھل کے معنے ما ذبح کے لکھتے ہین حالانکہ لغت اور عرف عرب مین اہلال کے معنے شہرت دینے اور آواز دینے کے ہین۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی مین اُسکو لکھا ہے مفسرین کے کلام کی عمدہ توجیہ کیا ہوگی۔ (۲) اگر اہلال کے معنے ما ذبح کے درست ہون تو غلہ اور شیرینی قبرون اور بتون پر چڑھائی ہوئی کس دلیل سے حرام ہوگی اور اگر اہلال کے معنے محض شہرہ دینا ہو تو غلہ اور شیرینی اور جانور قبل ذبح سب حرام ثابت ہونگے حالانکہ فقہا جانور کو قبل ذبح حرام نہین کہتے بلکہ فقہا سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نیت بد سے

جانور مین حرمتہ ساری نہیین ہوتی بلکہ بعد ذبح کے اُس نیت کا ثمرہ ظاہر ہوتا ہے مثلاً شیخ سدو کا بکرا۔
دوسرا شخص ناذر سے خرید کر ذبح کرے تو شرعاً درست ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نیت بد سے
جانور مین حرمت سرایت نہیین کرتی۔

(۳) مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ محض نیت بد سے شیرینی اور جانور
مین حرمتہ سرایت کرجاتی ہے اگر بعد تبدیل نیت کے اوس جانور کو ذبح کرے تو درست ہوجاتا ہے اگر
واقعی یہ بات صحیح ہے تو کیا وجہ شیرینی بت اور قبر پر چڑہائی ہوئی تبدل نیت سے پاک نہیین ہوتی۔

(۴) اگر کسی شخص نے قبر یا بت پر شیرینی اور مرغ چڑہا کر مجاور کو ہبہ کردیا اور دوسرے شخص نے مجاور
سے اوس شیرینی اور مرغ کو خرید لیا تو مشتری کے لیے درست ہین یا نہیین۔

الجواب۔ جب اہلال کے معنے لغتہ رفع صوت کے ہین تو ما اہل بہ لغیر اللہ عام ہوا حیوان مذبوح علے
اسم غیر اللہ اور حیوان متقرب بہ لغیر اللہ مذبوح علی اسم اللہ اور غیر حیوان مثل غلہ و شیرینی وغیرہ سب
اشیاء کو کیونکہ اعتبار عموم الفاظ کا ہے نہ خصوص مورد کا اور فقہاء کا اس عموم کو معتبر سمجھنا اور خود بعض
مفسرین کا اس عموم کے ساتھ تصریح کردینا موید ہے معنے عموم مذکور کا رہا بعض مفسرین کا ما ذبح علے
اسم غیر اللہ کے ساتھ تفسیر کرنا عموم مذکور کو مضر نہیین کیونکہ ممکن ہے کہ یہ تخصیص محض جریاً علے العادۃ
ہو اور اہل جاہلیت مین تحقق ما اہل لغیر اللہ کا ضمن مین مذبوح علے اسم اللہ متقرب بہ الی غیر اللہ سے
ساکت ہے اور دوسرون کی تصریح عموم کے ساتھ ناطق والناطق مقدم علی الساکت یا مقصود ان بعض مفسرین
کا اس تفسیر سے یہ ہو کہ اگر ذبح کے قبل نیت درست کرکے ذبح کرے تو جائز ہے حرام اوسوقت ہے جب
ذبح کے وقت تک بھی وہی نیت فاسد ہو پس معنے ذبح علی اسم غیر اللہ کے یہ ہونگے ذبح باقیا الے
وقت الذبح علے اسم غیر اللہ باعتبار النیۃ وان ذبح علے اسم اللہ کذا سمعت بعض الاذکیاء اور چونکہ علت
حرمت کی اہلال بغیر اللہ ہے تو جب یہ عارض مرتفع ہو جاویگا حرمتہ بھی مرتفع ہو جاوے گی اور حیوان
مین قبل ذبح اور غیر حیوان مین مطلقاً اس عارض کا مرتفع ہونا ممکن ہے اور حیوان مین ذبح کے بعد اس
عارض کا ارتفاع ممکن نہیین لتقررہ وانتہائہ بالذبح اسلیے توبہ کرنے سے غیر حیوان اور اسیطرح حیوان
قبل الذبح محتمل حلت کو ہے اور بعد الذبح نہیین البتہ غیر حیوان مین بھی اگر وہ عارض متقرر ہو جاوے
تو حرمتہ متقرر ہو جاویگی مثلاً نیت فاسدہ پر اُسمین کوئی تصرف کیا گیا جس سے وہ نیت نافذ اور متقرر

ہو جیسے کسیکو ہبہ کردیا مگر چونکہ اس تصرف کا فسخ ممکن ہے بعود ہ فی الہبۃ مثلاً جب فسخ کردیگا۔ وہ عارض مرتفع ہوجاویگا پھر حلت عود کرآویگی بخلاف ذبح کے کہ اوسمین فسخ نہیں کما لا یخفی اس تقریر مختصر سے سب سوالات کا جواب نکل آیا چنانچہ مختصراً اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) توجیہ کلام مفسرین کی گذر گئی فی قولہ ممکن ہے کہ یہ تخصیص الے قولہ بعض الاذکیا،۔

(۲) اہلال کے معنے محض شہرت دینے اور نامزد کرنے کے ہین اور حرمتہ عام ہے مگر چونکہ حیوان مین قبل ذبح وہ عارض مرتفع ہوسکتا ہے لہذا اوس کے ارتفاع سے حرمتہ مرتفع ہوجاوے گی کما مر فی قولہ اور بعد چونکہ علت حرمتہ کی الے قولہ اور بعد الذبح نہین۔

(۳) چونکہ اسمین تقرر اوس علۃ حرمتہ کا ہوگیا ہے اس لیے پاک نہین ہوتی کما مر فی قولہ۔ البتہ غیر حیوان مین بھی الے قولہ ہبہ کردیا۔

(۴) درست نہین لتقرر علۃ الحرمتہ کما ذکرت آنفا۔ البتہ اگر یہ چیزین پھر اصل مالک کو واپس کردی جاوینگی اور وہ توبہ کرے اب حلال ہے کما مر فی قولہ مگر چونکہ اس تصرف کا فسخ الے قولہ کما لا یخفی واللہ اعلم۔

ف۔ بعض آیات مین جو تحریم سائبہ پر رد کیا گیا ہے اس سے مراد وہ تحریم ہے جسکو اہل جاہلیت عبادت سمجھتے تھے یا مراد تحریم سے فعل مایوجب الحرمتہ من الاہلال لغیر اللہ ہے کما فی قولہ تعالی لم تحرم ما احل اللہ لک فافہم۔

ف۔ ویدل قولہ تعالی وما ذبح علی النصب بعد قولہ تعالی وما اہل لغیر اللہ بہ فی سورۃ المائدۃ علی کون محض النیۃ الشرکیۃ مؤثرۃ فی الحرمتہ وان لم یتحقق الاہلال باللسان کما ہو ظاہر فکیف اذا اجتمعا فتدبرہ ۲ صفر ۱۳۲۱ھ بستہ ۱۳۲۱ ہجری یوم الاربعاء۔

سوال۔ طریق اربعین یعنی چلہ مین حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ مین تحریر فرماتے ہین استعانت واستمداد از ارواح مشایخ طریقت بواسطۂ مرشد خود کردہ الخ استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہین غیر اللہ سے استعانت واستمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہین خالی الذہن ہونے کی تاویل وتوجیہ بالکل جی کو نہین لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نرہے

الجواب۔ جو استعانت واستمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے اور جو باعتقاد علم وقدرۃ غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہو معصیت ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت

غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہوجائے خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت۔ اور جو استمداد بلا اعتقاد علم و قدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ ورنہ لغو ہے یہ کل پانچ قسمیں ہیں پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لیے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کے لیے محض ان حضرات کے تصور اور تذکرہ سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے اونکو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید بھی ہے اور غیر صاحب کشف کے لیے قسم خامس ہے۔ ۱۸۔ ذیقعدہ ۱۳۲۰ھ

سوال۔ چونکہ بودن امر خارق معجزہ یا کرامت موقوف بصلاح شد و صلاح عبارتست از متابعت شریعت و متابعت حکم الٰہی پس معلوم کردن صلاح ولے گو آسانست اگر متابعت کتاب الٰہی و فرمودہ رسول میکنند خوب ورنہ صالح نخواہد شد اما معلوم کردن صلاح رسول مشکل ست چرا کہ آن معلوم میشود بمتابعت شریعت و کتاب الٰہی و حضرت ما سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً دین و کتاب سابق را منسوخ میگویند و آنکہ خود او صلی اللہ علیہ وسلم بیان میفرمایند موقوفست بر رسول بودن او و آن بصلاح پس دور خواہد آمد پس بنابرین ہر پیغمبر را ضرور شد کہ متابعت شریعت سابق کردہ باشد خلاف آن نورزد دیگر آنکہ برین تقدیر اثبات رسالت سرور عالم سردار قافلہ انبیاء الابدی شد از تصدیق کامل کامل علماء دین سابق و اہل کتاب آنہم باینطور کہ بگویند کہ بیشک عمل او خوب موافق شریعت ست خلاف حکم اللہ و رسول نمی ورزد تا کہ خرق عادات از کرامت شمردہ شود بعد از صلاح دعوی پیغمبری کند و معجزہ بنماید قابل تسلیم خواہد بود درین صورۃ دو خرابی می آید یک آنکہ حضرت سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم در اثبات رسالت خود محتاج ایشان میشود پس لازم می شود تفضیلت ایشان بر حضرت و این باطل است دیگر آنکہ این یافتہ ہم نشدہ اگرچہ بعض اہل کتاب مثلاً عبد اللہ بن سلام تسلیم کردہ اند لیکن بعض کبار ایشان انکار ہم کردہ اند چنانچہ در بخاری شریف کتاب المغازی حدیث ست کہ اگر ایمان بیاوردی برما ہفت کس یہود پس ایمان بیاوردندے ہمہ یہود شارحین میگویند کہ این ہفت کس علماء ایشان بودند دیگر ہمہ یہود اتباع و مقلدین ایشان را بودند پس اگر ایشان قبول ایمان میکردندے پس ضرور ایشان ہم منور بایمان میشدندے چونکہ اینچنین علماء کلان ایشان انکار کردند ہمچنین علماء نصاری انکار کردہ باشند پس چہ طور منکران زمانہ را الزام دادہ شود و چونکہ ثابت آن کہ اختلاف طور ثابت خواہد شد پس ایمان آوردن بر وجہ طور واجب خواہد شد و اینکہ فرق

در دفع اشکال بر ثبوت نبوت

منکرین در کتاب تحریف و تبدیلی میکردند در صفت حضرت و علامات وی صلی اللہ علیہ وسلم در توراۃ و انجیل مسطور بود انہم محروم و فقطی میشود گا ہیکہ ثابت بودن او فرمودۂ الٰہی آن گاہے ثابت میشود کہ رسول خبر دہد چونکہ رسول را رسول بودن ہنوز موقوف است پس خبر او چہ طور مثبت علم یقینی میشود حاصل آنکہ حضرت دعوی پیغمبری کردہ چونکہ رجوع بعلمائے زمانہ کردند دو فرقہ یافتند بعضے تسلیم کردہ مشرف بہ ایمان شدند دیگرے انکار کردہ بچاہ ضلالت در افتادند ما یکے را حق شمردن دیگرے را ضلالت شمردن بحکم معلوم می شود اگر محض فرمودہ حضرت ما صلی اللہ علیہ وسلم درینجا در بابت اثبات رسالت کار نمید ہد و معجزہ بغیر صلاح معجزہ نمیشود۔ فقط

الجواب۔ نبوۃ حضرات انبیاء علیہم السلام امر عقلیست محتاج دلیل نقلی نیست و برین امر عقلی دلیل انی صدور معجزات ست کہ مقترن باشد بدعوی نبوت و غرض خاص از اظہارش اثبات نبوۃ باشد و بدان معجزہ تحدی نماید و از اہل باطل گاہی باینطور صدور خوارق بظہور نیامدہ کہ در سنت اللہ ممتنع عادیست و از لوازم عادیہ صدور معجزات پیدا شدن علم ضروریست بہ صدق مصدر آن در ذہن ناظر و بہذا انحل جمیع الاشکالات فتدبر واللہ اعلم ۲۲۔ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۱ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوال۔ تذکرۃ الشہادتین مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی مین عبارۃ مندرجہ ذیل لکھی ہے اسکا جواب ارقام فرماوین صفحہ نمبر ۱۲ "مگر اسمین شک نہین کہ اس وعظ صدیقی کے بعد کل صحابہ اسبات پر متفق ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے جتنے نبی تھے سب مر چکے ہین"؟

الجواب۔ اس اجماع کا کہین پتہ نہین محض دعوے بلا دلیل ہی مقصود وعظ صدیقی کا یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کوئی امر عجیب نہین کیونکہ آپسے پہلے سب انبیاء و رسل دنیا سے جا چکے خواہ وفات سے خواہ دوسرے طریق سے بہر حال دنیا مین کوئی نہین رہا پھر اگر آپ بھی نرہین تو کیا تعجب ہے رہا یہ کہ آپکا نرہنا کسطریق سے ہے سو چونکہ موت ایک امر محسوس ہے اور آپ مین اوسکے سب آثار مشاہدہ کیے گئے لا محالہ اوس طریق کی تعیین ہوگئی کہ وفات ہی بخلاف حضرت عیسی علیہ السلام کے کہ اونمین یہ آثار مشاہدہ نہین کیے گئے بلکہ بر خلاف اسکے اونکا مرفوع الی السماء ہونا منصوص قرآنی ہے اونمین یہ طریقہ ذہاب من الدنیا کا متعین ہو گیا پس دنیا سے جانا امر مشترک تھا اور طریق مختلف اور اجماع اسی امر مشترک پر تھا جو اوس وقت مقصود تھا نہ کہ وفات عیسی پر اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ ۲۶۔ شوال سنہ ۱۳۲۱ھ

نفی شبہ قادیانی متعلق وفات مسیح

دفع شبہ قادیانی متعلق دعوی علامات مسیح موعود

سوال عبارۃ تذکرۃ الشہادتین ،،صفحہ ۲۴ قرآن شریف اور احادیث مین لکھا ہے کہ اوسکے زمانہ،، مین ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلیگی اور اونٹ بیکار ہو جائینگے،، ؟

الجواب - اس مضمون کی تصریح کہان ہے جس سے اونٹون کے بیکار ہونے کو مستنبط کیا گیا ہے اسکی کوئی دلیل نہین ہے نہ اونٹون کے بیکار ہونے کے معنے اسمین منحصر ہین ۲۹ - شوال سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال عبارۃ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۴ و ۳۵ ،، یہ سولہ مشابہتین ہین جو مجھ مین اور مسیح مین ہین ،، دس ہزار برس کے قریب یا اس سے زیادہ لوگون نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب،، مین دیکھا اور آپنے میری تصدیق کی اور اس ملک مین جو بعض نامی اہل کشف تھے جنکا تین تین چار،، چار لاکھ مرید تھا ان کو خواب مین دکھلایا گیا کہ یہ انسان خدا کی طرف سے ہے انتہی،، یہ مسلم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک کوئی نہین بن سکتا خواب مین بھی اسلیے اسکا جواب بعد غور عنایت فرماوین

الجواب ایسی مشابہتین کھینچ تانکر ہر شخص اپنے اندر بتلا سکتا ہے علاوہ اسکے اسپر کوئی دلیل عقلی نقلی قائم نہین ہے کہ دو چیزین اگر بعض صفات مین ایکدوسرے کی مشابہ ہون تو بقیہ صفات مین بھی اونکا اشتراک ضروری ہو یہ محض مغالطہ ہے جسکی مثال منطقیون نے یہ لکھی ہے کما یقال لصورۃ الفرس علی الجدار ہذا فرس وکل فرس صہال فہذا صہال ! اسپر تمام ادلہ قطعیہ و اجماع متفق ہین کہ کشف و منام گو لاکھون آدمیون کا ہو دلائل شرعیہ کتاب و سنت و اجماع و قیاس پر تعارض کیوقت راجح نہین اگر انمین تعارض ہوگا تو اگر مدعی غیر ثقہ ہے تو اوسکو کاذب و مفتری کہینگے اور اگر صالح ہے تو اشتباہ والتباس کے قائل ہونگے جیسا کسی نے خواب مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اشرب الخمر علماء مصر نے بالاتفاق یہ کہا تھا کہ اس کو شبہ ہو گیا ہے آپنے کچھ اور فرمایا ہوگا اور اسکا تعجب کیا ہے جب بیداری مین ایسے اشتباہات احیاناً واقع ہو جاتے ہین تو خواب کا کیا تعجب بالخصوص جبکہ خواب دیکھنے والا متہم ہو کسی عقیدہ فاسدہ کے ساتھ تو اوسکا کذب یا اشتباہ دونون غیر بعید ہین اس تقریر سے سب منامات و مکاشفات کا جواب ہو گیا اور بعض علماء کا یہ بھی قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا حق اوسوقت ہوتا ہے جب آپکو اصلی حلیہ مین دیکھے تو اس شرط پر دائرہ جواب کا اور وسیع ہوگا علاوہ اسکے علماء باطن نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک برزخ مین مثل آئینہ کے ہے کہ بعض اوقات دیکھنے والے خود اپنے حالات وخیالات کا آپکے

اندر مشاہدہ کر لیتے ہین بہر حال اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے دلائل شرعیہ صحیحہ کو چھوڑنا کیسے ممکن ہے
۲۶- شوال ۱۳۲۱ھ

سوال اس مسئلہ کی تحقیق تحریر فرمادین وہ یہ کہ بعض کتب مین ندار غیر اللہ کے متعلق یہ تحریر موجود ہے کہ اگر تصفیہ باطن سے منادی کا مشاہدہ کر رہا ہے تو بھی جائز ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد تصفیہ باطن اولیاء اللہ کو پکار سکتا ہے جو لوگ اولیاء اللہ سے غائبانہ مدد طلب کرتے ہین وہ یہ کہتے ہین کہ مثنوی شریف مین مولانا علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎ بانگ مظلومان ز ہر جا بشنوند + سوئے او چون رحمت حق میدوند + مصائب کے وقت اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اور پھر اسکی تحریک اُن حضرات کا توجہ فرمانا اس سے ثابت ہے اور یہ دلیل کافی ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اولیاء اللہ مین سے دو بزرگ صاحب تصرف ہین کارخانہ اس عالم کا حق سبحانہ وتعالی نے اُن کے متعلق کیا ہے وہ مدد کیا کرتے ہین اور انتظام فرمایا کرتے ہین اس خادم کو نام مبارک یاد نہیں رہا مگر غالباً ایک بزرگ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہین دوسرے بزرگ کا نام یاد نہیں ہے اس کے متعلق جو تحقیق ہو آنحضور اُس سے مطلع فرماوین بسا اوقات خلجان رہا کرتا ہے کہ آیا دور سے سنتے ہین یا نہیں اور مدد فرماتے ہین یا نہیں اہل تحقیق صوفیہ کرام کا کیا مذہب ہے اور حقیقت مین یہ معاملہ کیا ہے۔

الجواب صرف تصفیہ کو تو کافی نہیں لکھا بلکہ تصفیہ باطن کے بعد مشاہدہ منادی کو شرط کہا ہے تو مشاہدہ کے بعد جواز ہوا لیکن اس سے ندار متعارف مین کوئی گنجائش نہ نکلی رہا مولانا کا شعر یہ قضیہ تو جو موجود ہونے کسی حرف استغراق وکلیت کے اور کافی نہوتے صیغہ جمع کے مہملہ ہے جو قوت مین جزئیہ کے ہے جس کا تحقق بدلالت دوسرے ادلہ کے باعتبار بعض ازمنہ غیر معینہ کے ہوتا ہے یعنی کبھی بطور خرق عادت کے ایسا بھی ہو جاتا ہے اور خرق عادت مین دوام اور اختیار ضروری نہیں بلکہ نفی ان کی اکثر ہے پھر ندار متنازع فیہ سے اس کو کیا مس ہوا اور جن بزرگون کی نسبت سنا ہے اگر بطور دوام کے مراد ہے تو یہ سنا ہوا محض غلط ہے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں اور اگر احیاناً ہے تو مستدلین حال کو مفید نہیں صوفیہ کرام کا وہی مذہب ہے جو شریعت سے ثابت ہے۔ فقط۔ ۸- جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

سوال زید اس آیت قرآنی سے ثبوت وفات حضرت مسیحؑ کا دیتا ہے اس کا کیا جواب ہے۔ والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون۔ اموات غیر احیاء وما یشعرون۔ ایان یبعثون۔ آجکل

روئے زمین پر سب سے زیادہ مسیح کی پرستش ہو رہی ہے اور معبود قرار دیا گیا ہے خود لقد کفر الذین قالوا

ان اللہ ہو المسیح ابن مریم سے بھی ثابت ہوتا ہے اللہ تعالی اسکی نسبت فرماتا ہے مردے ہیں زندہ

نہیں اموات پھر غیر احیاء ڈبل تاکید یہ آیت صرف بتوں کے حق میں نہیں ہو سکتی۔ حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عام تھی کوئی قرینہ اسپر دال نہیں ہم مخلوقوں سے بھی یہی نتیجہ نکل سکتا ہے

کیونکہ مسیح علیہ السلام پیدا کئے گئے ہیں ایان یبعثون پر غور رہے ہو بقول شخصے کہ یہ ایسے معبودوں کے

متعلق ہے جو قبر میں مدفون ہیں چونکہ یہ آیت ہے اسکا جواب آیات قرآنی سے دیا جاتا ہے تبیانا لکل شیء

پر بھی نظر کرتے ہوئے کسی تفسیر کا حوالہ دینے کے بجائے قرآن کی تفسیر قرآن ہی سے کرنا بہتر ہے جواب

میں کسی فرقہ کے بزرگ کو برا نہ کہا جاوے۔ جو کچھ لکھیں انصاف سے تعصب کا مطلقاً دخل نہو رائے

آزادانہ ہو تقلید کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی نہو ہر لفظ پر محققانہ بحث ہو تمام ممکن الوقوع سوالوں کو

پیش نظر رکھا جاوے۔

الجواب اگر اس میں بت مراد ہوں اور الوہیت مسیح کی دوسری آیت سے باطل ہو تو عموم رسالت

کے کیا خلاف ہوا۔ ۴ ۲۔ رجب ۱۳۲۲ھ

سوال خادم کا عقیدہ یہ ہے کہ درود شریف کو فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچاتے ہیں

اس بنا پر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اگر پڑھا جاوے تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ فرشتے پہونچاوینگے

خود سماع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا واسطہ نہیں ہوتا مگر استاذی مولانا مولوی .... صاحب

مدظلہ چندروز ہوئے آرہ تشریف لے گئے تھے ایک بزرگ نے ایک کتاب ابن قیم جوزی کی جس کا نام

جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام ہے دیکھنے کو دی اس میں یہ حدیث موجود ہے جس کو

مولانا نے نقل فرمایا ہے۔ حدثنا یحیی بن ایوب العلاف حدثنا سعید بن ابی مریم حدثنا یحیی بن ایوب عن

خالد بن زید عن سعید بن ہلال عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علی

یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود تشہدہ الملٰئکۃ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا و بعد وفاتک

۱؎ شاید یہ معنے کہدیجیگا کہ بت نہیں جانتے کہ مردے کب اٹھائے جاوینگے پھر بھی اعتراض باقی ہے

نیز یہ کہ مسیح چونکہ بعد نزول کے فوت ہو جاوینگے اس لیے اموات کہدیا صفت مشبہ میں استقبال کہاں

اور دلیل پہلے اور مدلول کا وقوع بعد میں کیا معنے ۱۲ سائل

قال وبعد وفاتی آن ﷲ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء اس حدیث مین کوئی کلام بھی نہین کیا کہ ضعیف ہے یا موضوع اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کی آواز کو سماع فرماتے ہین بلا واسطہ ملائکہ اس کے معنے بیان فرماوین تاکہ تردد رفع ہو یا ایسا ہی عقیدہ رکھنا چاہیے آنحضور کا کیا ارشاد ہے۔

الجواب۔ اس سند مین ایک راوی یحیی بن ایوب بلا نسب مذکور ہین جو کئی راویون کا نام ہے جنمین سے ایک غافقی ہین جنکے باب مین ربما اخطأ لکھا ہے یہان احتمال ہے کہ وہ ہون دوسرے ایک راوی خالد بن زید ہین یہ بھی غیر منسوب ہین اس نام کے رواۃ مین سے ایک کی عادت ارسال کی ہے اور یہان عنعنہ سے ہے جسمین راوی کے متروک ہونے کا اور اس متروک کے غیر ثقہ ہونے کا احتمال ہے تیسرے ایک راوی سعید بن ابی ہلال ہین جنکو ابن حزم نے ضعیف اور امام احمد نے مختلط کہا ہے وہذا کلہ من التقریب۔ پھر کئی جگہ انمین عنعنہ ہے جس کے حکم بالاتصال کے لیے ثبوت تلاقی کی حاجت ہے۔ یہ تو مختصر کلام ہے سند مین باقی رہا متن سو اولا معارض ہے دوسری احادیث صحیحہ کے ساتھ چنانچہ مشکوۃ مین نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود رضہ یہ حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ﷲ ملئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام اور یہی حدیث حصن حصین مین بحوالہ مستدرک حاکم وابن حبان بھی مذکور ہے اور نیز مشکوۃ مین بیہقی سے بروایت ابوہریرۃ رضہ حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا بلغتہ اور نسائی کی کتاب الجمعہ مین بروایت اوس بن اوس یہ حدیث مرفوع ہے فان صلوتکم معروضۃ علی الحدیث یہ سب حدیثین صریح ہین عدم السماع عن بعید مین اور ظاہر ہے کہ جلاء الافہام ان کتب کی برابر قوت مین نہین ہوسکتی لہذا اقوی کو ترجیح ہوگی ثالثاً لفظ بلغنی صوتہ محتمل تاویل ناشی عن دلیل کو ہے واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور وہ دلیل جو منشأ تاویل کا ہے دوسری احادیث مذکورہ ہین پس بضرورت جمع بین الاحادیث اس لفظ کی یہ توجیہ ہوگی کہ صوت سے مراد جملہ صلوتیہ ہے کیونکہ کلام اور کلمہ قسم ہے لفظ کی اور وہ قسم ہے صوت کی پس درود شریف بھی ایک صوت ہے اور بلاغ عام ہے بلاغ بالواسطہ وبلا واسطہ کو اور بقرینہ دوسری احادیث کے بلاغ بالواسطہ متعین ہے پس معنے بلغنی صوتہ کے یہ ہونگے بلغنی صلوتہ بواسطۃ الملائکۃ رہا یہ اگر حدیث کے ضعف سند اور متن کے معارض و محتمل تاویل ہونے سے قطع نظر

کرلیجاوے اور کل ازمنہ و امکنہ واحوال اور جمیع مصلین مین عام لیا جاوے تب بھی اہل حق کے کسی دعوے مقصودہ کو مضر نہین اور نہ اُن کے غیر کے کسی دعوے مقصودہ کو مفید۔ اگر اس اجمال پر قناعت نہ ہو تو اُس ضرر یا نفع کو متعین کرتے تو انشاء اللہ تعالیٰ جواب مین بھی تفصیل ہوگی واللہ اعلم۔ بعد تحریر جواب ہذا بلا توسط فکر قلب پر وارد ہوا کہ اصل حدیث مین صوتہ نہین ہے بلکہ صلوٰتہ ہے کاتب کی غلطی سے لام رہگیا ہے امید ہے کہ اگر نسخ متعددہ دیکھے جائین تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی نسخہ مین ضرور اسی طرح نکل آویگا والغیب عند اللہ تعالیٰ فقط۔ ۱۶۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال۔ امکان کذب مین ایک عالم نے ایسی تقریر کی جس سے شبہ پیدا ہوگیا وہ یہ ہے کہ کلام صفت باریتعالیٰ کا قدیم ہے اور تمام صفات اُس کے کمال کے ہین اور کذب نقص وعیب ہے اس سے منزہ ہونا ضروری ہے لہذا صفت کا صفت یعنی صدق بھی قدیم ہوگا پس اُسکا خلاف ممکن نہین اور صفات پر قدرت کا تعلق نہین ہوسکتا۔ کیونکہ قدرت ممکنات پر ہے صفات قدیم ہین اور اُس کا کلام صادق ہونا ازلاً وقدماً باین وجہ ضروری ہے کہ تمام صفات اُس کی کمال کی ہین نقص اُسمین ممکن نہین لہذا کذب غیر ممکن ہے اسکا جواب شافی عطا ہو۔

الجواب امکان وامتناع کے باب مین اس تقریر کی لطافت اور حقیت مین کوئی کلام نہین مگر تمامتر متعلق کلام نفسی کے ہے سو اس مرتبہ مین صدق کے وجوب بالذات اور کذب کے امتناع بالذات مین کسیکو اختلاف نہین بلکہ بحث کلام لفظی مین ہے جبکہ وہ افعال مین سے اور مخلوق ہو جیسا ماتریدیہ کا مسلک ہے سو اُسمین یہ تقریر نہین چلتی بلکہ افعال پر بوجہ مخلوق ہونے کے قدرت ہونا ضروری ہے اور قدرت ہمیشہ ضدین کے ساتھ متعلق ہوتی ہے جس سے اُس قدرت کا تعلق مثل صدق کے اُسکی ضد کے ساتھ بھی واجب ہوگا گو بالغیر ممتنع الوقوع ہو۔ خلاصہ یہ کہ صفات مین نقص ممتنع بالذات اور افعال مین ممتنع بالغیر واللہ اعلم

۲۶۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال از ناچیز ابوالبرکات عفی عنہ۔ بعالیخدمت حضرت استاذی جناب مولانا صاحب عم فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ شرفنامہ شرف صدور ہوکر باعث شرف اندوزی ہوا امکان وامتناع کے باب مین ایک دوسرا شبہہ پیدا ہوا بفحوائے انما شفاء العی السؤال عرض کرنا مناسب سمجھا۔ جب کہ کلام لفظی دال ہے کلام نفسی پر تو گویا یہ دونون دال مدلول ہوئے یا معبر ومعبر عنہ چونکہ کلام نفسی ضروری الصدق ہے لہذا دال

ف عموم قدرت وامتناع صدق و کذب را

ف دفع شبہ متعلق مسئلہ بالا

بھی ضروری الصدق ہونا چاہیے ورنہ تغایر لازم آویگا اور مبتنے تغایر نہین ہونا چاہیے ورنہ کلام لفظی کلام اللہ نرہیگا کیونکہ وہی کلام ہے جس کا مدلول کلام نفسی ہے اور ہمارے فہم کے لیے اصوات وحروف کا غلاف پہنا کر نازل فرمایا تاکہ سمجھنا آسان ہو دوسرا شبہہ یہ کہ کلام نفسی مین کذب ممتنع بالذات ہے پس لفظ امکان کذب باری تعالے کیساتھ تعبیر صحیح نہین ہے کیونکہ جناب باری تعالی کا موصوف ہونا اس صفت کے ساتھ غیر ممکن ہے پس سوء ادب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ظاہری لفظ موہم اسی امر کی طرف ہے بلکہ امکان کذب کلام لفظی کے ساتھ یا کسی دوسرے عنوان سے تعبیر کرنا چاہیے اور نیز یہ عرض ہے کہ کلام لفظی جو مقروء باللسان ہے وہی حادث ہے یا فی نفسہ قبل از قرأت لسان الانسان بھی حادث ہے۔

الجواب قولہ چونکہ کلام نفسی ضروری الصدق ہے لہذا دالی بھی ضروری الصدق ہونا چاہیے اقول پھر انکار کس کو ہے لیکن ضرورت عام ہے بالذات اور بالغیر کو اگر کوئی بالغیر کا قائل ہو اور وہ غیر اوس کلام نفسی کا ضروری الصدق ہونا ہی ہو تو کیا محذور ہے قولہ ورنہ تغایر لازم آویگا۔ اقول دال مدلول یا معبر ومعبر عنہ مین تغایر تو لازم ہے پھر اس کے التزام مین کیا محذور ہے گو اس کا التزام مضر نفس ضرورت صدق کلام لفظی کو نہین قولہ تعبیر صحیح نہین اقول عدم صحت کی کیا دلیل جب کہ امکان مساوق مقدوریت کا ہے اور کذب سے مرتبہ مخلوق مراد ہو البتہ سوء ادب کہنا مسلم ہونے کی قابل ہے اور دوسرا عنوان غیر موہم بیشک مناسب ہے تاکہ عوام کو بھی وحشت نہو قولہ یا فی نفسہ قبل از قرات لسان الانسان بھی حادث ہے اقول ہان لسان انسان سے پہلے وہ الفاظ خاصہ مسلک ماتریدیہ پر مخلوق ہو چکے۔ ۶۔ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

ندا غیر اللہ

سوال۔ (۱) ندا غیر اللہ بدون صیغہ صلوٰۃ کلام اکابر مین لا تعد ولا تحصے موجود ہے صرف ندا ہی نہین اُس کے ساتھ استشفاء استشفاع استعانت استمداد بحوائج مختلفہ موجود ہے اس مین اور یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا شیخ شمس الدین ترک پانی پتی مشکلکشا حاجت روا وغیرہ وغیرہ مین کیا فرق ہے یہ فرمانا کہ وہ ندا حالت ذوق شوق مین ہوتی ہے اور منادی کا مقصود نداز نہین اور نہ وہ منادی کو حاضر ناظر سمجھتا ہے سو اس قسم کا عذر یہان بھی ہو سکتا ہے عوام کالانعام کا ذکر نہین لیکن بہتیرے سمجھ والے خوش عقیدہ ہین جو اسباب کو سمجھتے ہین کہ شیخ حاضر وناظر نہین متصرف حقیقی نہین کسی وجہ سے ہوان الفاظ مین کوئی اثر وبرکت سمجھتے ہونگے مثلاً یہی صحیح کہ خود حضرت شیخ نے فرمایا ہے کیبکہ دو رکعت نماز

بگذارد وبخواند در ہر رکعت بعد از فاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار بعد ازان ودوازن درود بفرستد بر پیغمبر صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم بعد از سلام و نخواند آن سرور را صلی اللہ علیہ وسلم پس را زان یازدہ گام بجانب عراق برود و نام مرا گیرد و حاجت خود را بخواند در گاہ خداوندی بخواہد حق تعالیٰ آن حاجت او قضا کند ۔ اخبار الاخیار نام مرا گیرد سے ندا ہی مفہوم ہوتی ہے گو تاویلات ممکن ہیں اور بخواند آن سرور را صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ندا ہی مترشح ہے پھر اس کے جواز میں ایسے شخص کے لیے جو شیخ کو حاضر ناظر متصرف حقیقی نہ جانتا ہو کیا معنا لقہ ہے اور ذوق شوق کوئی حالت سکر نہیں جو مغلوب الحال ہو کر شرعاً معذور سمجھا جاوے علاوہ ازین ابتداءً جبکہ ذوق شوق نہو اس ندا کی اجازت کیسے ہوگی اسکی بابت شفاء قلب مطلوب ہے اور یہ بھی ارشاد ہو کہ صلاۃ مذکورہ مختص بحیات شیخ ہے یا موثر دوامی ہے اور اس کی اباحت میں تو کوئی شبہ نہیں ہے جانب عراق چلنے میں کیا سر ہے اگر یہ وجہ ہے کہ شاید قیامگاہ شیخ عراق ہو اور اس جانب چلنے سے شیخ کے ساتھ قربت و مناسبت و رغبت پیدا کرنا مقصود ہو تو اس بنا پر چاہیے کہ مختص بحیات شیخ ہو (۲) دافع البلا دافع القحط والوبار کاشف الکرب مشکلکشا حاجت روا وغیرہ وغیرہ الفاظ کسی پیغمبر ولی کے نام کے ساتھ ملانا ایسے شخص کے لئے جو اس ولی پیغمبر کو حاضر ناظر متصرف حقیقی نہ جانتا ہو محض ذوق شوق میں کہتا ہو جائز ہے یا نہیں اس قسم کے الفاظ بھی کلام اکابر میں بکثرت پائے جاتے ہیں خصوصاً کلام منظوم میں ؎ اولیا را ہست قدرت از الٰہ ✢ تیر جستہ باز گرداند ز راہ ✢ تصرفات کشف بلایا حل مشکلات انجاح حاجات وغیرہ خدا تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے بعد الممات اگر یہ تصرفات مسلوب مان لیے جاویں تو بطور القاب ان الفاظ کے برتنے میں کیا مضائقہ ہو سکتا ہے درحالیکہ قائل خوش عقیدہ ہو اور اندیشہ ضرر متعدی بھی نہو۔

الجواب قال اللہ تعالیٰ لاتقولوا راعنا وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایقولن احدکم عبدی وامتی ولایقل العبد ربی رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ کذا فی المشکوٰۃ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لاتقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان رواہ احمد وابو داؤد وفی روایۃ لاتقولوا ما شاء اللہ وشاء محمد رواہ فی شرح السنۃ کذا فی المشکوٰۃ الفاظ مذکورہ ہر دو سوال بالیقین ایہام شرک میں ان الفاظ منہی عنہا فی الکتاب والسنۃ سے بدرجہا زائد ہیں خواہ نہی کا کوئی درجہ ہو اس کی تعیین مجتہد کا کام ہے لیکن ہر حال میں ناپسندیدہ ہے حضرت شارع علیہ السلام کے نزدیک جب اخف ممنوع ہی تو اشد بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا بلکہ ممنوعیت بھی اشد ہوگا ایک وجہ اشدیت کی تو یہ ہے ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ الفاظ منہی عنہا فی الحدیث محض محاورہ کے

طور سے بولے جاتے ہیں جس میں کسی طرح معنے تعبد کے نہیں ہیں بخلاف الفاظ مذکورہ فی السوالین کے کہ باعتقاد برکت و تقرب الی اللہ یا الی الاولیا حسب اختلاف اعتقاد الناس پڑھے جاتے ہیں جو ایک گونہ تعبد ہے اور ممنوع اور غیر مشروع ہونا ایسے الفاظ کا خواہ کسی درجہ میں ہو اول معلوم ہو چکا اور ظاہر ہے کہ امر ممنوع کو ذریعہ تعبد بنانا جسکا حاصل ہے معصیت کو طاعت سمجھنا یہ بہت زیادہ اقبح و اشنع ہے اس سے کہ ممنوع کو غیر تعبد میں استعمال کرنا کہ ثانی میں معصیت کو سبب رضا حق تو نہیں سمجھتا اور اول میں معصیت کو سبب رضائے حق سمجھا اور جب ممنوع ہونا ان کا ثابت ہو چکا تو اگر کسی ایسے شخص سے منقول ہو جس کے ساتھ حسن ظن کے ہم مامور یا ملتزم ہیں تو اس نقل سے حکم شرعی میں تغییر یا دوسروں کو استدلال و استعمال نکیا جاویگا بلکہ مقتضا اس امر کا یہ ہوگا کہ منقول عنہ کی شان کے مناسب کچھ تاویل کرلیں گے اور مقصود اس تاویل سے اُسکی حفاظت ہوگی نہ کہ دوسروں کو مبتلا ہونے کی اجازت کیونکہ ممنوع ہونا حجت شرعیہ سے ثابت اور قول و فعل مشائخ حجت شرعیہ نہیں بالخصوص نص کے مقابل اور تاویل محض ضرورت کی وجہ سے کیجاتی ہے اور ارتکاب کی خود کوئی ضرورت نہیں لہذا تجویز تاویل سے تجویز ارتکاب لازم نہیں اور اگر وہ تاویل ضعیف ہوگی تو دوسری تاویل مناسب ڈھونڈینگے یہ نہ ہوگا کہ کسی تاویل کے ضعف سے بلا تاویل جائز کہدیں گے رہی تقدیر ضرر متعدی کے نہونے کی سو اول تو جب ضرر لازمی ہی ثابت ہوگیا تو ضرر متعدی کا انتفا نافع نہیں دوسرے یہ تقدیر ہی غیر واقعی ہے اُن اکابر کا فعل ہم تک منقول ہو کر آیا ہے ہمارا دوسروں تک جاویگا پھر ضرر متعدی کے انتفا کا دعوے کب ہو سکتا ہے رہ گئے تصرفات سو بر تقدیر بقا بعد الموت کے بھی اس کو مسئلہ مبحوث عنہا سے مس نہیں کیونکہ اول تو امکان مستلزم وقوع نہیں اور وقوع مطلق مستلزم دوام نہیں دوسرے وہ تصرفات اختیاری نہیں تیسرے اُن تصرفات سے منتفع ہونے کا یہ طریقہ شرعاً ماذون فیہ نہیں ممکن ہے کہ سلطان کسی امیر و وزیر کو کسی کام کا حکم کردے اور رعایا کو منع کردے کہ خبردار اِس کام کے لیے اس سے ہرگز نہ کہنا جو کچھ کہنا ہو ہمسے کہنا غرض بقاء تصرفات مستلزم اذن سوال نہیں اور القاب کے طور پر برتنا اول تو برتنے والے بالیقین اس سے متجاوز ہوتے ہیں دوسرے اس کا بھی ممنوع ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے یہ تو استدلالاً کلام تھا۔ اب ذوقاً اتنا قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ جس کے قلب میں نور سنت ہوگا وہ ان الفاظ کے بولتے ہی بلکہ سنتے ہی قلب کے اندر ظلمت و کدورت پاوے گا کہ بفرض اذن بھی شل تھے۔ اور

طعام کے اُس سے نفرت کرنا ہے گا واللہ اعلم نیز جو لوگ اسوقت غواص کہے جاتے ہین یقیناً اُن کا قلب مرض خفی سے ان اُمور مین خالی نہین واللہ اعلم۔ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

(معنی قول غزالی لیس فی الامکان ابدع مما کان)

سوال امام غزالی علیہ الرحمۃ افعال کے باب مین لکھتے ہین کہ جیسا عالم پیدا ہوا اُس سے بہتر غیر ممکن ہے کیونکہ باوجود امکان کے اگر نہ پیدا کرے تو عجز لازم آوے یا بخل اور یہ دونون اُس کے لیے محال ہین اس مضمون کا مطلب تحریر فرمایئے تاکہ موافق اہل سنت کے عقیدہ کے سمجھ مین آجائے۔

الجواب یہ تقریر قدیماً وحدیثاً لوگون پر مشکل ہوئی ہین بتوفیقہ تعالیٰ کہتا ہون کہ یہ نفی امکان کی باعتبار قدرت خالق تعالےٰ کے نہین بلکہ باعتبار حالت مخلوق کے ہے کہ اس عالم کے مجموعی مصالح باعتبار اُس کی استعداد خاص کے اس ہیئت موجودہ و نظام خاص پر موقوف ہین اس معنے خاص کے افادہ کے لیے اس سے بہتر نظام ممکن نہین پس رعایۃ المصالح الخاصتہ باعتبار الاستعداد الخاص ملزوم ہے اور ہیئت موجودہ اور نظام خاص لازم ہے اور انفکاک لازم کا ملزوم سے غیر ممکن اس معنے کی تعبیر اس طور سے کی گئی کہ اس سے بہتر غیر ممکن ہے۔ باقی خود استعداد خاص کا جو کہ قید ہے ملزوم کی اور شرط ہے لزوم کی بدل دینا یہ ممکن اور مقدور ہے اور اس طور پر رعایت مذکورہ و ہیئت موجودہ مین انفکاک ممکن ہے اور یہی شان ہے کل لوازم و ملزوم اور ذوات و ذاتیات کی جیسے انسان کہ ناطق اُس کا ذاتی اور ضاحک بالقوہ مثلاً اُس کا لازم ہے اور انسان سے ممتنع الانفکاک لیکن خود انسان ہی کا انتفا اور اُس کے واسطے سے ناطق اور ضاحک کا انتفا یہ ممکن ہے اور یہ امر نہایت ظاہر ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ ۵۔ محرم ۱۳۲۳ھ

(رفع خلجان متعلق تقدیر)

سوال کمترین کو درباره مسئلہ تقدیر بار بار خلجان پیش آتا ہے اگرچہ حسب طاقت اپنے نفس کو سمجھاتا ہون اور وسوسہ دفع کرتا ہون مگر نجات نہین ہوتی بنابرین گذارش خدمتعالی یہ ہے کہ درباره مسئلہ تقدیر اپنے خداداد فہم و تقریر سے مختصر مضمون تحریر فرماوین تاکہ بندہ کو اطمینان ہو اور نیز جواب باصواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درباره سوال تقدیر یعنی کل میسر لما خلق لہ کا فہم مین نہین آتا۔ اسکی بھی تقریر فرماوین۔

الجواب اگر آپ کوئی خاص تقریر خلجان و وسوسہ کی لکھتے تو اُس کے مناسب جواب عرض کرتا چونکہ آپنے مجمل لکھا ہے جواب بھی مجمل لکھنا ہوگی کہ اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ حق تعالیٰ مالک و حاکم ہین اور حکیم

بھی ہین مالکیت اور حاکمیت کے اعتبار سے وہ جو کچھ کرین سب درست و بجا ہے ع ہر چہ آن خسرو کند شیرین بود اور چونکہ حکیم بھی ہین لہذا ضرور ہے کہ اُن کے افعال مین حکمت و مصلحت بھی ضرور ہوتی ہے لیکن چونکہ ہمارا علم و حکمت اُن کے علم و حکمت کے روبرو محض لاشے ہے اس لیے ہر راز کو سمجھ لینا ضرور نہین پس یہ اعتقاد کافی ہے کہ وہ مالک ہین جو چاہین کرین اور حکیم ہین جو کچھ کرتے ہین ٹھیک ہوتا ہے لیکن ہم وجوہ حکمت کو نہین سمجھ سکتے ایسے اعتقاد مین کوئی وسوسہ نہین آسکتا ے زبان تازہ کردن باقرار تو ÷ نینگیختن علت از کار تو ÷ اور حدیث شریف کی تقریر یہ ہے کہ صحابہ رض افلا نتکل علے کتابنا وندع العمل کہنے سے مقصود یہ تھا کہ پھر عمل مین کوئی فائدہ نہین آپ نے جواب مین یہ بتلا دیا کہ عمل مفید ہے کہ وہ فائدہ یہ ہے کہ سعادت کی دلیل انی ہے دلیل انی کو کیا کوئی بے فائدہ کہسکتا ہے پس سعادت مثلاً اسی طرح مقدر ہے کہ زید ایسا عمل کرے گا اور یہ ثمرات اُسپر مرتب ہونگے پس واسطہ قریب ثمرات سعادت کا اعمال ہی ہوئے اور سبب بعید قدر گو سبب بعید اصل اور سبب السبب ہے لیکن سبب قریب کو بھی بے فائدہ تو نہین کہسکتے پس عمل کے غیر مفید ہونے کا شبہہ رفع فرمانا مقصود تھا واللہ تعالی اعلم - ۱۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۳ھ

سوال فال نکالنا کیسا ہے مجھے اس بات کا علم ہے کہ دو شخصون کے درمیان مین کوئی مقدمہ ہو یا کسی قسم کا مقابلہ ہو اور مجھے اُن دونون کا نام اور عمر معلوم ہو جاوے تو مین جان لیتا ہون کہ کون غالب ہوگا کون مغلوب کچھ قواعد ہندسہ وغیرہ سے معلوم کرتا ہون یعنی دونون کے نام کے حروف کے عدد نکالکر اور عمر معلوم کر کے جان لیتا ہون کہ فلان غالب اور فلان مغلوب ہے اور بعض وقت فقط عمر معلوم کرنے سے علم ہو جاتا ہے اور گاہے دونون مقابل کو ایک جگہہ دیکھنے سے دلمین آجاتا ہے کہ اس مین فلان غالب ہوگا اور فلان مغلوب اور اسبات کو مین مدت سے آزماتا ہون ہمیشہ مطابق پاتا ہون جس سے میرے دلمین یہ آگیا ہے کہ یہ خدا تعالی کی عادات سے ہے کہ ایسا ہی کرتا ہے گو وہ ہر شے پر قادر ہے جس طرح بذریعہ بدلی ہی کے پانی برساتا ہے اگرچہ وہ قادر ہے کہ بدون بدلی کے برسا وے اب مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ کیا چیز ہے فال ہے یا کوئی دوسری چیز اور فال ممنوع ہے یا جائز بعض عالمون کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ فال ہے اور وہ شرعاً ممنوع ہے اور مین نے ترجمہ احیاء العلوم مذاق العارفین مین بھی دیکھا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار

بلاحساب بہشت مین جائینگے تو لوگون نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہین تو آپ نے اس حدیث مین یہ لفظ بھی فرمایا ہے کہ ولا یتطیرون وعلی ربھم یتوکلون لاینطیرون کے معنے فال کے ہین یا کوئی اور معنے ہین اگر فال کے ہین تو اس حدیث سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اور خلاف توکل معلوم ہوتا ہے پس اگر میرا فعل بھی فال ہے تو مین اس سے توبہ کرنا چاہتا ہون جب سے مین نے اس کو سنا کہ یہ فال ہے مجھے بہت فکر ہوگئی کیونکہ مین بہت دنون سے ایسا کرتا تھا اور مجھے دونون مقابل کو ایک جگہ دیکھنے سے فوراً جی مین آجاتا ہے اور ہمیشہ مطابق ہونے کی وجہ سے مین کہدیا بھی کرتا ہون کہ فلان غالب اور فلان مغلوب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ پس اگر ممنوع ہو تو اب کہنے سے توبہ کرون کو اور اس سے نفرت کیون نکھو جو حکم شریعت ہو اس سے اطلاع بخشیے اور اگر دلمین آنے مین بھی گناہ ہے تو مین اسکو کیونکر دور کرون اسکی ترکیب ارشاد فرمایئے۔

الجواب - یہ عمل عرافتہ ہے جو ایک قسم ہے کہانت کی اور حرام محض ہے نیز حرمت فی نفسہا کے ساتھ موجب افتتان عوام وجہلاء بھی ہے اور دلمین آجانا یہ القاء شیطانی ہے اور اس کا مطابق نکلنا ایسا ہی ہے جیسے کہنہ اور منجمین کے اخبار کی مطابقت ہے اول تو مطابقت کا کلیۃً دعوی اور اثبات مشکل، دوسرے کسی طریق کا موجب علم ہوجانا مستلزم نہین اس کے جواز کو چنانچہ تجسس ممنوع یقیناً مفید خبر صحیح ہوسکتا ہے پھر بھی حرام ہے جواز وناجواز احکام شرعیہ سے ہے اس کے لیے مستقل دلیل کی حاجت ہے اور ما نحن فیہ مین حرمت کے دلائل صریح وصحیح موجود ہین پس حرمت کا حکم کیا جاویگا اور اسباب عادیہ پر مثل سحاب وغیرہ کے اس کا قیاس مع الفارق ہے اولاً اسکی صحت مشاہد ثانیاً سبب مسبب مین وجہ ارتباط ظاہر ثالثاً شرع مین بھی معتبر رابعاً اسمین کوئی فتنہ اعتقادی یا عملی نہین اور مقیس مین سب امور مفقود پس قیاس محض باطل ہے فال متعارف بھی اسی قبیل سے ہے دونون کا ایک حکم ہے خواہ تسمیۃً متحد ہو یا متغائر اور تطیر بھی اس کی ایک نوع ہے جس کو حدیث لاطیرۃ مین صاف منفی وباطل فرمایا ہے اور حدیث مین جو تطیر کو خلاف توکل فرمایا ہے اس سے کوئی شبہ نکرے کہ جائز ہوگا لیکن خلاف اولیٰ ہوگا اصل یہ ہے کہ توکل کے بعض مراتب یعنی اعتقادی توکل فرض اور شرائط ایمان سے ہے تطیر اس توکل کے خلاف ہے اسلیے حرام اور شعبہ شرک کا ہے جیسا کہ اور احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور جس فال کا جواز ثابت ہے یعنی

اعتقاد یا اخبار نہین ہے بلکہ کلمات خبر سے رجاء رحمت ہے جو ویسے بھی مطلوب ہے وانی ہذا من ذاک اور یہان ما نحن فیہ مین اول اعتقاد ہے پھر اخبار پھر بدگمانی اور یاس بھی اس لیے اس کے ممنوع ہونے مین کوئی شبہ نہین اسیطرح شاید کسیکو استخارہ سے شبہہ پڑے تو وہ واقعہ پر استدلال کرنے کے لیے موضوع و مشروع نہین صرف مشورہ کے درجہ مین ہے بخلاف اس کے کہ واقعات پر استدلال ہے غرض یہ بالکل حرام ہے اور توبہ کرنا اس سے فرض ہے اور دلمین اگر اسطرح آوے کہ اُس کو حرام بھی سمجھا جاوے تو کوئی گناہ نہین واللہ تعالیٰ اعلم - ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

سوال ایک شاعر نے عاشقانہ مذاق و فرط محبت مین اشعار مندرجہ ذیل کہے ع کرم سے دستگیری کر بچا رنج و مصیبت سے + جو ہون درحالت مضطر معین الدین اجمیری + غمزدہ ہو رہا ہے کہ مصیبت نے ہے گھیرا مجھکو + غم کے ہاتھون سے چھڑا دیا ندے مکھڑے والے + شاعر کی نیت مجاز پر ہے حقیقی معنے پر محمول نہین کرتا بلکہ حقیقی معنے پر محمول کرنے کو شرک سمجھتا ہے اور قادر بالذات اور متصرف بالاستقلال سوائے ذات وحدہ لاشریک کے کسیکو نہین جانتا تو اُس کے ایسے شعرون کے سبب جو اسکو مشرک و خارج از اسلام کہے تو اُس کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے کیا واقعی دائرہ اسلام سے مشرک و خارج ہے یا اُس کو مشرک کہنے والا خود خطاوار ہے اور مجازی استمداد اہل اللہ سے جائز ہے یا نہین اور شیخ عبدالحق رحمہ نے جو شرح مشکوٰۃ و زبدۃ الاسرار وغیرہ مین مجازی استمداد کو جائز لکھا ہے تو وہ کیا خارج از اسلام تھے ایسا ہی شاہ عبدالعزیز صاحب رح جو تفسیر عزیزی مین فرماتے ہین کہ اولیاء اللہ مدفونین سے استفاضہ جاری ہے اور وہ زبان حال سے مترنم اس مقال کے ہین ع من آیم بجان گر تو آئی بتن + وغیرہ وغیرہ اکابر مشائخ جو ایسے عقیدے پر گذرے ہین وہ مشرک تھے یا مسلمان۔

الجواب ایسے خطابات مین تین مرتبے ہین اول اُن کو متصرف بالاستقلال سمجھنا یہ تو صریح شرک ہے دوم متصرف بالاذن اور ان خطابات پر مطلع بالمشیۃ سمجھنا یہ شرک تو کسی حال مین نہین لیکن یہ کہ اسکا وقوع ہوتا ہے یا نہین اسمین اکابر امت مختلف ہین فمنہم المثبت ومنہم النافی لیکن جو مثبت بھی ہین وہ یہ اجازت نہین دیتے کہ بعید سے ندا کرو اور نہ بعید سے دوامًا سننے کی کوئی دلیل ہے اور بلا دلیل شرعی ایسا اعتقاد رکھنا گو حقیقۃً شرک نہو مگر معصیت اور کذب حقیقۃً اور شرک صورۃً

ہے معصیت ہونے کی دلیل ہے، ولا ننقض مالیس لک بہ علم اور کذب ہونا اُس کی تعریف صادق آنے سے ظاہر ہے اور شرک صورۃً اسلیے کہ اول اعتقاد والون کے ساتھ عادت مین تشبہ ہے اور اگر کسی بزرگ کی حکایت مین بطور کرامت کے ایسا امر منقول ہو تو خرق عادت سے دوام عادت ثابت نہین ہوتا البتہ قبر پر جاکر مجاز کے مرتبہ سے اُن سے استمداد مثبتین کے نزدیک جائز ہے جبکہ اور کوئی مفسدہ عارض نہ ہوجاوے والا فلا سوم نہ تصرف کا اعتقاد ہے نہ سماع کا محض ذوق شوق مین مثل خطاب باد صبا کے خطاب کرتا ہے یہ نہ شرک ہے نہ معصیت ہے فی نفسہ جائز ہے جبکہ الفاظ خطاب کے حد شرعی کے اندر ہون اور کسی عامی کا اعتقاد فاسد نہو جاوے کیونکہ جسطرح خود معصیت سے بچنا فرض ہے اسی طرح دوسرے مسلمانون کو خصوصًا عوام کو بچانا فرض ہے پس جہان عوام کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو وہان اجازت نہو گی جب یہ تفصیل سمجھ مین آگئی تو اس سے اکابر کے اقوال کے معنے بھی متعین ہوگئے اور قائل کا حکم بھی معلوم ہوگیا اور جو شخص شرک کہتا ہے اگر وہ مرتبہ جائز کو کہتا ہے تو غلطی ہے توبہ واجب ہے اور اگر ناجائز مرتبہ کو کہتا ہے تو تاویل سے جائز ہے جیسا حدیثون مین بعض معاصی کو شرک فرمایا ہے واللہ تعالی اعلم ۲۶- ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال اہل قبور سے استمداد چاہنا جائز ہے یا ناجائز حوالہ حدیث شریف -

الجواب - استمداد کے آجکل بہت سے طرق متعارف ہین اور مستمدین علمًا وجہلًا وعقیدۃً ونیۃً خود باہم مختلف ہین اس لیے سوال تعیین کے ساتھ فرمایا جاوے کہ مستمد کا کیا عقیدہ اور کیا نیت ہے اور کس طریق سے استمداد کرتا ہے اُسوقت جواب عرض کیا جاوے واللہ اعلم -

۱۶- رجب سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال - اہل قبور سنتے ہین یا نہین -

الجواب - دونون طرف اکابر اور دلائل ہین ایسے اختلافی امر کا فیصلہ کون کرسکتا ہے اور ضروریات علمی و عملی مین سے بھی نہین کہ ایک جانب کی ترجیح مین تدقیق کی جاوے پھر اسمین بھی معتقدین سماع موتی کے عقائد مختلف ہین اگر کسی اعتقاد خاص کی تعیین ہوتی توکسیقدر جواب ممکن تھا واللہ اعلم ۱۶- رجب سنہ ۱۳۲۴ھ

سوال امکان کذب کی ایک تقریر نہایت ہی عجیب آپ نے ایک مرتبہ فرمائی تھی وہ مطلق

ذہن سے اُتر گئی اگر مختصر تحریر فرما دیں تو بڑا احسان ہے نیز ایک صاحب کی اس بارہ میں ایک سخت تحریر آنے سے اسکی طرف توجہ ہوئی بہتیرے شبہات وشکوک پڑے اور واقع ہوئے کئی دن کے بعد ایک امر منقح ہوا اور تحریر عام فہم میں لایا مولانا عبد المومن صاحب سے اسمیں گفتگو ہوئی اور کچھ شبہات پڑے جن کا دل نے اندفاع کر لیا مگر تسلی نہ ہوئی نیز قابل وثوق نہ تھی کہ الزام قائم کر سکیں اسمیں چند باتیں دریافت طلب ہیں مضمون کے متعدد پہلو اور جملہ اطراف ذہن میں چکر لگا رہے ہیں اس لیے انشاء اللہ آپ کی مختصر تحریر نافع ہو جائے گی اس خیال سے سکوت نہ فرمائیگا کہ دیر طلب جواب یا محتاج بسط مسئلہ ہے جس کے لئے فرصت کی ضرورت ہے۔

امکان کذب سے مراد امکان وقوع الکذب فی کلام الباری تعالیٰ عز اسمہ ہے کلام باری سے مراد وہ کلام نفسی ہے جو صفت باری ہے اور قدیم ہے یا کلام لفظی حادث یا کلام نفسی سے بافوق کوئی درجہ ہے جس کو مبدء کلام کہکر صفت باری کہا جائے اور اس کلام نفسی کو جسے عام افہام کلام مانی سمجھے ہوئے ہیں اس صفت یعنی مبدء کلام کا اثر کہا جائے کیا یہ مبدء کلام جو درجہ نکلے گا فقط قابلیت تکلم نہ ہو گا اگر امکان کذب سے اس کلام میں مقدوریت وقوع کذب مراد ہے جو صفت باری ہے تو کیا یہ قضیہ شکل ثالث نہ بنے گا کہ وقوع الکذب فی الکلام ممکن و وقوع الکذب عیب فی العیب فی الصفۃ ممکن صدق کلام کا حسن ہے اور صفات کا حسن یا صفات الصفات مثل صفات ذاتی اور لاعین اور لاغیر نہیں ہیں زید کہتا ہے امکان کذب کے یہ معنے ہیں کہ صدق کلام فعل اختیاری ہے پس مقدوریت کذب قائم یعنی وقوع کذب فی الکلام مثلاً عدم ساعت اللہ کے لیے مقدور الوقوع ہے اگر چاہے تو نہ لائے مگر تعلق ارادہ اس جانب عدم کے ساتھ لاحق نہیں ہوا اس لیے معدوم ہے عمر کہتا ہے کہ یہ معنے وجود بالذات اور عدم بالغیر کے ہیں نہ کہ امکان بالذات اور امتناع بالغیر کے امکان کے یہ معنے ہیں کہ اسکا وقوع مستلزم محال نہ ہو اور ممتنع کے یہ معنے ہیں کہ اسکا وقوع مستلزم محال ہو اور قیامت جبکہ ازل میں وجود کے ساتھ معلوم ہو چکی ہے مگر اس کے عدم کا وقوع جہل باری کو مستلزم ہے اب خواہ عدم ساعت بالارادہ ہو یا بارادہ بہر حال چونکہ مستلزم ہے محال کو تو یہ ممتنع اور محال اس سے امکان کذب کے صرف یہ معنے ہیں کہ کلام کے مقتضیات یعنی صدق کا دوسرا پہلو جس کو کذب کہا جاتا ہے مثلاً عدم ساعت وجود خارجی میں ایسا ہی غیر مقدور الوقوع ہے جیسا جہل باری وغیرہ مگر یہ غیر

مقدور الوقوع ہونا چونکہ اسوجہ سے ہے کہ اُس کی جانب ثانی یعنی صدق کے ساتھ جسطرح علم وغیرہ کا تعلق ہوا ہے ارادہ کا بھی تعلق ہوا ہے پس صدق بالارادۃ الازلیہ ہوا اور ارادہ ازلیہ کے قدم کا عدم محال وممتنع اور غیر مقدور پس کذب بھی غیر مقدور الوقوع پس صدق کے بالارادۃ الازلیۃ ہونے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ارادہ کے لیے صدق وکذب دونوں مساوی تھے جس کے ساتھ چاہے تعلق ارادہ فرمائے محض اسوجہ سے تو امکان بالذات یعنی نفس شئے کی ذات میں نہ اپنے ساتھ تعلق ارادہ کا موجب ہے نہ ابا وانکار کا سبب کیونکہ یہ تعلق ارادہ بھی معلوم باری ہے جس کا تخلف غیر مقدور الوقوع ہے پس معنے یہ ہوئے کہ نفس شئے مین مانع عن تعلق الارادہ نہ ہونے کے باعث امکان بالذات ہے اور چونکہ ارادہ ایک جانب ہولیا اس لئے امتناع بالغیر یعنی امتناع بالارادۃ الالٰہیہ الی الجانب المخالف جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کلام کے بعد کذب کلام کا وقوع غیر مقدور الوقوع - فقط

الجواب - سب سے اول لکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ جن مسائل اعتقادیہ کی تخصیصًا کسی نص مین تصریح نہین آئی بلا ضرورت اُسمین کلام اور خوض کرنا اور خصوص جبکہ ضرورت سے زیادہ وہ ظاہر بھی ہوچکا ہو اشتغال بمالا یعنی بلکہ عجب نہین کہ منجر ببدعت وسوء ادب ہو دوسرے یہ کہ بعض عنوانات ایسے ہوتے ہین جو خود بھی موجب انقباض قلب و نیز دوسرے کم فہمون کے لیے مورث وحشت وموہم غلط ہوجاتے ہین اسی لئے حق تعالیٰ کو خالق کل شئی کہنا درست ہے اور خالق الکلاب والخنازیر کہنا بے ادبی ہے چونکہ مسئلہ متنازع فیہا اسی قبیل سے ہے اس لئے بعد واجب سمجھنے اعتقاد عموم قدرت لکل شئی ممکن واعتقاد تنزہ عن کل نقیصۃ کے خصوص کے ساتھ اسمین کلام کرنے کو مین مستحسن نہین سمجھتا لیکن صرف توجیہ سوال کی ضرورت اور سلامت فہم مخاطب کی وجہ سے بہت ہی مختصر مگر سلیس طور پر اس مسئلے کو لکھے دیتا ہون اول چند امور بطور مقدمہ کے سمجھ لیے جاوین - اول صفات باری تعالیٰ غیر مقدور ہین اور افعال مقدور - دوم کلام نفسی صفت ہے اور کلام لفظی فعل - سوم قدرت دونون ضدون سے متعلق ہوتی ہے مثلاً عدم ابصار پر اُسی کو قادر کہین گے جو ابصار پر بھی قادر ہو - چہارم صدق وکذب مین تقابل تضاد ہے - پنجم جو وجوب تعلق ارادہ الٰہیہ کی وجہ سے اور اسی طرح جو امتناع عدم تعلق ارادہ الٰہیہ کی وجہ سے ہوتا ہے خواہ اُسکو وجوب بالغیر و امتناع بالغیر کہا جاوے یہ نظر کرکے

اگر وجوب بالغیر وامتناع بالغیر وجوب وامتناع عقلی کی قسمیں ہیں اور یہاں خود مقسم ہی صادق نہیں کیونکہ جو علت اس مقسم میں اثباتاً وجوب میں اور نفیاً امتناع میں ماخوذ ومعتبر ہے وہ علت موجبہ ہے جو بدلیل مختار ہونے حق تعالے کے اہل حق کے نزدیک غیر ثابت بلکہ منفی وثابت العدم ہے اور جب بنا ہی منعدم ہے تو مبنی بھی منعدم ہے، اس کو وجوب عادی وامتناع عادی کہا جاوے (وہو الحق عندی لان الامتناع العقلی والوجوب العقلی لاستلزامہ الایجاب ینافی الاختیار) ہر حال میں اس تعلق وعدم تعلق سے وہ شئے قدرت واختیار سے خارج نہیں ہو جاتی گو اُس کا وقوع یا عدم وقوع کسی دلیل سے ابدیت کی طور پر ثابت ہو جاوے۔ پس بعد تمہید ان مقدمات کے سمجھنا چاہیے کہ صدق مرتبہ کلام نفسی میں واجب غیر مقدور اور اُس کی ضد یعنی کذب اُس مرتبہ میں ممتنع غیر مقدور ہے للمقدمۃ الاولے والثانیۃ اور مرتبہ کلام لفظی میں مقدور ہیں صدق تو اسلئے کہ اُس کا فعل ہے للمقدمۃ الاولی والثانیۃ ایضاً اور اس کی ضد اس لیے کہ مقدور کی ضد ہے للمقدمۃ الثالثۃ والرابعۃ کیونکہ اگر اس ضد کو مرتبہ لفظی میں مقدور نہ کہا جاوے تو دوسری ضد یعنی صدق بھی غیر مقدور ہوگا تو لازم آویگا کہ اللہ تعالی نعوذ باللہ صدق پر بھی قادر نہیں حالانکہ صدق فی الکلام اللفظی صفت فعل کی ہے یا صفت فاعل کی باعتبار اُس فعل مقدور کے جیسا ظاہر ہے اور افعال مع اپنی صفات وآثار کے مقدور ہیں ہذا خلف البتہ چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس کے ساتھ گاہے تعلق ارادہ کا نہ ہوگا اس لیے ابداً ابداً اُسمیں احتمال وقوع کا نہیں ہے اور امکان بمعنے احتمال کا قائل ہونا کفر ہے اور یہی معنے ہیں امکان کے جسنے عوام کو وحشت میں ڈالا ہے مگر تعجب اہل علم سے ہے کہ وہ کیوں ایسی تہمت اپنے مقابل پر لگاتے ہیں البتہ یہ کہا جاوے کہ چونکہ لفظ امکان عوام کے اعتبار سے موہم ہے اور موہم سے بچنا ضرور ہے لقولہ تعالی لاتقولوا راعنا الآیہ تو یہ ایک فقہی مسئلہ ہو جاویگا جو قابل تسلیم وعمل ہے لیکن اس کو مسئلہ کلامیہ میں کوئی دخل نہیں ہے بہرحال باوجود اس احتمال کے قطعاً منفی ابدی ہونے کے خارج من القدرۃ نہ ہوگا جیسا مقدمہ خامسہ میں ثابت ہوا ہے یہ تقریر شافی کافی منصف کے لیے اب بعد اس تفسیر اور اُس کی تقریر اور اُس کی دلیل کے اجزاء سوال کا جواب اسپر تطبیق کرنے کے بعد ہر ایک کے انطباق وعدم سے مفصلاً خود معلوم ہو جاویگا حاجت مستقلاً تعرض کرنے کی نہیں ہے اور جس تقریر کو آپنے دریافت کیا ہے وہ اسی کے اندر آگئی واللہ اعلم اب ایک اور بات رہگئی وہ یہ کہ کتب کلامیہ میں مزداریہ کا قول لکھا ہے اللہ قادر علی ان یکذب ویظلم تو اسمیں اور مذہب

مذکور میں کیا فرق ہوا جواب یہ ہے کہ ان کے قول مذکور کے بعد یہ قول بھی ہے ولو فعل لکان ظالما کذا کذا فی شرح المواقف پس یہ دوسرا قول تفسیر ہے پہلے قول کی پس مقصود مجموعہ قول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ امور مرتبہ صفت میں مقدور ہیں جیسا صیغہ کان ظالما سے تعبیر کرنا جو صفت کے لیے موضوع ہے اس کا قرینہ اور اس پر دال ہے پس فرق دونوں میں یہ ہوا کہ مذہب سابق میں مرتبہ فعل کو مقدور کہا گیا ہے اور مذہب لاحق میں مرتبہ صفت کو مقدور کہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نعوذ باللہ یہ امر قبیح حق تعالے کی صفت بن سکتا ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا ہذا ما عندی الآن ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا فقط ۱۳ - محرم ۱۳۲۵ھ

سوال - ایک شخص لوگوں کو تعلیم کرتا ہے کہ تم لوگ وقت مراقبہ کے یہ خیال کرو کہ میرا قلب متوجہ ہے پیر کے قلب کی طرف آیا یہ شرک ہے یا نہیں کیونکہ بوقت مراقبہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ میرا قلب متوجہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کہ پیر کی جانب آیا یہ مراقبہ کسی معتبر کتاب سے ثابت ہے یا نہیں مع عبارت کتاب تحریر فرمائیے بہت لوگ گمراہ ہو رہے ہیں۔

الجواب - اگر توجہ با عتقاد معبودیت پیر کی ہے تو کفر و شرک صریح ہے اور اگر با عتقاد اطلاع پیر کے ہے تو اطلاع بالذات کا اعتقاد کفر و شرک ہے اور اطلاع باعلام الٰہی کا اعتقاد گو شرک نہ ہو لیکن چونکہ اس اعلام کے وقوع کی کوئی دلیل نہیں اعتقاد فاسد و کذب قلب و موہم شرک ہے اور اگر محض اس توجہ کو سبب عادی فیض کا اعتقاد کرتا ہے بدون اعتقاد علم وغیرہ کے تو خواص کے لیے گنجائش ہے اور عوام کے لیے مقدمہ فساد ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۲۹ - محرم ۱۳۲۵ھ

سوال - اہل ہنود میں دستور ہے کہ آسمانی پرواز روح کے لیے ان کی یعنی کلمہ طیبہ کہلاتے ہیں اب اسکو اس سے کس قسم کا نفع ہوگا۔

الجواب - قال اللہ تعالیٰ فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا وقال اللہ تعالیٰ ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمؤمنین ان آیتوں سے دو امر معلوم ہوئے ایک تو یہ کہ ایمان نام ہے اعتقاد صحیح کا نہ صرف بدون اعتقاد کے زبان سے کہنے کا دوسرا یہ کہ جب معائنہ اس عالم کا ہونے لگے اسوقت ایمان مقبول نہیں پس اگر یہ کافر قبل معائنہ ملئکہ وغیرہم کے دل سے اللہ و رسول کو سچا سمجھنے لگے تو وہ مومن ہو جاوے گا ورنہ نہیں - ۲۷ - ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

ت تصور ربط قلب از قلب شیخ

ت ایمان عند الموت

سوال - قبر مین سوال نکیرین ہر ایک سے ہوتا ہے یا خرد سال نابالغ بچے اُس سے مستثنیٰ ہین -

الجواب فی الدر المختار اول باب الجنائز الاصح ان الانبیاء علیہم السلام لا یسئلون ولا اطفال المؤمنین وتوقف الامام فی اطفال المشرکین اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سے اور مومنین کے نابالغ بچون سے سوال قبر نہین ہوتا اور اطفال مشرکین کا حال معلوم نہین - ۷ - ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

سوال عذاب وثواب مرنے کے بعد ہی سے شروع ہوجاتا ہے یا قیامت کے دن کے واسطے ملتوی ہوجاتا ہے شب معراج مین جو لوگ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب مین گرفتار شدہ دکھلائے گئے تھے وہ کون لوگ تھے اور اُن کو عذاب قیامت سے قبل کیون دیا گیا جبکہ قیامت کے روز پر عذاب وثواب موقوف ہے -

الجواب - مرنے کے بعد عالم برزخ شروع ہوجاتا ہے اُسمین عذاب وثواب ہوتا ہے البتہ قیامت کا عذاب وثواب زیادہ ہے پس دونون عذابون مین ایسی نسبت ہے جیسے جیلخانہ اور حوالات کی تکلیف مین اور شب معراج مین اسی عذاب برزخی کے مبتلا لوگ دیکھے گئے تھے - والسلام فقط ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

سوال وہابی کی کتاب تقویۃ الایمان اُسمین لکھا ہے کہ کل مومن اخوۃ یعنی آپس مین سب مومن مسلمان بھائی ہین اور یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کے آگے پیغمبر ایسے ہین جیسے چمار چوہڑے تو آپ اسمین کیا فرماتے ہین کہ بھائی کہنا درست ہے کہ نہین اور چمار چوہڑے کے بارہ مین بھی لکھنا ضرور بضرورتاکیداً لکھا جاتا ہے کیونکہ یہان سب مومن مسلمان بھائی ہین نفاق پڑا ہے کیونکہ وہابی لوگ کہتے ہین کہ کہنا درست ہے اور حضرت کو بڑا بھائی کہتے ہین اور سب جماعت کہتی ہے کہ کہنا درست نہین لہذا براہ مہربانی اس خط کا جواب بہت جلد لکھیے - فقط

الجواب - تقویۃ الایمان مین بعض الفاظ جو سخت واقع ہوگئے ہین تو اُس زمانہ کی جہالت کا علاج تھا جس طرح قرآن مجید مین عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ ماننے والون کے مقابلہ مین قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح بن مریم الخ فرمایا ہی لیکن مطلب اُن الفاظ کا برا نہین ہے جو غور سے یا سمجھانے سے سمجھ مین آسکتا ہے لیکن اب جو بعضون کی عادت ہے کہ اُن الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہین یہ بیشک بے ادبی اور گستاخی ہے اگر تنازعین مین انصاف ہوگا تو ان سطرون سے باہم فیصلہ کر لینگے جسکا حاصل یہ ہوگا کہ تقویۃ الایمان والون کو برا بھی نہ کہا جاوے اور تقویۃ الایمان

کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاویگا فقط ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

سوال- یا رسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں-

الجواب- عوام کو منع کرنا چاہیے۔ ۹- رجب ۱۳۲۵ھ

سوال جنت و دوزخ قائم ہو چکی ہے یا بعد قیامت قائم کیجاویگی چونکہ کتاب مظاہر حق مین یہ عبارت ہے کہ معراج مین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے یہ کہا کہ یا محمد اپنی امت سے میرا اسلام کہدیجیو اور یہ فرمادیجیو کہ جنت صرف چٹیل میدان ہے اس عبارت سے کیا ثبوت ہوتا ہے جواب باصواب سے مشرف فرمادین۔

الجواب- دوزخ جنت پیدا ہو چکی البتہ احادیث سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ علاوہ ان نعمتون کے جو جنت مین پیدا ہو چکین ہین یوماً فیوماً اور نعمتین بھی پیدا ہوتی جاتی ہین اب اُس حدیث کے معنے ظاہر ہو گئے کہ جنت چٹیل میدان ہے مطلب یہ کہ بعض حصہ جنت کا ایسا ہے اور ذکر و تسبیح سے اُسمین اشجار پیدا ہو جاتے ہین فقط ۹- رجب ۱۳۲۵ھ

سوال- اکثر مرزائی لوگ اعتراض کیا کرتے ہین کہ کتب دینیات مین یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص مین ننانوے وجہ کفر کی پائی جاوین اور ایک وجہ اسمین اسلام کی ہو تو اسکو کافر نہ کہا جاویگا اور حدیث مین ارشاد ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیے وہ حدیث یہ ہے عن انس انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ و ذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ دوسری حدیث یہ ہے من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ اب علمائے کرام سے یہ عرض ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہے تو علمائے دین اسپر کفر کا فتوی کیون لگاتے ہین اسکا شافی طور پر جواب ارقام فرماوین

الجواب- جس شخص مین کفر کی کوئی وجہ قطعی ہوگی کافر کہا جاویگا اور حدیثین اُس شخص کے بارہ مین ہین جنمین کوئی وجہ قطعی نہو اور اُس مسئلہ کے یہ معنی ہین کہ اگر کوئی امر قولی یا فعلی ایسا ہو کہ محتمل کفر و عدم کفر دونون کو ہو گو احتمال کفر غالب اور اکثر ہو تب بھی تکفیر نکرین گے نہ یہ کہ تکفیر قطعی پر بھی تکفیر نہ کرینگے کیونکہ کافر کے یہ معنے نہین کہ اُسمین تمام وجوہ کفر کی جمع ہون ورنہ جنکا کفر منصوص ہے وہ بھی کافر نہ ہونگے باقی خاص مرزا کی نسبت مجھکو پوری تحقیق نہین کہ کوئی وجہ قطعی کفر کی ہے یا نہین۔ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ

ت حقیقت بر سر آمدن پیر و شہید و استعانت حوائج ازاو

سوال - کیا فرماتے ہین علمائے دین اس مسئلہ مین کہ بکر مسلمان بعمر بارہ تیرہ سالہ بمرض وبا فوت ہوا بعد تین مہینے کے اپنی چچا زید و عمرو کی چچی مسماۃ ہندہ کو خواب مین کہا کہ مجکو اس قبر سے نکالکر دوسری جگہہ جہان دوسرے مسلمانون کی قبرین نہ ہون دفن کرو چنانچہ ناہبردگان نے بذات خاص مع دو شخص اقربا اپنے رات کے وقت خفیہ دوسری جگہہ دفن کیا اور یہ جگہہ ملکیت غیر ہے اب مسماۃ ہندہ کے سر پر ہفتہ وار آکر گھومتا ہے اور بیان کرتا ہے مین شہید ہوا ہون اور پیر۔ اس جہت سے بہت لوگ جمع ہوکے اپنی حاجت مانگنے کو جاتے ہین لیکن کاربرآری کیسکی ابتک باوجود مرور عرصہ بعید کے نہوئی اور واسطہ ایفای وعدہ کے امروز فردا کا قرارداد کرکے دھوکا دے جاتا ہے چنانچہ قاضی شہر و غیرہ پنچ مسلمانان نے بہرتادیب اور رکھنے عظمت دین و اسلام بموجب دیس رواج نامبردون کو ہدایت کی کہ اس فعل نامشروع سے باز آؤ الا کچھہ اثرپذیر نہوا پس یہ تجویز قرار پائی کہ زمانہ تعزیر وغیرہ شرعًا بسبب عملداری غیر کے ہو نہین سکتی تو مسلمانون نے کہا کہ کھانا پینا جنازہ و شادی و غمی اونکی کے کسی مسلم کو شریک نہونا نہ چاہیے چنانچہ کل مسلمانون نے تعمیل کی الاچند مسلمان مددگار اُن کے ہوکے راہ راست پر آنے نہین دیتے اور مددگاری کرتے ہین اور زمین جسکی کہ ملکیت مین ہے وہ اپنی زمین پر دعوی کرکے استخوان میت اُکھاڑنا چاہتا ہے تو نسبت دعوی زمین والے کو کیا حکم ہے اور جو شخص مدد و معاون اونکے ہین اونکے حق مین شرع شریف سے کیا حکم ہے اور جس کے سر پر گھومتا ہے تو اوس مسماۃ کو شرعًا کیا سزا چاہیے اور عملداری غیر سمجھہ کے قاضی صاحب اور پنچون نے جماعت سے اون لوگون کو خارج کرکے کھانا پینا اونکا تمامی مسلمانون مین بند کیا یہ درست ہے یا نہین اور میت کو تین چار مہینے کے بعد بے سوچے ایک قبر سے دوسری قبر مین رکھنا درست ہے یا ممنوع بینوا توجروا۔

ت سپردن میت بزمین و برآوردن او

الجواب یہ جو عوام جاہلون کا عقیدہ ہے کہ فلان شہید یا پیر لپٹتا ہے یا چمٹتا ہے بالکل غلط ہے کیونکہ ہر شخص بعد مرگ دو حال سے خالی نہین یا جنت مین ہے یا دوزخ مین اگر جنت مین ہے تو اوسکو کیا ضرورت پڑی کہ جنت چھوڑکر ناپاک دنیا مین آکر کسیکو پلٹے اور اگر دوزخ مین ہے تو اُسکو فرصت ہی کون دیگا کہ فلانے کو جاکر لپٹ جا یہ خیال بالکل غلط ہے پس یا تو کوئی خبیث شیطان ہے کہ ایذا دیتا ہے یا اوسکا مکر و فریب ہے بہرحال اوس سے حاجتین مانگنا اور اوسکو متصرف سمجھنا اور غیب دان جاننا محض شرک ہے جن لوگون نے اُن کے کھانے پینے ملنے سے کنارہ کیا بہت اچھا کیا خدا تعالے اونکو جزاے خیر دے اور جو لوگ

اون گمراہون کی مدد کرتے ہین وہ بھی اونہین مین ہین اونسے بھی علاقہ قطع کرنا چاہیے یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا اباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولہم منکم فاولئک ہم الظلمون احشروا الذین ظلموا وازواجہم الایۃ اور اوس مسماۃ پر اگر قرائن سے کوئی خبیث یا شیطان معلوم ہوتا ہو اسمائے الٰہی سے اوسکو دفع کرین اور جو مکر وفریب ثابت ہو تو اگر قدرت ہو تو اوسکو مارین پیٹین توبہ کراوین کہ اوسنے فتنہ اوٹھا رکھا ہے والفتنۃ اکبر من القتل جو قدرت نہو خاموش ہو جاوین۔ اور جو کہ مالک زمین کا زمین پر مدعی ہے تو اوسکا دعوی اپنی ملکیت پر صحیح ہے اب اوسے اختیار ہے کہ مدفون کے وارثون کو کہے کہ اسکو نکال کر دوسری جگہہ دفن کرو اگر وارث نہ نکالین تو اُسے جائز ہے کہ زمین برابر کرکے چاہے کھیتی کرے چاہے مکان بناوے جو چاہے کرے ولا ینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت لشفعۃ کذا فی فتاوی قاضیخان اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکہا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیہا کذا فی التجنیس عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۴ اور میت کو بعد دفن قبر سے نکالنا خواہ تھوڑی مدت بعد ہو یا بہت مدت بعد خواہ سونپا ہو یا نہ سونپا ہو سب صورتون مین ممنوع ہے لما مر من انہ لا ینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الخ اور نہ شرع مین کچھ مردہ سونپنے کی اصل محض تراشیدہ جاہلان ہے نعوذ باللہ من الجہل واللہ اعلم ۱۶۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ

سوال حضرت معاویہ بن سفیان صحابی اند یا نہ و در فضیلت بوصف صحابیت سہیم و شریک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہستند یا نہ و ایشان را بالقب حضرت و دعاے رضی اللہ عنہ یاد کردن شعار اہلسنت ست یا نہ و کسیکہ در تعظیم ایشان تقصیرے نماید و مردمان را تخفیف و ترغیب بر قبائح ایشان سازد در رافضی بودن اینکس تامل ست یا نہ۔

الجواب معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ابن صحابی اند در صحابیت و فضیلۃ اوشان کرا کلام ست مگر کہ رافضی باشد و بلقب حضرت و تحیۃ رضی اللہ عنہ اوشان را یاد کردن شعار اہلسنت وجماعت است و کسیکہ در شان والای ایشان طعنے یا تشنیع بر زبان راند شعبۂ از رفض دارد وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوہم من بعدی غرضا من احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم وقال علیہ السلام فی معاویۃ اللہم اجعلہ ہادیا مہدیا و انچہ مشاجرات و منازعات فیما بین واقع

شدہ این را بر محامل صحیحہ و تاویلات مقبولہ حمل توان کرد از حضرت غوث الثقلین قدس سرہ منقول ست
کہ اگر در رہگذر حضرت معاویہ رضہ نشینم و گرد سم اسپ جناب بر من افتد باعث نجات می شناسم پس تعجب
ست کہ چنین بزرگان دین چنان خیال فرمایند و چند کسان نوآموزان زبان درازی کنند صدق من
قال چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد + میلش اندر طعنۂ پاکان برد + فقط ۱۶ - جمادی الاول سنہ ۱۳۱ھ

سوال زید بہ نسبت ابوین شریفین بجواب سائلی گفتہ کہ متقدمین بہ اسلام شان قائل نیستند و کتب
کلامیہ و تصریح محدثین و مفسرین بران شاہد ست اما بنص متاخرین مثل مولانا جلال الدین سیوطی قائل
بہ اسلام بودہ اند و برسہ طور اسلام شان ثابت کردہ اند اما ملا علی قاری وغیرہ برد این قول پرداختہ اند
بعدہ ہر کہ قائل این قول ست ناقل از مولانا جلال الدین سیوطی ست آیا قول و جواب زید مطابق اہل
سنت ست یا نہ -

الجواب - در اسلام ابوین جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم علما را اختلاف ست تحقیق در چنین
امور توقف کردن ست زیرا کہ این امور داخل عقائد نیست نہ جز ایمان و دین ہر چہ باد ا باد ما را فکر ضروریات
دین باید و درین امور لب کشائی نہ شاید کہ اگر مومن باشند کافر گفتن ہم خطا و بالعکس ہم نا روا قال اللہ
تعالیٰ ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا واللہ اعلم ۱۶ جمادی الاولیٰ

سوال کیا فرماتے ہین علماے دین اس مسئلہ مین کہ بذریعہ فاتحہ کے ثواب میت کو پہونچتا ہے یا نہین اور
درصورت پہونچنے کے اوسے معلوم بھی ہوتا ہے یا نہین مدلل معہ سند کتاب سنت کے تحریر فرمایئے -

الجواب مذہب اہل سنت و جماعت کا یہ ہے کہ اموات مسلمین کو ثواب عبادات بدنیہ و عبادات
مالیہ کا پہونچتا ہے خواہ فاتحہ[ع] ہو یا کوئی خیرات و حسنات ہو قال اللہ تعالیٰ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین
سبقونا بالایمان الآیہ پس اگر دعا احیا اموات کے لیے نافع نہ تھی کیون تعلیم کی گئی وقال اللہ لنبیہ
صلی اللہ علیہ وسلم وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم پس اگر نماز جنازہ مومنین کو نافع نہ ہوتی رسول اللہ
صلعم کیون مامور ہوتے اور اسکو سکن کیون فرماتے وفی المشکوٰۃ عن سعد بن عبادۃ قال یا رسول اللہ
ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ہذہ لام سعد رواہ ابو داود - اس
حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے پانی کے صدقہ کا ثواب پہونچانیکا امر فرمایا اگر نہ پہونچتا کیون فرماتے

ع مراد سورۂ فاتحہ ہے نہ کہ فاتحہ رسمیہ ۱۲ منہ

مسئلۂ توقف در اسلام و کفر والدین نبی ﷺ

مسئلۂ وصول ثواب باموات

اور مشکوۃ مین وارد ہوا ہے کہ ایک شخص کافر نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اسکے بیٹے نے
جناب رسالتمآب سے پوچھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لو کان مسلماً فاعتقتم عنہ او تصدقتم
او حججتم عنہ بلغہ ذلک رواہ ابو داؤد یعنی آپ نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسکو اعتاق وصدقہ وحج
کا ثواب پہونچتا وفی الہدایہ من کتب الفقہ ان للانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ او صوماً او صدقۃ
او غیرہا عند اہل السنۃ والجماعۃ انتہی وفی شرح العقائد النسفیۃ وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتہم عنہم
نفع لہم خلافاً للمعتزلۃ اور روایات کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح اموات کو خبر بھی ہوتی ہے کہ
کس شخص نے یہ ثواب پہونچایا ہے فی البیہقی ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ
من اب او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا اس حدیث سے منتظر ہونا میت
کا واسطے دعا اپنے بھائی دوست کے ثابت ہوتا ہے پس یہ لوگ اگر ثواب پہونچاوین گے تو ضرور اسکو
شعور ہونا چاہیے ورنہ اسکا انتظار منقطع نہوگا اور اخبار وآثار بزرگان سے یہ امر حد تواتر کو پہونچا ہے
واللہ اعلم ۲۷ - جمادی الاولی روز پنجشنبہ ۱۳۱۳ھ

سوال کیا فرماتے ہین علماء دین اس مقدمہ مین کہ جس شخص کی زوجہ نماز نہ پڑھتی ہوگی تو اسکی اولاد
حرامی ہوگی یا کیا۔

الجواب صحابہ وتابعین وتبع تابعین نے تارک صلوٰۃ کے کفر مین اختلاف کیا ہے فی التفسیر المظہری
تحت قولہ تعالے حافظوا علی الصلوات واما تارک الصلوٰۃ عمداً فقال احمد یکفر وقال مالک والشافعی
وہو روایۃ عن احمد انہ لا یکفر لکن یستتاب فان تاب والا قتل وقال ابو حنیفۃ لا یقتل لکن یحبس ابداً
حتی یموت او یتوب آہ وفی نفع المفتی والسائل وقد اختلف الصحابۃ والتابعون فی کفر من ترک الصلوٰۃ
متعمداً وجزائہ فقال من الصحابۃ سیدنا عمر وعبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عباس ومعاذ بن جبل وجابر
بن عبد اللہ وابو الدرداء وابو ہریرۃ وعبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم ومن غیر الصحابۃ احمد بن حنبل
واسحق بن راہویہ والنخعی وایوب السجستانی وابو داؤد الطیالسی وابو بکر بن ابی شیبۃ ان من ترک
الصلوٰۃ فی وقت عمداً بلا عذر یکفر وقال حماد بن زید ومکحول والشافعی ومالک لا یکفر ولکن یقتل وعندنا
لا یکفر ولا یقتل ویعزر تعزیراً آہ پس جنہون نے تارک صلوٰت کو کافر کہا ہے چونکہ ارتداد احد الزوجین
مبطل نکاح ہے انکے نزدیک نکاح ٹوٹ جائیگا اسکے بعد جو وطی کریگا حرام ہے اور جو اولاد ہوگی حرام ہے

اختلاف در تکفیر تارک نماز

تحقیق حرمان تارک سنت از شفاعت
و اقسام شفاعت

اور جمہور کہ ترک صلوٰۃ کو موجب کفر نہیں کہتے انکے نزدیک نکاح باقی ہے اور وطی حلال اور اولاد للحلال
اور مذہب جمہور کا راجح ہے لقولہ علیہ السلام فی حدیث طویل ومن لم یفعل ای احسان الوضوء والصلوٰۃ
لوقتہا واتمام الرکوع والخشوع فلیس علی اللہ عہد ان شاء غفر لہ وان شاء عذبہ رواہ احمد وابو داؤد والنسائی
نحوہ تفسیر مظہری - پس ہمارا مذہب یہی ہے کہ صورت مسئولہ میں اولاد حرامی نہ ہوگی واللہ اعلم

سوال - کیا فرماتے ہیں علماے دین کہ عامل بدعات سیئہ بروز حشر مطلقاً مسلم یا کافر محروم الشفاعت
ہوگا کما صرح صاحب التوضیح والتلویح بینوا توجروا

الجواب تلویح کی یہ عبارت ہے ترک الواجب حرام یستحق العقوبۃ بالنار وترک السنۃ المؤکدۃ قریب
من الحرام یستحق حرمان الشفاعۃ لقولہ علیہ السلام من ترک سنتی لم ینل شفاعتی پس اول تو یہ حدیث جو
بلا سند ذکر کی ہے مساوی احادیث صحاح کے نہیں ہو سکتی اور اگر مساوی بھی ہو تو اسمیں تخصیص مبتدع
کی نہیں بلکہ ہر تارک سنت کے حق میں عام ہے خواہ ترک تاویل فاسد سے ہو جسکو بدعت کہتے ہیں یا فقط
براہ تکاسل وتہاون ہو اگر متاول محروم ہے تو متکاسل بھی بے بہرہ ہے اور تارک واجب و فرض بدرجۂ
اولیٰ محروم ہے کیونکہ ترک فرض و واجب متضمن ہے ترک سنت کو مع زیادت کے جب صرف ترک
سنت سے محروم الشفاعۃ ہوا تو ترک سنت مع امر آخر سے تو بدرجہ اولی محروم ہوگا پس لازم آتا ہے کہ کسی
عاصی کی شفاعت نہو پھر اس حدیث کے کیا معنے ہونگے شفاعتی لاہل الکبائر من امتی رواہ الترمذی
وابو داؤد وابن ماجہ عن جابرؓ پس یا دونوں حدیثوں میں تعارض کہا جاویگا تب بھی صحاح کی حدیث
راجح ہوگی یا کسی صورت سے تطبیق دیجاویگی اور کوئی تاویل کر کے کہا جاویگا کہ تارک فرض محروم ہوگا
اسی تاویل سے یہ بھی کہنا پڑیگا کہ تارک سنت بھی محروم نہیں کیونکہ حرمان تارک سنت مستلزم ہے حرمان
تارک فرض و واجب کو اور نفی لازم کی مستلزم ہے نفی ملزوم کو ہر گاہ حدیث منقول ماول ہوئی حرمان
شفاعت مبتدع میں کیسے حجت ہو سکتی ہے فافہم یہ جواب تو الزامی تھا اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ یا تو یہ
تہدید ہے یا مراد شفاعت سے شفاعت خاصہ ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو بروز قیامت دس قسم کی شفاعت میں اذن ہوگا - اول شفاعت عظمیٰ واسطے خلاصی اہل محشر
کے موقف سے - دوسری ایک قوم کو بلا حساب جنت میں داخل کرنے کے لیے تیسری ان لوگوں کے
لیے جنکے حسنات و سیات برابر ہوں - چوتھے ان لوگوں کیلیے جو مستحق دوزخ کے ہو چکے ہوں -

پانچوین رفع درجات وزیادت کرامات کے لیے۔ چھٹے گنہگارون کو دوزخ سے نکالنے کے لیے ساتوین استفتاح باب جنت کے لیے۔ آٹھوین مستحقین خلود کی تخفیف کے لیے نوین خاص اہل مدینہ کے لیے دسوین خاص زائرین روضۂ پاک کے لیے ہکذا ذکرہ الشیخ الدہلوی فی اشعۃ اللمعات پس حرمان تارک سنت کا شفاعت خامسہ سے ہوگا نہ سادسہ سے قال العلامۃ الشامی ناقلا عن العلامۃ الطحطاوی قولہ علیہ السلام من ترک اربعا قبل الظہر لم ینل شفاعتی ولعلہ للتنفیر عن الترک او یراد شفاعتہ الخاصۃ اور سادسہ کل مومنین کو عام ہوگی قال الشیخ الدہلوی المذکور المبرور تحت حدیث شفاعتی لاہل الکبائر ومراد شفاعت ست کہ برائے نجات وخلاص از عذاب بود اما برائے رفع درجات ومزید کرامات ثابت ست برای اولیا واتقیاء صلحا البتہ اگر حد کفر تک پہونچ جاوے وہ مثل کفار کے اس شفاعت سے بھی محروم ہوگا لقولہ علیہ السلام ثم اشفع فیحد لی حدا فاخرجہم من النار وادخلہم الجنۃ حتی ما یبقی فی النار الا من حبسہ القرآن متفق علیہ واللہ اعلم۔

توہین خدا و رسول

سوال :- چہ میفرمایند علماء دین دارو مفتیان تقوی شعار درین مقدمہ کہ حضرت احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم بہتر وافضلتر تمامی مخلوقاتست آن بشیر ونذیر را تشبیہ بکرشن کنہیا دادن وبلفظ ہتک چرواہا گفتن وحق جل جلالہ وعم نوالہ را رام وصنم وشیام گردانیدن از نص قرآن مجید فرقان حمید یا حدیث شریف یا باقوال امامان فیض توامان وتابعین وتباع تابعین وبزرگان دین درست ست یا کفر صغیرہ است یا کبیرہ مکروہ تحریمیہ است یا تنزیہ فقط

الجواب - اہانت وگستاخی کردن درجناب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کفر است پس اگر کسے این الفاظ درشان پاک حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اہانۃً واستخفافاً وسخریۃً واستہزاءً گوید کافر شود وہمچنین بیباکی وبیہودگی دربارگاہ ایزد لایزال اقبح کفریات واشنع الحادست پس اگر قائل این الفاظ بلا تاویل وتوجیہی این الفاظ میگوید کافر شود ومستوجب عقوبت ومواخذہ است واگر بتاویلے وتوجیہے گوید کافر نہ شود لیکن منع کردہ شود کہ درینہا ایہام کفر والحادست یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ او تسخر باسم من اسمائہ۔ عالمگیری ج ۲ ص ۸۸ وقال فیما یتعلق بالانبیاء یکفر لانہ شتم لہم واستخفاف بہم ایضا ص ۹۸ ہ فقط ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ

اہانت بالفاظ کفریات

سوال - کیا فرماتے ہین علماء دین اس مسئلہ مین کہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو کلمات اہانت

بلفظ کافر اور بددین اور بے ایمان کہا اور زد وکوب کی حالانکہ وہ خاوند نیک اور عالم فاضل شخص ہے اور معاملہ نشوز کا اختیار کیا اس صورت مین وہ عورت حالت ایمان پر رہی یا نہ رہی اور خاوند اوس عورت کا مالک طلاق کا رہا یا نہ رہا اور اوس عورت کا حکم مرتدہ کا ہے یا نہین اور اوس خاوند سے بعد توبہ اور رجوع الے الایمان نکاح کی تجدید چاہیے یا نہین فقط۔

الجواب۔ عالم کی اہانت اگر بمقابلہ امر دین وحکم شرع کے ہو اوس سے کافر ہوجاتا ہے اور جو کسی دنیاوی قصہ کی وجہ سے ہو سخت گنہگار ہوگا لیکن کافر نہوگا تو صورت مذکورہ مین اگر کسی دین کی بات مین عورت نے خاوند کی اہانت کری ہے کافر ہوگئی بعد توبہ تجدید نکاح ضرور ہے اور اگر کسی دنیاوی معاملہ مین یہ امر ہوا تو کافر نہوگی اور نکاح باقی رہیگا لیکن گنہگار ہوگی کہ خاوند عالم کی اہانت کری اور جب نکاح باقی ہے خاوند طلاق کا مالک بھی ہوگا ورنہ نہوگا بغیر طلاق کے فسخ ہوجاویگا۔ ویخاف علیہ الکفر اذا شتم عالماً او فقیہا من غیر سبب۔ عالمگیری ج ۳ ص ۹۰۔ ۱۴ جمادی الاولی سنہ [illegible]

سوال۔ کسی نے دوسرے سے کہا مسجدین گلگلے کیون رکھنے گئی تھی کیا اللہ میان وہان بیٹھے تھے اوسنے کہا ہان کیا یہ کلمہ کفر ہے اور تجدید نکاح کی ضرورۃ ہے۔

الجواب۔ غالباً مقصود قائل کا تمکن وتحیز کا عقیدہ نہین نہ انکار ہے نصوص علی العرش وغیرہ کا ایسے کفر نہین دعوی تمکن کو فقہاء نے بناءً علی انکار النص کفر کہدیا ہے واذ لیس فلیس فقط واللہ اعلم۔

تقریظ بر رسالہ مثبت خصوصیت علم محیط بہ حق تعالی وتفتیش

از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر الوری اشرف علی عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب مین جو آیات واحادیث وارد ہین وہ تین قسم کی ہین ایک وہ جو یقیناً ایجاب جزئی کو مفید ہین۔ دوسری وہ جو یقیناً سلب جزئی کو مفید ہین اور ان دونون قسمون مین کسیکو کوئی کلام نہین اور یہ امر کہ وہ بالمعنی الاعم علم غیب کہا جاویگا یا بالمعنی الاخص علم غیب نہ کہا جاویگا محض تفاوت اصطلاح ہے قابل التفات نہین اور ایہام سے احتراز واجب ہونا یہ مسئلہ فقہیہ ہے اس بحث سے خارج ہے اگرچہ فی نفسہ یہ حکم

وجوب صحیح ہے تیسری وہ جو محتمل ایجاب کلی وایجاب جزئی دونون کو ہے اور اسی قسم مین کلام ہے جو لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہین وہ اس قسم ثالث کو ایجاب کلی پر محمول کرتے ہین اور اسی ایجاب کلی کو اپنا متمسک ٹھیراتے ہین اور جو باوجود تسلیم آپ کے اعلم الخلق ہونے کے اس علم محیط کی نفی کرتے ہین وہ ایجاب جزئی پر محمول کرتے ہین اور یہی ملخص ہے نزاع کا اب بتوفیقہ تعالی یہ احقر سائلانہ کہتا ہے کہ جب ایجاب کلی بوجہ احد المحتملین ہونے کے قطعی الدلالت نہین ہے تو مقام اثبات عقائد مین جو کہ دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالت پر موقوف ہے اوس سے کب استدلال صحیح ہوگا بخلاف ارادہ ایجاب جزئی کے کہ وہ اپنا تو مین ہی ہے اور ایجاب کلی کے لیے لازم ہے تو وہ ہر حالت مین متیقن ہوا اور ثانیاً مدعیانہ کہتا ہے کہ ایجاب جزئی پر حمل کرنا حق ہے اور ایجاب کلی پر حمل کرنا باطل ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ ایجاب کلی مین بحصر عقلی تین احتمال ہین یا اس ایجاب کے زمانہ نسبت کو سلب جزئی کے زمانہ نسبت سے معیت ہوگی یا تقدم ہوگا یا تاخر ہوگا اور تینون باطل ہین کیونکہ اگر معیت مانی جاوے تو اجتماع نقیضین لازم آتا ہے اسلیے کہ موجبہ کلیہ وسالبہ جزئیہ باہم متناقض ہوتے ہین اور اگر تقدم مانا جاوے تو لازم آتا ہے کہ اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب علوم عطا فرما دیے گئے ہون پھر بعد مین بعض علوم نعوذ باللہ سلب کر لیے گئے ہون سو اول تو یہ امر عقلاً شنیع ہے ثانیاً مقتضائے رب زدنی علماً کے مخالف ہے ثالثاً خود عقیدہ خصم کے بھی خلاف ہے اور اگر تاخر مانا جاوے جیسا دفع اجتماع النقیضین کے لیے خصم کا عذر ہے تو یہ روایات صحیحہ کے مصادم ہے جن سے بعض مواد تحقق سلب جزئی کا تاخر زمانہ نسبت قضایا محتملہ ایجاب کلی سے یقیناً معلوم ہوتا ہے جیسا تتبع روایات سے ماہر پر ظاہر و باہر ہے بالخصوص بعض روایات مفیدہ سلب جزئی کہ اوسمین احتمال عقلی بھی نہین ہو سکتا کہ زمانہ حکم ایجاب کلی کو اوس سے تاخر ہو مثلاً یہ حدیث صحاح کی کہ قیامت مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگون کو حوض کوثر کی طرف بلاوینگے ملائکہ عرض کرینگے انک لا تدری ما احدثوا بعدک جملہ لا تدری الخ مفید ہو رہا ہے سلب جزئی کو اور چونکہ یہ واقعہ قیامت کا ہے اسمین احتمال عقلی بھی نہین کہ زمانہ ورود روایات محتملہ ایجاب کلی کو اس سلب جزئی سے تاخر ہو جیسا ظاہر ہے پس جب ایجاب کلی کے تینون احتمال معیت و تقدم و تاخر کے باطل ہونے تو ایجاب کلی باطل ہوا تو دوسرا محمل یعنی ایجاب جزئی متعین اور حق ٹھہرا

اور یہی مذہب ہے نفاۃ کا اور اس مذہب پر تمام نصوص باہم متطابق و متوافق و متظافر و متظاہر رہین گے کیونکہ ایجاب جزئی و سلب جزئی باہم متناقض نہین ہوتے اور اسپر کوئی اور محذور بھی لازم نہین آتا اس لیے مذہب نفاۃ کا ثابت اور مذہب مثبتین کا منفی ہوگیا اور یہی مطلوب تھا والحمد للہ تعالیٰ علی ذلک فقد جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا کتبت بالغد من یوم الفطر سنہ ۱۳۲۰ھ فی بلدۃ بریلی

سوال زید کہتا ہے کہ مین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدعقیدہ ہون اور کسیطرح جی نہین چاہتا کہ اونکے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہون مگر اب تک کہتا ہے اور کہتا ہون اور کہونگا زید یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ تھے تو صحابی مگر دل مین سلطنت کی محبت رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسیطرح سلطنت یا خلافت میرے ہی خاندان مین رہے اسی بنا پر اونہون نے اپنے بیٹے یزید سے کہدیا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مار ڈالنا پھر زید اس اخیر جملہ کے خلاف ایک یہ روایت بیان کرتا ہے کہ اونہون نے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے) حضرت امام حسین کے مار ڈالنے کو یزید سے نہین کہا تھا۔ غرض زید مختلف روایتین بیان کرتا ہے اور غالباً اول روایت کو صحیح جانتا ہے زید اپنے خیالات کی تائید مین یہ بھی پیش کرتا ہے کہ شمس التواریخ کے مصنف نے بھی اپنی تصنیف مین جابجا حضرت امیر معاویہ پر طعن کیے ہین یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پکے مسلمان نہ تھے البتہ مرتے وقت پکے مسلمان ہوگئے تھے اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید جو اپنے کو سنی اور حنفی کہتا ہے تو ان عقائد اور خیالات کے رکھنے سے اوسکی سنیت اور حنفیت مین کچھ نقصان آتا ہے یا نہین اور ایسے شخص کے پیچھے نماز وغیرہ پڑھنے مین اور اُس کی محفلون اور جلسون مین بیٹھنے سے کچھ خرابی تو نہین آتی اور یہ ارشاد فرمائیے کہ اہلِ سنت وجماعت کو حضرت امیر معاویہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے کیا عقیدہ رکھنا چاہیے اور شمس التواریخ اور اوس کے مصنف جو اکبرآبادی ہین اور غالباً ابھی زندہ ہونگے اسلام مین کیا رتبہ رکھتے ہین آیا اونکی تصانیف قابل اعتبار ہین یا نہین۔

الجواب - حدیث مین ہے لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذہبا ما بلغ مد احدہم ولا نصیفہ متفق علیہ اور حدیث مین ہے اکرموا اصحابی فانہم خیارکم رواہ النسائی

اور حدیث مین ہے لا تمس النار مسلما رانی او رای من رانی رواہ الترمذی اور حدیث مین ہے فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم رواہ الترمذی اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ صحابی یقینًا ہین اسلیے احادیث مذکورہ انکو شامل ہونگی پس اُن کا اکرام اور محبت واجب ہوگی اور اُن کو بُرا کہنا اور اُن سے بغض و نفرت رکھنا یقینا حرام ہوگا اور اُن سے جو کچھ منقول ہے بعد تسلیم صحۃ نقل اون اعمال پر اونکے حسنات بلکہ خود ایک وصف صحابیت غالب ہے جیسا ارشاد نبوی ہے فلوان احد کم الخ اسپر دال ہے اور اسی بنا پر لا تمس النار الخ فرمایا ہے پس جو وسوسہ و خطرہ بلا اختیار دلمین پیدا ہو وہ عفو ہے اور جو عقیدہ اور تعلق اختیار سے ہو اوسکی اصلاح واجب ہے اور جو شخص باختیار بدگمانی یا بدزبانی یا بغض و نفرت رکھیگا لامحالہ وہ احادیث نبویہ کا مخالف اور خارج از اہل سنت و جماعت ہی جیسا کتب اہلسنت سے ظاہر ہے اسلیے اوسکی امامت بھی مکروہ ہے اور اختلاط بلا ضرورہ ممنوع فی شرح العقائد النسفیۃ وما وقع بینھم من المنازعات والمحاربات فلہ محامل وتاویلات فسبھم والطعن فیھم ان کان مما یخالف الادلۃ القطعیۃ فکفر کقذف عائشۃ رضی اللہ عنھا والا فبدعۃ وفسق اھ شمس التواریخ نظر سے نہین گذری نہ مصنف کا حال معلوم واللہ اعلم۔

سوال۔ مسلمان کو علم نجوم پڑھنا کیسا ہے اور نجومی نے جو لوگون کو اخبار غیبی بتلاکر زرو لباس وغیرہ فراہم کیا ہے شرعًا وہ کمائی کیسی ہے بعض لوگون کا مقولہ ہے کہ یہ علم حق تعالے نے حضرت ادریس علیہ السلام کو تعلیم کیا تھا اور نجومی جو وقوع حوادث آیندہ کو کہ امر تقدیری ہے بقواعد نجوم بتاتا ہے یہ کچھ علم غیب مین شمار نہین تو مسلمانان معتقدین نجوم کا اسطرح عقیدہ رکھنا اور بیان کرنا شریعت مین کیسا سمجھا جائیگا

الجواب۔ چونکہ اسپر مفاسد اعتقادیہ و عملیہ مرتب ہوتے ہین لہذا حرام ہے اور بعض اوقات مفضی بکفر ہے اور ایسی کمائی بھی حرام ہے۔ اس مقولہ کا جواب یہ ہے کہ اولًا یہ روایت ثابت نہین۔ دوسرے وہ خاص قواعد سند صحیح سے منقول نہین جس سے یہ کہا جاوے کہ یہ وہی علم ہے۔ تیسرے عام طور پر خود اہل فن اور دوسرے رجوع کرنے والے بھی کواکب کو متصرف و فاعل مستقل سمجھتے ہین جو مثل عقیدہ علم غیب کے خود یہ عقیدہ استقلال فعل و تصرف کا شرک جلی اور منافی توحید ہے۔ چوتھے جو علم بلا اسباب علم ہو وہ علم غیب ہے اور جو جز اسباب علم سے تہو اوس کا سبب سمجھنا باطل ہے اور

کواکب کا اسباب علم سے ہونا ثابت نہیں۔ پس یہ اسباب علم نہ ہوئے تو انکو اسباب سمجھنا باطل ہوا
پس انکے ذریعہ سے جس علم کے حاصل ہونیکا دعوے کیا جاویگا وہ علم بلا اسباب ہوگا اور یہی علم غیب
ہے پس اہل نجوم اس اعتبار سے مدعی علم غیب ہوئے او زان کا مصدق معتقد علم غیب کا ہوا۔ پس یہ تین
جسطرح عقیدہ باطلہ معصیت ہے اسیطرح عمل غیر مشروع بھی معصیت ہے اور نجومی اس سے خالی
ہے نہیں۔

سوال۔ بعض قراء لکھتے ہین کہ تمام کلام اللہ مین چند مقام ایسے ہین کہ زیر زبر پیش کے بدلنے سے
کافر ہو جاتا ہے اور اسکے کفر ہین علماء کا اتفاق ہے تو کفر ہونا بر تقدیر قصداً دانستہ پڑھنے کے ہے یا سہواً
اور عدم علمیت کی تقدیر پر بھی علیٰ ہذا کلمات کفر کے متعلق بھی سوال ہے و نیز وقف لازم کے متعلق
قراء لکھتے ہین کہ بعض مقام مین بوجہ عدم وقف کے خوف کفر ہے یہ حکم کفر تغلیظاً ہے جیسے من ترک
الصلوٰۃ الخ مین اور کفر کے معنے کیا ہین؟ اور بر تقدیر کفر ہونے کے تجدید نکاح و ایمان ضروری ہے یا نہ؟

الجواب۔ حقیقت کفر متعلق اعتقاد کے ہے سو جو شخص معنے نہین سمجھتا یا قصداً نہین کہا اوسپر کفر
کا حکم کیسے ہو سکتا ہے اسلیے نہ تجدید ایمان کی ضرورت ہے نہ تجدید نکاح کی بعض قراء نے جو لکھدیا ہے
بعض جگہہ تو بالکل غلط کہا ہے اور بعض جگہہ فساد معنے لازم آتا ہے یہ مراد ہے کہ فی نفسہ یہ کلمہ موجب
فساد ہے اور مستلزم کفر کو کسی عذر سے بچ جائے۔ فقط واللہ اعلم

کتاب المناظرہ

سوال۔ تقریباً ایک ماہ کا عرصہ گذرا کہ ایک اہل تشیع نے مجھ سے دو سوال پیش کئے تھے ایک تو یہ
کہ انسان کو اشرف المخلوق کیون کہتے ہین۔ دوم یہ کہ قرآن جمیع اولاد آدم کی ہدایۃ کے لیے اترا ہی
اور اولاد آدم اکناف عالم مین اپنے مختلف جزائر مین بھی آباد ہے کہ اُس جگہ اس وقت دن ہے
اور دوسرے مقام پر رات تو سورۃ لیلۃ القدر مین جو فضیلت شب منصوص ہے اس کا مصداق وہ
مقام نہ ہونگے جہان اُسوقت دن ہو گا ایسا اختلاف نزول ملائکہ مین کیون واقع ہو گا حالانکہ کلام
الٰہی جملہ بنی نوع انسان کے لیے خالات پر منطبق ہونا چاہیے وہ شخص جواب عقلی مانگتا ہے نہ نقلی

عہ یہ کتاب المناظرہ اور اسکے بعد کے سب مباحث آخر جلد تک کے سب عنوان بالا یعنی عقائد کلام ہی کے مناسب ہیں اسلئے اسمین داخل

پہلے جواب میں تو میں نے اس کی تسکین کردی مگر اس کے جواب کی ضرورت ہے۔ فقط

الجواب سوال دوم کا جواب بہت ظاہر ہے جس زمانہ دوقت کے ساتھ جو حکم یا فضیلت متعلق ہے ہر جگہ جب وہ وقت وہ زمانہ آویگا اُسی وقت حکم یا فضیلت بھی واقع ہوگی پس جس طرح نمازوں کا حکم ہر جگہ طلوع وغروب کے ساتھ ہے اسی طرح یہان کے حساب سے جو لیلۃ القدر ہو گی اُسوقت وہ برکات خاصۃ یہان نازل ہونگے اور جس وقت دوسری جگہ کے حساب سے وہان لیلۃ القدر ہوگی ویسے ہی برکات اور رحمت وہان اُسوقت متوجہ ہونگی وہذا ظاہر جدًا فقط

سوال ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی در شرح اشعۃ اللمعات میفرمایند در باب فدک از صحیح بخاری آنکہ از وقتیکہ با جناب صدیق وحضرت زہرا درین باب مکالمہ واقع گشت ازان باز جناب سیدہ مطہرہ از حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کلام نکرد تا اینکہ انتقال فرمود ورخت ارتحال کشید از ظاہر کلام شیخ رح از مضمون صحیح بخاری پیداست کہ این عدم تکلم از بنا بر ہمان ملالت ست پس مدلول حقیقتش چیست +

الجواب پر ظاہر ست کہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رض در منع فدک مستند بدلیل شرعی قطعی مسلم عند علی رض وفاطمہ رض بود پس اگر ہجران حضرت سیدہ رض نیز قبلہ وکعبہ سنیان ہستند بنا برین علماء محققین لم تیکلم را بر معنے لم تیکلم فی ہذا الامر محمول کردہ اند ولو سلمنا کہ لم تیکلم بر معنے متبادر محمول باشد تاہم چہ دلیل کہ این ہجران از ملالت بود واگر بروایتی تصریح ہم برآید ممکن کہ ظن راوی باشد فقیر میگوید کہ انصاف پسندان غور فرمایند کہ حضرت فاطمہ رض کہ با ابی بکر رض رشتہ محرمیتہ نسبیہ یا رضاعیہ نمیداشتند پس عدم تکلم فیما بینہما مقتضائے حالت اصلی وموجب سیادت وعفت سیدہ است پس بر حالت اصلی چگونہ حیرت دست دادہ بلکہ اگر تعجب باشد از تکلم باید کہ چرا با اجنبی مکالمت فرمودند لیکن چون ضرورت طلب حق بود این استبعاد ہم مرفوع است لاسیما کہ حضرت ابوبکر رض در حضرت سیدہ رفتہ مستدعی صفا در رفع کدورت شدند چنانچہ در بعض روایات کہ نشانش درینوقت مستحضر نیست آمدہ وحضرت سیدہ رفع ملال فرمودند واگر گوئیم کہ انقباض تا لب گور ہمراہ بردند پس این انقباض طبعی بود کہ رفع آن غیر مکلف واز لوازم بشریت است وکلا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا خصوصًا اگر دلیل حضرت ابوبکر رض بزعم واجتہاد ایشان ماول بتاویلی باشد نہ بریشان ملامت کہ باجتہاد خود خویش را مستحق مے پنداشتند ونہ۔

برحضرت ابوبکرؓ کہ ایشان باتباع اجتہاد خود مامور بودند تقلید حضرت سیدہ جائز نبود خصوصاً وقتیکہ اجتہاد شان موافق باشد باجتہاد سائر صحابہ وام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا واللہ اعلم

سوالات عیسائی منقولہ از پرچہ (نور علی نور) بابت جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۲۱ھ

اگر کوئی مولانا صاحب حسب ذیل سوالوں کو قرآن شریف سے ثابت کردین تو از ان وقت ہم محمد عربی کا رسول ہونا مان لین گے اوّل قرآن شریف کی کسی آیت سے آنحضرت کو معصوم ثابت کیجیے۔ دوم انجیل کو کسی قرآن کی آیت سے منسوخ کیجیے۔ سوم علاوہ شق القمر کے کوئی معجزہ قرآن شریف سے ظاہر کیجیے۔

الجواب - الحمد للہ المتفضل علے رسولہ بقولہ ولولا فضل اللہ علیک الی قولہ عظیماً وقولہ لولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا وقولہ الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا الی قولہ ہم المفلحون وقولہ وانزلنا الیک الکتاب بالحق الے قولہ لقوم یوقنون وقولہ بل ہو آیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم وقولہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ اما بعد پرچہ نور علی نور لدہیانہ مطبوعہ یکم اگست مین صفحہ ۵ پر کسی پادری صاحب کے تین سوال ایک مسئلہ عصمت کا دوسرا نسخ انجیل کا تیسرا شق القمر کے علاوہ معجزہ کے ثبوت کا جن کا جواب انہون نے قرآن مجید سے چاہا ہے نظر سے گذرے چونکہ وجوب جواب کے لیے سوال کا معقول اور اصول صحیحہ پر منطبق ہونا ضروری ہے اس لیے ہم اُن فروگذاشتون کو جو سائل صاحب سے ان سوالات مین واقع ہوئی ہین اظہار کرتے ہین تاکہ آیندہ بے جو سوال کرین اوسمین ایسے امور کا لحاظ رکھین اوّل جاننا چاہیے کہ جس مدعی کا دعوی ہو اوس دعوی کو محفوظ رکھکر اوس کی دلیل کا مطالبہ کرنا زیبا ہوتا ہے سائل صاحب نے تینون سوالون مین مسلمانون کے دعوی کو بدل دیا ہے یعنی مسلمانون کا دعوی تینون مسئلون مین یہ ہے کہ قطعی دلیل سے انکا ثبوت ہے اور قطعی دلیل اونکے یہان قرآن مجید مین منحصر نہین بلکہ قرآن مجید اور خبر متواتر اور اجماع اور دلیل عقلی برہانی یہ سب اونکے نزدیک قطعی دلائل ہین پھر قطعیت مین بھی اونکے نزدیک دو مرتبے ہین ایک وہ جس کا انکار کفر ہو گو انکار بتاویل ہو ایک وہ جسکا انکار اگر تاویل سے ہو کفر نہ ہو بدعت سئیہ ہو۔ پس مسلمانون کے دعوے مذکورہ کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تینون مسئلے دلائل مذکورہ سے ثابت ہین خواہ کسی دلیل سے ہون اور دونون مرتبہ

مذکورہ مین سے کسی مرتبہ مین ہون اب ان سے صرف دلیل قرآنی کا مطالبہ کرنے والے سے دریافت
کیا جاتا ہے کہ آیا تمہارے نزدیک ان کا دعوی یہی ہے کہ یہ سب مسائل قرآن سے ثابت ہین یا یہ
دعوے ہے کہ کسی دلیل قطعی سے ثابت ہین شق اول پر تو اونکے دعوے کی تغییر لازم آتی ہے کیونکہ
اُن کا یہ دعوی نہین ہے جیسا اوپر مذکور ہوا اور شق ثانی پر خاص قرآن سے جواب دینا اونکے ذمہ
ضرور نہین پس دونون شقون پر مطالبہ دلیل کا استحقاق نہین پہونچتا۔ دوم بعد محفوظ رکھنے دعوے
کے بھی سائل کو کسی خاص دلیل کا مطالبہ اوسوقت زیبا ہے جب خود اوس دلیل کو وہ صحیح سمجھتا
ہو ورنہ بیفائدہ مجیب کا وقت ضائع کرنا ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ ہم تو جب جانین کہ فلانے واقعہ
کی شہادت زید سے دلوا دو اور خود زید کو کاذب کہتا ہو تو مخاطب کو اس سعی بیفائدہ سے کیا حاصل ہوگا
کیونکہ اگر زید سے شہادت بھی دلوادی تو اوسوقت وہ یون کہدے گا کہ میرے نزدیک زید کاذب
ہے پس سائل صاحب دو حال سے خالی نہین یا قرآن کو مانتے ہین یا نہین اگر مانتے ہین تو مسلمان
ہونے کا اقرار کرین پھر سوال کرنا اس حیثیت سے بے موقع نہین اور اگر نہین مانتے تو بے فائدہ
قرآن کی شہادت کیون مانگتے ہین اور یہ اونکا کہنا کسکے دل کو لگ سکتا ہے کہ اگر قرآن سے ثابت
کردین تو ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا مان لین گے کیونکہ جو شخص شاہد کو کاذب کہتا ہوگا
وہ واقعہ کو کیسے صادق سمجھے گا یہ تو محض کلام بے معنے ہے۔ سوم ترتیب فطری سوالات کی یہ ہے
کہ اگر بہت سے اُمور مجتمع ہون تو اول وہ باتین دریافت کرنا چاہیے جنمین اصل گفتگو ہو اور جن کے
طے ہونے سے مابعد کے اُمور آسانی سے طے ہو جاوین نہ یہ کہ ایسی بات پوچھی جاوے کہ اگر وہ طے
بھی ہو جاوے تو اصل الاصول کی تحقیق پھر باقی رہی پس مسلمانون مین اور پادری صاحب مین
مسائل مختلف فیہا مین سے سب سے بڑا نبوت و رسالت کا مسئلہ ہے جب تک اسمین اختلاف
رہیگا اگر مسئلہ نسخ یا معجزہ یا عصمت پر حجۃ بھی قائم کردی گئی تو ہم پوچھتے ہین کہ آیا مسلمان ہونے
کے لیے اوسکی تحقیق ضروری ہوگی یا نہین شق ثانی بداہۃً غیر قابل تسلیم ہے شق اول پر ان مسائل
کی تحقیق مین اتنا وقت صرف کرنے سے کیا فائدہ نکلا چونکہ یہ سوالات محض خلاف اصول کیے گئے
ہین لہذا مسلمانون کے ذمہ اُنکا جواب نہین ہے اب اُن فروگذاشتون کے اظہار کے بعد ہم خیرخواہانہ
عرض کرتے ہین کہ اگر آپکو واقع مین دل سے طلب حق مقصود و منظور ہے تو آپ ظاہر فرمایئے آپکو

کسی عالم محدث کا نام بتلایا جاوے گا آپ بالمشافہ گفتگو کرکے اپنی تسلی کر لیجیے اور اگر پھر اپنی جتانی ہی مقصود ہے تو غریب مسلمانون کو ان عنایتون سے معاف رکھئے کیونکہ اس صورۃ مین تقریر و تحریر سب بے سود ہے - ۱۸ - جمادی الاولی ۱۳۲۱ھ

سوال - ایک شخص کے یہ اقوال ہین ان کا کیا جواب ہے (قول اول)۔ روضۃ الصفا اور بہت سی کتابون سے نقل کرکر ترجمہ کیا ہے بخوف طوالت عبارت نقل نہین کرتا صرف ترجمہ عرض کئے دیتا ہون وہ یہ ہے کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبدالمطلب کو جمع کرکے فرمایا کہ مین تمہارے لیے دنیا و دین کی بھلائی لایا ہون اور اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم کو اُس کی طرف بلاؤن پس تم مین سے کون ایسا ہے کہ اس امر مین میری مدد اور وزارت کرے اور میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ ہو قوم نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور مطلق التفات نہ کی (حضرت علی رضؓ کہتے ہین کہ یہ حال دیکھکر) مین نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ آپ کی نصرت اور وزارت کے لیے مین موجود ہون پس جناب رسالتمآب نے میری گردن پر ہاتھ رکھا اور قوم سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو انتہی بلفظہ

الجواب - روضۃ الصفا اتفاق سے مل گئی اسمین اول تو آوردہ اند کرکے یہ حکایت بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مؤلف ہی کو وثوق نہین ہے ثانیاً اگر اُن کو وثوق بھی ہوتا تو جب بھی کوئی روایت بلا سند معتبر نہین اور اُس مین سند کا نشان بھی نہین ثالثاً اُس مین لفظ خلیفہ کا کہین پتہ بھی نہین رہا بھائی ہونا سو اس سے کس کو انکار ہے اور لفظ وصی عام ہے کچھ خلافت کے ساتھ مخصوص نہین حدیث فاستوصوا لہم خیرا مین ساری امت کا وصی ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ روضۃ الصفا مین در فضائل اہل بیت آوردہ اند کہا ہے اور اثبات خلافت نہین کہا معلوم ہوا کہ محض مثبت فضیلت ہے وبس اور کتابین اگر دکھلائی جاوین تو جواب دیا جاوے باقی یہ امر ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بدون سند صحیح کوئی روایت احتجاج مین مقبول نہین ہوسکتی گو کسی کتاب مین ہو واللہ اعلم

قول دوم - بعضی کتابون سے ثابت کیا ہے کہ آیت یایہا الرسول بلغ الآیۃ بروز غدیر خم حضرت علی کی شان مین نازل ہوا ہے انتہی بلفظہ۔

الجواب - اول تو حسب قاعدہ مذکورہ جواب قول اول سند صحیح کا مطالبہ کیا جاتا ہے بدون اس کے

محبت نہین دوسرے بر تقدیر تسلیم یہ اہل سنت کو مضر نہین غایت مافی الباب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت کا اثبات ہوگا سو فضائل مرتضویہ کا کون منکر ہے باقی خلافت یا افضلیت من الکل کا اسمین کہین نشان نہین اور حدیث غدیر سے صرف حضرت علی رض کا محبوب المومنین ہونا ثابت ہوتا ہے سو وہ مین دین ہے ۔

قول سوم ۔ تفسیر ابن مردویہ ۔ تفسیر در منثور تفسیر فتح البیان سے نقل کیا ہے عن ابن مسعود قال کنا نقرء علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولی المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ انتہے کلامہ ۔

الجواب ۔ لفظ مولی مشترک ہے واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور قرینہ مقام سے معنے محبوب کو ترجیح ہے کیونکہ امام احمد رح کی روایت مین اس کے بعد یہ بھی ہے اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ اور ظاہر ہے کہ عداوت کے مقابل ولایت بمعنے محبت ہے ۔

قول چہارم ۔ بعض کتب سے نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا تو یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ نازل ہوئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا شکر کرتا ہون مین اکمال دین اور اتمام نعمت پر اور اسبات پر کہ وہ میری رسالت اور علی رض کی ولایت سے راضی اور خوشنود ہوا انتہے کلامہ ۔

الجواب ۔ بالکل غلط روایت ہے کیونکہ صحیح بخاری مین بروایت حضرت عمر رض اور ترمذی مین بروایت حضرت ابن عباس (کلاہما فی کتاب التفسیر) تصریح ہے کہ آیت اکملت لکم دینکم یوم عرفہ مین نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت عرفات مین تھے اور قصہ غدیر کا وہان سے واپس ہونے کے وقت جحفہ مین واقع ہوا پس بوجہ معارضہ حدیث صحیح کے یہ روایت بالکل غلط سمجھی جاویگی ۔

قول پنجم ۔ بخاری شریف کی عبارت نقل کی ہے کہ عبد اللہ بن عمر رض نے یزید سے بیعت کی تھی اور فرماتے تھے کہ مین نے حکم خدا و رسول سے بیعت کی ہے اور جو شخص بیعت نکریگا اس سے مجھے واسطہ نہین ہے انتہے ۔

الجواب ۔ اس مین کیا اعتراض ہے ہمارے خلیفہ کا متقی اور ورع ہونا شرط صحت نہین ہے

اور مخالفت مین خوف فتنہ کا تھا اس لیے اگر باوجود کراہت قلب کے تفریق بین المسلمین سے بچنے کے لیے بیعت کرلی تو کیا خرابی ہوئی اور آپنے لوگون کو اسی خوف فتنہ سے روکا۔

قول ششم۔ روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و حبیب السیر سے بالکل خلاف مذہب اہلسنت عجیب و غریب روایتین نقل کی ہین اور اول یہ دعوی کیا ہے کہ یہ کتابین مقبول الطرفین ہین چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمہ صاحب تحفہ مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۲۱ نہم مین فرماتے ہین اینست آنچہ در روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و حبیب السیر ملا معین و دیگر تواریخ معتبرہ شیعہ و سنی موجود ست انتہی کلام تحفہ و نیز جناب شاہ صاحب نے اپنے اثبات دعوے مین انہی کتابون کی روایتین نقل فرمائی ہین چنانچہ صفحہ ۲۴۴ مین طعن چہارم کے جواب مین روایت نقل کرتے ہین و در معارج و حبیب السیر مذکور است کہ بعد از غزوۂ تبوک الخ انتہے کلام تحفہ۔

الجواب۔ کسی تاریخ کے معتبر ہونے کے معنے یہ ہین کہ اکثر اُمور تاریخیہ مین معتبر ہو نہ کہ امور متعلقہ دین مین اور نہ جمیع اُمور تاریخیہ مین۔

قول ہفتم۔ جب خاندان رسالت مآب کو یزید نے تباہ کرلیا تو حسب وصیت اپنے باپ معاویہ رض بن سفیان کے مدینہ طیبہ کی بربادی پر کمر باندھی چنانچہ محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب مین لکھتے ہین کہ ابن ابی خیثمہ بسند صحیح رسانیدہ میگوید کہ اشیاخ مدینہ منورہ حدیث میکردند کہ معاویہ رض در احتضار موت یزید پلید را پیش خود طلبیدہ گفت چنین دانم کہ ترا از اہل مدینہ منورہ روزے پیش خواہد آمد باید کہ علاج آن واقعہ مسلم بن عقبہ کنی کہ ہیچکس را ناصح تر از وے درین واقعہ نمی بینی چون یزید پلید بعد از پدر بر سر بر امارت نشست بر وصیت پدر عمل نمود مہم اہل مدینہ منورہ بانصرام رسانید و مسلم بن عقبہ را با لشکر عظیم از اہل شام بقتال مدینہ منورہ فرستاد الخ انتہی کلامہ بلفظہ۔

الجواب۔ اول تو اُس کتاب کے دیکھنے کی ضرورت ہے ثانیاً حضرت معاویہ رضم کی وصیت کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر اہل مدینہ ایذا پہونچاوین تو اُس کو مسلم کے ذریعہ سے روکیو یہ کیا ضرور ہے کہ جو مطلب یزید نے سمجھا وہی مراد ہو حضرت معاویہ رضہ پر کیا اعتراض ہوا۔

قول ہشتم۔ امام یافعی در مرآۃ الجنان و علامہ ذہبی در تذکرۃ الحفاظ و شاہ عبدالعزیز صاحب در بستان المحدثین آوردہ کہ امام نسائی روزے در جامع دمشق از خصائص مرتضوی رض نسائی برخی در شان جناب

امیر رضؓ میخواند شخصے گفت از فضائل امیر المومنین معاویہ رضؓ ہم چیزے اگر نوشتہ باشی بگو امام نسائی جواب داد کہ معاویہ رضؓ را ہمین بس است کہ نجات یابد ورا فضائل کجا بجز اینکہ الا لا اشبع اللہ بطنہ عوام کالانعام چون این سخن بشنیدند امام نسائی را زدو کوب نمودند کہ او مظلوم شہید شد انتہے بلفظہ۔

الجواب۔ امام نسائی کو کوئی حدیث اُن کی فضیلت کی نہ پہونچی ہوگی باقی خود اُن کے اس قول سے کہ ہمین بس ست کہ نجات یابد معلوم ہوتا ہے کہ اُن افعال و اقوال کو مثل شیعہ کے یقیناً مانع نجات نہ جانتے تھے۔

قول نہم۔ عبد اللہ رضؓ بن عمر جیسے شخص نے یزید ایسے شخص سے بیعت کرلی چنانچہ حدیث بخاری مین ہے عن نافع قال لما خلع اہل المدینۃ یزید بن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیمۃ وانا قد بایعنا ہذا الرجل علی بیع اللہ ورسولہ وانی لا اعلم احدا منکم خلعہ ولا تابع فی ہذا الامر الا کانت الفیصل بینی وبینہ انتہی بلفظ المؤلف

الجواب۔ جواب سوال پنجم مین گذر چکا ہے اور خود لفظ حدیث کے کہہ رہے ہین کہ غدر اور خلع سے امتناع اور منع کر رہے ہین اسباب مین بکثرت احادیث وارد ہین کہ بعد بیعت کے نکث ممنوع ہے جب تک کفر صریح عارض نہو جاوے۔

قول دہم۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم معاویۃ رضؓ علی منبری فاقتلوہ (منقول از فردوس دیلمی کنوز الحقائق)، انتہے۔

الجواب۔ بستان المحدثین مین دیلمی کو تودۂ موضوعات لکھا ہے۔

قول یازدہم۔ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے حضرت علی رضؓ کا نام فہرست خلفائے راشدین سے نکال ڈالا چنانچہ ازالۃ الخفاء مین کہتے ہین کہ قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر سے زمانہ رسالتمآب و زمانہ ابوبکر و زمانہ عمر رضؓ و زمانہ عثمان مراد ہے بعد ازان اختلاف ظاہر ہوئے پھر آگے چلکر تحریر فرماتے ہین کہ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت راشدہ مدینہ مین ہوگی اور سوائے خلفاء ثلثہ کے مدینہ مین اور کسی نے اقامت اختیار نہین کی انتہے عبارتہ بلفظہ۔

الجواب۔ اول تو پورا مقام دیکھنا ضرور ہے ثانیاً خیریت اور رشد کلی مشکک ہے اور تفاوت ازمنہ کا ظاہر ہے سو اگر خیر و رشد اکمل کی نفی کر دی تو اس سے مطلق خیر و رشد کی نفی کہان سے لازم آئی

سوال ۔ بندہ فقیر شیخ عبدالصمد ساکن قصبہ سندیلہ متعلقہ ملک اودھ تین مقامات مندرجہ ذیل پر پریشانی وحیرانی رکھتا ہے امید دانشمندان اہل اسلام سے یہ ہے کہ میری بھی اس حیرانی اور پریشانی کو میرے سوالون کے جوابات قابل اطمینان سے دفع فرماوین اور جوابات دلائل منطقی اور تاویلات سے نہین چاہتا ہون ۔

سوال اول ۔ علی مرتضی رض کے اوصاف جیسے قرآن مجید اور حدیثون مستند رسول مقبول صلعم سے ثابت ہین ویسے کسی دوسرے کے نسبت نہین ہین اکثر علمار سنت وجماعت بھی مقر ہین بلکہ بجواب فرقہ زیدیہ باب خلافت مین افضلیت علی مرتضٰے کے کلام علمار سنت وجماعت سے ثابت ہے پھر کیا وجہ ہے کہ فرقہ سنت جماعت مفضولی علی مرتضیٰ مین کوشش اور اہتمام بلیغ کرتے ہین

سوال دوم باوصف موجود ہونے امام جعفر صادق کے عہد ابوحنیفہ کوفی اور امام مالک مین اور امام موسیٰ کاظم کے عہد محمد شافعی مین اور زمانہ ابن حنبل مین اکثر اولاد اہل بیت نبوی موجود تھی کیا سبب ہوا کہ جو ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک اور حنبل چار شخص غیر امام وپیشواے دین محمدی کے قائم ہوئے اور انہین کے چار مصلے کعبہ مین نصب ہوئے اور امام اور اولاد خاندان اہل بیت نبوی عوام الناس مین شمار کیے گئے ۔

سوال سوم ۔ علماء سنت جماعت نے بمشورہ امام ابوحنیفہ کوفی و امام ابویوسف گروہ مشایخ مین چار پیر اور چودہ خانوادہ پیری مریدی کے عرب وعجم مین قائم کیے اور یہ بڑا فراخ راستہ رواج دین محمدی کا قرار دیکر جاری کیا گیا اونمین جو سرگروہ تھے بعض محض غیر شخص بعض اولاد ابوبکر صدیق اور بعض اولاد عبدالرحمٰن بن عوف سے تھے اور اکثر اولاد عباسیون دشمنان اہل بیت نبوی سے تھی کیا وجہ ہوئی جو ایسے بڑے وسیع طریقہ اجراے دین محمدی مین کوئی شخص اہل بیت نبوی سے شامل نہین کیا گیا ۔

الجوابات ۔ طرز کلام سائل سے مفہوم ہوتا ہے کہ طبیعت سائل کی اختصار پسند ہے لہذا ہم بھی بحکم خیر الکلام ما قل ودل نہایت اختصار سے جواب دیتے ہین ۔

جواب سوال اول ۔ یہ کہنا کہ حضرت علی مرتضٰی علیہ السلام کی نسبت ایسے فضائل مذکور ہین کہ دوسرے کے حق مین نہین محل کلام مین ہے کمیتہ فضائل امر دیگر ہے اور کیفیت امر آخر اگر کثرت کمّا

سند افضلیت اصحاب ثلثہ بر خلیفہ رابع

مسلم بھی ہو تو کثرت کیفاً محل نظر ہے بلکہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر حضرت صدیق رضہ کے ساتھ مخصوص ہے قال اللہ تعالیٰ وسیجنبہا الاتقی وقال ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان دونون آیتون سے بڑھکر کیا فضیلت اور دلیل افضلیت کی ہوگی بعد اس کے ہم پوچھتے ہین کہ مفضولی سے سائل کی کیا مراد ہے اگر مفضولی کل اصحاب سے مراد ہے سوا شیعین توکوئی سنی اہتمام نہین کرتا اور اگر مفضولی اصحاب ثلثہ سے مراد ہے سوا شیعین سنی کیا کرین جب خود حدیث مرفوع تقریری سے یہ امر ثابت ہو روی البخاری عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال کنا نخیر بین الناس فی زمن النبی صلعم فنخیر ابا بکر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان آہ وزاد الطبرانی فی روایتہ فیسمع رسول اللہ صلعم ذلک فلا ینکرہ آہ اور تفضیل شیخین کی اپنے اوپر خود جناب امیر علیہ السلام کے ارشاد سے ثابت ہے روی البخاری عن محمد بن الحنفیۃ قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال ابو بکر قلت ثم من قال عمر آہ واخرج ابن عساکر عن ابن لیلی قال قال علی رضی اللہ عنہ لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتری واخرج احمد وغیرہ عن علی رضہ قال خیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابو بکر و عمر قال الذہبی وہذا متواتر عن علی رضہ واللہ اعلم۔

جواب سوال ثانی ۔ یہ اعتراض اسوقت صحیح ہوتا جبکہ مقلدین ائمہ اربعہ کے ائمہ اہل بیت کی مخالفت کر کے تقلید مجتہدین کی کرتے حالانکہ ایسا نہین بلکہ تقلید مجتہدین کی بعینہ اتباع ائمہ اہل بیت کا ہے کیونکہ مجتہدین نے اصول و قواعد کا استفادہ اکثر ائمہ سے کیا ہے چنانچہ امام اعظم رحمہ اللہ کا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت مین اکثر مستفید ہونا اور امام علیہ السلام کا اکثر امام رحمہ اللہ کی تحسین فرمانا معروف ہے البتہ چونکہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا اکثر اہتمام افادات باطنی مین زائد رہا و ہو المفہوم من حدیث انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی فالاول ماخذ علم الشریعۃ والثانی ماخذ علم الطریقۃ[1] اور اسی وجہ سے حضرات ائمہ نے کوئی کتاب فروع و جزئیات یا اصول و قواعد مین تصنیف نہین فرمائی بلکہ یہ کام تفویض مجتہدین کے کر دیا چنانچہ قول ائمہ اہل بیت کا انما امرنا بسر مستور فی سر و سر مستتر و سر علی سر وانما علینا ان نلقی الیکم الاصول و علیکم ان تفرعوا ۔ و بعبارۃ اخری علینا القاء الاصول و علیکم التفریع مشہور ہے و نعم ما قیل ؎ ہر کسے را بہر کارے ساختند ٭ میل او اندر دلش انداختند ٭

[1] المراد بلا واسطۃ والا فالقرآن ماخذ للاسرار ایضا لکن بواسطۃ افاضۃ الشیوخ الذین ہم العترۃ او الآخذون منہم ۱۲ منہ

ف تقلید اہل بیت در ضمن تقلید مجتہدین

اور اُن مجتہدین نے تمہید اصول واستخراج فروع مین نہایت مشقت اوٹھائی اور سبیل اللہ کو
صاف کردیا پس بالضرور اقوال مجتہدین کا اخذ کرنا ضرور ہوا اور اُنکی تقلید بعینہٖ اتباع اہل بیت کا
اور اُنکے چار مصلے بعینہ مصلے ائمہ کے ہوئے کہ اقوال مجتہدین کی تفصیل مین ارشادات مجملہ حضرات
اہل بیت کے وہل من تغایر حقیقی بین الاجمال والتفصیل فافہم واستقم رہا یہ شبہہ کہ اونکی طرف انتساب
کیون نہین کرتے اسکا دفعیہ یہ ہے کہ انتساب واسطہ قریب کی طرف ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ
اکثر مسائل جزئیہ کے ماخذ آثار خلفاء راشدین ودیگر اصحاب رض کے ہین پھر کوئی اپنے کو ابوبکری یا عمری
یا مثل اسکے نہین کہتا پس جیسا اس انتساب کے ترک سے لازم نہین آتا کہ اہل سنت نے ان صاحبون
کو عوام مین شمار کیا ہو علی ہذا ترک انتساب الی الائمہ سے بھی اُنکا معاذ اللہ کالعوام جاننا لازم نہین
آتا بلکہ ارباب ذوق کے نزدیک یہ ترک انتساب بھی عین ادب ہے کما قال قائل ہنوز نام تو گفتن
کمال بے ادبی ست۔ والعاقل تکفیہ الاشارہ واللہ اعلم۔

جواب سوال ثالث۔ اس سوال مین سائل نے بہت چشم پوشی کو کام فرمایا اول تو یہ کہنا کہ
کہ چار پیر اور چودہ خانوادہ بمشورہ امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف رحمہما اللہ کے جاری ہوئے سراسر غلطی
ہے کیونکہ مشائخ ہر چہار خاندان کے حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم رحمہ اللہ متوفی ۵۶۱ھ وشیخ
شہاب الدین سہروردی متوفی ۶۳۲ھ۔ وخواجہ معین الدین چشتی رح متوفی ۶۳۳ھ وخواجہ بہاء الدین
محمد نقشبند رح متوفی ۷۹۱ھ ہین اور وفات امام ابوحنیفہ کی ۱۵۰ھ مین اور وفات امام ابویوسف کی
۱۸۲ھ مین ہوئی علی ہذا القیاس زمانہ سرگروہان خانوادہ کا زمانہ شیخین سے بہت متاخر ہے پس وہ
دونون امام ان سلاسل کے اجرا مین کیسے مشورہ دیسکتے تھے اور رجعت کا کوئی قائل نہین وہو
ظاہر۔ دوسرے یہ کہنا کہ حضرات اہل بیت مین سے کوئی شامل نہین کیا گیا یہ دوسرا التسامح ہے کیونکہ
جتنے سلسلے ولایت کے ہین سب بواسطہ اہل بیت کے آنحضرت صلعم تک پہونچے ہین چنانچہ نقشبندیہ کے
ایک سلسلہ مین حضرت امام جعفر صادق عم اور دوسرے مین حضرت علی رض وحضرات امام حسین رض وحضرت
امام زین العابدین رض وحضرت امام محمد باقر رض وحضرت امام جعفر صادق رض وحضرت امام موسیٰ کاظم رض وحضرت
امام علی بن موسیٰ رضا رض اور سلسلہ قادریہ مین حضرت امام حسن رض وحضرت حسن مثنی وحضرت سید عبداللہ محض
اور سلسلہ چشتیہ مین حضرت علی رض اور سلسلہ سہروردیہ مین حضرت امام علی بن موسیٰ رضا عم واقع ہین پس یہ

در بیعت مشائخ بیعت اہل بیت

سب سلاسل اہل بیت کے ہین فہذہ السلاسل کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السمار تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا۔ رہا ترک انتساب اسکی وجہ جواب سوال ثانی مین مذکور ہوچکی فلا نعیدہ۔ امید مستفتی منصف سے یہ ہے کہ ان سہل جوابون پر غور کر کے اپنی پریشانی کو مبدل بہ اطمینان فرماوین اور اس عاجز کو گاہے گاہے دعاے خیر سے یاد کرین واللہ الہادی وانما علینا البلاغ واللہ اعلم

رفع ترددات بعض مائلین سوے قادیانی

سوال۔ جناب بندہ تسلیم مزاج شریف۔ اثنا تقریر مین جو آپ نے کل بمقام سہارنپور جلسہ مین بڑے لطف سے فرمایا تھا کہ ہم تمام قسم کے شکوک کو رفع اور اعتراضات کا بلا تعصب جواب دینے کو موجود ہین کوئی محرک بنکر دکھادے اسی سے مجھے جرأت ہوئی ہے کہ آپ کے قیمتی وقت کا کچھ حصہ لون اگرچہ مجھے جناب مرزا صاحب قادیانی سے فی زمانہ کوئی سروکار نہین اور مین ایک ایسی سٹیج پر ہون جو باعث شکوک بالکل متزلزل اور قریب ہے پھسل کر بالکل برباد ہوجانیوالی ہو بلکہ زیادہ تر میرا میلان آپ ہی لوگون کی طرف ہے مگر تاہم مین جسقدر سوالات کرونگا اُن سے میرا مرجع طبیعت زیادہ تر جناب مرزا صاحب ہی کی طرف ان کی مطابقت اصول مین ثابت ہوگا۔

سوال اول مسیحؑ کی حیات وممات کے بارہ مین آپ کا کیا خیال ہے جناب مرزا صاحب نے قرآن شریف کی تیس آیات مصرحہ (مثل فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم، قد خلت من قبلہم الرسل وغیرہ) سے اُن کی ممات ثابت کی ہے کیا آپ کسی آیت سے اُن کی حیات کا ثبوت دے سکتے ہین مہربانی کر کے مرزا صاحب کے دلائل کی تردید کرتے ہوئے اپنے دعاوی کا ثبوت قرآن شریف کی آیات اور حدیث سے مع پتہ رکوع وسورۃ تحریر فرمادین۔ سوال دوم۔ اگر مسیحؑ کی وفات کو آپ تسلیم کرتے ہین اور زمانہ نزول مسیح بھی کہا جاتا ہے کہ یہی ہے اور جناب ختم رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی مثیل موسیٰؑ مسلم ہوچکے ہین تو پھر مرزا صاحب کو مسیح موعود کیون نہ مانا جاوے اور اگر یہ بات ثابت ہوجاوے کہ مرزا صاحب ہی مسیح موعود ہے تو کیا پھر ان کی مخالفت مین کفر لازم ہوگا اور کیا یہ لازم نہین کہ فی الفور اُن کی بیعت کر لی جاوے۔ سوال سوم کیا فرشتون کا نزول زمین پر بجسدہ ہوتا رہا ہے اور کیا کوئی مردہ پہلے زمانہ مین اسطرح مستقل طور سے زندہ ہوا ہے کہ جینے کے بعد برسون جیتا رہا اور خدا نے اُس کی نسل مین برکت دی اور پھولا پھلا۔ سوال چہارم اگر مسیح زندہ ہین اور اُن کو دوبارہ تشریف لانا ہے تو کیا اس سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت مین معاذ اللہ کوئی فرق

لازم نہین آتا۔ فرض کرو کہ حضور ایڈورڈ کی عہد حکومت مین لارڈ کرزن انگلستان سے آکر ہندوستان مین کچھہ زمانہ حکومت کرکے واپس بلا لیا جاوے تو عملداری حضور ایڈورڈ کی سمجھی جاویگی یا لارڈ کرزن کی اور کیا حضور ایڈورڈ کی حکومت کے ساتھہ لفظ قیام اور ختم کا استعمال کیا جاویگا یا لارڈ کرزن کی حکومت کے ساتھہ اور کیا جب مسیح دوبارہ دنیا مین رونق افروز ہونگے اُسوقت بھی وہ رسول ہونگے یا اُن کا درجہ اُن سے چھین لیا جاوے گا اور بہشت سے نکالکر پھر کیون انھین دنیا مین بھیجا جاویگا از راہ کرم ان کے جواب سے مفصل مطلع فرماوین۔

الجواب۔ مکرم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ مین مسرور ہوا کہ آپ نے اپنے شبہات پیش فرمائے مین آئندہ کے لیے بھی اس خدمت سے مشرف ہونا چاہتا ہون لیکن کچھہ ضروری امور بطور اصول موضوعہ کے عرض کردینا مناسب سمجھتا ہون جن کی رعایت سے آپکو اور مجھکو سہولت رہیگی۔ نمبر۱ جس دعوے کی آپ دلیل پوچھین آپ کو تعیین دلیل کا حق نہوگا کہ قرآن سے ثابت ہو یا حدیث سے۔ شریعت کے اصول مین سے جس اصل سے دل چاہے مجیب کو جواب دینا جائز ہوگا مع لحاظ درجہ دعوے کے نمبر۲ اپنی جس دلیل یا مضمون کا آپ جواب چاہین اُس دلیل اور مضمون کی پوری تقریر کردینا آپ کے ذمہ ہوگی اجمال اور اشارہ کافی نہ سمجھا جاویگا نہ کسی دوسرے شخص کے بیان کا حوالہ کافی ہوگا خواہ وہی تقریر آپ نقل کرین مگر اپنی طرف منسوب کرکے نمبر۳ دلیل کے جواب مین مجیب کو اختیار ہوگا کہ کسی خاص مقدمہ پر دلیل کا مطالبہ کرے جبتک اس مقدمہ پر دلیل نہ پیش کیجاویگی اُسوقت تک یہی مطالبہ جواب ہوگا اس کا نام منع ہے نمبر۴ استدلال یا جواب استدلال مین آپ کو تطویل کے مطالبہ کا حق نہوگا اگر جواب مختصر مگر کافی ہو آپ اُسپر یہ شبہہ نہین کرسکتے کہ یہ جواب چھوٹا ہے نمبر۵ آپ وہی مضامین لکھہ سکین گے جو واقع مین آپ کو شبہہ مین ڈال رہے ہین اور جواب کو خلوص کے ساتھہ معاینہ فرمانا ضرور ہوگا کیونکہ محض سوچکر کوئی شبہہ زبردستی صرف رد کرنے کی غرض سے پیش کردینا یہ مجادلین کا کام ہے نہ طالبین حق کا اور اس سے کبھی فیصلہ نہین ہوسکتا ہے نمبر۶ جو سوال آپ کرین اُس کی غرض اور غایت کا ضرور ساتھہ ساتھہ اظہار فرمایا جاوے اور جو وجہ اشکال کی ہو اُس کو بھی ظاہر فرما دیا جاوے بدون اس کے ایسے سوالون کا جواب بذمہ مجیب نہ ہوگا کیونکہ بے نتیجہ کام مین وقت صرف کرنا عبث ہے اب جواب عرض کرتا ہون۔ جواب سوال اول حضرت

مسیح علیہ السلام میرے عقیدہ مین زندہ ہین ان آیتون مین سے جس جس کی آپ تقریر نقل کرین گے
اُس کا جواب میرے ذمہ ہوگا (اصول موضوعہ نمبر ۲) آپ کو ایسے سوال کا حق نہین کہ آیت یا حدیث
سے ثبوت دے سکتے ہین البتہ اتنا سوال کرسکتے ہین کہ حیات کی کیا دلیل پھر مجیب کو اختیار ہے جو
دلیل چاہے بیان کرے اور آپ کو پھر اُس پر موجہ شبہہ کرنے کا حق ہے (اصول موضوعہ ۱) جواب
سوال دوم چونکہ اس سوال کے سب اجزا اعتقاد وفات مسیح علیہ السلام پر متفرع ہین اور مین خود
وفات کا قائل نہین اس لیے کسی جز کا جواب میرے ذمہ نہین - جواب سوال سوم اس سوال کی
غرض اور جو اسمین وجہ اشکال ہے ظاہر فرمایے تو جواب دیا جاوے (اصول موضوعہ ۶) جواب
سوال چہارم فرق آنے کی وجہ لکھیے تو جواب دیا جاوے (اصول موضوعہ نمبر ۲) آگے جو مثال لکھی ہے
اُس کو مثل لہ پر پورا بدلیل منطبق فرماکر پھر اشکال کیجیے - ان سوالات کے لیے اِن ہی اصول موضوعہ
کو کافی سمجھا گیا اگر کسی جدید سوال سے کسی اور اصل موضوع کی ضرورت معلوم ہوگی اصول موضوعہ
کا نمبر بڑھا دیا جاویگا اصول موضوعہ کے لحاظ سے سوال فرمایے تاکہ باضابطہ گفتگو ہو البتہ اگر کسی اصل
موضوع کو آپ غلط ثابت کردین گے اوسکا جواب یا رجوع میرے ذمہ ہوگا - والسلام ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

اصلاح الفلسفۃ الجدیدۃ

سوال - سید صاحب ... جج کبھی کبھی کوئی مسئلہ دریافت کرلیا کرتے ہین چنانچہ اب انھون
نے فعال لما یرید اور لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کے متعلق دریافت کیا ہے شاید یہ مطلب ہو کہ ان مین بظاہر
تعارض ہے کیونکہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چاہتا ہے کیا کرتا ہے کوئی قاعدہ اور قانون
اُس کو نہین روکتا اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی سنت ہرگز نہین بدلتی یعنی وہ
اپنے طریق اور سنت کے موافق کیا کرتا ہے اُس کے خلاف نہین ہوسکتا بہر حال غالباً لما یرید کے ما
کے عموم سے اور اُدھر سنۃ اللہ کے معنے نہ معلوم ہونے کی باعث شبہہ پیدا ہوا امید کہ جناب والا
علاوہ دفع تعارض کے سنۃ اللہ کی بھی تفصیل بیان فرمادین کہ عاجز بھی مستفید ہو کیونکہ احکام شرعیہ
سنۃ اللہ سے مراد نہین ہوسکتے کیونکہ انہین نسخ ہوتا ہے قواعد عادیہ عالم (جسکو قوانین قدرت کہتے
ہین) بھی مراد نہین ہوسکتے کیونکہ یہ وہ امور خارق عادت معجزہ یا تصرفات سے بدل جاتے ہین اور

ع یہ بھی گویا ما قبل کا تتمہ ہے اور فلسفہ جدیدہ سے مراد بالمعنی الاعم تمام وہ شبہات و اوضاع ہیں جو اس وقت تعلیم جدید کے اثر سے شائع ہین گو وہ طبیعیات دکھواہ

اگر کہا جاوے کہ امور خارق عادت بھی قوانین عادیہ غیر مستمرہ ہین جو احیاناً واقع ہوتے ہین اور علی العموم قواعد عادیہ مستمرہ عالم مین جاری ہین تب بھی شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر قیامت مین تو سب کچھ درہم وبرہم ہوجاویگا تب تو سنۃ اللہ بدل جاویگی یا یون کہا جاوے کہ قبل تخلیق عالم غیر متناہی زمانہ (اس سے یہ غرض نہین کہ اُس امتداد کو لفظ زمانہ سے تعبیر کرین یا نہ کرین) تک خدا تنہا تھا کان اللہ ولم یکن معہ شئی پھر چند معدود برسون سے خدا نے اپنی غیر متناہی زمانہ کی سنت کو بدلکر عالم مین سب کچھ پیدا کیا اور کچھ قوانین عادیہ جاری کردیے اور یہ سنت جاریہ فی العالم بطور خرق عادت احیاناً بدلنے کے علاوہ قیامت مین سرے سے بدلجاویگی یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات مطویات بیمینہ الخ قبل تخلیق عالم غیر متناہی زمانہ تک خدا کا کچھ پیدا نکرنا اور معدود زمانہ سے پیدا کردینا اس کو خواہ دوسرا سوال مستقل قرار دیا جاوے اور تعارض سے کوئی تعلق نہو تو اور بھی بہتر ہے۔

الجواب - اگر تبدیل کا فاعل غیر اللہ کو مانا جاوے تب تو کوئی اشکال ہی متوجہ نہین ہوتا کیونکہ معنے یہ ہونگے لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا من غیر اللہ ای لا یقدر غیر اللہ ان یبدل سنۃ اللہ خواہ سنت کو خاص لیا جاوے یا عام قولی لیا جاوے یعنی وعدہ یا فعلی اس صورت مین یہ آیت مقارب المعنی ہوگی ان آیات کے واللہ یحکم لا معقب لحکمہ الخ وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ ونحوہا اور اگر تبدیل کا فاعل اللہ تعالی ہی کو مان لیا جاوے تو سنت سے مراد یا وعدہ لے لیا جاوے اس صورت مین اسکا حاصل یہ ہوگا ان اللہ لا یخلف المیعاد اور یا عادۃ فعلیہ ہی مراد لی جاوے لیکن اضافت کو عہد کے لیے کہا جاوے یعنی عادت خاصہ کہ وہ بقرینہ مقامات ورود آیت کریمہ خاص حضرات انبیاء علیہم السلام اور اُن کے تابعین کا انجام کار مین غالب رہنا اور کفار کا مغلوب ہونا ہے مراد لیجاوے اور نفی سے نفی وقوع مراد ہوگی نہ نفی مقدوریۃ وامکان جس کا فعال لما یرید مین بلا حکم وقوع اثبات ہے اور میرے نزدیک بعد تتبع وتدبر مقامات مذکورہ کے یہی اخیر سب سے ارجح واوفق ہے اس صورت مین اسکا حاصل وہ ہوگا جو دوسری آیات مین مذکور ہے۔

لاغلبن انا ورسلی الخ. الا ان حزب الشیطن ہم الخاسرون و الا ان حزب اللہ ہم المفلحون الخ وان جندنا لہم الغالبون الخ وانا لننصر رسلنا

والذین آمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشہاد الخ اور حدیث بخاری مین ہے وکذلک الرسل تبتلی
ثم تکون لہم العاقبۃ وکما قال اور ان تقدیرون مین سے ہر تقدیر پر تعارض وجمیع اشکالات مذکورہ سوال
کے دفع کے لیے کافی ہے کما یظہر بادنی تامل اور احکام شرعیہ کے نسخ کو اور خوارق عادت کو اس سے
اصلا مس نہین واللہ اعلم بحقیقۃ الحال - یکم صفر ۱۳۲۲ھ

دفع شبہ بر کامل و اکمل بودن قرآن شریف

سوال - کیا قرآن مجید ضروریات دین کے لیے کامل اکمل کتاب ہے اگر نہین تو افسوس اگر ہے تو
ہمین نماز جو ہم لوگ پڑھتے ہین نکالدیجیے بڑے افسوس کی بات ہے کہ نماز ایسی ضروری چیز کے لیے بھی
ہمین قرآن کے سوا اور کتاب کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اگر آپ کہین کہ قرآن مین آیت صلوٰۃ
مجمل ہے جس کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کردی ہے تو آپ سے سوال ہے کہ ان آیات کے
کیا معنے ہین - تفصیل کل شیٔ تفصیل الآیات انزل الیکم الکتاب مفصلا ثم فصلت غرضکہ اگر آیتین
مجمل بھی قرآن مین ہین تو مفصل کا اطلاق اُنپر کیسے ہوسکتا ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ تفسیر جو نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یا نماز کی وہ ہیئت جو بتلائی وہ اپنی رائے سے ہے یا اعلام الٰہی سے
اگر رائے وقوت اجتہاد سے ہے تو آخر ہمین بھی کچھ پتہ ملنا چاہیے کہ - ص - ل - ا - ۃ سے کسطرح اذکار
ماثورہ نکال لئے گئے - اور اگر اعلام الٰہی سے ہے جسے دوسری عبارت مین وحی خفی کہین گے تو ایسی
وحی کا ثبوت قرآن مجید سے دینا چاہیے نیز یہ بھی بتانا چاہیے کہ پھر اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتاب
کے کیا معنے ہونگے - کیونکہ اسطرح تو وحی جلی اور وحی خفی ملکر کامل ہونگی نہ کہ قرآن فی ذاتہ کامل ہوگا
ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ پر بھی نظر رہے اور یسر القرآن للذکر لسان عربی پر بھی آخر قرآن مجید کوئی معما
تو نہین جواب، آیات قرآنی سے، مدلل بہت جلد دیجیے -

الجواب کسی شئے کے کامل اکمل ہونے کے یہ معنے ہوتے ہین کہ جس غرض کے لیے وہ موضوع ہے
وہ غرض اُس سے پوری حاصل ہو اصل غرض قرآن مجید سے اثبات توحید و اثبات معاد ہے چنانچہ
آیات مین تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے جہان کہین تفصیل یا مفصل وغیرہ الفاظ واقع ہوئے ہین
اسی مضمون کے اعتبار سے ہے اور کل شیٔ مین استغراق اضافی وعرفی ہے حقیقی نہین فروع کے
بارہ مین تفصیل مراد نہین چنانچہ حدیث مین خود آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن
کی برابر حدیث کی بھی حاجت ہے یوشک رجل شبعان الخ اُس حدیث کے الفاظ ہین اب سب

شبہات رفع ہوگئے اور اولم یکفہم مین مراد کفایت فی الدلالۃ علی النبوۃ ہے اور یافرطنا مین کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور یسرنا مین ذکر سے مراد یا حفظ الفاظ ہے یا تذکر و اتعاظ سو ان دونون امرون مین قرآن آسان ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم - ۲۵ - رجب سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال جب خدا تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو رسول کی کیا ضرورت ہے نائب اور منیجر تو اُس جگہ بھیجا جاتا ہے جہان مالک کی موجودگی نہو۔

الجواب - اس لیے کہ ہر شخص مین یہ قابلیت نہین کہ بلاواسطہ فیض احکام حاصل کرسکے جس طرح بادشاہ دربار کے عام حاضرین کو بواسطہ وزیر کے حکم سناتے ہین - ۴ ۲ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال دو فرشتے حساب کتاب لکھتے ہین وہ کیون لکھتے ہین کیا خدا تعالیٰ مین بھی بھول ہے جو لکھنے کی ضرورت پڑی۔

الجواب - ہر کام ضرورت سے نہین ہوا کرتا بلکہ بعضے کام محض کسی مصلحت سے ہوا کرتے ہین اور خدائی مصلحتون کا احاطہ ہم لوگ نہین کرسکتے ہین جس طرح عام رعایا قوانین سلطنت کی مصلحت کو نہین سمجھ سکتی دنیوی قوانین مین بھی بہت سے کام محض ضابطہ کی حفاظت سے ہوتے ہین گو ضرورت نہو ۴ ۲ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - مسلمان کہتے ہین کہ خدا تعالے ساتوین آسمان پر خاص کر ہے پہلے خدا تعالیٰ کو محدود مان لو پھر ساتوین آسمان پر کہو۔

الجواب - جو مسلمان یہ کہتے ہین وہ اس کے معنے بھی تو بتلاتے ہین کہ مراد یہ ہے کہ انکی عظمت و جلال کا ظہور وہان زیادہ ہے کیونکہ بڑی مخلوق سے زیادہ قدرت کا ظہور ہوتا ہے اب مسلمانون کا یہ قول اور اُس کے یہ معنے دونون ملاکر دیکھین تو کچھ بھی شبہہ نہین ۴ ۲ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - جب خدا تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کو ساتوین آسمان پر ہی کیون تشریف لے گئے۔

الجواب - خدا تعالیٰ سے ملنے نہین تشریف لے گئے بلکہ اُس کی آیات عظیمہ دیکھنے کے لیے بلایا خود فرمایا ہے لنریہ من آیاتنا - ۴ ۲ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - جب حساب کتاب قیامت کے روز ہے اور قیامت تک مردے قبرون مین رہین گے

حضورؐ جب معراج کو تشریف لے گئے اور جنت و دوزخ ملاحظہ فرمایا تو دوزخی بھی نظر آئے اور جنتی بھی تو یہ دوزخی جنتی کیسے۔

الجواب - یہ کشف تھا اور کشف مین آئندہ کے واقعات بشکل حاضر وموجود نظر آجاتے ہین جسطرح دوربین سے دور کی چیز نزدیک نظر آتی ہے یا کٹورہ مین پانی بھر کر اُس کے اندر پیسہ چھوڑا جاوے اور وہ تہ مین ہے لیکن اوپر سطح کے قریب نظر آتا ہے فقط واللہ اعلم ۲۴ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ

(ف) دفع اعتراض عیسائی او ترجیح عیسائیت بر اسلام

سوال - عیسائی ہم لوگون سے کہتے ہین کہ آپ لوگ دین عیسائی کی پیروی کیون اختیار نہین کرتے جس نے کہ اپنی اُمت پر اپنی جان قربان کردی اور اُن کو خدا سے بخشوا کر نجات دلائی اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ زاری اور عاجزی کرکے اپنے والدین کی شفاعت وچچا ابوطالب کی کہ جس نے آپ کو پرورش کیا تھا اور حین حیات تک آپ کے حامی رہے مغفرت چاہی مگر خدا تعالی نے منظور نہ کی تو آپ لوگون کو کیا امید ہوگی ایسے نبی سے پس یہ کلمات عیسائیون سے سنکر ہمارے محمدی اپنے علماؤن سے دریافت کرتے ہین تو وہ بھی اسیطرح کہتے ہین کہ ہان اُن کے حق مین شفاعت منظور نہین ہوئی تو ہمارے محمدی نہایت پریشان ہوجاتے ہین اور اُن کے عقائد مین خلل پڑجاتا ہے پس کفر آپ کے والدین کا اجماعی ہے یا مختلف فیہ اگر مختلف فیہ ہے تو راجح جانب کفر ہے یا اسلام اگر راجح جانب اسلام ہے تو اس آیت کا کیا جواب ہوگا ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا الخ اور انک لاتہدی من احببت الخ اور امام صاحب علیہ الرحمۃ فقہ اکبر مین فرماتے ہین مات والدا رسول اللہ علی الکفر کا کیا جواب ہے جس شخص کے کفر مین اختلاف ہو وہ قطعی کافر ہوجاتا ہے یا نہین - اگر قطعی کافر آپ کے والدین کو سمجھا جاوے تو ہم عیسائیون کو کیا جواب دین - اور جو قول علماء کے اُن کے اسلام مین آئے ہین اُن کا کیا جواب ہے کیونکہ روایات ضعیفہ دفع کفر مین مفید نہ ہوتی ہین اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ ابوطالب آگ سے نکالکر ٹخنون تک لایا جاویگا ساتھ شفاعت کے اور آیات واحادیث مین صریح آیا ہے کہ شفاعت کافر کی ہرگز نہوگی - اگر عدم اسلام ابوطالب کا ہو تو احادیث شفاعت کا کیا جواب ہوگا - جواب صریح دلیل کے ساتھ ہو اور مختصر -

الجواب - یہ تقریر عیسائیون کی سراسر مغالطہ ہے اور غور کیا جاوے تو یہی تقریر اُن کے کاذب

اور مسلمانوں کے صادق ہونے کی کافی دلیل ہے کیونکہ یہ امر ظاہر اور عقلی ہے کہ اصلی غرض مذہب سماوی کی یہ ہوتی ہے کہ مکلفین کے عقائد و اعمال و احوال ظاہری و باطنی کی اصلاح ہو اور اس اصلاح پر وعدہ حصول ثمرہ فلاح و نجات آخرت کا ہوتا ہے آیت اولئک علی ہدی من ربہم و اولئک ہم المفلحون اس امر عقلی کی تائید نقلی ہے جب یہ امر ثابت ہو گیا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس مذہب میں یہ تعلیم ہو کہ اس مذہب کا پیشوا سب کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا خواہ امت کچھ ہی کرے سب بخشے بخشائے ہیں تو ایسے مذہب والوں کو ان کے اغراض نفسانیہ شہوۃ و غضب اور ان کے مفاسد سے روکنے کے لیے کونسی قوت زاجر و مانع ہو گی دل کھولکر جو چاہیں گے کریں گے تو ایسے مذہب سے اصلی غرض یعنی اصلاح ہرگز ممکن الحصول نہیں ہو گی بخلاف اس مذہب کے جسمیں یہ بتلایا جاوے کہ جو شخص اس مذہب کے خلاف کرے گا وہ ناری اور معذب ہو گا گو وہ شخص اس مذہب کے پیشوا کے اصول و فروع ہی میں سے کیوں نہو اس تعلیم کا اثر ہر شخص پر ظاہر ہے کہ یہی ہو گا کہ خوب دین میں اور اپنی اصلاح میں کوشش کرنا چاہیئے اس صورت میں البتہ اس مذہب کا ماننے والا اپنی شہوت و غضب و غرض نفسانی پر دین کو ہمیشہ مسلط اور غالب رکھیگا جو اصلی فائدہ ہے مذہب کا بس اگر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے اثبات اسلام میں کوشش نہ بھی کیجاوے جب بھی اسلام پر کوئی اعتراض نہیں پس اس مسئلہ کو اس شبہہ سے کوئی مس اور تعلق نہیں البتہ اگر مستقل طور پر اس مسئلہ کی تحقیق مقصود ہو تو وہ اور بات ہے جس میں محققین کے نزدیک بوجہ مختلف فیہ ہونے کے احتیاط کف لسان اور سکوت میں ہے۔ رہا جواب آیت کا سو مرجحین اسلام ان آیتوں کو حق والدین میں نہ کہیں گے۔ اور موت علی الکفر اور ایمان بعد الاحیاء میں منافاۃ نہیں۔ اور اختلاف میں قطعیت نہیں رہتی۔ لیکن جواب قطعیت کی تقدیر پر بھی ظاہر ہے جیسا اوپر مذکور ہوا۔ اور نافیین اسلام اُن روایات کو غیر ثابت سمجھتے ہیں ضعیف نہیں جانتے اور کافر کے لیے شفاعت مغفرت نہیں ہوتی شفاعت تخفیف عذاب ممتنع نہیں اور چونکہ مقدمات جواب کے نہایت ظاہر ہیں اس لیے جواب کی دلیل بالکل صریح ہے۔ ۲۰ رجب ۱۳۲۲ھ

سوال (۱) توریت میں ڈاڑھی کے بال تراشنے کی ممانعت ہے اور نصاری کی شریعت میں بھی ڈاڑھی کا منڈانا منزلہ گناہ کے ہے کیا مسلمانوں میں بھی ویسا ہی ڈاڑھی منڈانے کی سخت ممانعت ہے۔

(۲) ڈاڑھی کا منڈانا اگر گناہ ہے تو کس درجہ کا کبیرہ ہے یا صغیرہ (۳) قرآن شریف کو مین نے شروع سے اخیر تک دیکھا اُس مین ڈاڑھی کی نسبت کوئی حکم نہین پایا کیا یہ صحیح ہے کہ اُسمین ڈاڑھی رکھنے یا مُنڈانے کی بابت حکم نہین ہے (۴) اُن احادیث کو مع حوالہ فصل و کتاب کے تحریر فرمائیے جسمین ڈاڑھی رکھنے یا نہ رکھنے کا حکم ہو (۵) آیا کوئی حدیث ایسی ہے جسمین یہ لکھا ہو کہ جسنے ڈاڑھی منڈائی وہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین ہے (۶) من تشبہ بقوم فہو منہم حدیث ہے یا کسی بزرگ کا قول اور کس درجہ کی حدیث ہے اور کس کتاب مین ہے (۷) کوئی اچھی بات کسی قوم مین ہو تو اُس کے سیکھنے کی کیون ممانعت کی گئی ہے (۸) ترک و عرب و عجم مین ڈاڑھی کا منڈوانا مروج ہے اور گناہ نہین سمجھا جاتا اس کی کیا وجہ ہے (۹) یہ بھی ضرور ہے کہ کوئی مسلمان ڈاڑھی منڈے ہوئی مسلمان سے بحث کرے اور اُس سے سخت کلامی کرے آیا یہ اسلامی آداب مین داخل ہے۔

الجوابات۔ الحدیث الاول عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب وفی روایۃ انہکوا الشوارب واعفوا اللحی متفق علیہ مشکوٰۃ باب الترجل

الحدیث الثانی وعن زید بن ارقم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا رواہ احمد والترمذی والنسائی مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الترجل۔

الحدیث الثالث عن عبد اللہ بن مسعود قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ فجارت امراۃ فقالت انہ بلغنی انک لعنت کیت وکیت فقال مالی لا العن من لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن ہو فی کتاب اللہ فقالت لقد قرأت ما بین اللوحین فما وجدت فیہ ما تقول قال لئن کنت قرأتیہ لقد وجدتیہ اما قرأت ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا قالت بلی قال فانہ قد نہی عنہ متفق علیہ مشکوٰۃ الفصل الاول من باب الترجل۔

الحدیث الرابع عن عائشۃ رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ الحدیث رواہ مسلم مشکوٰۃ باب السواک۔

الحدیث الخامس عن ابی رافع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا الفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ والبیہقی فی دلائل النبوۃ وفی روایۃ عن المقدام بن معدیکرب

قال قالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ الحدیث رواہ ابو داؤد وروی الدارمی نحوہ وکذا ابن ماجہ مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الاعتصام۔

الحدیث السادس عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فہو منہم رواہ ابو داؤد وفی باب ماجاء فی الاقبیۃ من کتاب اللباس۔

الحدیث السابع عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال رائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان ہذہ من ثیاب الکفار فلا تلبسہا رواہ مسلم مشکوٰۃ الفصل الاول من کتاب اللباس۔

الحدیث الثامن عن ابی ریحانۃ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عشر الی ان قال وان یجعل الرجل فی اسفل ثیابہ حریرا مثل الاعاجم او یجعل علی منکبیہ حریرا مثل الاعاجم الحدیث رواہ ابو داؤد والنسائی مشکوٰۃ الفصل الثانی من کتاب اللباس۔

الحدیث التاسع عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن المتشبہین من الرجال بالنساء والمتشبہات من النساء بالرجال رواہ البخاری مشکوٰۃ الفصل الاول من باب الترجل۔

الحدیث العاشر عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم تستطع فبلسانہ فان لم تستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان رواہ مسلم مشکوٰۃ الفصل الاول من باب الامر بالمعروف وفی روایۃ لابی داؤد عن عبد اللہ بن مسعود قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلا واللہ لتأمرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر ولتأخذن علی ید الظالم ولتاطرنہ علی الحق اطرا ولتقصرنہ علی الحق قصرا اولیضربن اللہ قلوب بعضکم علی بعض ثم لیلعنکم کما لعنہم مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الامر بالمعروف۔ سائل کو چاہیے کہ اول اِن حدیثوں کا ترجمہ کسی صاحب علم سے تقریراً یا تحریراً دریافت فرمالیں پھر جوابات ملاحظہ فرمادیں۔

جواب سوال اول۔ ہاں سخت ممانعت ہے جیسا حدیث اول میں صیغۂ امر سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ دلائل صحیحہ سے اپنے موقع پر ثابت ہو چکا ہے کہ اصل امر میں وجوب ہے اور واجب کا ترک حرام ہے اور کسی شے کا سخت حرام ہونا یہی سخت ممانعت ہے۔

جواب سوال دوم۔ اول تو یہ پوچھنا اس لیے بیکار ہے کہ گناہ خواہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ سب واجب الترک ہے اگر صغیرہ کی اجازت ہوا کرتی تو اس سوال کا مضائقہ نہ تھا پھر نظر صحیح سے یہی معلوم ہوتا ہے

کہ کبیرہ ہے کیونکہ کبیرہ کی علامت اپنے مقام پر بیٹھے ہو چکی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی وعید متعلق ہو اور اس مین وعید کا آنا عنقریب جواب سوال پنجم مین آتا ہے علاوہ اس کے استخفاف و اصرار سے صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے اور اس مین تو آجکل اس سے بڑھکر استحلال بلکہ استحسان کا درجہ ہو گیا ہے جسمین اندیشہ کفر ہے۔ جواب سوال سوم۔ سائل کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ جو حکم قرآن مین تصریحاً نہ ہو وہ واجب العمل نہین حدیث خامس اس دعوے کو صراحۃً باطل کر رہی ہے اور اس مین صاف مذکور ہے کہ حدیث بھی حجت شرعیہ ہے اور اس باب مین حدیث کا وارد ہونا جواب سوال اول سے معلوم ہو چکا ہے اور حدیث ثالث مین بعینہ ایسا ہی قصہ مذکور ہے کہ اس عورت نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہی شبہہ کیا تھا انہون نے نہایت لطافت سے احکام ثابتہ بالحدیث کا ثابت بالقرآن ہونا ثابت فرما دیا۔ بعینہ اسی طریق سے یہ حکم بھی داخل احکام قرآنی ہے غرض کلیاً قرآن مین اور جزئیاً حدیث مین یہ حکم موجود ہے۔ بلکہ تتبع غائر سے یون معلوم ہوتا ہے کہ طریق مذکور سے بھی زیادہ اس کی تصریح قرآن مین موجود ہے قال اللہ تعالی فلیغیرن خلق اللہ آیت بعبارۃ النص تغییر خلق اللہ کے امر شیطان اور مذموم ہونے پر دال ہے اور اس فعل مسئول عنہ کا تغییر خلق اللہ ہونا مشاہدہ سے ثابت اور نیز یہ حدیث ثالث اس کی موید ہے کیونکہ اسمین تنمص وغیرہ سے بدرجہا زیادہ تغییر ہے جب حلق لحیہ تغییر خلق اللہ ہے اور تغییر خلق اللہ کا حرام ہونا قرآن مین موجود پس حلق لحیہ کا حرام ہونا قرآن سے ثابت ہو گیا۔ جواب سوال چہارم۔ جواب سوال اول کو ملاحظہ فرما لیا جاوے فصل و کتاب کا حوالہ بھی موجود ہے۔ جواب سوال پنجم۔ حدیث اول سے اعفاء لحی اور احفاء شوارب دونون کا وجوب بلا کسی فارق کے ثابت ہے تو دونون متماثل ہوئے اور حدیث ثانی مین عدم احفاء شوارب پر وعید وارد ہے اور متماثلین کا ایک حکم ہوتا ہے پس یہی وعید عدم اعفاء لحیہ پر بھی متوجہ ہوگی اور لیس منا کا یہی حاصل ہے کہ وہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین دوسرے حدیث ثالث مین چند افعال پر لعنت آئی ہے اور مبنیٰ اسکا تصریحاً تغییر خلق اللہ فرمایا گیا ہے اور علت کے عموم سے معلول عام ہوتا ہے اور حلق لحیہ مین تغییر یقینی ہے پس یہ بھی موجب لعنت ہوگا اور لعنت کی حقیقت ہے بعد من الرحمۃ اور اس امت کے لیے مرحوم ہونا لازم اور انتفاء لازم مستلزم انتفاء ملزوم کو پس بعد عن الرحمۃ مستلزم خروج عن الامۃ کو ہوا اور اس سے وعدہ مذکورہ جواب سوال

کا ایفاء ہوگیا۔ جواب سوال ششم یہ حدیث ہے اور ابو داؤد مین موجود ہے جو کہ صحاح ستہ مین سے ہے چنانچہ حدیث سادس یہی تھی اور ابو داؤد نے مقدمہ مین کہا ہے وما لم اذکر فیہ شیئا فھو صالح اس لیے محدثین سکوت ابو داؤد سے احتجاج کرتے ہین اور اس حدیث پر اُنھون نے سکوت کیا ہی پس اُس کا صالح للحجیۃ ہونا ثابت ہوگیا علاوہ اس کے اور بہت قوی اور صحیح حدیثین ذم تشبہ مین موجود ہین چنانچہ حدیث سابع وثامن وتاسع بطور نمونہ کے ذکر کی گئی ہین جنمین مدار مذمت کا تشبہ کو فرمایا ہے اور بھی صحاح مین کثرت سے حدیثین آئی ہین۔ جواب سوال ہفتم۔ واقع مین اچھی یا اُس قوم کے نزدیک اچھی شق اول پر اس فعل کے یا دوسرے افعال منہی عنہا کے اچھے ہونے کی کیا دلیل اور شق ثانی پر اگر اُن کے نزدیک کفر اچھا ہو تو اُس کی ممانعت کیون کی گئی۔

جواب سوال ہشتم جو کرے اُس سے پوچھیے ہم کیا جانین دوسرے یہ مسلم نہین کہ وہ گناہ نہین سمجھا جاتا تیسرے علی تقدیر التسلیم شیوع ہے اور کسی کے گناہ نہ سمجھنے سے حرام حلال نہین ہوسکتا نہ بالعکس کیا غیبت کو کالحلال اور نکاح بیوہ کو کالحرام نہین سمجھتے۔ جواب سوال نہم ہان اگر قدرت اور ضرورت ہو تو ضرور ہے جیسا حدیث عاشر مین موجود ہے اور جیسا اولاد کو ضرورت تادیب کے لیے زجر و ملامت ضرورت تادیب کے لیے آداب اسلامی سے خارج نہین ایسا ہی یہ بھی خارج نہین۔ (تنبیہ لطیف) فطرت بھی خلق لحیہ سے مانع ہے جیسا حدیث رابع مین ہے اگر حدیث پر عمل نہین تو فطرت پر سہی واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ ۲۵۔ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

سوالات۔ (۱) ہلال جو حجاب سے عروج پاتا ہے یا کمی کرتا رہتا ہے آسمان پر کس شئے مین محجوب ہوتا رہتا ہے۔ (۲) چاند مین جو سیاہی ظاہر ہے اصلیت اس کی کیا ہے۔ (۳) وسط آسمان مین جو ستارہائے خفیف گنجان ہویدا ہوتے ہین جس کو کہکشان اور عوام لوگ سڑک کہا کرتے ہین وعلی اختلاف الاقوال المشہورۃ حقیقۃً یہ کیا شئے ہے۔ (۴) حکماء یونان کہتے ہین کہ حدت آفتاب کی وجہ سے سمندر کے بخارات اُٹھتے ہین اور وہ جسوقت طبقۂ زمہریر تک پہونچکر منجمد ہوتے ہین پس انھین سے ابر بنتا ہے اور بارش ہوتی ہے اور بعض کتب دینیہ مین ہے کہ موسم گرما مین ہوا سے اڑکر غبار اوپر کو چڑھ جاتا ہے حقتعالی اوسی کو باد قدرت سے ابر بناتا ہے پھر دوسری ہوا بھیجتا ہے کہ جس سے ابر مین پانی ہوکر بحکم ایزدی جہان کا حکم ہوتا ہے برسنے لگتا ہے جب خالی ہوگیا

پھر ہوا نے قدرت حق سے ابر مین پانی ہوجاتا ہے اور بعض کا مقولہ ہے کہ مابین زمین و آسمان دریا
معلق ہے اُس پانی سے ابر کو مدد پہونچتی ہے اور ایک ایک فرشتہ ایک ایک بوند چھوڑتا ہے اور جو
فرشتہ قطرۂ آب چھوڑ چکا پھر اُس کا قیامت تک دور نہین آئیگا ان جملہ خدشات مختلفہ سے آگاہی مطلوب
ہے ۱؎ ابر کی اصلیت کیا ہے ۲؎ آب دریا معلق سے ابر کو مدد پہونچتی ہے یا قدرت الٰہی سے ابر مین
پانی پیدا ہوجاتا ہے ۳؎ اور حقیقۃً ہر قطرہ کو فرشتے ڈالتے ہین یا حکم حق تعالےٰ سے ابر پانی چھوڑتا ہے
۴؎ یہ بات کہ فرشتے جو بوند چھوڑتے ہین قیامت تک نہ دور آویگا صحیح ہے یا غلط اور ابر سے مچھلیان
برسنا ممکن ہے یا نہین چونکہ بعض وقت کوچۂ آبادی اور صحرا مین چھوٹی چھوٹی مچھلیان بوقت بارش
دیکھنے مین آئی ہین (۵) حکماء یونان کہتے ہین کہ ابر مین اجزائے ناریہ ہین اور مساویہ رہنے کی جہت سے
آتش ابر زیادتی سے کمی کی جانب دوڑتی ہے جس سے صاعقہ و برق پیدا ہوتی ہے اور اہل شرع
کہتے ہین کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو ابر پر حکمران ہے اور صعق اسکی آواز اور برق اُسکا کوڑا ہی اور مشہور
یون ہے کہ قد اوسکا مقدار نر انگشت ہے اور جب آواز کرتا ہے ستر فرشتے اُسکے منہ کو دابتے ہین تس پر
اتنی آواز نکلجاتی ہے (شکوک رفع طلب) ۱؎ فرشتہ کا قد بمقدار مذکور ثابت ہے یا نہین ۲؎ فرشتون کا
وقت آواز کرنے کے رعد کا منہ بند کرنا جو مشہور ہے صحیح ہے یا لغو ۳؎ اور رعد صرف ایک فرشتہ ہے
یا بنام مقررہ بہت سے فرشتے ہین کیونکہ روے زمین پر ایک دن مین مختلف مقامات مین صدہا
جگہ بارش ہوتی ہے (۶) حدیث شریف مین آیا ہے کہ وقت غروب آفتاب کو فرشتے عرش کے نیچے
ڈالدیتے ہین وہان تمام رات حق جل وعلا کو سجدہ کرتا ہے وقت فجر اجازت لے کر منازل افق شرق
دوار پر طالع ہوتا ہے اور علم طبعی والے کہتے ہین آفتاب غیر متحرک ہے اور زمین گول اور دوازدہ
سیارگان زحل مرتخ و قمر وغیرہ یہ بھی آفتاب قائم کے گرد چکر لگاتی ہے اور باین قاعدہ معینہ جانب
جنوبی و شمالی اختلاف الطرفین چھ چھ ماہ کے دن اور رات ہوتے ہین اور ایک مقام بلغار ہے اُسکا
حال لکھا ہے کہ وہان رات ہی نہین ہوتی اُدھر آفتاب غروب ہوا اور اُدھر صبح صادق نمودار ہوئی
اور بعض کا مقولہ ہے کہ ہر ہفت آسمان گول بشکل بیضوی متحرک ہین اور ساتون زمین غیر متحرک قائمہ
اور جو اس کے اسفل متعلقہ ارض طبقات عالم سفلی تحت الثریٰ تک کل آسمانون کے اندر ہے اور آسمان
مثل گردنی یعنی گھیرنی چاہ کے چکر لگاتے ہین اور بعضے کہتے ہین مانند چاک سفال گر اور آسیا سائی

کے حرکت میں لگے ہوئے ہین کہ شمس و قمر اور سائر کواکب بدوامہ ہر دن رات بایام مختلفہ اپنی اپنی جاے
منعینہ نظر آتے رہتے ہین اور قطب تارا آسمان کے وسط مین ہمیشہ اپنی خاص جگہ مین بلا حرکت قائم
رہتا ہے کیلی چاک کمہار اور کلی چکی کی طرح اور بعض لوگ وجود آسمان کے منکر ہین اور اُس کو
حد بصیرت قرار دیتے ہین (شبہات دریافت طلب) ۱؎ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی
ہر شب آفتاب کا زیر عرش سجدہ مین رہنا اور خلاف اقوال دیگران یعنی شش ماہ رات و دن یا شب
نہونے اور ہمیشہ دن رہنے مین اہل اسلام کی طرف سے کیا جواب ہے ۲؎ جب عرش اعظم بالای
سموات ہے تو زیر زمین عرش کے نیچے سجدۂ آفتاب کا کیا بیان ہے ۳؎ آفتاب آسمان چہارم پر
ہے تو ارض سبعہ کے غرب سے کس طبقہ مین ہو کر شمس سمت شرق طالع ہوتا ہے ۴؎ آسمانان بیضوی
محیط زمین چکر کنندہ بطرح گیرٹی جاہ یا چاک کمہار اقوال مخالفہ پر اہل شرع کیا امر واضح فرماتے ہین
۵؎ مشہور ہے کہ آفتاب کا طرف اعلی مُنہ ہے اور زمین جانب اسفل پشت یہ کیسا ہے ۶؎ آفتاب و ماہتاب
و کواکب اجرام فلکی کیا شئے ہین آیا زجاج یا سنگ تابان وغیرہ اسکی اصلیت نیز دریافت طلب ہے
۷؎ حکماء یونان کہتے ہین کہ جب انجرات مرکبہ زمین مین دھنسکر حرکت کرتے ہین اُسوقت زمین مین
زلزلہ واقع ہوتا ہے اور کتب دینیہ مین ہے کہ کوہ قاف زمردین جو پانچسو برس کی راہ بلندی رکھنے
والا ہے اور محیط زمین ہے اور شاخہاے بیخ اُس کی ہر قریہ و امصار وغیرہ مین پھیلی ہوئی ہین چنانچہ
جب خوف دوزخ سے قاف لرزتا ہے اُس کی جنبش و حرکت جڑون سے جو زمین مین پھیلا ہے
طبقہ زمین ہلجاتا ہے اور بعض کا مقولہ ہے کہ گاے جس کے سینگ پر زمین قائم ہے دوسرے سینگ
پر بدلتی ہے اُسوقت طبقۂ زمین ڈگمگاتا ہے اور عند البعض پہاڑ گندگ جو اندر زمین ہین حرارت آتش
کے اشتعال لگ پانے کی وجہ سے بھونچال آتا ہے ان مختلف اقوال مین کونسی بات قابل تسلیم
اور صحیح ہے۔ (۸) لکھا ہے کہ زمین سے آسمان کو پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہے اور اسی قدر
اُس کا دل ہے اور ہر آسمان بالا یا پنے طبقہ زیرینہ سے دس گونہ زیادہ وسعت رکھتا ہے وہو من
السموات السبع الی اعلی اور قرآن مجید مین ہے خلق سبع سموات و من الارض مثلہن تو اب یہ شکوک
دریافت طلب ہین کہ ہر ہفت طبق زمین پیوستہ ہین یا مثل آسمان فاصلہ اور جسامت پنج صد سالہ
راہ ہے اور درازی زمین ہر ایک طبق اعلے اپنے طبقہ اسفل سے دس گونہ زائد مانند آسمان ہے

یا ہر طبقہ بالا سے طبقات زیر زمین دس گونہ وسعت مزید رکھتے ہین اور مابین طبقات ارض کوئی ذی روح وغیرہ کچھ شے ہے یا خالی ہین اور زمین جو پانی پر بچھائی گئی ہے آیا چاہ وغیرہ کا پانی اُسی پانی سے ہے یا قادر مطلق نے مثل خون رگہائے انسان زیر زمین سوت جاری کر رکھے ہین (۹) سورۂ ن کی تفسیر مین مفسرین نے طبقات زمین گائے کے سینگون پر اور وہ پشت ماہی پر وغیرہ ترتیباً اسفل السافلین السعیر الدخان وہو ریح القدرۃ الرحمن جو بیان کیا ہے آیا یہ مضمون کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے یا کسی اور بزرگ کے اقوال درج کیے ہین۔ کیونکہ بعض اہل اسلام اپنے تئین مولوی کہلا کر حکماء فلاسفر کے مقلدین زمین کو گول گیند بنائے ہوئے ہین متحرک آفتاب پر چکر لگانیوالی بتاتے ہین اور طعنًا لکھتے ہین کہ یہ ثور وسمک وغیرہ گڑھی ہوئی باتین ہین اور نیز لکھتے ہین کہ مثلاً اگر جہاز کسی جگہہ سے سمندر مین چھوڑا جاوے تو ۱۹ سال کی گردش مین لوٹ کر آغاز رفتار جائے سابق مین آجاویگا پس زمین ساکن گائے ومچھلی وغیرہ قائمہ اور ترک متحرک اقوال مختلفہ مین علمائے ربانی معترضان ومخالفان کو کیا جواب دیتے ہین (۱۰) حدیث مین ہے کہ جب حق تعالے نے دوزخ کو پیدا کیا تو دوزخ حضرت عز سبحانہ مین عارض ہوئی کہ یا الٰہ العالمین میری سوزش مجھی کو جلائے دیتی ہے تب قادر مطلق نے دوزخ کو سرد وگرم دو سانس عطا کیے پس برس روز مین دوزخ دو سانس لیتی ہے جس کے اثر سے دنیا مین سردی وگرمی محسوس ہوتی رہتی ہے اور کلام حکماء سے یون مشہور ہے کہ آفتاب وسط سماء سے بعد قطب جنوبی مائل ہونے سے دنیا مین سردی نمایان ہوتی ہے اور گرمی کے دنون مین آفتاب عین خط استوا سرطان پر ہوتا ہے لہذا گرمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے امر ہذا نیز وضاحت طلب ہے

الجواب۔ اول یہ سمجھنا چاہیے کہ فلسفہ قدیمہ یا جدیدہ کے مسائل تین قسم کے ہین ایک وہ کہ قرآن مجید وحدیث شریف کے موافق ہین دوسرے وہ جو مخالف ہین تیسرے وہ جن سے قرآن وحدیث ساکت ہین پس قسم اول وسوم کے جواب دینے کی تو کوئی ضرورت نہین۔ اول مین تو اس لیے کہ وہان موافقت ہی ہے سوم مین اس لیے کہ وہان مخالفت نہین جو شبہہ ہو البتہ قسم دوم مین ہمکو جواب دینا ضروری ہے اور جواب کے دو طریقے ہین اگر اُن مسائل فلسفیہ پر کوئی دلیل صحیح قائم نہین ہوئی تو اتنا جواب کافی ہے کہ ہم بلا دلیل نہین مانتے اور اگر کوئی دلیل صحیح قائم ہو چکی ہے تو اُس وقت قرآن وحدیث کی شرح کر کے بتلا دیا جاویگا کہ دیکھو یہ مخالف نہین اس تمہید کے بعد مفصل جواب لکھتا ہون۔

(جواب سوال یکم) یہ قسم سوم سے ہے اسلیے جواب ضروری نہیں (۲) یہ بھی قسم سوم سے ہے اس لئے جواب ضروری نہیں (۳) یہ بھی قسم سوم سے ہے (۴) سارے مقولے قرآن وحدیث نہیں ہین اس لیے سب کا جواب ضروری نہیں البتہ قرآن سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ پانی آسمان سے آتا ہے تو اسمین فلسفہ کی کوئی مخالفت نہیں ممکن ہے کہ اللہ تعالی ملائکہ کے ذریعہ سے آسمان سے پانی بادلون مین بھر دیتے ہون جس طرح مشک کنوے سے بھرکر گھر کے برتنون مین پانی چھوڑ دیا جاتا ہے اور ادھر زمین سے انجرے اُٹھتے ہین دونون جمع ہوکر برستے ہون یا کبھی صرف انجرون کا پانی بنتا ہو کبھی صرف آسمان سے بھر دیا جاتا ہو غرض یہ ایک شئے کی دو سبب ہون ایک کو حکمار نے دریافت کیا دوسرے کی خبر نصوص مین دیدی گئی اب اس سوال کے چارون نمبر کے جواب مفصل کی حاجت نرھی (۵) حدیثون مین رعد کا ایک فرشتہ ہونا اور برق کا اُس کے تازیانہ کی چمک ہونا وارد ہے توجس طرح ہیکل انسانی چند عناصر کے اجتماع سے بنتی ہے اور اُس کے اندر روح پھونکدی جاتی ہے جو محسوس نہین ہوتی اسی طرح اگر رعد کی ہیکل تو یہی ہو جس کو حکمار نے سمجھا ہے اور اُس ہیکل مین اللہ تعالے ایک روح پیدا کر دیتے ہون اور وہ روح فرشتہ ہو اور وہ ہیکل اور روح ملکر اس لمعان برقی کے فاعل ہون اور اُسکو بادلون کی حرکت اور تقاطر مین دخل ہو پس حکمار نے ہیکل وصوت لمعان کو بیان کر دیا ہے اور شارع نے روح اور حقیقت کو جس کا نام فرشتہ اور سوط ہے تو اسمین کیا تخالف ہے۔ یا اس کی ایسی مثال سمجھیے کہ جسطرح طاعون کے جمیع آثار کا فاعل تحقیق قدیم کے موافق مادہ سمیہ تھا اور تحقیقات جدیدہ سے کیڑون کا فاعل ہونا ثابت ہوا پس مادہ محسوس ہے اور کیڑے بدون آلات کے غیر محسوس اسی طرح آثار سحابیہ کا فاعل اہل مشاہدہ کے نزدیک صرف سحاب ہے اور مدرکین حقائق کے نزدیک فرشتہ جو کہ آلات متعارفہ سے بھی محسوس نہین ہوتا اُس کے ادراک کے لیے دوسری قوت قدسیہ کی ضرورت ہے یا یہ کہ کبھی یہ آواز اور چمک محض سحاب سے ہو اور کبھی فرشتے کی صوت اور سوط ہو یہ بھی ممکن ہے نہ شارع کے کلام مین کوئی لفظ حصر ہے نہ حکما کے پاس کوئی دلیل حصر ہے اب اس سوال کے مفصل نمبرون کے جواب کی بھی ضرورت نرھی (۶) حدیث مین ہے کہ آفتاب بعد غروب کے تحت العرش جاکر سجدہ کرتا ہے اور حکم کا منتظر ہوتا ہے اُس کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے نظام کے موافق چلتا رہ چنانچہ پھر حساب کے موافق طلوع ہوتا ہے انتہے بحاصلہ اس سے ایک تو آفتاب کی حرکت معلوم ہوتی ہے

اس کے خلاف پر فلاسفہ کے پاس کوئی دلیل غیر مخدوش نہیں دوسرے بعد غروب کے انقطاع حرکت کا معلوم ہوتا ہے اس کا فلاسفہ انکار کرتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ یہ انقطاع آنی ہو یعنی وہ لمحہ ایسا لطیف ہو کہ آلات سے نہ اس کا ادراک ہوتا ہے نہ اُن سے حساب میں فرق پڑتا ہے تیسرے غروب اسمیں مجمل ہے اور غروب ہر جگہ مختلف ہوتا ہے مگر ممکن ہے کہ کسی خاص جگہ کا غروب مراد ہو مثلاً مقام تکلم بہذا الخبر کا ہی مراد ہو حدیث میں کوئی لفظ اس سے مانع نہیں چوتھے تحت العرش جانا مفہوم ہوتا ہے حالانکہ ہر وقت تحت العرش ہے مگر کسی نقطہ خاص کو تحت العرش کہنا دوسرے نقاط کے تحت العرش ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ حدیث میں کوئی دلیل تخصیص کی ہے محض واقعی قید کے طور پر اُس کو تحت العرش کہدیا گیا باقی ساری رات آفتاب کا پڑا رہنا کسی حدیث میں نہیں آیا اور جب غروب خاص مقام کا مراد ہو تو بلغار اور عرض تسعین کے نظام کی نفی حدیث سے لازم نہیں آتی اور آفتاب کا آسمان چہارم پر ہونا بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں اور اگر ہو تو اس تقریر کو مضر نہیں نہ آسمان کے انکار کی کوئی دلیل کسی کے پاس ہے اور جس کو حد بصر کہتے ہیں ممکن ہے کہ آسمان اُس کے آگے ہو اور نہ آسمان کے وجود یا عدم کو اس تقریر سے کوئی تعلق ہے اور نہ شرع نے آسمان کی حرکت کا کہیں اثبات کیا نہ آفتاب کے رو و پشت سے کوئی بحث کی نہ کواکب کے حقائق سے کوئی تعرض کیا اور نہ ان امور کو تحقیق طلب امر سے کوئی علاقہ۔ (۷) قاف زمردین اور گائے کے سینگ کا شریعت نے دعوی نہیں کیا البتہ زلزلہ کی وجہ بعض روایات میں عروق ارض کی تحریک ہے جو بوجہ کثرت ذنوب ہوتی ہے سو ممکن ہے کہ کبھی یہ سبب ہو اور کبھی دوسرے اسباب یا مجموعہ ہر دو سبب کو دخل ہو پس اسمیں بھی کوئی تخالف نہیں (۸) شریعت میں عدد اور بُعد طبقات کا آیا ہے باقی امور سے بحث نہیں کی ممکن ہے کہ جو فضا بین السماء والارض نظر آتی ہے اس میں وہ زمینیں ہوں اور مثل کواکب کے ایک دوسرے سے خوب دور ہوں اور وہ اس زمین کے بعض اوضاع و جوانب کے اعتبار سے اسفل کہے گئے ہوں اور فصل ما بین السماء والارض میں پانسو سے مراد محض کثرت ہو اس صورت میں کوئی اشکال نہیں اور باقی پر زمین کے پچھنے کو اس سوال میں کوئی دخل نہیں۔ (۹) واقعی یہ مضمون کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں نہ کسی نص نے زمین کے گول ہونے کی نفی کی ہے لیکن حکماء کے پاس بھی کوئی شافی دلیل حرکت ارض کی نہیں لیکن باوجود اس کے کسی نص کے بھی خلاف نہیں البتہ شمس و قمر کی حرکت کی نفی کا اعتقاد

ظاہر قرآن کے خلاف ہے (۱۰) اگر دو علتون امر کو سردی گرمی مین دخل ہو ایک کی خبر شارع نے دیدی اور دوسرے سبب کی نفی نہین کی اور ایک کا اثبات عقلا نے کیا اور دوسرے کی نفی پر دلیل نہین قائم کرسکتے تو اس مین کیا مخالفت ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم - ۲- جمادی الاخرے سنہ ۱۳۲۲ھ

سوال - بغرض حصول دنیا انگریزی پڑھنا کیسا ہے اور کس درجہ کا گناہ ہے کبیرہ یا صغیرہ یا کفر کے قریب ہے انگریزی پڑھنے والا کا نور ایمانی جاتا رہتا ہے یا رہتا ہے امید کہ اس کا جواب مشرح دین -

الجواب - رسالہ تحقیق تعلیم انگریزی مین مفصل جواب لکھا ہے مختصر یہ ہے کہ انگریزی مثل اور زبانون کے ایک مباح زبان ہے مگر تین عوارض سے اُسمین خرابی آجاتی ہے - اول بعض علوم اُسمین ایسے ہین جو شریعت کے خلاف ہین اور علم شریعت سے واقفیت ہوتی نہین اس لیے عقائد خراب ہو جاتے ہین جسمین بعض عقائد قریب کفر بلکہ کفر ہین - دوسرے اگر ایسے علوم کی بھی نوبت نہ آئے تو اکثر صحبت بددینون کی رہتی ہے اُن کی بددینی کا اثر اس شخص مین آجاتا ہے کبھی اعتقاداً جس کا حکم اوپر معلوم ہو چکا کبھی عملاً جس سے نوبت فسق کی آجاتی ہے - تیسرے اگر صحبت بھی خراب نہو یا وہ مؤثر نہو تو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ یہ نیت رہتی ہے کہ اس کو ذریعہ معاش بناوین گے خواہ وہ طریقۂ معاش حلال ہو یا حرام اور یہ مسئلہ عقلاً ونقلاً ثابت ہے کہ جو مباح ذریعۂ کسی حرام کا بن جاوے وہ حرام ہو جاتا ہے پھر ایسا عزم خود معاصی قلب سے ہے تو اس صورت مین فسق ظاہری کے ساتھ فسق باطنی بھی ہے اِن عوارض ثلثہ کی وجہ سے گاہے کفر والحاد تک گاہے فسق ظاہری تک گاہے صرف فسق باطنی تک نوبت پہونچ جاتی ہے اگر کوئی ان عوارض سے مبرا ہو یعنی عقائد بھی خراب نہون جس کا آسان طریقہ بلکہ متعین طریقہ یہی ہے کہ علم دین حاصل کر کے یقین کے ساتھ اُس کا اعتقاد رکھے اور اعمال بھی خراب نہون عزم بھی یہ رہے کہ اس سے وہی معاش حاصل کرینگے جو شرعاً جائز ہوگی اور پھر اُسی کے موافق عملدرآمد بھی کرے تو ایسے شخص کے لیے انگریزی مباح اور درست ہے اور اگر اس سے بڑھکر یہ قصد ہو کہ اس کو ذریعۂ خدمتِ دین بناوین گے تو اُس کے لیے عبادت ہوگی لیکن اِس اخیر صورت مین پاس حاصل کرنے کی کوشش کرنا اس دعوے کا مکذب ہوگا کیونکہ اس خدمت کے لیے صرف استعداد کافی ہے حاصل یہ کہ انگریزی کبھی حرام ہے کبھی مباح کبھی عبادت واللہ اعلم

حکم انگریزی خواندن

ف: فرار از طاعون و وضع انگریزی

۲۵- جمادی الاولی ۲۲ سنہ ۱۳ھ

سوال- جناب قبلہ و کعبہ حضرت مولویصاحب مدظلہ- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ- الحمدللہ بین بخیریت ہون آپ کا آخری کارڈ مجھکو لاہور مین ملا تھا اور ارادہ کر رہا تھا کہ تھانہ بھون آکر قدمبوسی حاصل کرون مگر مجھکو ایک ضرورت سے امرتسر ٹھیرنا پڑا وہان صلع کل گورکھپور مین یہ خبر دیکھی کہ آپ گورکھپور مین مقیم ہین مجبوراً اپنے ارادہ کو فسخ کرنا پڑا اب مین جے پور مقیم ہون ابکی امتحان مین ناکامیاب رہا خیر مجبوری آیندہ پھر دیکھا جاویگا- مین نے جو آپ سے طاعون کے بارہ مین دریافت کیا اُس کی غرض و غایت محض یہ تھی کہ آیا مرض کی شدت مین شہر چھوڑ دینا اور بھاگ جانا جائز ہے یا نہین اس کا جواب دیجیے- آپ کی اسبارہ مین کیا رائے ہے کہ کوئی شخص نماز روزہ کا پابند ہے اور کل اُمور اسلامی کا متبع ہے مگر وہ کوٹ پتلون پہنتا ہے اور پتلون ایسا ہے کہ نماز مین حارج نہین ہے پائینچے ٹخنون سے اونچے رکھتا ہے چونکہ لباس کو عادت سے تعلق ہے اسمین کیا حرج ہو سکتا ہے اور جملہ اُمور قرآنی کا پابند ہے پس کیا وہ عیسائی سمجھا جاویگا اور وہ شخص بعض موقع پر اُردو انگریزون کی طرح بولتا ہے مگر ہمیشہ نہین بولتا ہے چرٹ بھی پیتا ہے اور حقہ بھی مگر چرٹ سے بو نہین آتی مگر اُن لوگون کو آتی ہے جو تمباکو وغیرہ سے معرا ہین اور کیا کوئی حقہ چرٹ پینے کے بعد کلی کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہین یا مسجد مین جا سکتا ہے یا نہین- اب میرا قصد ہے کہ آپ کی زیارت سے بہت جلد مشرف ہون اگر موقع ملے گا تو ستمبر مین حاضر ہونگا اگر ستمبر مین حاضر نہو سکا تو تعطیلات کرسمس یعنی وہ تعطیل جو ۲۵ دسمبر سے ۳۱ دسمبر تک ہوا کرتی ہے آؤنگا- اور زیادہ امید اسی زمانہ مین آنے کی ہے کم سے کم وہ زمانہ بتا مجھکو دین آپ اُسوقت مین کہان ہونگے آج کل آپ کے شاگرد جناب مولنا...... صاحب یہان مقیم ہین لباس کے بارے مین علماء مصر نے ایک مضمون لکھا ہے جو وہان کے رسالہ مین طبع ہوا ہے اُسمین لانبے لانبے دامنون اور آستینون والے کپڑے کو حرام قرار دیا ہے اور مشہور کتب کا حوالہ دیا ہے اب مین آپ سے دریافت کرتا ہون کہ کس قدر لانبے دامن ہون یا آستین وہ کپڑا حرام ہو جاتا ہے کیا جو کپڑا عادت وحاجت سے زیادہ لانبا ہو وہ مکروہ نہین ہے امید ہے کہ آپ کی نظر کرم میرے حال پر ویسی ہی ہوگی اور جلد جواب دین گے امید ہے کہ آپ مع الخیر ہونگے فقط

الجواب- عزیزم سلمہ اللہ تعالی- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ- محبت نامہ کاشف احالات ہوا

مین نے غالباً پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہون کہ جب کبھی آنے کا ارادہ ہو اول ایک خط سے
میرے قیام کی تحقیق مجھسے کر لیجیے بلا تحقیق آنے سے پریشانی کا احتمال ہے۔ مجھکو دخل دینے کا تو
منصب نہین ہے لیکن بطور مشورہ اس کہنے کو دل چاہتا ہے کہ کیا بجز نوکری کے کوئی اور ذریعہ
معاش کا نہین ہے جو اُس کے لیے اسقدر پریشانی برداشت کیجاوے ؎ حیف باشد دل دانا
کہ مشوش باشد + طاعون کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اُس مقام سے بھاگنا جائز نہین اگر کہا جاوے
کہ کیون اُسکا جواب اصلی یہ ہے کہ جس ذات مقدس کی بدولت ہم کو یہ پوچھنا آیا ہے کہ جائز ہے
یا نا جائز اُس ذات نے منع فرما دیا ہے اگر کہا جاوے کہ کیون منع کر دیا ہے۔ اُس کا جواب یہ ہے
کہ اُن سے خدا تعالےٰ نے کہدیا ہے اگر کہا جاوے خدا تعالےٰ نے کیون کہدیا ہے اس کا جواب
یہ ہے کہ اس سوال کے معنے یہ ہین کہ خدا تعالےٰ صاحب اختیار کیون ہین صاحب حکمت کیون
ہین تو سیدھی بات یہی کیون نہ کہی جاوے کہ خدا کیون ہے تو اس کا جواب
جسقدر مولویون کے ذمہ ہے اسی قدر ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔ اگر پوچھا جاوے وہ حکمت کیا ہے
جواب یہ ہے کہ ہم کو اس تحقیق کی ضرورت نہین مزدور کو اس سے کیا بحث کہ اس مکان کو کیون گروایا
ہو اور اُس کو کیون بنواتے ہو کام کرو مزدوری لو زیادہ کیا دخل اگر ان بے نیازی کی باتون سے تسلی
نہ ہو تو یون سمجھیے کہ فوجی لوگون کو مقابلہ کے وقت باوجودیکہ ہلاکت کا قوی اندیشہ ہے بھاگنا کیون
قانوناً ناجائز ہے یا جس وقت سول سرجن کسی زخم کو شگاف دینا چاہے ملازم مریض کو روپوش
ہو کر بھاگ جانا کیون ناجائز ہے اسی طرح طاعون مین قوت مدرکہ مخفیات سے معلوم ہو گیا ہے
کہ ایک مخفی مخلوق کا اثر ہے جن کے مقابلہ سے بھاگنے کی اجازت نہین اور نیز اس کا اہل ایمان
کے لیے رحمت ہونا اور علاج ذنوب ہونا ثابت ہو گیا ہے اس لیے اُس نشتر سے ہٹنے کی اجازت
نہین۔ پتلون والے سوال مین جو آپ کے شبہہ کا منشا ہے اُس کی تحقیق کے بعد جواب آسان ہو جاویگا
منشا اُس کا وہ ہے جس کو آپنے ان لفظون مین ظاہر کیا ہے کہ چونکہ لباس کو عادت سے تعلق ہے
اس مین کیا حرج ہو سکتا ہے۔ عزیز من آپ نے ماشاء اللہ سمجھدار ہو کر کیا بات کہدی۔ عزیز من
جیسے لباس کو عادت سے تعلق ہے اسی طرح کھانے پینے کو بھی عادت سے تعلق ہے تو پھر یہ شبہہ
شراب اور ماکولات محرمہ مین بھی ہو سکتا ہے آخر ان چیزون کی حرمت صرف نہی شرعی کی وجہ سے

ہے سوا ایسے ہی نہی تشبہ سے بھی ہے جو پتلون مین موجود ہے۔ رہا نماز در روزہ کا پابند ہونا اور
پائنچون کا ٹخنون سے اونچا ہونا اس کا اثر یہ ضرور ہے کہ اور گناہون سے بچ گیا مگر یہ کیسے کہا
جا سکتا ہے کہ اس گناہ خاص سے بھی بچا رہا ورنہ اس کے تو یہ معنے ہوئے کہ جو شخص چار گناہ
سے بچتا ہو اُس کو پانچوان گناہ کرنا جائز ہے بھلا کون عاقل اس کا قائل ہو سکتا ہے البتہ عیسائی
اُس کو کوئی نہین کہتا اس لیے یہ الزام غلط ہے یہی جواب چرٹ بین کہ وہ بھی موجب تشبہ ہے رہا کلی
کر کے نماز پڑھنا اور مسجد مین جانا جب منہ صاف کر لیا کچھ حرج نہین اگر بدبو رہی تو کراہت ہے
لابنے دامن اسقدر کہ ٹخنون سے نیچے ہون حرام ہین اسی طرح آستین اسقدر دراز کہ انگلیون سے
نکلی ہوئی ہون ممنوع ہین اگر اس سے کم ہون گو عادت وحاجت سے زیادہ ہو مکروہ نہین البتہ
اگر اُس مین بھی تفاخر مقصود ہو گا اس صورت مین ممنوع ہو جانا اور بات ہے۔ باقی بحمد اللہ تعالے
مین خیریت سے ہون آپ کے زمانہ تعطیل مین ابھی سے اپنے قیام کی نسبت کچھ کہکر کیسے
پابند ہو سکتا ہون قریب زمانہ مین مکرر تحقیق کرنا مناسب ہے ایک اور بات مین مجھکو دخل دینا
پڑا جس کی وجہ صرف آپ کی خصوصیت ہے ورنہ مین تو بعضے اپنون کو کچھ نہین کہتا آپ نے
اپنے بھائی کو ایسے عنوان سے لکھا ہے جس سے آپ کا اُن سے کوئی تعلق ظاہر نہین ہوتا میرے
ساتھ تو علاقہ جدید ہے لیکن آپ سے قدرتی تعلق ہے جدید مکتسب کو ظاہر کرنا اور قدرتی کو مخفی کر لینا
فطرۃ سلیمہ کے خلاف ہے اگر مولٰنا سے پہلے بھائی صاحب کا لفظ بھی لکھدیا جاتا تو میرے نزدیک
وہ بھی معین ہوتا باہمی خصوصیت اور دلی اتفاق اور الفت پیدا ہونے مین والسلام فقط مورخہ

۲۵- جمادی الاولے ۱۳۲۲ھ

سوال مخدوم ومکرم بندہ مولوی اشرف علی صاحب تھانہ بھون۔ تسلیم آپ کو معلوم ہو گا کہ مسلمانون
کی خوش نصیبی سے یہ امر طے ہو گیا ہے کہ حضرت سراج الملۃ والدین امیر حبیب اللہ خان فرمانروائے
دولت خداداد افغانستان خلد اللہ ملکہ اس قومی کالج کے ملاحظہ کے لیے تشریف لاتے ہین حضور
والا کی سواری ۱۶- جنوری ۱۹۰۷ء کو گیارہ بجے دن کے اسٹیشن پر پہنچے گی اور سیدھے وہان سے
کالج مین حضور ممدوح رونق افروز ہونگے اسٹریچی ہال مین ٹرسٹیان کالج کی طرف سے حضور ممدوح
کی خدمت مین سپاسنامہ پیش کیا جاویگا اور چار بجے سہ پہر کے گارڈن پارٹی ہو گی امید ہے کہ آپ

اس مبارک موقع پر تشریف لاکر شریک جلسہ اور پارٹی ہونگے اگر آپ کا ارادہ تشریف لانیکا مصمم ہو تو براہ مہربانی ایک ہفتہ پیشتر اپنے آنے کی تاریخ اور بوقت سے اطلاع دیجیے - والسلام

محسن الملک آنریری سکرٹری مدرسۃ العلوم علیگڈھ -

جناب اخ مکرم - یہ موقع ہے آپ ضرور اسوقت تشریف لاوین ایک مسلمان فرمانروا کو کم ازکم دیکھ تو لینا چاہیے امید کہ جواب سے جلد مطلع فرماینگے والسلام بندہ سعید احمد

الجواب - قال اللہ تعالیٰ قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما ۔ قال السعدی رح

نہ دوری دلیل صبوری بود ۔ کہ بسیار دوری ضروری بود ۔ اخی المعظم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - مفاسد اور مصالح کے تعارض کے وقت جبکہ وہ مفاسد مظنون اور وہ مصالح غیر ضروری ہوں مفاسد کے اثر کی ترجیح اوپر کی آیت سے اور ایسے وقت میں ان منافع کے تحصیل کے مقتضائے اشتیاق پر عمل نکر سکنے کا عذر اوپر کے شعر سے واضح ہے تفصیل اس لیے نہیں کی کہ وہ متفق علیہ نہیں ہے اگر جناب نواب صاحب کے خلاف مزاج نہ سمجھا جاوے تو ان کی خدمت میں یہ سطرین پیش کردیجیے ورنہ خیر میں نے براہ راست جواب عرض کرنا خلاف ادب سمجھا فقط والسلام دعاگو و دعا جو خاکسار

اشرف علی از تھانہ بھون - ۲۳ - ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ

تحقیق صلوٰۃ یا دخول مسجد در نعال

متعلق فقرۂ ذیل مندرجہ خط عزیزی بہ نسبت امیر کابل ۔ جوتوں سمیت سب اُن کے آدمی مسجد میں آئے اور جوتوں سمیت نماز پڑھی ۔ اس مقام پر تین امر ہیں دو نہایت جلی اور ایک خفی ۔ امر اول یہ بات یقینی اور متفق علیہ وثابت بالدلیل اور مسلم ہے کہ نعال اگر طاہر ہوں تو اُن کو پہنے ہوئے مسجد میں آنا یا نماز پڑھنا فی نفسہ قطع نظر عوارض خارجیہ سے جائز اور مباح ہے عام اس سے کہ عوارض کی وجہ سے کہیں مستحسن ہو جاوے اور کہیں مستقبح ہو جاوے - امر دوم یہ بات بھی یقینی اور متفق علیہ اور محقق ہے کہ اگر نعال نجس ہوں تو اُن کو پہنے ہوئے مسجد میں آنا یا نماز پڑھنا ناجائز و حرام اور معصیت ہے جس میں جواز یا اس سے بڑھکر استحسان کا اصلا شائبہ بھی نہیں یہ دونوں امر تو جلی ہیں جو محل اشتباہ نہیں ہو سکتے - امر سوم جو کہ خفی اور محل اشتباہ و معرض بحث ہے یہ ہے کہ عوارض خارجیہ کے اعتبار سے بصورت طہارت آیا اس میں کوئی استقباح ہے یا نہیں یا اس سے

ترقی کرکے استحسان کا حکم کیا جاوے سو اول یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو حکم کسی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عارض کی وجہ سے بدل جاتا ہے اور جو حکم شارع کو فی نفسہ مقصود ہوتا ہے وہ کسی حالت مین نہین بدلتا اس کے شواہد و نظائر علم فقہ مین بکثرت پائے جاتے ہین دوسرے یہ جاننا چاہیئے کہ یہ یقینی ہے کہ صلوٰۃ فی النعال شارع کے نزدیک کوئی حکم مقصود نہین کیونکہ مقاصد شرعیہ مین سے کوئی غرض اس کے ساتھ متعلق نہین اب اس کا مدار عوارض پر رہا پس جہان کوئی عارض مانع نہ ہوگا وہان منع نہ کیا جاویگا بلکہ جہان کوئی عارض مؤثر فی الاستحسان ہوگا وہان مستحسن کہا جاویگا اور جہان کوئی عارض مانع ہوگا وہان منع کیا جاویگا۔ تیسرے یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ مسجد اور صلوٰۃ دونون چیزین واجب الاحترام والادب ہین اور ادب کے بعض طرق محض عرف پر مبنی ہوتے ہین پس جس ملک مین مع النعال کسی کے فرش پر آنا اور آکر ملنا عرفاً خلاف ادب شمار کیا جاتا ہو وہان صلوٰۃ و دخول مسجد مع النعال اس عارض بے ادبی کی وجہ سے واجب المنع ہوگا جس کا پتہ قرآن سے لگتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا فاخلع نعلیک اور اس کی علت یہ فرمائی انک بالواد المقدس طوی خواہ اُن کے نعال طاہر ہون یا نجس ہون لیکن عموم علت ادب سے حکم معلول مین عموم ہوجاویگا جہان نعال نجسہ کے ساتھ جانا خلاف ادب ہوگا نہی اس کے ساتھ خاص ہوگی اور جہان مطلق نعال کے ساتھ جانا خلاف ادب ہوگا نہی اس کو بھی عام ہو جاوے گی اور ہمارے دیار ہند کا عرف اسبارہ مین ظاہر ہے پس بناءً علی التقریر المذکور یہان اس کی ممانعت ضروری ہے اور جس ملک مین یہ عرفاً خلاف ادب نہ ہو وہان منع نہ کیا جاویگا سو اہل کابل کا عرف ایسا ہی ہوگا اور یہان کے عرف کی انکو اطلاع نہ ہوگی یا خاص وردی کے نعال مین ایسا عرف ہوگا یا دوسرے ملک مین ہونے کی وجہ سے بے اطمینانی اس کا عذر ہوگا اور اخیر درجہ یہ کہ فعل غیر نبی کا فی نفسہ حجت نہین اور اگر کوئی عارض مؤثر فی الاستحسان ہو استحسان کا حکم کیا جاویگا جیسا بعض روایات مین اس کی ترجیح کی یہ علت فرمائی ہے کہ اہل کتاب نعال مین نماز نہین پڑھتے لیکن یہ عارض یہان متحقق نہین بلکہ اصل علت کہ نہی عن تشبہ ہے خود مقتضی منع کو ہے کیونکہ یہان اس ہیئت مین تشبہ ہے اب درایۃً و روایۃً اسمین کوئی اشکال نہ رہا

تتمہ جواب استدلال ثابت بعرف زمین

سوال۔ اخبار وطن لاہور مورخہ ۱۳ تاریخ ۵ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۹ مین ایک مضمون اڈیٹر کی طرف سے

بعنوان علماء کی قابل توجہ سوال درج ہے۔ سورہ نمل کے آخری رکوع مین ہے وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وھی تمر مر السحاب کے ترجمہ پر بحث کی ہے مولوی نذیر احمد صاحب مرزا حیرت صاحب دہلوی نے اور اکثر متقدمین علماء نے تمر کے معنے مستقبل مین لے کر آیت شریفہ کو قیامت کے متعلق سمجھا ہے لیکن بعض مقدس علماء نے مثلاً جناب شاہ ولی اللہ صاحب رح نے اس کلمہ کے معنے اپنے فارسی ترجمہ قرآن شریف مین بصیغہ حال لیا ہے جناب اڈیٹر صاحب نے بصیغہ حال زیادہ موضوع و صحیح خیال فرما کر آیۂ شریفہ کو زمین کی گردش کے ثبوت کی مؤید بتلایا ہے چونکہ گذشتہ زمانہ مین علماء کو زمین کی گردش کا علم نہ تھا انہون نے تاویلین کر کے قیامت کے متعلق تصفیہ فرمایا تھا اور اب اس زمانہ مین جب کہ گردش زمین کا ثبوت ہو چکا ہے اس کے معنے حال مین لینے سے قرآن شریف کی حقانیت کا ثبوت ہے کہ جس مسئلہ کو بہت تحقیق کے بعد جدید اہل فلسفہ نے اب دریافت کیا ہے ہزارون برس پہلے سے وہ مسئلہ اسلام مین حل ہو چکا ہے اڈیٹر وطن فرماتے ہین کہ اگر یہ آیت شریفہ قیامت کے متعلق ہوتی تو تحسبہا کا لفظ نہ استعمال ہوتا بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ جو ساکن معلوم ہوتے ہین حقیقت مین وہ مثل بادلون کے زمین کے ساتھ چلتے ہین حضور کی راے مین اڈیٹر وطن کا خیال کیسا ہے۔

الجواب۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اسوقت مجھکو ملا نہین ورنہ اُس کی عبارت کے متعلق بھی کچھ لکھتا لیکن اگر انہون نے صیغہ حال سے ترجمہ کیا بھی ہو تب بھی اس سے یہ لازم نہین کہ اُنہون نے حرکت ارضیہ پر اُس کو محمول فرمایا ہے اس لیے کہ قریب قریب سب زبانون کے محاورہ مین مستقبل و ماضی کو بھی حال سے تعبیر کرنے کی عادت ہے ہماری زبان مین بھی اس طرح بولتے ہین مثلاً مین بسالگذشتہ کلکتہ گیا دیکھتا کیا ہون کہ ایک مجمع عظیم جمع ہے اور دو شخصون مین مناظرہ ہو رہا ہے اور لوگ شور و غل مچا رہے ہین یا مثلاً دیکھتا ہون کہ ایک ہاتھی مست آتا ہے اور لوگ سامنے سے بھاگے جاتے ہین آہ اور یقیناً یہان ماضی مراد ہے یا مثلاً نوکر سے کہا کہ تم ایک مہینہ کے بعد بمبئی فلان بازار مین جانا جس دوکان پر دیکھو کہ کثرت سے امراء سواریون پر آتے ہین اور اسباب خریدتے ہین اُس دوکان کو فلان سیٹھ کی دوکان سمجھنا الخ یہان یقیناً مستقبل مراد ہے اور نکتہ اُن مین یہ ہے کہ جس ماضی یا مستقبل کا استحضار ذہن مخاطب مین مقصود ہوتا ہے اُس کو حال سے تعبیر

کرتے ہین تو ممکن ہے کہ شاہ صاحب نے اسی محاورہ کے موافق حال کے صیغہ سے ترجمہ فرمایا ہو غرض
یہ اُس کی دلیل نہین کہ شاہ صاحب حرکت ارض کے قائل ہین اور اگر ترجمہ سے قطع نظر کرکے کوئی
شخص خود قرآن کی اس آیت سے اس مسئلہ کا اثبات کرنا چاہے تو اُس کے ذمہ ہے کہ قیامت کے
ساتھ اس کے متعلق ہونے کو دلیل سے باطل کرے جبتک کوئی دلیل قائم نہوگی اور تعلق بالقیامت
کا احتمال بھی باقی رہے گا استدلال صحیح نہوگا اور بحیثیت مدعی ہونے کے دلیل کا مطالبہ اُس کے
ذمہ رہیگا اور اس عدم تعلق پر جو استدلال کیا ہے کہ اگر یہ آیت قیامت کے متعلق ہوتی تو تحسبہا
کا لفظ نہ استعمال ہوتا الخ سو اس کی تقریر واضح کرنا چاہیے کہ تقدیر مذکور پر استعمال مذکور مین کیا خرابی
ہے یہ گفتگو تو تھی اس مسئلہ کے قرآن کے ساتھ متعلق ہونے مین رہی تحقیق خود اس مسئلہ کی سو کسی
نص شرعی نے نہ اس کا اثبات کیا ہے نہ نفی کی ہے پس اثباتاً یا نفیاً یہ مسئلہ اسلامی اور شرعی نہین
ہے محض ایک عقلی مسئلہ ہے دونون جانب احتمال اور گنجایش ہے اور کسی احتمال پر کسی آیت و
حدیث پر کوئی اشکال لازم نہین آتا البتہ عقلی طور پر دونون جانب سے اپنے اپنے دعوے پر ادلہ
قائم کیے گئے ہین اور جانب مخالف کے ابطال پر بھی وجوہ لائے ہین جیساکہ کتب کلامیہ مین مبسوط
ہے اور یہ دعویٰ کہ گذشتہ زمانہ مین علماء کو زمین کی گردش کا علم نہ تھا الخ محض غلط ہے اگر علم نہ تھا
تو اپنے مؤلفات مین اس مذہب کو نقل کیسے کیا اور پھر اُس کو باطل کیسے کیا چنانچہ شرح مواقف
مین بھی اس کی بحث مذکور ہے اور خود یہ مذہب بھی کوئی جدید فلاسفہ نے تحقیق نہین کیا اصل مین
فیثاغورس سے یہ قول منقول ہے جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا معاصر بتلایا جاتا ہے نیز یونانی
سے جو عربی زبان مین کتب فلسفیہ و ریاضیہ کا ترجمہ ہوا ہے اُن مین یہ مذہب منقول ہے جس سے
قدامت اس مسئلہ کی معلوم ہوتی ہے البتہ چونکہ گم ہونے کے بعد ایک قوم نے اس کو پھر تازہ اور زندہ
کیا ہے اس لیے اُس قوم کی طرف اُس کی نسبت کی جانے لگی اور محض اس فخر کے حاصل کرنے کو
یہ تفسیر کرنا کہ جس مسئلہ کو بہت تحقیق کے بعد جدید فلسفہ نے اب دریافت کیا ہے ہزارون برس پہلے
وہ مسئلہ اسلام مین حل ہوچکا ہے محض فضول ہے اول تو بعد اثبات قدامت اس مسئلہ کے کوئی
مخالف یہ شبہہ کرسکتا ہے کہ اسلام نے اپنی تحقیقات مین قدماء حکماء سے اقتباس کیا ہے سو یہ فخر
تو اور اہانت ہوگیا دوسرے قرآن جس فن کی کتاب ہے اس مین سب سے ممتاز ہونا یہ فخر کی بات

ہے یعنی اثبات توحید واثبات معاد و اصلاح ظاہر و باطن اگر سائینس کا ایک مسئلہ بھی اس مین نہو کوئی عیب نہین اور اگر سائینس کے سب مسئلے ہون تو فخر نہین قرآن کو ایسی خیر خواہی کی ضرورت نہین واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ محرم ۱۳۲۳ھ

سوال- حامداً و مصلیاً جناب باری عز اسمہ کی گفتگو اور ہمکلامی یا خطاب پر عتاب شیطان علیہ اللعن سے بلا وساطت غیر کے صرف ایکبار ہوا یا ایک بار سے زیادہ سورہ بقر سورۂ اعراف سورہ حجر سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ ص ان جملہ مقامات پر صرف ایک ہی وقت انکار سجدہ آدم علیہ السلام کا ذکر ہے یا مختلف اوقات کا الفاظ قرآنی ہر جگہ مختلف ہین اگر ایک ہی واقعہ اور ایک ہی وقت کی نسبت ہر جگہ تذکرہ ہے تو اختلاف لفظی کی کیا توجیہ معقول اور کیا تاویل مناسب ہو سکتی ہے اگر ایک مرتبہ سے زیادہ تو ہر نوبت اور ہر بار کی نسبت تعیین وقت کا فرمایا جاوے جو مشاہیر علماء دہر اور متبحر فضلاء عصر سے ہون وہ بزرگوار اس گذارش کے متعلق جواب تحریری عنایت فرماوین ہمیشہ الطاف کرم

الجواب- یہ شبہہ مفسرین نے بھی اپنے مؤلفات مین مع جواب ذکر کیا ہے حاصل یہ ہے کہ ظاہراً یہ خطاب بلا واسطہ ہوا اور ہر ہمکلامی موجب شرف وقبول نہین بلکہ وہی جو عنایت و لطف کے ساتھ ہو اور ایک ہی بار یہ واقعہ ہوا اور اختلاف لفظی اس وجہ سے ہے کہ قرآن مجید مین واقعات کی حکایات بطور روایت بالمعنی کے ہین اور اہل بلاغت کا قاعدہ ہے کہ ایک واقعہ کو جب چند بار چند مواقع پر بیان کرتے ہین تو اصل مضمون تو محفوظ رہتا ہے لیکن مقتضیات حال کے موافق ایجاز و اطناب و تقدیم و تاخیر و اختلاف و ربط وغیرہ اعتبارات کی رعایت کیا کرتے ہین اور ان مقتضیات کی تفصیل ہر مقام کے طرز مین غور کرنے سے بلکہ اصل یہ ہے کہ ذوق لسانی سے معلوم ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ حکایت کا ایسا اختلاف محکی عنہ کے اختلاف کو مستلزم نہین کہ تعارض کا شبہہ واقع ہو واللہ اعلم ۲- رجب ۱۳۲۴ھ

سوال- ۱۳- حال کے تمام اہل اسلام لوگ قرآن کے مطابق ہرگز عمل نہین کر سکتے اس کا خلاصہ اہل حدیث کا ۶ جولائی ۱۹۰۶ء کا پرچہ دیکھو جس مین صاف لکھا ہوا ہے کہ اسلام مین ایک شخص ایسا نہ نکلیگا جس مین مسلمان کی ایک بھی خصلت ہو پس ظاہر ہے کہ انسان کو فطرتی عمل پر ہمیشہ چلانے کے لیے قرآن بالکل عاجز ہے جس کی برکت سے اسلام مین ایک بھی قرآنی خصلت نہ رہی۔

سوال ۲: قرآن شریف مین جو زکوٰۃ دینے کا ذکر ہے بالکل بیفائدہ ہے کیونکہ زکوٰۃ دینے کے لیے اہل اسلام بالکل مجبور ہین جب اُن کے سید یعنی فقیر لوگ ایک ایک پیسہ کے لیے ہندو لوگ جن کو مسلمان کافر کہتے ہین اُن کی دوکان کے سامنے خود اپنے ہاتھ سے ہی سر پھوڑ لینا ہی پڑتا ہے اور اپنے پیٹ کے غار بھرنے کے لیے آدھے پیسہ پر وہ اپنی زبان بھی کاٹ لیتے ہین ایسی مفلسی کی حالت مین جبکہ ان کو اپنا پیٹ پالنے کے لیے اتنی مصیبت جھیلنی پڑتی ہے یہ کسطرح زکوٰۃ دے سکتے ہین اب۔ قریب قریب یہی حالت اسلام کی ہے یعنی جس دن ظالمون کا راج ہوگا لوگون کو مار پیٹ کر پیسہ وصول کرتے ہونگے لیکن گورنمنٹ عالیہ کا راج ہونے سے اس وقت ظالم اورون پر ظلم کرنے کی عوض خود اپنی زبان کاٹ لینا پڑتی ہے اور جن مین کا ایک فرقہ جس کا کام دنیا داری کا تمام جنجال چھوڑ کر صرف خدا کی عبادت مین اپنی زندگی گذارنا ہے اپنی خود غرضی کے واسطے اپنے ہی جسم کو کاٹ لینے کو تیار ہین تو کیا یہ ممکن ہے کہ ظالمون کی ریاست ہونے سے وہ اپنی خود غرضی کے لیے اورون پر ظلم نکرے کیا یہی مذہب اسلام ہے جن کے سید قرآنی تعلیم کی برکت سے یعنی گلے مین قرآن ٹکائے ہوئے ایسے کام کرتے پھرتے ہین آپ کے لیے انسان کے فطرتی چلن کے واسطے قرآن کی تعلیم کس قدر مفید ہوسکتی ہے کیونکہ اس کیفیت سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان ہرگز زکوٰۃ نہین دے سکتے پھر مصنف قرآن نے کیون بے فائدہ حکم دینے کی کوشش کی ہے ذرا اُنپر اعتراض کرنے کے لیے اول اپنے گھر کی تو حالت دیکھ لیا کرو جن سے آپکو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔

سوال ۳: سبز درخت کو کاٹنا قرآن کی روسے منع ہے یا نہین اگر منع ہے تو اے عقل کے دشمنون جیتے جاندارون کو کاٹنا کس طریق سے ذریعہ ثواب ہے۔

سوال نمبر ۴ حلال اور حرام کے معنے کیا ہین اگر کسی جانور کے حلال کرنے کے بعد اُسمین روح نہین رہتی تو اس حالت مین وہ مردہ ہے یا نہین۔

سوال نمبر ۵۔ قبر کے معنے کیا ہین مردہ انسان کو کہین غار مین ڈالدینا اسیکو قبر کہتے ہین اگر قبر کے یہی معنے ہین تو گوشت خوار لوگ مذکورہ بالا بغیر روح کے جسم کو کھانے سے یعنی اُس مردہ جانور کے گوشت کو اپنے شکم کے غار مین رکھنے سے اُن کا پیٹ بھی مردہ جانورون کی قبر کیون نہین ہوسکتین

سوال نمبر ۶۔ اگر گوشت کا کھانا طاقت کے واسطے ضروری ہے تو جو اب جانورون مین طاقت دار

جانور ہے اور اس کا گوشت بھی نہایت قوت بخشتا ہے تو اُسکا گوشت کھانا حرام کیون رکھا گیا ہے۔

سوال نمبر ۷ ضرورت کے وقت یعنی کوئی چیز کھانے کو نہ ملے تو مسلمان لوگ اُس تنگ حال مین سور کا گوشت کھا سکتے ہین یا نہین اگر سور بد اخلاق ہے تو بکری مرغی خوش اخلاق ہے۔

سوال نمبر ۸۔ حضرت محمدؐ چالیس برس تک قریشیون کے ساتھ بت پرستی کرتے ہوئے اور اُن کی مکروہ و نفرت انگیز رسمیات خورونوش مین حصہ لیتے ہوئے کس عمل کی یادداشت مین مستحق الہام کے ہو گئے۔

سوال نمبر ۹ قرآن کے نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی جبکہ قرآن کے پہلے کئی الہامی کتابین اُتر چکی تھین اگر وہ سب ناکامل تھین تو قرآن کے کامل ہونے کا کیا ثبوت ہے کیا خدا اپنی عادت کو چھوڑ دیگا جو اپنے احکام کی ترمیم و تنسیخ کرنے پر طلیا رہے۔

سوال نمبر ۱۰۔ اسلامی دنیا کے قبل پیدائش خدا خالق یا رحیم یا رزاق و معبود وغیرہ تھا یا نہین اگر تھا تو معبود کن کا اور سوائے اُس کے کوئی نہ تھا تو خالق کن کا تھا اور مالک کن کا تھا کیا بموجب قرآن خدائے محمدی نیستی کا خدا تھا۔

سوال نمبر ۱۱ اگر مادہ اور ارواح انادی ماننے سے خدا مشرک ٹھیراتا ہے تو بہشت اور دوزخ ابدی ماننے سے خدا مشرک کیون نہین ٹھیراتا۔

سوال نمبر ۱۲ باوا آدم کا پتلا بنانے مین خدا مٹی کا کیون محتاج ہوا تھا کیا وہ اپنی کن کی طاقت بھول گیا تھا اور پتلا تو مٹی سے بنایا روح کیسے بنائی۔

سوال نمبر ۱۳ کیا روح خدا نے اپنے جسم سے نکالی تھی اگر جسم سے نکالی تھی تو خدا کا حصہ بھی بہت کم ہوا ہوگا اور تمام عالم خدا ہی ہو گیا جسمین سور بھی خدا ہی ٹھیرا۔

سوال نمبر ۱۴۔ زہرہ کون تھی اور جمعہ کے دن اُس کے نام کی نماز کیون پڑھی جاتی ہے۔

سوال نمبر ۱۵۔ متعہ کیون منسوخ ہو گیا کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین اس کی منسوخی کا حکم آگیا تھا حضرت نے اس کی پیروی کی تھی یا نہین اگر پیروی کی تھی تو اب کیون منسوخ اگر پیروی نہین کی تھی تو صحیح مسلم جلد ثالث مترجم اردو صفحہ ۱۲۵ ایک جگہ ذکر ہے کہ حضرت نے متعہ کیا اسے شیطان کے بندوا بہلت کو اب مانتے ہو یا نہین یا پہلے مانتے تھے اور اب منسوخی کا حکم آگیا۔ راقم سیتا رام

آریہ طالب علم مدرسہ دہار در حیدر آباد دکن مطبوعہ احمدی پریس علیگڈھ

الجواب - سب سے اول ضروری بات یہ ہے کہ سوال مہذب الفاظ مین کئے جاوین بے تہذیبی خود آداب مناظرہ کے خلاف ہے -

جواب سوال اول - اُس حدیث کے الفاظ مع سند کے نقل کرکے جواب کا مطالبہ کرنا چاہئے -

جواب سوال دوم - جو خرابیان اس سوال مین لکھی ہین وہ پیروی احکام شرعیہ کے چھوڑنے سے پیدا ہو گئی ہین اور زکوٰۃ کا فائدہ خود ظاہر ہے کہ اہل حاجت کی اعانت ہے پس جو خرابی احکام شرعیہ کے چھوڑنے سے پیدا ہو اُسمین تعلیم شریعت پر کیا الزام -

جواب سوال نمبر ۳ - منع نہین ہے -

جواب سوال نمبر ۴ - حلال وحرام کے معنے ظاہر ہین کہ جس چیز کو شارع نے جائز کہدیا وہ حلال ہے جس کو منع کردیا وہ حرام ہے اور شارع نے مطلقاً بیجان منع نہین کیا بلکہ اُس جانور سے منع کیا ہے جو محل ذبح ہو اور بلا ذبح شرعی بیجان ہوجاوے اور ذبح کرنے کے بعد وہ اس کلیہ سے نکلگیا لہذا اعتراض وارد نہین ہوتا -

جواب سوال نمبر ۵ - قبر نام ہے عالم برزخ کا -

جواب سوال نمبر ۶ - گوشت کھانا باذن شارع جائز ہے ہمارے ذمہ تعین علت کی ضروری نہین البتہ اگر کوئی عقلی قطعی خرابی اسمین ثابت کیجاوے تو اہل اسلام اُس کے جواب کے ذمہ دار ہین -

جواب سوال نمبر ۷ - جب جان نکلنے لگے کھا سکتے ہین اور سور کی حرمت اور مرغی کی حلت مین ہمارے ذمہ علت کی تعیین ضروری نہین نص شارع پر اس مدار ہے البتہ کوئی عقلی قبح ثابت کیا جاوے تو اہل اسلام اُس کے ذمہ دار ہین -

جواب سوال نمبر ۸ بالکل تہمت ہے -

جواب سوال نمبر ۹ - ضرورت تو خدا تعالیٰ کو کسی چیز کی بھی نہین البتہ اُس کے افعال مین مصلحت ہوتی ہے سو مصلحت کی تعیین ہمارے ذمہ نہین البتہ اگر خلاف مصلحت ہونا کوئی ثابت کردے تو اہل اسلام اُس کے جواب کے ذمہ دار ہین اور عادت کے چھوڑنے کے محال ہونے کی اول تو کیا دلیل ہے پھر یہ عادت کے بھی خلاف نہین ہے کیونکہ پہلے سے یہی عادت ہے کہ ایک شریعت سے

دوسری شریعت کو منسوخ کرتا آیا ہے۔

جواب سوال نمبر ۱۰- اس سے سائل کی غرض عالم کے قدم کو ثابت کرنا ہے مگر محض بیکار کیونکہ کسی صفت کے قدیم ہونے سے اُس کے تعلق کا قدیم ہونا لازم نہین آتا پس صفات سب قدیم ہین اور تعلق اُن کا حادث ہے اِسمین کیا خرابی ہے۔

جواب سوال نمبر ۱۱- ازلیت خلق کے اعتقاد سے خدا کے مشرک ہونے کا نعوذ باللہ کس نے دعوی کیا ہے البتہ مستقل دلائل عقلیہ فلسفیہ سے ازلیت خلق کا بطلان ثابت ہے اور ابدیت کے استحالہ پر کوئی دلیل نہین لہذا ایک کا قیاس دوسرے پر باطل ہے۔

جواب سوال نمبر ۱۲- محتاج نہ تھا مگر مختار تھا کوئی مصلحت ہوگی اور ہم اُس کی تعیین کے ذمہ دار نہین- اور روح بنانے کی کیفیت ہم کو معلوم نہین لیکن کسی شئے کے مفصل معلوم نہونے سے کوئی اعتراض لازم نہین۔

جواب سوال نمبر ۱۳- خدا تعالی جسم سے پاک ہے اسیطرح کسی شئے کا مادہ بننے سے منزہ ہے مسلمان اس کے کب مدعی ہین۔

جواب سوال ۱۴ زہرہ کی تاریخ بتلانا اہل اسلام کے ذمہ ضرور نہین اور نہ کوئی اُس کے نام کی نماز پڑھتا ہے سراسر تہمت ہے۔

جواب سوال نمبر ۱۵- ہان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اس کی منسوخی کا حکم آگیا تھا اور منسوخ ہونے سے پہلے جو اس پر عمل ہوا تھا وہ بھی حدیثون مین مذکور ہے پھر اسمین اعتراض کیا لازم آیا۔ ۱۸ رجب ۱۳۲۴ھ

سوال- سید احمد ساکن ضلع علیگڈھ جو کہ فرقہ نیچریون کا پیشوا ہے اور اُسکی پیروی کرنے والے جو مثل اسکے ہون اُنکو کافر کہنا درست ہے یا نہین حکم اقتدا، نماز کا کیا ہے۔

الجواب- جیسے حق تعالی جل جلالہ کی عادت اس امت مین یون جاری ہے کہ ہر صدی کے شروع پر ایک مجدد پیدا ہوتا ہے کہ وہ قلع و قمع بدعات و مخترعات کی کرتا ہے جیسے راس مائۃ اولی پر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالی علیہ مائۃ ثانیہ پر حضرت امام شافعی رح وعلی ہذا القیاس ایسے ہی ہر صدی پر ایک شخص مخرب دین ماحی آثار اسلام متین پیدا ہوا کرتا ہے جس سے اندر

اس سنن وشیوع بدعتوں کا ہو جیسا مائۃ اولی مین حجاج جسکا ظلم مشہور خاص و عام ہے مائۃ ثانیہ مین ماموں جو خلق قرآن کا قائل ہوا اور علما کو انواع انواع کی اذیتین دین و علی ہذا القیاس یہانتک کہ اس چودھوین صدی کے قریب ہندوستان مین یہ فرقہ نیچریہ پیدا ہوا ہے جسنے تمام علماء اسلام کی تغلیط اور احکام شرعیہ کی تخلیط اور اصول کا قمع اور فروع کا قلع اور محدثین پر طعن اور مفسرین پر تشنیع ولعن علی الاعلان کرنا شروع کیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا واذا قیل لہم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انہم ہم المفسدون ولکن لایشعرون اور ابتداء حدوث اس فرقہ محدثہ باغیہ طاغیہ کی ہند مین ایک معتبر ذریعہ سے یون معلوم ہوئی کہ اس طائفہ کے رئیس کشمیری الاصل ہین اُنہون نے دہلی مین ایسے وقت مین نشوونما پائی کہ غیر مقلدی کا زور تھا اثر ہوتے ہوتے یہ حضرت بھی مجتہد بنے اور ناصحون کو دیوانہ سمجھا اُسی اثنا مین غدر واقع ہوا آپ اُسوقت بجنور کے صدر امین تھے رفتہ رفتہ عہدہ صدر الصدوری سے ممتاز ہوئے بعد فرو ہونے آتش غدر کے حکام انگریزی مسلمانون سے مکدر اور اندیشہ ناک رہنے لگے انکو بھی اپنی روٹیون کی فکر ہوئی مصلحت یہ دیکھی کہ ایک کتاب مذمت باغیان وتجویز چند قوانین انسداد بغات واطاعت رعایا مین تالیف کی سرکار نے براہ قدر دلانی بعض ضوابط پر عمل درآمد کیا انکے سر مین باد نخوت سما گئی اب معراج شروع ہوئی پس واسطے اظہار خوشامد حکام کے مسلمانون کو اطاعت حکام پر رغبت دلائی اور جو عیوب انگریزون کے رسمی یا مذہبی مسلمانون کو آنکھ مین کھٹکتے تھے اُنکے جواب دئے اور بیبل کا ترجمہ کرا کے شائع کیا سیکڑون مسلمان سست عقیدہ ہو گئے ایسی حالت مین کہ اکثر لوگون کے عقیدہ سست ہو چکے تھے اور میلان جانب رسوم وملل نصاری ہو گیا تھا مرمت قرآن شریف کی شروع کی گویا تیل بتی تو تھی ہی آگ دکھاتے ہی سلگ اٹھی اکثر لوگ بگڑ گئے اب تک یہ اُمور صرف خوشامد اور اظہار رسوخ کے لیے تھے لیکن وعدہ صادق من تشبہ بقوم فہو منہم کب خلاف ہو سکتا ہے اُسکا اثر ظاہر ہوا صاحبزادہ کو بیرسٹر بنانیکا شوق ہوا لندن بھیجا اس تقریب سے آپکو بھی وہان کی سیر نصیب ہوئی وہان مدت دراز سے الحاد کا شیوع اور مذہب سے اعراض ہو رہا ہے چند روز ایسے دہری ملحد لوگون کی صحبت کا اتفاق ہوا مزاج مین پہلے سے آزادی تھی اب کھل گئے اور وہان سے تشریف لا کر کھلم کھلا ملت نیچریہ کی دعوت شروع کی اور نیچر جسکو وہ قانون فطرت کہتے ہین اور ہنوز کسی نے ابتک اسکے قواعد منضبط

نہین کیے اُسکو کتاب اور خیالات ورسوم ملاحدہ یورپ جسکا نام علوم واقعیہ وتحقیقات نفس الامر وتہذیب رکھا ہے اُسکو سنت ٹھیراکر جو اُن دونون کے خلاف پایا اگر وہ اجماع مسلمین تھا تو اُسپر ہر کہ اُسکو خیال جاہلیت بتایا اگر حدیث تھی تو اُسکو کہین معنعن کہین مرسل کہین منقطع کچھہ بھی نہ بن پڑا مخالف فطرت ٹھیراکر غلط ٹھیرایا رواۃ کو کاذب ومفتری فرمایا اگر قرآن ہوا تو اُسپر معلوم نہین کس مصلحت سے تکذیب وتردید کی تو عنایت فرمائی لیکن کہین کہین تمثیلی قصہ کہین خواب وخیال کہین صرف موافقت خیال مخاطبین جہال کہکر کہین الہام کا دعوی کرکے کہین تحریف فرماکر پیچھا چھڑایا چونکہ ذی وجاہت وثروت تھے ادھر طبع انسانی استلذاذ جدید پر مجبول ہوتی ہے ونیز شیطان معین ان بدعات وطغیان کا ہے بہت سے شکم پرور بہت سے عجائب پسند بہت سے آزاد مزاج آمنا صدقنا کہکر ساتھہ ہوگئے یہان تک کہ ایک جم غفیر وجمع کثیر بن گیا کسر اللہ شوکتہم واعطاہم توبتہم اس کیفیت مجملہ کو سنکر کوئی مسلمان نہوگا جو اس فرقہ کی نسبت حکم شدید نہ کرے مگر چونکہ دعوی بلا دلیل غیر مسموع ہے اقناعًا للناظرین چند اقوال اس فرقہ کے معہ نام کتاب یا اخبار جس سے اخذ کیا ہے ونام قائل ومختصر تردید وکیفیت کے بصورت ایک نقشہ کے ذیل مین درج ہوتے ہین بعد ازان جو حکم علماے شریعت نے ایسون کے حق مین فرمایا ہے وہ لکھا جاویگا۔ فقط

نبذے از اقوال وعقائد فرقہ محدثہ نیچریہ ہداہم اللہ الی الطریقۃ السویۃ

نمبر شمار قول	نام کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
١	تہذیب الاخلاق	۰۳	۵	۳۱	انکار حقیقت ملائکہ وشیطان وشجرۃ الجنۃ	سید احمد	فسجد الملائکۃ کلہم اجمعین الا ابلیس لا تقربا ہذہ الشجرۃ	مصداق آیتین اس مضمون سے مشحون ہین اور مولوی عبد الحلیم صاحب اور مولانا محب اللہ صاحب کے کلام مین بنا بر اصطلاح اہل تصوف مراد ہے

نمبر شمار	نام کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۲	تہذیب الاخلاق	۳	۷	۶۵	انکار حقیقت عذاب قبر	مہدی علی	النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا	ہزاروں احادیث اس مضمون کی حد شہرت کو پہونچ چکی ہیں
۳	〃	〃	۱۱	۱۱۰	انکار وجود جنت بوجہ عدم اندراج در جغرافیہ و قیامت و حشر اجساد و عذاب و ثواب و نار و حور و غلمان اور اچکلہ کہنا جنت کا اور کشمیری کسبیاں بنانا حوروں کا	[illegible]	جنۃ عرضہا السموات والارض اعدت للمتقین ۔ ان الساعۃ لآتیۃ لاریب فیہا ثم انکم یوم القیمۃ تبعثون وقودہا الناس والحجارۃ اعدت ۔ حور مقصورات فی الخیام یطوف علیہم ولدان ۔ اتخذوا آیاتی ورسلی ہزوا الآیات	جغرافیہ کے بھروسہ جنت کا انکار مصداق اس شعر کا ہے ؎ چو آن کرمیکہ در سنگی نہان است ٭ زمین و آسمان وے ہمان ست ٭
۴	〃	〃	۱۹	۱۹۱	حلت طیور منخنقہ	سید احمد	حرمت علیکم المیتۃ الی قولہ تعالیٰ المنخنقۃ	اور استدلال طعام الذین اوتوا الکتاب سے محض لچر ہے انکے مذہب میں بھی منخنقہ حرام ہے ۔
	تہذیب الاخلاق	مطبوعہ جمادی الاولیٰ لغایۃ رمضان سنہ ۱۲۹۶ھ		۹	انکار مسئلہ تقدیر	سید احمد	وما تشاؤن الا ان یشاء اللّٰہ رب العالمین وغیرہا من الآیات والاحادیث	

نمبر شمار قول	کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۶	"	"		۳۱	انکار اعتقاد کرامت و معجزہ	سید احمد	انی لک ہذا قالت ہو من عند اللہ و لقد ارسلنا رسلنا بالبینات	بے شمار معجزات و کرامات آیات و احادیث و اخبار متواترہ میں مذکور ہیں
۷	"	"		۵۰	معجزات کو بھان متی کا سانگ بتانا	ذکاء اللہ	وان یروا آیۃ یعرضوا و یقولوا سحر مستمر الآیۃ	قال العارف الرومی ؒ معجزہ را با سحر کردہ قیاس ہر دو را بر مکر بنہادہ اساس
۸	"	شوال لغایۃ رمضان سنہ ۹۷ء		۴۲	سب موحد ناجی ہیں خواہ کسی مذہب کا ہو اور منکر توحید بھی موحد ہے	سید احمد	و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ و من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ و ماواہ النار	
۹	نور الآفاق	۲	۷	۴۹	لا تحریف فی کتب المقدسۃ الا معنویًا	سید احمد	یحرفون الکلم - یلوون السنتہم بالکتب یکتبون الکتب بایدیہم ثم یقولون الخ	اور بعض علماء سے جو نسبت ثبوت تحریف معنوی کی منقول ہے اس سے حجت لازم نہیں
۱۰	نور الآفاق	۲	۷	۵۰	لیس الاسترقاق فی الاسلام	سید احمد	من عبادکم و امائکم الآیۃ وغیرہا من الآیات والاحادیث التی لا تحصی ولا تعد ولا تحصر ولا تحد	اور آیت فاما منا بعد و اما فداء کو ناسخ کہنا حماقت ہے اول تو آیت برائت سے وہ خود منسوخ ہے دوسرے اما حصر کے لیے نہیں تیسرے یہ آیت محتمل وجوہ کثیرہ کو ہے اور آیت ناسخ محکم الدلالۃ ہونی چاہیے - چوتھے اسکے بعد بھی حضرت نے قتل و استرقاق کیا -

نمبر شمار قول	کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۱۱	نور الآفاق	۲	۷	۵۰	لا وجود للسماوات جسمانیا	سید احمد	وبینا فوقکم سبعا شدادا وانتم اشد خلقا ام السماء	اگر جسم نہین محض فضای وسیع یا دخان محیط یا خلاے بسیط یا انتہای بصر ہے شدت کے کیا معنے
۱۲	؍؍	؍؍	؍؍	۵۱	ماکان الطوفان عاماً	؍؍	رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا ونوحًا اذ نادی من قبل فاستجبنا	
۱۳	؍؍	؍؍	؍؍	؍؍	الاجماع لیس بحجۃ	؍؍	ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم	اور قول امام احمد کا من ادعی الاجماع فہو کاذب محمول ہے اوپر انفراد ناقل یا حدوث اجماع کے اسوقت مین یا اجماع غیر صحابہ کے ورنہ امام احمد رح نے بہت جگہہ تمسک کیا ہی اجماع سے
۱۴	؍؍	؍؍	؍؍	؍؍	کل الناس مجتہدون لانفسہم فیمالم ینصص فی الکتب والسنۃ	؍؍	فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا اگر اجتہاد معتبر تھا تو ضلالت کی کیا وجہ	علماء نے شرائط اجتہاد مین فرمایا ہی شرط الاجتہاد ان یحوی علم الکتاب بمعانیہ لغۃ وشرعا واقسامہ المذکورۃ وعلم السنۃ متنا وسندا ووجوہ القیاس
۱۵	ایضا	؍؍	؍؍	۵۲	لیس النسخ فی القرآن	سید احمد	خواہ نسخ مبنی للفاعل ہو یا مبنی للمفعول دونون پر یہ باطل ہی ماننسخ من آیۃ او اذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ	طرفہ یہ کہ مسئلہ استر قاق مین خود نسخ کے قایل ہوگئے ہین فہل ہذا الا ہذیان او جنون

نمبر شمار	نام کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۱۶	نور الآفاق	۲	۷	۵۲	لیس خلافۃ النبوۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	[illegible]	لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ - وقال علیہ السلام فی تعبیر رویا خلافۃ نبوۃ ثم تؤتی اللہ الملک لمن یشاء رواہ الترمذی وابو داؤد	
۱۷	؍؍	۴	۷	۵۱	ابطال رقیت حضرت ہاجرہ رضی	[illegible]	بخاری میں بروایت ابوہریرہ رض حدیث صحیح مرفوع موجود ہے اعطوہا ہاجرۃ فسطلانی میں ہے ہاجرۃ کانت مملوکۃ	پولوس جسکو نیچری مقدس کہتے ہیں وہ بھی انکی رقیت کا قائل ہے غلاطیہ فصل رابع درس ۲۲ ابراہیم کان لہ ابنان فواحد من الامۃ وواحد من الحرۃ
۱۸	؍؍	۴	۸	۱۶	حلت تصویر حیوانات	[illegible]	قال عم اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون متفق علیہ لا یدخل الملائکۃ بیتا فیہا کلب ولا تصاویر متفق علیہ قال ابن عباس فان کنت لابد فاعلا فاصنع الشجر وما لا روح فیہ	
۱۹	؍؍	۴	۹	۷	حلت خمر وخنزیر	[illegible]	انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر	نور الآفاق میں اس شخص کا نام نہیں لکھا۔

نمبر شمار قول	نام پرچہ یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۲۰	نور الآفاق	۴	۱۵	۱۱۵	انکار صحت احادیث عموماً	سید احمد مہدی علی	ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا اگر کوئی حدیث صحیح نہو تو ما آتاکم کا مصداق کون ہوگا	کیفیات و مقادیر صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج وغیرہ احکام کی حدیث ہی سے ثابت ہے اگر وہ صحیح نہیں تو کیونکر عمل کیا جاوے
۲۱	"	"	۲۱	۱۶۵	انکار سنگباری بر اصحاب فیل	سید احمد	ترمیہم بحجارۃ من سجیل	اور جو کچھ اس سورت مین تحریفین کی ہین مصداق ارشاد من فسر القرآن برأیہ کا ہے
۲۲	"	"	۲۳	۱۸۷	انکار وجود جن	سید احمد	والجان خلقناہ من قبل من نار السموم الآیہ	کتاب آکام المرجان و بستان الجن اس بحث مین لائق ملاحظہ ہے
۲۳	"	"	۲۵	۲۰۳	انکار تاثیر سحر	سید احمد	فیتعلمون منہما ما یفرقون بہ بین المرء و زوجہ	
۲۴	"	۵	۱	۷	معجزہ عصای موسیٰ و سحر فرعونیان دونوں قوت نفس انسانی کے ظہور تھے یعنی عمل ایہام و تخییل تھا جسکو مسمریزم کہتے ہین	سید احمد	قال موسیٰ اتقولون للحق لما جاءکم اسحر ہذا قال موسیٰ ما جئتم بہ السحر اگر دونوں عمل ایک قبیل کے تھے تو تضاد کیوں ثابت کرتے بلکہ انکے عمل کو سحر اور انکے عمل کو سحر عظیم فرماتے	علاوہ اسکے ایہام محض دھوکہ بازی ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو دھوکہ باز ٹھیرایا فرعون کے بھائی نے کہ اُس نے عمل موسیٰ کو مثل عمل سحر سمجھکر اور انکو غالب دیکھکر کہا تھا انہ لکبیرکم یہ حضرت بھی کہتے ہین کہ قوت نفسانیہ موسیٰ علیہ السلام کی غالب ہی تھی

نمبر شمار	نام کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۲۵	نور الآفاق	۵	۷	۵۴	دعوی موت عیسی علیہ السلام و دفن او وانکار رفع او بر آسمان	جناب نیچری	وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ و رافعک الی	متوفیک ورافعک پر بہت کودتے ہین مگر یاد رکھین کہ اول تو یہ ضرور نہین کہ توفی بمعنی موت ہو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی واو ترتیب کیلیے نہین آخر زمانہ مین موت کے ہم بھی قائل ہین ۔
۲۶	تہذیب الاخلاق	مطبوع یکم رجب ۹۳ھ			اپنی تعریف مین کسی کا یہ مصرع لکھنا ۔ قبلہ خوانم یا خدایا کعبہ ات	سید احمد	من یقل منہم انی الہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم	مجذوب بھی نہین جو معذور ہون اور منصور بن جائین البتہ فرعون ہو سکتے ہین ے نعنت اللہ این انارا در قفا ۔ رحمت اللہ آن انارا در وفا ۔
۲۷	کمال الاخبار	۲۲	۱۰	۶	انکار آفرینش حضرت عیسی علیہ السلام بے پدر	″	ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم خلقہ الخ لم یمسنی بشر ولم اک بغیا قال کذلک قال ربک ہو علی ہین	اس عقیدہ مین تو نیچری کے قدمو نپر گر پڑے جنکی تقلید کا الزام مفسرین اہل اسلام پر لگایا کرتے ہین
۲۸	تہذیب الاخلاق	۳	۱۱	۱۰۷	دعوی مجددیت رئیس نیچریہ	عبید اللہ	لیس بامانیکم الآیہ رسالہ مرضیہ مین ہے لا یکون المجدد الا عالما بالعلوم الدینیۃ الظاہرۃ والباطنۃ ناصر السنۃ قامع البدعۃ	اور جناب کی لیاقت علمی مطالعہ تصانیف سے ظاہر ہے پھر مجدد بننے کو جی چاہتا ہے مرنے کو جی چاہے کفن کو ٹوٹا

نمبر شمار	نام کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۲۹	[illegible]	۱	۱	۳	نہ تسلیم ہونا معجزہ شق القمر کا	مہدی علی	قال اللہ تعالیٰ و انشق القمر فی البخاری عن ابن مسعود نحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصار فرقتین فقال لنا اشہدوا اشہدوا	اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکے معجزہ ہونے سے انکار نہین فرمایا بلکہ جہت معجزہ اخبار عن الشق کو فرمایا نہ شق کو کہ کائنات جو سے ہے ولا مناقشۃ فی الاصطلاح کیونکہ انہون نے خود اپنی تصانیف مین اسکو بلا نکیر ذکر کیا ہے۔
۳۰	رہبر اسلام	تمام کتاب			اولویت قرأت بزبان اردو وغیرہ در نماز		قال فاقرؤا ما تیسر من القرآن نزل فی الصلوٰۃ۔ وقال انا انزلناہ قرآنا عربیا لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی	اور امام صاحب نے اول تو غیر عربی کو اولے نہین فرمایا پھر انکے قول مین علماء نے بہت تاویلین ذکر کی ہین پھر اس سے بھی رجوع فرمایا اس باب مین جناب مولانا عبد الغفار صاحب نے ایک رسالہ مسمی ہدایۃ الانام بجواب رہبر اسلام خوب تحریر فرمایا ہے۔
۳۱	[illegible]	تمام			جواز تشبہ بکفار	سید احمد	قال علیہ السلام من تشبہ بقوم فہو منہم رواہ احمد و ابو داؤد وقال ان ہذہ من ثیاب الکفار فلا تلبسہا رواہ مسلم	جناب مولوی محمد قاسم صاحب نے ایک مجوز تشبہ سے فرمایا کہ اپنی بیوی کے کپڑے پہن کر تو ذرا مجمع مین آ بیٹھو وہ متعجب ہوئے مولانا نے فرمایا کہ

نمبر شمار قول	کس سے ماخوذ	جلد	صفحہ	سطر	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
							ان الیہود والنصاریٰ لایصبغون فخالفوہم متفق علیہ	تعجب ہے کہ ایک مومن کا لباس تو ایسا برا ہو اور کفار کا لباس مباح ہو تو وہ مبہوت رہ گئے
۳۲	نورالآفاق	۳	۳	۲	عدم ممانعت حب و اختلاط باکفار	سید صاحب	تری کثیرا منہم یتولون الذین کفروا ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وغیرہا من الآیات الکثیرۃ والاحادیث الشہیرۃ	سید صاحب نے بھی بہت تحریروں میں اسپر زور دیا ہے اور فقہانے جو استثنا الا ان تتقوا سے بعض صورتوں میں جائز رکھا ہے اُسپر سخت طعن فرمائی ہیں
۳۳	ضمیمہ نورالآفاق	۱	۷	۱	اگر کوئی شق صدر کو بالکل غلط بنائی ہوئی بات کہے سچا صحیح مسلمان ہے	سید احمد	شق صدر کو ابونعیم و ابن عساکر و ابن حبان و حاکم و عبد اللہ بن احمد و بیہقی و طیالسی و بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہم نے روایت کیا ہے اسقدر احادیث کی انکار سے کیا کچھ معصیت یا ضعف ایمان لازم نہ آئیگا	
۳۴	،،	۱	۷	۱	معراج ایسی قسم کا خواب ہے جیسا یعقوب علیہ السلام کو ہوا تھا	سید احمد	معراج کا بیداری میں ہونا اخبار مشہورہ سے ثابت ہے منکر اسکا مبتدع ضال ہے کما فی شرح العقائد النسفیہ	اور مراد رویا سے قرآن میں یا رویا دخول مکہ کا ہے یا رویا عین مرام ہے اور قول عائشہ رض کا یا عدم علم پر محمول ہے کیونکہ اسوقت تک پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں

نمبر نزول	کتاب یا اخبار	نمبر جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۳۴	ضمیمہ نور الآفاق	۱	۷	۱۰ ۱				یا تعدد قصہ پر محمول ہے وللتفصیل مقام آخر
۳۵	رر	رر	رر	رر	عیسائیون اور محمدیون مین بوجہ تغیر ہی دو مذہب نزاع ہو گیا ہے بدقسمتی سے مگر بنا اور اصول دونون کے متحد ہین	رر	اگر یہ مراد ہے کہ اصول توحید وغیرہ مین متحد ہین اختلاف فروع کا ہے تو مسلم اگر اسمین بدقسمتی کی کیا بات ہے قال اللہ تعالی لکل جعلنا منکم شرعۃ اور اگر مراد یہ ہے کہ فروع مین بھی متحد ہین تو بالکل غلط فروع دین محمدی ناسخ فروع دین عیسائی منسوخ متحد کیونکر ہو سکتے ہین	غرض دونون تقدیرون پر مخالفت آیات کی لازم آتی ہے ۔
۳۶	نور الآفاق	۱	۹۰	۸۱	چھپوانا ترجمہ کر کے ایک کتاب مؤلفہ الفنسٹن صاحب گورنر سابق بمبئی کا جسمین توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ۱	سید احمد	فی الاعلام بقواطع الاسلام من تکلم غیر قاصد للسب ولا محتقرا فی جہتہ صلعم بکلمۃ الکفر من لعنہ او سبہ او تکذیبہ او اضافۃ ما لا یجوز علیہ فان ظہر بدلیل حالہ انہ لم یتعمد ذمہ فکلمہ القتل	اسکا مضمون مختصر نقل کفر کفر نباشد یہ ہے کہ محمدؐ ابتدا مین صادق تھے پھر رفتہ رفتہ مکر اور دھوکہ بازی انکی عادت ہو گئی مگر جس سختی اور ظلم سے تعلیم لوگون کو کیگئی اور اسکے باعث تعصب اور خونریزی پیدا ہوئی الخ

نمبر نقل	کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۳۷	تہذیب الاخلاق	در مواضع کثیرہ			دعوی الہام در تحریف آیات قرآنیہ	”	ویقولون ہو من عند اللہ وما ہو من عند اللہ	البتہ اگر یہ الہام از قبیل فالہمہا فجورہا ہو تو مسلم ہے
۳۸	نور الآفاق	۲	۲۰	۱۶۲	تجویز درس کتب مذہب شیعہ در مدرسۃ العلوم	”	مذہب شیعہ میں بہت امور موجب کفر ہیں الرضا بالکفر کفر قول مسلم ہے	
۳۹	”	۳	۱۲	۹۱	منع وذم عبادت شاقہ اور مخالف فطرت بتانا اسکو	سید احمد	تورمت قدماہ و انتفخت قدماہ صحاح مین موجود ہے اتقوا اللہ حق تقاتہ آیت قرآنی ہے	اور حدیث انی اخشاکم الخ کی وجہ یہ ہے کہ ملال نہ ہو جاوے یا اسوقت خوف فرضیت کا تھا ارشاد الساری دیکھو
۴۰	”	۲	۱۰	۷۷	مفسرین نصاری مثل لوتھر کو مقدس کہنا	چراغ علی	قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ وانما المشرکون نجس انہم رجس وماوٰہم جہنم	افسوس کہ قدماء اہل اسلام کو غبی و بدباطن فرماویں اور نصاری مقدس بتائے جاویں
۴۱	”	۳	۱۲	۹۶	انکار ظہور مہدی علیہ السلام در آخر زمان	مہدی علی	روایت ترمذی اور ابو داؤد وبزاز وابن ماجہ وحاکم وابو یعلی وموصلی وغیرہم	اور جرح ابن خلدون کا بعض رواۃ حدیث الباب پر جرح مبہم غیر مقبول ہے علاوہ ازیں ابن خلدون معقولی ہے علوم شرعیہ سے محض بے بہرہ ہے ضوء لامع دیکھو
۴۲	”	”	۸	۵۷	اہل کتاب کے ساتھ مواکلت	سید احمد	روی البیہقی عن ابی امامۃ مرفوعاً	کوئی شخص طعام الذین اوتوا الکتاب پر نہ بھولے

نمبر شمار قول	نام کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۴۲	تہذیب الاخلاق	۳	۸	۵۷	کی عادت جائز ہونا	سید احمد	الجفاء ان تاکل مع غیر اہل دینک الحدیث	حلت و حرمت طعام شئ آخر ہے جواز و عدم جواز مواکلت امر دیگر ہے البتہ اگر ایک دوبار کہیں اتفاق کسی ضرورت سے ہو جاوے مضائقہ نہیں عادت کرنے میں تغیر لازم ہے بہ صراحۃ
۴۳	״	״	״	۶۰	قانون قدرت پر غور کرنے سے انسان نبی کے برابر ہو سکتا ہی	״	اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ فی المطالب اوفیہ وادنی ذالک ان یعتقد امتیاز الانبیاء من جمیع الخلق بصفات من الکمال ۱۲ فی شرح العقائد النسفیۃ لایبلغ ولی درجۃ الانبیاء	بلکہ لازم آتا ہے کہ بعض انبیاء سے افضل ہو سکے کیونکہ جب ہر نبی کے برابر ہونا ممکن ہے تو حضرت کے برابر ہونا ممکن ہے اور حضرت سب انبیاء سے افضل ہیں تو یہ شخص بھی سب انبیاء سے افضل ہوا معاذ اللہ فی شرح العقائد ما نقل عن بعض الکرامیۃ من جواز کون الولی افضل من النبی کفر و ضلال ۱۲
۴۴	تہذیب الاخلاق	۳	۱۲	۶۱	خاتم رسالت کی سی تعلیم دوسرا شخص بھی کر سکتا ہے	سید احمد	قال اللہ تعالی لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ	علاوہ ازیں حق تعالے فرماتا ہے انک لعلی خلق عظیم اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کان خلقہ القرآن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعلیم جسکا

نمبر شمار قول	نام کتاب انبیا	جلد	سطر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۴۴	نور الآفاق	۳	۱۴	۶۱			کیفیت تھی تعلیم خاتم رسالت کی اگر دوسرا بھی ایسی تعلیم کر سکتا ہی تو اس زور شور سے احسان کس چیز کا فرمایا جاتا ہے ایسے لوگ تو ہر زمانہ مین ہونگے وجود نبوی کیا موجب منت ہوا	امر قرآن مین ہی وہ بھی آپکا خلق ہے اور اللہ تعالے اُسکو عظیم فرماتا ہے پس اگر دوسرا بھی تعلیم مین آپکے مثل ہو سکتا ہی تو آپکی تعلیم عظیم ہونیکی کیا معنے وقال علیہ السلام ایکم مثلی الحدیث اللہم احفظنا من سوء الاعتقاد ۱۲
۴۵	"	"	۹	۶۳	سب انبیاء سابقین تبلیغ مین ناقص تھے اور توحید پوری نہ تھی	سید احمد	یہ نقصان منجانب اللہ تھا یا منجانب انبیاء اگر شق اول ہے تو معاذ اللہ اللہ تعالےٰ کی تعلیم ہی ناقص ہوئی اگر شق ثانی ہے تو انبیاء کا خائنین احکام ٹھیرے پھر یہ سب تعریف رسلاً مبشرین و منذرین کس وجہ سے تھی اور نہین معلوم پوری توحید سے کیا مراد ہے اور اُسکی تجزی کیونکر ہوتی ہے تمام قرآن شریف دعوت انبیاء الی التوحید سے مملو ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون	حضرت نوح علیہ السلام کا ساڑھے نو سو برس تک دعوت توحید کرنا یوسف علیہ السلام کا قیدخانہ مین توحید مین مباحثہ کرنا موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو ترک توحید پر سخت ملامت کرنا ابراہیم علیہ السلام کا اس توحید کے باب مین کیا کیا اذیتین سہنا قرآن مین منصوص ہے پھر توحید کامل کیا ہوگی

نمبر شمار قول	نام کتاب یا اخبار	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ تقریریہ
۴۶	نور الآفاق	۳	۹	۶۵	نبی اُسی امر کی تبلیغ کرتے ہین جسکا حسن و قبح عقلی ہے	سید احمد	وما کنا لنهتدی لولا ان ہدانا اللہ وقال علیہ السلام واللہ لولا اللہ ما اہتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا ای لولا ہدایتہ	حسن لنفسہ اور قبح لعینہ کا تو حسن و قبح عقلی ہے اور حسن لغیرہ و قبح لغیرہ کا عقلی نہین ورنہ انبیا کی کوئی حاجت نہ تھی
۴۷	رر	۲	۱۴	۱۱۰	تمام مذہبون کی ناگواری ان لفظون سے مٹادی لکم دینکم اور جہاد کا سبب ناگواری مذہبی نہین حاصل یہ کہ کسی مذہب کو ناگوار نہ سمجھنا چاہیے اور نہ حضرت نے سمجھا	مہدی علی	اگر مذہب کفار کا ناگوار نہین توان آیات کے کیا معنے بدا بیننا وبینکم العداوۃ و البغضاء لیحزنک الذی یقولون - اغلظ علیہم لیغیق صدرک لعلک باخع نفسک	اور لکم دینکم کے اگر یہ معنے ہین کہ مجھے تمہارا مذہب ناگوار نہین تو لی دین کے بھی یہ معنے ہونے چاہیے کہ تمکو میرا مذہب ناگوار نہین حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بلکہ یہ آیت یا منسوخ ہے یا دین بمعنے جزا ہے
۴۸	رر	رر	رر	۱۱۴	تبرکات وغیرہ کو بالکل ممنوع ٹھیراتا	رر	للذی ببکۃ مبارکا بارکنا حولہ فی البقعۃ المبارکۃ حدیث مین تقسیم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے موئے مبارک کو وارد ہے	لطف یہ ہے کہ یہی حضرت اچھی جگہہ فرماتے ہین لال ٹوپی مبارک سرون پر نظر آتی ہے -
۴۹	رر	۲	۴	۳۲	کتون کو پاک سمجھنا	سید احمد	لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیہا کلب ولا جرس رواہ مسلم وغیرہ من الاحادیث	لطیفہ کسی شخص نے ایک بیخبری سے پوچھا کہ کتا بغل مین کیون دبایا ہے کہنے لگا تاکہ موت کا فرشتہ پاس نہ آوے اسنے کہا

نمبر شمار قول	کتاب کا نام	جلد	نمبر	صفحہ	قول	قائل	تردید مختصر	کیفیت متعلقہ ضروریہ
۴۹	نور الآفاق	۲	۴	۳۲	کتون کو پاک سمجھنا	سید احمد		کہ جو کتے کی جان قبض کریگا وہی تمہاری کریگا۔ نصیحت سے زود بگمان ملک ہر گز در سرائیکہ ہست صورت سگ گر سگ نفس رام گردانی براتب فزون شوی ز ملک
۵۰	تہذیب الاخلاق	مطبوعہ جمادی الاولی لغایۃ رمضان سنہ ۹۶ ہجری		۶۲	ثواب اعمال دوسرے کو نہین پہونچتا	”	عن سعید بن عبادۃ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بئرا قال ہذہ لام سعد رواہ ابو داؤد وفی ذلک احادیث کثیرۃ وفی شرح العقائد فی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتہم عنہم نفع لہم خلافا للمعتزلۃ ۱۲	اور لیس للانسان الا ما سعی یا مخصوص ہے کافر کے ساتھ یا مراد یہ ہے کہ دوسرے کی سعی اسکو نافع نہین اور بعد ایصال کے حکما اسکی ہی سعی ہوگی جیسا ہبہ کے بعد موہوب ایک ملک سے دوسری ملک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

تم ہذا الجدول و ورا ہذا عقائد لہذہ الشر ذمۃ التی ہی کالانعام بل ہم اضل حذفناہا روما للاختصار

ان عقائد مین سے بعض لوگ کل کے معتقد ہین بعض لوگ بعض کے ناظرین کو ثابت ہوا ہوگا کہ ان لوگون نے کسقدر آیات و احادیث و اجماع مسلمین کی مخالفت کس بیباکی سے کی ہے اور شریعت مطہرہ کے ساتھ کیا کیا استہزار کیا ہے اور بہت سے عقائد فاسدہ و اوہام باطلہ اس فرقہ کے انکی تصنیفات مین موجود ہین بوجہ تنگی مقام و نیز بخیال قیاسی کن زگلستان او بہار مرا بس نقل نہین کیے گئے اور نہ اقوال منقولہ کی شرح و بسط سے تردید کی گئی مجملا اشارہ کر دیا گیا ہے اگر خدا نے

تعالی کو منظور ہوا تو ایک رسالہ قدرے تفصیل کے ساتھ ان مباحث مین لکھونگا ومن شاء التفصیل الآن فلیطلبہ تصانیف العلماء فی ہذا الباب کنوز الآفاق ورد الشقاق وامداد الآفاق وتنبیع البیان وغیرہا اب حکم انکا سننا چاہیے۔ کتاب الاعلام بقواطع الاسلام مین ہے من کذب بشئے مما صرح بہ فی القرآن من حکم او خبر او اثبت ما نفاہ او نفی ما اثبتہ علی علم منہ بذلک او شک فی شئ من ذلک کفر حجۃ اللہ البالغہ مین ہے وتثبت الردۃ بقول یدل علی نفی الصانع او الرسل او تکذیب رسول او فعل تعمد بہ استہزاء صریحا بالدین وکذا انکار ضروریات الدین فتاوی ظہیریہ مین ہے ان الاخبار المرویۃ من رسول اللہ صلعم علی ثلث مراتب متواتر فمن انکرہ کفر ومشہور فمن انکرہ کفر الا عند عیسی بن ابان فانہ یضلل ولا یکفر وہو الصحیح وخبر الواحد فلا یکفر جاحدہ غیر انہ یاثم بترک القبول ومن سمع حدیثا فقال سمعناہ کثیرا بطریق الاستخفاف کفر وقال ابن الہمام فی التحریر انکار حکم الاجماع القطعی یکفر عند الحنیفۃ وطائفۃ قال السبکی فی جمع الجوامع جاحد المجمع علیہ المعلوم من الدین بالضرورۃ کافر مطلقا آہ قال امام الحرمین فی منکر الاجماع نبتدعہ ونضللہ پس روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اقوال مذکورہ مین سے بعض منجر بکفر بعض مرتبہ بدعت وضلالت مین ہین شاید شبہہ ہو کہ ماول تو کافر نہین ہوتا ہی جواب یہ ہے کہ بعض تو تاویل بھی نہین کرتے اور جو کرتے بھی ہین تب بھی ہر تاویل دافع کفر نہین بلکہ جو تاویل بحسب قواعد عربیہ محتمل لفظ ہو اور نیز معنے ظاہر ضروریات دین سے نہو وہ البتہ کفر سے بچا سکتی ہے نہ ایسی تاویلات بے سروپا خصوص ضروریات دین مین ورنہ چاہیے کہ ہر فرقہ تاویل کرکے اپنا مذہب قرآن کے مطابق کرکے کفر سے بچ جاوے اور ظاہر شریعت سے بالکل امان مرتفع ہو جاوے جیسے کسی نے آمنت باللہ کی تاویل کی تھی کہ آمنت باللہ اللہ میان کے ایک بلا تھا ملا نکتہ اسکی بلائی کھا جایا کرتا تھا وکتبہ اسکے ایک کتا پالا ورسلہ اور رسی مین باندہ کر رکھا نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات فی شرح العقائد النسفیۃ والنصوص تحمل علی ظواہرہا مالم یصرف عنہا دلیل قطعی والعدول عنہا الی معان یدعیہا اہل الباطن الحاد قال الخیالی فی حاشیتہ علی شرح العقائد تاویل الفلاسفۃ لدلائل حدوث العالم لا یدفع کفرہم قال المولوی عبد الحکیم علی الخیالی لان ذلک من ضروریات الدین والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر ایسے ہی تاویلات کے حق مین کہ واقع مین تحریفات ہین اللہ تعالی فرماتا ہے ان الذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون

علینا الآیہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من فسر القرآن برایٔہ فقد کفر الحدیث اور
مولوی روم رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہین سے بر ہوا تاویل قرآن میکنی * پست وکژ شد از تو معنی سنی
چون ندارد جان تو قندیلہا * بہر بینش میکنی تاویلہا * اسی وجہ سے جب مولوی علی بخش صاحب
نے علماے حرمین سے بعض اقوال کو مع تاویل کے نقل کر کے استفتا کیا اونہون نے جواب
مین یہ الفاظ لکھے اعتقادہ فاسد تو الیہود والنصاری اہون حالا منہ ضال مضل ہو خلیفۃ ابلیس
اللعین یکفر لہذا الاعتقاد اور ان علماء کے دستخط ہین ۔ حسن بن ابراہیم مفتی مالکیہ ۔ عبد الرحمن
السراج الحنفی ۔ احمد بن زین دحلان ۔ سید محمد رحمت اللہ مہاجر ۔ محمد بن عبد اللہ مفتی الحنابلہ ۔ محمد
امین مالی مفتی الاحناف بالمدینۃ ۔ اور نیز جناب مولانا محمد یعقوب ۔ صاحب کی راے بھی اس
باب مین نہایت شدید تھی اور فرماتے تھے کہ شیطان کی اور اس شخص کی کفر کی وجہ ایک ہی ہی
یعنی اصلاح وترمیم احکام شرعیہ مین ۔ یہ اقوال تو اہل ظاہر کے ہین اب جو کچھ اہل باطن کا
اس بارہ مین قول ہے وہ بھی سنا چاہیے حضرت عمدۃ الاولیا قدوۃ الاصفیا جناب مولانا محمد یعقوب
صاحب مرحوم ومغفور ومبرور مجھ سے بلا واسطہ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ مین کوئی مرد غیبی اگر مجھکو
کچھ امور بتلاتا تھا ایک بار مین نے رئیس طائفہ کی نسبت دریافت کیا کہ یہ کیسا شخص ہے جواب دیا
کہ دجال ہے مین نے پوچھا کہ دجال یک چشم ہوگا خدائی کا دعوی کریگا جواب دیا وہ دجال معروف
نہین بلکہ قرب قیامت مین چوتیس دجال ہونگے اور حدیث مین آیا ہے اُنہین سے ایک ہے
مین نے کہا اُس حدیث مین ہے کلہم یزعم انہ نبی اللہ یہ تو نبوۃ کا مدعی نہین جواب دیا کہ دعوی عام ہے
صریح وضمنی سے ضمناً یہ بھی مدعی نبوت ہے کیونکہ نبی کے احکام کو خلاف عقل بتاتا ہے اور معترض
معترض علیہ کے ساتھ مساوات کا مدعی ہوتا ہے نبی کا مساوی نبی ہوگا پس یہ دعوی نبوت کا ہے
پھر کہا کہ اس امر کو مشتہر کردو وہ حالت فرو ہوئی مولویصاحب فرماتے تھے مین مدرسہ مین آیا پرچہ
تہذیب الاخلاق کا رکھا تھا اوٹھا کر جو دیکھا تو بطلان استرقاق کی بحث لکھی تھی اُسوقت تصدیق
مکاشفہ کی ہوئی اور نیز مولانا ممدوح الذکر ارشاد فرماتے تھے کہ مکاشفہ سے دریافت ہوا کہ جو قوم
امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ لڑیگی وہ نیچری ہونگے راقم کہتا ہے کہ کچھ عجب نہین کیونکہ ظہور
مہدی کے تو منکر بھی ہین جب وہ مہدویت کا دعوی کرین گے غالباً اُنکی تکذیب کر کے مقابلہ و

ومقاتلے پیش آئینگے چونکہ امر کفر اشد واغلظ ہے اگرچہ مجھکو ان روایات ومکاشفات پر اطمینان
وافی ہے مگر مین بسبب ادعاے ظاہری اسلام کے اطلاق اس لفظ سے احتیاط کرتا ہون البتہ
اعلی درجہ کا گمراہ اور مبتدع کہتا ہون اور نہ دل سے دعا کرتا ہون کہ اللہ تعالے انکو توفیق توبہ
کی عنایت فرمائے اور اگر توبہ مقدر نہو تو موافق اپنی عادت کے جلدی کوئی مجدد پیدا کرے کہ
وہ راس واساس اس مذہب کو کندہ وسر افگندہ کردے ؂ اس درد دل سے موت ہو یا دل
کو تاب ہو ٭ قسمت مین جو لکھا ہے الٰہی شتاب ہو۔ اگرچہ اسلام کو ایسے خروش بیجا سے کوئی
مضرت نہین کما قال اللہ تعالی یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون
ونعم ما قیل بالفارسیۃ ؂ چراغی را کہ ایزد بر فروزد ٭ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد۔ لیکن جب
دیکھتے ہین کہ بعض نوجوان نادان نو دولت بگڑتے چلے جاتے ہین تو بمقتضائے ؂ چو از محنت
دیگران بیغمی ٭ نشاید کہ نامت نہند آدمی ٭ دل تڑپتا ہے اللہ تعالی سب بھائیون کو مکائد حیال
شیاطین انسی وجن سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ جب معلوم ہوچکا فتوی علمار کا اس فرقہ کے حق مین
پس جاننا چاہیئے کہ اقتدا انکی صحیح نہین کہ ادنی شرائط امامت سے اسلام ہے اور وہی برائے نام
ہے فی الدر المختار ویکرہ امامۃ مبتدع ببدعۃ لا یکفر بہا وان کفر بہا فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ ہذا
تیسر لی مستندا بکلام جمع من الفضلاء مع ما زدت علیہ من الفوائد اللہم ثبتنا واخواننا علی الحق والایمان
ومن زائغ منا فارجعہ الی الصدق والایقان ولا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا بالتبیان ولا تسلط علینا
النفس والشیطان واجتنبنا من البدع والطغیان الی ان تنزع ارواحنا من الابدان ثم ادخلنا
دار الخلد والرضوان وقنا عذاب النیران والہوان ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم المنان
ویرحم اللہ عبدا قال آمینا واللہ اعلم وبیدہ ازمۃ الحکم۔ ذی الحجۃ سنہ ۱۳۰۴ھ

سوال۔ جو شخص کہ پہلے علم مذہبی وقرآن بخوبی پڑھکر پابندی نماز وروزہ وغیرہ کی رکھے اور علم
انگریزی یا ہندی وغیرہ واسطے معاش کے سیکھے تو کچھ حرج تو نہین۔ انگریزی دان کے پیچھے نماز
پڑھنا درست ہے یا نہین۔

الجواب۔ انگریزی ایسے ہی ہندی منجملہ لغات یعنی زبانون کے ایک زبان ہے اور زبان فی
نفسہ کوئی قبیح نہین بلکہ نعم خداوندی سے ایک نعمت ہے کما قال تعالی ومن آیاتہ خلق السموات

والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذلک لآیات للعالمین الآیۃ اور خود رسول صلعم نے
فارسی مین کہ آپکے زمانہ مین آتش پرستون کی زبان تھی تکلم فرمایا ابو ہریرہ رض سے پوچھا اشکمت
درد الی آخر الحدیث رواہ ابن ماجہ البتہ کبھی بعض عوارض کیوجہ سے قبیح لغیرہ ہو جاتی ہے پس
اگر وہ عوارض نہون صرف کسی مصلحت دینی مثل رد نصارٰی و ہنود یا دنیوی مثل کسب معاش
وغیرہ کے لیے سیکھے تو جائز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابت رض کو لغت وخط
سریانی کہ اُس زمانہ مین یہود کا لغت اور خط تھا واسطے ضرورت مراسلت ومکاتبت یہود نکے
سیکھنے کے لیے فرمایا تھا چنانچہ وہ آدھے مہینے سے کم مین سیکھ کر لکھنے پڑہنے لگے عن زید بن ثابت
رضی اللہ عنہ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اتعلم السریانیۃ وفی روایۃ انہ امرنی ان
اتعلم کتاب یہود وقال انی ما امن یہود علی کتاب قال زید بن ثابت فما مر بی نصف شہر حتی تعلمت فکان
اذا کتب الی یہود کتبت واذا کتبوا الیہ قرأت لہ کتابہم رواہ الترمذی اگر وہ عوارض ہون تو اسوقت
اجتناب واجب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو توراۃ شریف
پڑہنے سے منع فرمانا صحاح مین مذکور ہے کہ احتمال مفاسد کثیرہ کا تھا سو اگر کوئی ایسا شخص جو اپنی
ضروریات دینیہ عقائد ومسائل سے واقف ہو اور ظن غالب ہو کہ یہ شخص بوجہ صحبت کفار وفجار
کے اُنکے خیالات یا رسوم یا وضع کی طرف مائل اور اپنے دین سے سُست عقیدہ نہوگا واسطے کسب
معاش حلال وغیرہ کے انگریزی یا ہندی پڑہے جائز ہے اور جو ہنوز اپنے مذہب سے واقف
نہین خصوصًا جبکہ کم عمر ہو اور غالب ہے کہ ایسے لوگون کی مصاحبت سے اُنکی طرف میلان و
رجحان اور اپنے مذہب سے ضعف اعتقاد پیدا ہوگا ایسے شخص کے لیے البتہ ممنوع ومصداق
ویتعلمون ما یضرہم ولا ینفعہم الآیۃ کا ہے اور اقتدا پہلے شخص کی بلا کراہت جائز ہے دوسرے شخص
کی اگر وہ کسی عقیدہ مکفرہ کا معتقد ہوگا بالکل جائز نہین اگر صرف مرتبہ بدعت وضلالت نین ہو تو
بکراہت جائز ہے ویکرہ الامامۃ مبتدع لا یکفر بہا وان کفر بہا فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ در مختار
واللہ اعلم مگر آجکل تو اکثر دیکھا جاتا ہے کہ انگریزی پڑھنے سے خرابی پیدا ہوتی ہے ضرہ اقرب من نفعہ
لہذا احتیاط مناسب ہے کچھ اسی علم پر روزی منحصر نہین اور ہوس کا کوئی منتہا نہین ــــ ولنعم ما
قیل ـــ علم چہ بود آنکہ رہ بنمایدت ؛ زنگ گمراہی ز دل بزدایدت ؛ این ہوس ہا از سرت.

بیرون کند ؛ خوف وخشیت در دلت افزون کند ؛ واللہ ولی العصمۃ۔

سوال۔ اگر پابندی صوم وصلوٰۃ رکھے اور لباس تبدیل کرے یعنی کوٹ وغیرہ پہنے تو درست ہے یا نہیں۔

الجواب۔ تشبہ کفار کے ساتھ لباس وغیرہ مین ممنوع ہے لقولہ علیہ السلام من تشبہ بقوم فہو منہم رواہ ابو داؤد وقولہ علیہ السلام فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس رواہ الترمذی وقولہ عم لعبد اللہ بن عمرو بن العاص ان ہذہ من ثیاب الکفار فلا تلبسہا رواہ مسلم ولقولہ علیہ السلام ان الیہود والنصاری لا یصبغون فخالفوہم۔ متفق علیہ ولقولہ علیہ السلام خالفوا المشرکین متفق علیہ وقال انس بن مالک رض احلفوا ہذین او قصوہما فان ہذا زی الیہود رواہ ابو داؤد وقال سعید بن المسیب رح لا تشبہوا بالیہود وغیرہا من الاحادیث الکثیرہ بوجہہ تنگدلی وضیق وقت کے اسپر اکتفا کیا گیا جسکو یہ مسئلہ مع مالہ وما علیہ کے دیکھنا ہو امداد الآفاق دیکھلے موٹی بات عاقل کے نزدیک یہ ہے کہ اپنی بیوی کا لباس پہنکر مجمع مین آنا شاید حد سے زیادہ ناگوار ہوگا اور حدیث مین لعنت بھی آئی ہے حیرت ہے کہ مومنہ کا لباس ایسا غیر مستحسن اور کفار کا لباس زیب تن۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؛ ذنعم ما قیل ؎ ای قدم برداشتنہ از راہ دین ؛ از چہ شد ماکول وملبوست چنین ؛ چند مالی شبہ ناک آری بکف ؛ تا کہ جاکٹ پوش باشی خوش علف ؛ عاقبت سازد ترا از دین بری ؛ این تن آرائی وآن تن پروری ؛ ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ

رسالہ خطاب الندوہ

معہ مکاتبت کالج علیگڈھ

(تمہید از جامع رسالہ) حامداً و مصلیاً - اندنون اتفاقاً فیما بین مجلس ندوۃ العلماء و جامع منقول و معقول حاوی فروع و اصول حضرت مولٰنا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کچھ خط وکتابت واقع ہوئی چونکہ ان تحریرات سے ندوہ کی اصلی حالت منکشف ہوتی ہے جس سے بہت سے حضرات جو ندوہ کے باب مین متردد ہین اطمینان و یکسوئی حاصل کرسکتے ہین و نیز ان تحریرات مین خود بہت سے مضامین مفیدہ ایسے ہین کہ ندوہ کے تعلق سے قطع نظر کرکے دوسرے خدمتگزاران اسلام کے کام آسکتے ہین اس لیے ایک بے غرض جماعت کے مشورہ دینے سے اس مجموعہ کی اشاعت مناسب معلوم ہوئی بجز فوائد مذکورہ بالا کے اور کوئی کسی پر مخالفانہ حملہ کرنے وغیرہ کا قصد اس کی اشاعت کا منشا نہین ہے اور خود حضرت موصوف کا مذاق طبیعت بھی ایسے اغراض اور خیالات سے قطعاً نفور ہے چنانچہ ناظرین ملاحظہ کے بعد خود معلوم فرمالین گے اور اس پر بھی اگر کوئی صاحب خطاً یا عمداً ایسا گمان فرمادین تو اُنکے جواب مین بجز ان بعض الظن الخ پڑھ دینے کے اور زیادہ کہنا بیکار ہے فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم -

ندوہ کا پہلا خط

(جس کے ساتھ ایک رسالہ موسوم بہ الندوہ جلد اول نمبر اول بھی تھا) بخدمت جامع الکمالات القدسیہ مولوی محمد اشرفعلی صاحب دام مجدہ - بعد سلام مسنون الاسلام کے گذارش ہے - ندوۃ العلماء نے ایک ماہوار رسالہ جاری کیا ہے جو جناب کی خدمت مین بغرض ملاحظہ مرسل ہے اور ہمیشہ بھیجا جائیگا اگر جناب ازراہ کرم کبھی کبھی اپنے مضامین اس مین شائع ہونے کو عنایت فرمادین تو خاکسار شکرگذار ہوگا ضرور ہے کہ ایسے مضامین بھی اسمین شائع ہون جس مین نئے خیال والون کو اخلاق حسنہ اور روحانی کیفیتون کے حاصل کرنے کا شوق دلایا جاوے اور دکھایا جاوے کہ مجرد مادی ترقی انسان بنانے کا آلہ نہین ہے مجھکو یقین ہے کہ موجودہ لوگون مین جناب سے بہتر اس کام کو

کوئی نہیں کرسکتا لہذا از راہ عنایت میری استدعا قبول فرمائی جاوے والسلام - ناظم ندوۃ العلماء

الجواب مخدومی مکرمی ذامت برکاتہم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الطاف نامہ مع رسالہ الندوہ نمبر اول جلد اول پہونچا یادآوری سے ممنون ہوا مولانا بدو فطرت سے مجھکو طبعاً نفرت ہے کہ کسی امر کے متعلق خطاب خاص کرون کیونکہ تجربہ نے اسکا شاق ہونا ثابت کردیا ہے لیکن چونکہ الطاف نامہ مین مجھکو مضمون بھیجنے کی اجازت ہوئی ہے امید غالب ہے کہ یہ مضمون خاص جس کا حاصل ایک مشورہ خیرخواہانہ ہے باوجود خطاب خاص ہونے کے بوجہ اذن من وجہ کے اہل مجلس کو ناگوار نہ ہوگا وھو ہذا - مسلمانون کو جس چیز کی اسوقت بلکہ ہر وقت ضرورت ہے وہ صرف اُن کے دین کی اصلاح ہے اور دنیا کی صرف اُتنے حصہ کی جس کو اُن کے دین کی حفاظت مین دخل ہے جو انجمن یا جزو رسالہ اصلاحی خدمت کی حیثیت سے تجویز کیا جاوے اُس کا کام یہی ہونا چاہیے اور اُس کے ساتھ ہی یہ بھی ضرور ہے کہ اس اصلاح کے متعلق جو تقریر کیجاوے جو تدبیر بتلائی جاوے وہ اولاً صاف اسقدر ہو کہ فہم غرض مین ابہام یا خلاف حق کا ابہام نہ ہو ثانیاً حتی الامکان مختصر اور سہل ایسی ہو کہ حالت موجودہ مخاطب کی اُسکی برداشت کرسکے ثالثاً چند مقاصد کے اجتماع مین رعایت الاہم فالاہم کی ہونا چاہیے - اس تمہید کے بعد مین اس رسالہ کے متعلق اور جس مجلس سے یہ رسالہ شائع ہوا کریگا اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہون سب سے اول مضمون اس مین ندوہ کی ضرورت کا ہے جسکی وجہ ضرورت کے اثناء تقریر مین یہ مقاصد مذکور ہین "ہمارے[1] علوم وفنون" ان علوم وفنون کی توضیح وتعیین ضروری تھی آیا یہ وہ علوم ہین جن کو حفاظت مذہب مین دخل ہے یا صرف وہ ہین جو صرف مایہ تفاخر واشتہار ہین شق اول پر ضرورت ندوہ کی ثابت لیکن ابہام یا ایہام شبہہ باقی جو بدون تفصیل وتوضیح رفع نہین ہوسکتا - شق ثانی پر ضرورت ہی ثابت نہین بلکہ بالعکس مضر ہونیکا حکم ظاہر اسی طرح **قومی خصوصیات** ایک مجمل لفظ ہے جسمین بعینہ یہی تقریر جاری ہے اس کے بعد تدبیر کی تقریر مین تعلیم[2] قدیم مین یہ نقص بیان کیا گیا ہے کہ اُن سے یہ اغراض

[1] رسالہ الندوہ کی اصل عبارت یہ ہے ہمارا روئے سخن اون بزرگون کی طرف ہے جن کا یہ خیال ہے کہ جدید تعلیم کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہی کہ ہمارے علوم وفنون ہمارا مذہب ہماری قومی خصوصیات مٹنے نہ پائین ۱۲ [2] اصل عبارت الندوہ کی یہ ہے - قدیم تعلیم اول توچراغ سحری ہی دوسرے وہ اسقدر ایک تنگ دائرہ مین محدود ہوگئی ہے کہ اُس سے اس قسم کے اغراض حاصل ہونے کی توقع نہین ہوسکتی ۱۲

حاصل ہونے کی توقع نہین - کاش اگر وہ اغراض متعین ہوتین تو ہر مسلمان اس مین غور کر سکتا کہ آیا تعلیم قدیم سے یہ غرض حاصل نہین ہو سکتی یا کوئی خفیف سی کمی ہے جس کا بہت تھوڑی ترمیم یا اضافہ سے تدارک ہو سکتا ہے وہی ابہام یہان بھی ہے جو دوسرا یہ نقص دکھلایا ہے کہ ان مین علمی[1] بلند نظری نہین پیدا ہوتی بلند نظری کی مطلق شرح نہین کی تعلیم اسلامی سے جو اصلی مقصود ہے عقائد و اعمال و اخلاق کا درست ہو جانا جس کا حاصل طلب رضاے حق ہے آیا بلند نظری اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اگر نہین ہے تو اس کے لیے تعلیم قدیم مین کیا کوتاہی ہے کیا جن افراد مین یہ اوصاف حمیدہ پیدا ہو جاتے ہین اُن کو کوئی جزو تعلیم جدید کا بھی حاصل کرنا پڑتا ہے یا بہت سے لوگ جو آج بزعم خود اپنے بلند نظر ہونے کا دعوے رکھتے ہین اور اس کے لیے طرق جدیدہ ایجاد کرتے ہین اُنہون نے اس تعلیم قدیم کے سوا کچھ اور حاصل کیا ہے یا اپنی حالت پر اس مضمون کو صادق کر رہے ہین ؎ کس نیاموخت علم تیر از من ؛ کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد ؛ اور اگر بلند نظری کوئی اور چیز ہے تو نعوذ باللہ کیا حق تعالیٰ سے بھی زیادہ کوئی چیز بلند ہو سکتی ہے آگے ایک لفظ ہے "قوم[2] کی بقا" یہ بھی محتاج شرح ہے آیا مذہب کی بقا کے علاوہ اس کے کچھ اور مفہوم ہے یا اسی کی دوسری تعبیر ہے - شق اول پر ضرورت ثابت نہین شق ثانی پر اس کو کئی امر پر موقوف قرار دیا گیا ہے قومی لٹریچر - قومی علوم و فنون - قومی تاریخ - یہ لٹریچر تو اس کوتاہ نظر کی سمجھ مین نہین آیا نہ اسوقت کوئی انگریزی جاننے والا پاس ہے اور نہ مین نے فضول سمجھکر ایسے شخص کو ڈھونڈا جب اسلامی رسالہ ہے مسلمان مخاطب ہین تو خواہ مخواہ اس مین دوسرے الفاظ داخل کرنا کون ضرور تھا کیا عملی طور پر انگریزی کی ضرورت ثابت کیجاتی ہے لیکن اگر اس کا یہ طریق تجویز کیا گیا ہے تو کامیابی مشکل ہے اس لیے کہ ہر شخص وہی کہسکتا ہے جو مین نے کہا کہ ہم کو مشورہ ایسے الفاظ سے دیا ہے کہ ہم سمجھے نہین اس لیے ہم غور کرنے سے معذور ہین یہ تو شفقت اور ہمدردی سے بمراحل دور ہے - کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم قضیہ مسلمہ ہے بھلا انگریزون کی زبان سمجھنے کے لیے تو انگریزی جاننے کی ضرورت ابتک بیان کیجاتی تھی مگر اس طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے دنون مین یہ بھی کہا جاویگا کہ ہندی مسلمانون کے زبان سمجھنے کے لیے بھی انگریزی پڑھو مگر اس التماس کا کیا

[1] اصل عبارت یہ ہے طریق تعلیم اس قسم کا ہے کہ خاص کتابون کے پڑھا دینے کے سوا طالب العلم مین کسی قسم کی بلند نظری نہین پیدا ہوتی ۱۲

[2] اصل عبارت یہ ہے کسی قوم کی بقا کے لیے ضرور ہے کہ ان کے پاس اسکا قومی لٹریچر ہو - قومی علوم و فنون ہون قومی تاریخ ۱۲

جواب ہوگا کہ جناب جبتک ہم ابہی کاہلی سے نہ پڑھینگے اُسوقت تک ہماری ہمدردی کا اقتضار یہی ہے کہ ہم سے ہماری زبان مین خطاب فرمایا جاوے آگے ہے "**قومی علوم وفنون**" اسکی تفسیر اگر متعین ہوتی تو کچھ عرض کیا جاتا آگے ہے قومی تاریخ سو اس کا دین کے موقوف علیہ ہونے مین کتنا حصہ ہے مین اسکے سننے کا مشتاق ہون کہ حضرات صحابہ رضؓ نے جو اس قدر ظاہری و باطنی حیرت مین ڈالنے والی ترقی کی اُس مین قومی تاریخ سے کتنا کام لیا تھا یا اب کون وجہ اُس کے دخیل ہونے کی نئی پیدا ہوئی ہے اس کے بعد ندوۃ العلماء کا یہی مقصد ہونا لکھا ہے[1] اور ساتھ ہی ظہور نتائج کو ایک معتد بہ جماعت کے نکلنے پر موقوف کہا ہے اس مین اولا یہ عرض ہے کہ ہر مقصود اور اُس کے طریق مین ایک مناسبت و ملازمت کا ہونا ضروری ہے سو دریافت طلب یہ امر ہے کہ ندوہ کی حالت موجودہ کو اس مقصود کی تحصیل سے وجہ ملازمت کیا ہے وہان اسوقت جو تعلیم ہے جو تربیت ہے اُسکو کوئی خاص معتد بہ امتیاز دوسری درس گاہون سے حاصل ہے جس سے اورون سے اس نتیجہ کا غیر متوقع ہونا اور ندوہ سے اُس کا متوقع ہونا تسلیم کیا جا سکے۔ ثانیا اس ظہور کی کوئی تخمینی مدت بھی ہے یا مثل مشہور ع تا تو یمن میرسی من بخدا میرسم ٭ کا مصداق ہے اگر شق ثانی ہے تو فاتحہ کے ساتھ خاتمہ۔ اگر شق اول ہے تو جتنی مدت اس درسگاہ کو قائم ہوئے۔ ہو چکی ہے کیا یہ مدت قلیل تھی اس مدت کے اندر اُن پرانی غیر منتظم گداگر غیر منضبط مختلف درسگاہون مین ایک کثیر التعداد جماعت میزان سے صدرا بیضاوی تک پہونچکر آج قومی اصلاح مین مشغول ہین اور یہان ہنوز روز اول ہی ہی پھر آیندہ کیا توقع کیجاوے اگر یہ عذر کیا جاوے کہ وہ نتائج ایسے عالی اور صعب ہین کہ اُن کے لیے مدۃ طویلہ عریضہ درکار ہے تو اُسکی نسبت یہ کہا جاویگا کہ یہ قصد قاعدہ عقلیہ واجب الرعایت الاہم فالاہم کے خلاف ہے مسلمانون کی موجودہ حالت جن امراض کے علاج کا تقاضا کر رہی ہے وہ قابل نظر بھی زیادہ ہین اور اُن کا علاج بھی مختصر اور سہل ہے اُس کو چھوڑ کر قوم کو ایسے مشکل کامون مین لگانا اُنکو تلف کرنا ہے ؎ طفل را اگر نان دہی بر جائے شیر ٭ طفل مسکین را ازان نان مردہ گیر ٭ آگے رسالہ کے اغراض[2] کا بیان ہے۔ (۱) اسلامی علوم

---

[1] اصل عبارت یہ ہے ندوۃ العلماء کے قائم کرنیکا اصلی مقصد یہی تھا لیکن اسکے نتائج اسوقت ظاہر نہین ہو سکتے جبتک ایک معتد بہ جماعت اس کی درسگاہ سے تعلیم پاکر نہ نکلے ۱۲

[2] اصل عبارت الندوہ کی یہ ہے۔ اسی بنا پر یہ مناسب معلوم ہوا کہ

وفنون کا اُردو مین بیان ہونا۔ ان علوم وفنون کا اجمالی اس مین کچھ رائے دینے سے مانع ہو رہا ہے (۲) مسلمانون کی تہذیب وتمدن پر تاریخانہ مضامین لکھا جانا۔ یہ تہذیب وتمدن کا لفظ بھی نہایت مبہم ہے اور اگر اسکے وہی معنے ہین جو آجکل عام زبانون پر جاری ہین تو معلوم نہین اسکو حفاظت دین مین کیا دخل ہے بلکہ اگر احتمال ہے تو مضر ہونے کا ہے اور اگر تہذیب سے مراد تہذیب نفس ہے اور تمدن سے بھی وہی تمدن جو اس تہذیب کا اثر ہو جیسے خشیت حق تعالےٰ سے تواضع زہد وقناعت سادگی حق تعالیٰ کی محبت مین جان ومال آبرو ننگ وناموس باختہ کردینا اگر ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر زمین پر گرجاوے تو اُسکو خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھکر مٹی پونچھکر غیر قوم کے رئیسون کے سامنے کھاجانا اور کسی کے یہ کہدینے کا کہ یہ لوگ ہنسین گے اپنے دل مین تحقیر کرین گے آزادی کے ساتھ یہ جواب دیدینا کہ کیا مین چند نادانون کے ہنسنے پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ دونگا۔ کپڑا پھٹ جاوے تو بے تکلف کئی کئی پیوند لگا لینا۔ کسیوقت جوتہ چھوڑ کر محض تواضع کے خوگر ہونے کو دور تک ننگے پانو چلا جانا۔ اپنا سودا سلف خرید کر بلا محوق عار سر پر اُٹھائے ہوئے بازار مین کو نکل آنا۔ غلطی سے اپنے نوکر پر زیادتی ہو جاوے تو اُس کی خوشامد کرنے تذلل کے ساتھ اپنی خطا اُس سے معاف کرانا۔ کوئی غریب مزدور بھرے مجمع مین آکر اپنے حق کا تقاضا کرنے لگے تو مکدر نہونا۔ اپنے کو سب سے کم سمجھنا۔ اگر ذرا دماغ مین ترفع کا احتمال بھی پیدا ہو تو اُس کے معالجہ کے لیے کسی غریب کے دروازہ پر جاکر اُس کے گھر سے دو گھڑے مانگ کر کنوئے سے پانی بھر کر اُس کے گھر دے آنا الی غیر ذلک۔ تو ایسے تہذیب وتمدن پر قربان جو رسالہ یا جو مجمع اس کی تعلیم کرے ہم اُس پر نثار لیکن ابتک جتنے نمونے دکھلائے گئے ہین اور دکھلائے جا رہے ہین جن مین سے ایک رسالہ پیش نظر بھی ہے جس کے لفظ لفظ سے افتخار وشوکت اور ترفع وابہت

مسائل اس طریقہ سے اُردو زبان مین ادا کیئے جائین کہ انگریزی اور اردو خوان جماعت بہ آسانی ان کو سمجھ سکے اور ان سے فائدہ اُٹھاوے (۲) مسلمانون کی تہذیب وتمدن پر تاریخانہ مضامین لکھے جائین (۳) حتی الامکان اسلام کو فلسفہ حال کے حملون سے بچایا جاوے (۴) علوم قدیمہ وجدیدہ مین موازنہ کیا جاوے (۵) جو علوم مسلمانون نے یونان وغیرہ سے لیے اُن کی تاریخ اس طرح لکھی جاوے جس سے ظاہر ہو کہ مسلمانون نے ان علوم مین خود کس قدر اضافہ کیا اور آج یوروپ نے ان علوم کو جس حد تک ترقی دی اس سے ان کو کیا نسبت ہے یہ پرچہ اسی غرض سے نکالا جاتا ہے اس کے ماسوا اس پرچہ کا یہ بھی ایک بڑا مقصد ہے کہ علوم جدیدہ کے مسائل اُردو زبان مین لائے جاوین تاکہ عربی خوان گروہ

برس رہا ہے اور اس سے زیادہ نمونے وہ ہین جن کا نام سالانہ جلسے ہین۔ اس رسالے کے کاغذ کا ضرورت سے زیادہ قیمتی ہونا میرے پاس جو خط آیا ہے اُس کے کاغذ کا بہت عمدہ ہونا۔ اُس کے ساتھ بے ضرورت ایک سادہ کاغذ کا کوتل آنا بھی چھوٹے نمونون مین داخل ہی غرض ابتک تمام علامات سے یہی مترشح ہو رہا ہے کہ مقصود اصلی خلق کی نظر مین بڑا بننا ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی نظر مین مقبول ہونا ان نمونون کو دیکھکر بے اختیار زبان پر یہ مصرعہ آتا ہے ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ البتہ اللہ تعالیٰ قادر ہین کہ اُن نمونون کے غیر مستحسن ہونے کا اعتراف کرکے آیندہ کو ترک کردین جو کہ ان استبعاد کے مبانی تھے تو البتہ توقع ہو سکتی ہے کہ ایسے تہذیب و تمدن پر مضامین ترغیبی لکھے جاوین (۳) عقائد اسلامی کو فلسفہ کے حملون سے بچانا۔ اُن کے بھی دو طریق ہین۔ ایک وہ جو سید صاحب علیگڈھی نے اختیار کیا تھا کہ عقاید ہی مین تبدیل کردی پھر اُن کو فلسفہ پر منطبق کردیا۔ دوسرا طریق وہ جو علما نے ہمیشہ سے اختیار کیا ہے کہ جہان مسئلہ عقلیہ قطعی ہو وہان عقائد کی عدم مخالفت ثابت کردی اور جہان قطعی نہ ہو وہان اُن سے برہان کا مطالبہ کیا اور جہان نص قطعی غیر محتمل التاویل کے خلاف ہوا اُس کے بطلان کا دعویٰ کرکے دلیل سے ابطال کردیا اگر طریق اول ہوگا تو اُس کی نسبت تو اتنا کہدینا کافی ہے ع حق تعالیٰ زین چنین خدمت غنی ست۔ اور اگر طریق ثانی ہوگا تو مبارک ہو۔ اس وقت یہ امر بہت ہی ضروری ہے مگر اطمینان جب ہوگا جب ہوگا جب دو چار مضمون نمونہ کے طور پر نظر سے گذر جاوینگے (۴) علوم قدیمہ و جدیدہ مین موازنہ کرنا معلوم نہین اسکو حفاظت دین سے کیا تعلق ہے۔ (۵) علوم ماخوذہ من اہل الیونان کی تاریخ خاص طور پر لکھنا۔ حفاظت دین سے اس کے تعلق کیوجہ بھی سمجھ مین نہین آئی سب کے اخیر مین بغرض تمتع عظ خوانون کے علوم جدیدہ کا اردو مین لانا منجملہ مقاصد بیان کیا گیا ہے اس تمتع سے کیا مراد ہے۔ آیا صرف تفریح یا اُن کو جواب کا طریقہ بھی بتلانا۔ شق اول پر شعر گفتن چہ ضرور یاد آتا ہے شق ثانی پر اگر بمسائل مع الجواب ہونگے تو نمبر (۳) سے ممتاز نہوا۔ اور اگر بلا جواب ہونگے تو خواہ مخواہ خیالات مین شورش پیدا کرنا اور سلیم طبیعت کو سقیم بنانا کونسی خدمت دین ہے۔ یہانتک ندوہ کی ضروریات کا مضمون ختم ہوچکا جسپر مختصر معروضات قلمبند کئے گئے اس کے بعد اس مضمون نے **مذہب انسان کی فطرت مین داخل ہے**۔ یہ مضمون عجب گون ہے

ع۵ رسالہ الندوہ جلد ۱۔ نمبر ۲ کے صفحہ ۳ پر اس عنوان سے ایک مضمون ہے جو کتاب مسمی بہ الکلام سے ماخوذ ہے ۱۲

یا مضر ہے کیونکہ مذہب سے مراد مذہب حق ہے یا مطلق مذہب - اگر مذہب حق مراد ہے تو گول ہے
اُس کی تصریح ہونی چاہیے تھا دوسرے اُس کا مشترک ہونا لازمۂ انسانی ہونا با وجود ہزارون
مذاہب باطلہ پائے جانے کے فی نفسہ بھی صحیح نہین اور اگر مطلق مذہب مراد ہے تو ماول کرکے صحیح
کہسکتے ہین لیکن اس صورت مین مضر ہے کیونکہ اس مضمون کو دیکھنے سے اول نظر مین شبہہ ہوتا ہے
کہ تمام مذاہب بوجہ موافقت فطرۃ انسانیہ کے حق ہونگے حالانکہ مبنی بھی فاسد اور مبنی بھی فاسد جانے
غور ہے کہ ایسے مضامین سے دین کو کیا مدد پہونچ سکتی ہے آگے **علوم القرآن** پر مضمون ہے اس
کے مطاوی تقریر مین جو جابجا تسامحات ہین اُن سب سے قطع نظر کرکے صرف اسقدر گذارش ہے
کہ اس مضمون سے کیا مقصود ہے اگر محض گزشتہ حالت کو دکھلا کر ماضی پر حسرت دلانا اور حال
مین ملامت کرنا اور استقبال مین تحسر اور غم ملامت مین معطل کر دینا ہے تب تو یہ سراسر افساد اور تعلیم
اسلام کے خلاف ہے اور اگر تدارک کی ترغیب دینا ہے تو اُسکا طریق بتلانا چاہیے اُن کتابون کا نام
متعین کرنا چاہیے اور طرز عمل کی تعلیم چاہیے اگر یہ نہین ہے تو یہی گمان ہوتا ہے کہ مضمون نگار صاحب
اپنی تاریخی واقفیت کو دکھلا رہے ہین اور ہمہ دان کہلانا پسند کرتے ہین جسکا حاصل ہمدردی چھوڑ کر
خود غرضی کا اہتمام کرنا ہے اس کے بعد **اخلاق عرب** پر مضمون ہے مضمون مفید ہے لیکن غایت
اسکی جسکا خود اُس مضمون مین اقرار ہے اسقدر سست اور خام ہے کہ اُسنے مضمون کو اسلامی خدمت
سے بمنازل دور کر دیا وہ غایت یہ ہے کہ یوروپین ناموں کے ساتھ عرب کے مقدس نام بھی ہمارے
نوجوانون کی زبانون پر ہونگے آہ اگر بجائے اس کے یہ نیت ہوتی کہ ہمارے نوجوان اُن اخلاق مین اُن
کی تقلید کرین گے تو اس نیت سے اس مضمون کا ثواب بھی ملتا اس کو اسلامی خدمت بھی کہتے پھر اخلاق
مین سے وہ اخلاق سب سے مقدم لکھے ہین جو آجکل مایۂ ناز و افتخار شمار کیے جاتے ہین کاش سب سے
پہلے خشیت الٰہیہ کو لکھتے جو مبنی ہے سب خوش اخلاقیون کا تو آلاہم فالاہم کی کیسی رعایت ہو جاتی
کیا کہون اللہ تعالےٰ معاف فرمادے یہی وہ قرائن ہین جن سے بالاضطرار یہی شبہہ عود کر آتا ہے
کہ قبلۂ توجہ تمامتر عالمین و کائنین کا وہی شان و شوکت اور مفاخرت و رفعت ہے جو کہ عقلاً و نقلاً
جڑ ہے تمام مفاسد اخلاقیہ کی اس کے بعد عربی زبان پر مضمون ہے اُس کا حاصل بھی بجز قدامت پر
افتخار کرنے کے کچھ نہین معلوم ہوتا اس کے بعد **مثنوی مولانا روم** مین سے مسائل فلسفیہ کا

استنباط کیا گیا ہے اول تو وہ استنباطات خلاف واقع ہین تجاذب ذرات کو فلاسفہ اقتضائے
طبیعت مانتے ہین مولٰنا بیچارے "زان حکم پیش"، کی قید سے اس مسئلہ کی مخالفت کر رہے ہین
پھر وہ صرف جفت، جفت کی تخصیص کر رہے ہین چنانچہ زمین و آسمان کی تمثیل شاہد صدق ہے اور
فلاسفہ جن اجسام مین تجاذب مانتے ہین وہ سب جفت نہین ہین تیسرے مولانا کی مراد عشق سے
یہ کشش بھی نہین جس سے ہر جسم اپنے حیز مین قائم ہو جاوے بلکہ مراد احتیاج ہے آثار مین جیسے مین
انبات مین محتاج ہے مطر سماء کی وعلی ہذا اس کے بعد جو مولٰنا نے حکایت لکھی ہے اُس کو خود ہی
آگے چلکر رد کر دیا ہے جہان فرمایا ہے ؎ بلکہ دفعش میکند از شش جہات ؎ تو اس صورت مین
مولٰنا کی نسبت اس کہنے سے کہ یہ فلسفہ جدیدہ کو ظاہر کر رہے ہین یہ کہنا زیادہ زیبا ہو گا کہ وہ
اُسکو رد کر رہے ہین اور قطع نظر ان سب امور کے یہ تجاذب یا تدافع محض تمثیل کے طور پر نقل فرما رہے
ہین نہ اُسکا اثبات ہے نہ اُس کی نفی ہے اُن کو اس سے تعرض ہی نہین اسیطرح تجاذب ذرات
کے استنباط کا حال سمجھئے تجاذب اصطلاحی اور ہے اور مطلق میل اور ہے تجاذب جسکا دعوی فلاسفہ
کرتے ہین اتصال کے بعد ہو جاتا ہے اور اُس کو اتصال کی بقاء کا سبب کہتے ہین اور مولٰنا خود
میل کو سبب حدوث اتصال کہتے ہین جس کے لیے لازم ہے کہ وہ اجزاء اپنے پڑوسی اجزاء کو چھوڑکر
ان مین آملے تو اس سے تو واضع مین تجاذب کا ابطال لازم آیا نہ کہ اُسکا اثبات پھر ہم یہ کہین گے
کہ محض مضمون تمثیلی ہے نہ کہ تحقیقی آگے تجدد امثال کو مستنبط کیا ہے مجھکو تحقیقات جدیدہ کا اس باب
مین پورا علم نہین کہ اس دعوے کا کیا حاصل ہے مستدل صاحب نے جو لکھا ہے کہ یہانتک ایک
مدت کے بعد الخ اس کو اگر اس دعوے کی تفسیر سمجھی جاوے تو تجدد امثال سے اُسکو کوئی علاقہ
نہین کیونکہ اس صورت مین اس تجدد کے لیے ایک مدت زمانی کی ضرورت ہے اور تجدد امثال مین
تبدل ہر آن ہے و نشان بینہا اور اگر اور کچھ تفسیر ہے تو معلوم ہونے پر غور کیا جا سکتا ہے آگے مسئلہ
ارتقا کا استنباط ہے اسمین تو معلوم ہوتا ہے بالکل غور ہی نہین کیا گیا اس مسئلہ کی جو جان ہے
کہ اصل مین ایک ہی چیز تھی اُسی نے ترقی کر کے مختلف صورتین بدل لین ان اشعار سے یہ کہان
معلوم ہوا بلکہ اس کے تحقق کی صورت تو یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب انسان مثلاً مستقل مخلوق ہو چکا وہ
غذائے حیوانی کھاوے جس کا نشو و نما نباتات سے ہوتا ہے اور وہ عناصر سے حاصل ہوئے ہین پھر

پھر اُس غذا کا نطفہ بنجاوے جو کہ وہ بھی جماد ہے پھر اُسمین نشو و نما ہو جس سے نبات کہا جاوے پھر حرکت پیدا ہو جس سے حیوانیت کا حکم کر دیا جاوے پھر عقل انسانی اُس پر فائض ہو جاوے جس سے انسان بن جاوے تو اس معنے کو کون دلیل رد کرتی ہے اقل درجہ احتمال تو اسکا بھی ہوگا

واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ان استنباطات پر اُس مقلوب الحال کی حکایت یاد آتی ہے جسنے کافیہ کی شرح تصوف مین لکھی تھی اور ان سب سے قطع نظر کرکے کہتا ہون کہ اس مضمون سے فائدہ کیا بجز اس کے کہ ہمارے اسلاف سب چیزون کے بانی اور موجد ہین پھر اس کو مقصود اصلی حفاظت دین سے کیا مس ہوا سب کے آخر مین طبقات ابن سعد کا قصہ ہے اگر غرض اس سے کتاب کا پتہ بتلانا ہے تو اتنا کافی تھا کہ یہ کتاب ایسی اچھی ہے کام کی ہے لوگون کو منگا کر دیکھنا چاہیے ان جملون کی کون ضرورت تھی کہ "ہمنے قسطنطنیہ اور مصر مین دیکھی الخ اور ہم کو ہمارے ایک انگریز دوست نے تحفہ بھیجی ہے الخ اور پھر ترغیب جو اصلی مضمون تھا وہ کہان ہے اور اگر اپنی سیاحت اور انگریزون کے تقرب کا ظاہر کرنا ہے تو بئس الغرض ہے اور اگر دونون مقصود ہین تو طیب کا غیر طیب سے خلط کرنا ہے جو قادح اخلاص ہے جس کا راس الاخلاق ہونا ثابت ہے اخلاق کی تعلیم کے رسالہ مین تو کوئی بات خلاف اخلاق ہونا نہ چاہیے یہانتک رسالہ پر گفتگو ختم ہو چکی اب ندوہ اور رسالہ کی خدمات جو میرے نزدیک ہونا چاہیے اُن کو بہت اختصار کے ساتھ مشورۃً عرض کرتا ہون۔ **ندوہ کو کیا کرنا چاہیے** (۱) آمدنی اور خرچ کے طرق و مواقع مین شریعت کا پاس رکھے (۲) اپنی کاروائیون مین جاہ و شوکت اور غیر قومون کے تشبہ کو قطعاً چھوڑ دے (۳) انگریزی موقوف کرکے اشتہار دے کہ ایف اے۔ یا بی اے۔ انگریزی طالب علم جن کو دینی خدمت کا شوق ہو ہم علوم دینیہ مین اُن کی تکمیل کرین گے اور اُن کو فی کس اسقدر وظیفہ مثلاً پچیس روپیہ یا کم و بیش تا وقت تکمیل دین گے کیونکہ جامع بننے کا یہ بھی تو ایک طریق ہے کہ جو انگریزی پڑھ چکے ہون اُن کو عربی پڑھائی جاوے پھر اُن کو جو کام چاہے سپرد کیا جاوے اور یہ لوگ فطرۃً قوم کی نظر مین محبوب بھی ہونگے کہ دیکھو ظلمت سے نور مین گئے بخلاف عربی خوانون کے کہ انگریزی پڑھنے سے اسکا عکس اُن کی طرف منسوب کیا جاویگا (۴) کم از کم دس واعظ متقی محقق صاحب اثر خوش اخلاق بے طمع بہ تنخواہ معقول و کرایہ داری مصارف منہ سفر مقرر کرکے اُن کو یہ کام سپرد کیا جاوے کہ وہ مسلمانون کے دین کی درستی کرین اور کون

کے ساتھ ملاطفت سے مگر استغنا لیے ہوئے پیش آوین (۵) درس متعارف عربی مین صرف اسقدر ترمیم کی جاوے کہ ضروریات کو غیر ضروریات پر ترتیب مین مقدم کر دیا جاوے اور تجوید و علم اخلاق اور فلسفہ جدیدہ کا اضافہ کر دیا جاوے اور تصنیف اور وعظ اور افتاء اور عربی لکھنے اور عربی بولنے کی مشق کرائی جاوے اور مذاہب باطلہ موجودہ کے مناظرہ کی کتابین پڑھائی جاوین اوران امور کے لیے ضوابط و دستور العمل مقرر کیے جاوین (۶) انگریزی فاضل نوکر رکھکر سائینس کا ترجمہ کرایا جاوے اور ملاحدہ نے جو اسلام پر شبہات کیے ہین اُن کی کتابین جمع کر کے اُن شبہات کا ترجمہ کرایا جاوے پھر ایک جماعت عربی فاضلون کی تنخواہ پر مقرر کر کے وہ تراجم اُن کو دیے جاوین کہ اُن شبہات کا اور جو مسائل فلسفیہ اُن شبہات کے مبانی ہین اُن کا جواب لکھین پھر وہ جواب اردو مین شائع ہون اور پھر عربی مین ترجمہ کر کے عربی کے درس مین داخل کیے جاوین اسی طرح آریون کے شبہات اور رد کے ترجمے کے ساتھ عملدرآمد کیا جاوے اور اسمین جو روپیہ خرچ ہو دریغ نکیا جاوے اس سے علم کلام جدید بہت تھوڑی مدت مین اور بہت سہولت سے تیار ہو جاویگا جس کی غل پکار چارون طرف سے ہے اور واقعی ہے بھی ضروری مگر یہ کام اُنہین علماء کو دیا جاوے جو واقع مین علماً و عملاً و تدیناً اس کے اہل ہون (۷) یتامی اور نومسلمون کی ایک معتدبہ مدت تک کفالت کیجاوے اوران لوگون کو مسائل دینیہ اور مختصر صنعت و حرفت کی تعلیم دیجاوے تاکہ نہ دین سے بے خبر رہین نہ دنیا کی پریشانی مین مبتلا ہون (۸) خواہ ذخیرہ موجودہ سے اور اگر اُسمین گنجایش نہو تو اور ذخیرہ سے ایک بڑا مدرسہ صنعت کا کھولا جاوے اور عام مسلمانون کو اور طلبہ کو اُن کی حالت کے مناسب صنائع سکھلائے جاوین تاکہ معاش سے مطمئن رہین اور ترقی متعارف کی ضرورت نہین اس کی فکر نکرین (۹) لڑکیون مین عام طور پر دینی تعلیم پھیلانے کا اہتمام کیا جاوے فی الحال اس قدر ضروری امور ذہن مین آئے ہین -

رسالہ الندوہ مین کیا ہونا چاہیے

(۱۰) جو مفاسد اعتقادی و عملی و اخلاقی اکثر لوگون مین پائے جاتے ہین اُن کی اصلاح کے مضامین ہون بالخصوص وہ مفاسد جو تعلیم جدید سے پیدا ہو گئے ہین اُن کے شفا بخش جواب ضرور ہون مگر اُسمین متعارف بول چال کے الفاظ ہون نہ عربی لغات ہون اور نہ انگریزی محاورات ہون (۱۱)

عام اجازت شائع کردی جاوے کہ جس شخص کو کچھ پوچھنا ہو پوچھے اور ان سوالون کے جواب وقتاً فوقتاً اسمین شائع ہون اس صورت مین نفع عام اور تام ہوگا حاضر طالبعلمون کو مدرسہ سے۔ دور کے لکھے پڑھون کو رسالہ سے۔ ان پڑھون کو وعظ سے۔ غیر مسلمین کو تعلیم اسلام سے۔ بچون کو خارج مذہب ہونے سے۔ متزلزلین کو علم کلام کی بدولت استوار ہو جانے سے۔ علماء کو جواب دینے پر قادر ہونے سے یہ سب اس ناقص العقل کی رائین ہین جو محض خیرخواہی سے عرض کی ہین نہ اعتراض مقصود ہے نہ دل آزاری مطلوب ہے اگر میری یہ رائین کسی درجہ مین قابل پذیرائی ہون تو ان پر عمل اور ان کی اشاعت مناسب ہے اور اگر غلط ہون تو مین مطلع ہونے پر بشرط شفائے قلب رجوع کرنے پر مستعد ہون اور درصورت عدم شفا جواب دینے سے جو کہ مناظرہ مفضی الی المشاغبہ ہے سکوت کو اسلم سمجھونگا اور اگر خدانخواستہ اس سے کسی فرد یا کسی جماعت کی دل آزاری ہوئی ہو تو مین نہایت عاجزی کے ساتھ معافی چاہتا ہون اور اپنا یہ عذر پیش کرتا ہون کہ چونکہ مجھ سے خطاب خاص کیا گیا اس لیے اس قدر جرأت میرے گمان مین ماذون فیہ معلوم ہوئی تھی ورنہ ایسا خطاب خود میرے مذاق کے خلاف ہے لیکن عدم توافق کی ہر صورت مین امید ہے کہ رسالہ کے مرسل الیہ بنانے کا شرف مجھکو نہ بخشا جاوے مین دعاگو ہر حال مین ہون آخر مین توقف جواب سے معافی چاہتا ہون جس کی وجہ قلت فرصت ہے اس لئے آج آٹھوین دن نوبت تحریر کی آئی اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ فقط - ۲۸ - جمادی الاولی سنہ ۱۳۲۲ھ۔

ندوہ کا دوسرا خط بجواب خط مذکور بخدمت جناب فضائل مآب مولنا مولوی حافظ

اشرف علیصاحب دام مجدہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ جناب کا مع ایک بسیط تحریر کے پہونچا اس توجہ فرمانے کا مین بیحد شکرگذار ہوا جوابا گذارش ہے (۱) رسالہ الندوہ کے متعلق جو اصلاحین آپنے تحریر فرمائی ہین ان کو مین مانتا ہون اور یہ پہلے سے میرے خیال مین تھین دو برس ہوئے جب اس کی منظوری ہوئی تھی اور باوجودیکہ بعض ارکان اس کے اجرا پر زور دیتے رہے تھے مگر اس خیال سے اسکو ٹالتا رہا اور جن بزرگون سے مجھکو حسن ظن ہے اُن سے اسی بات کی خواہش کرتا رہا کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ مین لین جب اُن مین سے کسی نے میری استدعا قبول نہ کی تو بجز اس کے کیا چارہ تھا کہ جو حضرات اس کو چلانا چاہتے تھے اُن کی خواہش کو قبول کرلیا

جاناع چہ توان کرد مردمان آیندہ تاہم چہ مدت سے جاری ہوا ہے مین علمار کرام کی خدمتین برابر استدعا کر رہا ہون کہ وہ اپنے رنگ کے مضامین لکھین۔ اگر چند مضمون آپ جیسے حضرات کے ہوا کرین اور ایک دو ایسے بھی ہون جیسے کہ ہوتے ہین تو نقصان کا کچھ اندیشہ نہین ہے جناب کو بھی اسی بنیاد پر مین نے تکلیف دی تھی اگر آپ مضمون کے پیرایہ مین بغیر تخاطب خاص کے اپنے خیالات کے ظاہر فرمانے کی تکلیف گوارا فرمایا کرین تو کچھ شبہہ نہین کہ اُس سے نتائج حسنہ پیدا ہونگے مثلاً ترفع کے معائب اور کسر نفس کی خوبیان جو آپنے اس خط مین لکھی ہین اگر مضمون کے پیرایہ مین ہوتین اور ان کو شائع کیا جاتا تو وہ زیادہ مفید ہوتا میرے نزدیک اصلاح کا عمدہ طریقہ یہی ہے کہ بغیر تخاطب کے جس عیب کو چھڑانا ہو اُسپر تحریر و تقریر کیجاوے۔ مین آپ کی اس تحریر کو خاص خاص لوگون کے پاس انشاء اللہ تعالی بھیجونگا مگر میرے خیال مین اُسوقت زیادہ فائدہ ہوتا جب اس کے دیکھنے والے کو اسبات کا خیال نہ پیدا ہوتا کہ خاص اس کو نشانہ ملامت قرار دیا گیا ہے (۳) میرا شروع سال سے اسبات کا قصد تھا کہ صیغہ اشاعۃ الاسلام کی کارروائی جاری کرون چنانچہ واعظین کی تلاش مین جا بجا اپنے دوستون کو خطوط لکھے اور آخر کو تمام اخبارون مین اسبات کا اعلان کیا کہ مجھکو واعظین کی ضرورت ہے جو فرقہ اہل سنت وجماعت و مقلدین ائمہ اربعہ مین سے ہون مگر افسوس ہے کہ مجھکو اسمین کامیابی نہین ہوئی ابتک صرف دو واعظ ملے ہین اور اُن کو دو ضلعون مین دورہ کرنے کو بھیجدیا ہے اور دستور العمل بنا کر دیدیا ہے کہ اُس کے موافق جا بجا گانوُن گانوُن پھرین اور مسلمانون کو نماز روزہ وغیرہ ضروریات دین کی ہدایت کرین رسوم قبیحہ سے باز رکھین علم کا شوق دلائین اور معاملات فاسدہ سے بچنے کی تلقین کرین اور نذر و نیاز سے محترز رہین اُن کو بیش بیش روپیہ ماہوار علاوہ سفر خرچ کے تنخواہ دیجاتی ہے اگر آپ مجھے مدد دین اور ایسے لوگ جو خوش بیان متدین اور جفاکش ہون تلاش کر دین تو مین آپ کی اس توجہ کا بیحد شکر گذار ہونگا (۳) دوسرا اعلان مین نے اسبات کا دیا تھا کہ جو انگریزی خوان اعلیٰ درجہ کی عربی پڑھنا چاہین اُن کی تعلیم کا بندوبست کیا جائیگا مگر ابتک کوئی درخواست نہین آئی نہ اس لیے کسی نے وظائف تجویز کیے تاہم میرا قصد ہے کہ اگر ایسے طلبا ملین تو اُن کے کھانا پینے کا بھی انتظام کر دونگا اور اُن کے پڑھنے کا عمدہ بندوبست کر دونگا۔ اگر آپ کے خیال مین ایسے طلبہ ہون تو اُن سے بھی اطلاع دیجیے (۴) دار العلوم کے نصاب مین بھی کیا گیا ہے کہ منطق

اور فلسفہ کی غیر ضروری کتابین کم کردی گئین ادب اور بلاغت اور علوم دینیہ کی کتابین زیادہ کردی گئی ہین مگر اسپر بھی لوگ برہم ہین اور چاہتے ہین کہ زوائد ثلثہ اور شرح سلم اور صدرا وشمس بازغہ کا ایک ایک حرف پڑھایا جاوے۔ مولانا آپ یقین جانیے کہ میری تمام تر کوشش اسی بات مین مصروف رہتی ہے کہ دینیات کو فروغ حاصل ہو مگر بعض مجبوری یہ پیش آتی ہے کہ آپ جیسے حضرات جو اس کے اہل ہین مدد دینے سے پہلو بچاتے ہین اور جن لوگون کو سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس کے اہل نہین ہین ہر کام پر طیار ہو جاتے ہین۔ مین لاکھ چاہتا ہون کہ شرکاء ہین صالحین کی تعداد بڑھے اور سب کام اُنہین کے ہاتھون مین رہین مگر یہ میرے اختیار کی بات نہین ہے وہ جب متوجہ ہون تو کیونکر اُن کو شریک کیا جا سکتا ہے لہذا آپ سے پھر میری استدعا یہی ہے کہ آپ بہر خدا اس طرف توجہ فرمائین اور وقتاً فوقتاً اپنے مضامین سودمند سے مدد دین امید ہے کہ حق تعالیٰ اس سے عمدہ نتائج پیدا کرے گا۔ والسلام

الجواب - از احقر اشرف علی تھانوی عفی عنہ بخدمت بابرکت مخدومی معظمی دام مجدہم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ مع دستور العمل مجلس اشاعۃ الاسلام پہونچکر موجب سربلندی ہوا والانامہ کے مضمون سے اس نیازمند کے قلب مین آپ کی عظمت اور عقیدت حق پسندی کی اضعاف مضاعف ہوگئی اللہ تعالیٰ جناب کو ہمیشہ دائر مع الحق رکھین اور آپ کے طفیل مین اس ہیچکارہ کو بھی ٹھکانے لگا دین چونکہ جناب کی حق پسندی کا پورا اعتقاد جم گیا اس لیے یون معلوم ہوتا ہے کہ شاید اپنے معروضات کو بے تکلف ظاہر کردینے مین ہمیشہ کے لیے زیادہ گستاخ ہو گیا ہون اسپر کسی صاحب حال کا مقولہ یاد آتا ہے کہ اگر محبوب حقیقی مجھ سے پوچھین ما غرک بربک الکریم تو مین یہی کہدون غرنی کرمک بہر حال اسوقت بھی بعض امور قابل عرض ہین (۱) ارشاد ہوا ہے کہ جن بزرگون سے مجھکو حسن ظن ہے اُن سے خواہش کی گئی جب کسی نے قبول نہین کیا تو بجز اس کے کیا چارہ تھا کہ جو اس کو چلانا چاہتے تھے اُن کی خواہش کو قبول کرلیا جاتا اس کے متعلق دو امر قابل گذارش ہین اول یہ کہ مشاہدہ سے یہ امر محقق ہوا ہے کہ علماء کو فراغ نہین ہر شخص ایک کام مین لگا ہوا ہے اور وہ کام بھی فی نفسہ ضروری ہے اور اکثر ایسا دیکھا ہے کہ اُن ہی کامون کے لیے وقت کافی نہین ملتا تو براحدی چہ رسد تو ایسی حالت مین دوسرے کے کام کیسے ہو سکتے ہین ہان اسکی سہل صورت تو یہی ہو سکتی ہے کہ

کہ ہر کام پر ایک خاص جماعت مقرر ہو مثلاً یہی مضمون نویسی کا کام دو حال سے خالی نہیں یا ضروری ہے یا غیر ضروری اگر غیر ضروری ہے حذف کیا جاوے اور اگر ضروری ہے تو جسطرح ندوہ مین اور کامونپر تنخواہ دار مقرر ہین ایک جماعت دو تین آدمیون کی اس کام کے لیے بھی معین ہو جاوین خواہ اُن کو ندوہ اپنی حد کے اندر رکھے اور یا بطور ٹھیکہ کے ٹھہرا دیا جاوے کہ جو شخص اتنا مضمون اس قسم کا دیگا اور قسم وہی جسکو مین عریضہ سابقہ مین لکھ چکا ہون تو بشرط پسند فلان فلان علماء اُس کو اس حساب سے معاوضہ دیا جاویگا اور یہ پسند اُن علماء سے کرائی جاسکتی ہے جو اپنے اپنے مقامونپر فتوے نویسی کا کام کر رہے ہین یا اور جو علماء اس کے اہل تجویز کر لیے جاوین اُن کی تعیین کی اطلاع پرچہ مشہورہ دیا جا سکتا ہے اس طریقہ سے ندوہ کو بہت مضامین مفیدہ میسر ہو سکتے ہین اور بے خرچ کیے ہوئے تو ایسے کام اور وہ بھی دوام والتزام کے ساتھ ازبس دشوار ہین اب مین ہی ہون حالانکہ اہل علم مین شمار کیے جانے کے قابل نہین لیکن تاہم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کام سے وقت کم بچتا ہے اسوقت دوپہر کا وقت ہے کھانا کھایا نہین گھر پر جا کر لڑکیون کا سبق قرآن کا سننا ہے کچھ حرارت خفیف اور درد سر خفیف الگ لیٹنے پر مجبور کر رہا ہے مگر محض رفع انتظار کا خیال اور آپ کا جذب صادق جو قبول حق سے ناشی ہے اُس نے اسوقت بٹھلا رکھا ہے اور لکھا رہا ہے مجھکو اپنے ذاتی حالات بیان کرنا مقصود نہین محض مثال کے طور پر پیش کرنے کی ضرورت پڑی جب ایک ناکارہ جاہل کو اسقدر مشغولی ہے تو کام کے علماء کو فراغ کہان میسر ہوگا۔ تو وہ اس استدعا کو کسطرح منظور کر لیتے پھر آخر خلف وعدہ کی طرف اُن کا انتساب بھی ہوتا اس لیے اس حکیمانہ قول پر جو کہ مؤید بالشرع ہے اُن کا عمل ہے ؎ اذا لم تستطع شیئا فدعہ ؛ وجاوزہ الی ما تستطیع ؛ دوسرا امر یہ ہے کہ یہ کیا ضرور ہے کہ اگر نافع طریق سے کوئی کام نہ چلے تو مضر طریق ہی سے اُس کو چلا دیا جاوے جبتک مضامین مفیدہ کا سامان نہ ہوتا شروع کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی باقی یہ ارشاد جناب کا کہ اگر بغیر تخاطب خاص کے خیالات ظاہر کئے جاوین تو نتائج حسنہ پیدا ہون فی الواقع یہ ارشاد نہین میرے مشرب کے موافق ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ حتی الامکان اسی پر عامل رہتا ہون۔ لیکن تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ بعض اوقات خطاب خاص کے جواب مین خطاب عام کا پیرایہ زیادہ آزار دہ ہو جاتا ہے اس لیے جہان ایسا موقع خیال مین آتا ہے خطاب خاص کو اس بنا پر اختیار

کرلیتا ہون یہ ممکن ہے کہ یہ میرا خیال عموماً یا خصوصاً صحیح نہ ہو بہر حال مین دل سے اس کو قبول کرتا ہون اور خطاب خاص سے انشاء اللہ تعالیٰ محترز رہنے کی کوشش کرونگا لیکن مشکل یہ ہوگی کہ اگر کسی مضمون باطل کا رد کرنا مقصود ہو تو اتنا تو کہنا ہی پڑیگا کہ فلان مضمون جو بعض لوگون نے لکھا وہ غلط ہے تو اس صورت مین جواثر ہوگا یقیناً خطاب خاص کی برابر ہوگا اس کے متعلق جو ارشاد ہو گا اُس مین انشاء اللہ تعالیٰ غور کرونگا (۲) صیغہ اشاعۃ الاسلام سے امید ہے کہ مسلمانون کو دین کا نفع ہو مین نے کسیقدر غور سے اُس کے دستور العمل کو دیکھا کہین کہین مشورہ کے طور پر کچھ عرض بھی کیا ہے ملاحظہ کے بعد جو رائے ہو واعظون کے ملنے مین جو کامیابی نہ ہونے کو ارشاد فرمایا ہے اول تو مثل سابق یہان بھی عرض ہے کہ جبتک اہل لوگ نہ ملین غیر اہل سے ہرگز یہ کام لینا نہ چاہیے کہ میرے نزدیک سب کامون سے زیادہ موثر ہے نفعاً او ضراً اور ثانیاً کامیابی کا طریقہ میرے نزدیک اخبار مین شائع کرنا نہین ہے کیونکہ اس شائع کرنے کا اثر بجز اس کے کچھ نہین ہوسکتا کہ واعظین خود درخواست بھیجین تو خود درخواست کرنا میرے نزدیک اول دلیل ہے خود غرضی کی تو ایسے لوگ ایسا کام ہی کیا کرین گے یا یہ اثر ہوسکتا ہے کہ اخبار دیکھنے والے لوگ اسمین سہارا لگا دین کہ واعظون کو تلاش کرین اطلاع دین تو ناظرین اخبار اکثر عوام ہوتے ہین اُن کو تجویز کرنے کی کیا بصیرت ہوسکتی ہے میرے نزدیک مدارس اسلامیہ دیوبند و سہارنپور و کانپور وغیرہ کے مدرسین سے یہ درخواست مناسب ہوگی وہ لوگ آسانی سے واعظین موصوفین بصفات ضروریہ دے سکتے ہین چنانچہ بالفعل ایک کا پتہ مین بھی بتاتا ہون جو شاہجہانپور مین مولوی عبید الحق صاحب مرحوم کے مدرسہ مین مدرس بھی رہے ہین اور غالباً واعظ بھی رہے ہین بالفعل وہ قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر کی جامع مسجد مین امام ہین مولوی فیض الحسن اُن کا نام ہے اور پتہ اُن کا وہی کافی ہے اگر ضرورت ہو اُن سے مکاتبت کیجاوے مین انشاء اللہ تعالیٰ اور بھی سوچونگا (۳) مین انشاء اللہ تعالیٰ ایسے طلبہ بھی سوچونگا جو انگریزی مین لائق ہون اور عربی پڑھنا چاہین بالفعل ایک شخص الہ آباد کے رہنے والے جنہون نے امسال بی-اے مین امتحان دیا ہے اور نہایت نیکبخت دین کے عاشق اور فدا ہین محمد عیسیٰ نام ہی مولوی اتمی علی صاحب الہ آبادی و مولوی محی الدین صاحب الہ آبادی سے انہون نے کچھ عربی بھی پڑھی ہے مجھکو امید ہے کہ وہ اُس کو بہت خوشی سے منظور کرلین گے کہ اُن کو اعلیٰ تعلیم عربی کی دی جاوے

ع یہ مضمون تقریباً دو صفحہ کے بعد مذکور ہے ۱۲ منہ

اِن ہی صاحبون کے توسط سے اُن کے مکاتبت ممکن ہے اور مین اور بھی سوچونگا (۴) دارالعلوم کا نصاب اگر خصوصیت کے ساتھ علما مدرسین و محققین و مصنفین کے پاس بھیجکر اُن سے مستفتیانہ رائے لی جاوے تو سب ایسے جامد نہین ہین کہ زواہد ثلاثہ و صدرا و شمس بازغہ کو ضروری قرار دین آپ کے ان ارشادون سے بہت ہی دل خوش ہوا کہ دینیات کو فروغ حاصل ہو اور شرکا مین صالحین کی تعداد بڑھے لیکن ارشاد اول کے متعلق یہ مجبوری کہ جو اہل ہین مدد دینے سے پہلو بچاتے ہین اور ارشاد دوم کے متعلق یہ کہ جب وہ متوجہ نہون تو کیونکر اُن کو شریک کیا جاوے اس مین اسقدر عرض کرنا ہے کہ شرکت اور توجہ کا جو طریقہ ہے وہ آج تک برتا نہین گیا آج تک جو کچھ ہوا اُسکا حاصل یہ تھا کہ خود سب قواعد و اغراض تجویز کر کے کام شروع کر دیا گیا پھر لوگون کو اُسی ہیئت کی پابندی سے شریک کرنا چاہا تو ظاہر ہے کہ جو شخص ایک جزو مین بھی متردد یا مخالف ہوگا وہ مجموعہ کا کیونکر موافق ہو جاویگا لان انتفاء الجزء یستلزم انتفاء الکل بلکہ طریق اُسکا یہ ہے کہ ندوہ کی مجموعی حالت جزءاً جزءاً جس مین نصاب کی بھی تفصیل اور سب قواعد و ضوابط بھی ہون مرتب کر کے علما محققین کی خدمت مین بطور استفتا پیش کی جاوے اور جوابون مین جو شبہہ ہو اُس کو پھر استفتا کے طور پر پوچھا جاوے جب سب صاف ہو جاوے اُس کو دستور العمل بنایا جاوے اُسوقت کسیکو شرکت یا توجہ سے انکار یا تنفر نہین ہوگا اور اگر پھر بھی کوئی اپنا خاص عذر موجہ پیش کرین اور شریک نہون اُن کے درپے نہوا جاوے لیکن یہ بھی نہو کہ اگر صالحین نہین ہوتے تو غیر صالحین سہی بلکہ اُس صورت مین وہ کام ہی حذف کیا جاوے لان دفع المضرۃ اہم من جلب المنفعۃ آخر مین مضامین دینے کے لئے ارشاد ہوا ہے امتثال امر عالی مایۂ افتخار و سعادت ہے لیکن بقاعدہ الاہم فالاہم اول اُن امور مذکورہ کی ایک صورۃ مناسب طے ہو جاوے پھر انشاء اللہ تعالیٰ حتی الامکان جو خدمت وسع مین ہوگی دریغ نکیا جاویگا فقط۔

ندوہ والون نے ایک مجلس اشاعۃ الاسلام جس کے مقاصد واعظین کو مقرر کرنا ہے منعقد کی ہے اُس کے لئے ایک دستور العمل بنایا وہ حضرت مولٰنا دامت برکاتہم کی خدمت مین ملاحظہ کے لیے ناظم ندوہ نے بھیجا اُسکی دفعات پر حضرت موصوف نے کچھ کلام فرمایا ہے اُس کو مع اُن دفعات کے نقل کیا جاتا ہے۔

دفعہ ا۔ مجلس اشاعت الاسلام ماتحت مجلس انتظامی ندوۃ العلماء ہوگی (اقول) سب سے اول
یہ دفعہ ہونا چاہئے بلکہ ہر دستور العمل مین اسکا لحاظ ہونا چاہیے کہ کوئی کاروائی خلاف شریعت
نہ ہوگی جسمین شبہہ ہوگا علماء حقانی سے استفتا کیا جاویگا جو کوئی اعتراض کرے گا وہ اگر کسی دلیل
شرعی سے تمسک کریگا تو اُسکا فیصلہ بھی اُن ہی علماء محققین سے کرایا جاویگا (صفحہ ا دفعہ ۳
حرف الف) ارکان عموماً ارباب علم واہل الرائے و باوجاہت ارکان انتظامیہ مین سے دو
سال کے لئے منتخب ہونگے اور بشرط ضرورت ایسے شخص کا بھی انتخاب ہو سکتا ہے جو رکن انتظامی
نہین مگر اُس کے انتخاب مین وہی شرائط ملحوظ رہین گی جو ارکان انتظامیہ کے انتخاب کے لئے
ضروری ہین۔ (اقول) یہ محتاج توضیح ہے اگر یہ مراد ہے کہ جنمین یہ تینون اوصاف ہون تو اُسمین
یہ کلام ہے کہ اس کام مین علم اور رائے کافی ہے وجاہت کو کوئی دخل نہین اور اگر یہ مراد ہے کہ
جس مین ایک وصف بھی ہو تو اُس وقت یہ کلام ہے کہ نرا ذی رائے یا نرا ذی وجاہت ہونا
کافی نہین جب تک علم نہ ہو اس کی ترمیم اس طرح مناسب ہے کہ ارکان عموماً وہ لوگ ہونے
جو علم دین وتقوی کے ساتھ اہل الرائے بھی ہون الخ (صفحہ ۴ دفعہ ۱۲ حرف د) ہر واعظ
سے ایک اقرار صالح بروقت اُس کے تقرر کے مجلس اشاعۃ الاسلام لے گی ایسے اقرار صالح کے ذریعہ
سے واعظ کو اس امر کا اقرار کرنا ہوگا کہ وہ اپنا کار متعلقہ بدیانت وامانت انجام دیگا ندوۃ العلماء کا
خیر خواہ رہیگا اور دستور العمل اور ہدایات مجلس اشاعۃ الاسلام و مجلس انتظامی کا جو وقتاً فوقتاً صادر
ہون پابند رہیگا۔ (اقول) ندوۃ العلماء کے خیر خواہ رہنے کے اگر یہ معنے ہین کہ وہ اُس کے فوائد
اور خوبیان بیان کرکے لوگون کو اُس کی اعانت کی ترغیب دیگا تو اُس مین دو خرابیان ہین اوّلاً
واعظ کم ملین گے کیونکہ ممکن ہے کہ کسی شخص کو کسی شبہہ و تردد کی وجہ سے ندوہ کے باب مین شرح
صدر نہو لیکن خدمت وعظ کو تنخواہ پسند کرکے اختیار کرنا چاہے تو وہ اس شرط کے ماننے پر اگر مجبور
کیا جاویگا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اصل خدمت ہی سے دستکش ہو جاویگا دنیز اصل خدمت وعظ کے فوائد
مین اس شرط کو اصلا دخل بھی نہین تو ایک امر زائد کے لیے اصل کام کا نقصان کرنا بالکل بے موقع
بات ہے ثانیاً عوام اس ترغیب سے فوراً یہ شبہہ کرینگے کہ وعظ محض ایک آڑ ہے اصلی غرض اس
سے ندوہ کے لئے تحصیل زر ہے یہ شبہہ اسقدر مضر ہے کہ ساری کوشش بیکار جاویگی میری رائے

مین تو بلکہ اس شرط کی ضد کو شرط ٹھیرایا جاوے تو زیادہ مصلحت ہے یعنی ندوہ کے ذکر سے وہ تعرض ہی نکریگا اس مین پوری بے غرضی کا ثبوت ہوگا اُس وقت وعظ کے صادق اثر ہونے کی انشاء اللہ تعالیٰ توقع ہے اور اس جملہ سے یہ مراد نہے کہ وہ ندوے کی خدمت نکرے تو اس شرط کا مضائقہ نہین اگر واقع مین وہ شخص متردد یا بلکہ مخالف بھی ہو تب بھی اصل غرض وعظ مین ندوہ کی خدمت کی ضرورت ہی کیا ہے اس لیے یہ شرط بیجا نہ ہوگی (دفعہ ۱۴ نمبر ۲ و ۳ کسی جگہہ مین منجانب ندوۃ العلماء شریک ہونا اور بشرط ضرورت و موقع ایسے مجامع مین تحریری و تقریری بیان یا وعظ کہنا۔ مجلس اشاعۃ الاسلام نے جو حدود اُن کے لیے مقرر کردئے ہون اُن کے اندر اغراض و مقاصد ندوۃ العلماء کے شائع کرنا (اقول) ابھی حرف د دفعہ ۱۳ مین اس کے متعلق گفتگو کرچکا ہون میرے نزدیک یہ بالکل قابل حذف ہین بڑی بات یہ ہے کہ ان شرائط کو اصل مقصود مین کوئی معتدبہ دخل نہین (دفعہ ۱۴ نمبر ۴) معاونین واراکین کی تعداد بڑھانا (اقول) یہ سابق سے زیادہ مشتبہ ہے اس مین علاوہ امور معروضہ کے ایک زائد شبہہ یہ ہے کہ یہ امر من وجہ خارج از اختیار واعظ ہے جو مفسد اجارہ ہے اور خلاف شرع (دفعہ ۱۵ حرف الف) مجلس اشاعۃ الاسلام کو اختیار ہے کہ حسب ضرورت وقت جس واعظ کو مناسب سمجھے ایک رجسٹر اور ایک رسید بہی حوالہ کرے اور اُس کو اختیار تحریری دے کہ جو شخص اُسکو چندہ رکنیت یا کوئی رقم بطور اعانت ندوۃ العلماء یا دار العلوم یا اشاعۃ الاسلام یا خزانہ محمدیہ یا یتیم خانہ ادا کرے وہ فوراً اوسکا اندراج رجسٹر مذکور مین کرلے اور ایک پرت رسید کی رسید بہی مین سے معطی کو دے اور ہر ہفتہ بروز شنبہ ایک فہرست رقم وصول شدہ مع مثنی رسید (پرت دوم) دفتر اشاعۃ الاسلام مین بھیجدیا کرے۔ (اقول) اگر بلا تحریک واعظ کے یہ رقم وصول ہوجاوے لیکر رسید دینے کا مضائقہ نہین لیکن واعظ کو اس صورت سے بھی اختیار دیا جاوے خواہ وہ ایسی کتاب لینا پسند کرے یا نہ کرے کیونکہ اسکو بھی اصل کام مین دخل نہین اور شبہات مذکورہ سابقہ یہان بھی قابل اعادہ ہین (دفعہ ۱۵ حرف د) ہر واعظ اس رقم کا جو اُس کو وصول ہوئی ہو اُس وقت تک ذمہ دار ہوگا جب تک کہ وہ باضابطہ رسید دفتر اشاعۃ الاسلام سے حاصل نہ کرے (اقول) ظاہر ہے کہ یہ امانت ہے خواہ معطی کی جیساکہ قواعد شرعیہ کا مقتضا ہے یا ندوہ کی جیسا عام خیال ہے مگر مجھکو یہ بے اصل معلوم ہوتا ہے بہرحال امانت کا کوئی

ذمہ دار یعنی ضامن نہین ہوتا یہ شرط خود خلاف شرع ہے بلکہ اس کے ضائع ہونے پر جو عام قاعدہ فقہیہ ہے وہی یہان بھی معمول بہ ہونا چاہیئے بالخصوص اگر معطی کی امانت ہے تب تو اون ہی کو حق بازپرس کا ہے البتہ اگر قواعد شرعیہ کی مطابق کسی کی توکیل صحیح ہوجاوے تو وہ وکیل بازپرس کرسکتا ہے اور اس بازپرس کے بعد پھر وہی قاعدہ فقہیہ امانت کا جاری ہوگا۔

دفعہ ۱۶ (ب) اگر کوئی رقم نذرانہ یا ہدیہ کے طور پر اوس کو وصول ہو تو وہ حق ندوۃ العلماء ہوگا اوس کو لازم ہے کہ رقم وصول شدہ مجلس اشاعۃ الاسلام مین بھیجدے اگر وہ ایسی رقم مجلس اشاعۃ الاسلام مین نہ بھیجے گا تو بعد تحقیق و دریافت کے اوسقدر رقم اس کی تنخواہ سے وضع کرلی جاویگی۔ (اقول) مجھکو اس مین شبہ ہے اگر باقاعدہ اس شرط کا استفتاء کرلیا جاوے تو صاف ہوجاوے سردست میرے نزدیک بجاے وضع تنخواہ کے اس واعظ کا عزل تجویز کرنا مناسب ہے۔

(دفعہ ۱۷) ہر واعظ اپنے پاس ایک کتاب یادداشت مرتب رکھے گا جسمین روزانہ کارروائی اپنے دورہ کی کیفیت اپنے علاقہ کے مسلمانون کی حالت تعلیم مذہبی اور جو جو رسوم خلاف شرع اون مین جاری ہون اونکی صراحت اور حالت درج کرے گا اور اگر وہان کوئی مدرسہ اسلامیہ یا یتیم خانہ ہو تو اوسکی آمد و خرچ اور انتظام کی کیفیت وہان کے علماء و مشائخ و معززین اہل اسلام کی فہرست اور ایسی یادداشت اپنی راے کے ساتھ دفتر اشاعۃ الاسلام مین ماہوار بھیجتا رہے گا۔ (اقول) مدرسہ اسلامیہ و یتیم خانہ کی کیفیت کی تحقیق کرنا قطع نظر اس سے کہ اصل مقصود سے مس نہین رکھتا عند التامل کسی قدر اس وجہ سے مضر معلوم ہوتا ہے کہ اونکے عامل ساعی اس کو ایک گونہ دست اندازی سمجھین گے اور ماتحت بنانے کی کوشش کا شبہ کرین گے جو خواہ مخواہ موجب ہیجان مخالفت ہوگا واعظ کی شان جہانتک ہوسکے نہایت آزادانہ ہونا چاہیئے ایسے معاملات سے تعرض ہی نہ کرے البتہ علماء و مشائخ و معززین اہل اسلام کی فہرست اگر اس طور پر مرتب کرلے کہ ان لوگون کو اطلاع نہ ہو تو مصلحت معلوم ہوتی ہے۔

(دفعہ ۲۰) اگر کوئی رکن مجلس انتظامی ندوۃ العلماء کسی ایسی جگہ موجود ہو جہان واعظ ندوۃ العلماء دورہ کرزہا ہو تو واعظ کو لازم ہے کہ ہر امر ضروری مین اوس رکن انتظامی سے مشورہ کرے اور اپنی کارروائیون کی اوسکو اطلاع دے رکن انتظامی کو بھی واعظ کو ہر امر ضروری مین مشورہ یا مدد دینا

لازمی وضروری ہوگا۔ (اقول) یہ بھی آزادی کے خلاف ہے وہ اپنا کام کرے یہ اپنا کام کرے کسے رابا کسے کارے نباشد نہ کوئی کام اس خاص استعانت پر موقوف ہے نہ ہر فرد کا محکوم بننا ہر شخص کی طبیعت کو گوارا ہوگا علاوہ اس کے عوام الناس خواہ مخواہ اسکو ایک قسم کی ملی بھگت سمجھیں گے یہ بھی ہے کہ عوام کی نظر میں واعظ کی ماتحتی کی شان نمایاں ہونا اوسکی شان مقتدائیت میں قادح ہوگا جو غرض اصلی میں کسیقدر مخل ہو تو عجب نہیں۔

جواب از ندوہ

بعد سلام مسنون آنکہ کرم نامہ موصول ہوکر منت افزا ہوا مجکو بیحد مسرت ہوئی کہ آپ نے ازراہ عنایت میری ناچیز گذارش کو نظر التفات سے ملاحظہ فرمایا جوابا گذارش ہے کہ جو تجویز آپ نے رسالہ کے متعلق ظاہر فرمائی ہے وہ گو کہ فی نفسہ اچھی اور مستحسن ہے مگر حالت موجودہ کے لحاظ سے اوسکی تعمیل دشوار ہے اول تو یہ کہ کام کا ایک آدمی نہیں ملتا مدرسوں کی ضرورت ہوتی ہے تو نایاب اور واعظوں کی تلاش کی جاتی ہے تو وہ نہیں ملتے ایسی جماعت کہاں سے ملیگی جو مضمون نگاری اعلیٰ درجہ کی کرسکتے ہوں میرے خیال میں اسوقت علمائے کرام میں صرف معدودے چند ایسے حضرات ہوں گے اور وہ مجھے بمعاوضہ بھی نہیں ملسکتے۔ بالفرض اگر ایسے لوگ ملے بھی تو رسالہ کی آمدنی اونکے بار معاوضہ کو ہرگز کافی نہیں ہوسکتی۔ اشاعۃ الاسلام کے لیے واعظین کے بہم پہونچانے کی جو تدبیر آپنے فرمائی ہے وہ بہت مناسب ہے اور میں نے اوسپر عمل بھی کیا ہے جب اخباروں میں اعلان دینے کے بعد درخواستیں حسب ضرورت نہ آئیں تو میں نے جابجا علماء کرام کو جو تدریس کی خدمت انجام دیتے ہیں تکلیف دی اور بعض حضرات نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ تلاش فرماوینگے آپ نے جن دو صاحبوں کو لکھا ہے اونمیں ایک صاحب جو سورت میں مدرس ہیں وہاں تیس روپیہ ماہوار پاتے ہیں یہاں بیس روپیہ ماہوار پر کیوں آنے لگے یہاں بیس روپیہ ماہوار تک تنخواہ ملسکتی ہے علاوہ سفر خرچ اور خشک یہاں بھی ہے خوراک نہیں دیجاتی اگر آپ کی عنایت سے وہ اس تنخواہ پر آمادہ ہوجائیں تو ایسے آدمی کا ملنا مغتنم ہے جو خوش بیان ذی استعداد اور متدین وصالح ہو۔ دوسرے صاحب کو آپ نے لکھا ہے آپ بھی اگر لکھدیں تو مناسب ہے انگریزی میں جو صاحب بی اے ہوئے ہیں اون کو بھی عربی پڑھنے پر آمادہ فرمائیں اگر ایسے پانچ طالبعلم مل جائیں تو اونکی تعلیم کا میں انتظام کرسکتا ہوں

ایک مدرس علیحدہ اون کے لیے رکھ لیا جاوے گا ایک شخص کے لیے دشوار ہے فقط۔

جواب از حضرت مولانا مد فیوضہم

بعد سلام مسنون آنکہ والانامہ نے مشرف فرمایا۔ جواب ادب اور اختصار کے ساتھ صرف اسقدر عرض ہے کہ اولاً طریق مضر سے کام ہونے سے کام کا نہ ہونا اچھا ہے جس کام کا آدمی جب تک نہ ملے اوس کو ملتوی کیون نہ کر دیا جاوے۔ ثانیاً جب رسالہ تکمیل مقاصد ندوہ کا ہے تو بار معاوضہ کو ندوہ کیون نہ برداشت کرے۔ آیندہ جو مصلحت ہو۔ باقی واعظ صاحب و طلبہ بی اے سے استفسار کرونگا اگر اطمینان بخش جواب آیا تو انشاء اللہ تعالیٰ خدمت مین اطلاع دونگا لیکن ایک کے افادہ کو چار پر کیون موقوف رکھا جاوے کیا مدرسین جو موجود ہین کافی نہیں۔ باقی دعا کا امیدوار ہون اور خود دعا گو ہون۔ والسلام مع الاکرام خیر ختام فقط ۱۶ جمادی الاخری سنہ ۱۳۲۲ھ

رسالہ خطاب الندوہ ختم ہوا

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

مکاتبت کالج علی گڈہ

سوال- سراپا مجد وکرم مولنا الحاج الحافظ مولوی اشرف علی صاحب - بعد سلام مسنون الاسلام کے عرض ہے کہ اس سال دینیات کے امتحان کے لیے کیمٹی دینیات کالج علی گڈہ کے ممبرون نے آپکو اور مولوی احمد علیصاحب مدرس میرٹھ و مولوی حفیظ اللہ صاحب و مولوی عبدالغنی صاحب شاگرد رشید مولنا محمد لطف اللہ صاحب کو تجویز کیا ہے شاید آخر فروری یا مارچ مین امتحان ہوگا تین سو پرچے جانچنے اور اُنپر نمبر لگانے ہونگے سب سے پہلے آٹھ کتابون کے سوالات بنانے ہونگے غرضکہ ایک ہفتہ کا کام یہان ہوتا ہے امید کہ اگر آپ قبول فرمائین تو مین آپ کو تقرر تاریخ امتحان سے مطلع کرون اُس سے دو روز قبل آپ یہان رونق افروز ہون تاکہ سوالات تجویز فرمائین سوالات طبع ہونگے فقط والسلام

الجواب- از احقر اشرف علی عفی عنہ بخدمت مولنا المکرم زیدت معالیکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ نامہ نامی موجب شرف ہوا مختلف پہلوؤن پر نظر ڈالنے سے ذہن نے یہ امر طے کیا کہ جن امُور کو ہم جیسے طالبعلمون کے فرقہ نے مصالح سمجھ رکھا ہے اُن مین سے کسی مصلحت کا ترتب اس شرکت امتحانی پر متوقع نہین اور بوجہ اس کے کہ یہ شرکت موہم رضا واستحسان حالت موجودہ کالج ہے مصالح عامہ اہل اسلام مین مخل ہے ایسی حالت کا مقتضا یہی ہے کہ اس تجویز پر عمل کرسکنے سے عذر کردون والعذر عند کرام الناس مقبول والسلام باقی طالب دعائے خیر ہون ۲۴- ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

(کالج کے ایک خیرخواہ کی طرف سے طلبی کا دوسرا خط)

جناب مولویصاحب زبدۃ العلماء الکرام قدوۃ الکملاء العظام زاد اللہ فیوضہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مسلمانان علی گڈھ کی کمیٹی دینیات اہل سنت وجماعت کی یہ آرزو ہے کہ اس سال آپ قدم رنجہ فرماکر مدرسہ مذکور مین طلبہ کا سالانہ امتحان دینیات لین اور بذریعہ وعظ اُن کو فیضیاب فرمائین ۷ ماہ حال کو جلسہ مذکور نے یہ امر طے کرکے خاکسار کو اس امر مین آپ سے التماس کرنے کی ہدایت کی ہے ہنوز تاریخ امتحان مقرر نہین مگر عنقریب مقرر ہوگا منشار گرامی سے آگاہی بخشی جاوے تاکہ موجب اطمینان ہو جناب مولوی صاحب ناظم دینیات نے بھی اسبارہ مین آپ کو لکھا ہوگا - والسلام

الجواب- از اشرف علی عفی عنہ بگرامی خدمت ذو المفاخر والمعالی الحبیب الی الرحمٰن والی عبادہ زیدت معالیکم- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ- نامۂ نامی موجب مباہجۃ ومباہاۃ ہوا احقر خلوص وبے تکلفی سے چند امور بہت مختصر عرض کرتا ہے- اولاً گو مجھکو بجز ایک بار دور سے دیکھ لینے کے خاص طور سے آپ سے نیاز حاصل نہیں مگر آپ سے دلمین ایک خاص اُنس بلکہ ایک قسم کی عقیدت پاتا ہون جسکی بڑی وجہ باوجود سامان غنائے ظاہری کے توجہ وفکر فلاح اہل اسلام ہے اور وہ بھی حدود شرعیہ کی تقیید کے ساتھ مین نے رسالہ الندوہ مین جو پہلے میرے پاس آتا تھا آپ کے کئی مضمون پڑھے ہین اور بجز آپ کے مضامین کے دوسرے مضامین سے مجھکو توحش بھی ہوتا تھا اس لیے مین نے اُس کے بند ہوجانے کو غنیمت بھی سمجھا- ثانیاً اگر کوئی اور مخاطب ہوتا تو شاید زیادہ لکھتا مگر بفضلہ تعالیٰ مخاطب صحیح ہونے کی وجہ سے بہت مجمل عرض کرتا ہون کہ یہ چند اُمور یقینی ہین ۱ کالج کا اصل مقصود فلاح دنیا ہونا اور مقصودیت کے شغف اور اہتمام مین اصلاح دین کی دلون مین فکر نہونا نہ بد دینی کے اسباب کا انسداد کرنا نہ اُس کے آثار سے کچھ متالم ہونا- ۲ ہم لوگون کے ساتھ جو کہ پُرانے خیال کے طالب علم کہلاتے ہین ایک معتدبہ جماعت اہل اسلام کا عقائد واعمال کا وابستہ ہونا- ۳ باقتضائے مصالح انتظامیہ دینیہ اس وابستگی کو اُس کے اسباب مؤکدہ کے اجتماع اور اوس کے اسباب مانعہ کے ارتفاع کے اہتمام سے قائم رکھنا- ۴ کالج کی موجودہ حالت مین وہان کی شرکت کا گو کسی طور پر ہو عامۂ خیالات مین موہم استحسان ورضا ہونا (البتہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر جبکہ مقصود مستقل ہو اور کالج کے طریقۂ مجوزہ کی پابندی سے نہ ہو اس عموم سے مستثنیٰ ہے) ۵ اس شرکت سے کالج سے اپنی حالت کے تغییر وتبدیل کی توقع نہونا-

اب آپ ان امور مین نظر فرماکر امید ہے کہ مجھکو اور میرے امثال کو نہ صرف معذور اور قابل معافی ہے بلکہ قابل تخاطب مشورہ منع شرکت تصور فرماوینگے- ثالثاً جس شخص کی حالت ایسی نہو یعنی اُس کے شرکت جلسہ یا شرکت رائے سے کالج کو نفع دینی کی توقع ہو اور مصالح عامہ اہل اسلام کو ضرر پہونچنے کا احتمال نہو (اور اس کو ہر شخص اپنی حالت انصاف سے دیکھکر خود ہی سمجھ سکتا ہے بل الانسان علی نفسہ الآیہ) وہ اس بحث مذکور سے خارج ہے- وہذا یصلح عذرا فی الشرکۃ لمن ہذا شانہ والسرائر موکولۃ الی اللہ تعالیٰ- احقر نے غالباً دو تین روز ہوئے کہ جناب مولانا صاحب کے

والا نامہ کے جواب میں یہی مضمون مگر اس نے بھی مختصر عرض کر دیا ہے۔ میری اسقدر بے تکلفی جسکی وجہ صرف آپ کی تحریر سے اُنس و سادگی کا ترشح ہے معاف فرمائیے۔ والسلام بالاکرام ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

خط مذکور کا جواب

جناب مولویصاحب مصدر فیوض و برکات منبع حسنات مد اللہ برکاتہ۔ السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ مکرمت نامہ بجواب نیاز نامہ موصول ہوا اس کو پڑھکر جو الفاظ اپنی نسبت نظر آئے اُن سے دل کو بشاشت ہوئی نہ بدین حیثیت کہ تعریف تھی بلکہ اس وجہ سے کہ اُن الفاظ کا آپ کے قلم سے نکلنا تفاول خیال کیا۔ ربنا ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ۔ آپ نے جس بے تکلفی سے اظہار خیالات دلی فرمایا اُن سے بوئے اخوت دینی آتی تھی میں بھی بے تکلفانہ چند کلمے التماس کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ کالج کی نسبت جو خیال آپ نے ظاہر فرمایا وہ بہت کچھ صحیح ہے مجھکو اُس کے انتظامی اور دینی دونوں صیغوں سے عرصہ دراز سے تعلق ہے جو تجربہ واقعات سے ہوا ہے اُس کی بنا پر عرض کر سکتا ہوں کہ کالج میں اصلاح دینی کی گنجایش ہے اور وہاں کے منتظمین اور اساتذہ امور دینیہ کی مخالفت کرنیوالے نہیں اُن سے بے پرواضرور ہیں پس جس قدر گنجایش ہے اور جو مدد حاصل ہوتی ہے اُس سے اگر نفع اٹھایا جاوے تو امت کے اعزہ کی بہت کچھ خدمت دینی ممکن ہے اسمیں شبہہ نہیں کہ کالج کے طرز عمل سے مستحبات میں خلل پڑتا ہے یعنی یہ وہاں کے اصول کا نتیجہ ہے لیکن فرائض و واجبات کے ترک کا ذمہ دار وہاں کا اصول نہیں ذمہ دار ہے وہاں کی بے پروائی اور اُس بے پروائی پر روک ٹوک ہونا مثلاً نماز کی پابندی روزہ کی پابندی سے وہاں کوئی مانع نہیں بلکہ وہاں کا افسر اعلیٰ پرنسپل آمادہ ہے کہ اس بارہ میں جو ہدایت کیجائے اسپر کاربند ہو اور طلبا ر کو کاربند کرے پہلے دن کو طلبا ر ماہ مبارک میں کھانے کے کرے میں کھانا حسب معمول کھاتے تھے جب توجہ دلائی گئی قطعاً بند ہو گیا کمروں پر صرف اُن طلبا کو کھانا مل سکتا ہے جن کی طبیعت علیل تصدیق کرے یہ صورت البتہ رہتی ہے کہ طلبا ر شب کو کھانا چھپا رکھیں اور چھپ کر کھائیں اس کی اصلاح ہو سکتی ہے تو خشیت کے پیدا ہونے سے خلاصہ کلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی گنجایش ضرور کالج میں ہے اور جسطرح کالج امت کے بچوں کا مرجع ہوتا جاتا ہے اور جسطرح

یہان کے طلبا ر ملک مین پھیل پھیل کر اپنا اثر ڈالتے ہین اُس کے لحاظ سے اُن کی دینی حالت پر توجہ و شفقت فرمانا علمائے ملت کا اہم فرض ہے۔ آرزوئے خیریت پر ختم نیاز نامہ کرتا ہون خاکسار حبیب الرحمن بھیکن پور ضلع علی گڈھ ۲ محرم ۱۳۲۴ھ

جوابہ جامع محاسن ومناقب دام مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ترسیل نیاز نامہ کے بعد جو توقع تھی الحمد للہ کہ پوری ہوئی کہ والانامہ سے کالج کی اصلاح شعبۂ دینی کی ضرورت کا آپ کے ذہن مین ہونا معلوم ہوا جس سے مسرت ہے اس سے زیادہ اُس وقت مسرت ہوگی جب اُس ضرورت کا ذہن سے خارج مین بذریعہ عملدرآمد آنا ہوا دریافت ہوگا واللہ الموفق باقی جو کلمات خاص ذات احقر کے متعلق ارشاد ہوئے ہین اُن کے جواب مین اتنا عرض کردینا کافی ہے احبکم اللہ کما تحبونی زیادہ خیریت۔ والسلام خیر ختام الملتمس اشرف علی عفی عنہ از تھانہ بھون۔ ۵ محرم ۱۳۲۴ھ۔

رسالہ مؤخرۃ الظنون عن ابن خلدون

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حمدا و سلاماً دائمین - اما بعد ابن خلدون مورخ نے اپنے مقدمہ مین احادیث واردہ فی شان المہدی مین بعض منکرین ظہور امام کا کلام نقل کیا ہے اور خود مؤرخ کا میلان بھی اسیطرف معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے مدعیانہ وہ کلام نقل کیا ہے صرف ناقلانہ طور پر نہین لکھا ہرچند کہ مؤرخ مذکور ایسے امور مین قابل استناد نہین مگر بادی النظر مین کلام مذکور دیکھکر احتمال تھا کہ کوئی خوش عقیدہ متزلزل ہوجاوے اسلیے مناسب معلوم ہوا کہ اوسکے متعلق بعض ضروری امور قلمبند کردیئے جاوین کہ شبہات ناشیہ کا مختصر و مجمل جواب ہوجاوے - **امر اول** مؤرخ نے بعض رواۃ حدیث مہدی مین کچھ جرح نکالکر ایک شبہہ پیدا کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ ایسے شبہات تو رجال صحیحین مین بھی پیدا ہوئے ہین پھر اوسکا جواب دیا ہے کہ گو وہان بھی شبہات ہین مگر انکا اسلیے اعتبار نہین کہ صحیحین کی تلقی بالقبول پر اجماع منعقد ہوچکا ہے اسلیے وہ شبہات مضر نہین مین کہتا ہون کہ اس سے ایک قاعدہ کلیہ مسلمہ عند المورخ نکل آیا کہ اجماعیات مین رواۃ کا مجروح ہونا مضر نہین اب کہتا ہون کہ جسطرح صحیحین کا متلقی بالقبول ہونا اجماعی ہے اسیطرح خبر ظہور مہدی کی اجماعی ہے اور جسطرح بعض منکرین تلقی صحیحین کا قول قادح اجماع نہین سمجھا گیا اسیطرح خبر مہدی کا قول قادح اجماع نہین ہوگا کیونکہ مراد اجماع سے اجماع جمہور کا ہے اور غیر جمہور کا قول بمقابلہ جمہور کے قابل اعتبار نہین سمجھا گیا سو یہ اجماع دونون جگہہ برابر ہے چنانچہ آج تک علماء معتبرین و ائمہ محدثین مستندین مین سے کسی نے اس اجماع کی مخالفت نہین کی بلکہ حسب تصریح مورخ مذکور ترمذی و ابوداؤد و بزار و ابن ماجہ و حاکم و طبرانی و ابو یعلی الموصلی نے ایک جماعت کثیر صحابہ سے مثل حضرت علی و ابن عباس و ابن عمر و طلحہ و ابن مسعود و ابی ہریرہ و انس و ابی سعید الخدری و ام حبیبہ و ام سلمہ و ثوبان و غیرہم رضی اللہ عنہم سے باسانید طرق

ف اس رسالہ کو جسطرح بحث عقائد قدیمہ سے تعلق ہے جیسا ظاہر ہے اسیطرح عقائد جدیدہ سے بھی تعلق ہے کہ نو تعلیم یافتہ بھی اس عقیدہ مہدی کے نافی ہین پس دونون مباحث کے بعد اسکا الحاق بہت مناسب ہوا ۱۲ منہ

مختلفہ اوسکو نقل کیا۔ پس جسطرح بناءً علی الاجماع بعض رجال صحیحین کا مجروح ہونا مضر نہین اسی بناء پر بعض رواۃ خبر مہدی کا مجروح ہونا مضر نہین بلکہ یہ اجماع خبر اجماع تلقی سے بھی زائد او ملے بالقبول ہے کیونکہ یہ مستند الے النص ہے اور وہ محض مستند الے الرای کہ مصنف صحیحین کو اپنی رائے سے معتمد و حجت سمجھا بلکہ محل متکلم فیہ مین اگر مستند اجماع کا بھی نہ معلوم ہوتا تو چونکہ یہ امر مدرک بالرائے نہ تھا لہذا مستند الے النص ہی سمجھا جاتا اور اب تو مستند اوس کا متعین بھی ہے اور نیز حسب قول محققین پر سند اجماع کا معلوم ہونا بھی ضروری نہین تو معلوم ہو جانا و بطریق ضعیف زائد موکد و مقوی اجماع کا ہو گا اور صحیحین مین اس خبر کا مذکور نہ ہونا اس اجماع مین قادح نہین دو وجہ سے ایک تو یہی غیر مسلم ہے کہ صحیحین مین یہ خبر مذکور نہین بلکہ مسلم مین یہ خبر موجود ہے گو مبہم سہی مگر جب مبہم کو مفسر پر محمول کرین گے جیسا عنقریب مذکور ہوتا ہے تو وہ اوسکا عین ہو جاویگی پس صحیحین بھی اوس سے خالی نرہین گی دوسرے حسب تصریح محدثین و اصولیین اجماع کے لیے سب کا قول جدا جدا نقل ہونا ضروری نہین بلکہ کسی قول کا شائع ہو جانا اور پھر کسی سے انکار منقول نہ ہونا کافی ہے سو جب تک شیخین سے انکار اس خبر کا منقول نہ ہو اجماع مین کوئی خلل نہین علاوہ اس کے یہ خبر شیخین کے قبل سلف مین شائع تھی اور کسی نے انکار نہ کیا پھر اجماع منعقد ہو گیا اور خلاف متاخر رافع اجماع متقدم کا نہین ہوتا چنانچہ اس مسئلہ ظہور مہدی کا عند الجمہور اجماعی ہونا خود مورخ کے قلم سے بھی نکلگیا چنانچہ صفحہ ۱۵۲ سطر اول مین کہتے ہین اعلم ان المشہور بین الکافۃ من اہل الاسلام علی ممر الاعصار انہ لابد الخ (امر دوم) ہر چند کہ محدثین نے تعیین حدیث متواتر مین کلام کیا ہے مگر محققین نے بتصریح کردی ہے کہ اگر کتب احادیث کو تتبع کیا جاوے اور احادیث کے طرق و اسانید مختلفہ متعددہ کو دیکھا جاوے تو بہت احادیث مصداق متواتر کا نظر آوین گی۔ چنانچہ ظاہر ہے خبر مہدی کے طرق مختلفہ کو اگر دیکھا جاوے تو اوسکی کثرت حد مذکور تک لاریب مثل احادیث کثیرہ کے پہونچ گئی ہے جیسا امر اول مین اشارہ کیا گیا ہے کہ مخرجین و مخرج عنہم کس کثرت سے ہین اور ہر ایک کے طرق جداگانہ اس بناء پر خبر مہدی کے تواتر کا حکم کر سکتے ہین اور مسلم ہے کہ متواتر مین رواۃ کا ثقہ و عادل ہونا شرط نہین پس جس محل مین جرح قوی بھی مضر نہو تو جروح ضعیفہ مختلف فیہا تو کیا ضرر دینگی (امر سوم) جسقدر رواۃ پر جرح کیا ہے دوسرے ائمہ نے خود مورخ نے اونکی توثیق بھی اکثر جگہ

نقل کی ہے پس انکا جرح اختلافی ٹھہرا اسنی یے مورخ نے نقل جروح سے پہلے قاعدہ الجرح مقدم
علی التعدیل ممہد کیا ہے سو اول یہ قاعدہ خود ظنی ہے پھر اس مین کلام طویل ہے تیسرے عدالت
کا مُسلم مین اصل ہونا اور وقت اختلاف کے بیقین لایزول بالشک کے اقتضاء سے تعدیل کے
تقدیم کی گنجایش ہے اور اکثر وہ جروح مختلف فیہا ہین جیسا خود مورخ کی تصریح سے ثابت ہے
چوتھے یہ جرح اوسوقت مضر ہوسکتا ہے جب اُس کا انجبار نہوا ہو اور جبکہ تواتر یا اجماع سے انجبار ہوگیا
ہے پھر اوس سے کیا ضرر۔ (امر چہارم) حسب تصریح محدثین ضعف حدیث کا کثرت طرق سے
منجبر ہوجاتا ہے پس جب ضعف متفق علیہ کا اوس سے انجبار ہوجاتا ہے تو ضعف مختلف فیہ کا انجبار
کیون نہوجاویگا بالخصوص ایسی کثرۃ کہ اوسکو حد تواتر تک سمجھ سکتے ہین جیسا اوپر مذکور ہوا۔
(**امر پنجم**) حسب تصریح اہل علم مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا حکم بتصحیح الحدیث ہے اور
ضعف متاخر احتجاج متقدم کو مضر نہین پس جب ان رواۃ مجروحین سے پہلے سلف اس پیشین
گوئی کے معتقد رہے تو انہون نے حدیث الباب کی صحت کا حکم کردیا اور یہ ضعف بعد کو سند مین
عارض ہوگیا تو یہ ظاہر ہے کہ اونکے احتجاج مین ضعف لاحق مضر ہو نہین سکتا رہا متاخرین کے لئے
سو سلف کا اس حدیث کو بنا بر قاعدہ مذکورہ صحیح کہدینا اور اس تصحیح کی اونکی طرف نسبت
متواتر ہو مثل تعلیق بخاری کے حجت ہوگیا کہ بخاری ایک حدیث کو بلا سند نقل کرتے ہین مگر
چونکہ اوںہون نے التزام صحت کا کیا ہے لہذا اونکی سند نہین ڈھونڈھتے اونکی اس تصحیح ضمنی پر
اکتفا کرتے ہین البتہ اس تعلیق کا مسند الی البخاری ہونا ضرور دیکھتے ہین سو ہم نے ثابت کردیا کہ یہ تصحیح
ضمنی سلف کی طرف منسوب ہے پس متاخرین کے احتجاج مین بھی قدح نرہا۔ **امر ششم** بعض
احادیث مین خود مورخ بھی کلام نہین کرسکے اونمین سے بعض مین تو اسم مہدی کی تصریح ہی چنانچہ
صفحہ ۱۵۴ سطر ۱۶ مین حاکم کی روایۃ بطریق سلیمان بن عبید نقل کی ہے اور حاکم کا قول نقل کیا ہے
حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور یہ جو اسکے بعد کہدیا ہے سلیمان بن عبید لم یخرج لہ احد من الستۃ
سو یہ اسلئے مضر نہین کہ راوی کے مجروح ہونے کی علت کسی نے آجتک یہ نہین بیان کی چنانچہ خود
مورخ کو اسپر اعتماد نہوا اور استدراک کے طور پر اسکے متصل ہے یہ کہنا پڑا لکن ذکرہ ابن حبان فی
الثقات ولم یرد ان احدا تکلم فیہ اور چنانچہ صفحہ ۱۵۵ سطر ۳ مین حاکم سے روایت کی ہے اور حاکم کا قول

نقل کیا ہے صحیح علے شرط الشیخین پھر بدلیل یہ ثابت کریںگے کہ شرط بخاری پر نہین ہے یہ مان لیا ہے کہ
شرط مسلم پر ہے کیونکہ اوس مین بعض راوی ایسے ہین کہ بخاری نے اُن سے روایت نہین کی مسلم نے
کی ہے رہا اسکے بعد عمار ذہبی مین تشیع کا شبہ نکالنا یہ اینے لیے مضر نہین کہ جب یہ مان لیا کہ یہ مسلم
کا راوی ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ امام مسلم کی روایات صحیح ہین تو یہ ظاہر ہے کہ امام مسلم کا امام مسلم ہونا
تو بنار صحت روایات کا ہو نہین سکتا بلکہ صرف امام مسلم کی روایات اُسی بنار پر صحیح مانی جاتی
ہین کہ وہ منتقد اعلیٰ درجہ کے ہین مجروحین سے روایت نہین کرتے پس جب اونہون نے عمار ذہبی
سے روایت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اوسکے جرح کو قادح صحت حدیث نہین سمجھتے اور راز اسمین یہ ہے
کہ بڑا مدار اس باب مین صدق وحفظ پر ہے اکثر منتقدین ائمہ ان دونون امر سے اطمینان کرکے حدیث
نقل کرتے تھے اس لیے عمار کا راوی مسلم ہونا صحت حدیث کے لیے کافی ہے اور بعض مین تصریح
اسم مہدی کی نہین جیسے صفحہ ۵۴ سطر ۱۳ مین حاکم کی روایت طریق عوف سے نقل کرکے حاکم
کا قول نقل کیا ہے ہذا صحیح علے شرط الشیخین ولم یخرجاہ اور صفحہ مذکورہ سطر ۲۷ مین طبرانی کی روایت
نقل کی ہے اور اوسمین کوئی حرج نہین نکالا اور اگر طبرانی کے اس قول سے شبہ ہو رحلہ جماعۃ
عن ابی الصدیق ولم یدخل احد منہم بینہ وبین ابی سعید احداً الا ابا الواصل فانہ رواہ عن الحسن بن
یزید عن ابی سعید سو یہ مضر نہین کیونکہ حسب تصریح ائمہ محدثین زیادۃ ثقہ کی مقبول ہے اور یہان
زیادہ ہے معارضہ نہین کیونکہ ابو الصدیق عن ابی سعید دوسرے طرق مین معنعن ہے اس لیے
دوسرے اس زیادۃ کی نفی نہین کرتے کہ معارضہ ہو پس جب زیادۃ محضہ ہے اور راوی ثقہ ہے
پھر کیا ضرر اور اگر اس سے شبہ ہو کہ مؤرخ نے ذہبی سے حسن کا مجہول ہونا نقل کیا ہے سو یہ جرح
مبہم ہے اسپر تعدیل مقدم ہے اور وہ تعدیل اس جرح کے متصل ہے مؤرخ کے کلام مین موجود ہی
لکن ذکرہ ابن حبان فی الثقات جسطرح حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث تمر بالرطب
مین ارشاد فرمایا تھا کہ زید بن عیاش مجہول ہے تو تمام محدثین نے جواب مین کہا ہے کہ زید بن عیاش
کذا وکذا فان لم یعرفہ ابو حنیفۃ فقد عرفہ غیرہ اور اگر اس سے شبہ ہو کہ ابو الواصل کی نسبت مورخ نے
کہا ہے لم یخرج لہ احد من الستۃ تو اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے اور آگے خود مؤرخ کا قول موجود ہے
وذکرہ ابن حبان فی الثقات فی الطبقۃ الثانیۃ وقال فیہ یروی عن انس وروی عنہ شعبۃ وعتاب

بن بشر پس شعبہ جو امیر المومنین فی الحدیث ہین اونکی روایت کرنے کے بعد ستہ کا روایت نہ کرنا
تو قابل ذکر بھی نہین اور صفحہ ۴۵ سطر ۱ مین صحیح مسلم سے دو حدیثین نقل کی ہین اور ایک حدیث
مسلم مین ہے جسکو مورخ نے نقل نہین کیا فینزل عیسے بن مریم فیقول امیرہم تعال صل لنا الحدیث
پس یہ سب احادیث مورخ کے نزدیک بھی صحیح ہین یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث اور ہر ایک پر
کلام کر کے آخر مین مورخ کو خود بعض احادیث کا استثنا کرنا پڑا حیث قال وہی کما رأیت لم یخلص
منہا من النقد الا القلیل والاقل منہ مین کہتا ہون کہ اوّل تو ان احادیث صحیحہ کا قلیل کہنا مسلّم
نہین چنانچہ مورخ کے زعم پر جو حدیثین صحیح نقل کی گئی ہین وہ پانچ چھ ہین سو اس عدد کو قلیل
کہنا تحکم ہے چنانچہ مہرہ حدیث پر مخفی نہین پھر اگر اسکو تسلیم بھی کر لیا جاوے تو جب خبر واحد شریعت
مین حجت ہے پھر قلیل ہونا کیا مضر ہے بالخصوص ایسے امور مین کہ جسکا انکار کفر نہ ہو محض بدعت ہو
سو خبر مہدی من قبیل ان ہی امور کے ہے اور جب وہ قلیل امور کثیرہ سے موید ہو جاوے تو ضرور
حکم کثیر مین ہو جاویگا چنانچہ مؤیدات کثیرہ کا ذکر ہو چکا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ بعض ان احادیث کی
نسبت مورخ نے کہدیا ہے - لم یقع فیہا ذکر المہدی ولا دلیل یقوم علی انہ المراد منہا تو جواب اسکا
یہ ہے کہ اول تو تصریح اسم مہدی کی نہ ہونا مضر نہین کیونکہ اسکا مضر ہونا بقول مورخ اسپر مبنی ہے
لا دلیل یقوم الخ سو اگر کوئی دلیل اسپر قائم ہو جاوے تو انہدام بنا سے مبنی بھی منہدم ہو جاویگا
سو بندہ کہتا ہے کہ محدثین قریب قریب اسپر اجماع کیے ہوے ہین کہ اگر ایک امر متن مین یا سند مین
مبہم ہو اور دوسری حدیث مین مفسر اور قرائن قویہ سے دونون حدیثون کا متحد ہونا معلوم ہوتا ہو
تو اوس مبہم کو مفسر پر محمول کرینگے اور قطع نظر محدثین کے خود مورخ نے اس قاعدہ کو مان لیا ہے
چنانچہ صفحہ ۵۳ سطر ۸ مین ابو داؤد کی روایت مین یہ سند ہے من روایۃ صالح ابی الخلیل عن
صاحب لہ ام سلمۃ الخ سو اس مین صاحب مبہم تھا آگے چھ سطر بعد دوسری روایۃ مین یہ سند ہے من
روایۃ ابی الخلیل عن عبد اللہ بن الحارث عن ام سلمۃ اس مقام پر مورخ کہتے ہین فبین بذلک المبہم
فی الاسناد (اور یہ حدیث ذکر مہدی مین ہے جسکی نسبت یہ بھی کہتے ہین رجالہ رجال الصحیحین لا مطعن
فیہم ولا مغمز گو آگے کو دو شبہہ نکالدیے ایک قتادہ کا مدلس ہونا جسکو قد یقال صیغہ تمریض سے بیان
کیا ہے جس سے خود مورخ کے نزدیک اوس کا غیر مرضی ہونا مترشح ہوتا ہے دوسرا شبہ تصریح اسم

مہدی کا نہ ہونا جسکا جواب اس وقت ہو رہا ہے خیر یہ جملہ معترضہ ہے ہماری غرض اس سے متعلق نہیں) اس تقتبین سے معلوم ہوا کہ وقت قیام قرائن کے اس مبہم کو مفسر پر محمول کرینگے ورنہ یہان بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے ولیس فی الاسناد الاول تصریح باسم الصاحب فکیف حکمت بکونہ بعینہا غرض محدثین اور خود مورخ کے تسلیم و اعتراف سے یہ قاعدہ ثابت ہو گیا اب احادیث مصرحہ باسم المہدی وغیر مصرحہ بہ کے اسانید و الفاظ کو ملا کر تتبع کرنے سے ہر عاقل اونکے اتحاد اسانید و تقارب الفاظ پر نظر کر کے بلا تکلف دونون قسم کے روایات کو بزبان حال یہ کہتے دیکھے گا۔ من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی * تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری چنانچہ تمام محدثین کا ان احادیث مبہمہ کو باب ذکر المہدی مین لانا دلیل قطعی ہے اس حمل کی چنانچہ مورخ بھی صفحہ ۴۵ سطر ۹ مین کسی محدث کا قول جو اسی پر مبنی ہے نقل کرتے ہین وقد قال ان حدیث الترمذی وقع تفسیر الماکرواہ مسلم فی صحیحہ الخ اور یہ تعریض ہمکو مضر نہین کیونکہ اس نقل سے مؤرخ کی رائے کا استنباط کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف یہ بتلایا ہے کہ محدثین کا یہ مسلک ہے اور مؤرخ کے کلام سے جو اس قاعدہ کی تائید ہوتی ہے وہ ابھی مذکور ہو چکی پس حتماً یہ مبہمات و مفسرات ایک دوسرے کا عین ہین اسلیے تصریح نہ ہونا قادح و مضر نہ ہوا اور خواہ مخواہ کے احتمالات نکالنا قابل التفات نہین کیونکہ یہ احتمالات غیر ناشی عن دلیل ہین بلکہ بعد اقامۃ الدلیل علی خلافہا ہین اسلیے محض ساقط ہین دوسرے اگر ان احادیث غیر مصرحہ سے قطع نظر بھی کیا جاوے تب بھی احادیث مصرحہ ہی کافی ہین کیونکہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ان امور مین خبر واحد حجۃ ہے لا سیما اذا تایدت بشواہد اخری قویۃ مما تلوناہ علیک مرارا۔ اس قاعدہ مذکورہ کی مثال ہمارے کلام مین بھی موجود ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ آج ہمارے پاس ایک شخص ایسے ایسے اوصاف کا آیا تھا پھر کہے کہ آج ہمارے پاس زید آیا تھا جسمین فلان فلان اوصاف ہین اور وہی اوصاف مذکورہ بیان کرے ہر عامی بھی سمجھ جاویگا کہ وہ مبہم شخص زید ہی ہے امر ہشتم بعض منکرین مہدی نے روایت لا مہدی الا عیسی بن مریم سے استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال تام نہین اولاً باعتراف مورخ حدیث مذکور ضعیف و مضطرب ہے جیسا صفحہ ۱۵ سطر ۲ مین تصریح ہے ثانیاً محتمل التاویل ہے بلکہ بعد صحت اخبار مہدی کے یقیناً ماوّل ہے کیونکہ مہدی کے جو اوصاف احادیث مین آئے ہین باتفاق

اُن سے تغایر مہدی و عیسیٰ علیہ السلام کا ثابت ہے پس جب حقیقت پر حمل متعذر ہے تو مجاز پر محمول ہوگا آگے تعیین تاویل مین کلام باقی رہا سو بعض نے تو مہدی کو معنے منسوب الی المہد پر محمول کیا ہے جیساکہ مورخ نے نقل کیاہے گو اُسکو مخدوش کردیا ہے حدیث جرنیج سے مگر اُس حصر کو باعتبار انبیاء علیہم السلام کے کہاجاوے تو مورخ کا خدشہ مدفوع ہے بعض نے مہدی لغوی مراد لیا ہے اور بقاعدہ المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل مہدی کامل کا مصداق صرف نبی ہو سکتا ہے مطلب یہ ہوگا کہ میرے بعد مہدی کامل صرف عیسیٰ علیہ السلام ہونگے توضیح اسکی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ السلام نے لا نبی بعدی فرماکر خبر دیدی کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا۔ اس عموم سے متبادر ہوا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آوے گا نہ مستقل ہوکر نہ تابع ہوکر آپ اسکی نفی فرماتے ہین کہ میرے تابع ہوکر عیسےٰ علیہ السلام تشریف لاوین گے چونکہ مستقل نبی مین ہادی ہونے کی شان غالب ہے اور تابع مین مہدی ہونے کے جتنے کہ اوس کا ہادی ہونا خود ناشی ہوگا مہدی ہونے سے اس لیے بعنوان مہدی تعبیر فرمایا گویا معنے یہ ہوئے کہ البتہ تابع ہوکر صرف عیسےٰ علیہ السلام تشریف لاوین گے۔ تیسری توجیہ جو سب سے زیادہ سہل اور بے تکلف اور قریب الماخذ اور ذوق لسانی سے چسپان ہے یہ راقم بانفار ربانی لکھتاہے گویا معنے متعین حدیث کے یہی ہین وہ یہ ہے کہ یہ ترکیب دو چیزون کے کمال اتحاد کے لیے ہوتی ہے گویا معنے ہوئے کہ مہدی اور عیسیٰ ایک ہین پس مہدی موضوع اور عیسیٰ محمول ٹھہرے اور موضوع محمول مین اتحاد کا حکم کبھی باعتبار حقیقت کے ہوتاہے اور کبھی باعتبار مجاز کے مثلاً دو چیزون کا زمانہ بہت متقارب ہو اور ایک کا وقوع مشعر دوسری شئے کے عنقریب واقع ہوجانے کو ہو تو باعتبار زمان کے ایک کو موضوع ایک کو محمول بنا دیتے ہین جیسا حدیث مین ہے عن معاذ بن جبل رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمۃ والملحمۃ فتح قسطنطنیہ وفتح القسطنطنیۃ خروج الدجال الحدیث اخرجہ ابو داؤد والترمذی اس حدیث مین چار قضایا اسی قسم کے ہین جن مین محمول کا حمل موضوع پر بہمین معنے ہے جب یہ مقدمہ سمجھ مین آگیا تو اب معنے المہدی عیسےٰ بن مریم کے خوب صاف ہوگئے کہ ادھر مہدی کا ظہور ہوا اور تھوڑے روز مین نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سمجھو پس تقارب زمان سے مجازاً دونون مین اتحاد کا حکم کردیا بہرحال منکرین

کا اسمین استدلال باقی نرہا - امر ہشتم اوسکے بعد مورخ نے اس باب مین متصوفہ کا کلام ذکر کر کے اوسپر کچھ گفتگو کی ہے مگر وہ بھی مضر نہین کیونکہ اس مسئلہ کا مدار صرف کشف پر نہین احادیث صحیحہ پر ہے جیسا بیان ہوچکا البتہ کشف سے زیادہ اطمینان ہوجاتا ہے اور کشف گو حجۃ شرعیہ نہین مگر شریعت نے اوسکا ابطال بھی نہین کیا بلکہ دلائل شرعیہ اُسکا اثبات کرتی ہین چنانچہ رویا جو کشف سے کم درجہ ہے حدیث صحیح مین خود اوسکی نسبت شب قدر کے باب مین ارشاد ہے - اری رویاکم قد تواطئت فی السبع الاواخر - دوسرے اذان کے باب مین ارشاد ہے انہا رویا حق تیسرے الرویا من اللہ اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات وغیر ذلک حدیثین اُسکا اثبات کررہی ہین جب ضعیف کا شرعاً اعتبار ہے تو قوی کا کیون نہ ہوگا پھر خود کشف کا تصریحاً بھی حدیث مین اثبات ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محدث فرمانا اسکی صریح دلیل ہے اسکے علاوہ حضرات صحابہ اور بہت سے اولیاء کا کشف سے خبر دینا اور اوسکا صحیح ہوجانا جو تواتر سے ثابت ہے کسطرح انکار کیا جاسکتا ہے البتہ جو کشف کسی امر شرعی کے معارض ہو وہ بلاشک مردود ہے یا ماؤل ورنہ فی نفسہ مقنع ہے اور اگر احادیث کا مؤید اور احادیث سے متائید ہو تب تو اُسکے مقبول ہونے مین شُبہ ہی نہین پس جبکہ خبر مہدی کے متعلق جو کشف ہے وہ موافق احادیث کے ہے تو کیون نہ مقبول ہوگا رہا کسی خاص جزئی کا جس سے حدیث مین تعرض نہ کیا گیا ہو مکاشفہ مین زائد مذکور ہونا اس کو کوئی عاقل مخالفت نہین کہسکتا ورنہ اس امر زائد کا غلط ہوجانا اصل کشف مین قادح ہوسکتا ہے - جیسا مؤرخ نے ابن العربی کا قول ظہورہ یکون من بعد مضی خ ف ج من الہجرۃ نقل کر کے خود اوس کی تفسیر کی ہے ورسم حروف ثلثۃ یرید عددہا بحساب الجمل وہو الخاء المعجمۃ بواحدۃ من فوق ستمائۃ والفاء اخت القاف بثمانین والجیم المعجمۃ بواحدۃ من اسفل ثلثۃ وذلک ستمائۃ وثلاث وثمانون سنۃ اور تفسیر کر کے اعتراض کردیا ہے انصرم ہذا العصر ولم یظہر سوا ایک جواب تو اسکا ہماری تقریر بالا سے معلوم ہوگیا کہ کسی امر خارجی کے غلط ہونے سے اصل مقصود مین قبح نہین لازم آتا دوسرے یہ اعتراض مبنی ہے تفسیر مذکور پر سو وہ مسلم نہین کیونکہ یہ قیاس ہے مورخ کا ممکن ہے کہ شیخ کی کوئی خاص اصطلاح ہو اور غالب بلکہ قریب یقین علم یہی ہے چنانچہ راقم نے ایک رسالہ کشفیہ مسمی بہ شجرہ نعمانیہ مکہ معظمہ مین دیکھا ہے اوسمین بہت پیشین گوئیان ہین جنمین بعض واقع بھی ہوچکے ہین سوا اوسکے واقعات واقعہ کو

جو جو شراح نے حل کیا ہے وہ حساب ابجد پر مبنی نہین کوئی اور اصطلاح ہے جسکا راقم کو باوجود نہایت خوض وتدبر کے پتہ نہین لگا اور اوسمین ایک عجیب امر اور ہے کہ اوس اصطلاح مین بھی کوئی قاعدہ منضبط نہین ہر مقام پر جدا اصطلاح ہے کیونکہ مقصود اونکو اخفا ہے اسی لیے اُنہون نے مختلف رموز پر مبنی کیا ہے اور اسپر بھی اندیشہ ہوا کہ شاید کوئی سمجھ جاوے تو اوسمین ایمان مغلظ ناظر پر دی ہین کہ اگر کوئی سمجھ جاوے تو ہرگز اوسکا اظہار نہ کرے پھر لطف یہ کہ جن شراح نے بعض واقعات کو حل کیا ہے اونہون نے بھی رموز مین لکھا ہے اور وہی وہم اونکو ہوا اور اوسکا علاج انہین قسمون سے اونہون نے کیا تو ایسی حالت مین کیونکر احتمال ہو سکتا ہے کہ شیخ نے ابجد کے حساب پر مبنی کیا ہوگا کیونکہ یہ حساب تو ایسا مبتذل ہے کہ بچے بھی جانتے ہین پھر اخفا کس طرح ممکن ہوتا اور یہ قسمین سب بیکار ہوتین کیونکہ خواص کو منع کرنا جب مفید ہے کہ عوام نہ سمجھین اور اس حساب کو عوام بھی سمجھ سکتے ہین پھر یہ تمام مساعی بیکار تھین غرض تغلیظ ایمان دلالت کر رہی ہی کہ مقصود شیخ کا نہایت اہتمام کرنا ہے اخفا مین - پھر ایسے حروف مین لکھنا خود اونکے مقصود کے مناقض ہوگا جیسا خود مؤرخ نے علامات سے خزانہ تلاش کرنے والون پر اسی تقریر سے طعن کیا ہے حیث قال وایضاً فمن اختزن ماله وختم علیه بالاعمال السحریة فقد بالغ فی اخفائه فکیف ینصب علیه الادلة والامارات لمن یتنبهه ویکتب ذلک فی الصحائف حتی یطلع علی ذخیرته اهل الاعصار والآفاق هذا یناقض قصد الاخفاء صفحہ ۱۰۹ پس غالباً اِن رموز کا کوئی ایسا قانون ہے جو معلوم نہین

پس بدون علم اوس قانون کی تفسیر رموز کی کسطرح قابل اعتداد ہو سکتی ہے - چنانچہ ایک جگہ مؤرخ نے لکھا ہے اذ الرمز انما یهدی الی کشفه قانون یعرف قبله ویوضع له واما مثل هذه الحروف فدلالتها علی المراد منها مخصوصة بهذا النظم لایتجاوزه الخ - پس جب تفسیر مذکور کا صحیح ہونا ثابت نہین بلکہ تقریر مذکور سے اوس کا غیر صحیح ہونا ثابت ہے پھر اعتراض بھی باطل وساقط ہو گیا اور رویا وکشف کا معتبر ہونا تو احادیث سے ثابت ہی ہے مگر خود مورخ بھی اسکے معترف ہین چنانچہ صفحہ ۵۱ کے سطر ۳ اور صفحہ ۵۲ کے سطر ۱۴ - اور صفحہ ۵۴ کی سطر ۲۶ سے سطر ۲۸ تک اور صفحہ ۵۵ کے آغاز کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہی جب اوسکے معتبر ہونے کا اعتراف کر لیا پھر سب شبہات ناقابل اعتبار ہو گئے ہذا ما عندی الآن ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ولیکن ہذا آخر ما رسناه فی ہذا الباب واللہ تعالی اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب ۲ شعبان ۱۳۱۴ھ

بعضے از تحریرات سیدنا و مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم

کہ در جواب سوالات صاحب فتاوی صدور یافتہ بمناسبت

مقام در آخر ملحق کردہ شد

درمنثور مین روایات ذیل نظر سے گذرین اور تحقیقی جواب توان روایات کا ظاہر ہی ہے کہ یہ اخبار آحاد ہین اور قراءۃ متواترہ کے مقابلہ مین اخبار آحاد کا اعتبار نہین کیا جاتا لیکن اگر کوئی مخالف ان روایات کو پیش کرے تو اُس کے لیے کوئی مسکت جواب سمجھ مین نہین آتا اگر کوئی جواب ہو تو مطلع فرماوین وہ روایات یہ ہین۔ (۱) اخرج الفریابی والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان والضیاء فی المختارۃ من طرق عن ابن عباس رضؓ فی قولہ حتی تستانسوا قال اخطأ الکاتب انما ہی حتی تستاذنوا (۲) اخرج ابن جریر وابن الانباری فی المصاحف عن ابن عباس رضؓ انہ قرأ افلم یتبین الذین آمنوا فقیل لہ انہا فی المصحف افلم ییأس فقال اظن الکاتب کتبہا وہو ناعس (۳) اخرج ابن ابی داؤد عن یحیی بن معمر قال قال عثمان ان فی القرآن لحنا وستقیمہ العرب بالسنتہا (۴) عن قتادۃ ان عثمان لما رفع الیہ المصحف قال ان فیہ لحنا وستقیمہ العرب بالسنتہا (۵) وعن عکرمۃ قال لما اتی عثمان بالمصحف رأی فیہ شیئا من لحن فقال لو کان الملی من ہذیل والکاتب من ثقیف لم یوجد فیہ ہذا (۶) واخرج ابو عبید وغیرہ قال سألت عائشۃ عن لحن القرآن والمقیمین والمؤتون الزکوٰۃ وان ہذان لساحران فقالت یا ابن اختی ہذا عمل الکتاب اخطؤا فی الکتاب (جواب) مخدوم ومحترم حضرت مولانا الحافظ الحاج مولوی اشرف علی صاحب دام مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ گرامی نامہ عزت بخش ہوا درمنثور کی روایات پہلے بھی نظر سے گذری ہین بندہ کے نزدیک علاوہ اُس جواب کے

؎ ان تحریرات کا تعلق عقائد سے اظہر ہے پس اس جلد کا بڑا حصہ عقائد ہی کے متعلق ہے کیونکہ کتاب البدعات سے یہی سلسلہ ہے گو اختلاف اعتبارات سے ابواب کی تعبیر مین عنوانات کا اختلاف ہوگیا ہے اور اوس کے قبل کے مضامین کہ تفسیر و حدیث و سلوک کے متعلق ہین بہت ہی قلیل ہین عقائد پر کتاب کا ختم ہونا انشاء اللہ تعالی فال نیک ہے خاتمہ عقائد صحیحہ پر ہونے کی ۱۲ منہ

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قراءت ان حضرات صحابہ رض کو نہ بطور تواتر ثابت ہوئی اور نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی اور جب بطور آحاد پہونچی اور خلاف قانون زبان دیکھی یا باعتبار ظاہر معنے صحیح نہ دیکھا تغلیط کردی چنانچہ روایت حضرت عائشہ رض جو تمام صحاح مین مروی ہے حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انہم کذبوا تخفیف کی نسبت کس قدر استنکاف فرماتی ہین اور بندہ کے ناقص خیال مین اس مین کوئی الزام انپر نہین اگر جناب کی رائے مین بندہ کا خیال صحیح ہویا اور کوئی پسندیدہ جواب خیال مین آوے تو مطلع فرماوین۔ فقط خلیل احمد عفی عنہ از سہارنپور ۲ صفر ۱۳۲۵ھ یوم جمعہ

سوال از حضرت مولانا مصنف مدظلہ۔ بر جواب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب عم فیضہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ سرفراز نامہ نے معزز فرمایا جواب سے بہت جی خوش ہوا بہت سلیس اور بے تکلف ہے مگر تھوڑی دیر کے بعد اس مین ایک خلجان پیدا ہو گیا جس کو روزمرہ لکھنا چاہتا تھا آج جمعہ کے روز موقعہ اظہار کا ملا وہ یہ ہے کہ یہ یقینی ہے کہ یہ قراءات مثبتہ فی المصاحف اسوقت بھی متواتر تھین اور گو علی التعیین یہ قراءت اُن کو نہ پہونچی ہون مگر اجمالاً اُن حضرات کو اتنا معلوم تھا کہ کوئی نہ کوئی قراءت متواتر اسمین ضرور ہے اور اسکی تعیین وطلب بھی اس لیے واجب تھی کہ غیر قرآن کو قرآن مین داخل کرنا جائز نہین پس اگر انہون نے طلب نہین کین تو ترک واجب لازم آیا پھر جو قراءتین قانون کے موافق سمجھین اور واقع مین اور اُن کے نزدیک بھی روایۃً وہ ثابت اور صحیح نہین تو غیر قرآن کو قرآن مین داخل کرنا لازم آیا اور اگر طلب کین تو ظاہر ہے کہ جو قراءت واقع مین ثابت ہے وہی طلب سے متعین ہو گی پھر محض مخالفت قانون سے اس کے انکار کے کیا معنی [illegible] انکار عائشہ رض کے کہ جس قراءت کو انہون نے اختیار کیا ہے وہ بھی صحیح اور ثابت ہے اور ہر جگہ تعدد قراءت ضروری نہین اسلیے دوسری قراءت کی طلب وتعیین ان پر واجب نہ ہوئی نہ اُن کو دوسری قراءت کے وجود کا احتمال ناشی عن دلیل ہوا جو طلب واجب ہوتی اور جس طریق سے وہ قراءت بالتخفیف پہونچی وہ طریق قطعی نہ تھا اور ظاہراً اسمین اشکال معنے کا لازم آتا تھا اس لیے اُن کو انکار کی گنجایش تھی پس انکار عائشہ رض منقیس علیہ اس انکار مقیس کا نہین بن سکتا ورنہ یوں تو اب بھی جس قراءت کا چاہے انکار اس بنا پر جائز

ہوگا کہ منکر کو خاص بطریق قطعی پہونچا نہین اور علم اجمالی کافی نہ ہوا وہ صحیح قرات مین کوئی اعرابی
یا معنوی اشکال ہوا اور اسکا التزام کوئی نہین کرسکتا۔

(جواب) مخدومی مکرمی مداللہ ظلال مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ۔ جواب عرض
کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ آپ بحمداللہ ان علوم عالیہ سے ماہر ہین اور مین گویا ناواقف ہون
مگر امتثالاً للامر جو کچھ صحیح یا غلط خیال مین گذرا ہے۔ مختصراً عرض کرتا ہون اگر غلط ہوا تو تصحیح ہی
ہوجائے گی بندہ کے خیال مین یہ مضمون ہے کہ قرآن کی قطعیت کی دو صورتین ہین اول تو بلاواسطہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلقی دوسرے تواتر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے تو دونون صورتون
سے قطعیت ہوسکتی تھی اور تابعین اور مابعدہم کے لیے صرف تواتر کی صورت باقی رہی صحابہ رض نے
جس آیت یا حرف کو بلاواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا اُن کے لیے قطعی ہوگیا بعد ازان
اگر آیندہ اُن سے بطور تواتر مروی ہوتا گیا قطعیت ہوتی رہی اور جس جگہہ سلسلہ تواتر قطع ہوگیا خلفین
بھی قطع ہوگئی تو اب مواضع مبحوث فیہا مین ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رض وغیرہا کو وہ طریق جو باب متواتر
ہے یعنی والمقیمین وغیرہ نہ پہونچا ہو اور دوسری طرح یعنی والمقیمون وغیرہ بلاواسطہ جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو تو اُنپر واجب نہ تھا کہ وہ قرات متواترہ کی تلاش کرتے کیونکہ قطعی
قرات اُن کو حاصل تھی اور اسیوجہ سے کہ غیر قرآن قرآن سے ممتاز رہے اسکا انکار فرماتے تھے غایت
مافی الباب اُن کے بعد چونکہ اُن سے سلسلہ تواتر نہ چلا لہذا اُن کے مابعد کے لیے قطعیت نرہی چنانچہ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور قطع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کذبوا بالتشدید معلوم ہوچکا
اور بالتخفیف نہ بتواتر نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ معلوم ہوا تھا لہذا انکار فرمایا
اور اتفاقاً بالتشدید بھی بعد ازان متواتر رہا اگر بالفرض متواتر نہوتا تو بھی کچھ حرج نہ تھا کیونکہ اُن کو
مرتبہ قطع کا دوسرے طریق سے حاصل تھا بالجملہ بعد کا تواتر وعدم تواتر صحابہ کی قطعیت کے لیے کسی
طرح مزاحم نہین تو یہ دونون متقیس ومقیس علیہ برابر ہوئے ہان مابعد صحابہ کے لیے یہ صورت ممکن نہین
کیونکہ اُن کو بجز تواتر کے قطع کا کوئی ذریعہ نہین تو اگر وہ انکار کرین تو یقیناً بلا اعتماد کسی قطعی کے انکار
قطعی لازم آئیگا ہان بعض صورتین اگر انکار رسم خط کی طرف راجع کیا جاوے تو زیادہ چسپان ہوتا ہے
(سوال بر جواب بالا) السلام علیکم ورحمۃ اللہ جواب مرقوم سامی مین بوجہ کم علمی اتنا خلجان اور باقی رہگیا

کہ اگر یہ احتمال فرض کیا جاوے کہ مواضع مبحوث فیہا مین ان حضرات نے ان کلمات کو بلاواسطہ
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لیا ہوگا تو اسمین پھر تردد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے جسطرح ان کلمات کو سنا تھا یا تو وہ قرآن تھا یا نہین شق اول پر بعض قرآن کا ضیاع لازم آیا اور
شق ثانی پر ادخال غیر قرآن کا قرآن مین لازم آیا وکلاہما خلف بخلاف مقیس علیہ یعنی قراءۃ کذبوا
بالتشدید والتخفیف کے کہ دونون قرآن ہین چنانچہ دونون قرأتین محفوظ ہین سردست یہ شبہہ ہے
اگر بعد مین کوئی اور امر خیال مین آویگا تو عرض کرونگا بار بار تکلیف دیتے ہوئے شرم آتی ہے مگر اشتفاء
شفاء العی السوال اس مکرر تکلیف کو مقتضی ہوتا ہے (جواب) مخدومی حضرت مولانا مولوی اشرفعلی
صاحب دام مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالی وبرکاتہ کل یوم یکشنبہ گرامی نامہ عزت بخش ہوا اسکے
کے متعلق بندہ کے خیال ناقص مین یہ ہے کہ شق اول اختیار کیجاوے کہ مواضع مبحوث فیہا مین یہ
کلمات جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنے تھے قرآن تھے لیکن بعد ازان منسوخ
ہوگئے یا بطور تیسیر فرمائے گئے تھے جسپر حدیث انزل القرآن علی سبعۃ احرف دال ہوسکے بعدہ وہ
تیسیر مرتفع ہوگئی لارتفاع العلۃ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس نسخ یا ارتفاع کی قطعی طور پر اطلاع
نہوئی لہذا وہ اس اپنے قطعی مسموع پر جمے رہے اور قرأت متواترہ بھی قطعی طور پر نہ پہونچی ہو اس
صورت مین صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ بعد نسخ جو غیر قرآن تھا قرآن اعتقاد کرتے رہے مگر ظاہر ہے
کہ وہ معذور تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی روایت درباب نسخ عشر رضعات اور
بقاء خمس رضعات دلالت کرتی ہے کہ خمس رضعات قرآن مین موجود ہین حالانکہ منسوخ ہوچکے
تھے اور نیز عبداللہ بن مسعودؓ کی قرارت والذکر والانثی مین قول واللہ لا اتابعہم۔ اور نیز یہ بھی ممکن
ہے کہ بعد مین اُن کو قرأت متواترہ پہونچگئی ہو اور یہ انکار اُس سے سابق ہو چنانچہ بعض روایات
درمنثور سے ان مواقع مین مفہوم ہوتا ہے فقط والسلام خلیل احمد عفی عنہ از سہارنپور یوم دوشنبہ
یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ حسب رویت جو کچھ عرض کررہا ہون امتثال ہے ورنہ بحلف عرض کرتا ہون
کہ مین اس قابل نہین کہ جناب کے جواب مین کچھ عرض کرسکون (جواب) السلام علیکم ورحمۃ اللہ و
برکاتہ جو جواب جناب نے تحریر فرمایا ہے بفضلہ تعالی مادہ اساس اشکال ہے شبہہ لکھتے وقت
میرے خیال مین بھی آیا تھا مگر اب زیادہ تفصیل وتکمیل ہوگئی حق تعالی فیوض سامی مین برکت

فرماوین والسلام فقط ۱۴ - ربیع الاول ۱۳۲۵ھ بحمد اللہ تعالیٰ یہ مکاتیب ختم ہوگئی اور مکاتبۂ ثانیہ
شروع ہوتی ہے مخدومنا معتمدنا حضرت مولٰنا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم - السلام علیکم
ورحمۃ اللہ اتفاق سے ایک مبتدع کی کتاب مین بعض شبہات نظر سے متعلقہ معجزہ گذرے جنکے شافی
کافی جواب کے لیے طبیعت جویان ہے اور اس غرض سے اسوقت تکلیف دیتا ہون (۱) انبیاء
کی نبوت کی دلیل معجزہ اسلئے نہین ہوسکتا کہ مدعی نبوت کاذباً سے صدور خوارق کے امتناع
کی کوئی دلیل قطعی عقلی یا نقلی نہین بلکہ نقلی تو اگر ہو کافی بھی نہین کیونکہ مسئلہ عقلیات سے ہے
(۲) زردشت مجوسی کا حال تاریخ مین لکھا ہے کہ اُس نے گشتاسپ بادشاہ کے سامنے دعوے
نبوت کا کیا اور آگ مین نکل گیا اور نہین جلا اگر احتمال حیل کا ہو تو اول تو بادشاہ کو یہ شبہہ ہونا
چاہیے تھا نا نیا یہ احتمال ہر جگہہ مشترک ہے پھر جسطرح اور سچون سے منقول نہین اسی طرح اُس
کی نسبت بھی منقول نہین (۳) بعض مسببات کے اسباب ایسے خفی ہوتے ہین کہ عوام کو مدرک
نہین ہوتے اور ایسے مسببات خوارق نہین ہوتے کیونکہ اسباب طبعیہ عادیہ سے صادر ہین
جیسے آجکل مسمریزم والون سے عجائب امور صادر ہوتے ہین اگر کہا جاوے کہ یہ تصرفات نفسانی
مشق و ریاضت سے حاصل ہوتے ہین سو اول تو یہ احتمال مشترک ہے دوسرے تجربہ سے ثابت
ہوگیا ہے کہ بعض لوگون کے نفوس فطرۃً ایسے ہوتے ہین کہ اُن کو مشق کی حاجت نہین اُن سے بلا
ریاضت ایسے امور کا صدور ہوتا ہے تو مدعیین نبوت مین نعوذ باللہ اس کا احتمال کیون نہین ہوسکتا
(۴) اگر اب کوئی شخص دعوے نبوت کا کرکے خوارق دکھلاوے تو کیا نعوذ باللہ اُس کی تصدیق
کرلی جاویگی اور اگر کوئی شخص ایسے امور دکھلاوے تو یہ بات کیسے چلیگی کہ مدعی کاذب ہے ایسا
نہین ہوتا بلکہ جو شخص اس کا قائل ہوگا اُس کو تو ماننا ہی پڑے گا کہ یہ شخص صادق ہے (۵) اس
کی کیا دلیل ہے کہ جن خوارق کا ابتک معارضہ نہین ہوسکا آیندہ بھی نہ ہوگا کیا ممکن نہین کہ آگے
کوئی شخص زیادہ صاحب کمال پیدا ہو اور وہ معارضہ پر قادر ہو انتہت الشبہات اور یہ مبتدع
یہ کہتا ہے کہ محض تعلیم کی خوبی اور اخلاق کے کمال سے نبوت ثابت ہوتی ہے لیکن اسپر اس سے
زیادہ شکوک واقع ہوتے ہین کہ کوئی شخص حکماء کی کتابون سے یا سلامتِ عقل سے تعلیم اور
اخلاق مین کامل ہوکر مدعی نبوت ہو جاوے تو اُس کے کاذب ہونے کی کوئی دلیل قطعی نہین

ہوگی اور دو مسئلے فروع مین سے قابل تحقیق ہین اول مدرسہ مین جو روپیہ آتا ہے اگر یہ وقف ہے تو بقا عین کے ساتھ انتفاع کہان ہے اور اگر یہ ملک معطی کا ہے تو اس کے مرجانے کے بعد واپسی ورثہ کی طرف واجب ہے۔ دوم اگر عدت مین کوئی عورت زوج یا احمار پر استطالت لسانی کرے تو جواز اخراج عن البیت کسی فقہی کتاب مین منصوص ہے یا نہین فقط۔

(جواب) مکرم ومحترم حضرت مولٰنا الحافظ الحاج مولوی اشرفعلی صاحب دام مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالٰے وبرکاتہ۔ گرامی نامہ موجب مباہات ہوا پہلے تو یہ خیال تھا کہ معذرت پیش کرونگا ایسے دقیق مضامین سے خادم کا ناقص فہم عاجز ہے مگر اسوقت یہ خیال پیدا ہوا کہ جو کچھ رطب یا بس فہم مین آوے عرض کردون اصلاح ہی ہوجائیگی اور اگر پسند خاطر عالی ہوا نوز ہے قسمت۔ غرض جواب سے پہلے چند امور عرض ہین (۱) معجزات فی حد ذاتہا امور ممکنہ ہین نہ ممتنعہ ذاتیہ عقلیہ (۲) متنبی یا مبطل نبوت سے صدور خوارق کا امتناع عقلی نہین بلکہ عادی ہے کہ عادت الٰہیہ عدم صدور خوارق مثبتہ نبوت یا مبطلہ نبوت پر جاری ہے اور غیر متنبی اور مقابل نبی سے امتناع صدور خوارق نہ عقلی ہے نہ عادی (۳) محض امکان اور احتمال صدور اگرچہ مشترک ہے مگر بوجہ عدم صدور منافی مدعی نہین (۴) معجزات اور شعبدات مین امتیاز کا ہونا لکل واحد من العوام والخواص ضروری نہین بلکہ خواص سے رفع اشتباہ ہونا کافی ہے (۵) فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت بنص قطعی ثابت ہوچکی ہے لہذا اب اس امتناع عادی کی بھی ضرورت نہین رہی اب بہ ترتیب جواب عرض ہے (۱) جب حسب عادت الٰہیہ صدور خوارق مثبت نبوت متنبی سے نہین ہوسکتا لہذا معجزہ کے دلیل نبوت ہونے مین مانع نہین ہوگا (۲) نقل اہل تاریخ قابل احتجاج نہین (۳) مدعی نبوت مین احتمال صدور عقلاً ممتنع نہین ہان نفس صدور خوارق چونکہ خلاف عادۃ الٰہیہ ہے ہوگا جو امتیاز کے لیے کافی ہے اور سچے نبی کے معجزات مین احتمال حیل وشعبدات کو بھی یہی امر مانع ہے (۴) اول صدور خوارق حسب عادۃ الٰہیہ ممتنع ہے ثانیا سلمنا لیکن جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت بنص قطعی ثابت ہوچکی ہے لہذا اب اگر کسی مدعی نبوت سے خوارق ظاہر ہون بھی تاہم قابلِ التفات نہین ہونگے (۵) عدم امکان پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہین ہم خود امکان کے قائل ہین کلام وقوع مین ہے کہ وہ خلاف عادت

آلہیہ ہے۔ جو شخص سلیم العقل اخلاق و تعلیم مین کامل ہوگا وہ جھوٹا مدعی نبوت نہین ہو سکتا
اور جو جھوٹا مدعی نبوت ہوگا وہ سلیم العقل اور کامل الاخلاق والتعلیم نہین ہو سکتا اور محض امکان
عقلی اعتراض کے لیے کافی نہین۔ جواب فروع (۱) عاجز کے نزدیک مدارس کا روپیہ وقف نہین
مگر اہل مدرسہ مثل عمال بیت المال معطین اور آخذین کی طرف سے وکلا ہین لہذا نہ انہین زکوۃ
واجب ہوگی اور نہ معطین واپس لے سکتے ہین (۲) عالمگیریہ کی روایت وان کان نصیبہا من
دار المیت لایکفیہا فاخرجہا الورثۃ من نصیبہم انتقلت دال ہے کہ اگر عورت کا حصہ کافی نہین ہے
تو ورثہ اپنے حصہ سے خارج کر سکتے ہین خواہ امتثال کرے یا نہ کرے اور اگر اُس کا حصہ کافی
ہے تو اخراج نہین کر سکتے فقط واللہ اعلم خلیل احمد عفی عنہ ۱۸ جمادی الاخرے ۱۳۲۵ھ

حضرت مخدومنا ادام اللہ ظلال فیوضہم علینا السلام علیکم ورحمۃ اللہ شفانامہ مزیل مرض ہوا لیکن
اصل اساس شبہہ ہنوز قطع نہین ہوئی بمقدمات خمسہ مین سے مقدمہ ثانیہ پر یہ شبہہ ہے کہ امتناع
عادی کی کیا دلیل ہے صرف عدم صدور الی الآن تو دلیل ہو نہین سکتی ورنہ بہت سے امور ممکنہ
عادیہ ممتنع عادی ہو جاوینگے بلکہ کوئی دلیل اسپر قائم ہونا چاہیئے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کیونکہ عدم صدور
الی الآن و احتمال الوقوع فیما یستقبل مین تنافی نہین مثلاً قیامت اور خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وعلی آلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ان دونون کا ابتک وقوع نہین ہوا مگر اول ممکن عادی ہے
گو ابتک صدور نہین ہوا اور ثانی ممتنع عادی ہے کیونکہ دلیل قائم ہے کہ ایسا کبھی نہ ہوگا تو صدور
خارق عن المتنبی کے امتناع عادی پر کونسی دلیل قائم ہے اور اُس کے صدور سے کونسا محذور
عقلی لازم آتا ہے اصل مقصود سوال سے یہ تھا شاید اول تعبیر کافی نہین ہو سکی مقدمہ ثالثہ اسی
مقدمہ ثانیہ پر مبنی ہے مقدمہ رابعہ مین یہ سوال ہے کہ وہ امتیاز کیا ہے اُس کی تعیین ضروری
ہے تاکہ ہر زمانہ مین اُس سے رفع اشتباہ اور اسکات مبطل ممکن ہو ورنہ مبطل کو گنجایش
ہوگی کہ وہ اُن اشخاص کو خواص نہ مانے اور قوۃ ممیزہ کو اُن سے مفقود مانے مقدمہ خامسہ
مین یہ سوال ہے کہ جس دلیل قطعی سے خاتمیت ثابت ہے اُس کا ثبوت خود فرع ہے نبوت
کی اور ثبوت نبوت فرع ہے امتناع عادی مذکور کی اور وہ ہنوز محل کلام مین ہے بالخصوص
جب اُن معجزات محمدیہ کے معارضہ کو اب ممتنع عادی بھی نہ مانا جاوے تو ایک ملحد یہ شبہہ کرسکتا ہے

کہ جس قوت سے اب غیر متبنی سے ان خوارق کا صدور ہو گیا ہے نعوذ باللہ ممکن ہے کہ یہی قوت آپ مین بھی ہو پس خود آپ کی نبوت ہی کیونکر ثابت ہو گی اور ختم نبوت تو اس سے بھی پیچھے ہے جواب اول مبنی ہے امتناع عادی پر اور وہ ہنوز محتاج اثبات ہے جواب دوم مین اگر کوئی شخص تواتر سے اس نقل کو ثابت کر دے تو کیا کہا جاویگا اور یقینی بعض واقعات تاریخیہ متواتر ہین اور اگر خبر واحد بھی ہو تب بھی اُس کی تکذیب کے لیے اُس سے اقوی دلیل چاہیئے ورنہ اگر حجت نہین تو اقل درجہ احتمال تو آ ہی گا جواب سوم بھی مبنی ہے امتناع عادی پر جواب چہارم کی اصل بھی مبنی ہے امتناع عادی پر اور بعد تنزل مبنی ہے مقدمہ خامسہ پر اور اُسمین اوپر کلام ہو چکا ہے جواب خامس بھی مبنی ہے امتناع عادی پر اور بعد ثابت ہو جانے امتناع عادی کے وہ امتناع مخصوص ہو گا خوارق کے ساتھ اور جو امر قوت نفسانیہ سے کہ وہ بھی اسباب طبعیہ سے ہے صادر ہو وہ خارق نہین ہوتا اسکا امتناع ثابت نہین ہو گا پس اصل سوالات مین سوال ثالث بلا جواب باقی ہے افیدونا رحمکم اللہ تعالے - (**معروضات متعلق مسائل فرعیہ**) (۱) عمال بیت المال منصوب من السلطان ہین اور سلطان کی ولایت عامہ ہے اس لیے وہ سب کا وکیل بن سکتا ہے اور مقیس مین ولایت عامہ نہین اسلیے آخذین کا وکیل کیسے بنے گا کیونکہ نہ توکیل صریح ہے نہ دلالۃً ہے اور مقیس علیہ مین دلالۃً ہے کہ سب وہ اُس کے زیر طاعت ہین اور وہ واجب الاطاعۃ ہے (۲) مقصود معتدہ مطلقہ کا پوچھنا ہے جس کا سکنے زوج پر واجب ہے اس لیے جواب کا انتظار ہے والسلام مکرر آنکہ تعلیم و اخلاق کے متعلق یہ بات رہگئی ہے کہ یہ صحیح ہے کہ وہ واقع مین سلیم العقل نہ ہو گا لیکن سلامت عقل کی جو ظاہری علامتین ہین کہ رائے صحیح ہو اخلاق درست ہوان اچھی باتون کی تعلیم کرتا ہو جیسے حکما اس شان کے گذرے ہین ایسے شخص سے کسی وقت مین کسی غرض سے صدور دعوی کاذب کے امتناع کی کیا دلیل ہے خواہ وہ دعوے عمداً ہو یا خطاً ہو کسی اشتباہ سے (جواب) سیدی ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ (۱) مقدمات کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے اُس کے جواب مین مختصراً اسقدر گذارش ہے کہ اول امتناع عادی اسقدر بین اور بدیہی ہے کہ محتاج دلیل نہین کیونکہ ابتداء حدوث دنیا سے ہر زمانہ مین بعثت انبیا علیہم السلام ہوتی رہی ہے اور انبیاء علیہم السلام اپنی نبوت کو معجزات

کی تحدی سے ثابت کرتے رہے اور جم غفیر مخالفین اپنی پوری کوشش اور ہمت کے ساتھ اس کے
ابطال کے لئے مقابلہ پر تُلے رہے اور کوئی دقیقہ مخالفت کا اُٹھا نہیں رکھا ایسی حالت مین باوجود
اسقدر شدید دواعی کے بھی خوارق مبطل نبوت نبی یا مثبت نبوت متنبی ظاہر نہ کرسکے تو اس سے واضح
ہوا کہ عادۃ الٰہیہ اسیطرح جاری ہے جس کے خلاف کا وقوع ممتنع عادی ہے اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ امتناع
کا حکم محض بوجہ عدم صدور نہین کیا گیا جو امور ممکنہ عادیہ امثال قیامت وغیرہ سے جن کا ابتک وجود
نہین ہوا محل اعتراض ہوسکے بالجملہ اس جگہ دو امر ہین ایک جب نبی اپنی نبوت کو کسی معجزہ سے ثابت
کرنا چاہے تو ظہور معجزہ کا اُسوقت وجوب عادی ہے اور دوسرے اگر دوسرے متنبی یا مخالف نبوت اپنی
جھوٹی نبوت کے یا ابطال نبوۃ صادقہ کے لیے کوئی خارق (جو معجزہ کے درجہ مین ہو) ظاہر کرنا چاہے اُسکا
امتناع عادی ہے لیکن امر اول کا ظہور آفتاب سے زیادہ روشن ہے حالانکہ اسمین باوجود احتمالات کثیرہ
کثرت مخالفین اسکو مقتضی تھی کہ اسکا ثبوت مطلق نہوتا یا نہایت خفی ہوتا اور امر ثانی مین بوجہ کثرت
موافقین اور صرف ہمت زمانہ دراز تک بھی ناکامیاب رہنا اور ہزارہا سال مین ایک امر کا بھی تحقیقی
طور پر ثابت نہونا امر اول سے زیادہ روشن طور پر امتناع عادی کو ثابت کرتا ہے کہ جس کے ہوتے کسی
دلیل کی ضرورت نہین۔ اور اگر ایسے مین اور بدیہی امور مین احتمالات موہومہ کو قادح قرار دیا جاوے
تو کوئی قطعی سے قطعی امر بھی احتمالات سے پاک نہوگا اور مفید قطع نہوگا۔ اور ثانیاً ممکن ہے کہ اسپر
عقلی دلیل بھی قائم کی جاوے اُس کی تقریر یہ کہ حق تعالیٰ شانہ ہدایت خلق کے واسطے انبیاء علیہم السلام
کی معجزات کے ساتھ تائید و تصدیق فرماتے ہین اور اُن کے ہاتھ پر معجزات ظاہر فرماتے ہین اگر متنبی
یا مخالف نبی کے ادعا کے بعد اُن کے ہاتھ پر بھی ظاہر فرماوین تو سراسر تلبیس اور موجب سد باب
نبوت اور خلاف حکمت ہوگا مقدمہ رابعہ کے متعلق عرض ہے (۲) تقریر سابق سے امتیاز فیما بینہما ظاہر
ہے کہ جو خارق مرتبہ معجزہ مین ادعا نبوت کے ساتھ ہوگا وہ نبی مین ہی حسب عادۃ الٰہیہ ہوگا متنبی
مقابل نبی مین ہرگز نہوگا اور نیز جسطرح خلق معجزات علی ایدی الانبیاء عادت الٰہیہ ہے اسیطرح خلق
علم ضروری بعد دعوی و رویت معجزات بتصدیقہ بھی عادت الٰہیہ ہے لہذا جو منکر ہوتا ہے وہ فی الواقع بوجہ
اشتباہ امر منکر نہین ہوتا بلکہ بتعنت منکر ہوتا ہے لہذا بروے عقل کسیکو گنجایش نہین کہ انکار کرسکے
(۳) مقدمہ خامسہ ایسی مستحکم و مضبوط اصل پر متفرع تھا لہذا اُسمین کوئی کلام نہین ہوسکتی اور خبیث نمبر ۱

سال کی عادت الٰہیہ کے تجربے اور نیز آپ کے زمانہ ظہور معجزات نے آپ کی نبوت واضح طور کردی تو بمقابلہ اُس کے محض احتمال امکان صدور ثبوت نبوت مین ہرگز مزاحم نہوگا اور بعد از ان خاتمیت کو مانع نہوگا (۴) جواب دوم کے متعلق جب آجتک ہزار ہا سال مین باوجود شدت تہالک کے صرف ہمم بھی نکر سکا تو اب محض احتمال موہوم اُس قطعیت کو صدمہ رسان نہوگا اور عرض کرچکا ہون کہ ایسے احتمالات کا باب کھولا جائیگا تو کوئی بھی دلیل قطعی مفید قطع نرہیگی اور بدیہیات اولیہ مشاہدات وغیرہ سے بھی امان مرتفع ہوجائیگا (۵) جواب ثالث خامس رابع کے متعلق جو کچھ عرض ہوچکا ہی میری ناقص رائے مین کافی ہے معہذا سوال ثالث مین جن خوارق کا ذکر ہے وہ اول تو معجزات کے مرتبہ مین نہونگے بلکہ بہت لوگ اُس کی لِم سے واقف ہونگے دوسرے مقارن دعوے نبوت نہوگا لہذا محتمل نبوت صاحب خوارق نہوگا

فرعیات بندہ کے خیال مین سلطان مین دو وصف مین ایک حکومت جس کا ثمرہ تنفیذ حدود و قصاص ہے دوسرا انتظام حقوق عامہ امر اول مین کوئی اُس کا قائم مقام نہین ہوسکتا ہے امر ثانی مین اہل حل وعقد بوقت ضرورت قائم مقام ہوسکتے ہین وجہ یہ کہ اہل حل و عقد کی رائے و مشورہ کے ساتھ نصب سلطان وابستہ ہے جو باب انتظام سے ہے لہذا مالی انتظام مدارس جو برضا ملاک و طلبہ ابقائے دین کے لیے کیا گیا ہی بالاولی معتبر ہوگا ذرا غور فرمادین انتظام جمعہ کے لیے عامہ کا نصب امام معتبر ہونا ہی جزئیات مین اس کی نظیر شاید ہوسکے معتدہ طلاق کے لیے کوئی روایت نہین ملی معذور ہون مگر بحر الرائق مین ہے واخذ ابو حنیفۃ بتفسیر ابن عمر وذکرہ الاسبیجابی وذکر فی الجوہرۃ ان اصحابنا قالوا الصحیح تفسیرہا بالزنا کما فسرہ ابن مسعود اور یہی قول ابن عباس رض اور اکثر کا لکھا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ محض استطالت لسان سے اخراج نہین ہوگا ہان ابن عباس سے ایک روایت تفسیر کبیر مین ہے وعن ابن عباس الا ان یبذون فیحل اخراجہن لبذائہن وسوء خلقہن فیحل للازواج اخراجہن من بیوتہن مگر یہ روایت ضعیف ہے اور مذہب مین ماخوذ نہین صاحب تعلیم و اخلاق کامل واقعی مدعی نبوت نہین ہوگا نہ حقیقۃً چنانچہ ظاہر ہے اور نہ خطأً و اشتباہاً اسلیے کہ بوجہ تہذیب نفس و اخلاق کاملہ جانب احتیاط بالضرور مرعی ہوگی اور صاحب تعلیم و اخلاق ناقص خود مردود ہوگا فقط

والسلام خلیل احمد عفی عنہ ۵۔ رجب ۱۳۲۵ھ

جلد چوتھی تمام ہوئی

تنبیہ۔ اکثر وہ فتوے جنین تاریخ نہین ہے ابتدائی زمانہ کے ہین ۱۲ منہ

۵ یہ تتمہ مضمون اول کا جو بعد مین خیال آنے سے آخر مین لکھا گیا ۱۲ منہ

مختصر فہرست کتب موجودہ مطبع مجتبائی دہلی۔ بڑی فہرست

آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیے

تفسیر جلالین معہ کمالین
محشی بحواشی جدیدہ ومفیدہ
مجتبائی۔ یہ تفسیر اس مطبع مین
جو پہلے چھپی تھی بہت جلد فروخت
ہوگئی اب مکرر باضافہ حواشی
جدید ومفید نہایت خوشخط
پاکیزہ اور عمدہ کاغذ پر طبع کی ہے
امید ہے کہ حضرات معلم اور متعلم
سے پہلے سے بھی زائد وقعت
کی نگاہ سے دیکھینگے۔ کاغذ عمدہ

تفسیر بیضاوی تا سورہ
بقر یعنی تا مقام درس محشی
جلد دوم تا سورہ کہف۔
جلد سوم تا ختم
زیر طبع ہے

حق الغایات فی نسق الآیات
حبلی مجتبائی۔ از مولوی اشرف علی
صاحب۔ قرآن مجید کی تمام
آیتون اور سورتونکا باہمی ربط بہت
اختصار کے ساتھ کافی وسلیس
بعبارت عربی تفسیر کبیر اور
ابو السعود و تفسیر خازن و مدارک
ذہنی سے لکھا گیا ہے۔ تقریر
ربط مین اکثر آیات کا ضروری
حل بھی کیا گیا ہے۔ مخالفین اسلام
جو قرآن مجید کو غیر مربوط بتلاتے ہین
اون کا جواب بھی اس رسالہ سے
دیا جا سکتا ہے۔
آخر مین ایک رسالہ امام سیوطی
کا جس مین دریائے تفسیر کو کوزہ
مین بند کیا ہے الحاق کیا گیا ہے

مشکوۃ شریف محشی مجتبائی

سنن ابو داؤد مطبع نے
اس کی تصحیح مین بہت اہتمام
کیا ہے۔ مولانا مولوی محمود حسن
صاحب مدرس اول مدرسہ اسلامیہ
دیوبند نے متعدد نسخ مطبوعہ
قلمیہ سے اس کا مقابلہ کیا ہے
اور جا بجا ضروری حواشی مفیدہ
بھی اضافہ کئے ہین بیاض
مابین متن و حاشیہ پر مثل صحیح
بخاری تمام نسخے اور اون کے
متعلق عبارت درج ہین۔
حاشیہ بخط نسخ ہے۔ اس
کتاب حدیث کی خدمت
سب سے پہلے اس مطبع نے
کی ہے۔ اور جو شکایت علماء
و طلبا کو اس کتاب کے صحیح نہ
ملنے کی تھی وہ سکو دور کر دیا ہے

نافع المسلمین۔ مجتبائی

نسائی شریف مجتبائی
رفع اغلاط تصحیح ضمائر و اعراب و
حل لغات و مطالب مین زیادہ
کوشش کی گئی ہے اور متن کا
مقابلہ چند قلمی اور ایک خاص نسخہ
قدیمہ صحیحہ سے جو مولانا شاہ محمد
اسحق صاحب محدث دہلوی اور
دیگر محدثین کے نسخون سے مقابلہ
ہو چکا تھا کیا گیا ہے اور
زہر الربی مصنفہ علامہ سیوطی
اور سندی علامہ ابو الحسن
حنفی سندی جو توضیح مطالب
تبیین معانی نفیسہ مین مشتمل
ہین دونون شرحین لاستیعاب
اوس کے تحت مین بخط نسخ
صفحہ بصفحہ چڑھائی گئی ہین
اور لحاظ [illegible]
شیخ محمد صاحب محدث تھانوی اور
دیگر حواشی مفیدہ قدیمہ و
جدیدہ بخط نستعلیق حاشیہ
پر لکھے گئے ہین غرضکہ یہ کتاب
تین شرحون کی حامل ہے اور
اپنی تمام خوبیون اور خوشخطی
وغیرہ کے لحاظ سے قابل دید ہے

مظاہر حق ترجمہ اردو مشکوۃ
شریف کا معہ فوائد و تصریح
مطالب نواب قطب الدین
خان مرحوم کا ہے نہایت صاف
و صحیح حسب فرمائش اس مطبع کے
مطبع اصح المطابع لکھنؤ مین چھپی ہے
حدیثون پر اعراب بھی ہین خط پاکیزہ
ہے۔ اگرچہ یہ کتاب بارہا مختلف
مطابع مین چھپی۔ مگر یہ سب سے
بہتر ہے۔ اس کی تصدیق کتاب کے
دیکھنے سے بخوبی ہو سکتی ہے

بدر الشروح یعنی شرح دیوان حافظ مجتبائی
بزبان [illegible]

جلدین اخیرین

مجموعۂ فتاوائے امدادیہ

المشہور بہ

فتاوائی اشرفیہ

مجتبائی

از مولانا محمد اشرف علی تھانوی سلمہ العلی - یہ مجموعہ چار جلدوں میں ہے اس میں کل فتاوے ابتدا سے ۱۳۲۵ھ کے آخر تک کے بطرز ابواب فقہیہ مرتب ہیں جو طلبا اور علما و مفتی و مستفتی سب کے لئے ازبس مفید اور نافع ہیں کیونکہ اس میں بوجہ ضرورت زمانہ جدید مسائل کی تحقیق بیشتر ہے - اور جزئیات پر زیادہ حاوی ہے - پہلی اور دوسری جلد کو ایک جگہ کر کے **جلدین اولین** کے نام سے منسوب کیا ہے -

جن میں حسب تفصیل ذیل مضامین ہیں

جلد اوّل - طہارت - صلوٰۃ - تجوید و قرارت - جنائز - زکوٰۃ و صدقہ و صوم - اعتکاف - حج ❖

جلد دوم - نکاح - رضاعت - طلاق - حضانت - نفقہ - حدود - ایمان - نذور و وقف - ذبائح و اضحیہ - حظر و اباحۃ

یہ دونوں جلدیں مجتبائی طبع ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور شائقین دست بدست لے رہے ہیں اب بقیہ دو جلدیں - جو **جلدین اخیرین** کے نام سے منسوب ہیں، شائع کی جاتی ہیں -

جن کے مضامین حسب تفصیل ذیل ہیں

جلد سوم - بیع - ربو - کفالت - حوالہ - ودیعت - عاریت - اجارہ - دعوی - قضا - شہادت - غصب - شفعہ - رہن - ہبہ - شرکت - قسمت - مزارعت - لقطہ - وصیت - فرائض - مسائل شتی - مسائل طاعون -

جلد چہارم - ما یتعلق بالتفسیر - ما یتعلق بالحدیث - سلوک - رویا - بدعات - تقلید - عقائد و کلام - مناظرہ فرق باطلہ - البحث علی فلسفۃ الجدیدۃ - رسالہ خطاب الندوہ معہ مکاتیب کالج علیگڈھ بعض تحریرات مولانا خلیل احمد صاحب مناسب مقام ❖

اس مجموعہ کی خوبیاں شائقین مطالعہ سے معلوم کریںگے ❖

پہلی دو جلدوں کی قیمت ۔ عہ

دوسری دونوں جلدوں کی قیمت

عبدالاحد عفی عنہ

مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۱ء